الحمد للہ خالق الارض والسمٰوٰت

کہ

جلد دوم

از کتاب الجواب مفید شیخ و شاب مسمٰی بہ

مرآۃ المناجیح

اردو ترجمہ و شرح

مشکوٰۃ المصابیح

تاریخی نام

ذوالمرات

مصنف حضرت حکیم الامت مولانا الحاج مفتی احمد یار خاں صاحب نعیمی اشرفی بدایونی علیہ الرحمۃ

صاحبزادہ اقتدار احمد خاں مالک نعیمی کتب خانہ گجرات

ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور

سترہ ـ التحیات ـ امامت ـ سنت ـ تہجد ـ نوافل ـ تراویح ـ جمعہ ـ عیدین ـ قربانی ـ بیماری ـ موت ـ جنازہ ـ قبرستان

بَابُ السُّتْرَةِ

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْدُوْ اِلَى الْمُصَلّٰى وَالْعَنَزَةُ بَيْنَ يَدَيْهِ تُحْمَلُ وَتُنْصَبُ بِالْمُصَلّٰى بَيْنَ يَدَيْهِ فَيُصَلِّيْ اِلَيْهَا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَعَنْ اَبِيْ جُحَيْفَةَ رض قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ وَهُوَ بِالْاَبْطَحِ فِيْ قُبَّةٍ حَمْرَاءَ مِنْ اَدَمٍ وَرَاَيْتُ بِلَالًا اَخَذَ وَضُوْءَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

سترہ کا بیان (آڑ)۱ پہلی فصل۔ روایت ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم صبح کے وقت عیدگاہ تشریف لے جاتے تھے۲ آپ کے سامنے نیزہ لے جایا جاتا اور آپ کے آگے عیدگاہ میں گاڑ دیا جاتا حضور اس کی طرف نماز پڑھتے۳ (بخاری) ابی جحیفہ سے۴ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مکے کے ابطح مقام میں۵ چمڑے کے سرخ خیمے میں دیکھا اور حضرت بلال کو دیکھا کہ انہوں نے حضور کے وضوء کا پانی لیا۔۶

۱ سترہ ستر سے بنا ہے بمعنی ڈھانپنا۔ سترہ کے لغوی معنی ہیں چھپانے والی چیز یعنی آڑ۔ شریعت میں سترہ وہ چیز ہے جو نمازی اپنے سامنے رکھے تاکہ اس سترہ کے پیچھے سے لوگ گزر سکیں اس کی لمبائی کم از کم ایک ہاتھ (ڈیڑھ فٹ) اور موٹائی ایک انگل چاہیے بغیر سترہ نمازی کے آگے سے حرام مگر حرم شریف کی مسجد میں جائز ہے۔ مرقات نے فرمایا کہ اگر صف اول میں لوگوں نے خالی جگہ چھوڑی ہو تو بعد میں آنے والا صفوں کے سامنے سے گزرتا ہوا وہاں پہنچے اور جگہ پر کرے۔ کیونکہ اس میں قصور جماعت والوں کا ہے نہ کہ اس کا۔ ۲ نماز عیدین کے لیے عید الاضحیٰ کے لیے بہت جلدی تاکہ بعد میں قربانیاں کی جاسکیں اور عید الفطر میں کچھ دیر سے تاکہ مسلمان کچھ کھا کر اور فطرہ ادا کر کے آسانی سے پہنچ سکیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ عید کی نماز جنگل میں پڑھنا سنت ہے اگرچہ شہر میں بھی جائز ہے۔ ۳ تاکہ گزرنے والوں کو سامنے سے گزرنے میں رکاوٹ نہ ہو اس زمانہ میں عیدگاہ کی عمارت نہ تھی میدان میں نماز پڑھی جاتی تھی ۴ آپ کا نام وہب ابن عبداللہ عامری ہے۔ آپ بہت کم عمر صحابی ہیں، حضور کی وفات کے وقت آپ نابالغ تھے ۷۴ھ کوفہ میں وصال ہوا ۵ یہ جگہ جنت معلیٰ سے کچھ آگے منیٰ کی جانب ہے جسے وادی محصب اور بطحا بھی کہا جاتا ہے۔ اسی نسبت سے حضور کو ابطحی کے لقب سے بھی یاد کیا جاتا ہے ابطح کے معنی ہیں بجری والا میدان جہاں بارش میں سیلاب آجاتا ہو۔ ۶ یعنی حضور نے خیمہ میں وضو کیا۔ غسالہ ایک لگن میں گرا حضرت بلال وہ پانی کا لگن باہر صحابہ کے پاس لائے تاکہ صحابہ اس سے برکتیں حاصل کریں، صحابہ کرام اس غسالہ شریف پر ٹوٹ پڑے۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَأَيْتُ النَّاسَ يَبْتَدِرُوْنَ ذَالِكَ الْوَضُوْءَ فَمَنْ
أَصَابَ مِنْهُ شَيْئًا تَمَسَّحَ بِهٖ وَمَنْ لَّمْ يُصِبْ مِنْهُ أَخَذَ مِنْ بَلَلِ
يَدِ صَاحِبِهٖ ثُمَّ رَأَيْتُ بِلَالًا أَخَذَ عَنَزَةً فَرَكَزَهَا وَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حُلَّةٍ حَمْرَاءَ مُشَمِّرًا صَلّٰى إِلَى الْعَنَزَةِ بِالنَّاسِ
رَكْعَتَيْنِ وَرَأَيْتُ النَّاسَ وَالدَّوَابَّ يَمُرُّوْنَ بَيْنَ يَدَيِ الْعَنَزَةِ
مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
كَانَ يُعَرِّضُ رَاحِلَتَهٗ فَيُصَلِّيْ إِلَيْهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَزَادَ الْبُخَارِيُّ

اور میں نے لوگوں کو دیکھا اس پانی کی طرف دوڑ رہے ہیں[1] جس نے اس میں سے کچھ پالیا اس نے مل لیا اور جس نے نہ پایا تو اس نے اپنے ساتھی کے ہاتھ سے تری لے لی[2] پھر میں نے حضرت بلال کو دیکھا انہوں نے ایک نیزہ لیا اور اسے گاڑ دیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سرخ جوڑے میں دامن سمیٹے تشریف لائے[3] نیزے کی طرف کھڑے ہو کر لوگوں کو دو رکعتیں پڑھائیں[4] اور میں نے لوگوں اور جانوروں کو نیزے کے آگے گزرتے دیکھا[5] (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت نافع سے وہ حضرت ابن عمر سے راوی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری[6] کو سامنے کر لیتے پھر اس کی طرف نماز پڑھ لیتے[7] (مسلم، بخاری) بخاری نے یہ بھی زیادہ کیا میں نے آپ

۱؎ اسے حاصل کرنے اور برکت لینے کے لیے کیونکہ وہ پانی حضور کے اعضاء سے لگ کر نورانی بھی ہو گیا اور خوشبودار بھی پھول سے لگی ہوئی ہوا دماغ مہکا دیتی ہے حضور کے جسم اطہر سے لگا ہوا پانی روح وایمان مہکا دے گا۔ ۲؎ اور اسے اپنے سر اور منہ پر مل لیا۔ مرقات میں اسی جگہ ہے کہ حضرت ابوطیبہ نے حضور کی فصد لی اور خون بجائے پھینکنے کے پی لیا۔ خیال رہے کہ ہمارا فضلہ وضو کا پینے کے قابل نہیں کہ وہ ہمارے گناہ لے کر نکلا ہے حضور کا غسالہ متبرک ہے کیونکہ وہ نور لے کر نکلا۔ بعض مرید اپنے شیخ کا جھوٹا پانی تعظیم سے استعمال کرتے ہیں ان کی دلیل یہ حدیث ہے۔ ۳؎ سرخ جوڑے سے مراد خالص سرخ رنگ میں رنگا ہوا کپڑا نہیں ہے کہ یہ تو مرد کے لیے منع ہے بلکہ سرخ خطوط سے مخلوط کپڑا مراد ہے یا سرخ سوت سے بنا ہوا کپڑا۔ لہذا یہ حدیث ممانعت کی حدیث کے خلاف نہیں۔ ۴؎ یا فجر یا ظہر کی کیونکہ آپ مسافر تھے غالبًا یہ واقعہ حجۃ الوداع یا عمرۃ القضاء کا ہے۔ ۵؎ کیونکہ امام کا سترہ ساری جماعت کا سترہ ہوتا ہے۔ اس کے آگے سے گزرنا جائز ہے۔ ۶؎ اس طرح کہ بیٹھے ہوئے اونٹ کے سامنے نماز پڑھتے تاکہ لوگ اس طرف سے گزر سکیں معلوم ہوا کہ سترہ صرف لکڑی وغیرہ کا ہی نہیں ہوتا بلکہ جانور وانسان کا بھی ہو جاتا ہے

قُلْتُ أَفَرَأَيْتَ إِذَا هَبَّتِ الرِّكَابُ قَالَ كَانَ يَأْخُذُ الرَّحْلَ فَيُعَدِّلُهُ فَيُصَلِّي إِلَى آخِرَتِهِ وَعَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا وَضَعَ أَحَدُكُمْ بَيْنَ يَدَيْهِ مِثْلَ مُؤْخِرَةِ الرَّحْلِ فَلْيُصَلِّ وَلَا يُبَالِ مَنْ مَرَّ وَرَاءَ ذٰلِكَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ أَبِي جُهَيْمٍ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ يَعْلَمُ الْمَارُّ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّي لَكَانَ أَنْ يَقِفَ أَرْبَعِيْنَ خَيْرًا لَهُ مِنْ أَنْ يَمُرَّ بَيْنَ يَدَيْهِ قَالَ أَبُو النَّضْرِ لَا أَدْرِي قَالَ أَرْبَعِيْنَ يَوْمًا أَوْ

بتاؤ تو اگر سواری چل دیتی فرمایا کجاوے کو درست کر لیتے تھے پھر اس کی پشتی کی طرف نماز پڑھتے ۱؎ روایت ہے طلحہ ابن عبیداللہ سے فرماتے ہیں فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کوئی اپنے کجاوے کے پشتے کی طرح رکھ لے تو نماز پڑھتا رہے اور سامنے سے گزرنے والوں کی پرواہ نہ کرے ۲؎ (مسلم) روایت ہے ابوجہیم سے ۳؎ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر نمازی کے سامنے سے گزرنے والا جان لیتا کہ اس پر کیا گناہ ہے تو اسے چالیس تک ٹھہرنا سامنے گزرنے سے بہتر ہوتا۔ ابو نضر کہتے ہیں کہ مجھے خبر نہیں کہ چالیس دن فرمائے یا مہینے یا سال ۴؎

۱؎ یعنی نافع نے حضرت ابن عمر سے پوچھا کہ نماز کی یہ صورت خطرناک ہے اگر دوران نماز میں اونٹ اٹھ کر چل دے تو نمازی کیا کرے تو فرمایا سرکار پہلے سے اس کا انتظام کر لیتے تھے جس سے اونٹ نہ جا سکے مؤخرہ اور موخرہ کجاوے کی وہ پچھلی لکڑی ہے جس سے سوار پیٹھ ٹیک لیتا ہے یہ ایک ہاتھ یعنی ڈیڑھ فٹ ہوتی ہے اسے ہمارے عرف میں اونٹ والے پشتی کہتے ہیں ۲؎ یعنی یہ سترہ کے پیچھے گزرنے والوں کی پرواہ نہ کرے خیال رہے کہ اگر نمازی کے آگے سترہ نہ ہو تو اتنی دور پر سامنے سے گزرنا ناجائز ہے جہاں تک کہ نمازی کو سجدہ گاہ پر نظر رکھتے ہوئے محسوس ہو جائے ۳؎ آپ صحابی ہیں اور ابی ابن کعب کے بھانجے آپ کا نام عبداللہ ابن حارث ابن صمہ انصاری ہے امیر معاویہ کے زمانہ میں وفات پائی ۴؎ ظاہر یہ ہے کہ چالیس سال فرمایا ہوگا جیسا کہ بعض روایات میں ہے مطلب اس کا ظاہر ہے چالیس کا عدد اس لیئے ارشاد فرمایا کہ انسان کا ہر حال چالیس پر ہی تبدیل ہوتا ہے ماں کے پیٹ میں چالیس دن تک نطفہ پھر چالیس دن تک خون پھر چالیس دن تک بوٹی۔ پھر پیدائش کے بعد چالیس دن تک ماں کو نفاس پھر چالیس سال تک عمر کی پختگی۔ اسی لیئے بعد وفات چالیس روز تک مسلسل فاتحہ کی جاتی ہے اور چالیسویں کی فاتحہ اہتمام سے ہوتی ہے۔

قُلْتُ أَفَرَأَيْتَ إِذَا هَبَّتِ الرِّكَابُ قَالَ كَانَ يَأْخُذُ الرَّحْلَ فَيُعَدِّلُهُ فَيُصَلِّي إِلَى آخِرَتِهِ وَعَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا وَضَعَ أَحَدُكُمْ بَيْنَ يَدَيْهِ مِثْلَ مُؤْخِرَةِ الرَّحْلِ فَلْيُصَلِّ وَلَا يُبَالِ مَنْ مَرَّ وَرَاءَ ذٰلِكَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ أَبِي جُهَيْمٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ يَعْلَمُ الْمَارُّ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّي لَكَانَ أَنْ يَقِفَ أَرْبَعِيْنَ خَيْرًا لَهٗ مِنْ أَنْ يَمُرَّ بَيْنَ يَدَيْهِ قَالَ أَبُو النَّضْرِ لَا أَدْرِي قَالَ أَرْبَعِيْنَ يَوْمًا أَوْ

بتاؤ کہ اگر سواری چل دیتی فرمایا کجاوے کو درست کر لیتے تھے پھر اس کی پشت کی طرف نماز پڑھتے [1] روایت ہے حضرت طلحہ ابن عبیداللہ سے فرماتے ہیں فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کوئی اپنے آگے کجاوے کے پشتے کی طرح رکھے تو نماز پڑھتا رہے اور سامنے سے گزرنے والوں کی پرواہ نہ کرے [2] (مسلم) روایت ہے حضرت ابوجہیم سے [3] فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اگر نمازی کے سامنے سے گزرنے والا جان لیتا کہ اس پر کیا گناہ ہے تو اسے چالیس تک ٹھہرنا سامنے گزرنے سے بہتر ہوتا ابونضر کہتے ہیں کہ مجھے خبر نہیں کہ چالیس دن فرمائے یا مہینے یا سال [4]

[1] یعنی نافع نے حضرت ابن عمر سے پوچھا کہ نمازی کی یہ صورت خطرناک ہے اگر دوران نماز میں اونٹ اٹھ کر چل دے تو نمازی کیا کرے۔ تو فرمایا سرکار پہلے سے اس کا انتظام کر لیتے تھے جس سے اونٹ بیٹھا رہے آخرہ وہ لکڑی کجاوے کی وہ پچھلی لکڑی ہے جس سے سوار ٹیک لیتا ہے۔ یہ ایک ہاتھ یعنی ڈیڑھ فٹ ہوتی ہے۔ اسے ہمارے عرف میں اونٹ والے پشتی کہتے ہیں [2] یعنی جو سترہ کے پیچھے سے گزرے اس کی پرواہ نہ کرے خیال رہے کہ اگر نمازی کے آگے سترہ ہو تو آدمی دور سے سامنے سے گزرنا جائز ہے جہاں کی چیز نمازی کو سجدہ گاہ پر نظر رکھتے ہوئے محسوس ہو جائے [3] آپ صحابی ہیں ابی ابن کعب کے بھانجے آپ کا نام عبداللہ ابن حارث ابن صمہ انصاری ہے امیر معاویہ کے زمانہ میں وفات پائی [4] ظاہر یہ ہے کہ چالیس سال فرمایا ہوگا جیسا کہ بعض روایات میں ہے مطلب اس کا ظاہر ہے چالیس کا عدد اس لیے ارشاد فرمایا کہ انسان کا ہر حال چالیس پر ہی تبدیل ہوتا ہے ماں کے پیٹ میں چالیس دن تک نطفہ پھر چالیس دن تک علقہ پھر چالیس دن تک مضغہ ہی ہوتی پھر پیدائش کے بعد چالیس دن تک ماں کو نفاس، پھر چالیس سال تک عمر کی پختگی، اسی لیے بعد وفات چالیس روز تک مسلسل فاتحہ کی جاتی ہے اور چالیسویں کا فاتحہ اہتمام سے ہوتی ہے۔

شَهْرًا أَوْ سَنَةً مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ إِلَى شَيْءٍ يَسْتُرُهُ مِنَ النَّاسِ فَأَرَادَ أَحَدٌ أَنْ يَجْتَازَ بَيْنَ يَدَيْهِ فَلْيَدْفَعْهُ فَإِنْ أَبَى فَلْيُقَاتِلْهُ فَإِنَّمَا هُوَ شَيْطَانٌ هٰذَا لَفْظُ الْبُخَارِيِّ وَلِمُسْلِمٍ مَعْنَاهُ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَقْطَعُ الصَّلٰوةَ الْمَرْأَةُ وَ

(مسلم بخاری) روایت ہے ابوسعید سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کوئی ایسی چیز کی طرف نماز پڑھے [۱] جو اسے لوگوں سے چھپائے [۱] پھر کوئی اس کے سامنے سے گذرنا چاہے تو نمازی اسے دفع کرے [۲] پھر اگر نہ مانے تو تو اس سے جنگ کرے کہ وہ شیطان ہے [۳] یہ بخاری کے لفظ ہیں مسلم میں اس کے معنی ہیں روایت ہے حضرت ابی ہریرہ سے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ نماز کو عورت اور گدھا

[۱] یعنی اس کے اور لوگوں کے درمیان آڑبن جائے پورا چھپانا مراد نہیں۔ کیونکہ ایک ہاتھ کا سترہ پورے جسم کو نہیں چھپا سکتا [۲] یعنی عمل قلیل سے ہاتھ کے ساتھ اسے ہٹا دے گذرنے نہ دے ظاہر یہ ہے کہ اگر بچہ اور دیوانہ بھی داخل ہے ان کو بھی گذرنے سے روکا جائے یہاں سامنے گذرنے سے مراد سترے اور نمازی کے درمیان گذرنا۔ کہ یہی ممنوع ہے [۳] یعنی سختی سے اسے روکے یہاں لڑنا بھڑنا اور قتل کرنا مراد نہیں مرقات نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی جاہل نمازی اسے قتل کردے تو عمداً قتل میں قصاص واجب ہوگا اور خطا میں دیت۔ خیال رہے کہ اگر نمازی بغیر سترے راستہ میں نماز پڑھ رہا ہے تو اسے گذرنے والے کو روکنے کا حق نہ ہوگا کہ اس میں قصور نمازی کا ہے اسی لیئے یہاں سترے کی قید لگائی شیطان سے مراد یا تو اصطلاحی شیطان ہے یعنی جنات کا مورث اعلیٰ تب تو یہ مطلب ہوگا کہ اسے شیطان بہکا کر ادھر لا رہا ہے اور اس پر شیطان سوار ہے اور یا شیطانوں سے انسانوں کا شیطان مراد ہے جو شیطانوں کا سا کام کرے وہ شیطان ہی ہوتا ہے قرآن کریم نے بھی شیطانی کام کرنے والے انسانوں کو خناس فرمایا ہے کہ ارشاد فرمایا اَلَّذِی یُوَسْوِسُ فِی صُدُوْرِ النَّاسِ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ۔ اس حدیث سے دو مسئلے ثابت ہوئے ایک یہ کہ دینی کاموں میں خلل ڈالنے والا سخت مجرم ہے لہذا جو لوگ مسجدوں کے پاس شور مچائیں ریڈیو کے گانے لگائیں وہ اس سے عبرت پکڑیں کہ نمازی سے آگے گذرنے والا اس لیے مجرم ہے کہ نمازی کا دھیان بانٹتا ہے دوسرے یہ کہ اگر کوئی مجرم نرمی سے نہ مانے تو اسے سختی سے روکا جائے یہ سختی بھی تبلیغ کی ایک قسم ہے۔

[۱] یہ چھپانے والی چیز دیوار ہو یا ستون یا لکڑی وغیرہ یا کوئی سامنے بیٹھا ہوا آدمی یا اونٹ وغیرہ جانور کہ سب سترہ میں داخل ہیں۔

الْحِمَارُ وَالْكَلْبُ وَيَقِيْ ذٰلِكَ مِثْلُ مُؤْخِرَةِ الرَّحْلِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَ
عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ وَاَنَا مُعْتَرِضَةٌ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ كَاعْتِرَاضِ الْجَنَازَةِ
مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اَقْبَلْتُ رَاكِبًا عَلٰى اَتَانٍ وَاَنَا يَوْمَئِذٍ
قَدْ نَاهَزْتُ الْاِحْتِلَامَ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ بِالنَّاسِ
بِمِنًى اِلٰى غَيْرِ جِدَارٍ فَمَرَرْتُ بَيْنَ يَدَيْ بَعْضِ الصَّفِّ فَنَزَلْتُ وَاَرْسَلْتُ

اور کتا توڑ دیتے ہیں ؎۱ اور کجاوے کی پشتی کی مثل اسے بچا لیتی ہے ؎۲ روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رات میں نماز پڑھتے تھے حالانکہ میں آپ کے درمیان لیٹی ہوتی تھی جیسے جنازہ کا رکھا ہوتا ؎۳ (مسلم، بخاری) روایت ہے ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ میں گدھی پر سوار آیا حالانکہ میں اس دن قریب بلوغ تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منیٰ میں لوگوں کو بغیر دیوار کی آڑ کے نماز پڑھا رہے تھے ؎۴ میں بعض صف کے آگے سے گزرا پھر اتر پڑا گدھی کو

؎۱ یعنی اگر نمازی کے سامنے سے ان میں سے کوئی گزرے تو خیال بٹے گا اور نماز کا خشوع خضوع جاتا رہے گا یہاں نماز ٹوٹنے سے مراد نماز کا باطل ہونا نہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ نمازی کے آگے گزرنے کا وبال دونوں پر پڑتا ہے گزرنے والا سخت گنہگار ہوتا ہے اور نمازی کا دل حاضر نہیں رہتا انہیں کے ذکر کی سکت اللہ اور اس کا شغل ہی جاتے ہیں

؎۲ یعنی سترے کی برکت سے اس کی نماز محفوظ رہے گی اور گزرنے والا گنہگار نہ ہوگا دونوں کو اس کا فائدہ پہنچے گا۔

؎۳ حجرہ شریف چھوٹا تھا جس میں نوافل کے لیے علیحدہ جگہ نہ بن سکتی تھی اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تہجد کی کیفیت یہ ہوتی تھی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت کا نمازی کے آگے سے گزرنا اور ہے اور آگے ہونا کچھ اور گزرنا ممنوع ہے آگے ہونا ممنوع نہیں اشارۃً یہ بھی معلوم ہوا کہ عورت کے گزرنے سے بھی نماز ٹوٹے گی نہیں یہ حدیث پچھلی حدیث کی گویا تفسیر ہے۔

؎۴ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دیوار نہ تھی میدان میں نماز پڑھا رہے تھے لاٹھی وغیرہ کا سترہ ضرور تھا چونکہ امام کا سترہ تمام مقتدیوں کے لیے کافی ہوتا ہے۔ اس لیے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ یہاں سب کے سامنے سے گزر گئے لہٰذا یہ حدیث سترہ کے خلاف نہیں اسی لیے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہ حدیث اس باب میں لائے کہ امام کا سترہ مقتدیوں کا سترہ ہے جس سے معلوم ہوا کہ حضور کے آگے دیوار کے سوا کوئی اور سترہ ضروری تھا دیوار کی نفی فرمائی ہے نہ کہ سترہ کی۔

اِلَّا تَانٍ تَرْتَعُ وَدَخَلْتُ فِي الصَّفِّ فَلَمْ يُنْكِرْ ذٰلِكَ عَلَيَّ اَحَدٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

اَلْفَصْلُ الثَّانِي عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمْ فَلْيَجْعَلْ تِلْقَاءَ وَجْهِهٖ شَيْئًا فَاِنْ لَّمْ يَجِدْ فَلْيَنْصِبْ عَصَاهُ فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ مَعَهٗ عَصًا فَلْيَخْطُطْ خَطًّا ثُمَّ لَا يَضُرُّهٗ مَا مَرَّ اَمَامَهٗ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَعَنْ سَهْلِ بْنِ اَبِي حَثْمَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمْ اِلٰى سُتْرَةٍ

چھوڑ دیا کہ چرتی تھی اور خود صف میں داخل ہوگیا اس کا مجھ پر کسی نے اعتراض نہ کیا [1] (مسلم بخاری)

دوسری فصل یہ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو اپنے منہ کے سامنے کچھ رکھ لے [2] اگر نہ پائے تو اپنی لاٹھی گاڑ دے اگر اس کے پاس لاٹھی نہ ہو تو خط کھینچ لے [3] پھر جو چیز سامنے سے گذرے تو اسے نقصان نہ دے گی [4] (ابوداؤد، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت سہل ابن ابی حثمہ سے [5] فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کوئی سترے کی طرف نماز پڑھے [6] تو اس سے قریب

[1] یہ حدیث اس حدیث کی تفسیر ہے کہ نماز کو کتا، گدھا، عورت توڑ دیتے ہیں یعنی وہ حکم جب ہے کہ سترے کے بغیر سامنے سے گذریں۔

[2] یعنی ایک ہاتھ لمبی اور ایک انگل موٹی کوئی چیز جیسا کہ پچھلی احادیث میں صراحتًا گذر لیا۔ بعض نمازی اپنے آگے چاقو یا پیالہ وغیرہ رکھ لیتے ہیں سخت غلطی کرتے ہیں وہ حدیث کا مطلب نہیں سمجھے۔

[3] خط کھینچنے کی حدیث مضطرب ہے ضعیف بھی ہے دیکھو مرقات لمعات وغیرہ اس لیے اکثر علماء نے اس پر عمل نہ کیا وہ خط کو محض بے کار سمجھتے ہیں بعض نے فرمایا کہ اس خط کی وجہ سے سامنے گذرنے کا اثر نماز پر نہ ہوگا اس کی نماز خراب نہ ہوگی مگر اس سے گذرنا جائز نہ ہوگا اور گذرنے والا گنہگار بھی ہوگا اسی لیے یہاں لَا يَضُرُّهٗ فرمایا یعنی نمازی کو مضر نہیں نہ کہ گذرنے والے کو۔ مگر صحیح قول جمہور ہی کا ہے کیونکہ خط نہ تو آڑ بنتا ہے۔ نہ کسی کو نظر ہی آتا ہے تو اس کا ہونا نہ ہونا یکساں ہے۔

[5] آپ انصاری ہیں اوسی ہیں ۳ھ میں پیدا ہوئے آپ کی کنیت ابو محمد یا ابو عبدالرحمن ہے کوفہ قیام تھا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں وہیں وفات پائی۔ بہت صحابہ سے آپ سے روایتیں لی ہیں۔

[6] بعض نے فرمایا کہ سترہ سے تین ہاتھ یعنی ڈیڑھ گز کے فاصلہ پر کھڑا ہو مگر صحیح یہ ہے کہ بقدر سجدہ دور رہے اس کے لیے حد مقرر نہیں کی جا سکتی کیونکہ بعض لوگ دراز قد ہوتے ہیں بعض پست قد۔

فَلْيَدْنُ مِنْهَا لَا يَقْطَعُ الشَّيْطَانُ عَلَيْهِ صَلٰوتَهٗ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ وَعَنِ
الْمِقْدَادِ بْنِ الْاَسْوَدِ قَالَ مَا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ
اِلٰى عُوْدٍ وَلَا عَمُوْدٍ وَلَا شَجَرَةٍ اِلَّا جَعَلَهٗ عَلٰى حَاجِبِهِ الْاَيْمَنِ اَوِ الْاَيْسَرِ وَلَا
يَصْمُدُ لَهٗ صَمْدًا رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ وَعَنِ الْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اَتَانَا رَسُوْلُ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ فِيْ بَادِيَةٍ لَنَا وَمَعَهٗ عَبَّاسٌ فَصَلّٰى فِيْ صَحْرَآءَ
لَيْسَ بَيْنَ يَدَيْهِ سُتْرَةٌ وَحِمَارَةٌ لَنَا وَكَلْبَةٌ تَعْبَثَانِ بَيْنَ يَدَيْهِ فَمَا بَالٰى بِذٰلِكَ

رہے شیطان اس کی نماز نہ توڑ سکے گا [1] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت مقداد ابن اسود سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لکڑی یا ستون یا درخت کی طرف نماز پڑھتے نہ دیکھا مگر آپ اسے اپنی داہنی یا بائیں بھوؤں کے سامنے رکھتے تھے [2] اور بالکل اس کے سامنے نہ ہوتے تھے [3] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت فضل ابن عباس سے فرماتے ہیں ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ تشریف لائے ہم اپنے جنگل میں تھے اور آپ کے ساتھ حضرت عباس تھے آپ نے جنگل میں نماز پڑھی آپ کے سامنے سترہ نہ تھا ہماری ایک گدھی اور کتیا آپ کے سامنے کھیلتے رہے [4] آپ نے

---

[1] یعنی اس سترے یا قرب کی برکت یہ ہوگی کہ شیطان نماز میں وسوسہ نہ ڈال سکے گا معلوم ہوا کہ جیسے بسم اللہ کی برکت سے شیطان کھانے سے دور رہتا ہے اور کھونٹے گھوڑے پر کسی لکڑی کر دینے سے بلائیں دور رہتی ہیں ایسے ہی سترے کی برکت سے نمازی سے شیطان دور رہتا ہے۔ یہ قدرتی چیز ہے۔

[2] فقہاء فرماتے ہیں کہ سترہ نمازی کے سامنے نہ ہو بلکہ قدرے داہنے بائیں ہٹا ہوا اس مسئلے کا ماخذ یہ حدیث ہے۔

[3] یعنی سترے کو ناک کے مقابل نہ رکھتے تاکہ بت پرستوں کی مشابہت نہ ہو جائے کیونکہ وہ پوجا کے وقت بت بالکل سامنے رکھتے ہیں اگرچہ یہ حدیث ضعیف ہے لیکن چونکہ فضائل کی ہے لہذا قبول ہے نسائی میں ہے کہ سترہ بائیں پلک پر رکھا جائے۔ اسی لیے فقہاء فرماتے ہیں کہ داہنے سے بائیں پلک پر رکھنا افضل ہے سترہ چونکہ شیطان کو دفع کرنے کے لیے اور شیطان بائیں سمت ہی سے آتا ہے اسی لیے اگر نماز میں تھوکنا پڑ جائے تو بائیں طرف تھوکے۔

[4] چونکہ اس جنگل میں کسی کے گزرنے کا احتمال نہ تھا اس لیے سترہ نہ گاڑا گیا یہ کتیا اور گدھی زیادہ فاصلے پر تھے اس لیے اس کی پرواہ نہ کی گئی چنانچہ فقہاء فرماتے ہیں کہ جنگل میں نمازی کے آگے اتنی دور پر گزرنا جائز ہے کہ جب نمازی سجدہ گاہ پر نظر رکھے تو وہاں کی چیز محسوس نہ ہو لہذا یہ حدیث گزشتہ احادیث کے خلاف نہیں۔

رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ وَالنَّسَائِيُّ نَحْوَهُ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَقْطَعُ الصَّلٰوةَ شَيْءٌ وَادْرَءُوْا مَا اسْتَطَعْتُمْ فَاِنَّمَا هُوَ شَيْطَانٌ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ اَنَامُ بَيْنَ يَدَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرِجْلَايَ فِيْ قِبْلَتِهٖ فَاِذَا سَجَدَ غَمَزَنِيْ فَقَبَضْتُ رِجْلَيَّ وَاِذَا قَامَ بَسَطْتُهُمَا قَالَتْ وَالْبُيُوْتُ يَوْمَئِذٍ لَيْسَ فِيْهَا مَصَابِيْحُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ

اس کی ہم معنی (ابوداؤد) نسائی میں اس کی مثل ہے۔ روایت ہے حضرت ابوسعید سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نماز کو کوئی چیز نہیں توڑتی [1] اور جہاں تک ہو سکے دفع کرو اس لیے کہ وہ گزرنے والا شیطان ہے (ابوداؤد) تیسری فصل روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ کے سامنے سوتی ہوتی تھی اور میرے پاؤں آپ کے قبلے کی جانب ہوتے تھے [2] جب آپ سجدہ فرماتے تو مجھے دبا دیتے میں اپنے پاؤں سمیٹ لیتی [3] اور جب کھڑے ہوتے تو میں پاؤں پھیلا دیتی اور اس زمانے میں گھروں میں چراغ نہ تھے [4] (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا

[1] یعنی نمازی کے آگے سے کسی چیز کا گزر جانا نماز کو باطل نہیں کرتا لہٰذا یہ حدیث توڑنے کی روایت کے خلاف نہیں کہ وہاں حضور قلبی کا توڑنا مراد ہے نہ کہ اصل نماز کا اور یہاں اصل نماز توڑنے کی نفی ہے۔

[2] آپ قبلہ کی طرف پاؤں نہیں پھیلاتی تھیں کہ وہ منع ہے بلکہ آپ کے پاؤں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے قبلہ کی طرف ہوتے تھے اس حدیث سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ نماز میں تھوڑا عمل جائز ہے دوسرے یہ کہ عورت کو چھونا وضو نہیں توڑتا اگرچہ بغیر آڑ کے ہو کیونکہ یہاں آڑ کی قید نہیں آئی تیسرے یہ کہ عورت کا نمازی کے آگے ہونا نماز خراب نہیں کرتا لہٰذا یہ حدیث حنفیوں کی دلیل ہے۔

[3] یہ بالکل ابتدائی حالت کا ذکر ہے جب کہ ضرورت کے وقت لکڑی جلا کر روشنی کی جاتی تھی بعد میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں چراغ رائج ہو گئے تھے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے ایک چوہا چراغ کی جلتی بتی کھینچ کر لے گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چراغ گل کر کے سویا کرو۔ کیونکہ چوہا اس کے ذریعہ گھروں میں آگ لگا دیتا ہے۔ لہٰذا یہ حدیث چراغ والی احادیث کے خلاف نہیں۔

[4] یعنی جب تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کا قیام و رکوع فرماتے ہیں اطمینان سے پاؤں پھیلائے سوئی رہتی اور جب حضور کے سجدہ کا وقت ہوتا تو مجھے دبا کر اشارہ کر دیتے جب میں پاؤں کھینچتی تب سجدہ کے لیے جگہ بنتی اور آپ سجدہ کرتے۔

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ يَعْلَمُ اَحَدُكُمْ مَا لَهٗ فِيْ اَنْ يَّمُرَّ بَيْنَ يَدَيْ
اَخِيْهِ مُعْتَرِضًا فِي الصَّلٰوةِ كَانَ لَاَنْ يُّقِيْمَ مِائَةَ عَامٍ خَيْرٌ لَّهٗ مِنَ الْخُطْوَةِ الَّتِيْ خَطَا
رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ ۔ وَعَنْ كَعْبِ الْاَحْبَارِ قَالَ لَوْ يَعْلَمُ الْمَارُّ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّيْ
مَاذَا عَلَيْهِ لَكَانَ اَنْ يُّخْسَفَ بِهٖ خَيْرًا لَّهٗ مِنْ اَنْ يَّمُرَّ بَيْنَ يَدَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ
اَهْوَنَ عَلَيْهِ رَوَاهُ مَالِكٌ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمْ اِلٰى غَيْرِ السُّتْرَةِ فَاِنَّهٗ يَقْطَعُ صَلٰوتَهُ
الْحِمَارُ وَالْخِنْزِيْرُ وَالْيَهُوْدِيُّ وَالْمَجُوْسِيُّ وَالْمَرْاَةُ وَتُجْزِيْ عَنْهُ اِذَا مَرُّوْا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر تم میں سے کوئی جان لے کہ اسے اپنے بھائی کے سامنے گزرنے میں نماز کا راستہ کاٹتے ہوئے کیا گناہ ہے تو سو سال ٹھہرے رہنا اس کے لیے اس ایک قدم ڈالنے سے بہتر ہوتا ۱؎ (ابن ماجہ) اور روایت ہے حضرت کعب احبار سے فرماتے ہیں اگر نمازی کے سامنے سے گزرنے والا جان لیتا کہ اس پر کیا گناہ ہے تو اس کا زمین میں دھنس جانا سامنے گزرنے سے بہتر ہوتا اور ایک روایت میں ہے کہ آسان ہوتا ۲؎ (مالک) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تم میں سے کوئی بغیر سترہ نماز پڑھے تو اس کی نماز کو گدھا اور سور اور یہودی اور پارسی اور عورت توڑ دیتے ہیں ۳؎

۱؎ یہ حدیث اس حدیث کی شرح ہے جہاں صرف چالیس کا ذکر تھا سال یا مہینے کا ذکر نہ تھا معلوم ہوا کہ وہاں بھی سال ہی مراد تھے اس سے معلوم ہوا کہ نمازی کے سامنے بیٹھا رہنا یا کروٹ پھر جانا یا بیٹھے سے اٹھ جانا یا سیدھا سامنے چلا جانا منع نہیں بلکہ سامنے کی سمت کاٹ کر گزرنا منع ہے یعنی ہمارے ملک میں تو بانشانہ جانا جیسا کہ معترضاً سے معلوم ہوا۔ البتہ اگر کوئی شخص نمازی کے آگے آکر بیٹھ جائے پھر کچھ ٹھہر کر دوسری جانب اٹھ جائے تو مکروہ ہے بلکہ ادھری کو جائے جدھر سے آیا تھا۔ حدیث کا مطلب بالکل ظاہر ہے انسان کو چاہیے کہ نمازی کے آگے سے ہرگز نہ گزرے۔

۲؎ یہ ساری وعیدیں آگے گزرنے سے روکنے کیلئے ہیں یعنی اگر اس کے عذاب سے پوری واقفیت ہوتی تو ہر شخص یہ چاہتا کہ زمین پھٹ جائے میں سما جاؤں مگر نمازی کے آگے سے نہ گزروں یہاں گزرنے کی وہی صورت مراد ہے جو ناجائز ہے جن صورتوں میں شریعت نے گزرنے کی اجازت دی ہے وہ اس سے علیحدہ ہیں۔

۳؎ اس کی شرح ابھی گزر چکی کہ نماز کا حضور قلبی مراد ہے۔ وہاں تین کا ذکر تھا یہاں پانچ کا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ ہر ایک کا گزرنا مضر ہے لیکن ان پانچ کا گزرنا زیادہ مضر کیونکہ ان میں دھیان زیادہ بٹتا ہے۔ واللہ اعلم۔

بَیْنَ یَدَیْهِ عَلٰی قَدْرِ مَا یُلْقِیْ بِحَجَرٍ رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ

بَابُ صِفَةِ الصَّلٰوةِ

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ أَنَّ رَجُلًا دَخَلَ الْمَسْجِدَ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ فِیْ نَاحِیَةِ الْمَسْجِدِ فَصَلّٰی ثُمَّ جَاءَ فَسَلَّمَ عَلَیْهِ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَیْكَ السَّلَامُ ارْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ فَرَجَعَ فَصَلّٰی ثُمَّ جَاءَ فَسَلَّمَ فَقَالَ وَعَلَیْكَ السَّلَامُ ارْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ فَقَالَ فِی الثَّالِثَةِ أَوْ فِی الَّتِیْ بَعْدَهَا عَلِّمْنِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

اور جب یہ لوگ نمازی کے آگے پتھر پھینکنے کی مسافت سے گذریں تو سترے سے کفایت کریگا [1] (ابوداؤد)

نماز پڑھنے کا طریقہ [2]

پہلی فصل روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ ایک شخص مسجد میں آیا [3] حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کے ایک کونہ میں جلوہ گر تھے اس نے نماز پڑھی [4] پھر آیا حضور کو سلام کیا اس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وعلیک السلام لوٹ جاؤ نماز پڑھو تم نے نماز نہیں پڑھی [5] وہ لوٹ گیا نماز پڑھی پھر آیا سلام کیا آپ نے فرمایا وعلیک السلام لوٹ جاؤ نماز پڑھو تم نے نماز نہیں پڑھی اس نے تیسری بار یا اس کے بھی بعد عرض کیا یا رسول اللہ

اگرچہ مجوسی بھی انسان ہیں مگر مسلمانوں کو ان سے نفرت بہت ہوتی ہے اس لیے ان کا سامنے سے گذرنا زیادہ شاق گذرے گا

[1] یعنی اگر نمازی کے آگے سترہ نہ ہو اور ان میں سے کوئی اتنی دور سے گذر جائے کہ نمازی سجدہ گاہ کو دیکھتے ہوئے ان کا احساس نہ کرسکے تو کوئی مضائقہ نہیں اور یہ دوری پتھر پھینکنے کی بقدر ہے یعنی اگر یہ نمازی درمیانی پتھر درمیانی طاقت سے پھینکے تو جہاں پتھر گرے اتنے فاصلہ پر گذرنا جائز ہے پتھر سے درمیانی پتھر مراد ہے اور پھینکنے سے درمیانی طاقت سے پھینکنا مراد۔

[2] اس باب میں نماز کے فرائض واجبات سنتیں اور مستحبات کا ذکر ہوگا یعنی اول سے آخر تک نماز کی ساری کیفیت کا ذکر۔

[3] یہ آنے والے حضرت خلاد ابن رافع انصاری ہیں جو جنگ بدر میں شہید ہوئے یہ واقعہ سیدنا ابوہریرہ نے اپنی نگاہ سے نہیں دیکھا بلکہ کسی صحابی سے سن کر بیان فرما رہے ہیں کیونکہ حضرت خلاد بدر ۲ھ میں شہید ہو گئے اور حضرت ابوہریرہ ۷ھ میں اسلام لائے مگر چونکہ تمام صحابہ عادل ہیں اس لیے وہ [illegible] کا نام مذکور نہ ہونا مضر نہیں۔

[4] غالباً یہ نماز نفل تحیۃ المسجد تھے جو جلدی جلدی تعدیل ارکان کے بغیر ادا کر لیے گئے تھے اس میں کوئی اور نقصان نہ کیا تھا۔

[5] اس مضمون سے چند مسائل معلوم ہوئے ایک یہ کہ مسجد نبوی میں آنے والا نمازیوں کو عمومی سلام الگ کرے اور حضور انور کو علیحدہ۔ اب بھی زائرین حاضری شریف کے وقت دور کھڑے ہو کر مواجہ اقدس میں حاضری دے کر سلام عرض کرتے ہیں۔ اللہ ہم سب

فَقَالَ اِذَا قُمْتَ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاَسْبِغِ الْوُضُوْءَ ثُمَّ اسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ فَكَبِّرْ ثُمَّ اقْرَاْ بِمَا تَيَسَّرَ مَعَكَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ثُمَّ ارْكَعْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ رَاكِعًا ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰى تَسْتَوِيَ قَائِمًا ثُمَّ اسْجُدْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ

مجھے سکھا دیجئے ۱؎ فرمایا جب تم نماز کی طرف اٹھو تو وضو پورا کرو پھر کعبے کو منہ کرو۔ پھر تکبیر کہو۔ پھر جس قدر قرآن آسان ہو پڑھو ۲؎ پھر رکوع کرو حتی کہ رکوع میں مطمئن ہوجاؤ پھر اٹھو حتی کہ سیدھے کھڑے ہوجاؤ پھر سجدہ کرو حتی کہ سجدے میں مطمئن ہوجاؤ ۳؎ پھر اٹھو حتی کہ اطمینان سے

کو نصیب کرے دوسرے یہ کہ سلام میں علیکم بھی کہہ سکتے ہیں جیسے بھی تیسرے یہ کہ واجب رہ جانے سے نماز لوٹانا یعنی واجب ہے خیال رہے کہ بھول کر واجب چھوٹ جانے پر سجدہ سہو واجب ہے اور عمدًا چھوڑنے سے نماز لوٹانا واجب ہے۔ چوتھے یہ کہ نماز میں تعدیل ارکان یعنی اطمینان سے ادا کرنا واجب ہے کیونکہ یہ بزرگ جلدی سے ادا کر کے آگئے تھے اسلئے نماز دوبارہ پڑھوائی گئی۔

۱؎ یعنی ہر دفعہ نماز پڑھ کر آتے سلام عرض کرتے اور لوٹا دیئے جاتے خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی ہی دفعہ انہیں نماز کا طریقہ نہ سکھایا بلکہ کئی بار پڑھوا کر پھر بتایا کہ یہ واقعہ انہیں یاد رہے اور مسئلہ خوب حفظ ہوجائے کہ جو چیز مشقت و انتظار سے ملتی ہے۔ وہ دل میں بیٹھ جاتی ہے جیسے ایک صحابی بغیر سلام کیے حاضر ہوگئے تو فرمایا پھر لوٹ کر جاؤ اور سلام کر کے آؤ۔ لہذا اس میں علماء کو طریقہ تبلیغ کی تعلیم بھی ہے۔

۲؎ یعنی جو سورت یا آیت تمہیں یاد ہو وہ پڑھو اس حدیث کی تائید اس آیت سے ہوتی ہے۔ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ اس آیت اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز میں سورۂ فاتحہ پڑھنا فرض نہیں بلکہ مطلق تلاوت فرض ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو، قبلہ کو منہ اور تکبیر وغیرہ فرائض کے سلسلے میں مطلق قرأت کا ذکر کیا نہ کہ سورۂ فاتحہ پڑھنے کا جن احادیث میں آتا ہے کہ بغیر سورۂ فاتحہ نماز نہیں ہوتی وہاں مراد ہے کہ نماز کامل نہیں ہوتی لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں یہ حدیث امام اعظم کی بہت قوی دلیل ہے خیال رہے کہ بڑی آیت یا تین چھوٹی آیتوں سے کم پڑھنے کو قرأت قرآن یا تلاوت قرآن نہیں کہا جاتا۔ لہذا اس پر یہ اعتراض نہیں کہ قرآن کا ایک لفظ بھی پڑھنا نماز کے لیئے کافی ہونا چاہیئے حالانکہ تم اس کے قائل نہیں۔

۳؎ اس کا نام ہے تعدیل ارکان یعنی نماز کے ارکان کو اطمینان سے ادا کرنا کہ ہر رکن میں تین تسبیح کی بقدر ٹھہرنا یہ تعدیل امام شافعی اور امام ابو یوسف کے ہاں فرض ہے ان کی دلیل یہ حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تعدیل نہ ہونے پر فرمایا لَمْ تُصَلِّ تم نے نماز پڑھی ہی نہیں جس کے بغیر نماز بالکل نہ ہو وہ فرض ہوتا ہے امام اعظم کے نزدیک تعدیل فرض نہیں۔ بلکہ واجب ہے کہ جس کے رہ جانے سے نماز ناقص اور واجب اعادہ ہوتی ہے لیکن فرض ادا ہوجاتا ہے امام صاحب فرماتے ہیں کہ لَمْ تُصَلِّ میں کمال نماز کی نفی ہے یعنی تم نے کامل نماز نہیں پڑھی کیونکہ ابوداؤد، ترمذی، نسائی میں اسی حدیث کے آخر میں یہ بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم ان کاموں کو پورا کرو گے تو تمہاری نماز پوری ہوگی اور اگر ان میں سے کچھ کم کرو گے تو تمہاری نماز ناقص ہوگی معلوم ہوا کہ تعدیل کے بغیر نماز ناقص ہوگی باطل نہیں لہذا یہ واجب ہے فرض نہیں۔ نیز تعدیل فرض

جَالِسًا ثُمَّ اسْجُدْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ جَالِسًا وَفِيْ رِوَايَةٍ ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰى تَسْتَوِيَ قَائِمًا ثُمَّ افْعَلْ ذٰلِكَ فِيْ صَلٰوتِكَ كُلِّهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَفْتِحُ الصَّلٰوةَ بِالتَّكْبِيْرِ وَالْقِرَاۤءَةَ بِالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَكَانَ

بیٹھ جاؤ۔ پھر سجدہ کرو حتی کہ سجدے میں مطمئن ہو جاؤ پھر اٹھو حتی کہ اطمینان سے بیٹھ جاؤ۔ اور ایک روایت میں ہے پھر اٹھو حتی کہ سیدھے کھڑے ہو جاؤ پھر اپنی ساری نماز میں یہی کرو[۱] (مسلم بخاری) اور روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز تکبیر سے اور قرأت الحمد للہ رب العالمین سے شروع کرتے تھے[۲] اور

ہوتی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم انہیں اول ہی سے بتا دیتے انہیں بغیر فرض ادا کیے نماز بار بار پڑھنے کی اجازت نہ دیتے کیونکہ اس کے بغیر وہ نمازیں بالکل بے کار تھیں اور فعل عبث تھا اور واجب کے بغیر ان نمازوں میں کچھ ثواب مل گیا۔

[۱] اس سے معلوم ہوا کہ ہر رکعت میں تلاوت قرآن فرض ہے مگر یہ حکم فرض نماز کے علاوہ میں ہے فرض کی پہلی دو رکعتوں میں تلاوت فرض باقی میں نفل چونکہ ان بزرگ نے تحیۃ المسجد نفل ادا کیے تھے۔ لہذا انہیں یہ حکم دیا گیا۔

[۲] یعنی بحالت امامت تلاوت قرآن بلند آواز سے اَلْحَمْدُ سے شروع کرتے تھے یعنی بِسْمِ اللّٰهِ آواز سے نہ پڑھتے تھے معلوم ہوا کہ بِسْمِ اللّٰهِ ہر سورت کا جز نہیں ورنہ اسے امام آواز سے پڑھے۔ اس کی تائید اس واقعہ سے ہوتی ہے جو مسلم بخاری وغیرہ تمام کتب احادیث میں موجود ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر پہلی وحی یہ آئی اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ۔ اس کے اول بِسْمِ اللّٰهِ نہیں آئی۔ لہذا یہ حدیث امام اعظم کی قوی دلیل ہے نیز اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ بِسْمِ اللّٰهِ پڑھتے ہی نہ تھے پڑھتے تھے مگر آہستہ۔ یہاں بلند آواز سے پڑھنے کی نفی ہے۔ لہذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں بِسْمِ اللّٰهِ پڑھنے کا ذکر ہے کیونکہ وہاں آہستہ پڑھنا مراد ہے خیال رہے کہ اصطلاح شریعت میں بحث نماز میں جہاں کہیں قرأت بولی جائے گی وہاں تلاوت قرآن مراد ہوتی ہے نہ کہ مطلقًا پڑھنا اسی لیے کہا جاتا ہے کہ نماز میں قیام قرأت، رکوع، سجدہ فرض ہیں۔ لہذا اس حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ نہیں پڑھتے تھے لہذا یہ حدیث سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ پڑھنے کی احادیث کے خلاف نہیں

إِذَا رَكَعَ لَمْ يُشْخِصْ رَأْسَهُ وَلَمْ يُصَوِّبْهُ وَلٰكِنْ بَيْنَ ذٰلِكَ وَكَانَ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ لَمْ يَسْجُدْ حَتّٰى يَسْتَوِيَ قَائِمًا وَكَانَ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السَّجْدَةِ لَمْ يَسْجُدْ حَتّٰى يَسْتَوِيَ جَالِسًا وَكَانَ يَقُوْلُ فِيْ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ التَّحِيَّةَ وَكَانَ يَفْرِشُ رِجْلَهُ الْيُسْرٰى وَيَنْصِبُ رِجْلَهُ الْيُمْنٰى وَكَانَ يَنْهٰى عَنْ عُقْبَةِ الشَّيْطٰنِ وَيَنْهٰى أَنْ يَفْتَرِشَ الرَّجُلُ ذِرَاعَيْهِ افْتِرَاشَ السَّبُعِ وَكَانَ يَخْتِمُ الصَّلٰوةَ بِالتَّسْلِيْمِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ أَبِيْ حُمَيْدٍ السَّاعِدِيِّ قَالَ فِيْ نَفَرٍ مِّنْ أَصْحَابِ

جب رکوع کرتے تو اپنا سر نہ اونچا رکھتے نہ جھکاتے لیکن اس کے درمیان[1] اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو سجدہ نہ کرتے یہاں تک کہ سیدھے کھڑے ہو جاتے اور جب سجدے سے سر اٹھاتے تو دوسرا سجدہ نہ کرتے حتی کہ سیدھے بیٹھ جاتے اور ہر دو رکعتوں میں التحیات پڑھتے تھے[2] اور اپنا بایاں پاؤں بچھاتے تھے اور داہنا پاؤں کھڑا کرتے تھے[3] اور شیطان کی بیٹھک سے منع کرتے تھے[4] اور اس سے منع کرتے تھے کہ کوئی شخص اپنی کہنیاں درندے کی طرح بچھا دے[5] اور اپنی نماز سلام سے ختم فرماتے تھے (مسلم) روایت ہے حضرت ابوحمید ساعدی سے[6] انہوں نے رسول اللہ

[1] یعنی پیٹھ شریف کے برابر یہی سنت ہے اس کے خلاف سنت کے خلاف ہے۔

[2] سوا مغرب کے فرض اور وتروں کے کہ ان میں پہلی التحیات دو رکعتوں کے بعد ہوتی ہے اور دوسری ایک رکعت کے بعد لہٰذا یہ دونوں التحیات واجب ہیں لیکن پہلی میں بیٹھنا واجب اور دوسری میں فرض ہے۔

[3] یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم دونوں قعدوں میں اپنا بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھتے تھے اور داہنا پاؤں کھڑا کرتے تھے یہ حدیث حنفیوں کی قوی دلیل ہے کہ ہر التحیات میں یونہی بیٹھے جن احادیث میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آخری التحیات میں بایاں پاؤں شریف داہنی جانب نکال دیتے اور زمین پر بیٹھتے وہ بڑھاپے یا بیماری کا حال ہے جب زیادہ دیر تک بائیں پاؤں پر نہ بیٹھ سکتے تھے لہٰذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں حنفی لوگ ان دونوں حدیثوں پر عامل ہیں شوافع ان کے مخالف اس حدیث کو چھوڑ دیتے ہیں۔

[4] اس کی صورت یہ ہے کہ دونوں سرین زمین پر رکھے اور پنڈلیاں کھڑی کرے دونوں ہاتھ زمین پر بچھا دے کتے کی سی بیٹھک یہ ممنوع ہے چونکہ کتا گندا ہے اس لیے اس کی بیٹھک کو شیطانی بیٹھک فرمایا۔

[5] اس طرح کہ ایک جانب دونوں پاؤں بچھا دے سامنے کہنیاں کرے یہ بیٹھک بھی منع ہے۔

[6] آپ کا نام عبدالرحمٰن یا کچھ اور ہے قبیلہ بنی ساعدہ سے ہیں انصاری ہیں اپنے گاؤں میں رہتے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے آتے رہتے تھے اسی لیے اس موقعہ پر صحابہ نے بطور تعجب پوچھا کہ اے ابوحمید تم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم

رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا أَحْفَظُكُمْ لِصَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَيْتُهُ إِذَا كَبَّرَ جَعَلَ يَدَيْهِ حِذَاءَ مَنْكِبَيْهِ وَإِذَا رَكَعَ أَمْكَنَ يَدَيْهِ مِنْ رُكْبَتَيْهِ ثُمَّ هَصَرَ ظَهْرَهُ فَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ اسْتَوٰى حَتّٰى يَعُوْدَ كُلُّ فَقَارٍ مَكَانَهُ فَإِذَا سَجَدَ وَضَعَ يَدَيْهِ غَيْرَ مُفْتَرِشٍ وَلَا قَابِضِهِمَا وَاسْتَقْبَلَ بِأَطْرَافِ أَصَابِعِ رِجْلَيْهِ الْقِبْلَةَ فَإِذَا جَلَسَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ جَلَسَ عَلٰى رِجْلِهِ

صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی ایک جماعت میں فرمایا کہ میں حضور انور کی نماز کا تم سب سے زیادہ حافظ ہوں میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب تکبیر کہتے تو اپنے ہاتھ اپنے کندھوں کے مقابل کرتے ۱؎ اور جب رکوع کرتے تو اپنے ہاتھوں سے گھٹنے مضبوط پکڑتے ۲؎ پھر اپنی پیٹھ جھکاتے پھر جب سر اٹھاتے تو سیدھے کھڑے ہو جاتے حتی کہ ہر جوڑ اپنی جگہ لوٹ جاتا پھر جب سجدہ کرتے تو اپنے ہاتھ یوں رکھتے کہ نہ بچھاتے نہ سمیٹتے ۳؎ اور پاؤں کی انگلیوں کے سرے قبلہ رخ کرتے ۴؎ پھر جب دو رکعتوں میں بیٹھتے تو اپنے

کی صحبت زیادہ میسر نہ ہوئی تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سے زیادہ واقف کیسے ہو گئے جیسا کہ ابوداؤد کی روایت میں ہے۔

۱؎ اس طرح کہ ہاتھ کے گٹے کندھوں کے مقابل ہوتے اور انگوٹھے کانوں کے مقابل لہٰذا یہ حدیث مسلم بخاری کی اس روایت کے خلاف نہیں جو ابھی آ رہی ہے جس میں یہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھ کانوں تک اٹھاتے تھے کیونکہ وہاں انگوٹھے مراد ہیں جو لوگ کندھوں سے انگوٹھے لگاتے ہیں وہ اس حدیث پر عمل نہیں کر سکتے حنفیوں کا عمل اس پر بھی ہے اور اس پر بھی لہٰذا یہ حدیث حنفیوں کے بالکل خلاف نہیں۔ بلکہ موافق ہے کانوں تک ہاتھ اٹھانے کی پوری بحث ہماری کتاب جاء الحق حصہ دوم میں دیکھو۔ جہاں اس پر بیس حدیثیں بیان کی گئی ہیں۔ حدیثوں کو جمع کرنا ضروری ہے نہ کہ کسی حدیث کو چھوڑنا۔

۲؎ اس طرح کہ انگلیاں پھیلا کر گھٹنوں کو مضبوطی سے پکڑ لیتے اور ہاتھوں کو سیدھا رکھتے اور اس پر پیٹھ کا پورا بوجھ دے دیتے دونوں ہاتھ شریف کمان کی طرح ٹیڑھے نہ کرتے۔

۳؎ یعنی نہ تو سجدے میں زمین پر کہنیاں لگاتے اور نہ بازو پسلیوں سے ملا دیتے بلکہ ہاتھوں کو الگ رکھتے۔

۴؎ اس طرح کہ سجدے میں پاؤں کے پورے پنجے جھکا کر زمین پر رکھتے جس سے پاؤں کی ہر انگلی کا کنارہ قبلہ رخ ہو جاتا خیال رہے کہ پاؤں کی ایک انگلی کا پیٹ زمین سے لگنا فرض ہے اور تین انگلیوں کا پیٹ لگنا واجب دسوں کا لگنا سنت۔ آج عام نمازی اس سے بے خبر ہیں یا تو دونوں پاؤں سجدے میں اٹھائے رکھتے ہیں یا انگلیوں کی نوک لگاتے ہیں اس سے نماز قطعًا نہیں ہوتی۔

الْيُسْرٰى وَنَصَبَ الْيُمْنٰى فَاِذَا جَلَسَ فِى الرَّكْعَةِ الْاٰخِرَةِ قَدَّمَ رِجْلَهُ الْيُسْرٰى وَ نَصَبَ الْاُخْرٰى وَقَعَدَ عَلٰى مَقْعَدَتِهٖ رَوَاهُ الْبُخَارِىُّ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ اِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ وَ اِذَا كَبَّرَ لِلرُّكُوْعِ وَاِذَا رَفَعَ رَاْسَهٗ مِنَ الرُّكُوْعِ رَفَعَهُمَا كَذٰلِكَ وَقَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ وَكَانَ لَا يَفْعَلُ ذٰلِكَ فِى السُّجُوْدِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَ

بائیں پاؤں پر بیٹھتے اور دایاں کھڑا کرتے پھر جب آخری رکعت میں بیٹھتے تو اپنا بایاں پاؤں آگے نکالتے اور دوسرا پاؤں کھڑا کرتے اور کولھے پر بیٹھتے [1] (بخاری) روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تو اپنے دونوں ہاتھ کندھوں کے مقابل اٹھاتے [2] اور جب رکوع کی تکبیر کہتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو بھی یونہی ہاتھ اٹھاتے اور کہتے سمع اللہ لمن حمدہ ربنا لک الحمد اور سجدے میں یہ نہ کرتے [3]۔

[1] یہ حدیث امام شافعی کی دلیل ہے وہ دوسری التحیات میں یونہی بیٹھتے ہیں اس کا جواب ہم ابھی عرض کر چکے ہیں کہ یہ بیٹھنا بڑھاپے شریف یا کسی بیماری وغیرہ ضعف کی حالت میں تھا عام حالات میں ہر التحیات میں بائیں پاؤں پر ہی بیٹھتے تھے ہم نے اس طرح بیٹھنے کی احادیث اپنی کتاب جاء الحق حصہ دوم میں جمع کی ہیں جن میں سے مسلم شریف کی روایت ابھی گزر گئی۔ اس مسئلہ کا وہاں مطالعہ کرو یہیقی کہ بخاری، ابوداؤد، نسائی، مالک نے عبداللہ ابن عبداللہ ابن عمر سے روایت کی کہ وہ فرماتے ہیں سنت یہ ہے کہ دایاں پاؤں کھڑا کرو اور بائیں پاؤں پر بیٹھو تو میں نے کہا آپ خود ایسا کیوں نہیں کرتے تو فرمایا میرے پاؤں میرا بوجھ نہیں اٹھاتے۔

[2] اس کی شرح ابھی گزر چکی کہ گٹے کندھوں تک رہتے اور انگوٹھے کانوں تک۔

[3] اس حدیث سے یہ تو معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع میں جاتے آتے رفع یدین کیا مگر یہ ذکر نہیں کیا کہ آخر وقت تک کیا۔ حق یہ ہے کہ رفع یدین منسوخ ہے۔ چنانچہ عینی شرح بخاری میں ہے کہ سیدنا عبداللہ ابن زبیر نے ایک شخص کو رکوع میں جاتے آتے رفع یدین کرتے دیکھا تو فرمایا ایسا نہ کیا کرو یہ وہ کام ہے جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اولًا کیا تھا پھر چھوڑ دیا نیز سیدنا ابن مسعود، عمر ابن خطاب، علی مرتضیٰ، براء ابن عازب، حضرت علقمہ وغیرہم بہت صحابہ سے ہے کہ وہ رفع یدین نہ کرتے تھے اور کرنے والوں کو منع کرتے تھے نیز ابن ابی شیبہ اور طحاوی نے حضرت مجاہد سے روایت کی کہ میں نے حضرت ابن عمر کے پیچھے نماز پڑھی آپ نے سوا تکبیر اولیٰ کے کسی وقت ہاتھ نہ اٹھائے معلوم ہوا کہ سیدنا ابن عمر کے نزدیک بھی رفع یدین منسوخ ہے نیز رسالہ آفتاب محمدی میں ہے کہ حضرت ابن عمر کی حدیث چند روایتوں سے منقول ہے جس میں سے ایک روایت میں یونس ہے جو سخت ضعیف ہے دوسری اسناد میں ابو قلابہ ہے جو خارجی المذہب تھا (دیکھو تہذیب التہذیب

عَنْ نَافِعٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ اِذَا دَخَلَ فِي الصَّلٰوةِ كَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ وَاِذَا رَكَعَ
يَدَيْهِ وَاِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ رَفَعَ يَدَيْهِ وَاِذَا قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ
رَفَعَ يَدَيْهِ وَرَفَعَ ذٰلِكَ ابْنُ عُمَرَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَوَاهُ
الْبُخَارِيُّ وَعَنْ مَالِكِ ابْنِ الْحُوَيْرِثِ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ اِذَا كَبَّرَ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى يُحَاذِيَ بِهِمَا اُذُنَيْهِ وَاِذَا رَفَعَ رَاْسَهٗ مِنَ
الرُّكُوْعِ فَقَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ فَعَلَ مِثْلَ ذٰلِكَ وَفِيْ رِوَايَةٍ حَتّٰى يُحَاذِيَ
بِهِمَا فُرُوْعَ اُذُنَيْهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْهُ اَنَّهٗ رَاَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(مسلم بخاری) روایت ہے حضرت نافع سے کہ حضرت ابن عمر جب نماز میں داخل ہوتے تو تکبیر کہتے اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے اور جب رکوع کرتے تو دونوں ہاتھ اٹھاتے[1] اور جب سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تو ہاتھ اٹھاتے اور جب دو رکعتوں سے کھڑے ہوتے تو دونوں ہاتھ اٹھاتے حضرت ابن عمر نے اس کام کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک مرفوع کیا[2] (بخاری) روایت ہے حضرت مالک ابن حویرث سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب تکبیر کہتے تو اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے حتی کہ انہیں اپنے کانوں کے مقابل کردیتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو فرماتے سمع اللہ لمن حمدہ ایسے ہی کرتے اور ایک روایت میں ہے کہ ہاتھوں کو کانوں کی لو کے مقابل کرتے[3] (مسلم بخاری) روایت ہے انہیں سے

اسناد میں عبیداللہ ہے۔ یہ پکا رافضی تھا جو تمام اسنادوں میں شعیب ابن اسحاق ہے جو مرجیہ مذہب کا تھا غرض کہ رفع یدین کی احادیث کی اکثر اسنادوں میں بدمذہب خصوصًا روافض بہت شامل ہیں کیونکہ یہ ان کا عمل ہے ہوسکتا ہے کہ روافض کے تقیہ کی وجہ سے امام بخاری کو بھی پتہ نہ لگا ہو۔ لہٰذا مذہب حنفی نہایت قوی ہے کہ نمازوں میں سوا تکبیر تحریمہ کے اور کہیں رفع یدین نہ کیا جائے اس کی پوری تحقیق ہماری کتاب جاء الحق حصہ دوم میں دیکھو۔

[2] ابھی ہم عرض کرچکے کہ حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمر نماز میں رفع یدین نہ کرتے تھے اور یہاں حضرت نافع کی روایت میں آگیا کہ کرتے تھے ان دونوں روایتوں کو جمع کرو کہ پہلے کرتے تھے بعد میں نہ کرتے تھے یعنی نسخ کے پتہ لگنے پر رفع یدین چھوڑ دیا از طحاوی۔ فقیر نے جاء الحق حصہ دوم میں رفع یدین نہ کرنے کی پچیس حدیثیں جمع کی ہیں وہاں مطالعہ کرو۔ **لطیفہ**: مکہ معظمہ میں امام اعظم اور امام اوزاعی کا مسئلہ رفع یدین میں مناظرہ ہوا امام اوزاعی نے رفع یدین کے لیے حضرت ابن عمر کی حدیث پیش کی امام اعظم نے جواب دیا کہ مجھ سے حماد نے روایت کی انہوں نے ابراہیم نخعی سے انہوں نے علقمہ اور اسود سے انہوں نے حضرت ابن مسعود سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سوائے تکبیر اولیٰ کے کبھی رفع یدین نہ کرتے اور فرمایا کہ میری حدیث کے

فَاِذَا كَانَ فِيْ وِتْرٍ مِّنْ صَلٰوتِهٖ لَمْ يَنْهَضْ حَتّٰى يَسْتَوِيَ قَاعِدًا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ
وَعَنْ وَائِلِ ابْنِ حُجْرٍ اَنَّهٗ رَاَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَفَعَ يَدَيْهِ حِيْنَ
دَخَلَ فِي الصَّلٰوةِ كَبَّرَ ثُمَّ الْتَحَفَ بِثَوْبِهٖ ثُمَّ وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى
فَلَمَّا اَرَادَ اَنْ يَّرْكَعَ اَخْرَجَ يَدَيْهِ مِنَ الثَّوْبِ ثُمَّ رَفَعَهُمَا وَكَبَّرَ فَرَكَعَ فَلَمَّا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ

کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھا تو جب آپ اپنی نماز کی طاق رکعت میں ہوتے تو نہ کھڑے ہوتے حتی کہ سیدھے بیٹھ جاتے[۱] (بخاری) روایت ہے حضرت وائل ابن حجر سے[۲] کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جب آپ نماز میں داخل ہوتے تو ہاتھ اٹھائے تکبیر کہی پھر اپنے ہاتھ کپڑے میں ڈھک لیے[۳] پھر دایاں ہاتھ بائیں پر رکھا[۴] پھر جب رکوع کرنا چاہا تو کپڑے سے ہاتھ نکالے پھر

تمام راوی بڑے فقیہ و عالم ہیں لہذا تمہاری حدیث پر یہ حدیث راجح ہے۔ مرقات فتح القدیر وغیرہ نیز یہ حدیث امام اعظم کی دلیل ہے کہ ہاتھ کانوں تک اٹھائے جائیں مطلب وہی ہے کہ انگوٹھے کانوں تک اٹھیں اور گٹے کندھوں تک کانوں تک ہاتھ اٹھانے کی بہت احادیث ہیں جو ہم نے اپنی کتاب جاء الحق حصہ دوم میں جمع کر دی ہیں۔

[۱] اس کا نام جلسہ استراحت ہے یعنی آرام کے لیے کچھ بیٹھنا یہ امام شافعی کے ہاں سنت ہے ہمارے ہاں نہیں ہماری دلیل حضرت ابو ہریرہ کی وہ حدیث ہے جو ترمذی وغیرہ نے نقل کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم طاق رکعتوں میں اپنے قدموں کے سینوں پر کھڑے ہوتے تھے نیز ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن مسعود، علی مرتضیٰ، عمر، ابن عمر، ابن زبیر رضی اللہ عنہم سے روایت کی کہ وہ تمام حضرات قدم کے سینوں پر کھڑے ہوتے تھے امام شعبی نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سارے صحابہ قدم کے سینوں پر کھڑے ہوتے تھے اس حدیث کا مطلب جو یہاں مذکور ہے یہ ہے کہ آپ بڑھاپے شریف میں جب ضعف کی وجہ سے سجدے سے سیدھے نہ اٹھ سکتے تب تھوڑا بیٹھ جاتے یہ عمل مجبوراً تھا۔

[۲] آپ کا نام وائل ابن حجر ابن ربیعہ ابن وائل ابن یعمر ہے کنیت ابو ہنیدہ قبیلہ بنی حضرم سے ہیں حضرموت کے شاہزادہ تھے جب اسلام لانے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو حضور نے ان کے لیے اپنی چادر بچھا دی اور اپنے قریب بٹھایا اور فرمایا کہ تم نے اللہ کے لیے بہت دراز سفر کیا اور بہت دعائیں دیں حضرموت کا حاکم بنایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ کو ہمیشہ حاضری بارگاہ میسر نہ تھی۔

[۳] چونکہ سردی زیادہ تھی اس لیے ہاتھ لپیٹ لیے معلوم ہوا کہ نماز میں ہاتھ کھولنا ضروری نہیں چادر وغیرہ میں ہاتھ لپیٹ کر یا ڈھک کر بھی جائز ہے۔

[۴] سوائے امام مالک کے تمام اماموں کے ہاں نماز میں ہاتھ باندھنا سنت ہیں امام مالک کے ہاں ہاتھ چھوڑنا سنت ہیں یہ حدیث تمام اماموں کی دلیل ہے نیز داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھنا سب کے ہاں سنت ہے۔ اس میں اختلاف ہے کہ ناف کے اوپر ہاتھ

لِمَنْ حَمِدَهٗ رَفَعَ يَدَيْهِ فَلَمَّا سَجَدَ سَجَدَ بَيْنَ كَفَّيْهِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ كَانَ النَّاسُ يُؤْمَرُوْنَ اَنْ يَضَعَ الرَّجُلُ الْيَدَ الْيُمْنٰى عَلٰى ذِرَاعِهِ الْيُسْرٰى فِي الصَّلٰوةِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ اِلَى الصَّلٰوةِ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَقُوْمُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَرْكَعُ ثُمَّ يَقُوْلُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ حِيْنَ يَرْفَعُ صُلْبَهٗ مِنَ الرَّكْعَةِ

انہیں اٹھایا اور تکبیر کہی پھر رکوع کیا جب کہا سمع اللہ لمن حمدہ تو آپ نے ہاتھ اٹھائے [1] پھر جب سجدہ کیا تو اپنے دونوں ہتھیلیوں کے درمیان کیا [2] (مسلم) روایت ہے حضرت سہل ابن سعد سے [3] فرماتے ہیں لوگوں کو حکم دیا جاتا تھا کہ مرد نماز میں داہنا ہاتھ اپنی بائیں کلائی پر رکھے [4] (بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کے لیے اٹھتے تو کھڑے ہوتے وقت تکبیر کہتے پھر رکوع کے وقت تکبیر کہتے۔

رکھے یا نیچے ہمارے ہاں نیچے رکھنا سنت ہے۔ فقیر نے جاء الحق حصہ دوم میں اس پر چودہ حدیثیں پیش کیں جس میں لفظ تحت السرہ یعنی ناف کے نیچے صراحۃً مذکور ہے چنانچہ ابن ابی شیبہ نے سند صحیح سے جس کے سارے راوی ثقہ ہیں وائل ابن حجر سے روایت کی کہ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھا تو آپ نے ناف کے نیچے بائیں ہاتھ پر داہنا ہاتھ رکھا۔ دارقطنی، بیہقی، رزین، کتاب الآثار مصنفہ امام محمد، ابن حزم وغیرہم نے مختلف صحابہ سے مرفوع و موقوف حدیثیں نقل کیں جن سب میں تحت السرہ موجود ہے نیز ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے میں ادب کا اظہار ہے غلام مولیٰ کے سامنے ایسے ہی کھڑے ہوتے ہیں کہنی پر ناف سے اوپر ہاتھ رکھنا پہلوانوں کا طریقہ ہے جو کشتی لڑتے وقت خم ٹھونک کر مقابل کے سامنے آتا ہے اس کی پوری تحقیق جاء الحق حصہ دوم میں دیکھو۔

[1] ابھی کچھ پہلے عرض کیا جاچکا ہے کہ رفع یدین کی تمام حدیثیں منسوخ ہیں ان کا ناسخ ذکر کیا جاچکا۔ واقعی اولاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم رفع یدین کرتے تھے لیکن آخر حیات تک نہ کیا یہاں بھی ایک بار دیکھنے کا ذکر ہے۔

[2] اس طرح کہ سر مبارک ہاتھوں کے بیچ میں رہا یہ حدیث حنفیوں کی بڑی دلیل ہے کہ سجدہ میں ہاتھ کندھوں کے سامنے نہ رہے بلکہ سر کے آس پاس ایسے رہیں کہ اگر کان کی لو سے قطرہ گرے تو ہاتھ کے انگوٹھے پر گرے۔

[3] آپ انصاری ہیں خزرجی ہیں قبیلہ بنی ساعدہ سے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت پندرہ برس کے تھے۔ مدینہ میں آخری صحابی آپ ہی ہیں یعنی سب سے آخر میں آپ ہی کا انتقال ہوا۔

[4] ذراع کلائی سے لے کر کہنی تک کو کہتے ہیں یہاں ناف کے نیچے کلائی پر ہاتھ رکھنا مراد ہے اگر سینہ پر ہاتھ رکھنا مراد ہوتا تو مرد کی قید نہ ہوتی کیونکہ عورتیں سینہ پر ہاتھ رکھتی ہیں۔

ثُمَّ يَقُوْلُ وَهُوَ قَائِمٌ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَهْوِيْ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَرْفَعُ رَأْسَهٗ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَسْجُدُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَرْفَعُ رَأْسَهٗ ثُمَّ يَفْعَلُ ذٰلِكَ فِي الصَّلٰوةِ كُلِّهَا حَتّٰى يَقْضِيَهَا وَيُكَبِّرُ حِيْنَ يَقُوْمُ مِنَ الثِّنْتَيْنِ بَعْدَ الْجُلُوْسِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفْضَلُ الصَّلٰوةِ طُوْلُ الْقُنُوْتِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ عَنْ اَبِيْ حُمَيْدِ السَّاعِدِيِّ قَالَ فِيْ عَشَرَةٍ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا

پھر جب رکوع سے پیٹھ اٹھاتے تو کہتے سمع اللہ لمن حمدہ پھر کھڑے کھڑے کہتے ربنا لک الحمد[1] پھر جب جھکتے تو تکبیر کہتے پھر جب سر اٹھاتے تو تکبیر کہتے پھر جب سجدہ کرتے تو تکبیر کہتے پھر جب سر اٹھاتے تو تکبیر کہتے پھر ساری نماز میں یونہی کرتے حتے کہ اسے پوری کر لیتے اور دو رکعتوں میں بیٹھنے کے بعد جب اٹھتے تو بھی تکبیر کہتے[2] (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بہترین نماز لمبا قیام ہے[3] (مسلم) دوسری فصل روایت ہے حضرت ابو حمید ساعدی سے آپ نے حضور کے دس صحابہ کی جماعت میں فرمایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کو تم

[1] جب اکیلے نماز پڑھتے نہ کہ جماعت میں کیونکہ جماعت میں امام صرف سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کہتا ہے اور مقتدی صرف رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ دونوں کلمے صرف اکیلا نمازی ہی جمع کرتا ہے اگرچہ اکیلا نمازی یہ کلمات آہستہ کہتا ہے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم تعلیم امت کے لیے آہستہ کلمات بھی کبھی آواز سے فرما دیتے تھے اسی لیے صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ حضور ظہر میں فلاں سورتیں پڑھتے تھے اور عصر میں فلاں۔

[2] ظاہر یہ کہ سوائے رکوع سے اٹھنے کے باقی نماز کی ہر حرکت میں تکبیر کہنا چاہیے۔

[3] قنوت کے چند معنی ہیں۔ اطاعت، خاموشی، دعا، نماز کا قیام، یہاں آخری معنی (قیام) مراد ہیں یعنی بہترین نماز وہ ہے جس میں قیام دراز ہو خیال رہے کہ بعض علماء دراز قیام کو بہتر کہتے ہیں کیونکہ اس میں مشقت زیادہ ہے اسی میں تلاوت قرآن ہوتی ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تہجد میں اتنا دراز قیام فرماتے تھے کہ پاؤں شریف پر ورم آجاتا تھا بعض کے نزدیک زیادہ سجدے افضل کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ربیعہ سے فرمایا کہ اگر جنت میں میرے ساتھ رہنا چاہتے ہو تو زیادہ سجدے کرو۔ نیز فرمایا کہ انسان سجدے میں رب سے زیادہ قریب ہوتا ہے نیز رب فرماتا ہے وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ بعض کے نزدیک تہجد میں دراز قیام افضل اور دن میں زیادہ سجدے افضل۔ رب فرماتا ہے۔ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا۔ بعض نے فرمایا کہ بعض اعتبار سے لمبا قیام افضل اور دوسرے اعتبار سے زیادہ سجدے افضل ہمارے امام صاحب پہلے قول کو ترجیح دیتے ہیں ان کی دلیل یہ حدیث ہے۔

أَعْلَمُكُمْ بِصَلٰوةِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوْا فَاعْرِضْ قَالَ كَانَ
النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلٰوةِ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى يُحَاذِيَ
بِهِمَا مَنْكِبَيْهِ ثُمَّ يُكَبِّرُ ثُمَّ يَقْرَأُ ثُمَّ يُكَبِّرُ وَيَرْفَعُ يَدَيْهِ حَتّٰى يُحَاذِيَ بِهِمَا
مَنْكِبَيْهِ ثُمَّ يَرْكَعُ وَيَضَعُ رَاحَتَيْهِ عَلٰى رُكْبَتَيْهِ ثُمَّ يَعْتَدِلُ فَلَا يُصَبِّيْ رَاْسَهٗ وَ
لَا يُقْنِعُ ثُمَّ يَرْفَعُ رَاْسَهٗ فَيَقُوْلُ سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ ثُمَّ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حَتّٰى
يُحَاذِيَ بِهِمَا مَنْكِبَيْهِ مُعْتَدِلًا ثُمَّ يَقُوْلُ اللهُ اَكْبَرُ ثُمَّ يَهْوِيْ اِلَى الْاَرْضِ سَاجِدًا

سے زیادہ جانتا ہوں[1] وہ بولے پیش کرو فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز کو کھڑے ہوتے تو اپنے ہاتھ اٹھاتے حتی کہ انہیں کندھوں کے مقابل کردیتے[2] پھر تکبیر کہتے پھر قرأت کرتے پھر تکبیر کہتے اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے حتی کہ انہیں کندھوں کے مقابل کردیتے پھر رکوع کرتے اور اپنی ہتھیلیاں گھٹنوں پر رکھ دیتے پھر کمر سیدھی کرتے تو نہ سر اٹھاتے نہ جھکاتے پھر اپنا سر اٹھاتے تو کہتے سمع اللہ لمن حمدہ[3] پھر اپنے ہاتھ اٹھاتے حتی کہ انہیں اپنے کندھوں کے مقابل کردیتے سیدھے ہوتے ہوئے پھر کہتے اللہ اکبر پھر سجدہ کرتے ہوئے زمین کی طرف جھکتے[4]

[1] غالبًا آپ نے یہ گفتگو ان صحابہ سے کی ہوگی جو کبھی ایک آدھ بار بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے ہوں نہ کہ صدیق اکبر اور فاروق اعظم وغیرہ ان حضرات سے جنہیں ہر آن اس شہنشاہ دو جہاں کی خدمت میں حاضری کا موقع نصیب تھا حضرت ابو حمید ان سے زیادہ کیسے جان سکتے ہیں بلکہ ابو داؤد کی ایک روایت میں تو یہ بھی ہے کہ ان حضرات نے بھی ابو حمید کے اس قول پر تعجب کیا۔

[2] اس طرح کہ کلائیاں کندھوں کے سامنے رہتیں اور انگوٹھے کانوں کے مقابل جیسے کہ پہلے ذکر کیا گیا اور بعینہٖ یہی صورت اگلی روایت میں آرہی ہے

[3] یعنی رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ نہ کہتے کیونکہ آپ امام ہوتے تھے یہاں امامت ہی کی حالت بیان ہورہی ہے لہذا یہ حدیث پچھلی حدیث کے خلاف نہیں کیونکہ وہاں تنہا نماز کا ذکر تھا۔

[4] اس طرح کہ جھکنے کی حالت میں اللہ اکبر اس طرح کہتے کہ اللہ کا الف بحالت قیام ادا ہوتا اور اکبر کی "ر" سجدے میں پہنچ کر اس طرح نہیں کہ پہلے اللہ اکبر کہہ لیں پھر سجدے میں جائیں جیسا کہ ثُمَّ سے دھوکہ پڑتا ہے کیونکہ یہ ثُمَّ ترتیب ذکری کے لیے ہے نہ کہ ترتیب واقعی کے لیے رب فرماتا ہے ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ اور فرماتا ہے ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ۔

فَيُجَافِي يَدَيْهِ عَنْ جَنْبَيْهِ وَيَفْتَحُ أَصَابِعَ رِجْلَيْهِ ثُمَّ يَرْفَعُ رَأْسَهُ وَيَثْنِي رِجْلَهُ الْيُسْرٰى فَيَقْعُدُ عَلَيْهَا ثُمَّ يَعْتَدِلُ حَتّٰى يَرْجِعَ كُلُّ عَظْمٍ فِي مَوْضِعِهٖ مُعْتَدِلًا ثُمَّ يَسْجُدُ ثُمَّ يَقُوْلُ اللّٰهُ أَكْبَرُ وَيَرْفَعُ وَيَثْنِي رِجْلَهُ الْيُسْرٰى فَيَقْعُدُ عَلَيْهَا ثُمَّ يَعْتَدِلُ حَتّٰى يَرْجِعَ كُلُّ عَظْمٍ إِلٰى مَوْضِعِهٖ ثُمَّ يَنْهَضُ ثُمَّ يَصْنَعُ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ مِثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ إِذَا قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ كَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى يُحَاذِيَ بِهِمَا مَنْكِبَيْهِ كَمَا كَبَّرَ عِنْدَ افْتِتَاحِ الصَّلٰوةِ ثُمَّ يَصْنَعُ ذٰلِكَ فِي بَقِيَّةِ صَلٰوتِهٖ حَتّٰى إِذَا كَانَتِ السَّجْدَةُ الَّتِي فِيهَا التَّسْلِيمُ أَخَّرَ رِجْلَهُ الْيُسْرٰى وَقَعَدَ مُتَوَرِّكًا عَلٰى شِقِّهِ الْأَيْسَرِ ثُمَّ سَلَّمَ قَالُوْا صَدَقْتَ هٰكَذَا كَانَ يُصَلِّي رَوَاهُ أَبُوْدَاؤُدَ وَالدَّارِمِيُّ وَرَوَى التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ مَعْنَاهُ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا

تو اپنے ہاتھ پہلوؤں سے دور رکھتے اور پاؤں کی انگلیاں موڑ دیتے[1] پھر سر اٹھاتے اور اپنا الٹا پاؤں بچھاتے پھر اس پر بیٹھ جاتے پھر سیدھے ہوتے حتی کہ ہر ہڈی سیدھے ہو کے کی حالت میں اپنی جگہ لوٹ جاتی پھر سجدہ کرتے تو اللہ اکبر کہتے اور اٹھتے اور اپنا بایاں پاؤں موڑتے اس پر بیٹھ جاتے پھر سیدھے ہوتے حتی کہ ہڈی اپنی جگہ لوٹ جاتی[2] پھر کھڑے ہوتے تو دوسری رکعت میں یونہی کرتے پھر جب دو رکعتوں سے اٹھتے تو تکبیر کہتے اور ہاتھ اٹھاتے حتی کہ انہیں کندھوں کے مقابل کر دیتے جیسے کہ نماز شروع کرتے وقت تکبیر کہی تھی پھر اپنی باقی نماز میں یونہی کرتے حتی کہ جب وہ سجدہ ہوتا جس میں سلام ہے تو اپنا بایاں پاؤں باہر نکال دیتے اور بائیں کولہے پر بیٹھتے پھر سلام پھیر دیتے وہ بولے تم نے سچ کہا ایسے ہی نماز پڑھتے تھے (ابوداؤد، دارمی) اور ترمذی اور ابن ماجہ نے اس کی معنی کی روایت کی ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے[3] اور ابوداؤد کی ابوحمید والی حدیث کی دوسری روایت میں۔

[1] اس طرح کہ دسوں انگلیوں کا کنارہ قبلہ کی طرف ہو جانا اور پنجوں کے پیٹ زمین پر لگ جائے یہی چاہیے یَفْتَحُ فَتْحٌ سے بنا بمعنی موڑنا اور ٹیڑھا کرنا اس لیے کنگھی کو فتح کہتے ہیں۔

[2] معلوم ہوا کہ رکوع کے بعد پورا کھڑا ہو جانا اور دو سجدوں کے درمیان پورا بیٹھنا ضروری ہے بعض لوگ اس میں سستی کرتے ہیں۔

[3] یہ حدیث رفع یدین کرنے والوں کی انتہائی دلیل ہے جو ان کے بچے بچے کو یاد ہوتی ہے اس کے متعلق چند معروضات ہیں ایک یہ کہ یہ حدیث اسناد کے لحاظ سے ضعیف، مدلس، بلکہ قریباً موضوع ہے اس لیے کہ اس میں ایک راوی عبدالحمید ابن جعفر بھی

حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَفِي رِوَايَةٍ لِأَبِي دَاوُدَ مِنْ حَدِيثِ أَبِي حُمَيْدٍ ثُمَّ رَكَعَ فَوَضَعَ يَدَيْهِ عَلَى رُكْبَتَيْهِ كَأَنَّهُ قَابِضٌ عَلَيْهِمَا وَوَتَّرَ يَدَيْهِ فَنَحَّاهُمَا عَنْ جَنْبَيْهِ وَقَالَ ثُمَّ سَجَدَ فَأَمْكَنَ أَنْفَهُ وَجَبْهَتَهُ الْأَرْضَ وَنَحَّى يَدَيْهِ عَنْ جَنْبَيْهِ

ہے ۱؎ کہ پھر رکوع کرتے تو اپنے ہاتھ اپنے گھٹنوں پر رکھتے گویا آپ انہیں پکڑے ہوئے ہیں اور اپنے ہاتھوں کو کمان کے چلّے کی طرح ٹیڑھا کرتے اور انہیں پہلوؤں سے دور رکھتے ۲؎ فرمایا کہ سجدہ کرتے تو اپنی ناک اور پیشانی زمین پر رکھتے اور اپنے ہاتھ پہلوؤں سے

جو سخت مجروح اور ضعیف ہے (طحاوی) دوسرے یہ کہ اس کا ایک راوی محمد ابن عمرو ابن عطاء ہے جس کی ملاقات ابوحمید ساعدی سے نہیں۔ مگر وہ کہیں کہتا ہے کہ میں نے ابوحمید سے سنا اور کہیں کہتا ہے کہ ابوحمید سے روایت ہے۔ لہذا یہ جھوٹا ہے درمیان میں کوئی راوی چھوڑ گیا ہے وہ مجہول ہے تیسرے یہ کہ ابھی ابوحمید کی روایت ابھی بخاری کی گذر گئی مگر وہاں رفع یدین کا بالکل ذکر نہیں معلوم ہوتا ہے کہ رفع یدین والی عبارت الحاقی ہے ورنہ امام بخاری ضرور لیتے چوتھے یہ کہ حضرت ابوحمید نے بھی یہ نہ فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عمل آخر تک رہا بلکہ اس فعل منسوخ کا ذکر کیا جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پہلے کرتے تھے بعد میں چھوڑ دیا۔ پانچویں یہ کہ یہ حدیث قیاس کے بھی خلاف ہے کیونکہ رکوع کی تکبیر سجدے کی تکبیر کے مشابہ ہے نہ کہ تکبیر تحریمہ کے کیونکہ تکبیر تحریمہ فرض ہے یہ سنت وہ نماز میں ایک بار یہ بار بار تو چاہیے کہ جیسے سجدے کی تکبیر میں رفع یدین نہیں ہوتا ایسے ہی اس میں بھی نہ ہو۔ چھٹے یہ کہ فقہاء صحابہ جیسے حضرت ابن مسعود، حضرت علقمہ، حضرت عبداللہ ابن عباس، حضرت عبداللہ ابن زبیر، براء ابن عازب وغیرہم اس کے خلاف روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صرف تکبیر تحریمہ پر ہاتھ اٹھاتے پھر نہ اٹھاتے وہ حضرات نماز میں بالکل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے رہتے تھے اس لیے ان کی روایت اس روایت سے قوی تر ہے۔ اس کی بہت تحقیق ہماری کتاب جاء الحق حصہ دوم میں دیکھو۔

۲؎ یعنی ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح نہیں کہا جو یہاں مذکور ہوئی اس میں تو یہ حدیث ہے ہی نہیں بلکہ اس کے ہم معنی کوئی اور حدیث ہے جسے حسن صحیح کہا ہے یہ حدیث تو بے حد ضعیف اور ناقابل عمل ہے چنانچہ فقیر نے ترمذی باب رفع یدین میں دیکھا وہاں ابن عمر کی روایت نقل کی۔ حدیث ابوحمید کو "فی الباب" کہہ کر بیان فرمایا اور پھر آخر میں فرمایا ابو عیسیٰ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر کی حدیث حسن صحیح ہے ناظرین اس عبارت سے دھوکہ نہ کھائیں اگر ترمذی کے نزدیک یہ حدیث ابوحمید صحیح ہوتی تو اس کا ذکر فرماتے باقی روایتوں کی طرف "فی الباب" کہہ کر اشارہ فرماتے جیسا کہ ان کا قاعدہ ہے۔ معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک بھی یہ حدیث بالکل ضعیف ہے۔

۱؎ ابوداؤد میں یہ حدیث ابوحمید بہت روایتوں سے مروی ہے مگر سب میں عبدالحمید ابن جعفر یا محمد ابن عمرو ابن عطاء ہیں۔ یہ دونوں ضعیف ہیں۔ امام ماردینی نے جوہر نقی میں فرمایا کہ عبدالحمید منکر حدیث ہے لہذا یہ ساری اسنادیں مجہول مضطرب مدلس قریبًا موضوع ہیں دیکھو حاشیہ ابوداؤد یہی مقام اور ہماری کتاب جاء الحق حصہ دوم۔

وَوَضَعَ كَفَّيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ وَفَرَّجَ بَيْنَ فَخِذَيْهِ غَيْرَ حَامِلٍ بَطْنَهٗ عَلٰى شَيْءٍ
مِنْ فَخِذَيْهِ حَتّٰى فَرَغَ ثُمَّ جَلَسَ فَافْتَرَشَ رِجْلَهُ الْيُسْرٰى وَاَقْبَلَ بِصَدْرِ الْيُمْنٰى
عَلٰى قِبْلَتِهٖ وَوَضَعَ كَفَّهُ الْيُمْنٰى عَلٰى قِبْلَتِهِ الْيُمْنٰى وَكَفَّهُ الْيُسْرٰى عَلٰى رُكْبَتِهِ
الْيُسْرٰى وَاَشَارَ بِاِصْبَعِهٖ يَعْنِي السَّبَّابَةَ وَفِي اُخْرٰى لَهٗ وَاِذَا قَعَدَ فِي
الرَّكْعَتَيْنِ قَعَدَ عَلٰى بَطْنِ قَدَمِهِ الْيُسْرٰى وَنَصَبَ الْيُمْنٰى وَاِذَا كَانَ فِي
الرَّابِعَةِ اَفْضٰى بِوَرِكِهِ الْيُسْرٰى اِلَى الْاَرْضِ وَاَخْرَجَ قَدَمَيْهِ مِنْ نَاحِيَةٍ وَاحِدَةٍ
وَعَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ اَنَّهٗ اَبْصَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ قَامَ اِلَى

دور رکھتے اور اپنی ہتھیلیاں کندھوں کے مقابل رکھتے ۱؎ اپنی رانوں کے درمیان کشادگی کرتے کہ اپنا پیٹ رانوں سے کسی حصے سے نہ لگاتے حتی کہ فارغ ہوجاتے پھر بیٹھتے تو اپنا بایاں بچھاتے اور اپنے بائیں پاؤں کا سینہ قبلے کی طرف کردیتے ۲؎ اور اپنا داہنا ہاتھ داہنے گھٹنے پر اور بایاں ہاتھ بائیں گھٹنے پر رکھتے اور کلمے کی انگلی سے اشارہ کرتے ۳؎ اور ابوداؤد کی دوسری روایت میں ہے کہ جب دو رکعتوں پر بیٹھتے تو بائیں پاؤں کے پیٹ پر بیٹھتے اور داہنے کو کھڑا کردیتے اور جب چوتھی میں ہوتے تو اپنے سرین زمین سے لگاتے اور اپنے دونوں پاؤں ایک طرف نکال دیتے ۴؎ روایت ہے حضرت وائل ابن حجر سے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ نماز کو

۲؎ یعنی بحالت رکوع ہیئات کمان کی سی ہوتی کہ ہاتھ سیدھے قدرے خم دار اور پیٹھ بیچ میں ہاتھ کا یہ خم اس لیے ہوتا تھا۔ کہ پہلوؤں سے دور رہیں۔

۱؎ یہ حدیث روایت مسلم کے خلاف ہے جو ابھی گزر چکی جس میں تھا کہ آپ سجدہ دو ہتھیلیوں کے بیچ میں کرتے چونکہ یہ حدیث ہی ضعیف اور ناقابل عمل ہے۔ اس لیے مسلم کی وہ حدیث قابل عمل ہوگی۔

۲؎ یعنی دوسری التحیات میں نہ تو بائیں پاؤں پر بیٹھتے نہ داہنا پاؤں کھڑا کرتے بلکہ دونوں پاؤں ایسے بچھاتے کہ داہنے پاؤں کا سینہ قبلہ کی طرف ہوجاتا۔ لہذا یہ حدیث شوافع کے بھی خلاف ہے کیونکہ وہ داہنا پاؤں کھڑا کرتے ہیں۔

۳؎ اس طرح کہ التحیات میں داہنے ہاتھ کی کلمے کی انگلی لَآ اِلٰہَ پر اٹھاتے اور اِلَّا اللّٰہُ پر گراتے جیسا کہ آجکل عام عمل ہے۔

۴؎ یعنی دونوں پاؤں داہنی جانب بچھا دیتے اور زمین پر بیٹھتے۔ ہم ابھی عرض کرچکے ہیں کہ یہ حدیث نہ ہمارے موافق ہے نہ شوافع کے۔ کیونکہ وہ حضرات اپنا داہنا پاؤں کھڑا کرتے ہیں۔ جیسا کہ مسلم کی روایت میں گزر چکا۔

الصَّلٰوةِ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى كَانَتَا بِحِيَالِ مَنْكِبَيْهِ وَحَاذٰى بِإِبْهَامَيْهِ أُذُنَيْهِ ثُمَّ كَبَّرَ رَوَاهُ أَبُوْ دَاوٗدَ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَهٗ يَرْفَعُ إِبْهَامَيْهِ إِلٰى شَحْمَةِ أُذُنَيْهِ وَعَنْ قُبَيْصَةَ بْنِ هُلْبٍ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَؤُمُّنَا فَيَأْخُذُ شِمَالَهٗ بِيَمِيْنِهٖ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَعَنْ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ فَصَلّٰى فِي الْمَسْجِدِ ثُمَّ جَاءَ فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعِدْ

کھڑے ہوتے تو اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے حتی کہ ہاتھ تو کندھوں کے مقابل ہوگئے اور اپنے انگوٹھوں کو کانوں کے مقابل کر دیا پھر تکبیر کہی (ابوداؤد) اور اس کی دوسری روایت میں ہے کہ اپنے انگوٹھے کانوں کی گدیوں تک اٹھاتے [1] روایت ہے حضرت قبیصہ ابن ہلب سے [2] وہ اپنے والد سے راوی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری امامت کرتے تھے تو اپنا بایاں ہاتھ داہنے سے پکڑتے تھے [3] (ترمذی، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت رفاعہ ابن رافع سے [4] فرماتے ہیں ایک شخص آیا مسجد میں نماز پڑھی [5] پھر حاضر خدمت ہوا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام عرض کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی نماز لوٹا دو۔ [6]

[1] الحمد للہ یہ وہی چیز ہے جو فقیر نے ابھی عرض کی تھی اور یہ حدیث ان تمام حدیثوں کی شرح ہے جن میں کندھوں یا کانوں تک ہاتھ اٹھانے کا ذکر ہے اس حدیث نے ان دونوں کو جمع کر دیا حنفیوں کا اسی پر عمل ہے۔

[2] ہلب کا نام یزید یا سلامہ ابن عدی ہے یہ صحابی ہیں آپ کے سر پر بال نہ تھے (گنج) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست پاک ان کے سر پر پھیرا فوراً بال اگ آئے اسی لیے آپ کا لقب ہلب ہوا یعنی بالوں والے۔

[3] اس طرح کہ دائیں ہاتھ کی چھنگلی اور انگوٹھے سے بائیں ہاتھ کی کلائی پکڑتے اور داہنے ہاتھ کی تین انگلیاں اس کی کلائی پر رکھتے ناف کے نیچے جیسا آج کل عام مسلمان کرتے ہیں۔

[4] آپ انصاری خزرجی ہیں، آپ کی کنیت ابو معاذ ہے خود بدری ہیں اور آپ کے والد ان نقیبوں میں سے تھے جو ہجرت سے پہلے مدینہ منورہ میں مبلغ مقرر ہوئے۔ مالک ابن رافع اور خلاد ابن رافع کے بھائی ہیں قبیلہ خزرج میں سب سے پہلے آپ اسلام لائے آپ جنگ جمل و صفین میں حضرت علی مرتضیٰ کے ساتھ تھے (اشعہ)

[5] یہ آنے والے حضرت رفاعہ کے بھائی خلاد ابن رافع تھے انہوں نے ناقص یا فاسد نماز پڑھی تھی ان کا واقعہ ابھی تھوڑے فرق کے ساتھ گزر گیا۔

[6] کیونکہ بالکل نہیں پڑھی یا کامل نہیں پڑھی خیال رہے کہ فرض رہ جانے سے نماز قطعاً نہیں ہوتی اس کا لوٹانا فرض ہے اور واجب رہ جانے سے نماز سخت ناقص ہوتی ہے اس کا لوٹانا واجب ہے یہ فرمان شریف دونوں معنی کا احتمال رکھتا ہے۔

صَلٰوتَكَ فَاِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ فَقَالَ عَلِّمْنِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ کَیْفَ اُصَلِّیْ قَالَ اِذَا تَوَجَّھْتَ اِلَی الْقِبْلَۃِ فَکَبِّرْ ثُمَّ اقْرَأْ بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ وَمَا شَآءَ اللّٰہُ اَنْ تَقْرَأَ فَاِذَا رَکَعْتَ فَاجْعَلْ رَاحَتَیْكَ عَلٰی رُکْبَتَیْكَ وَمَکِّنْ رُکُوْعَكَ وَامْدُدْ ظَھْرَكَ فَاِذَا رَفَعْتَ فَاَقِمْ صُلْبَكَ وَارْفَعْ رَاْسَكَ حَتّٰی تَرْجِعَ الْعِظَامُ اِلٰی مَفَاصِلِھَا فَاِذَا سَجَدْتَ فَمَکِّنْ لِلسُّجُوْدِ فَاِذَا رَفَعْتَ فَاجْلِسْ عَلٰی فَخِذِكَ الْیُسْرٰی ثُمَّ اصْنَعْ ذٰلِكَ فِیْ کُلِّ رَکْعَۃٍ وَسَجْدَۃٍ حَتّٰی تَطْمَئِنَّ ھٰذَا لَفْظُ الْمَصَابِیْحِ وَرَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ مَعَ تَغْیِیْرٍ

تم نے نماز نہیں پڑھی وہ بولا یارسول اللہ مجھے سکھا دو کہ نماز کیسے پڑھوں فرمایا جب تم قبلہ کو منہ کرو تو تکبیر کہو[1] پھر سورۂ فاتحہ اور جو پڑھنا اللہ چاہے وہ پڑھو[2] پھر جب رکوع کرو تو اپنی ہتھیلیاں اپنے گھٹنوں پر رکھو اور اپنے رکوع کو مضبوطی سے کرو[3] اور اپنی پشت دراز کرو جب اپنے سر کو اٹھاؤ تو اپنی پیٹھ سیدھی کرو حتی کہ ہڈیاں اپنے جوڑوں تک لوٹ جائیں[4] پھر جب سجدہ کرو تو سجدہ مضبوطی سے کرو[5] جب اٹھو تو اپنی بائیں ران پر بیٹھو[6] پھر رکوع اور سجدے میں یونہی کرو حتی کہ مطمئن ہو جاؤ یہ مصابیح کے لفظ ہیں اور ابوداؤد نے تھوڑے سے فرق سے

[1] اس سے معلوم ہوا کہ نماز میں قبلہ رو ہونا شرط ہے اور تکبیر تحریمہ بھی اگر کوئی تکبیر پہلے کہہ کر قبلہ رخ بعد میں ہو تو نماز نہیں ہوگی۔

[2] یعنی سورۂ فاتحہ کے سوا قرآن کی کوئی اور سورت بھی پڑھو یہ حدیث حنفیوں کی قوی دلیل ہے کہ نماز میں سورۂ فاتحہ بھی واجب ہے اور اس کے علاوہ کوئی اور سورت یا ایک بڑی آیت یا تین چھوٹی آیتیں بھی واجب۔ امام شافعی کے ہاں سورۂ فاتحہ فرض اور دوسری سورت ملانا سنت یہ حدیث ان کے خلاف ہے کیونکہ ان دونوں چیزوں کیلئے ایک "اِقْرَأْ" ارشاد ہوا خیال رہے کہ اور سورت کا پڑھنا واجب مگر اس کے مقرر کرنے میں کہ کون سی پڑھے نمازی کو اختیار ہے سورۂ فاتحہ میں نمازی کو کوئی اختیار نہیں اس لیے مَا شَآءَ اللّٰہُ فرمایا شوافع اس مَا شَآءَ اللّٰہُ سے سورۃ کا سنت ہونا ثابت نہیں کر سکتے حنفیوں نے اِقْرَأْ کا بھی لحاظ کیا ہے اور مَا شَآءَ اللّٰہُ کا بھی مطلقاً سورت کو واجب جانا اور تعیین میں اختیار دیا۔

[3] یعنی اطمینان کے ساتھ رکوع کرو خیال رہے کہ رکوع میں ہتھیلیاں گھٹنوں پر رکھنا سنت ہے اور اطمینان واجب۔

[4] یعنی پورے کھڑے ہو جاؤ چونکہ صرف کام بتاتے ہیں اس لیے پڑھنے کے کلمات ارشاد نہ فرمائے۔

[5] یعنی اطمینان سے ادا کرو کہ یعنی تسبیح بقدر ٹھہرو سجدے میں ہاتھوں کا زمین پر رکھنا ہمارے ہاں سنت ہے شوافع کے ہاں فرض اس حدیث سے ان کا مذہب ثابت نہیں ہو سکتا کیونکہ تسکین سے مراد اطمینان ہے۔

[6] یعنی نماز میں جب بیٹھو تو بائیں ران پر اس طرح کہ داہنا قدم کھڑا ہو معلوم ہوا کہ نماز کے دونوں قعدوں کی نشست یکساں ہے یعنی بائیں ران پر بیٹھنا یہی حنفی کہتے ہیں۔

يَسِيْرٍ وَرَوَى التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ مَعْنَاهُ وَفِي رِوَايَةِ التِّرْمِذِيِّ قَالَ إِذَا قُمْتَ إِلَى الصَّلٰوةِ فَتَوَضَّأْ كَمَا أَمَرَكَ اللّٰهُ بِهٖ ثُمَّ تَشَهَّدْ فَأَقِمْ فَإِنْ كَانَ مَعَكَ قُرْآنٌ فَاقْرَأْ وَإِلَّا فَاحْمَدِ اللّٰهَ وَكَبِّرْهُ وَهَلِّلْهُ ثُمَّ ارْكَعْ وَعَنِ الْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّلٰوةُ مَثْنٰى مَثْنٰى تَشَهَّدٌ فِي كُلِّ رَكْعَتَيْنِ وَتَخَشُّعٌ وَتَضَرُّعٌ وَتَمَسْكُنٌ ثُمَّ تُقْنِعُ يَدَيْكَ يَقُوْلُ تَرْفَعُهُمَا إِلٰى رَبِّكَ مُسْتَقْبِلًا

روایت کیا اور ترمذی و نسائی نے اس کے معنی روایت کئے ترمذی کی روایت میں ہے کہ جب تم نماز کیلئے اٹھو تو یونہی وضو کرو جیسے تمہیں اللہ نے اس کا حکم دیا پھر کلمہ شہادت پڑھو[1] پھر تکبیر کہو پھر اگر تمہیں کچھ قرآن یاد ہو تو اسے پڑھ لو ورنہ اللہ کی حمد اس کی تکبیر اس کی تہلیل کرو[2] پھر رکوع کرو روایت ہے حضرت فضل ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز دو دو رکعتیں ہے[3] ہر دو رکعتوں میں التحیات ہے عاجزی ہے نیازمندی ہے اور اظہار فقیری[4] پھر ہاتھ اٹھاؤ یعنی اپنے رب کی طرف پھیلاؤ[5] جن کی ہتھیلیاں

[1] یعنی وضو کے بعد کلمہ پڑھنا سنت ہے بعض روایات میں آتا ہے کہ اِنَّا اَنْزَلْنَا پڑھے بہتر ہے کہ دونوں پڑھ لے۔

[2] یعنی اگر قرآن شریف بالکل یاد نہ ہو تو اس کی بجائے یہ پڑھو۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ، فقہاء فرماتے ہیں کہ وہ نومسلم جو ابھی قرآن یاد نہ کر سکا ہو وہ نماز میں بجائے قرآن یہی پڑھے ہمارے ہاں صرف ایک دفعہ اور امام شافعی کے ہاں سات دفعہ غالبًا یہ صاحب اس وقت نومسلم تھے اس لیے یہ اجازت دی گئی ورنہ تلاوت نماز میں فرض ہے۔

[3] یعنی نفل نماز میں دو دو رکعتیں افضل ہے خیال رہے کہ امام اعظم کے ہاں نفل چار چار افضل۔ امام شافعی کے ہاں دو دو، صاحبین کے ہاں رات میں دو، دو اور دن میں چار چار افضل یہ حدیث امام شافعی کی دلیل ہے رضی اللہ عنہ امام صاحب فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کے بعد اور چاشت میں چار چار رکعتیں پڑھتے تھے یہ حدیث نفل کی مقدار معلوم کرنے کیلئے ہے نہ کہ رکعات کی افضلیت یعنی نفل ایک یا تین رکعت نہیں ہو سکتے۔ لہذا یہ حدیث امام اعظم کے خلاف نہیں۔

[4] یعنی اگر چار یا آٹھ رکعت نفل کی نیت بھی باندھے تب بھی ہر دو رکعت پر التحیات واجب ہے خیال رہے کہ بدن سے عاجزی ظاہر کرنے کو خضوع اور نگاہیں نیچی رکھنے کو خشوع کہا جاتا ہے۔ بعض نے فرمایا کہ ظاہری عجز خضوع ہے اور دل کا عجز خشوع۔

[5]۔ اس میں دعا مانگنے کے آداب سکھائے گئے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ ہر نماز نفل کے بعد بھی دعا مانگنا سنت ہے اور ہر دعا میں ہاتھ اٹھانا سنت اور ہاتھ آسمان کی طرف اٹھیں وہ رب کی خاص تجلی گاہ ہے اور بندوں کے رزق کا خزانہ ہے رب فرماتا ہے وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ ہاں عام دعاؤں میں سینہ تک ہاتھ اٹھائے اور نماز استسقاء میں سر سے اوپر۔

بِبُطُوْنِهِمَا وَجْهَكَ وَتَقُوْلُ يَا رَبِّ يَا رَبِّ وَمَنْ لَّمْ يَفْعَلْ ذٰلِكَ فَهُوَ كَذَا وَ
كَذَا وَفِيْ رِوَايَةٍ فَهُوَ خِدَاجٌ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ عَنْ سَعِيْدِ
بْنِ الْحَارِثِ بْنِ الْمُعَلّٰى قَالَ صَلّٰى لَنَا اَبُوْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيُّ فَجَهَرَ بِالتَّكْبِيْرِ
حِيْنَ رَفَعَ رَأْسَهٗ مِنَ السُّجُوْدِ وَحِيْنَ سَجَدَ وَحِيْنَ رَفَعَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ وَ قَالَ
هٰكَذَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَعَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ
صَلَّيْتُ خَلْفَ شَيْخٍ بِمَكَّةَ فَكَبَّرَ ثِنْتَيْنِ وَعِشْرِيْنَ تَكْبِيْرَةً قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ
اِنَّهٗ اَحْمَقُ فَقَالَ ثَكِلَتْكَ اُمُّكَ سُنَّةُ اَبِي الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَوَاهُ

تمہارے چہرے کی طرف ہوں [1] اور کہو اے مولا اے مولا اور جو یہ نہ کرے تو وہ ایسا ایسا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ وہ ناقص ہے [1] ترمذی تیسری فصل روایت ہے حضرت سعید ابن حارث ابن معلے سے [2] فرماتے ہیں کہ ہم کو ابو سعید خدری نے نماز پڑھائی تو جب سجدہ سے سر اٹھایا اور جب سجدہ کیا اور جب دو رکعتوں سے اٹھے تو اونچی آواز سے تکبیر کہی [3] اور فرمایا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یونہی دیکھا (بخاری) روایت ہے حضرت عکرمہ سے فرماتے ہیں کہ میں نے ایک بزرگ کے پیچھے مکہ مکرمہ میں نماز پڑھی تو انہوں نے بائیس تکبیریں کہیں [4] میں نے حضرت ابن عباس سے کہا کہ یہ بیوقوف ہیں تو فرمایا تمہیں تمہاری ماں روئے یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے [5]

[1] یعنی اگر نماز کے بعد دعا نہ مانگی تو نماز کامل نہ ہوگی۔ دعا نماز کا تکملہ ہے اس کی تفسیر وہ احادیث ہیں جن میں ارشاد ہوا کہ دعا عبادات کا مغز ہے یا دعا سے پہلے عبادات معلق رہتی ہیں وغیرہ۔

[2] آپ انصاری ہیں مشہور تابعین میں سے ہیں عرصہ دراز تک مدینہ منورہ کے قاضی رہے۔

[3] یعنی نماز کی تمام تکبیریں بلند آواز سے کہیں معلوم ہوا کہ امام کو تکبیرات نماز اونچی کہنی چاہئیں مقتدیوں کی اطلاع کے لیے۔ مگر ضرورت سے زیادہ آواز نہ نکالے خصوصًا جب کہ اس میں تکلیف بھی ہو لہذا جس کے پیچھے دو تین مقتدی ہوں وہ بہت چیخ کر تکبیریں نہ کہے۔

[4] نماز چار رکعت تھی اس میں تکبیر تحریمہ اور پہلے التحیات سے اٹھتے وقت کی تکبیریں بھی شامل ہیں یہ بزرگ ابو ہریرہ تھے۔ عکرمہ حضرت عبداللہ ابن عباس کے غلام ہیں ان کا ذکر پہلے آچکا ہے۔

[5] یعنی چار رکعت والی نماز میں بائیس تکبیریں کہنا بھی سنت ہے اور امام کو تکبیر اونچی آواز سے کہنا بھی سنت ہے تم اپنی بے وقوفی سے سنت پر عمل کرنے والے کو بے وقوف بتا رہے ہو۔ شاید حضرت عکرمہ نے چیخ کر تکبیر کہنے کو غلط سمجھا ہوگا مگر تعجب ہے کہ آپ ہمیشہ یا

الْبُخَارِيُّ وَعَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ مُرْسَلًا قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ يُكَبِّرُ فِي الصَّلٰوةِ كُلَّمَا خَفَضَ وَرَفَعَ فَلَمْ يَزَلْ تِلْكَ صَلٰوتُهُ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى لَقِيَ اللّٰهَ تَعَالٰى رَوَاهُ مَالِكٌ وَعَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ قَالَ لَنَا ابْنُ
مَسْعُوْدٍ اَلَا اُصَلِّيْ بِكُمْ صَلٰوةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى وَلَمْ
يَرْفَعْ يَدَيْهِ اِلَّا مَرَّةً وَّاحِدَةً مَعَ تَكْبِيْرِ الْاِفْتِتَاحِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ

(بخاری) روایت ہے حضرت علی ابن حسین سے (مرسلًا)[1] فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں جب جھکتے اور اٹھتے تو تکبیر کہتے حضور کی یہی نماز رہی حتی کہ اللہ تعالٰی سے مل گئے[2] (مالک) روایت ہے حضرت علقمہ سے[3] فرماتے ہیں کہ ہم سے حضرت ابن مسعود نے فرمایا کیا میں تمہارے سامنے حضور کی نماز نہ پڑھوں تو نماز پڑھی تو اپنے ہاتھ صرف ایک بار یعنی شروع کی تکبیر کے ساتھ اٹھائے[4] (ترمذی، نسائی، ابوداؤد) ابوداؤد کہتے ہیں کہ یہ حدیث اس معنی پر صحیح نہیں ہے۔

جماعت نماز پڑھتے تھے پھر ان پر یہ مسئلہ کیسے مخفی رہا یہ بات تو ہر نمازی جانتا ہے کہ چار رکعت میں تکبیریں بائیس ہوتی ہیں اور امام ہر تکبیر آواز بلند کہتا ہے خیال رہے کہ حضرت عکرمہ نے لڑکپن کے جوش میں یہ الفاظ بول دیئے ورنہ کسی کو شیخ کہنا احمق کہنا غیبت ہے صحابی کی شان تو بہت بلند ہے اسی لیے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ نے آپ کو سخت تنبیہ کی۔

[1] آپ کا لقب زین العابدین ہے کنیت ابوالحسن اہل بیت اطہار سے ہیں۔ ۵۸ سال کی عمر ہوئی ۹۴ھ میں وفات ہوئی چونکہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہ دیکھے تھے اس لیے تابعین میں سے ہیں اور یہ روایت مرسل ہے۔

[2] یعنی یہ عمل شریف منسوخ نہیں۔

[3] علقمہ چند ہیں یہاں علقمہ ابن قیس ابن مالک مراد ہیں جو مشہور تابعی ہیں اور حضرت ابن مسعود کے ساتھیوں میں سے آپ کی ملاقات خلفاء راشدین سے بھی ہے۔

[4] یہ حدیث امام اعظم کی قوی دلیل ہے کہ رکوع میں جاتے آتے رفع یدین نہیں حضرت ابن مسعود بڑے فقیہ صحابی اور آخر دم تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر اور حضر کے ساتھی ہیں حضور کی نماز پر جیسے آپ مطلع ہو سکتے ہیں ایسے دوسرے وہ صحابہ جو کبھی کبھی حاضر بارگاہ ہوتے تھے مطلع نہیں ہو سکتے تھے۔ دارقطنی اور ابن عدی نے انہی حضرت ابن مسعود سے روایت کی فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بھی نمازیں پڑھی ہیں اور حضرت صدیق و فاروق کی اقتداء میں بھی جن میں سے کوئی بزرگ سوائے تکبیر تحریمہ کے اور کسی وقت نماز میں ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے نیز بہت صحابہ کرام سے اسی طرح روایتیں ہیں ہم نے رفع یدین نہ کرنے کی بیس حدیثیں اپنی کتاب جاء الحق حصہ دوم میں جمع کی ہیں۔ خیال رہے کہ حضرت ابن مسعود صحابہ اور تابعین کے مجمع میں یہ نماز پڑھ کر دکھاتے اور کوئی آپ پر اعتراض نہیں کرتا۔ معلوم ہوا کہ وہ تمام حضرات رفع یدین نہ

وَالنَّسَائِیُّ وَقَالَ اَبُوْدَاوٗدَ لَیْسَ هُوَ بِصَحِیْحٍ عَلٰی هٰذَا الْمَعْنٰی وَعَنْ اَبِیْ حُمَیْدٍ السَّاعِدِیِّ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ اِلَی الصَّلٰوةِ اِسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ وَرَفَعَ یَدَیْهِ وَقَالَ اَللّٰهُ اَکْبَرُ رَوَاهُ اِبْنُ مَاجَةَ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ صَلّٰی بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ وَفِیْ مُؤَخَّرِ الصُّفُوْفِ رَجُلٌ فَاَسَاءَ الصَّلٰوةَ فَلَمَّا سَلَّمَ نَادَاهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ

۱؎ روایت ہے حضرت ابوحمید ساعدی سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کیلئے کھڑے ہوتے تو منہ کعبے کو کرتے اور اپنے ہاتھ اٹھاتے ۲؎ اور اللہ اکبر کہتے (ابن ماجہ) روایت ہے حضرت ابی ہریرہ سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ نے ہمیں نماز ظہر پڑھائی اور آخری صف میں ایک شخص تھا جس نے نماز بری طرح پڑھی ۳؎ جب سلام پھیر تو اسے حضور نے آواز دی۔

کر لے پر متفق تھے۔

۱؎ یہ حدیث بہت اسنادوں سے مروی جن میں سے ایک اسناد تو وہ ہے جو امام اعظم نے امام اوزاعی کے مقابلے میں پیش کی جسے ہم پہلے بیان کر چکے حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ اِبْنِ مَسْعُوْدٍ۔ یہ ایسی قوی اور صحیح اسناد ہے کہ اس میں ضعف کا شائبہ بھی نہیں آسکتا۔ دوسری اسناد وہ جو امام ترمذی کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں وَحَدِیْثُ اِبْنِ مَسْعُوْدٍ حَسَنٌ۔ یعنی حضرت ابن مسعود کی حدیث حسن ہے۔ تیسری اسناد وہ جو ابوداؤد کو ملی جس کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ صحیح نہیں لہٰذا یہ حدیث ضعیف نہیں بلکہ ابوداؤد کی اسناد غیر صحیح ہے حدیث کا ضعف اور ہے اسناد کا ضعف کچھ اور خیال رہے کہ ابوداؤد بھی اس حدیث کو ضعیف نہیں کہتے بلکہ فرماتے ہیں صحیح نہیں۔ صحیح نہ ہونے سے ضعف لازم نہیں آتا اس کے نیچے حسن بعینہ حسن لغیرہ وغیرہ بھی ہیں نیز اگر ضعف بھی ہو تو دیگر احادیث سے اسے قوت پہنچے گی۔ اس کی پوری تحقیق ہماری کتاب جاء الحق حصہ دوم میں دیکھو۔

۲؎ اس طرح کہ کلائیاں کندھوں تک اور انگوٹھے کان تک پہنچ جاتے جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا اس سے معلوم ہوا کہ غیرمکی کے لیئے عین کعبہ کی طرف منہ کرنا فرض نہیں سمت کعبہ کافی ہے کیونکہ یہاں قبلہ فرمایا گیا نہ کہ کعبہ اور قبلہ سمت کعبہ کا نام ہے۔

۳؎ اس حدیث سے چند مسئلے ثابت ہوتے ایک یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ شریف آگے پیچھے۔ داہنے۔ بائیں۔ اندھیرے اجالے میں ہر چیز دیکھ لیتی ہے جیسے ہمارے کان ہر طرف کی آواز بہرحال سن لیتے ہیں ایسے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ مبارک۔ دوسرے یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ پاک کے لیے کوئی چیز آڑ یا حجاب نہیں۔ دیکھو حضور صلی اللہ علیہ وسلم امامت کے مصلے پر ہیں اور وہ شخص آخری صف میں درمیان میں بہت سی صفیں ہیں۔ مگر حضور

وَسَلَّمَ يَا فُلَانُ اَلَا تَتَّقِي اللهَ اَلَا تَرٰى كَيْفَ تُصَلِّيْ اِنَّكُمْ تَرَوْنَ اَنَّهٗ يَخْفٰى عَلَيَّ شَيْئٌ مِّمَّا تَصْنَعُوْنَ وَاللهِ اِنِّيْ لَاَرٰى مِنْ خَلْفِيْ كَمَا اَرٰى وَمِنْ بَيْنِ يَدَيَّ رَوَاهُ اَحْمَدُ

بَابُ مَا يُقْرَاُ بَعْدَ التَّكْبِيْرِ

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ ۝ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کہ اے فلاں کیا تو اللہ سے نہیں ڈرتا کیا تو نہیں دیکھتا کہ کیسے نماز پڑھتا ہے تم یہ سمجھتے ہو کہ مجھ پر تمہارا کوئی عمل چھپا رہتا ہے اللہ کی قسم میں پیچھے ایسے ہی دیکھتا ہوں جیسے کہ اپنے آگے دیکھتا ہوں (احمد)

تکبیر کے بعد کیا پڑھیں لہ

پہلی فصل ۝ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر اور قرأت کے

صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ پاک اس کی ہر حرکت کو ملاحظہ کر رہی ہے۔ کیوں نہ ہو۔ جب حضرت سلیمان علیہ السلام تین میل کے فاصلے سے چیونٹی کو دیکھ لیں اور اس کی آواز سن لیں۔ آصف برخیا شام میں بیٹھے بلقیس کے یمنی تخت کو دیکھ لیں۔ عیسیٰ علیہ السلام گھروں کے اندر کھاتے ہوئے کھانے اور جمع کیے ہوئے غلے کو ملاحظہ فرمالیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو سیدالانبیاء ہیں خیال رہے کہ جو حدیث میں گزرا کہ سرکار نے بحالت نماز جوتے شریف اتار دیے اور فرمایا کہ مجھے جبریل علیہ السلام نے بتایا ان میں قذر ہے وہاں قذر سے مراد پلیدی نہیں اور نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے نعلین سے بے خبر تھے جس کی تحقیق پہلے کی جاچکی کیسے ہوسکتا ہے کہ سرکار کو پچھلی صف کے نمازی کی حالت کی تو خبر ہو اور اپنے نعلین شریف کی خبر نہ ہو چوتھے یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیک وقت رب کی طرف بھی متوجہ رہتے ہیں اور عالم کا مشاہدہ بھی کرتے ہیں ادھر کی توجہ ادھر سے بے خبر نہیں کرتی یہ دیکھو بحالت نماز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خشوع خضوع رب کی طرف توجہ بدرجہ کمال حاصل ہے مگر اسی وقت اپنے ہر امتی پر نگاہ بھی ہے۔ پانچویں یہ کہ ہر امتی کو چاہیے کہ نماز میں خیال رکھے کہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم دیکھ رہے ہیں۔ دیکھو سرکار نے فرمایا کہ میں تم کو پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں۔ تاقیامت سرکار اپنے ہر امتی کو ملاحظہ فرمارہے ہیں۔

لہ۔ یعنی تکبیر تحریمہ کے بعد اور سورہ فاتحہ سے پہلے کون سی دعائیں پڑھنا سنت ہیں خیال رہے کہ اس بارے میں روایتیں مختلف ہیں بعض میں اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ الخ بعض میں سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ اور بعض میں دیگر دعائیں۔ حق یہ ہے کہ نمازی کو اختیار ہے کہ فرائض و نوافل وغیرہ میں جو دعا چاہے پڑھے سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ مختصر اور جامع ہے یہ پڑھنا بہتر ہے اس لیے احناف اکثر یہی پڑھتے ہیں خیال رہے کہ نفل کا ہر شفعہ مستقل نماز ہے لہذا اس میں تیسری رکعت میں بھی سبحانک پڑھنا چاہیے۔

يَسْكُتُ بَيْنَ التَّكْبِيْرِ وَبَيْنَ الْقِرَاءَةِ اِسْكَاتَةً فَقُلْتُ بِاَبِيْ اَنْتَ وَاُمِّيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِسْكَاتُكَ بَيْنَ التَّكْبِيْرِ وَبَيْنَ الْقِرَاءَةِ مَا تَقُوْلُ قَالَ اَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِيْ وَبَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ اَللّٰهُمَّ نَقِّنِيْ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْاَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ اَللّٰهُمَّ اغْسِلْ خَطَايَايَ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ❁ وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

درمیان کسی قدر خاموش رہتے تھے ۱ میں نے کہا میرے ماں باپ فدا ہوں یا رسول اللہ آپ کی تکبیر اور قرأت کے درمیان خاموشی کیسی آپ اس میں کیا کہتے ہیں ۲ فرمایا میں کہتا ہوں الٰہی میرے اور میری خطاؤں کے درمیان ایسی دوری کردے جیسی تو نے مشرق اور مغرب کے درمیان دوری کی ۳ الٰہی مجھے خطاؤں سے ایسے پاک وصاف کردے جیسا سفید کپڑا میل سے پاک کیا جاتا ہے ۴ الٰہی میری خطائیں پانی اور برف اور اولوں سے دھو دے ۵ (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت علی رضی اللہ

۱ یعنی تلاوت قرآن سے پہلے خاموش رہتے تھے جہر نہ کرتے تھے جیسا کہ اسکات کلام سے معلوم ہو رہا ہے۔

۲ یہ ہے عشق و ادب کا اجتماع سوال سے پہلے اپنی قربانی کا ذکر پھر آپ کا عمل شریف پوچھا تاکہ خود بھی اس کی نقل کر کے رحمت الٰہی کے مستحق ہو جائیں۔

۳ یعنی مجھے خطاؤں سے بہت دور رکھ یا جو خطائیں مجھ سے واقع ہو چکیں انہیں مجھ سے دور کر جیسے مشرق مغرب سے نہیں مل سکتی ایسے ہی وہ خطائیں مجھ سے نہ مل سکیں۔ پہلی صورت میں دعائے عصمت ہے اور دوسری صورت میں تعلیم امت

۴ خیال رہے کہ سفید کپڑے کو بہت احتیاط سے صاف کرتے ہیں۔ کیونکہ اس کا معمولی دھبہ دور سے نظر آتا ہے اس لیے سفید کپڑے کا ذکر فرمایا۔

۵ یعنی مجھے اپنی مغفرت و رحمت کے ٹھنڈے پانی سے غسل دے دے جس سے طہارت بھی حاصل ہو۔ اور ٹھنڈک و راحت بھی یہ عجیب قسم کی تمثیل ہے خیال رہے کہ ان جیسی تمام دعاؤں میں ہم گنہگاروں کو تعلیم دینا مقصود ہے۔ ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر طرح طیب و طاہر تھے ہیں اور رہیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان تو بہت بلند و بالا ہے۔ جس پر حضور کی نگاہ کرم ہو جائے وہ پاک ہو جائے

رب فرماتا ہے وَيُزَكِّيْهِمْ
ہمارے نبی لوگوں کو
پاک فرماتے ہیں۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلٰوةِ وَفِي رِوَايَةٍ كَانَ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ كَبَّرَ ثُمَّ قَالَ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ إِنَّ صَلٰوتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِينَ لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ اللّٰهُمَّ أَنْتَ الْمَلِكُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ أَنْتَ رَبِّي وَأَنَا عَبْدُكَ ظَلَمْتُ نَفْسِي وَاعْتَرَفْتُ بِذَنْبِي فَاغْفِرْ لِي ذُنُوبِي جَمِيعًا إِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ

عنہ سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کو کھڑے ہوتے اور ایک روایت میں ہے کہ جب نماز شروع کرتے تو تکبیر کہتے [1] یہ کہتے میں نے اپنی ذات کو اس کی طرف متوجہ کیا جس نے آسمان و زمین کو پیدا کیا [2] میں برائیوں سے بیزار ہوں مشرکوں میں سے نہیں ہوں [3] یقیناً میری نماز میری قربانی [4] میری زندگی اور موت اللہ رب العلمین کیلئے ہے جس کا کوئی شریک نہیں مجھے اسی کا حکم دیا گیا میں مسلمانوں میں سے ہوں [5] الٰہی تو بادشاہ ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو میرا رب ہے میں تیرا بندہ ہوں میں نے اپنی جان پر ظلم کیا اور اپنی خطا کا اقرار کیا تو میری ساری خطائیں

۱ نسائی کی روایت سے ثابت ہے کہ یہ نماز نفل تھی۔ ابن حبان اور دارقطنی کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ فرض نماز تھی مسلم کی اس روایت سے ظاہر ہے کہ سرکار مدینہ ہر نماز میں یہ دعا پڑھتے تھے مرقات میں ہے کہ یہ دعائیں شروع اسلام میں تھیں بعد میں سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ الخ پڑھتے تھے۔ ظاہر ہے کہ حضور قدرے بلند آواز سے پڑھتے تھے ورنہ حضرت علی مرتضیٰ کو کیسے پتہ چلتا ہے۔

۲ مطلقاً پیدا کرنے کو خلق کہا جاتا ہے اور بغیر مثال پیدا کرنے (ایجاد) کو فطرت یعنی میں نے اپنا ظاہر باطن عمل اور نیت اللہ کے لیے خالص کر دیئے ضروری ہے کہ یہ کہتے وقت انتہائی خشوع دل میں موجود ہو تاکہ رب کے سامنے جھوٹا نہ ہو۔

۳ حنیف حنف سے بنا بمعنی میل حنیف وہ جو برے دین اور برے عمل برے خیالات برے لوگوں سے الگ ہو اور حق پر قائم ہو رب دین ابراہیمی کو حنیف کہا جاتا ہے مشرکین سے مراد کفار ہیں اس سے دو مسئلے معلوم ہوتے ایک یہ کہ کھرا مومن اور خالص ہونا کمال ہے ملاوٹ والا ہونا عیب کہ کھرا سونا خالص دودھ قابل قدر ہے ایسے ہی کھرا مومن خالص سنی لائق احترام دوسرے یہ کہ اپنے ایمان کا اعلان ضروری ہے۔ ایمان چھپانا تقیہ کرنا منع

۴ نُسُك نُسُكَة کی جمع ہے بمعنی عبادت۔ اصطلاح میں ارکان حج۔ قربانی مطلق عبادت کو نسک کہا جاتا ہے مگر لغوی قربانی کو نسک بولتے ہیں

۵ مسلم سے مراد رب کا مطیع ہے رب فرماتا ہے فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ یعنی رب کے فرمانبرداروں میں سے ہوں بعض روایات میں ہے اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ میں پہلا مطیع ہوں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پہلے عابد و ساجد بندے ہیں کہ سب سے پہلے حضور ہی کا نور پیدا ہوا جو ہزاروں سال رب کی عبادت میں مشغول رہا نیز میثاق کے دن سب سے پہلے بلیٰ حضور ہی کی روح مبارک نے کہا رب نے حضور سے سن کر کہا اس معنی سے حضور کے سوا کوئی پہلا مسلم نہیں ہم اپنے کو پہلا مسلم اپنی اولاد اور اپنے ماتحتوں کے لحاظ

إِلَّا أَنْتَ وَاهْدِنِي لِأَحْسَنِ الْأَخْلَاقِ لَا يَهْدِي لِأَحْسَنِهَا إِلَّا أَنْتَ وَاصْرِفْ عَنِّي سَيِّئَهَا لَا يَصْرِفُ عَنِّي سَيِّئَهَا إِلَّا أَنْتَ لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ كُلُّهُ فِي يَدَيْكَ وَالشَّرُّ لَيْسَ إِلَيْكَ أَنَا بِكَ وَإِلَيْكَ تَبَارَكْتَ وَتَعَالَيْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ وَإِذَا رَكَعَ قَالَ اللّٰهُمَّ لَكَ رَكَعْتُ وَبِكَ آمَنْتُ وَلَكَ أَسْلَمْتُ

بخش دے تیرے سوا کوئی خطائیں نہیں بخش سکتا[1] مجھے اچھے اخلاق کی ہدایت دے تیرے سوا کوئی اچھے اخلاق کی ہدایت نہیں دے سکتا۔ مجھ سے بری عادتیں دور رکھ تیرے سوا برائیاں کوئی دور نہیں رکھ سکتا[2] مولا میں حاضر ہوں تیری اطاعت پر آمادہ ساری بھلائیاں تیرے قبضے میں ہیں اور برائی تیری طرف منسوب نہیں[3] میں تجھ پر بھروسہ کرتا ہوں تیری طرف ہی آتا ہوں تو برکت والا بلندیوں والا ہے تجھ سے معافی چاہتا ہوں توبہ کرتا ہوں[4] اور جب رکوع کرتے تو کہتے الٰہی تیرے لیے رکوع کیا میں نے اور تجھ پر

سے کہہ سکتے ہیں۔ یا یہ معنی ہوں گے کہ خدایا تیرے احکام کی اطاعت پہلے میں کروں گا (از اشعہ)

[1] خیال رہے کہ اس قسم کی ساری دعائیں امت کی تعلیم کے لیے ہیں ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم گناہوں سے محفوظ ہیں اور آپ کی خطاؤں کی مغفرت ہو چکی ہے جس کا اعلان قرآن شریف میں ہو چکا ہے اور اس قسم کی دعائیں دیکھ کر حضور کو گنہگار ماننے والا بے دین ہے۔

[2] اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اعلیٰ درجہ کے اخلاق عطا فرمائے اور ہر بدخلقی سے محفوظ رکھا ہے إِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيمٍ پھر حضور کا یہ دعا مانگنا طلب استقامت کے لیے ہے۔ جیسے ہم سب دعا کرتے ہیں۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ۔

[3] اگرچہ ہر خیر و شر کا خالق اللہ تعالیٰ ہی ہے لیکن اس بارگاہ کا ادب یہ ہے کہ خیر کو اس کی طرف نسبت کیا جائے اور شر کو اپنی طرف حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہ مجھے شفا دیتا ہے بیماری کو اپنی طرف نسبت کیا اور شفا کو رب کی طرف۔ خضر علیہ السلام نے فرمایا فَأَرَدْتُ أَنْ أَعِيبَهَا میں نے چاہا کہ اس کشتی کو عیب دار کر دوں۔ اسی لیے رب تعالیٰ کو رب البیت، ربّ محمد کہتے ہیں، ربّ کلاب وخنزیر کہنا منع ہے۔ لہٰذا حدیث بالکل واضح ہے اور اس حدیث کے خلاف نہیں جس میں ارشاد ہوا کہ خیر و شر رب کی طرف سے ہے کہ وہاں خلق مراد ہے اور یہاں نسبت۔

[4] زیادتی یا ہمیشگی خیر کو برکت کہا جاتا ہے اور وہم و گمان سے اونچا ہونا تعالیٰ کہلاتا ہے اسی لیے یہ دو کلمات رب کے ساتھ خاص ہیں ان کی شان تو یہ ہے شعر: تو دل میں تو آتا ہے سمجھ میں نہیں آتا۔ پہچان گیا میں تیری پہچان یہی ہے۔ گزشتہ گناہوں پر ندامت و شرمندگی اور آئندہ گناہوں سے بچنے کا ارادہ توبہ ہے اور معافی چاہنا استغفار۔ ہم لوگ گناہ کرکے توبہ کرتے ہیں اور خاص بندے گناہ نہیں کرتے اور توبہ کرتے ہیں خاص الخاص نیکیاں کرتے ہیں اور توبہ کرتے ہیں کہ خدایا تیری شان کے لائق ہم سے نیکی نہ ہو سکی۔

شعر۔ زاہداں از گناہ توبہ کنند عارفاں از اطاعت استغفار

لہٰذا حضور کی ان دعاؤں سے دھوکہ نہ کھاؤ ان کی توبہ استغفار ان کی شان کے لائق ہے۔

خَشَعَ لَكَ سَمْعِيْ وَبَصَرِيْ وَمُخِّيْ وَعَظْمِيْ وَعَصَبِيْ فَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهٗ قَالَ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ مِلْأَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَمِلْأَ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ وَإِذَا سَجَدَ قَالَ اَللّٰهُمَّ لَكَ سَجَدْتُّ وَبِكَ اٰمَنْتُ وَلَكَ اَسْلَمْتُ سَجَدَ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ خَلَقَهٗ وَصَوَّرَهٗ وَشَقَّ سَمْعَهٗ وَبَصَرَهٗ تَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ ثُمَّ يَكُوْنُ مِنْ اٰخِرِ مَا يَقُوْلُ بَيْنَ التَّشَهُّدِ وَالتَّسْلِيْمِ

ایمان لایا تیرا مطیع ہوا تیرے حضور میری سماعت و بینائی اور میری مینگ اور میری ہڈی اور پٹھے جھک گئے[1] پھر جب اپنا سر اٹھاتے تو کہتے اے اللہ ہمارے رب تیری ہی تعریف ہے آسمان اور زمین اور ان کے درمیان بھر کر اور اس کے سوا جو چیز بھر کر تو چاہے[2] اور جب سجدہ کرتے تو کہتے الٰہی تیرے لیے میں نے سجدہ کیا تجھ پر ایمان لایا تیرا مطیع ہوا میری ذات نے اسے سجدہ کیا جس نے اسے پیدا کیا اسے صورت بخشی اور اس کے کان اور آنکھیں چیریں برکت والا ہے اللہ بہتر پیدا کرنیوالا[3] پھر آخر میں التحیات اور سلام کے درمیان کہتے الٰہی میری

۱؎ یعنی میرا رکوع صرف ظاہری نہیں بلکہ ہر عضو تیری بارگاہ میں جھکا ہوا ہے خیال رہے کہ آنکھ کا رکوع اور ہے کان کا اور گوشت کا اور ہے ہڈی اور پوست کا اور لطف جب ہی ہے کہ سر کے ساتھ دل بھی جھکے اور جسم کے ساتھ جان بھی حضور کا یہ فرمان اپنے حال کا بیان تھا امتی کی طفیل اللہ ہمیں بھی ایسا رکوع نصیب کرے۔ خیال رہے کہ بعض کے نزدیک قوت سامعہ باصرہ سے افضل ہے۔ ان کا ماخذ یہ حدیث ہے کہ حضور نے سمع کو بصر سے پہلے بیان فرمایا۔

۲؎ یعنی اے مولیٰ میں تیری حمد سے عاجز ہوں تیری حمد سے زمین و آسمان و درمیان کی فضا، عرش و کرسی اور اس کے تحت الثریٰ اور وہ چیزیں بھر دیں جو میرے علم سے وراء ہیں۔ مرقات نے فرمایا کہ یہ جملہ رب تعالیٰ کی انتہائی حمد ہے اور اپنے انتہائی عجز کا اقرار۔ ایسی حمد نہ حضور سے پہلے کسی نے کی تھی اور نہ آپ کے بعد کوئی کریگا اس لیے حضور کا نام احمد ہے اپنے رب کی بہت حمد کرنے والے اور نہ معلوم قیامت کے دن حضور خدا کی حمد کیسی کریں گے رب نے بھی حضور کی ایسی حمد کی اور اپنی مخلوق سے ایسی حمد کرائی جس کی مثال نہیں اسی لیے حضور محمد ہیں یعنی خدا کے سراہے ہوئے۔ کل قیامت میں حضور اللہ کی حمد کریں گے۔ اور ساری مخلوق حضور کی۔

۳؎ یہاں خالقین بمعنی مصورین ہے یعنی تمام صورت بنانے والوں سے اچھی صورت بنانے والا رب ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا۔ وَاَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ قرآن پاک فرماتا ہے۔ وَتَخْلُقُوْنَ اِفْكًا خلق بمعنی پیدا کرنا۔ خدائے تعالیٰ ہی کی صفت ہے۔ اس معنی سے خالق اس کے سوا کسی اور کو نہیں کہا جا سکتا۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ وَمَا اَسْرَفْتُ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّيْ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ، رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِلشَّافِعِيِّ وَالشَّرُّ لَيْسَ اِلَيْكَ الْمَهْدِيُّ مَنْ هَدَيْتَ اَنَا بِكَ لَا مَنْجَاءَ مِنْكَ وَلَا مَلْجَاءَ اِلَّا اِلَيْكَ تَبَارَكْتَ؛ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَجُلًا جَاءَ فَدَخَلَ الصَّفَّ وَقَدْ حَفَزَهُ النَّفَسُ فَقَالَ اللّٰهُ اَكْبَرُ

اگلی پچھلی کھلی چھپی خطائیں اور جو کچھ میں نے زیادتیاں کی اور جنہیں تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے بخش دے ۱؎ تو ہی آگے بڑھانے والا ہے تو ہی پیچھے کرنے والا ہے ۲؎ تیرے سوا کوئی معبود نہیں (مسلم) اور شافعی کی روایت میں ہے کہ شر تیری طرف منسوب نہیں۔ ہدایت یافتہ وہ جسے تو ہدایت دے ۳؎ میں تجھ پر بھروسہ اور تیری طرف توجہ کرتا ہوں کوئی جائے پناہ نہیں تیری ہی طرف ٹھکانہ ہے ۴؎ تو برکت والا ہے۔ روایت ہے حضرت انس سے کہ ایک شخص آیا صف میں داخل ہوا اس کا سانس چڑھا ہوا تھا ۵؎ اس نے کہا اللہ

۱؎ سبحان اللہ یہ انتہائی استغفار ہے جس میں ہر قسم کی خطیوں سے معافی مانگی گئی ہے یہ بھی ہماری تعلیم کے لیے ہے کہ ہم بہت سے گناہ ایسے بھی کرلیتے ہیں جو ہمیں یاد بھی نہیں رہتے یا اول ہی سے ہمارے علم میں نہیں ہوتے

۲؎ کہ جسے چاہے اپنی اطاعت کی توفیق دے کر فرشتوں سے آگے بڑھادے اور جسے چاہے توفیق خیر نہ دے جس سے وہ بندہ شیطان سے بدتر ہوجائے ایسے ہی جسے چاہے شاہ بنا کر سب سے آگے بڑھادے جسے چاہے گداگر کرکے پیچھے ہٹادے۔

۳؎ ہدایت عامہ و خاصہ ہدایت دینی و دنیوی تیری ہی طرف سے ہے جسے تو ہدایت نہ دے اس کی ہدایت کا راستہ ہی کوئی نہیں۔ اگرچہ گمراہی کا بھی یہی حال ہے لیکن بارگاہ الٰہی کا ادب یہ تھا کہ اس کی طرف ہدایت ہی منسوب کی جائے خیال رہے کہ رب کی طرف سے بعض ہدایتیں جانوروں کو بھی ملی ہیں بعض صرف انسانوں کو بعض صرف مسلمانوں کو بعض صرف اولیاء کو بعض صرف انبیاء کو بعض صرف حضور سید الانبیاء کو۔ ہدایت کی تعریف اور اقسام ہماری تفسیر نعیمی سورۂ فاتحہ میں دیکھو۔

۴؎ یعنی جسے تو پکڑے اسے کوئی چھڑا نہیں سکتا اور جسے تو عذاب دینا چاہے اسے کوئی بچا نہیں سکتا خیال رہے کہ انبیاء و اولیاء کی پناہ یونہی مجرم کا حاکم کے پاس اور مریض کا طبیب کے پناہ لینے جانا حقیقت میں رب ہی کی پناہ ہے کہ یہ اس کے بندے ہیں اور اسی کے حکم سے ان کے پاس جاتے ہیں۔ رب فرماتا ہے۔ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ الخ

۵؎ کیونکہ جماعت یا رکوع پانے کے لیے دوڑتا ہوا آیا تھا بلا ضرورت دوڑتے ہوئے نماز کے لیے آنے کی ممانعت ہے ضرورۃً دوڑنے کی اجازت ہے بلکہ اگر جمعہ کی نماز جارہی ہو۔ امام آخری التحیات میں ہو تو جماعت پانے کے لیے بھاگنا فرض ہے۔ لہذا یہ حدیث بھاگنے کی ممانعت کی حدیث کے خلاف نہیں۔

الْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيهِ فَلَمَّا قَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوتَهٗ قَالَ أَيُّكُمُ الْمُتَكَلِّمُ بِالْكَلِمَاتِ فَأَرَمَّ الْقَوْمُ فَقَالَ أَيُّكُمُ الْمُتَكَلِّمُ بِالْكَلِمَاتِ فَأَرَمَّ الْقَوْمُ فَقَالَ أَيُّكُمُ الْمُتَكَلِّمُ بِهَا فَإِنَّهٗ لَمْ يَقُلْ بَأْسًا فَقَالَ رَجُلٌ جِئْتُ وَقَدْ حَفَزَنِي النَّفَسُ فَقُلْتُهَا فَقَالَ لَقَدْ رَأَيْتُ اثْنَيْ عَشَرَ مَلَكًا يَبْتَدِرُوْنَهَا أَيُّهُمْ يَرْفَعُهَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ. اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ

اکبر الحمد للہ حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیہ ۱؎ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پوری کی تو فرمایا کہ تم میں سے یہ کلمات کس نے کہے ۲؎ قوم خاموش رہی پھر فرمایا تم میں سے یہ کلمات کس نے کہے تو قوم پھر خاموش رہی پھر فرمایا تم میں سے یہ کلمات کس نے کہے اس نے کوئی بری بات نہیں کہی ۳؎ تب وہ شخص بولا میں آیا اور میرا سانس پھولا ہوا تھا تو میں نے یہ کلمات کہے فرمایا میں نے بارہ فرشتوں کو دیکھا کہ ان کے لے جانے میں جلدی کر رہے ہیں کہ کون پہلے بارگاہ الٰہی میں پیش کرے ۴؎ (مسلم) دوسری فصل ۵؎ روایت

۱؎ ظاہر یہ ہے کہ اس نے یہ کلمات تکبیر تحریمہ سے پہلے کہے یعنی اللہ اکبر تکبیر تحریمہ نہیں اور اگر تکبیر تحریمہ ہو تو اس نے یہ کلمات اس لیے کہے کہ حضور رکوع یا التحیات میں تھے اور اسے رکوع یا جماعت مل جانے کی امید تھی فقہاء فرماتے ہیں کہ اگر کوئی جماعت میں جب ملے جب کہ امام رکوع کر رہا ہے تو اگر اسے امید ہو کہ میں سبحان اللہ پڑھ کر بھی رکوع پالوں گا تو سبحان اللہ پڑھے پھر رکوع میں شامل ہو اس کا ماخذ یہ حدیث ہے۔

۲؎ خیال رہے کہ سوال اور پوچھ گچھ سائل کی بے علمی کی دلیل نہیں سوال کی بہت سی حکمتیں ہوتی ہیں رب نے موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا ہے موسیٰ تیرے ہاتھ میں کیا ہے۔

۳؎ قوم کی یہ خاموشی ہیبت یا ممانعت کی وجہ سے تھی کہ شاید ہم نے غلطی کی ہے ہم عتاب میں آجائیں گے اسی لیے نہ آنے والا بولا نہ اس کے ساتھ والوں نے کچھ کہا ایسے موقع پر خاموش رہنا جرم نہیں جب حضور نے فرمایا کہ اس نے گناہ نہیں کیا تب ڈھارس بندھی۔

۴؎ یعنی یہ کلمے ایسے مقبول ہوئے کہ ہر فرشتے نے چاہا کہ انہیں بارگاہ الٰہی میں لے جاؤں تاکہ انعام کا مستحق میں بنوں۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ کو اس شخص کی خبر تھی جس نے یہ کلمات کہے اس سے پہلے گزر چکا کہ مجھ پر تمہارے رکوع اور سجدے پوشیدہ نہیں رہتے میں آگے کی طرح پیچھے بھی دیکھتا ہوں یہ بھی گزر چکا کہ پچھلی صف میں ایک شخص نے نماز میں غلطی کی۔ حضور نے بعد نماز نام لے کر پکارا اور فرمایا نماز درست پڑھا کرو تو کیسے ہو سکتا ہے کہ آپ پر یہ شخص پوشیدہ رہے۔ نیز رب تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے۔ مگر پھر بھی لوگوں کے اعمال اس کی بارگاہ میں ملائکہ پیش کرتے ہیں یوں ہی حضور کی بارگاہ میں لوگوں کے صلوٰۃ وسلام فرشتہ پیش کرتا ہے اس سے خود آپ کا سننا لازم نہیں۔

اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ قَالَ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا إِلٰهَ غَيْرُكَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُوْ دَاؤُدَ وَرَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ عَنْ سَعِيْدٍ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَارِثَةَ وَقَدْ تُكُلِّمَ فِيْهِ مِنْ قِبَلِ حِفْظِهِ وَعَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ أَنَّهُ رَأَى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ صَلٰوةً قَالَ اللّٰهُ أَكْبَرُ كَبِيْرًا اللّٰهُ أَكْبَرُ كَبِيْرًا اللّٰهُ أَكْبَرُ كَبِيْرًا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيْرًا

روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تو کہتے اے اللہ تو پاک ہے ہم تیری حمد کرتے ہیں ۱؎ بڑی برکت والا ہے تیرا نام اونچی ہے تیری شان تیرے سوا کوئی معبود نہیں ۲؎ (ترمذی، ابوداؤد) ابن ماجہ نے حضرت سعید سے روایت کی کہ اس حدیث کو ہم سوا حارثہ کے کسی اور سے نہیں جانتے حارثہ کے حافظہ میں کلام ہے ۳؎ روایت ہے حضرت جبیر ابن مطعم سے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھا۔ آپ نے کہا اللہ بہت بڑا ہے اللہ بہت بڑا ہے اللہ کی بہت تعریفیں ہیں اللہ کی بہت تعریفیں

۱؎ یعنی آپ ہر فرض و نفل نماز اس سے شروع فرماتے تھے۔ خیال رہے کہ یہ دونوں کلمات بہت جامع ہیں سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ میں رب کی سارے عیبوں سے پاکی بیان کی گئی اور بِحَمْدِكَ میں اس کے تمام صفات کمالیہ سے موصوف ہونے کا ذکر ہے اسی لیے ساری مخلوق رب کی تسبیح و تحمید کرتی ہے۔ یعنی اے اللہ تو سارے عیبوں سے پاک ہے اور ہر وصف لائق حمد وثنا ہے۔

۲؎ یعنی جس کام میں تیرا نام لیا جائے اس میں برکت ہو اور تیری شان مخلوق کی عقل و سمجھ سے وراء ہے۔ اس ذکر میں رب کے اس فرمان پر عمل ہے۔ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلٰى۔

۳؎ خیال رہے کہ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ سے نماز شروع کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت فقہاء صحابہ خصوصاً خلفائے راشدین عبداللہ ابن مسعود کا اس پر عمل بڑے علمائے امت سفیان ثوری، احمد ابن حنبل، اسحاق ابن راہویہ، امام ابوحنیفہ اس پر عامل تابعین عظام کا یہ معمول ہے یہ حدیث حضرت عائشہ صدیقہ، عبداللہ ابن مسعود حضرت جابر ابن مطعم اور ابن عمر وغیرہم صحابہ سے مروی ہے اگر امام ترمذی کی ایک اسناد میں حارثہ ابن ابی الرجال راوی آگئے تو اس سے صرف ایک اسناد قابل طعن ہوگی نفس حدیث صحیح رہے گی کیونکہ بہت سی اسنادوں سے مروی ہے اور صحابہ و علماء کے عمل سے قوی ہے اسے مسلم شریف نے عمر سے روایت کیا (از اشعہ و مرقات) نیز ابوداؤد کی اسناد کے سارے راوی صحیح ہیں۔ خیال رہے کہ ذالنفل سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ سے ہی شروع کرے نوافل میں اختیار ہے۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيْرًا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيْرًا وَسُبْحَانَ اللّٰهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ثَلٰثًا اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ مِنْ نَفْخِهٖ وَنَفْثِهٖ وَهَمْزِهٖ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ اِلَّا اَنَّهٗ لَمْ يَذْكُرْ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيْرًا وَذَكَرَ فِيْ اٰخِرِهٖ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ وَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ نَفْخُهُ الْكِبْرُ وَنَفْثُهُ الشِّعْرُ وَهَمْزُهُ الْمُوْتَةُ ۞ وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ اَنَّهٗ حَفِظَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَكْتَتَيْنِ سَكْتَةً اِذَا كَبَّرَ وَسَكْتَةً اِذَا فَرَغَ مِنْ قِرَاءَةِ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ فَصَدَّقَهٗ اُبَيُّ

ہیں اللہ کی بہت تعریفیں ہیں صبح و شام اللہ کی پاکی بولتا ہوں تین بار[1] میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں شیطان سے اس کے تکبر سے اس کے شعروں سے اس کے وسوسوں سے[2] (ابوداؤد، ابن ماجہ) مگر ابن ماجہ نے الحمد للہ کا ذکر نہ کیا اور آخر میں فرمایا من الشیطان الرجیم حضرت عمر فرماتے ہیں کہ شیطان کا نفخ تکبر ہے[3] نفث شعر اور ہمزہ وسوسہ[4] ۞ روایت ہے حضرت سمرہ ابن جندب سے کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دو سکوت یاد رکھے ایک خاموشی جب تکبیر کہتے[5] اور دوسری خاموشی جب غیر المغضوب علیہم ولا الضالین سے فارغ ہوتے[6] حضرت ابی ابن کعب نے آپ

[1] یعنی یہ تینوں کلمے تین تین بار فرماتے یا تیسرا کلمہ بھی پچھلے دو کلموں کی طرح تین بار فرماتے۔ دوسرے معنی زیادہ ظاہر ہیں۔

[2] اگرچہ شیطان کے ہر شر سے پناہ مانگنی چاہیے لیکن چونکہ یہ تین شرارتیں بہت خطرناک ہیں اس لیے خصوصیت سے ان کا ذکر کیا نفث کے معنی ہیں پھونکنا رب فرماتا ہے۔ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ یہاں اس کی پھونک کا نتیجہ مراد ہے یعنی جادو یا شعر کیونکہ یہ دونوں شیطان کی اس پھونک سے پیدا ہوتے ہیں جو انسان کے دل میں مارتا ہے خیال رہے کہ شعر سے برے شعر مراد ہیں یعنی شیطانی اشعار حمد الٰہی نعت مصطفوی دینی و روحانی اشعار نہیں

[3] یعنی انسان کے دل میں جو فخر و غرور پیدا ہوتا ہے وہ شیطان کی پھونک کا نتیجہ ہے وہ دل میں ڈالتا ہے کہ تو سب سے بڑا ہے سب تجھ سے چھوٹے ہیں خیال رہے کہ اللہ اور رسول کے مقابلے میں تکبر کفر ہے مسلمان کے مقابلے میں تکبر حرام کفار کے مقابلے میں تکبر عبادت یہاں پہلے دو تکبر مراد ہیں۔

[4] موتہ وہ وسوسہ ہے جو کہ وہم بلکہ جنون تک پہنچ جائے اسی لیے لغت والے کہتے ہیں کہ موتہ جنون کی ایک قسم ہے

[5] سبحانک اللّٰھم پڑھنے کے لیے کیونکہ یہ تکبیر اور سورۂ فاتحہ کے درمیان ہوتی ہے لہٰذا سکوت بمعنی عدم جہر ہے نہ کہ بالکل خاموشی اس سکوت پر تمام ائمہ کا اتفاق ہے۔

[6] حق یہ ہے کہ اس خاموشی میں حضور آہستہ آمین کہتے تھے اور اگلی سورت کیلئے آہستہ بسم اللہ پڑھتے تھے لہٰذا یہ حنفیوں کے بالکل خلاف نہیں شوافع کے ہاں یہ خاموشی آرام لینے کیلئے تھی اور امام مالک کے ہاں یہ خاموشی اس لیے تھی کہ مقتدی اس وقت سورۂ فاتحہ پڑھ لیں کیونکہ

بْنِ كَعْبٍ رَوَاهُ أَبُوْ دَاوٗدَ وَرَوَى التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ نَحْوَهٗ ❁ وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا نَهَضَ مِنَ الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ اسْتَفْتَحَ الْقِرَاءَةَ بِالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَلَمْ يَسْكُتْ هٰكَذَا فِيْ صَحِيْحِ مُسْلِمٍ وَذَكَرَهُ الْحُمَيْدِيُّ فِيْ أَفْرَادِهٖ وَكَذَا صَاحِبُ الْجَامِعِ عَنْ مُسْلِمٍ وَحْدَهٗ

الْفَصْلُ الثَّالِثُ ❁ عَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اسْتَفْتَحَ الصَّلٰوةَ كَبَّرَ ثُمَّ قَالَ إِنَّ صَلٰوتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ اَللّٰهُمَّ اهْدِنِيْ لِأَحْسَنِ الْأَعْمَالِ وَأَحْسَنِ الْأَخْلَاقِ لَا يَهْدِيْ لِأَحْسَنِهَا إِلَّا أَنْتَ وَقِنِيْ سَيِّئَ الْأَعْمَالِ وَ

کی تصدیق کی (ابوداؤد) اور ترمذی اور ابن ماجہ اور دارمی نے اس کی مثل روایت کی ❁ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب دوسری رکعت سے اٹھتے تو الحمد للہ رب العلمین سے قرأت شروع کرتے اور خاموش بالکل نہ ہوتے [1] صحیح مسلم میں یوں ہی ہے حمیدی نے اسے اپنے افراد میں ذکر کیا یوں ہی جامع والے نے صرف مسلم سے ❁ تیسری فصل ❁ روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع فرماتے تو تکبیر کہتے پھر کہتے کہ میری نماز میری قربانی میری زندگی و موت اللہ رب العلمین کے لیے ہے اس کا کوئی شریک نہیں میں اسی کا حکم دیا گیا پہلا مسلمان ہوں [2] اے اللہ مجھے اچھے اعمال اور اچھے اخلاق کی ہدایت دے ان اچھی چیزوں کی ہدایت تیرے سوا کوئی نہیں دے سکتا مجھے برے اعمال اور

ان کے ہاں مقتدی امام کے ساتھ فاتحہ نہیں پڑھتا بلکہ بعد میں پڑھتا ہے مگر احناف کی توجیہ بہت قوی ہے اس سکوت کے بارے میں اور بہت سی روایتیں ہیں۔

[1] یہ حدیث حنفیوں کی قوی دلیل ہے کہ امام الحمد للہ سے قرأت شروع کرے نہ کہ بسم اللہ سے کیونکہ بسم اللہ سورتوں کا جزو نہیں چونکہ پہلی رکعت میں سبحان اللہ آہستہ پڑھی جاتی ہے نہ کہ دوسری میں اس لیے روایت میں دوسری رکعت کا ذکر فرمایا گیا سنت غیر مؤکدہ کی تیسری رکعت میں بھی سبحان اور اعوذ آہستہ پڑھی جائیں گی

[2] ظاہر یہ ہے کہ حضور کی اس دعا میں المسلمین میں الف لام استغراقی ہے یعنی ساری مخلوق میں پہلا مسلم ہوں جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے اور جب ہم یہ دعا پڑھیں گے تو الف لام عہدی ہوگا یعنی اپنی اولاد میں اور اپنے متبعین میں پہلا مسلم ہوں بلکہ مرقات نے فرمایا کہ اول المسلمین کہنا حضور کیلئے خاص ہے ہم لوگ یوں کہیں کہ اَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ اور اگر ہم اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ کہیں بھی تو بہ نیت قرآنی یا حضور کی دعا کی تلاوت کرتے ہوئے

سَيِّئَ الْأَخْلَاقِ لَا يَقِي سَيِّئَهَا إِلَّا أَنْتَ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ. وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مَسْلَمَةَ قَالَ إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ يُصَلِّي تَطَوُّعًا قَالَ اللّٰهُ أَكْبَرُ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ حَنِيْفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَذَكَرَ الْحَدِيْثَ مِثْلَ حَدِيْثِ جَابِرٍ إِلَّا أَنَّهُ قَالَ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ثُمَّ قَالَ اللّٰهُمَّ أَنْتَ الْمَلِكُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ ثُمَّ يَقْرَأُ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ

بَابُ الْقِرَاءَةِ فِي الصَّلٰوةِ

بری عادتوں سے بچالے ان برائیوں سے تیرے سوا کوئی نہیں بچا سکتا (نسائی) روایت ہے حضرت محمد ابن مسلمہ سے[1] فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نفل پڑھنے کھڑے ہوتے[2] تو کہتے اللہ بہت بڑا ہے میں نے اپنا رخ اس کی طرف کیا جس نے آسمان و زمین بنائے تمام برائیوں سے دور ہوں اور میں مشرکوں سے نہیں[3] اور بقیہ حدیث حضرت جابر کی حدیث کی سی ذکر کی۔ مگر یہ کہا کہ میں مسلمانوں میں سے ہوں پھر کہا الٰہی تو بادشاہ ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو پاک ہے میں تیری حمد کرتا ہوں پھر قرأت فرماتے[4] (نسائی)

نماز میں قرأت[5]

[1] ۔ اعمال سے مراد ظاہری اعمال ہیں اور اخلاق سے مراد باطنی احوال اس کی پوری شرح پہلے گذر چکی ہے خیال رہے کہ انبیائے کرام اور اولیاء علم کے ذریعے برائیوں سے بچتے ہیں اخلاق نصیب ہوتے ہیں لیکن وہ ہدایتیں رب تعالیٰ ہی کی طرف سے ہیں لہٰذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں

[2] آپ انصاری ہیں اوسی ہیں سوا غزوہ تبوک کے باقی تمام غزوات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے حضرت مصعب ابن عمیر کے ہاتھ شریف پر مدینہ پاک میں ایمان قبول کیا مسلمانوں کے اختلاف پر آپ گوشہ نشین رہے ۴۳ھ میں وفات پائی آپ فضلاء صحابہ میں سے ہیں۔

[3] یہ حدیث گذشتہ ساری حدیثوں کی شرح ہے جس نے بتادیا کہ نماز کی یہ ساری دعائیں اور اذکار نوافل میں ہیں احناف یہی کہتے ہیں کہ فرائض و واجبات میں صرف سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ پڑھے نفل میں جو چاہے یہ حدیث حنفیوں کی قوی دلیل ہے۔

[4] اس کی شرح گذر چکی اس سے معلوم ہوا کہ مقبول مومن وہ ہے جس کا دل ہر بے دین اور ہر بے دینی سے متنفر ہو کسی برائی کی طرف نہ جھکے یہی حنیف کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کی تعریف میں حنیف فرمایا

[5] یعنی أَعُوْذُ بِاللّٰهِ و بِسْمِ اللّٰهِ پڑھ کر جیسا کہ دوسری احادیث میں ہے۔

رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَأْ بِأُمِّ الْقُرْاٰنِ فَصَاعِدًا ۱ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰى صَلٰوةً لَّمْ يَقْرَأْ فِيْهَا بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ ۲ فَهِيَ خِدَاجٌ ثَلٰثًا غَيْرُ تَمَامٍ فَقِيْلَ لِاَبِیْ هُرَيْرَةَ اِنَّا نَكُوْنُ وَرَاءَ الْاِمَامِ قَالَ اقْرَأْ بِهَا فِیْ نَفْسِكَ فَاِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى قَسَمْتُ الصَّلٰوةَ بَيْنِیْ وَبَيْنَ عَبْدِیْ نِصْفَيْنِ وَلِعَبْدِیْ مَا

روایت میں ہے کہ اس کی نماز نہیں جو سورۂ فاتحہ اور کچھ زیادہ نہ پڑھے ۱ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو نماز پڑھے اس میں الحمد نہ پڑھے تو وہ نماز ناقص ہے تین بار کامل نہیں ۲ حضرت ابوہریرہ سے کہا گیا کہ ہم امام کے پیچھے ہوتے ہیں فرمایا اپنے دل میں پڑھ لو ۳ کیونکہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا اللہ تعالٰی نے فرمایا کہ میں نے نماز کو اپنے اور اپنے بندے کے درمیان آدھوں آدھ بانٹ دیا ہے ۴ اور میرے

۱؎ یعنی نمازی پر سورۂ فاتحہ پڑھنا بھی واجب ہے اور اس کے ساتھ کچھ اور تلاوت بھی واجب کہ اگر ان میں سے ایک پر بھی عمل نہ کیا گیا تو نماز ناقص ہوگی، یہ حدیث حنفیوں کی قوی دلیل ہے جو لوگ اس حدیث کی بنا پر ہر نمازی پر سورۂ فاتحہ پڑھنا فرض کہتے ہیں وہ فصاعدا کے متعلق کیا کہیں گے کیونکہ ان کے ہاں سورۃ ملانا فرض نہیں۔

۲؎ یہ حدیث گزشتہ حدیث کی تفسیر ہے اس نے صراحۃً بتا دیا کہ بغیر سورۂ فاتحہ نماز فاسد نہیں ہوتی بلکہ ناقص ہوتی ہے یعنی سورۂ فاتحہ نماز میں فرض نہیں بلکہ واجب ہے لہذا یہ حدیث حنفیوں کی قوی دلیل ہے۔

۳؎ یہ حضرت ابوہریرہ کی اپنی رائے ہے اسی لیے آپ اس پر کوئی حدیث مرفوع پیش نہیں فرماتے بلکہ ایک حدیث سے اس مسئلہ کا استنباط کرتے ہیں ان کی رائے پر ہر جگہ عمل نہیں ہوسکتا بعض جگہ بہت دشواریاں پیش آئیں گی مثلًا یہ کہ مقتدی امام کے پیچھے فاتحہ پڑھ رہا تھا ابھی بیچ میں تھا کہ امام نے کہا وَلَا الضَّآلِّیْنَ اب یہ بے چارہ آمین کہے یا نہیں یا مقتدی بیچ فاتحہ میں تھا کہ امام نے رکوع کردیا یہ مقتدی رکوع میں جائے یا نہیں وغیرہ۔ خیال رہے کہ حضرت ابوہریرہ کا یہ ارشاد پہلے کا ہے بعد میں خود انہیں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ جب امام قرات کرے تو خاموش رہو۔ جیسا کہ مسلم ابوداؤد و نسائی، ابن ماجہ میں ہے اور مشکوۃ شریف میں اسی باب میں آرہا ہے لہذا یہ قول خود ان کے اپنے نزدیک متروک ہے یا اس کے معنی یہ ہیں کہ سورۂ فاتحہ کے معنی و مطالب دل میں سوچو ان پر غور کرو۔ کیونکہ پڑھنا زبان سے ہوسکتا ہے۔ دل میں سوچنا ہوتا ہے نہ کہ پڑھنا (از مرقات) اس صورت میں حدیث بالکل ظاہر ہے کسی توجیہ کی ضرورت نہیں۔

۴؎ یہاں نماز سے مراد سورۂ فاتحہ ہے یعنی جب سورۂ فاتحہ اتنی اہم ہے کہ اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں نماز فرمایا تو چاہیے اس کا پڑھنا اس میں غور کرنا بہت ضروری ہے خیال رہے کہ الحمد کی سات آیتیں ہیں پہلی تین آیتیں مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ

سَأَلَ فَإِذَا قَالَ الْعَبْدُ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ قَالَ تَعَالٰى حَمِدَنِيْ عَبْدِيْ وَإِذَا قَالَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى أَثْنٰى عَلَيَّ عَبْدِيْ وَإِذَا قَالَ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ قَالَ مَجَّدَنِيْ عَبْدِيْ وَإِذَا قَالَ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ قَالَ هٰذَا بَيْنِيْ وَبَيْنَ عَبْدِيْ وَلِعَبْدِيْ مَا سَأَلَ فَإِذَا قَالَ اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ

بندے کے لیے وہی ہے جو مانگے [1] بندہ کہتا ہے الحمد للہ رب العالمین تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے نے میری حمد کی [2] جب بندہ کہتا ہے الرحمن الرحیم تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے نے میری ثنا کی [3] اور جب کہتا ہے مالک یوم الدین تو رب فرماتا ہے میرے بندے نے میری بزرگی بیان کی [4] اور جب کہتا ہے ایاک نعبد و ایاک نستعین تو رب فرماتا ہے کہ یہ میرے اور میرے بندے کے درمیان ہے [5] اور میرے بندے کیلئے وہ ہے جو مانگے [6] پھر جب کہتا ہے اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم [7] غیر المغضوب

تک اللہ کی حمد ہیں اور آخری تین آیتیں اِھْدِنَا سے وَلَا الضَّآلِّیْنَ تک دعا۔ درمیان کی آیت اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ آدھی ثنا ہے آدھی دعا لہٰذا یہ فرمان بالکل درست ہے کہ الحمد آدھی آدھی بٹی ہوئی ہے۔

[1] یعنی سورۂ فاتحہ آدھی دعا ہے تو جو بندہ اسے پڑھے میں اس کی دعا ضرور قبول کروں گا یا بعینہٖ اس کا سوال پورا کر دوں گا یا اس کی مثل اور نعمتیں دوں گا یا اس سے کوئی آفت ٹال دوں گا جیسا کہ قبولیت دعا کا قانون ہے۔

[2] یعنی ادھر بندہ الحمد پڑھ کر رب کی حمد کرتا ہے ادھر رب تعالیٰ فرشتوں سے یہ فرماتا ہے یہ بندے کی خوش نصیبی ہے کہ اس کی تھوڑی سی زبانی حرکت سے اس کا نام رب کی بارگاہ میں اس عزت سے آجاتا ہے، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بسم اللہ سورۂ فاتحہ کا جز نہیں کیونکہ یہاں الحمد سے ذکر شروع ہوا بسم اللہ کا ذکر نہ ہوا لہٰذا یہ حدیث امام اعظم کی قوی دلیل ہے۔

[3] یہ خطاب بھی حاضرین بارگاہ فرشتوں سے ہے جو رب تعالیٰ بطور فخر و اظہار خوشی فرماتا ہے ثنا و حمد قریباً ایک ہی ہیں ہو سکتا ہے کہ حمد سے ظاہری کمالات کا بیان ہو اور ثنا سے مراد پوشیدہ کمالات کا اظہار یا حمد سے مراد شکر ہو اور ثنا سے مراد مطلق تعریف۔

[4] یعنی میری ایسی بڑائی بیان کی جو میرے سوا کسی کو حاصل نہیں۔ کیونکہ قیامت کے دن کی بادشاہی صرف رب تعالیٰ کی صفت ہے۔

[5] کیونکہ عبادت اللہ کے لیے ہے اور استعانت یعنی مدد بندے کے لیے ہے لہٰذا یہ آیت رب و بندے کے درمیان ہے۔

[6] یعنی بندے اپنے ہر کام میں خصوصاً عبادات میں مجھ سے مدد مانگ رہا ہے میں اس کی ضرور مدد کروں گا اور اس کے بعد بھی جو دعائیں مانگے گا قبول کروں گا۔

قَالَ هٰذَا لِعَبْدِیْ وَلِعَبْدِیْ مَا سَاَلَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَبَا بَكْرٍ وَّعُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا كَانُوْا یَفْتَتِحُوْنَ
الصَّلٰوةَ بِالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَمَّنَ الْاِمَامُ فَاَمِّنُوْا فَاِنَّهٗ مَنْ
وَّافَقَ تَاْمِیْنُهٗ تَاْمِیْنَ الْمَلٰٓئِكَةِ غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ مُتَّفَقٌ
عَلَیْهِ وَفِیْ رِوَایَةٍ قَالَ اِذَا قَالَ الْاِمَامُ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا
الضَّآلِّیْنَ فَقُوْلُوْا اٰمِیْنَ فَاِنَّهٗ مَنْ وَّافَقَ قَوْلُهٗ قَوْلَ الْمَلٰٓئِكَةِ

علیہم ولا الضالین تو فرماتا ہے یہ میرے بندے کے لیے ہے اور میرے بندے کے لیے وہ ہے جو مانگے ۵ (مسلم) روایت ہے حضرت انس سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نماز الحمد للہ رب العالمین سے شروع کرتے تھے ۶ (مسلم) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو جس کی آمین فرشتے کی آمین کے موافق ہوگی تو اس کے گزشتہ گناہ بخش دیئے جائیں گے ۷ (مسلم، بخاری) اور ایک روایت میں ہے کہ فرمایا جب امام کہے غیر المغضوب علیہم ولا الضالین تو تم کہو آمین ۸ کہ جس کا کلام فرشتے کے کلام کے موافق ہوا اس کے پچھلے گناہ بخش

۵ یعنی خدایا ہمیں اس راستہ کی ہدایت دے جو تیرے انعام والے بندوں کا راستہ ہے اولیاء، صالحین، شہداء و صدیقین کا۔ معلوم ہوا کہ وہ دین حق ہے جس میں اولیاء اللہ ہوں وہ صرف اہل سنت والجماعت کا دین ہے کہ ان کے سوا کسی فرقہ میں اولیاء اللہ نہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ انعمت علیہم پر وقف ہے ورنہ فاتحہ کی آیات سات نہ ہوں گی کیونکہ یہاں بسم اللہ کو الحمد میں شامل نہیں کیا گیا۔ لہذا یہ حدیث احناف کی دلیل ہے۔

۶ یعنی جو کچھ اس سورت میں مانگے اور جو اس کے بعد مانگے وہ سب اسے دوں گا۔ بعض مشائخ کا طریقہ ہے کہ وہ دم کرتے وقت الحمد شریف پڑھا کرتے ہیں ان کا ماخذ یہ حدیث ہے۔

۷ یعنی یہ حضرات جیسے اعوذ باللہ آہستہ کہتے تھے ایسے ہی بسم اللہ بھی۔ جہراً الحمد للہ سے شروع کرتے تھے لہذا یہ حدیث احناف کی قوی دلیل ہے کہ بسم اللہ ہر سورت کا جز نہیں ورنہ جہراً پڑھی جاتی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر پہلی وحی اقرأ باسم ربک آئی وہاں بسم اللہ نہ آئی۔

۸ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ نماز میں الحمد کے ختم پر امام بھی آمین کہے گا دوسرے یہ کہ ہماری حفاظت کرنے والے اور نامۂ اعمال لکھنے والے فرشتے نمازوں میں ہمارے ساتھ شریک ہوتے ہیں ولا الضالین پر آمین کہتے ہیں تیسرے یہ کہ

غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ هٰذَا لَفْظُ الْبُخَارِيِّ وَلِمُسْلِمٍ نَحْوُهٗ وَفِيْ أُخْرٰى لِلْبُخَارِيِّ قَالَ إِذَا أَمَّنَ الْقَارِئُ فَأَمِّنُوْا فَإِنَّ الْمَلٰٓئِكَةَ تُؤَمِّنُ فَمَنْ وَافَقَ تَأْمِيْنُهٗ تَأْمِيْنَ الْمَلٰٓئِكَةِ غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ ؛ وَعَنْ أَبِيْ مُوْسَى الْأَشْعَرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّيْتُمْ فَأَقِيْمُوْا صُفُوْفَكُمْ ثُمَّ لْيَؤُمَّكُمْ أَحَدُكُمْ فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوْا وَإِذَا قَالَ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ فَقُوْلُوْا اٰمِيْنَ يُجِبْكُمُ اللهُ فَإِذَا كَبَّرَ وَرَكَعَ

دیئے جائیں گے[1] یہ بخاری کے لفظ ہیں اور مسلم کے نزدیک اس کی مثل اور بخاری کی دوسری روایت میں ہے کہ فرمایا جب قاری آمین کہے تو تم بھی آمین کہو کیونکہ فرشتے بھی آمین کہتے ہیں جس کی آمین موافق ہوگی فرشتوں کی آمین سے[2] اس کے پچھلے گناہ بخش دیئے جائیں گے[3]؛ روایت ہے حضرت ابوموسیٰ اشعری سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم نماز پڑھو تو صفیں سیدھی کرو پھر تم میں سے کوئی تمہارا امام بن جائے[4] جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب کہے غیر المغضوب علیہم ولا الضالین تو تم آمین کہو اللہ تمہاری قبول کریگا[5] پھر جب تکبیر کہے اور رکوع کرے

آمین بالکل آہستہ کہنی چاہیے کیونکہ فرشتے آہستہ ہی آمین کہتے ہیں جو ہم نہیں سنتے اگر ہم آمین چیخ کر کہیں تو ہماری آمین فرشتوں کی آمین کے خلاف ہوگی پھر ہماری بخشش کیسے ہو جہتے یہ کہ رب کی بارگاہ میں وہی نیکی قبول ہوتی ہے جو نیک بندوں کی طرح ہو ان کی نقل ہماری ہے دیکھو فرمایا گیا کہ جس کی آمین فرشتوں کی سی ہوگی اس کی مغفرت ہوگی۔

[1] اس سے معلوم ہوا کہ مقتدی الحمد نہ پڑھے کیونکہ فرمایا گیا کہ جب امام ولاالضالین کہے تو تم آمین کہو یہ نہ فرمایا کہ جب تم ولاالضالین کہو تو آمین کہو۔ لہٰذا یہ حدیث احناف کی دلیل ہے۔

[2] فقیر کو آہستہ آمین کی چھبیس ۲۶ حدیثیں اور دو آیتیں ملیں مگر نماز میں بالجہر آمین کی کوئی صریح حدیث نہ ملی جس میں نماز کا ذکر ہو اور لفظ جہر ہو اس کی پوری بحث فقیر کی کتاب جاء الحق حصہ دوم میں دیکھو۔ آمین دعا ہے (قرآن کریم) اور دعا آہستہ مانگنی چاہیئے (قرآن کریم) احادیث میں جہاں آمین سے مسجد گونجنے کا ذکر ہے وہاں نماز کا ذکر نہیں اور جہاں نماز کا ذکر ہے وہاں جہر نہیں۔ بلکہ مد بہا صوتہ ہے یا رفع بہا صوتہ جس کے معنی ہیں آمین آواز کھینچ کر کہی۔

[3] خیال رہے کہ ان جیسی تمام حدیث میں موافقت سے مراد کیفیت میں موافقت ہے نہ کہ وقت میں کیونکہ فرشتوں کی آمین کہنے کا تو یہی وقت ہے جب امام ولاالضالین کہتے ہیں مطلب یہ ہے کہ جس کی آمین فرشتوں کی آمین جیسی ہوگی اسی کی بخشش ہوگی یعنی جیسے فرشتے آہستہ آمین کہتے ہیں ایسے یہ بھی آہستہ کہے۔

فَكَبِّرُوْا وَارْكَعُوْا فَاِنَّ الْاِمَامَ يَرْكَعُ قَبْلَكُمْ وَيَرْفَعُ قَبْلَكُمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتِلْكَ بِتِلْكَ قَالَ وَاِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ فَقُوْلُوْا اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ يَسْمَعُ اللّٰهُ لَكُمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّهٗ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَقَتَادَةَ وَاِذَا قَرَاَ فَاَنْصِتُوْا ۔ وَعَنْ اَبِيْ قَتَادَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ

تو تم بھی تکبیر کہو اور رکوع کرو امام تم سے پہلے رکوع میں جائیگا اور تم سے پہلے سر اٹھائیگا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ اس کے بدلے میں ہوا ۶؎ اور جب کہے سمع اللہ لمن حمدہ تو تم کہو اللھم ربنا لک الحمد اللہ تمہاری سنے گا ۷؎ (مسلم) اور مسلم کی ابوہریرہ و قتادہ سے ایک روایت میں ہے کہ جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو ۸؎ روایت ہے حضرت ابو قتادہ سے

۴؎ یہاں اصحاب سے خطاب ہے جو سب عالم و فقیہ تھے۔ یعنی جب تم ایسی جگہ ہو جہاں کوئی امام مقررہ نہ ہو تو چونکہ تم سب علماء و فقہاء ہو لہذا تم میں سے کوئی بھی امام بن جائے لہذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جہاں فرمایا گیا کہ امام وہ بنے جو سب سے زیادہ عالم یا قاری ہو۔

۵؎ یعنی اس آمین کی برکت سے تمہاری الحمد والی تمام دعائیں قبول ہوں گی یا جب تم سب مل کر آمین کہو گے تو قبول ہوگی کیونکہ جماعت کی نماز و دعائیں اگر ایک کی قبول ہو جائیں تو سب کی قبول ہوتی ہے اسی لیے دعا اور عبادات کیلئے جماعت تلاش کرتے ہیں

۶؎ یعنی تمام حرکات و سکنات میں تم امام کے پیچھے رہو کہ امام جب رکوع میں پہنچ جائے تو تم رکوع میں جھکو اور جب رکوع سے سیدھا کھڑا ہو جائے تو تم اٹھو امام رکوع میں تم سے پہلے پہنچے گا اور تم سے پہلے اٹھے گا تو ایک لحظہ رکوع میں تم پیچھے پہنچو گے اور ایک لحظہ بعد میں اٹھو گے وہ کمی اس زیادتی سے پوری ہو کر تمہارا اور امام کا رکوع برابر ہو جائے گا سارے ارکان کا یہی حال ہے۔

۷؎ یعنی جماعت میں امام صرف سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کہے اور مقتدی صرف رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کہے لہذا یہ حدیث احناف کی قوی دلیل ہے بعض روایات میں صرف ربنا لک الحمد ہے بعض میں اَللّٰهُمَّ بھی ہے امام شافعی کے ہاں مقتدی دونوں کلمے کہے یہ حدیث ان کے خلاف ہے۔

۸؎ یہ حدیث امام اعظم کی قوی دلیل ہے کہ مقتدی الحمد نہ کہے کیونکہ امام کی قرأت کے وقت اسے خاموشی ضروری ہے یہ حدیث چند وجہ سے نہایت قوی اور قابل عمل ہے ایک یہ کہ اس کی تائید قرآن کریم سے ہو رہی ہے رب فرماتا ہے وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا الخ۔ دوسرے یہ کہ اس حدیث کی تائید بہت احادیث سے ہو رہی ہے فقیر نے اس کے متعلق چوبیس احادیث جمع کیں دیکھو جاء الحق حصہ دوم تیسرے یہ کہ عام صحابہ کرام کا یہی عمل تھا کہ وہ امام کے پیچھے قرأت سے منع کرتے تھے چنانچہ اسی صحابہ سے یہ ممانعت ثابت ہے چوتھے یہ کہ یہ حدیث عقل کے بھی مطابق ہے کیونکہ جب مقتدی سورت نہیں پڑھتا کہ امام کی قرأت مقتدی کے لیے کافی ہے تو چاہیے کہ فاتحہ بھی نہ پڑھے کہ اس میں بھی امام کی قرأت مقتدی کی

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ فِي الْأُوْلَيَيْنِ بِأُمِّ الْكِتَابِ وَسُوْرَتَيْنِ وَفِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُخْرَيَيْنِ بِأُمِّ الْكِتَابِ وَيُسْمِعُنَا الْآيَةَ أَحْيَانًا وَيُطَوِّلُ فِي الرَّكْعَةِ الْأُوْلٰى مَا لَا يُطَوِّلُ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ وَهٰكَذَا فِي الْعَصْرِ وَهٰكَذَا فِي الصُّبْحِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَعَنْ أَبِي سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ كُنَّا نَحْزُرُ قِيَامَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ فَحَزَرْنَا قِيَامَهُ فِي

فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور دو سورتیں پڑھتے تھے اور آخری دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ پڑھتے تھے[1] اور کبھی ہم کو کوئی آیت سنا دیتے تھے[2] اور پہلی رکعت میں کسی قدر درازی کرتے جو دوسری رکعت میں نہ کرتے[3] یوں ہی عصر میں اور یوں ہی فجر میں کرتے (مسلم، بخاری) روایت ہے ابو سعید خدری سے فرماتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہر و عصر کے قیام کا اندازہ لگاتے تھے[4] تو ہم نے آپ کے ظہر کی

قرأت ہے پانچویں یہ کہ رکوع میں شریک ہونے والے کو رکعت مل جاتی ہے اگر امام کی قرأت اس کے لیے کافی نہ ہوتی بلکہ مقتدی کو بھی فاتحہ پڑھنی فرض ہوتی تو اسے رکعت نہ ملتی چھٹے یہ کہ جلیل القدر صحابہ نے امام کے پیچھے تلاوت کرنے والوں کو بددعائیں دیں۔ چنانچہ ابن مسعود فرماتے ہیں کہ جو امام کے پیچھے پڑھے اس کے منہ میں خاک۔ حضرت عمر فرماتے ہیں کہ جو امام کے پیچھے تلاوت کرے اس کے منہ میں پتھر حضرت سعد ابن ابی وقاص فرماتے ہیں کہ جو امام کے پیچھے تلاوت کرے اس کے منہ میں انگارے وغیرہ ساتویں یہ کہ عام مسلمین کا اس پر عمل ہے نوے فیصد مسلمان حنفی ہیں جو امام کے پیچھے تلاوت نہیں کرتے غرضکہ یہ حدیث بہت قوی ہے۔ دیکھو ہماری کتاب جاء الحق حصہ دوم۔

[1] نماز فرض کی رکعتوں میں چند طرح فرق ہے ایک یہ کہ اس کی اگلی دو رکعتوں میں قرأت فرض ہے آخری رکعتیں نفل۔ دوسرے یہ کہ اول رکعتیں بھری پڑھی جاتی ہیں بعد کی خالی تیسرے یہ کہ فجر، مغرب، عشاء میں اول رکعتوں میں امام اونچی تلاوت کرتا ہے بعد والیوں میں آہستہ چوتھے یہ کہ اول کی دو رکعتیں سفر و حضر ہر حالت میں پڑھی جاتی ہیں مگر آخری دو رکعتیں سفر میں معاف ہو جاتی ہیں یہ تمام مسائل حدیث سے ثابت ہیں جن میں سے ایک مسئلہ یہاں آیا کہ اول رکعتیں بھری پڑھو آخری خالی

[2] یعنی ظہر و عصر کی نمازوں میں سرکار ایک آدھ آیت زور سے پڑھ دیتے تاکہ صحابہ کرام کو معلوم ہو جائے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فلاں سورت پڑھ رہے ہیں اب ہم کو یہ جائز نہیں ہم لوگ اخفائی نمازوں میں ایک آیت بھی زور سے نہیں پڑھ سکتے یہ حضور کی خصوصیات سے ہے۔

[3] یعنی رکعت اول بمقابلہ دوسری رکعت کے کچھ دراز پڑھتے یا اس لیے کہ اس میں سبحانک اللھم، اعوذ، بسم اللہ بھی ہے رکعت دوم میں یہ نہیں یا اس لیے کہ رکعت اول میں قرأت کچھ زیادہ فرماتے تاکہ پیچھے آنے والے شرکت کر سکیں احناف کے نزدیک

الرَّكْعَتَيْنِ الْأُوْلَيَيْنِ مِنَ الظُّهْرِ قَدْرَ قِرَاءَةِ الٓمّٓ تَنْزِيْلُ السَّجْدَةِ وَفِيْ رِوَايَةٍ
فِيْ كُلِّ رَكْعَةٍ قَدْرَ ثَلٰثِيْنَ اٰيَةً وَحَزَرْنَا قِيَامَهٗ فِي الْأُخْرَيَيْنِ قَدْرَ
النِّصْفِ مِنْ ذٰلِكَ وَحَزَرْنَا فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُوْلَيَيْنِ مِنَ الْعَصْرِ عَلٰى
قَدْرِ قِيَامِهٖ فِي الْأُخْرَيَيْنِ مِنَ الظُّهْرِ وَفِي الْأُخْرَيَيْنِ مِنَ الْعَصْرِ عَلَى
النِّصْفِ مِنْ ذٰلِكَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ كَانَ
النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ بِاللَّيْلِ إِذَا يَغْشٰى وَفِيْ
رِوَايَةٍ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلٰى وَفِي الْعَصْرِ نَحْوَ ذٰلِكَ وَفِي الصُّبْحِ أَطْوَلَ

پہلی دو رکعتوں میں قیام کا اندازہ الٓمّٓ تنزیل السجدہ پڑھنے کے بقدر لگایا[1] ایک روایت میں ہے کہ ہر رکعت میں تیس آیتوں کی بقدر[2] اور ہم نے آخری رکعتوں میں قیام کا اندازہ اس سے آدھے کا لگایا[3] اور عصر کی پہلی دو رکعتوں میں ظہر کی آخری رکعتوں کے قیام کی بقدر اندازہ لگایا اور عصر کی آخری رکعتوں میں اس سے آدھا[4] (مسلم) روایت ہے حضرت جابر ابن سمرہ سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ظہر میں واللیل اذا یغشی پڑھتے تھے اور ایک روایت میں ہے کہ سبح اسم ربک الاعلی[5] اور عصر میں اسی طرح اور فجر میں

فتوی اسی پر ہے کہ ہر نماز میں اول رکعت دوسری سے کچھ دراز پڑھے خصوصًا نماز فجر کہ اس میں پہلی رکعت زیادہ دراز کرے لہذا یہ حدیث احناف کے خلاف نہیں بلکہ ان کی مؤید ہے۔

[1] اس سے معلوم ہوا کہ نماز میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات و صفات سوچنا ان میں غور کرنا سنت صحابہ ہے اس سے نماز ناقص نہ ہوگی بلکہ کامل تر ہوگی دیکھو صحابہ کرام حضور کے پیچھے نماز بھی پڑھ رہے ہیں اور یہ خیال بھی رکھ رہے ہیں کہ آپ کا قیام کس قدر ہے یہ ان کے خشوع کے خلاف نہ تھا۔

[2] یعنی اتنا قیام فرماتے تھے کہ ہر رکعت میں الحمد کے علاوہ الٓم تنزیل السجدہ کی بقدر پڑھتے تھے یعنی انتیس آیتیں یا دونوں رکعتوں میں اس صورت کی بقدر مگر پہلے معنی زیادہ مناسب ہیں جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے۔

[3] اس سے معلوم ہوا کہ گزشتہ کلام میں ہر رکعت میں الٓم تنزیل السجدہ کی بقدر قرأت فرماتے تھے نہ کہ دونوں میں۔

[4] یعنی ظہر کی آخری دو رکعتوں میں ہر رکعت میں علاوہ الحمد کے پندرہ آیات۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور ظہر کی آخری رکعتوں میں بھی سورۃ ملاتے تھے خیال رہے کہ فرائض کی آخری رکعتوں میں قرأت نفل ہے لہذا اگر خاموش رہے یا تسبیح پڑھے یا الحمد مع سورت پڑھے یا صرف الحمد پڑھے ہر طرح درست ہے یہاں تیسری صورت کا ذکر ہے یعنی الحمد مع سورت پڑھنا

مِنْ ذٰلِكَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۝ وَعَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الْمَغْرِبِ بِالطُّوْرِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۝ وَعَنْ اُمِّ الْفَضْلِ بِنْتِ الْحَارِثِ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الْمَغْرِبِ بِالْمُرْسَلَاتِ عُرْفًا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۝ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ يُصَلِّيْ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ يَأْتِيْ فَيَؤُمُّ قَوْمَهٗ فَصَلّٰى لَيْلَةً مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِشَاءَ ثُمَّ اَتٰى قَوْمَهٗ فَاَمَّهُمْ فَافْتَتَحَ بِسُوْرَةِ

اس سے کچھ دراز[1] (مسلم) روایت ہے حضرت جبیر ابن مطعم سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مغرب میں سورہ طور پڑھتے سنا[2] (مسلم، بخاری) روایت ہے ام فضل بنت حارث سے[3] فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مغرب میں والمرسلات عرفا پڑھتے سنا[4] (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ حضرت معاذ ابن جبل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے تھے پھر آکر اپنی قوم کی امامت کرتے[5] ایک رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشاء پڑھی پھر اپنی قوم میں آئے ان کے امام بنے اور سورۂ

اور حضور کا یہ عمل شریف بیان جواز کے لیے ہے کیونکہ ان رکعتوں کا خالی پڑھنا قریب ہے (اشعہ)
یعنی عصر کی اول رکعتوں میں ہر رکعت میں پندرہ آیتیں اور آخری دو رکعتوں میں پندرہ آیتیں اس سے معلوم ہوا کہ عصر میں قرأت بمقابلہ ظہر کم ہونی چاہیے کہ احناف کے نزدیک فجر و ظہر میں طوال مفصل پڑھنا اور عصر و عشاء میں وسط مفصل پڑھنا مستحب ہے یہ حدیث اس کا ماخذ ہو سکتی ہے۔ [6] یعنی ظہر کی رکعت اول میں وَاللَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى یا سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى پڑھتے تھے یا دونوں رکعتوں میں یہ سورت اس طرح پڑھتے کہ ہر رکعت میں آدھی سورت۔ مگر پہلے معنی زیادہ موزوں ہیں کیونکہ ہر رکعت میں پوری سورت پڑھنا نصف سورت پڑھنے سے زیادہ بہتر ہے خیال رہے کہ ظہر و عصر میں تلاوت آہستہ ہوتی ہے لہذا صحابہ کرام کو اس تلاوت کا علم یا تو حضور کے بتانے سے ہوا یا سرکار ایک آدھ آیت آواز سے پڑھ دیتے تھے تاکہ صحابہ کو پتہ لگے کہ کون سی سورت پڑھ رہے ہیں۔
[1] خیال رہے کہ نماز کی قرأت میں احادیث مختلف آئیں ہیں مگر متعارض نہیں کیونکہ سرکار کی تلاوت موقع اور حالت کے لحاظ سے مختلف تھی کبھی لمبی قرأت فرماتے کبھی چھوٹی جیسا موقع نیز بعض حالات میں مستحب پر عمل فرماتے بعض حالات میں صرف جواز پر لہذا احادیث مخالف نہیں [2] یعنی مغرب کی دونوں رکعتوں میں پوری سورۂ طور پڑھتے تھے یا طور کی بعض آیات جو کچھ ہو یہ بیان جواز کے لیے ہے ورنہ مغرب میں قصار مفصل کی سورتیں پڑھنا مستحب ہے سورۂ طور میں ۴۹ آیات ہیں اگرچہ پوری

الْبَقَرَةِ فَانْحَرَفَ رَجُلٌ فَسَلَّمَ ثُمَّ صَلَّى وَحْدَهُ وَانْصَرَفَ فَقَالُوْا لَهُ أَنَافَقْتَ يَا
فُلَانُ قَالَ لَا وَاللّٰهِ وَلَآتِيَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَأُخْبِرَنَّهُ
فَأَتَى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّا أَصْحَابُ نَوَاضِحَ

بقر شروع کر دی تو ایک شخص پھر گیا ؎ کہ اس نے سلام پھیر کر اکیلے نماز پڑھی اور چلا گیا لوگوں نے کہا
اے فلاں کیا تو منافق ہو گیا۔ بولا نہیں رب کی قسم میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جاؤں گا اور آپ
کو خبر دوں گا ؎ پھر وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ ہم لوگ اونٹ والے ہیں ؎

صورت مغرب میں پڑھی جاوے تو بھی وقت تنگ نہیں ہوتا ؎ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ آپ حضور کی چچی یعنی حضرت عباس کی زوجہ اور عبداللہ ابن عباس اور فضل ابن عباس کی والدہ ہیں ؎ یہ واقعہ کبھی کبھی ہوا وہ بھی بیان جواز کے لیے غالب یہ ہے کہ پوری سورۃ ایک یا دو رکعتوں میں پڑھی ؎ ظاہر یہ ہے کہ حضرت معاذ حضور کے ساتھ نفل پڑھ لیتے تھے پھر اپنی قوم میں آکر انہیں فرض پڑھاتے تھے کیونکہ اس حدیث میں یہ ذکر نہیں کہ آپ پہلے فرض پڑھتے تھے اور بعد میں نفل۔ نیز یہ نفل تو حضرت معاذ کا ہے۔ اور اس کے راوی حضرت جابر ہیں اور کسی نیت صرف اندازے سے معلوم نہیں ہو سکتی اور اگر آپ حضور کے ساتھ فرض ہی پڑھتے ہوں تو اپنی قوم کے ساتھ بھی فرض ہی پڑھتے تھے اور یہ اس زمانے کا واقعہ ہے جب ایک فرض دو بار پڑھے جاتے تھے بعد میں یہ حکم منسوخ ہو گیا چنانچہ حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ ہم کو ایک فرض دو بار پڑھنے سے منع کیا۔ اور اگر آپ حضور کے پیچھے فرض ہی پڑھتے تھے اور اپنی قوم کے ساتھ نفل تو یہ آپ کا اجتہادی عمل ہے جس کی حضور کو اطلاع نہیں دی گئی تھی اطلاع ہونے پر حضور نے اس سے منع فرما دیا چنانچہ امام احمد نے حضرت سلیم سلمی سے روایت کی کہ جب حضور کی بارگاہ میں حضرت معاذ کا یہ واقعہ پیش کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اے معاذ تم فتنہ گر نہ بنو یا میرے ہی ساتھ نماز پڑھا کرو یا اپنی قوم کو ہلکی نماز پڑھایا کرو بہرحال یہ حدیث حنفیوں کے خلاف نہیں اور اس سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ نفل والے کے پیچھے فرض والے کی نماز جائز ہے اس کی مزید تحقیق ہماری کتاب جاء الحق حصہ دوم میں دیکھو خیال رہے کہ فرض والے کے پیچھے نفل والے کی نماز جائز ہے مگر نفل والے کے پیچھے فرض والے کی نماز جائز نہیں ہے کیونکہ ترمذی ابوداؤد احمد وغیرہ میں ہے کہ حضور فرماتے ہیں۔ اَلْاِمَامُ ضَامِنٌ امام ضامن ہے یعنی مقتدی کی نماز امام کے ضمن میں ہے اور ظاہر ہے کہ فرض نفل کو اپنے ضمن میں لے سکتا ہے نہ کہ نفل فرض کو (از لمعات)

؎ یعنی ایک صاحب نے جماعت سے نماز شروع کی مگر جب حضرت معاذ نے سورۂ بقر شروع کی تو وہ سمجھ گئے کہ آپ پوری سورۂ بقر پڑھیں گے تو وہ نماز توڑ کر جماعت سے نکل گئے اور علیحدہ فرض پڑھ کر چلے گئے یہ صاحب حرام ابن ابی کعب انصاری ہیں جیسا کہ مرقات وغیرہ میں ہے ؎ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ جماعت اولیٰ کے وقت جماعت سے علیحدہ رہنا منافقت کی علامت ہے۔ خواہ نماز علیحدہ پڑھے خواہ علیحدہ بیٹھا رہے۔ دوسرے یہ کہ مقتدیوں پر امام کا احترام لازم ہے حتی الامکان ان پر زبان طعن دراز نہ کریں دیکھو حضرت حرام اور دوسرے صحابہ نے حضرت معاذ سے لڑائی شروع نہ کر دی۔

نَعْمَلُ بِالنَّهَارِ وَإِنَّ مُعَاذًا صَلّٰى مَعَكَ الْعِشَاءَ ثُمَّ أَتٰى قَوْمَهُ فَافْتَتَحَ بِسُورَةِ الْبَقَرَةِ فَأَقْبَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى مُعَاذٍ فَقَالَ يَا مُعَاذُ أَفَتَّانٌ أَنْتَ اقْرَأْ وَالشَّمْسِ وَضُحَاهَا وَالضُّحٰى وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشٰى وَسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلٰى مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ وَعَنِ الْبَرَاءِ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الْعِشَاءِ وَالتِّينِ وَالزَّيْتُونِ وَمَا سَمِعْتُ أَحَدًا أَحْسَنَ صَوْتًا مِنْهُ

دن بھر کام کرتے ہیں اور حضرت معاذ نے آپکے ساتھ نماز پڑھی پھر اپنی قوم میں آئے سورہ بقر شروع کردی [1] تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معاذ پر متوجہ ہوئے اور فرمایا اے معاذ کیا تم فتنہ گر ہو والشمس و ضحٰہا اور والضحٰے واللیل اذا یغشٰے اور سبح اسم ربک الاعلٰی پڑھا کرو [2] (مسلم، بخاری)۔ روایت ہے حضرت براء سے فرماتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عشاء میں والتین والزیتون پڑھتے سنا اور آپ سے زیادہ خوش آواز کسی کو

بلکہ حضور کی بارگاہ میں شکایت پیش کی حضور نے انہیں سمجھایا تیسرے یہ کہ امام کی بھی شکایت سلطان اسلام یا قاضی اسلام سے کر سکتے کہ وہ امام کو سمجھا بجھا دیں۔ اس میں کوئی حرج نہیں سنت صحابہ سے ثابت ہے [2] نواضح ناضح کی جمع ہے ناضح وہ اونٹنی ہے جو کھیتوں کو پانی دے خواہ اس طرح کہ رہٹ چلاتے یا اس طرح کہ دور سے پانی اس پر لاد کر لایا جائے اور کھیتوں میں چھینکا جاوے شکایت کا خلاصہ یہ ہے کہ ہم لوگ دن بھر کام کاج کی باعث تھک جاتے ہیں رات کو لمبی قرأت سے نماز نہیں پڑھ سکتے ۔

[1] ظاہر یہ ہے کہ یہ شکایت حضرت معاذ کی موجودگی میں ہوئی اور اگر ان کے پس پشت ہوئی تو غیبت نہیں بلکہ اصلاح ہے جیسے استاد سے بعض شاگردوں کی شکایت کرنا لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں [2] یعنی چونکہ تمہارے پیچھے کاروباری لوگ بھی ہوتے ہیں اور محنت مزدوری کرنے والے بھی لہذا انہیں نماز مختصر پڑھایا کرو اس واقعہ سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ مقتدی بوقت ضرورت نماز توڑ سکتا ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صاحب پر نماز توڑنے کی وجہ سے عتاب نہ فرمایا یہ نہ کہا کہ تم نے دوبارہ نماز پڑھ لی ہوگی پھر مجھ سے شکایت کی ہوگی دوسرے یہ کہ نماز توڑنا ہو تو سلام پھیر دے کہ یہ سلام اگرچہ بے وقت ہے مگر اسے نماز سے خارج کردے گا اور اگر یونہی بغیر سلام نماز سے پھر جاوے تب بھی درست۔ تیسرے یہ کہ امام پر لازم ہے کہ مقتدیوں کے حالات کا خیال رکھے تاکہ لوگ جماعت سے بددل نہ ہو جاویں۔ خیال رہے کہ یہاں حضور نے حضرت معاذ کو خلاف ترتیب سورتیں پڑھنے کی اجازت نہیں دی جیسا کہ بعض شارحین نے سمجھا بلکہ بطور مثال ان سورتوں کا ذکر فرمایا کہ ان جیسی سورتیں اور آیتیں پڑھ لیا کرو۔

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الْفَجْرِ بِقٓ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ وَنَحْوِهَا وَكَانَتْ صَلٰوتُهُ بَعْدُ تَخْفِيْفًا رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ اَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الْفَجْرِ وَاللَّيْلِ اِذَا عَسْعَسَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ، وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ السَّائِبِ قَالَ صَلّٰى لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصُّبْحَ بِمَكَّةَ

نہ سنا ۱ (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت جابر ابن سمرہ سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فجر میں قٓ والقرآن المجید وغیرہ پڑھا کرتے تھے پھر بعد میں آپ کی نماز ہلکی ہوگئی ۲ (مسلم) روایت ہے عمرو بن حریث سے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فجر میں واللیل اذا عسعس پڑھتے سنا ۴ (مسلم) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن سائب سے ۵ فرماتے ہیں کہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں نماز فجر پڑھائی ۶

۱ معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت ہی خوش آواز تھے ابن عساکر کی روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی نبی بدشکل یا بد آواز نہ بھیجا۔ ہر نبی نہایت خوب صورت اور خوش آواز ہوئے۔ بیہقی شریف میں ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نہایت خوش آواز اور بلند آواز تھے کہ آپ کی نماز کی تلاوت عورتیں گھروں میں بے تکلف سن لیتی تھیں (مرقات) غرض کہ رب تعالیٰ نے اپنے محبوب کو ہر انداز محبوبانہ بخشا۔ ۲ یعنی اولاً جب صحابہ تھوڑے تھے تو آپ نماز فجر بہت دراز پڑھاتے تھے جب صحابہ کی تعداد بڑھ گئی ان میں اکثر کام کاج والے تھے تو فجر ہلکی پڑھانی شروع کردی تاکہ ان کو مشقت نہ ہو یا یہ مطلب ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فجر میں دراز تلاوت کرتے اور بعد کی نمازوں میں مختصر تلاوت، اب بھی سنت یہ ہے کہ فجر کی نماز دراز پڑھی جاتے۔ یہاں بہت توجیہیں ہیں مگر پہلے معنی زیادہ واضح ہیں۔ ۳ آپ کی کنیت ابو سعید ہے قرشی ہیں مخزومی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت آپ کی عمر بارہ سال تھی حضور نے آپ کے سر پر ہاتھ پھیرا ہے اور دعا برکت کی ہے ۴ اس سے مراد اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ہے چونکہ یہ الفاظ اس سورت شریف میں آتے ہیں اس لیے ان کلمات سے وہ سورۃ بیان فرمائی یہ سورت طوال مفصل سے ہے اس میں انتیس آیات ہیں ۵ آپ قبیلہ بنی مخزوم سے ہیں اہل مکہ کے قرأت قرآن میں استاذ ہیں حضرت ابی ابن کعب کے شاگرد ہیں بہت صحابہ نے آپ سے احادیث روایت کیں

۶ فتح مکہ کے دن جیسا کہ نسائی شریف کی حدیث میں ہے لہٰذا یہ واقعہ ہجرت سے پہلے کا نہیں جیسا کہ بعض نے سمجھا یعنی آپ قرأت زیادہ کرنا چاہتے تھے مگر درمیان میں کھانسی آجانے کی وجہ سے رکوع فرمادیا کہ اگر امام کو دوران نماز میں کوئی حادثہ پیش آجاوے جس سے وہ بدراز قرأت نہ کرسکے۔ تو رکوع کردے اس سے بہت مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

فَاسْتَفْتَحَ سُوْرَةَ الْمُؤْمِنِيْنَ حَتّٰى جَآءَ ذِكْرُ مُوْسٰى وَهَارُوْنَ اَوْ ذِكْرُ عِيْسٰى اَخَذَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَعْلَةٌ فَرَكَعَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَاُ فِي الْفَجْرِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ بِالٓمّٓ تَنْزِيْلُ فِي الرَّكْعَةِ الْاُوْلٰى وَفِي الثَّانِيَةِ هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ قَالَ اسْتَخْلَفَ مَرْوَانُ اَبَا هُرَيْرَةَ عَلَى الْمَدِيْنَةِ وَخَرَجَ اِلٰى مَكَّةَ فَصَلّٰى لَنَا اَبُوْ هُرَيْرَةَ الْجُمُعَةَ فَقَرَاَ سُوْرَةَ الْجُمُعَةِ

سورہ مومنون شروع کی حتی کہ موسیٰ و ہارون کا ذکر یا عیسیٰ کا ذکر آیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کھانسی آگئی تو رکوع فرمادیا (مسلم) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن فجر کی پہلی رکعت میں الم تنزیل اور دوسری رکعت میں ہل اتی علی الانسان پڑھتے تھے[1] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت عبیداللہ ابن ابی رافع سے[2] فرماتے ہیں کہ مروان نے حضرت ابوہریرہ کو مدینہ منورہ پر اپنا خلیفہ بنایا اور خود مکہ معظمہ چلا گیا[3] تب ہمیں حضرت ابوہریرہ نے جمعہ پڑھایا تو پہلی رکعت میں سورہ جمعہ پڑھی

[1] یعنی کبھی کبھی جمعہ کی فجر میں یہ سورتیں پڑھا کرتے تھے اب بھی امام کو چاہیے کہ حصول برکت اور ادائے سنت کے لیے کبھی جمعہ کی فجر میں یہ سورتیں پڑھ لیا کرے امام شافعی کے نزدیک جمعہ کی فجر میں یہ سورتیں پڑھنا سنت مؤکدہ ہیں۔ خیال رہے کہ امام ہمیشہ ایک ہی سی سورت نماز میں نہ پڑھا کرے کہ اس سے مقتدی دھوکا کھائیں گے کہ شاید یہی سورت پڑھنا واجب ہے دوسری نماز ہی نہ ہو بلکہ ادل بدل کر پڑھا کرے۔ اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال کریمہ اس بارے میں مختلف آرہے ہیں چونکہ ان سورتوں میں حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش، جنت، دوزخ کی پیدائش اور قیامت کے حالات کا ذکر ہے اور یہ واقعات جمعہ ہی کو ہوئے اور قیامت بھی جمعہ ہی کو ہوگی۔ لہذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ سورتیں جمعہ کے دن پڑھا کرتے تھے اور غالب یہ ہے کہ آپ الم سجدہ میں سجدہ تلاوت بھی کرتے تھے۔ مگر اب فقہاء فرماتے ہیں کہ سوا تراویح کے اور نمازوں میں سجدہ والی آیات و سورتیں نہ پڑھے تاکہ لوگ غلطی میں نہ پڑیں۔

[2] آپ مدنی ہیں مشہور تابعین میں سے ہیں حضرت علی مرتضیٰ کے کاتب تھے آپ کے والد ابو رافع حضور کے آزاد کردہ غلام ہیں۔

[3] یعنی جب مروان مدینہ منورہ کا حاکم تھا تو ایک دفعہ اپنے زمانہ حکومت میں خود حج کرنے گیا اور اپنی جگہ حضرت ابوہریرہ کو حاکم مدینہ بنا گیا۔ تب یہ واقعہ پیش آیا۔

[4] یعنی مروان اپنی موجودگی میں خود جمعہ پڑھایا کرتا تھا۔ کیونکہ امامت کا حق سلطان اسلام یا اس کے نائب کو ہے جب حضرت ابوہریرہ حاکم اسلام مقرر ہوئے تب آپ نے جمعہ پڑھایا۔

فِي السَّجْدَةِ الْأُولَى وَفِي الْآخِرَةِ إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ بِهِمَا يَوْمَ الْجُمُعَةِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ❊ وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الْعِيدَيْنِ وَفِي الْجُمُعَةِ بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى وَهَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ الْغَاشِيَةِ قَالَ وَإِذَا اجْتَمَعَ الْعِيدُ وَالْجُمُعَةُ فِي يَوْمٍ وَاحِدٍ قَرَأَ بِهِمَا فِي الصَّلَاتَيْنِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ❊ وَعَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ سَأَلَ أَبَا وَاقِدٍ اللَّيْثِيَّ مَا كَانَ يَقْرَأُ بِهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْأَضْحَى وَ

اور دوسری میں اذا جاءک المنافقون پھر فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جمعہ کے دن یہ سورتیں پڑھتے سنا [1] (مسلم) روایت ہے حضرت نعمان ابن بشیر سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عیدین اور جمعہ میں سبح اسم ربک الاعلیٰ اور ھل اتٰک حدیث الغاشیہ پڑھتے تھے۔ فرماتے ہیں کہ جب عید اور جمعہ ایک دن میں جمع ہوجاتے تو یہ دونوں سورتیں دونوں نمازوں میں پڑھتے [2] (مسلم) روایت ہے حضرت عبید اللہ سے [3] کہ حضرت عمر ابن خطاب نے حضرت ابو واقد لیثی سے پوچھا [4] کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بقرعید اور عید میں کون سی سورتیں پڑھتے تھے

[1] آپ جمعہ میں کبھی کبھی یہ سورتیں بھی پڑھتے تھے یہاں ہمیشگی کا ذکر نہیں لہذا یہ حدیث دیگر احادیث کے خلاف نہیں۔

[2] عیدین میں بھی اور جمعہ میں بھی اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ اگر عید اور جمعہ جمع ہو جائیں تو نماز عید کی وجہ سے نماز جمعہ معاف نہ ہوجائے گی بدستور فرض رہے گی حضرت عثمان غنی نے جو اپنے دور خلافت میں نماز عید کے بعد فرمایا تھا کہ جمعہ کی نماز کے لیے جو چاہے ٹھہرے جو چاہے چلا جائے یہ ان گاؤں والوں سے خطاب تھا جن پر نماز عید واجب تھی اور نہ نماز جمعہ فرض برکت کے لیے عید و جمعہ پڑھنے ٹھہر جاتے تھے۔ لہذا ان کا یہ فرمان اس حدیث کے خلاف نہیں۔ دوسرے یہ کہ عید و جمعہ کا اجتماع منحوس نہیں جیسا کہ آجکل عوام نے سمجھ رکھا ہے بلکہ اس میں دو برکتوں کا اجتماع ہے اور حضور کے زمانہ میں ایسا ہوا ہے۔ تیسرے یہ کہ ایک سورت دو نمازوں میں پڑھنا جائز ہے۔ خیال رہے کہ یہاں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اکثری عمل مراد ہے دائمی نہیں ورنہ آپ سے نماز جمعہ عیدین میں اور سورتیں پڑھنا بھی ثابت ہیں

[3] یہ عبید اللہ تابعی ہیں آپ کا نام عبید اللہ ابن عبداللہ ابن عتبہ ابن مسعود ہذلی ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود کے بھتیجے ہیں اور ابو واقد کا نام ابن حارث

[4] حضرت عمر کا یہ سوال حاضرین کو مسئلہ سمجھانے کے لیے تھا ورنہ آپ حضور کے حالات طیبہ سے بہت زیادہ واقف تھے۔ حاضرین

الْفِطْرِ فَقَالَ يَقْرَأُ فِيهِمَا بِقٓ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ وَاقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ﴿ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ فِي رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ قُلْ يَا أَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ وَقُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ﴿ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ قُوْلُوْا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا وَالَّتِي فِي اٰلِ عِمْرَانَ قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلٰى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ﴿ اَلْفَصْلُ الثَّانِي ﴿ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْتَتِحُ صَلٰوتَهُ بِبِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ لَيْسَ إِسْنَادُهُ بِذَالِكَ ﴿ وَعَنْ وَائِلِ بْنِ

انہوں نے فرمایا کہ ان دونوں میں ق والقرآن المجید اور اقتربت الساعۃ پڑھتے تھے (مسلم) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی دو رکعتوں میں قل یا ایہا الکافرون اور قل ہو اللہ احد پڑھیں لہ (مسلم) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی دو رکعتوں میں قولوا آمنا باللہ وما انزل الینا اور آل عمران والی آیت قل یا اہل الکتاب تعالوا الخ پڑھتے تھے لہ (مسلم) دوسری فصل روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نماز بسم اللہ الرحمن الرحیم سے شروع کرتے تھے (ترمذی) اور وہ کہتے ہیں کہ اس حدیث کی اسناد قوی نہیں لہ روایت ہے حضرت وائل ابن

کے ذہن میں جمانے کے لیے آپ نے یہ سوال کیا۔

لہ یعنی فجر کی سنتوں میں رکعت اول میں قُلْ يَا أَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ اور رکعت دوم میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ پڑھتے تھے۔ کیونکہ سرکار ایک آدھ آیت اونچی بھی پڑھ دیتے تھے اس لیے صحابہ کرام کو یہ پتہ لگ جاتا تھا اور اگر فجر کے فرض مراد ہوں تو یہ واقعہ کسی سفر کا ہو گا ورنہ حضور گھر میں فجر میں اکثر طوال مفصل کی بڑی بڑی سورتیں پڑھتے تھے۔

لہ یعنی فجر کے فرضوں میں رکعت اول میں سورۂ بقر کا یہ رکوع اور دوسری رکعت میں سورۂ آل عمران کا وہ رکوع پڑھتے تھے معلوم ہوا کہ نماز میں الحمد کے ساتھ رکوع ملانا بھی سنت ہے اگرچہ پوری سورۃ ملانا زیادہ بہتر ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اکثر عمل ہے۔

لہ لہٰذا اس حدیث سے یہ مسئلہ ثابت نہیں ہو سکتا کہ امام اونچی آواز سے بسم اللہ پڑھے اور اگر حدیث صحیح ہو تب بھی بسم اللہ پڑھنے کا ذکر ہے نہ کہ جہر سے پڑھنے کا مطلب یہ ہے کہ نماز کی قرأت ایسے شروع کرتے ہیں کہ اولاً آہستہ بسم اللہ پڑھ لیتے پھر جہر سے الحمد یا مطلب یہ ہے کہ تکبیر تحریمہ سے پہلے بسم اللہ پڑھتے برکت کے لیے۔

حُجْرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ فَقَالَ اٰمِيْنَ مَدَّ بِهَا صَوْتَهٗ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْ دَاوٗدَ وَالدَّارِمِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ؛ وَعَنْ اَبِيْ زُهَيْرٍ النُّمَيْرِيِّ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَاَتَيْنَا عَلٰى رَجُلٍ قَدْ اَلَحَّ فِي الْمَسْئَلَةِ فَقَالَ النَّبِيُّ

حجر سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا کہ آپ نے پڑھا غیر المغضوب علیہم ولا الضالین، تو کہا آمین اپنی آواز کھینچ کر[1] (ترمذی، ابوداؤد، دارمی اور ابن ماجہ) روایت ہے حضرت ابوزہیر نمیری سے[2] فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک رات نکلے تو ایک شخص ایسے پہنچے جو دعا مانگنے میں بہت مبالغہ کر رہا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر یہ مہر لگا دے[3]

[1] اس حدیث سے نماز میں اونچی آمین کہنا ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا چند وجہ سے ایک یہ کہ یہاں نماز کا ذکر نہیں ممکن ہے کہ نماز کے علاوہ یہ تلاوت اور آمین ہوئی ہو۔ دوسرے یہ کہ یہاں مَدَّ بِهَا صَوْتَهٗ ہے مَدَّ کے معنی چیخنا نہیں بلکہ اس کے معنی ہیں کھینچنا دراز کرنا اس کا مقابل قصر ہے اسی لیے مہلت دینے، ڈھیل دینے کو مد کہا جاتا ہے رب فرماتا ہے وَيَمُدُّهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم آمین کا الف اور میم مد کے ساتھ پڑھتے تھے بروزن قالین قصر سے نہیں جیسے کہ یہی معنی ظاہر ہیں تیسرے یہ کہ امام احمد، دارقطنی، حاکم، مستدرک، طبرانی، ابوداؤد، طیالسی، ابو یعلیٰ موصلی نے انہی وائل ابن حجر سے روایت کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں جب وَلَا الضَّآلِّيْنَ پڑھا تو قَالَ اٰمِيْنَ وَاَخْفٰى بِهَا صَوْتَهٗ اور ابوداؤد، ترمذی ابن ابی شیبہ نے انہی وائل ابن حجر سے روایت کی وَخَفَضَ بِهَا صَوْتَهٗ اَخْفٰى کے معنی ہیں آہستہ پڑھا اور خَفَضَ کے معنی ہیں پست آواز سے پڑھا تو اب یہاں مَدَّ کے یہ معنی کرنے چاہئیں جو وہاں کے اَخْفٰى اور خَفَضَ کے خلاف نہ ہوں یعنی آواز کھینچی اس لیے یہاں جَهَرَ نہیں بلکہ مَدَّ آیا کیونکہ اَخْفَاء کا مقابل مد نہیں بلکہ جہر ہے رب فرماتا ہے يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا يَخْفٰى جن احادیث میں رَفَعَ بِهَا صَوْتَهٗ ہے وہاں بھی رفع مد کا ترجمہ ہے اور یہی معنی ہیں کہ آواز کھینچ کر پڑھا غرض کوئی حدیث آج تک ایسی نہ مل سکی جس میں نماز کا ذکر ہو اور آمین کے لیے لفظ جہر ہو نیز اونچی آمین کہنا حکم قرآن کے خلاف ہے کیونکہ آمین قرآن کی آیت نہیں بلکہ دعا ہے رب فرماتا ہے قَدْ اُجِيْبَتْ دَعْوَتُكُمَا اور دعا آہستہ کرنی چاہیے رب فرماتا ہے اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً اس کی پوری بحث ہماری کتاب جاء الحق حصہ دوم میں دیکھو۔

[2] آپ کا نام یحییٰ بن نفیر ہے اہل شام میں سے ہیں صحابی ہیں۔

[3] یعنی اگر یہ دعا کے آخر میں آمین کہے تو رب اس کی دعا قبول کرے کہ جیسے مہر کی وجہ سے پارسل بغیر ٹوٹے پھوٹے منزل مقصود تک پہنچ جاتا ہے ایسے ہی آمین کی برکت سے دعا بخیریت رب تک پہنچتی ہے اس سے معلوم ہوا کہ خارج نماز بھی جب دعا مانگے تو آمین کہے۔

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْجَبَ إِنْ خَتَمَ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ بِأَيِّ شَيْءٍ يَخْتِمُ
قَالَ بِآمِيْنَ رَوَاهُ أَبُوْ دَاوٗدَ ٭ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الْمَغْرِبَ بِسُوْرَةِ الْأَعْرَافِ فَرَّقَهَا فِيْ رَكْعَتَيْنِ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ ٭ وَعَنْ
عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ كُنْتُ أَقُوْدُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَاقَتَهٗ فِي
السَّفَرِ فَقَالَ لِيْ يَا عُقْبَةُ أَلَا أُعَلِّمُكَ خَيْرَ سُوْرَتَيْنِ قُرِئَتَا فَعَلَّمَنِيْ قُلْ أَعُوْذُ
بِرَبِّ الْفَلَقِ وَقُلْ أَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ قَالَ فَلَمْ يَرَنِيْ سُرِرْتُ بِهِمَا جِدًّا فَلَمَّا
نَزَلَ لِصَلٰوةِ الصُّبْحِ صَلّٰى بِهِمَا صَلٰوةَ الصُّبْحِ لِلنَّاسِ فَلَمَّا فَرَغَ الْتَفَتَ إِلَيَّ
فَقَالَ يَا عُقْبَةُ كَيْفَ رَأَيْتَ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُوْ دَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ ٭ وَعَنْ جَابِرٍ

تو واجب کرے گا قوم میں سے ایک آدمی نے کہا کس چیز سے مہر لگائے فرمایا آمین سے۔ (ابوداؤد)٭ روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب میں سورۂ اعراف پڑھی یہ سورت دو رکعتوں میں تقسیم کردی [1] (نسائی)٭ روایت ہے حضرت عقبہ ابن عامر سے فرماتے ہیں کہ میں ایک سفر میں حضور کی اونٹنی کی مہار کھینچ رہا تھا کہ مجھ سے فرمایا اے عقبہ کیا میں تمہیں بہترین دو سورتیں نہ بتاؤں جو پڑھی جاتی ہیں مجھے قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس سکھائی [2] فرماتے ہیں کہ مجھے حضور نے ان دو سورتوں کی وجہ سے زیادہ خوش ہوتے نہ دیکھا تو جب نماز صبح کے لیے اترے تو انہیں دو سورتوں سے لوگوں کو فجر پڑھائی جب فارغ ہوئے تو میری طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ اے عقبہ تم نے کیسا دیکھا [3] (احمد، ابوداؤد، نسائی)٭ روایت ہے حضرت جابر

[1] ظاہر یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پوری سورت دو رکعتوں میں پڑھی اس سے اشارۃً معلوم ہوا کہ ستارہ آسمانی سیاہی آنے تک وقت مغرب رہتا ہے سفیدی وقت عشاء نہیں ورنہ اتنی بڑی سورت دو رکعتوں میں پھر پوری نماز کا ادا کرنا مشکل ہوتا۔ لہذا یہ حدیث حنفیوں کی دلیل ہے خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عمل بیان جواز کے لیے ہے۔ ورنہ مغرب میں چھوٹی سورتیں پڑھنا افضل ہے جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اکثری عمل تھا۔ [2] کیونکہ یہ دونوں سورتیں کلام الٰہی بھی ہیں دعا بھی اور مخلوق کے شر سے امان بھی ہر مسلمان کو خصوصًا مسافر کو بہت مفید ہیں خیال رہے کہ قرآن کی بعض سورتیں بعض سے ثواب اور فائدہ کے لحاظ سے اعلیٰ ہیں اگرچہ سب کلام اللہ ہیں جیسے کہ کعبہ معظمہ کا رکن اسود باقی عمارت سے افضل اگرچہ سارا کعبہ بیت اللہ ہے۔
[3] کہ یہ دو سورتیں فجر جیسی اہم نماز میں کافی ہوگئیں اور ان بڑی سورتوں کے قائم مقام ہوگئیں جو فجر میں پڑھی جاتی ہیں [illegible] فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ان سورتوں کو نماز میں پڑھنے کی وجہ سے حضرت عقبہ پر ان کے اسرار کھل گئے تب حضور صلی اللہ علیہ وسلم

سَمُرَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي صَلٰوةِ الْمَغْرِبِ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ
قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ وَقُلْ هُوَ اللهُ اَحَدٌ رَوَاهُ فِي شَرْحِ السُّنَّةِ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ
عَنِ ابْنِ عُمَرَ اِلَّا اَنَّهٗ لَمْ يَذْكُرْ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ
قَالَ مَا اُحْصِيْ مَا سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ
بَعْدَ الْمَغْرِبِ وَفِي الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلٰوةِ الْفَجْرِ بِقُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ وَقُلْ هُوَ
اللهُ اَحَدٌ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَرَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اِلَّا اَنَّهٗ لَمْ
يَذْكُرْ بَعْدَ الْمَغْرِبِ وَعَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ مَا صَلَّيْتُ
وَرَآءَ اَحَدٍ اَشْبَهَ صَلٰوةً بِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ فُلَانٍ قَالَ سُلَيْمَانُ
صَلَّيْتُ خَلْفَهٗ فَكَانَ يُطِيْلُ الرَّكْعَتَيْنِ الْاُوْلَيَيْنِ مِنَ الظُّهْرِ وَيُخَفِّفُ

بن سمرہ سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کی رات نماز مغرب میں قل یا ایہا الکافرون اور قل ہو اللہ احد پڑھتے تھے (شرح سنہ) ابن ماجہ نے حضرت ابن عمر سے روایت کی مگر انہوں نے شب جمعہ کا ذکر نہ کیا [1] روایت ہے حضرت عبداللہ بن مسعود سے فرماتے ہیں کہ شمار نہیں کر سکتا کہ میں نے کس قدر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مغرب کے بعد کی سنتوں اور فجر سے پہلے سنتوں میں قل یا ایہا الکافرون اور قل ہو اللہ احد پڑھتے سنا [2] (ترمذی) اور ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا مگر انہوں نے بعد مغرب کا ذکر نہ کیا روایت ہے حضرت سلیمان ابن یسار سے وہ حضرت ابوہریرہ سے راوی فرماتے ہیں کہ میں نے کسی کے پیچھے ایسی نماز نہ پڑھی جو زیادہ مشابہ ہو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے بمقابلہ فلاں کے [3] سلیمان نے فرمایا کہ میں نے ان کے پیچھے نماز پڑھی تو وہ ظہر کی پہلی دو رکعتیں دراز کرتے تھے اور

نے فرمایا الحمد للہ کچھ دیکھ لیا یہ سورتیں ایسی ہیں۔

[1] ظاہر یہ ہے کہ نماز مغرب سے فرائض مغرب مراد ہیں اور یہ عمل بھی دائمی نہ تھا اکثری تھا۔

[2] سنتوں میں قرأت آہستہ ہوتی ہے جسے دوسرا نہیں سن سکتا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک آدھ آیت اونچی پڑھ دیتے تاکہ لوگوں کو یہ مسئلہ معلوم ہو جائے۔ [3] فلاں سے مراد حضرت علی مرتضیٰ ہیں یا عمرو ابن سلمہ ابن نفیع یا کوئی اور شخص جو مروان ابن عبدالملک کی طرف سے مدینہ کا والی تھا بعض لوگوں نے کہا ہے کہ فلاں سے مراد عمر بن عبدالعزیز ہیں مگر یہ غلط ہے کیونکہ آپ کی ولادت سنہ ۶۱ھ میں ہے اور حضرت ابوہریرہ کی وفات ۵۸ھ یا ۵۹ھ میں لہذا ابوہریرہ کی ملاقات آپ سے نہیں ہوئی۔ (مرقات)

الْأُخْرَيَيْنِ وَيُخَفِّفُ الْعَصْرَ وَيَقْرَأُ فِي الْمَغْرِبِ بِقِصَارِ الْمُفَصَّلِ وَيَقْرَأُ فِي الْعِشَاءِ
بِوَسَطِ الْمُفَصَّلِ وَيَقْرَأُ فِي الصُّبْحِ بِطُوَلِ الْمُفَصَّلِ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَرَوَى
ابْنُ مَاجَةَ إِلَى وَيُخَفِّفُ الْعَصْرَ وَعَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ كُنَّا
خَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي صَلٰوةِ الْفَجْرِ فَقَرَأَ فَثَقُلَتْ عَلَيْهِ الْقِرَاءَةُ فَلَمَّا
فَرَغَ قَالَ لَعَلَّكُمْ تَقْرَءُوْنَ خَلْفَ إِمَامِكُمْ قُلْنَا نَعَمْ يَا رَسُوْلَ اللهِ قَالَ لَا تَفْعَلُوْا
إِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فَإِنَّهُ لَا صَلٰوةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِهَا رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ
وَالنَّسَائِيُّ مَعْنَاهُ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِأَبِيْ دَاوُدَ قَالَ وَأَنَا أَقُوْلُ مَالِيْ يُنَازِعُنِيْ

آخری رکعتیں ہلکی اور عصر کو ہلکی پڑھتے تھے اور مغرب میں قصار مفصل پڑھتے تھے اور عشاء میں وسط مفصل اور صبح میں
طوال مفصل ۱؎ (نسائی) اور ابن ماجہ نے یہاں تک روایت کی کہ عصر ہلکی پڑھتے تھے روایت ہے حضرت عبادہ ابن
صامت سے فرماتے ہیں کہ ہم نماز فجر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے تھے آپ نے قرات کی آپ پر قرات بھاری ہوگئی
جب فارغ ہوئے تو فرمایا شاید تم لوگ اپنے امام کے پیچھے تلاوت کرتے ہو ہم نے کہا ہاں یا رسول اللہ ۲؎ آپ نے فرمایا کہ
سوائے سورہ فاتحہ کے کچھ نہ پڑھا کرو کیونکہ جو فاتحہ نہیں پڑھتا اس کی نماز نہیں ہوتی ۳؎ (ابوداؤد اور ترمذی)
نسائی نے اس کے معنی کی روایت کی ابوداؤد کی ایک روایت میں یوں ہے کہ فرمایا کہ میں دل میں سوچتا تھا کہ مجھ

۱؎ قرآن کریم کے ایک حصہ کا نام مئین ہے ایک کا مثانی اور ایک حصہ کا نام مفصل، سورۂ حجرات سے والناس تک مفصل کہلاتا ہے
اس کے پھر تین حصے ہیں حجرات سے بروج تک طوال مفصل، بروج سے لم یکن تک اوساط مفصل اور لم یکن سے والناس
تک قصار، فجر اور ظہر میں طوال پڑھنا اور عصر و عشاء میں اوساط، مغرب میں قصار پڑھنا مستحب ہے اس مسئلہ کا ماخذ یہ حدیث بھی ہے
۲؎ معلوم ہوا کہ مقتدی کی غلطی کا امام پر اثر پڑتا ہے دیکھو مقتدیوں نے اپنے دل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے قرات کی
جس کا اثر یہ ہوا کہ حضور کو ثقل لگ گیا جیسے اگر مقتدی کی طہارت درست نہ ہو تو امام کو سہو لگتا ہے۔ ۳؎ یہ حدیث ان حضرات کی
دلیل ہے جو امام کے پیچھے قرات کے قائل ہیں کیونکہ اس میں صراحتًا مقتدیوں کو امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنے کا حکم دیا گیا لیکن اس میں چند
طرح گفتگو ہے ایک یہ کہ یہ حدیث ابوہریرہ کی حدیث کے خلاف ہے جو ابھی اس کے بعد آرہی ہے جس میں جہری نمازوں میں مقتدی کو
مطلقًا قرات سے منع کردیا گیا دوسرے یہ کہ یہ حدیث حضرت جابر ابن عبداللہ، عبداللہ ابن مسعود، عبداللہ ابن عباس، زید ابن ثابت، عبداللہ
ابن عمر، علی مرتضیٰ، حضرت عمر کی ان حدیث کے خلاف ہے جن میں امام کے پیچھے مطلق خاموشی کا حکم دیا گیا ہے، تیسرے یہ کہ یہ
حدیث حکم قرآنی کے بھی خلاف ہے رب نے فرمایا فَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا چوتھے یہ کہ اس حدیث کے
متعلق امام ترمذی نے فرمایا کہ زیادہ صحیح یہ ہے کہ اس میں صرف اتنا ہے لَا صَلٰوةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ یعنی اس میں مقتدی

الْقُرْاٰنِ فَلَا تَقْرَؤُوْا بِشَیْءٍ مِّنَ الْقُرْاٰنِ اِذَا جَهَرْتُ اِلَّا بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنْصَرَفَ مِنَ الصَّلٰوةِ جَهَرَ فِیْهَا بِالْقِرَاءَةِ فَقَالَ هَلْ قَرَأَ مَعِیَ اَحَدٌ مِّنْکُمْ اٰنِفًا فَقَالَ رَجُلٌ نَعَمْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اِنِّیْ اَقُوْلُ مَا لِیْ اُنَازَعُ الْقُرْاٰنَ قَالَ فَانْتَهَی النَّاسُ عَنِ الْقِرَاءَةِ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْمَا جَهَرَ فِیْهِ بِالْقِرَاءَةِ مِنَ الصَّلَوَاتِ حِیْنَ سَمِعُوْا ذٰلِكَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَوَاهُ مَالِكٌ وَاَحْمَدُ وَاَبُوْ

پر قرآن کیوں بھاری پڑ رہا ہے لہذا جب میں آواز بلند سے قرأت کروں تو الحمد کے سوا کچھ نہ پڑھو ۔ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس نماز سے فارغ ہوئے جس میں اونچی قرأت کی جاتی ہے تو فرمایا تم میں سے کسی نے میرے ساتھ ابھی قرأت کی ایک شخص نے کہا ہاں یا رسول اللہ ۱؎ فرمایا تب ہی میں سوچتا تھا کہ مجھے کیا ہوا کہ میں قرآن میں جھگڑا کیا جارہا ہوں ۲؎ فرماتے ہیں کہ پھر لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان نمازوں میں قرأت سے باز رہے جن میں بلند قرأت کی جاتی ہے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان سنا ۳؎ (مالک، احمد، ابوداؤد)

کا ذکر نہیں لہذا یہ حدیث ناقابل عمل ہے یا منسوخ ہے ۔ ۱؎ یہ الفاظ بظاہر ہمارے مخالفین کے بھی خلاف ہیں کیونکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ جہری نمازوں میں میرے پیچھے صرف الحمد پڑھا کرو اور اخفائی نمازوں میں الحمد اور سورت سب پڑھ لیا کرو حالانکہ وہ حضرات بھی مقتدی کو سورت پڑھنے کی اجازت نہیں دیتے ۔ ۲؎ معلوم ہوا کہ ساری جماعت صحابہ میں صرف ان صاحب نے حضور کے پیچھے الحمد پڑھی باقی کسی نے نہ پڑھی انہوں نے بھی بے خبری کی وجہ سے پڑھی ۔ ۳؎ یعنی تمہارے پڑھنے کا مجھ پر یہ اثر پڑا کہ مجھے قرآن میں لقمے لگنے لگے اس کی تحقیق ابھی ہم کر چکے کہ مقتدی کی قرأت کا امام پر اثر پڑتا ہے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ انہوں نے جہر کر قرأت کی ہو ورنہ حضور یہ پوچھتے کہ کیا تم نے قرأت کی ہے ۔ ۴؎ یعنی اس فرمان کے بعد صحابہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے جہری نمازوں میں تلاوت بالکل چھوڑ دی نہ الحمد پڑھی نہ اور سورت ۔ خیال رہے کہ نسخ کی ترتیب یہ ہے کہ اولاً مسلمان نمازوں میں باتیں بھی کرتے تھے اور امام کے پیچھے فاتحہ بھی پڑھتے تھے جب یہ آیت اتری وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِیْنَ تو نمازوں میں کلام بند ہوگیا ۔ پھر اس حدیث سے جہری نمازوں میں امام کے پیچھے الحمد پڑھنا بند ہوگئی پھر یہ آیت اتری وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ الخ تب امام کے پیچھے قرأت بالکل بند ہوگئی نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ امام کی قرأت مقتدی کی قرأت ہے نسخ کی یہ ترتیب تفسیر خازن میں وغیرہ میں دیکھو ۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ میں قرآن سے مراد خطبہ ہے اور آیت میں خطبہ کے وقت خاموشی کا حکم دیا گیا ہے ۔ مگر یہ غلط ہے کیونکہ اس آیت کے نزول کے وقت جمعہ فرض ہی نہیں ہوا تھا ۔ اس کی پوری تحقیق ہماری کتاب جاء الحق حصہ دوم میں دیکھو ۔

****

داؤد والترمذي والنسائي وروى ابن ماجة نحوه، وعن ابن عمر والبياضي قالا قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إن المصلي يناجي ربه فلينظر ما يناجيه به ولا يجهر بعضكم على بعض بالقرآن رواه أحمد، وعن أبي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إنما جعل الإمام

(ترمذی، نسائی) ابن ماجہ نے اس کی مثل روایت کی[1] روایت ہے حضرت ابن عمر اور بیاضی سے[2] وہ دونوں کہتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نمازی اپنے رب سے مناجات کرتا ہے تو چاہیے کہ غور کرے کہ اس سے کیا مناجات کرتا ہے[3] اور بعض بعض پر قرآن اونچا نہ پڑھے[4] (احمد) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ امام اس لیے مقرر کیا گیا کہ اس کی پیروی کی جائے[5]

[1] نیز یہ حدیث امام مالک و شافعی نے بھی روایت کی ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے اور ابن حبان نے فرمایا کہ صحیح ہے بیہقی و حمیدی نے اسے ضعیف کہا۔ (مرقات) یعنی یہ حدیث مختلف اسنادوں سے مروی ہے محدثین کو ان میں سے بعض کو صحیح اسناد سے بعض کو حسن سے بعض کو ضعیف سے ہر ایک نے اپنی اسناد کے مطابق اسے حسن یا صحیح وغیرہ کہا۔

[2] آپ کا نام عبداللہ ابن جابر انصاری خزرجی بیاضی ہے قبیلہ بیاضہ ابن عامر ابن زریق کی طرف منسوب ہیں صحیح یہ ہے کہ آپ صحابی ہیں۔

[3] یعنی نماز مومن کی معراج ہے اور بحالت نماز مومن رب سے کلام کرتا ہے تو جو تلاوت قرآن کرے یا دوسرے اذکار کرے اس میں غور کرے دل لگا کر نماز پڑھے کہ نماز کی قبولیت دل لگنے پر ہے

[4] یعنی چند مسلمان مل کر بلند آواز سے قرآن نہ پڑھیں یا ایک آدمی اونچی تلاوت کرے باقی سنیں یا سب آہستہ پڑھیں۔ خیال رہے کہ بچوں کا مل کر اونچی آواز سے قرآن پاک یاد کرنا اس حکم سے خارج ہے کہ وہاں تلاوت قرآن نہیں بلکہ تعلیم قرآن ہے یہ بھی خیال رہے کہ اگرچہ بعض اماموں نے مقتدیوں کو الحمد پڑھنے کا حکم دیا لیکن اسے اونچا پڑھنے کی کسی نے اجازت نہ دی اسی حدیث کی وجہ سے نیز سب کے بلند آواز سے پڑھنے میں قرآن کریم کی بے ادبی ہے۔

[5] یعنی مقتدی پر اعمال نماز میں امام کی پیروی واجب ہے نہ کہ اقوال میں لہذا جو کام کر رہا ہو مقتدی پر بھی کرنا واجب ہیں حتی کہ اگر حنفی مقتدی شافعی امام کے پیچھے نماز فجر پڑھے امام بعد رکوع قنوت نازلہ پڑھے تو حنفی مقتدی پر اس وقت کھڑا رہنا واجب ہے اگرچہ قنوت نہ پڑھے اس کا ماخذ یہی حدیث ہے یہاں اقوال کی پیروی کسی کے نزدیک مراد نہیں۔

لِيُؤْتَمَّ فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوا وَإِذَا قَرَأَ فَأَنْصِتُوا رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ
وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي أَوْفٰى قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ
إِنِّي لَا أَسْتَطِيعُ أَنْ آخُذَ مِنَ الْقُرْآنِ شَيْئًا فَعَلِّمْنِي مَا يُجْزِئُنِي قَالَ قُلْ سُبْحَانَ
اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ قَالَ يَا
رَسُولَ اللّٰهِ هٰذَا لِلّٰهِ فَمَا ذَا لِي قَالَ قُلْ اللّٰهُمَّ ارْحَمْنِي وَعَافِنِي وَاهْدِنِي

تو جب تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب تلاوت کرے تو تم خاموش رہو[1] (ابو داؤد، نسائی، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن ابی اوفیٰ سے فرماتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا عرض کیا کہ میں قرآن کچھ بھی یاد نہیں کر سکتا تو مجھے وہ چیز سکھا دیجئے جو کافی ہو[2] فرمایا یہ کہا کرو سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ[3] عرض کیا یا رسول اللہ یہ تو اللہ کے لیے ہوا میرے واسطے کیا ہے[4] فرمایا کہو الٰہی مجھ پر رحم کر مجھے امن ہدایت

[1] یعنی امام کے پیچھے قرآن بالکل نہ پڑھو نہ فاتحہ نہ دوسری سورت خواہ امام آہستہ تلاوت کر رہا ہو یا زور سے خواہ تم تک اس کی آواز پہنچ رہی ہو یا نہ یہ حدیث ابو ہریرہ مسلم میں بھی ہے جیسا کہ پہلی فصل میں گذر چکا۔ اس کی تائید قرآن کریم کی اس آیت سے بھی ہوتی ہے وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا اسی پر جمہور صحابہ کا عمل ہے کہ وہ امام کے پیچھے قرآن بالکل نہ پڑھتے تھے یہ حدیث امام اعظم ابو حنیفہ کی قوی دلیل ہے اسی حدیث کی بنا پر امام مالک و احمد جہری نمازوں میں مقتدی کو خاموشی کا حکم دیتے۔ بعض حنبلی لوگ فرماتے ہیں کہ مقتدی امام کے سکتوں میں الحمد کی آیتیں پڑھے بعض کے نزدیک امام الحمد پڑھ کر خاموش رہے پھر مقتدی پڑھے حتی کہ امام شافعی کا بھی ایک قول ہے کہ جہری نماز میں مقتدی خاموش رہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث کتنی اہم ہے اور امام اعظم کا مذہب کتنا قوی ہے اس کی پوری بحث ہماری کتاب جاء الحق حصہ دوم میں دیکھو۔

[2] تمام دعاؤں کی طرف سے یا روزانہ تلاوت قرآن کی طرف سے کہ اس کے پڑھنے میں مجھے تلاوت کا ثواب مل جایا کرے یا نماز میں تلاوت قرآن کی طرف سے پہلے دو معنی زیادہ قوی ہیں کیونکہ یہ سائل عربی ہیں قرآن ان کی زبان میں ہے لہذا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ بقدر نماز کے بقدر بھی قرآن یاد نہ کر سکیں نیز یہ دعا جو حضور نے ارشاد فرمائی یہ بھی آیات قرآنیہ کے برابر ہی ہے جب یہ یاد ہو سکتی ہے تو بقدر ضرورت نماز قرآن بھی یاد ہو سکتا ہے (از اشعۃ اللمعات) اگر آخری معنی مراد ہوں تو اس سے مسئلہ یہ معلوم ہوگا کہ نو مسلم جو ابھی قرآن یاد نہ کر سکا ہو گونگا وغیرہ اس کے لیے نماز کے افعال ہی کافی ہیں۔ [3] یعنی اگر تم روزانہ تلاوت قرآن کی جگہ یہ کلمات کہہ لیا کرو اس میں ان شاء اللہ تلاوت کا ثواب پاؤ گے کیونکہ یہ خزائن الٰہیہ میں سے ہیں ان کلمات کے بڑے فضائل آئے ہیں نیز یہ متفرق کلمات قرآنیہ کے جامع ہیں اور رب کی وحدانیت اور صفات ثبوتیہ اور تنزیہیہ کا مجموعہ ہیں۔

[4] یعنی اس میں خدا کی حمد تو آگئی میرے لیے دعا کے الفاظ نہ آئے اس سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ روزانہ کی تلاوت یا ورد

وَارْزُقْنِيْ فَقَالَ هٰكَذَا بِيَدَيْهِ وَقَبَضَهُمَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ اَمَّا هٰذَا فَقَدْ مَلَاَ يَدَيْهِ مِنَ الْخَيْرِ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ وَانْتَهَتْ رِوَايَةُ
النَّسَائِيِّ عِنْدَ قَوْلِهِ اِلَّا بِاللّٰهِ ۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا قَرَاَ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى قَالَ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى
رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاؤُدَ ۔ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَاَ مِنْكُمْ بِالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ فَانْتَهٰى اِلٰى اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ
الْحٰكِمِيْنَ فَلْيَقُلْ بَلٰى وَاَنَا عَلٰى ذٰلِكَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ وَمَنْ قَرَاَ لَا اُقْسِمُ بِيَوْمِ

اور روزی دے [1] پھر اس شخص نے دونوں ہاتھ بند کرکے ان سے یوں اشارہ کیا [2] تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس نے اپنے دونوں ہاتھ خیر سے بھر لیے (ابوداؤد) نسائی کی روایت الا باللہ پر ختم ہوگئی ۔ روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب سبح اسم ربک الاعلیٰ پڑھتے تو فرماتے سبحان ربی الاعلیٰ [4] (احمد ابوداؤد) ۔ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے جو کوئی والتین والزیتون پڑھے [5] اور الیس اللہ باحکم الحاکمین پر پہنچے تو کہے ہاں میں اس پر گواہوں میں سے ہوں [6] اور جو لا اقسم

وظیفوں کے متعلق سوال کر رہے ہیں ۔

[1] یعنی مجھ پر رحم کر میرے پچھلے گناہ معاف کردے اور آئندہ گناہوں سے بچنے کی توفیق دے اور مجھے دین و دنیا کی آفتوں سے نجات دے دین اسلام پر استقامت بخش اور انجام بخیر کی ہدایت دے اور رزق حلال، مخلوق سے استغنا حسن خاتمہ نصیب کر یہ دعا بہت جامع ہے بعض بزرگ دو سجدوں کے درمیان قعدے میں یہ پڑھا کرتے ہیں ۔

[2] یعنی خوشی میں دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں بند کرلیں کہ میں نے دونوں جہان کی نعمتوں پر قبضہ کرلیا یہ قال بمعنی اشارہ ہے

[4] یعنی فوراً اس آیت پر عمل بھی کرلیتے ظاہر یہ ہے کہ قرأت سے مراد نماز کے علاوہ میں تلاوت ہے ورنہ نماز میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی صرف سجدہ میں پڑھا جاتا ہے امام مالک کے ہاں نوافل میں یہ کہہ سکتے ہیں امام شافعی کے ہاں نوافل فرائض سب میں ۔

[5] پوری یا بعض اور پڑھنے سے خارج نماز پڑھنا مراد ہے جیسا کہ عبارت سے ظاہر ہے ۔

[6] یعنی جن انبیاء و اولیاء اور مقبولین بارگاہ نے اس پر گواہی دی ہے میں بھی ان کے زمرے میں شامل ہوں ان کے طفیل میری گواہی بھی قبول فرمالے ۔

الْقِيٰمَةِ فَانْتَهٰى اِلٰى اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقَادِرٍ عَلٰى اَنْ يُّحْيِىَ الْمَوْتٰى فَلْيَقُلْ بَلٰى وَمَنْ
قَرَاَ وَالْمُرْسَلٰتِ فَبَلَغَ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ فَلْيَقُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ
رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ اِلٰى قَوْلِهٖ وَاَنَا عَلٰى ذٰلِكَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ
وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اَصْحَابِهٖ
فَقَرَاَ عَلَيْهِمْ سُوْرَةَ الرَّحْمٰنِ مِنْ اَوَّلِهَا اِلٰى اٰخِرِهَا فَسَكَتُوْا فَقَالَ لَقَدْ
قَرَاْتُهَا عَلَى الْجِنِّ فَكَانُوْا اَحْسَنَ مَرْدُوْدًا مِّنْكُمْ كُنْتُ كُلَّمَا
اَتَيْتُ عَلٰى قَوْلِهٖ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ قَالُوْا لَا بِشَيْءٍ مِّنْ نِّعَمِكَ

یوم القیامۃ پڑھے اور الیس ذلک بقادر علی ان یحیی الموتی پر پہنچے تو کہے کہ ہاں ۱ اور جو والمرسلات پڑھے اور فبای حدیث بعدہ یؤمنون پر پہنچے تو کہے ہم اللہ پر ایمان لائے ۲ (ابوداؤد) اور ترمذی کی روایت اس قول تک ہی ہے کہ میں اس پر گواہوں سے ہوں ۳ روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جماعت صحابہ میں تشریف لائے تو ان کے سامنے اول سے آخر تک سورۃ الرحمن پڑھی تو صحابہ خاموش رہے ۴ تو حضور نے فرمایا کہ میں نے یہ سورت شب جن میں ۵ جنات پر پڑھی تو وہ تم سے اچھے جواب دینے والے تھے میں جب اس قول پر پہنچا فبای آلاء ربکما تکذبان تو کہتے نہیں اے مولا ہم تیری کسی نعمت کو

۱ یعنی ہاں رب مردے زندہ کرنے پر قادر ہے بلیٰ میں نفی کا اثبات نہیں بلکہ منفی کا ثبوت ہوتا ہے۔

۲ یہ حدیث تلاوت قرآن کے باب میں لانی چاہیے تھی مگر چونکہ مؤلف شافعی ہیں جن کے ہاں نماز کی حالت میں بھی یہ الفاظ کہنے چاہئیں اس لیے یہ حدیث قرأت نماز میں لائے احناف کے نزدیک بھی نفل نماز میں یہ کہا جا سکتا ہے چنانچہ حضرت حذیفہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز تہجد میں جب رحمت کی آیت تلاوت کرتے تو رب سے رحمت مانگتے اور جب آیت عذاب پر پہنچتے تو رب کی پناہ مانگتے پھر آگے پڑھتے۔

۳ یعنی نماز کے علاوہ اس سے معلوم ہوا کہ دوستوں سے ملاقات کے لیے جانا قرآن شریف پڑھنا اور سننا سنت ہے حرمین شریف میں اب بھی یہ دستور ہے۔

۴ کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ تلاوت قرآن کے وقت خاموشی فرض ہے قرآن کی یہ آیت ان کے سامنے تھی وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ الخ۔

۵ جب کہ جنات وفد کی شکل میں ایمان لانے کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے یہ واقعہ کئی بار ہوا ان میں سے کسی ایک رات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سورۃ رحمان سنائی

رَبَّنَا نُكَذِّبُ فَلَكَ الْحَمْدُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ،
اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ ٭ عَنْ مُعَاذِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْجُهَنِيِّ قَالَ اِنَّ رَجُلًا مِّنْ
جُهَيْنَةَ اَخْبَرَهُ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَاَ
فِي الصُّبْحِ اِذَا زُلْزِلَتْ فِي الرَّكْعَتَيْنِ كِلْتَيْهِمَا فَلَا اَدْرِيْ اَنَسِيَ اَمْ قَرَاَ
ذٰلِكَ عَمْدًا رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ ٭ وَعَنْ عُرْوَةَ قَالَ اِنَّ اَبَا بَكْرِ الصِّدِّيْقَ
رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ صَلَّى الصُّبْحَ فَقَرَاَ فِيْهِمَا بِسُوْرَةِ الْبَقَرَةِ فِي الرَّكْعَتَيْنِ

نہیں جھٹلاتے تیرے ہی لیے تعریف ہے [1] (ترمذی) اور فرمایا کہ حدیث غریب ہے ٭ تیسری فصل ٭ روایت ہے حضرت معاذ ابن عبداللہ جہنی سے [2] فرماتے ہیں کہ جہینہ کے ایک آدمی نے انہیں خبر دی [3] کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا کہ آپ نے فجر کی دونوں رکعتوں میں اذا زلزلت پڑھی [4] یہ مجھے خبر نہیں آیا بھول گئے یا قصدًا پڑھی (ابوداؤد) ٭ روایت ہے حضرت عروہ سے [5] فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فجر پڑھی تو دونوں رکعتوں میں سورہ بقر پڑھی [6] (مالک)

[1] یعنی جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ آیت پڑھ کر خاموش ہوتے تب وہ یہ عرض کرتے کہ عین تلاوت کی حالت میں۔ لہذا ان کا یہ عمل حکم قرآنی کے خلاف نہ تھا اس سے معلوم ہوا کہ قرآن سنتے وقت رونا جھومنا اور کچھ پیارے کلمات کہنا جو مضمون آیت کے مطابق ہوں بہت بہتر ہے مگر یہ سب کچھ قاری کی خاموشی کی حالت میں ہے

[2] آپ تابعی ہیں مدنی ہیں [illegible]ھ میں وفات پائی بہت ثقہ اور عالم تھے۔

[3] ان کا نام معلوم نہ ہو سکا مگر چونکہ تمام صحابہ عادل ہیں اس لیے صحابی کا نام معلوم نہ ہونا حدیث کو ضعیف یا مجہول نہیں کرتا

[4] ظاہر یہ ہے کہ اس سے فجر کے فرض مراد ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فعل شریف بیان جواز کے لیے ہے اگرچہ افضل یہ ہے کہ فجر میں طوال مفصل میں سے کوئی سورت پڑھی جائے نیز قرأت میں کوئی سورت مکرر نہ ہو مگر چونکہ اس کے خلاف بھی جائز ہے اس لیے حضور نے یہ عمل کیا غالب یہ ہے کہ آپ کا یہ عمل شریف عمدًا تھا۔

[5] آپ عروہ ابن زبیر ہیں قرشی ہیں اسدی ہیں جلیل القدر تابعی ہیں مدینہ کے بڑے فقیہ اور محدث ہیں صائم الدہر تھے صدیق اکبر کے نواسے ہیں یعنی حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق کے فرزند ۲۲ھ میں ولادت ہوئی ۹۴ھ میں وفات پائی آپ کا ایک باغ اور کنواں مدینہ منورہ میں اب تک مشہور ہے لوگ برکت کے لیے اس کا پانی پیتے ہیں فقیر نے بھی وہاں حاضری دی ہے بیر عروہ کے نام سے مشہور ہے۔

[6] ظاہر یہ ہے کہ آپ نے کچھ رکوع رکعت اول میں پڑھے اور کچھ دوسری رکعت میں اور ہو سکتا ہے کہ پوری سورۂ بقر پڑھی آدھی پہلی رکعت میں اور آدھی دوسری میں یہ بھی بیان جواز کے لیے ہے ورنہ فجر کی نمازیں چالیس سے ساٹھ

كِلَيْهِمَا رَوَاهُ مَالِكٌ ۞ وَعَنِ الْفُرَافِصَةِ بْنِ عُمَيْرٍ الْحَنَفِيِّ قَالَ مَا أَخَذْتُ سُورَةَ يُوسُفَ إِلَّا مِنْ قِرَاءَةِ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ إِيَّاهَا فِي الصُّبْحِ مِنْ كَثْرَةِ مَا كَانَ يُرَدِّدُهَا رَوَاهُ مَالِكٌ ۞ وَعَنْ عَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ قَالَ صَلَّيْنَا وَرَاءَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ الصُّبْحَ فَقَرَأَ فِيهِمَا بِسُورَةِ يُوسُفَ وَسُورَةِ الْحَجِّ قِرَاءَةً بَطِيئَةً قِيلَ لَهُ إِذًا لَقَدْ كَانَ يَقُومُ حِينَ يَطْلُعُ الْفَجْرُ قَالَ أَجَلْ رَوَاهُ مَالِكٌ ۞ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ مَا مِنَ الْمُفَصَّلِ سُورَةٌ صَغِيرَةٌ وَلَا كَبِيرَةٌ إِلَّا قَدْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَؤُمُّ بِهَا النَّاسَ فِي الصَّلٰوةِ

روایت ہے حضرت فرافصہ ابن عمیر حنفی سے ۱؎ فرماتے ہیں کہ میں نے سورت یوسف نہیں یاد کی مگر حضرت عثمانؓ کے فجر میں پڑھنے سے کیونکہ آپ یہ بار بار پڑھتے تھے ۲؎ (مالک) روایت ہے حضرت عامر بن ربیعہ سے ۳؎ فرماتے ہیں کہ ہم نے حضرت عمر ابن خطاب کے پیچھے فجر پڑھی تو آپ نے ان دو رکعتوں میں نہایت آہستہ سورہ یوسف اور سورہ حج پڑھی ۴؎ ان سے کہا گیا کہ تب تو آپ فجر چمکتے ہی کھڑے ہوجاتے ہوں گے فرمایا ہاں ۵؎ (مالک) روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی فرماتے ہیں کہ مفصل کی کوئی چھوٹی بڑی سورت ایسی نہیں جو میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پڑھتے نہ سنی ہو جس سے آپ فرض نمازمیں

آیتوں تک پڑھنا مستحب ہے۔

۱؎ آپ تابعین میں سے ہیں مدینہ منورہ کے باشندے قبیلہ بنی حنیفہ سے ہیں جو یمامہ کا مشہور قبیلہ ہے۔

۲؎ اس سے معلوم ہوا کہ ایک سورت بار بار نمازوں میں پڑھنا بلاکراہت جائز ہے۔ دیکھو حضرت فرافصہ عثمان غنی سے سنتے سنتے اس سورت کے حافظ ہوگئے ۳؎ آپ مشہور صحابی ہیں عمر فاروق سے پہلے ایمان لائے۔ دو ہجرتوں کے مہاجر ہیں بدر اور تمام غزوات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے سنہ ۳۲ھ یا سنہ ۳۳ھ میں وفات پائی۔

۴؎ یعنی پہلی رکعت میں پوری سورہ یوسف اور دوسری میں پوری سورہ حج جیسا کہ اگلے کلام سے معلوم ہو رہا ہے اور یقینًا آپ نے سورہ حج کا سجدہ بھی ادا کیا ہوگا اس کی تحقیق پہلے کی جاچکی کہ اب سوا تراویح کے اور نمازوں میں عوام کے ساتھ آیت سجدہ نہیں پڑھنی چاہیے۔ ۵؎ کیونکہ اتنی لمبی سورتیں پوری جب ہی پڑھی جاسکتی ہیں جب کہ وقت زیادہ ملے خیال رہے کہ بعض ائمہ کے ہاں مستحب یہ ہے کہ فجر اندھیرے میں شروع کرے اور اجیالے میں ختم کرے یہ حدیث ان کی دلیل ہے ہمارے

الْمَكْتُوْبَةِ رَوَاهُ مَالِكٌ ، وَعَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَرَأَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ صَلٰوةِ الْمَغْرِبِ بِحٰمٓ الدُّخَانِ

رَوَاهُ النَّسَائِيُّ مُرْسَلًا

بَابُ الرُّكُوْعِ

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقِيْمُوا الرُّكُوْعَ وَالسُّجُوْدَ فَوَاللهِ اِنِّيْ لَاَرَاكُمْ مِنْ بَعْدِيْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ و

لوگوں کی امامت کرتے تھے لہ (مالک) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عتبہ ابن مسعود سے لہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب کی نماز میں حم دخان پڑھی لہ (نسائی ارسالًا)

رکوع کا باب لہ

پہلی فصل روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع سجدے پورے کرو۔ خدا کی قسم میں تم کو اپنے پیچھے سے دیکھتا ہوں لہ (مسلم بخاری)

ہاں شروع بھی یا جلسے میں کرے اور ختم بھی۔ حضرت فاروق اعظم کا یہ فعل اتفاقی ہے اور بیان جواز کے لیے۔
لہ سورہ حجرات سے سورۃ والناس تک مفصل کہلاتا ہے یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم مفصل کی ساری سورتیں ساری نمازوں میں پڑھتے تھے کسی نماز میں طوال مفصل کسی میں اوساط کسی میں قصار۔ لہ آپ حنفی ہیں مدنی ہیں عبداللہ ابن مسعود کے بھتیجے ہیں کوفہ میں رہتے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا مگر زیارت نہ کرسکے اس لیے تابعین میں سے ہیں اور یہ حدیث مرسل ہے کیونکہ اس میں صحابی کا ذکر نہیں لہ بعض یا کل دو دوسرے معنی زیادہ ظاہر ہیں یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز مغرب میں پوری سورہ دخان پڑھی کچھ پہلی رکعت میں کچھ دوسری میں لہ رکوع کے لغوی معنی ہیں جھکنا یا پیٹھ ٹیڑھی کرنا اصطلاح میں کبھی ظاہری دلیتی کو بھی رکوع کہا جاتا ہے اور کبھی پوری رکعت کو بلکہ پوری نماز کو بھی رکوع کہہ دیتے رب فرماتا ہے وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ حق یہ ہے کہ پچھلی امتوں کی نمازوں میں رکوع نہ تھا رکوع صرف اسی امت کی نماز سے مختص ہے رب نے حضرت مریم سے فرمایا وَاسْجُدِيْ وَارْكَعِيْ وہاں رکوع بمعنی خضوع ہے انکا وجہ رکوع ہر رکعت کا رکن ہے کہ رکوع مل جانے سے رکعت مل جاتی ہے۔ لہ ظاہر یہ ہے کہ اس میں خطاب تا قیامت سارے مسلمانوں سے ہے۔ معنی یہ ہیں کہ اے میری امت والو نماز درست پڑھا کرو۔ تم کہیں ہو اور کبھی ہو میں تمہاری نمازیں دیکھتا ہوں بعض روایات میں ہے کہ مجھ پر تمہارے رکوع اور سجدے دل کے خشوع و خضوع پوشیدہ نہیں۔ معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے دلی رازوں سے بھی خبردار ہیں انبیاء و اولیاء آنے والے واقعات کو مثل موجود

عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ كَانَ رُكُوْعُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسُجُوْدُهُ وَبَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ وَاِذَا رَفَعَ مِنَ الرُّكُوْعِ مَا خَلَا الْقِيَامَ وَالْقُعُوْدَ قَرِيْبًا مِنَ السَّوَاءِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ، وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ قَامَ حَتّٰى نَقُوْلَ قَدْ اَوْهَمَ ثُمَّ يَسْجُدُ وَيَقْعُدُ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ حَتّٰى نَقُوْلَ قَدْ اَوْهَمَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ، وَعَنْ عَائِشَةَ

روایت ہے حضرت براء سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا رکوع اور آپ کا سجدہ اور دو سجدوں کے درمیان نشست اور جب رکوع سے سر اٹھاتے سوا قیام اور بیٹھنے کے قریبًا برابر تھا[1] (مسلم،بخاری) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تو کھڑے رہتے حتی کہ ہم کہتے کہ آپ کو وہم ہوگیا پھر سجدہ کرتے اور دو سجدوں کے بیچ بیٹھتے حتی کہ ہم کہتے کہ آپ کو وہم ہوگیا[2] (مسلم) روایت ہے۔

دیکھ لیتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج میں دوزخ و جنت میں عذاب و ثواب پانے والوں کو ان کے ٹھکانوں میں دیکھا۔ حالانکہ یہ عذاب و ثواب بعد قیامت ہوں گے اور ہوسکتا ہے کہ اس میں خطاب صحابہ سے ہو اور بعد بھی خلف ہو۔ یعنی اے صحابہ تم کسی صف میں اور کہیں ہوں مگر ہماری نگاہیں تمہاری نمازوں کو دیکھتی ہیں۔ معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہیں اندھیرے اجالے میں کھلی چھپی چیزوں کو بے تکلف دیکھ لیتی ہیں۔ عیسٰے علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ جو کچھ تم گھروں میں کھا کر یا بچا کر آتے ہو میں تمہیں بتا سکتا ہوں یہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے مرقات نے فرمایا کہ یہ حدیث اپنے ظاہری معنی پر ہے اس میں کسی تاویل وغیرہ کی گنجائش نہیں۔

[1] یعنی قیام تو تلاوت کی وجہ سے اور قعود التحیات درود دعاؤں کی وجہ دراز ہوتے تھے۔ ان کے سوا باقی ارکان رکوع سجدہ وغیرہ برابر ہوتے تھے نہ بہت دراز نہ بہت مختصر۔ بلکہ درمیانے، یہ عام نمازوں کا ذکر ہے۔ سورج گرہن کی نماز میں رکوع سجدہ قیام کے برابر تھے۔

[2] ظاہر یہ ہے کہ یہ نوافل کا ذکر ہو رہا ہے کہ آپ نفل نماز میں رکوع کے بعد قومہ اور دو سجدوں کے درمیان جلسہ میں لمبے ذکر اور دعائیں پڑھتے تھے حتی کہ دیکھنے والا یہ سمجھتا کہ شاید آپ نے قومہ کو قیام سمجھ کر تلاوت شروع کردی یا جلسہ کو قعدہ جان کر التحیات شروع کردی۔ خیال رہے کہ نماز میں بھول چوک یا وہم نبوت کی شان کے خلاف نہیں۔ بہت دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ سہو کیے ہیں۔

رضی اللہ عنہا قالت کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یکثر ان یقول فی رکوعہ وسجودہ سبحانک اللھم ربنا وبحمدک اللھم اغفرلی یتأول القرآن متفق علیہ ۔ وعنھا ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یقول فی رکوعہ وسجودہ سبوح قدوس رب الملائکۃ والروح رواہ مسلم ۔ وعن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی

حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رکوع اور سجدہ میں بہ کثرت یہ کہتے تھے الٰہی اے ہمارے رب تو پاک ہے۔ تیری حمد ہے خدایا مجھے بخش دے قرآن پر عمل کرتے تھے[1] (مسلم، بخاری) روایت ہے انہیں سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رکوع سجدہ میں کہتے تھے پاک بے عیب ہے[2] فرشتوں اور روح کا رب ہے[3] (مسلم) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم

[1] یعنی وفات شریف کے قریب جب یہ آیت کریمہ اتری فسبح بحمد ربک واستغفرہ تو آپ نوافل خصوصاً تہجد کے رکوع سجدے میں یہ پڑھا کرتے تھے ظاہر یہی ہے کہ یہ دعائیں نوافل میں تھیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرائض مسجد میں پڑھاتے تھے اس جگہ عائشہ صدیقہ آپ سے بہت دور ہوتی تھیں۔ ہاں تہجد وغیرہ نوافل گھر میں پڑھتے تھے اس لیے آپ کو ہی یہ سب کچھ سن لیتی تھیں۔ خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے لیے دعائے بخشش کرنا تعلیم امت کے لیے تھا یا اس لیے کہ استغفار بھی عبادت ہے اور بلندی درجات کا ذریعہ ورنہ آپ گناہوں سے معصوم ہیں۔

[2] یہ دونوں صیغے مبالغہ کے ہیں سبوح سے مراد ہے ذاتی عیوب سے پاک قدوس سے مراد ہے صفاتی عیوب سے پاک۔ لہذا تکرار نہیں۔

[3] اگرچہ اللہ تعالیٰ ساری مخلوق کا رب ہے مگر چونکہ فرشتے بے گناہ اور ہمیشہ عبادت کرنے والی مخلوق ہیں نیز سب سے بڑی مخلوق فرشتے ہی ہیں اس لیے خصوصیت سے ان کا ذکر فرمایا روح سے مراد یا جان ہے یا حضرت جبریل علیہ السلام جن کا لقب روح الامین ہے یا خاص فرشتوں کی جماعت یا وہ فرشتہ ہے جس کے ستر ہزار (۷۰۰۰۰) چہرے ہیں ہر چہرے میں ستر ہزار زبانیں اور ہر زبان میں ستر ہزار لغتوں سے خدا تعالیٰ کی حمد۔ مرقات نے فرمایا کہ انسان جنات کا دسواں حصہ ہیں اور جنات کروبی فرشتوں کا دسواں حصہ اور کروبی فرشتے باقی ملائکہ کا دسواں حصہ

اللهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا اِنِّیْ نُهِيْتُ اَنْ اَقْرَأَ الْقُرْاٰنَ رَاكِعًا اَوْ سَاجِدًا فَاَمَّا الرُّكُوْعُ فَعَظِّمُوْا فِيْهِ الرَّبَّ وَاَمَّا السُّجُوْدُ فَاجْتَهِدُوْا فِی الدُّعَآءِ فَقَمِنٌ اَنْ يُّسْتَجَابَ لَكُمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَالَ الْاِمَامُ سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ فَقُوْلُوْا اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ فَاِنَّهٗ مَنْ وَّافَقَ قَوْلُهٗ قَوْلَ الْمَلٰٓئِكَةِ غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ اَبِیْ اَوْفٰى قَالَ كَانَ

نے کہ مجھے رکوع اور سجدے میں تلاوت قرآن سے منع کیا گیا ہے ۱ رکوع میں تو رب کی تعظیم کرو ۲ اور سجدے میں دعائیں کوشش کرو کہ وہ دعائیں قبولیت کے لائق ہیں ۳ (مسلم) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم اللہم ربنا لک الحمد کہو کیونکہ جس کا کلام فرشتوں کے کلام کے موافق ہوگا اس کے پچھلے گناہ معاف کردیئے جائیں گے ۴ (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن ابی اوفی سے فرماتے ہیں

۱ یہ ممانعت تنزیہی ہے کیونکہ ان دونوں حالتوں میں انسان کے انتہائی عجز کا اظہار ہے لہذا اس وقت عظیم الشان کتاب کا پڑھنا مناسب نہیں بعض علماء فرماتے ہیں کہ رکوع سجدہ میں قرآن پڑھنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے بعض کے نزدیک واجب الاعادہ ہوتی ہے یونہی قعدہ میں قرآن پڑھ لینے سے سجدہ سہو واجب ہوتا ہے۔

۲ یعنی کہو سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم تاکہ عملاً اپنے عجز کا اظہار ہو اور قولاً رب کی عظمت کا اقرار۔

۳ یعنی نفل نماز کے سجدوں میں صراحتاً دعائیں مانگو اور دیگر نمازوں کے سجدوں میں رب کی تسبیح و تحمید کرو کہ یہ بھی معنًی دعا ہے کریم کی تعریف بھی دعا ہوتی ہے بعض بزرگوں کو دیکھا گیا کہ وہ سجدے میں گر کر دعائیں مانگتے ہیں ان کا ماخذ یہ حدیث ہے کیونکہ سجدے میں بندے کو رب سے انتہائی قرب ہوتا ہے۔ اس حالت کی دعا ان شاء اللہ ضرور قبول ہوگی۔

۴ اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ جماعت میں امام صرف سمع اللہ لمن حمدہ کہے گا اور مقتدی صرف ربنا لک الحمد دونوں کلمات کوئی نہ کہے گا۔ دوسرے یہ کہ ہماری حفاظت کرنے والے اور اعمال لکھنے والے فرشتے ہمارے ساتھ نماز پڑھتے ہیں اور دعائیں مانگتے ہیں تیسرے یہ کہ مقتدی کو ربنا لک الحمد آہستہ کہنی چاہیے تاکہ فرشتوں کی موافقت کی ہو مضمون مقتدی کی آمین کے بارے میں بھی گزر گیا وہاں بھی اس قسم کے مسائل کا استنباط کیا گیا چوتھے یہ کہ اچھوں کی نقل بھی اچھی ہے انکے طفیل برے بخشے جاتے ہیں۔

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَفَعَ ظَهْرَهٗ مِنَ الرُّكُوْعِ قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ مِلْءَ السَّمٰوٰتِ وَمِلْءَ الْاَرْضِ وَمِلْءَ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَفَعَ رَاْسَهٗ مِنَ الرُّكُوْعِ قَالَ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ مِلْءَ السَّمٰوٰتِ وَمِلْءَ الْاَرْضِ وَمِلْءَ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ اَهْلَ الثَّنَاءِ وَالْمَجْدِ اَحَقُّ مَا قَالَ الْعَبْدُ وَكُلُّنَا لَكَ عَبْدٌ اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ قَالَ كُنَّا نُصَلِّيْ وَرَاءَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا

کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنی پیٹھ رکوع سے اٹھاتے [1] تو فرماتے کہ اللہ نے اپنے حمد کرنے والے کی سن لی ہے الٰہی ہمارے رب تیرے ہی لیے حمد ہے آسمان بھر کر اور زمین بھر کر اور اس کے بعد وہ چیز بھر کر جو تو چاہے [2] (مسلم) روایت ہے حضرت ابی سعید خدری سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع سے سر اٹھاتے [3] تو کہتے اے اللہ اے ہمارے رب تیرے ہی لیے حمد ہے آسمان بھر کر زمین بھر کر اور اس کے بعد جو چیز تو چاہے وہ بھر کر تعریف و بزرگی والا ہے جو کچھ بندہ کہے اس کا تو حق دار ہے ہم سب تیرے بندے ہیں الٰہی جو تو دے اسے کوئی روک نہیں سکتا اور جو تو روکے اسے کوئی دے نہیں سکتا تیرے مقابل غنی کو غنا نفع نہیں پہنچاتی [4] (مسلم) روایت ہے حضرت رفاعہ ابن رافع سے [5] فرماتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ

[1] یعنی نوافل میں کیونکہ فرائض حضور صلی اللہ علیہ وسلم جماعت سے ادا کرتے تھے اور جماعت میں امام ربنا لک الحمد بھی نہ کہے چہ جائیکہ اور دعائیں جیسا کہ ابھی حدیث میں گزر گیا لہٰذا یہ حدیث گزشتہ کے خلاف نہیں

[2] یعنی تیری اتنی حمدیں ہیں کہ اگر وہ جسم ہوں تو زمین و آسمان اور ان کے ماسوا بھی بھر جائیں یا یہ مطلب ہے کہ تیری حمد کرنے والوں سے زمین و آسمان وغیرہ بھرے ہوئے ہیں ورنہ حمد جسم نہیں جس سے یہ چیزیں بھر جائیں۔

[3] ابھی عرض کیا جا چکا ہے کہ ان جیسی احادیث میں رکوع سے مراد نوافل کے رکوع ہیں کہ ان میں دعائیں اور ذکر اذکار کی عام اجازت ہے فرائض کے رکوع کا ذکر تو ابھی بخاری و مسلم کی حدیث میں گزر چکا خیال رہے کہ یہاں راوی نے سمع اللہ لمن حمدہ کا ذکر نہیں کیا مگر آپ کہتے یہ بھی تھے۔ [4] جد کے معنی ہیں عظمت، نصیبہ، غنا، نسب وغیرہ یعنی کوئی شخص اپنے نسب یا غنا کی وجہ سے تیری پکڑ سے نہیں بچ سکتا۔ خیال رہے کہ مخلوق جو کچھ نفع، نقصان پہنچاتی ہے وہ اللہ کے حکم اور ارادے سے ہے یہ ناممکن ہے کہ کوئی خدا کا مقابلہ کر کے کسی کو نفع نقصان پہنچائے۔ اسی کا

رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرَّكْعَةِ قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقَالَ رَجُلٌ وَرَاءَهُ رَبَّنَا وَ
لَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيْهِ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ مَنِ الْمُتَكَلِّمُ
اٰنِفًا قَالَ اَنَا قَالَ رَاَيْتُ بِضْعَةً وَّثَلٰثِيْنَ مَلَكًا يَّبْتَدِرُوْنَهَا اَيُّهُمْ يَكْتُبُهَا اَوَّلُ
رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ عَنْ اَبِيْ مَسْعُوْدِ الْاَنْصَارِيِّ قَالَ قَالَ

علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے[1] جب آپ نے اپنا سر رکوع سے اٹھایا تو فرمایا اللہ اپنے حمد
کرنے والے کی سنتا ہے تو آپ کے پیچھے ایک شخص نے کہا اے ہمارے رب تیرے ہی لیے حمد ہے بہت
طیب برکت والی حمد جب فارغ ہوئے تو فرمایا کہ ابھی کس نے یہ کلمات کہے تھے وہ بولا میں نے آپ نے فرمایا کہ میں
نے چند اوپر تیس فرشتوں کو دیکھا کہ ان میں جلدی کر رہے تھے کہ پہلے کون لکھے[2] (بخاری) دوسری فصل
روایت ہے حضرت ابو مسعود انصاری[3] سے

یہاں ذکر ہے لہٰذا یہ الفاظ انبیاء اور اولیاء کے باذن الٰہی لطف بنانے کے خلاف نہیں۔
[3] آپ انصاری بدری صحابی ہیں آپ کو لقب نقیب الانصار تھا آپ کی وفات ۴۱ھ میں ہوئی۔
[1] غالباً نماز پنجگانہ میں سے کوئی نماز تھی کیونکہ جماعت کا اہتمام انہی نمازوں میں ہوتا تھا۔ نماز تہجد اگرچہ کبھی جماعت
ہوئی ہے مگر بغیر اہتمام کے[2] معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بحالت نماز بھی صحابہ کرام اور فرشتوں کے حالات دیکھ
لیتے تھے ایسے ہی ان کے کلمات بھی سن لیتے تھے اور یہ سننا اور دیکھنا نماز کے خضوع و خشوع میں خلل انداز نہ تھا،
کیونکہ وہ قلب قدرت نے بنایا ہی ایسا تھا کہ بیک وقت خالق کی بھی سنیں مخلوق کی بھی خالق سے لیتا رہے مخلوق کو
دیتا رہے ایک کی توجہ دوسرے سے غافل نہ کر دے آپ کا تو یہ حال تھا ؎
ادھر اللہ سے واصل ادھر مخلوق میں شامل　　　خواص اس برزخ کبریٰ میں ہے حرف مشدد کا
ممکن ہے کہ وہ صاحب آخر صف میں ہوں مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آہستہ آواز بھی سن لی حضرت سلیمان علیہ
السلام نے تین میل سے چیونٹی کی آواز سنی تھی[2] یعنی ہر فرشتہ یہ چاہتا تھا کہ پہلے میں لکھ کر بارگاہ الٰہی میں پیش کر دوں
تاکہ مجھے قرب الٰہی زیادہ نصیب ہو خیال رہے کہ یہ فرشتے نامہ اعمال لکھنے والوں کے علاوہ ہیں ورنہ کاتب اعمال صرف
دو ہی ہیں ایک نیکی لکھنے والا اور ایک گناہ اور ان کی یہ جلدی ان کلمات کی کرامت کے اظہار کے لیے ہے ورنہ فرشتوں کو سب
کچھ لکھنے میں ایک سیکنڈ بھی نہیں لگتا اس حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ فرشتوں کو بعض نیکیاں لے جانے پر خصوصی
انعام ملتے ہیں یہ بھی معلوم ہوا کہ فرائض کے قومے میں یہ کلمات کہہ جائز ہیں یاد رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ پوچھنا
کہ کس نے یہ کہا اپنے علم کے لیے نہیں بلکہ لوگوں پر ظاہر کرنے کے لیے ہے۔
[3] آپ کا نام عقبہ ابن عمرو ابن ثعلبہ ہے دوسری بیعت عقبہ میں شریک تھے کوفہ میں قیام رہا ۴۰ھ
یا ۴۲ھ میں وفات پائی۔

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُجْزِئُ صَلٰوةُ الرَّجُلِ حَتّٰى يُقِيْمَ ظَهْرَهٗ
فِي الرُّكُوْعِ وَالسُّجُوْدِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَ
الدَّارِمِيُّ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ
قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ اجْعَلُوْهَا فِيْ رُكُوْعِكُمْ فَلَمَّا نَزَلَتْ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى قَالَ رَسُوْلُ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اجْعَلُوْهَا فِيْ سُجُوْدِكُمْ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ
وَالدَّارِمِيُّ وَعَنْ عَوْنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ انسان کی نماز درست نہیں ہوتی حتی کہ رکوع اور سجدے میں اپنی پیٹھ سیدھی کرے [1] (ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، دارمی) اور ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے روایت ہے حضرت عقبہ ابن عامر سے فرماتے ہیں کہ جب آیت فسبح باسم ربک العظیم اتری تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے اپنے رکوع میں کرلو۔ اور جب آیت سبح اسم ربک الاعلی اتری تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے اپنے سجدے میں رکھو [2] (ابوداؤد، ابن ماجہ، دارمی) روایت ہے حضرت عون ابن عبد اللہ سے [3] وہ حضرت ابن مسعود سے

[1] امام شافعی کے ہاں تعدیل ارکان یعنی نماز کو اطمینان سے ادا کرنا فرض ہے جس کے بغیر نماز مطلقاً نہیں ہوتی ہمارے ہاں واجب ہے یہ حدیث ان کی دلیل ہے ان کے ہاں اس کے یہ معنی ہیں کہ رکوع سجدے میں اطمینان کے بغیر نماز درست نہیں ہمارے ہاں اس کے یہ معنی ہیں کہ اس کے بغیر نماز کامل نہیں بہت ناقص ہے واجب الاعادہ ہے۔ اس کی بحث پہلے ہوچکی یہاں گو رکوع سجدے کا ذکر ہے مگر مراد سارے ارکان ہیں۔

[2] یعنی رکوع میں کہو سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ اور سجدے میں کہو سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى چونکہ اعلی عظیم سے زیادہ بلیغ ہے اور سجدے میں رکوع سے زیادہ اظہار عجز ہے اس لیے سجدے کے لیے اعلی مناسب ہوا اور رکوع میں عظیم زیادہ موزوں۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان آیتوں کے نزول سے پہلے مسلمان رکوع و سجود میں کوئی اور ذکر کرتے تھے۔

[3] آپ کا نام عون ابن عبد اللہ ابن عتبہ ابن مسعود ہے یعنی آپ کے بھتیجے کے بیٹے ہیں تابعی ہیں حنفی ہیں بڑے فقیہ اور زاہد تھے کوفہ میں قیام رہا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی آپ سے ملاقات ہے کبھی انہیں عون ابن عبد اللہ کہہ دیا جاتا ہے۔ دادا کی نسبت سے۔ عرب میں آدمی کی نسبت باپ، چچا، دادا، پردادا، کی طرف بھی کر دیتے ہیں۔

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَكَعَ اَحَدُكُمْ فَقَالَ فِيْ رُكُوْعِهٖ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ فَقَدْ تَمَّ رُكُوْعُهٗ وَذٰلِكَ اَدْنَاهُ وَاِذَا سَجَدَ فَقَالَ فِيْ سُجُوْدِهٖ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى ثَلٰثَ مَرَّاتٍ فَقَدْ تَمَّ سُجُوْدُهٗ وَذٰلِكَ اَدْنَاهُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْ دَاؤُدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ لَيْسَ اِسْنَادُهٗ بِمُتَّصِلٍ لِاَنَّ عَوْنًا لَمْ يَلْقَ ابْنَ مَسْعُوْدٍ وَعَنْ حُذَيْفَةَ اَنَّهٗ صَلّٰى مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ يَقُوْلُ فِيْ رُكُوْعِهٖ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ وَفِيْ سُجُوْدِهٖ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى وَمَا اَتٰى عَلٰى اٰيَةِ رَحْمَةٍ اِلَّا وَقَفَ وَسَاَلَ وَمَا اَتٰى عَلٰى اٰيَةِ عَذَابٍ اِلَّا وَقَفَ وَتَعَوَّذَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاؤُدَ وَالدَّارِمِيُّ وَرَوَى النَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ اِلٰى قَوْلِهِ الْاَعْلٰى وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

راوی فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کوئی رکوع کرے تو اپنے رکوع میں سبحان ربی العظیم تین بار کہے تو اس کا رکوع پورا ہوگیا[1] اور یہ ادنیٰ درجہ ہے اور جب سجدہ کرے تو اپنے سجدہ میں سبحان ربی العظیم تین بار کہے تو اس کا سجدہ پورا ہوگیا اور یہ ادنیٰ درجہ ہے[2] (ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ) ترمذی کہتے ہیں کہ اس کی اسناد متصل نہیں کیونکہ عون نے ابن مسعود سے ملاقات نہیں کی[3] روایت ہے حضرت حذیفہ سے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی آپ رکوع میں سبحان ربی العظیم اور سجدہ میں سبحان ربی الاعلیٰ کہتے تھے اور رحمت کی آیت پر نہ پہنچتے مگر ٹھہر جاتے اور مانگ لیتے اور عذاب کی آیت پر نہیں پہنچتے مگر ٹھہرتے اور پناہ مانگتے[4] (ترمذی، ابوداؤد، دارمی) نسائی اور ابن ماجہ نے الاعلیٰ تک روایت کی۔ ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن ہے، صحیح ہے۔

[1] یعنی کامل ہوگیا۔ خیال رہے کہ رکوع کے لیے جھکنا نماز میں فرض ہے اور وہاں کچھ ٹھہرنا یعنی اطمینان سے رکوع کرنا واجب ہے اور یہاں تسبیح پڑھنا سنت ہے لہٰذا کامل رکوع وہ ہے جس میں فرض، واجب، سنت سب ادا ہوں۔

[2] یعنی کمال کا ادنیٰ درجہ ہے معلوم ہوا کہ رکوع سجدے کی تسبیحیں تین سے کم نہ کہے زیادہ میں اختیار ہے پانچ بار یا سات بار کہہ سکتا ہے نوافل خصوصاً تہجد میں تو جتنا رکوع سجدہ دراز کرے اتنا بہتر ہے[3] یعنی یہ حدیث منقطع ہے لیکن کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ اعمال میں حدیث منقطع قبول ہے[4] یہاں نفل نماز مراد ہے کیونکہ نفل میں دوران قرأت ٹھہرنا اور مانگنا مستحب ہے فرائض میں خلاف ہے اگرچہ جائز ہے اسی لیے مرقات نے فرمایا کہ کان یقول دوام کے لیے ہے تب نفل مراد ہیں اگر اتفاقی واقعہ کا ذکر ہے کہ کبھی کبھی ایسا کہہ لیتے تو فرض نماز مراد ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قُمْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا رَكَعَ مَكَثَ قَدْرَ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ وَيَقُوْلُ فِيْ رُكُوْعِهٖ سُبْحَانَ ذِي الْجَبَرُوْتِ وَالْمَلَكُوْتِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْعَظَمَةِ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَعَنِ ابْنِ جُبَيْرٍ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ

تیسری فصل ♦ روایت ہے حضرت عوف ابن مالک سے [1] فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھڑا ہوا [2] جب آپ نے رکوع کیا تو سورۂ بقر کی بقدر ٹھہرے [3] اور رکوع میں فرماتے تھے پاک ہے غلبے والا ملکوت بڑائی اور عظمت والا [4] (نسائی) ♦ روایت ہے حضرت ابن جبیر سے [5] فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس ابن مالک کو فرماتے سنا [6]

[1] آپ صحابی ہیں اشجعی ہیں غزوہ خیبر اور فتح مکہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ بلکہ فتح مکہ کے دن بنی اشجع کا جھنڈا آپ ہی کے ہاتھ میں تھا شام میں قیام رہا اور وہاں ہی ۷۳ھ میں وفات پائی [2] تہجد کی نماز میں آپ کے ساتھ تہجد ادا کرنے کے لیے چونکہ آپ اکیلے مقتدی تھے اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھڑے ہوئے اگر چند ہوتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کھڑے ہوتے۔ خیال رہے کہ تہجد جماعت سے جائز ہے بشرطیکہ اس جماعت کے لیے اہتمام نہ کیا جائے اتفاقاً دو چار نمازی جمع ہو جائیں اور جماعت کر لیں یہاں ایسا ہی تھا

[3] یعنی اتنا دراز رکوع کیا کہ تلاوت کرنے والا سورۂ بقر پڑھ لے معلوم ہوا کہ نماز تہجد و کسوف وغیرہ میں رکوع قیام کے برابر ہونا بہتر ہے فرائض میں رکوع قیام سے کم چاہیے لہذا احادیث میں تعارض نہیں [4] جبروت ملکوت مبالغے کے صیغے ہیں، جبروت جبر بمعنی غلبہ سے بنا یعنی ہر غالب پر غالب، ملکوت ملک بمعنی قبضہ سے بنا ظاہری قبضہ کو ملک اور باطنی قبضہ کو ملکوت کہا جاتا ہے رب تعالیٰ ہمارے جسم کا بھی مالک ہے اور نفس و روح کا بھی اسی لیے مخلوق کے لیے عقلی ملک ثابت ہے ملکوت نہیں [5] آپ کا نام سعد ابن جبیر ہے اسدی ہیں کوفی ہیں عظیم الشان تابعی ہیں عبداللہ ابن عباس و ابن عمر و ابن زبیر وغیرہم صحابہ سے ملاقات ہے رضی اللہ عنہم ۹۵ھ میں حجاج ابن یوسف ظالم کے ہاتھوں شہید ہوئے ۴۹ سال عمر ہوئی۔ واسط علاقہ عراق میں دفن ہوئے آپ کی قبر زیارت گاہ مسلمین ہے آپ کی شہادت کا عجیب و غریب واقعہ ہے شعبان میں حجاج نے آپ کو شہید کیا اور پندرہ بیس روز بعد رمضان میں خود فوت ہو گیا اس دوران میں کبھی رات کو سو نہ سکا کہتا تھا کیا کروں آنکھ لگتے ہی سعید میرے پاؤں پکڑ کر گھسیٹتے ہیں آپ نے بوقت شہادت کہا تھا کہ تو میرے بعد کسی کو شہید نہ کر سکے گا ایسا ہی ہوا (اکمال)

[6] یہی صحیح ہے۔ بعض روایات میں حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے وہ غلط ہے اس لیے کہ عمر ابن عبدالعزیز کی پیدائش حضرت ابوہریرہ کی وفات کے بعد ہے ہاں حضرت انس نے عمر ابن عبدالعزیز کا زمانہ پایا ہے کیونکہ حضرت انس کی وفات ۹۳ھ میں ہے اور عمر ابن عبدالعزیز کی ولادت ۶۱ھ میں ہے (از لمعات و مرقات)

مَا صَلَّيْتُ وَرَاءَ أَحَدٍ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَشْبَهَ صَلٰوةً بِصَلٰوةِ
رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ هٰذَا الْفَتٰى يَعْنِيْ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيْزِ
قَالَ فَحَزَرْنَا رُكُوْعَهُ عَشْرَ تَسْبِيْحَاتٍ وَسُجُوْدَهُ عَشْرَ تَسْبِيْحَاتٍ رَوَاهُ
أَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَعَنْ شَقِيْقٍ قَالَ إِنَّ حُذَيْفَةَ رَأٰى رَجُلًا لَا يُتِمُّ رُكُوْعَهُ وَ
لَا سُجُوْدَهُ فَلَمَّا قَضٰى صَلٰوتَهُ دَعَاهُ فَقَالَ لَهُ حُذَيْفَةُ مَا صَلَّيْتَ قَالَ وَأَحْسِبُهُ
قَالَ وَلَوْ مِتَّ مِتَّ عَلٰى غَيْرِ الْفِطْرَةِ الَّتِيْ فَطَرَ اللّٰهُ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کے پیچھے نماز نہ پڑھی[1] جس کی نماز اس جوان یعنی عمر ابن عبدالعزیز کے مقابل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سے زیادہ مشابہ ہو۔ فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا[2] کہ ہم نے ان کا رکوع دس تسبیح اور سجدہ دس تسبیح کا اندازہ کیا[3] (ابوداؤد، نسائی) روایت ہے حضرت شقیق سے[4] فرماتے ہیں کہ حضرت حذیفہ نے ایک شخص کو دیکھا جو اپنا رکوع اور سجدہ پورا نہیں کرتا تھا[5] جب اس نے اپنی نماز پوری کی تو اسے بلایا اور اس سے حضرت حذیفہ نے فرمایا کہ تو نے نماز نہیں پڑھی[6] فرماتے ہیں مجھے خیال ہے کہ آپ نے یہ بھی کہا کہ اگر تو مر تو تو

[1] یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کسی تابعی کی نماز۔ لہذا اس کے یہ معنی نہیں کہ حضرت عمر ابن عبدالعزیز کی نماز صحابہ کرام اور خلفائے راشدین سے بھی بہتر تھی یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ خود حضرت انس کی نماز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے زیادہ مشابہ نہ ہو۔

[2] پہلے قال کا فاعل کوئی راوی ہے دوسرے قال کا فاعل حضرت سعید ہیں یعنی جب حضرت انس نے ان کی نماز کی ایسی تعریف کی تو ہم نے ان کے ارکان نماز کا اندازہ لگایا بعض شارحین نے فرمایا کہ پہلے قال کا فاعل سعید ہیں اور دوسرے کا فاعل حضرت انس لیکن پہلی توجیہ زیادہ قوی ہے۔

[3] یہ اندازہ تھا ورنہ آپ کی تسبیحیں نو یا گیارہ ہوں گی کیونکہ تسبیحات کا طاق ہونا بہتر ہیں اور یہ بھی نوافل میں ہوگا کیونکہ فرائض میں تسبیح کم از کم تین بار درمیانی پانچ بار اور زیادہ سات بار ہیں۔

[4] آپ کا نام شقیق ابن سلمہ ہے کنیت ابووائل۔ کوفی ہیں مخضرمی ہیں جلیل القدر صحابی ہیں خلفائے راشدین سے ملاقات کی ہے ۹۹ھ میں وفات ہوئی (تہذیب واکمال)

[5] یعنی انہیں اطمینان سے ادا نہیں کرتا تھا اطمینان شوافع کے ہاں فرض ہے اور احناف کے ہاں واجب۔

[6] کامل نہیں پڑھی (حنفی)، صحیح نہیں پڑھی (شافعی)

رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَعَنْ أَبِي قَتَادَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسْوَءُ النَّاسِ سَرِقَةً الَّذِي يَسْرِقُ مِنْ صَلٰوتِهِ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَكَيْفَ يَسْرِقُ مِنْ صَلٰوتِهِ قَالَ لَا يُتِمُّ رُكُوْعَهَا وَلَا سُجُوْدَهَا رَوَاهُ أَحْمَدُ وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ مُرَّةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا تَرَوْنَ فِي الشَّارِبِ وَالزَّانِي وَالسَّارِقِ وَذٰلِكَ قَبْلَ أَنْ تُنْزَلَ فِيْهِمُ الْحُدُوْدُ قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ قَالَ هُنَّ فَوَاحِشُ

اس طریقہ کے خلاف مرے گا جس پر اللہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کیا (بخاری) روایت ہے حضرت ابوقتادہ سے فرماتے ہیں فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ لوگوں میں بدترین چور وہ ہے جو اپنی نماز میں چوری کرے لوگ بولے یارسول اللہ اپنی نماز میں چوری کیسے کرے گا فرمایا کہ رکوع اور سجدے پورے نہ کرے ۲ (احمد) روایت ہے حضرت نعمان ابن مرہ سے ۳ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم شرابی زانی اور چور کے متعلق کیا سمجھتے ہو اور یہ سوال ان کی سزائیں آنے سے پہلے تھا ۴ لوگ بولے اللہ و رسول جانیں فرمایا یہ

۱؎ یعنی اگر تو ناقص نماز پڑھنے کا عادی رہا تو تو سنت انبیاء کا مخالف ہو کر مرے گا یا اگر تو اس عیب کو اچھا جانتا رہا تو تیرا خاتمہ کفر پر ہوگا۔ فطرت دین اسلام کو بھی کہتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائشی عادت کریمہ کو بھی اور سنت انبیاء کو بھی صوفیاء فرماتے ہیں کہ جو ترک سنت ہی کا عادی ہو اس کا خاتمہ خراب ہونے کا اندیشہ ہے اور جو کسی سنت کو حقیر جانے وہ کافر ہے اس کا ماخذ قرآنی آیات بھی ہیں اور اس جیسی بہت سی احادیث ہیں

۲؎ واہ سبحان اللہ کیا نفیس تمثیل ہے یعنی مال کے چور سے نماز کا چور بدتر ہے کیونکہ مال کا چور اگر سزا پاتا ہے تو کچھ نفع بھی اٹھا لیتا ہے مگر نماز کا چور سزا پوری پائے گا نفع کچھ حاصل نہیں کرتا نیز مال کا چور بندے کا حق مارتا ہے نماز کا چور اللہ کا حق نیز مال کا چور یہاں سزا پا کر عذاب آخرت سے بچ جاتا ہے مگر نماز کے چور میں یہ بات نہیں نیز بعض صورتوں میں مال کے چور کو مالک معاف کر سکتا ہے لیکن نماز کے چور کی معافی کی کوئی صورت نہیں خیال کرو کہ جب نماز ناقص پڑھنے والوں کا یہ حال ہے تو جو سرے سے پڑھتے ہی نہیں ان کا کیا حال ہے۔ پھر جو کل یا بعض نمازوں کے منکر ہو چکے جیسے جھنگی پونچھی فقیر اور چکڑالوی وغیرہم ان کا کیا پوچھنا۔

۳؎ آپ انصاری ہیں زرقی مدنی ہیں حق یہ ہے کہ تابعی ہیں جنہوں نے انہیں صحابی کہا غلطی کی لہذا یہ حدیث مرسل ہے کیونکہ صحابی کا ذکر چھوٹ گیا۔

۴؎ خیال رہے کہ چوری اور زنا ہمیشہ ہی سے حرام تھے مگر شراب شروع اسلام میں حلال تھی پھر عرصہ کے بعد آہستگی سے حرام ہوئی حرمت کے کچھ عرصہ بعد اسی (۸۰) کوڑے سزا مقرر ہوئی۔ یونہی زنا اور چوری کی سزائیں بعد میں آئیں یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب شراب حرام ہو چکی تھی لیکن ابھی اس کی سزا مقرر نہ ہوئی تھی۔

وَبِهِنَّ عُقُوْبَةٌ وَاَسْوَءُ السَّرِقَةِ الَّذِیْ یَسْرِقُ مِنْ صَلٰوتِهٖ قَالُوْا وَکَیْفَ یَسْرِقُ مِنْ صَلٰوتِهٖ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ لَا یُتِمُّ رُکُوْعَهَا وَلَا سُجُوْدَهَا رَوَاهُ مَالِكٌ وَ اَحْمَدُ وَرَوَی الدَّارِمِیُّ نَحْوَهٗ

بَابُ السُّجُوْدِ وَفَضْلِهٖ

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اُمِرْتُ اَنْ اَسْجُدَ عَلٰی سَبْعَةِ اَعْظُمٍ عَلَی الْجَبْهَةِ وَالْیَدَیْنِ وَالرُّکْبَتَیْنِ وَ اَطْرَافِ الْقَدَمَیْنِ وَلَا نَکْفِتَ الثِّیَابَ وَالشَّعْرَ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ وَعَنْ اَنَسٍ رض قَالَ

گنا ہ کبیرہ ہیں ان میں سخت عذاب ہے اور بدترین چوری اس کی ہے جو اپنی نماز میں سے چرائے لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ نماز میں سے کیسے چرائے گا فرمایا کہ اس کا رکوع اور سجدہ پورا نہ کرے [1] (مالک و احمد) اور دارمی نے اس کی مثل

سجدے اور اس کی بزرگی کا باب [1]

پہلی فصل روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو حکم دیا کہ سات ہڈیوں پر سجدہ کروں پیشانی، دو ہاتھ دو گھٹنے قدموں کے کنارے [2] اور یہ کہ کپڑے اور بال جمع نہ کروں [3] (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت انس سے

[1] یہ صحابہ کا انتہائی ادب ہے کہ معلوم چیز کا بھی جواب نہیں دیتے اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر خدا کے ساتھ کرنا اور دونوں ہستیوں کے لیے ایک ہی صیغہ لانا جائز ہے رب فرماتا ہے اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ۔ لہذا یہ کہہ سکتے ہیں کہ اللہ و رسول بھلا کریں اللہ رسول عزت ایمان دولت دیں۔

[1] یعنی اطمینان سے ادا کرے یہ خیال رہے کہ نماز کے ہر رکن کو پورا کرنا چاہیے اور کسی رکن کو ناقص کر دینا بدترین چوری ہے۔ مگر چونکہ رکوع سجدہ اہم ارکان تھے اس لیے خصوصیت سے ان کا ذکر فرمایا [2] سجدہ لغت میں زمین پر سر رکھنے، عاجزی کرنے یا سر جھکانے کو کہتے ہیں شریعت میں سات اعضاء کا زمین پر لگانا عبادت یا اطاعت کی نیت سے سجدہ کہلاتا ہے سجدہ تین قسم کا ہے۔ سجدہ عبادت جو اللہ کو ہوتا ہے سجدہ تعظیم جو فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کو کیا، سجدہ تحیۃ جو یعقوب علیہ السلام نے یوسف علیہ السلام کو کیا۔ سجدہ عبادت غیر خدا کو شرک ہے آخری دو سجدے اسلام میں حرام ہیں اس کی پوری بحث ہماری تفسیر نعیمی جلد اول میں دیکھو۔ خیال رہے کہ صرف سجدہ بھی عبادت ہے مگر صرف رکوع اور قیام عبادت نہیں بلکہ یہ نماز میں عبادت ہے (مرقات) [3] اگرچہ سجدے میں ناک بھی لگائی جاتی ہے مگر پیشانی اصل ہے اور ناک اس کی تابع اس لیے ناک کا ذکر نہ فرمایا۔ ہاتھوں سے مراد ہتھیلیاں ہیں اور قدم کے کناروں سے مراد پورے پنجے ہیں اس طرح کہ دسوں انگلیوں کا سر کعبہ کی طرف رہے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِعْتَدِلُوْا فِی السُّجُوْدِ وَلَا یَبْسُطْ اَحَدُكُمْ ذِرَاعَيْهِ اِنْبِسَاطَ الْكَلْبِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَجَدْتَ فَضَعْ كَفَّيْكَ وَارْفَعْ مِرْفَقَيْكَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ مَيْمُوْنَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَجَدَ جَافٰى بَيْنَ يَدَيْهِ حَتّٰى لَوْ اَنَّ بُهْمَةً اَرَادَتْ اَنْ تَمُرَّ تَحْتَ يَدَيْهِ مَرَّتْ هٰذَا لَفْظُ اَبِیْ دَاوٗدَ كَمَا صَرَّحَ فِیْ شَرْحِ السُّنَّةِ

فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سجدے میں برابر ہو[1] اور تم میں سے کوئی اپنی کہنیاں نہ بچھاوے کتے کے بچھانے کی طرح[2] (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت براء ابن عازب سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم سجدہ کرو تو اپنی ہتھیلیاں رکھو[3] اور کہنیاں اٹھاؤ[4] (مسلم) روایت ہے حضرت میمونہ سے فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ کرتے تو اپنے ہاتھوں کے درمیان فاصلہ رکھتے حتی کہ اگر بکری کا بچہ آپ کے ہاتھوں کے نیچے سے گزرنا چاہتا تو گزر جاتا[5] یہ ابوداؤد کے لفظ ہیں جیسے شرح سنہ میں ہے۔

[7] نماز میں کپڑے سمیٹنا روکنا سب منع ہے لہذا آستین یا پائنچے چڑھا کر یا پائجامہ پر لنگوٹ باندھ کر نماز پڑھنا منع ہے ایسے ہی دھوتی باندھ کر نماز پڑھنا منع کہ ان سب میں کپڑے کا روکنا ہے ہاں اگر پائجامہ کے نیچے لنگوٹ بندھا ہو یا پائجامہ یا تہبند ہو تو منع نہیں کیونکہ اس میں کپڑے کا روکنا نہیں خیال رہے کہ سجدے میں قدم اور پیشانی زمین پر لگنا فرض ہے۔ لیکن ہاتھوں اور گھٹنوں کا لگنا سنت، امام صاحب کے نزدیک صرف پیشانی پر بغیر ناک کے سجدہ جائز ہے یہ حدیث امام صاحب کی دلیل ہے۔

[1] یعنی اطمینان سے سجدہ کرو (اشعۃ اللمعات) یا سجدے کا ہر عضو اپنے مقام پر رکھو۔ (مرقات)

[2] یعنی سجدے میں صرف ہتھیلیاں زمین پر لگیں کلائی کہنی وغیرہ سب اٹھی رہیں یہی سنت ہے کہنیاں بچھانا مکروہ۔

[3] مگر اس طرح کہ انگلیاں بالکل ملی ہوں اور انگوٹھوں کے کنارے کانوں کی گدیوں کے نیچے ہوں کہ اگر گدیوں سے قطرہ ٹپکے تو انگوٹھے کی نوک پر گرے۔

[4] یہ حکم مردوں کے لیے ہے عورت کہنیاں بچھائے گی اور بازو پسلیوں سے ملے رکھے گی۔ کیونکہ اس میں ستر زیادہ ہے۔

[5] یعنی اپنے ہاتھ اپنی پسلیوں سے اتنے دور رکھتے کہ اس درمیان والی جگہ سے بکری کا بچہ گزر سکتا اس کی شرح پھر آگے ہوگی۔

بِإِسْنَادِهِ وَالْمُسْلِمُ بِمَعْنَاهُ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَجَدَ لَوْ
شَاءَتْ بُهْمَةٌ أَنْ تَمُرَّ بَيْنَ يَدَيْهِ لَمَرَّتْ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَالِكٍ ابْنِ
بُحَيْنَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَجَدَ فَرَّجَ بَيْنَ يَدَيْهِ
حَتّٰى يَبْدُوَ بَيَاضُ إِبْطَيْهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فِي سُجُوْدِهِ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي ذَنْبِي كُلَّهُ دِقَّهُ وَ
جُلَّهُ وَأَوَّلَهُ وَاٰخِرَهُ وَعَلَانِيَتَهُ وَسِرَّهُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ
عَنْهَا قَالَتْ فَقَدْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً مِنَ الْفِرَاشِ

سے اسناد تصریح کی گئی ہے [1] اور مسلم میں اس کے معنی میں فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ کرتے تو اگر بکری کا بچہ آپ کے ہاتھوں کے درمیان گذرنا چاہتا تو گذر جاتا ، روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مالک ابن بحینہ سے [2] فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ کرتے تو اپنے ہاتھوں کے درمیان کشادگی فرماتے حتی کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی ظاہر ہو جاتی [3] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سجدوں میں کہتے تھے خدایا میرے سارے گناہ بخش دے چھوٹے بڑے اگلے پچھلے کھلے چھپے [4] (مسلم) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ ایک رات میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بستر سے گم پایا [5] میں نے

[1] یہ صاحب مصابیح پر اعتراض ہے کہ وہ فصل اول میں مسلم بخاری کے علاوہ اور کتاب کی حدیث نہیں لاتے مسلم کی عبارت یہ نہیں ہے بلکہ وہ ہے جو آگے آرہی ہے [2] بحینہ عبداللہ کی والدہ کا نام ہے یعنی بحینہ مالک کی بیوی ہیں اسی لیے محدثین مالک کو تنوین پڑھتے ہیں اور ابن بحینہ اس سے علیٰحدہ کرتے ہیں یعنی ان کا نام عبداللہ ابن بحینہ مشہور ہے اور آپ صحابی ہیں ۵۴ یا ۵۸ ہجری میں امیر معاویہ کی خلافت میں بمقام بطن ریم میں وفات پائی۔ [3] اس طرح کہ چادر اوڑھے نماز پڑھتے تو چادر کچھ سرک جاتی اور بغل نظر آجاتی اور اگر قمیض میں نماز پڑھتے تو بغل کی سفیدی کی جگہ نظر آجاتی اس طرح کہ اگر کپڑا نہ ہوتا تو بغل دیکھ لی جاتی لفظ بیاض سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بغل شریف خلاف باقی جسم شریف کے سفید تھی بعض نے فرمایا کہ وہاں بال بھی نہ تھے بغل سے نہایت خوشبو نکلتی تھی یہ آپ کی خصوصیات سے ہے (از مرقات واشعہ)
[4] ظاہر یہ ہے کہ دعا تہجد یا کسی اور نفل کے سجدے میں تھی یا کبھی کبھی فرائض کے سجدے میں بیان جواز کے لیے۔ خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعائیں امت کی تعلیم کے لیے ہیں ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم گناہ تو کیا گناہ کے ارادے سے بھی محفوظ ہیں [5] یعنی میرے ہاں قیام کی باری تھی رات اندھیری تھی، گھر میں چراغ نہ تھا میری آنکھ کھلی تو مجھے آپ کا بستر شریف خالی محسوس ہوا تو میں گھبرا گئی کہ مجھے اطلاع دیئے بغیر کہاں تشریف لے گئے۔

فَالْتَمَسْتُهُ فَوَقَعَتْ يَدِي عَلَى بَطْنِ قَدَمَيْهِ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ وَهُمَا مَنْصُوبَتَانِ
وَهُوَ يَقُولُ اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِرِضَاكَ وَسَخَطِكَ وَبِمُعَافَاتِكَ مِنْ
عُقُوبَتِكَ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْكَ لَا أُحْصِي ثَنَاءً عَلَيْكَ أَنْتَ كَمَا أَثْنَيْتَ عَلَى
نَفْسِكَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ أَقْرَبُ مَا يَكُونُ الْعَبْدُ مِنْ رَبِّهِ وَهُوَ سَاجِدٌ فَأَكْثِرُوا الدُّعَاءَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ
وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَرَأَ ابْنُ آدَمَ

ٹٹولا تو میرا ہاتھ آپ کے تلووں پر پڑا حالانکہ آپ مسجد میں تھے اور تلوے کھڑے ہوتے تھے[1] اور آپ کہہ رہے تھے مولا میں تیری رضا کی تیری ناراضگی سے اور تیری معافی کی تیری سزا سے پناہ لیتا ہوں[2] میں تیری تعریف کی طاقت نہیں رکھتا تو ویسا ہی ہے جیسے تو نے خود اپنی تعریف کی (مسلم) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بندہ اپنے رب سے[3] زیادہ قریب سجدہ کرتے ہوئے ہوتا ہے تو اس میں دعائیں زیادہ مانگو (مسلم) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب انسان

[1] یعنی سجدے میں گر کر دعائیں مانگ رہے تھے مسجد نبوی چونکہ حضرت عائشہ کے حجرے سے بالکل ملی ہوئی تھی اسی طرف دروازہ تھا اس لیے آپ کا ہاتھ اپنے بستر پر بیٹھے بیٹھے مسجد میں پہنچ گیا اس سے معلوم ہوا کہ عورت کا چھونا وضو نہیں توڑتا کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز تہجد کے سجدے میں ہیں اور بغیر آڑ کے ام المومنین کا ہاتھ آپ کے تلووں شریف کو لگا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز نہ چھوڑی نہ وضو دوبارہ کیا ان انگلیوں کے قربان جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تلووں سے لگیں نصیب والے کیا کر چلے گئے۔ شعر

جو ہم بھی واں ہوتے خاک گلشن لپٹ کے قدموں سے لیتے اترن
مگر کریں کیا نصیب میں تو یہ نامرادی کے دن لکھے تھے۔

[2] یعنی اگر تو عتاب فرمائے تو تیرے ہی کرم میں پناہ مل سکتی ہے اور کہیں نہیں۔ تشبیہ یوں سمجھو کہ جب بچے کو اس کی ماں مارے اور پرے کرتی ہے تو پھر ماں ہی سے لپٹتا ہے کیونکہ اس کی آخری پناہ وہی ہے۔ خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پناہ میں آنا اس حدیث کے خلاف نہیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آستانہ رب کا آستانہ ہے خود فرماتے ہیں أَنَا فِئَةُ الْمُسْلِمِينَ میں مسلمانوں کی پناہ میں ہوں رب فرماتا ہے جَآءُوْكَ الخ۔ [3] یعنی رب تو ہم سے ہر وقت قریب ہے ہم اس سے دور رہتے ہیں البتہ سجدے کی حالت میں ہمیں اس سے خصوصی قرب نصیب ہوتا ہے لہٰذا اس قرب کو غنیمت سمجھ کر جو مانگ سکیں مانگ لیں اس حدیث میں ان لوگوں کی دلیل ہے جو کہتے ہیں سجدہ قیام سے افضل ہے

اَلسَّجْدَةَ فَسَجَدَ اِعْتَزَلَ الشَّيْطَانُ وَيَبْكِيْ يَقُوْلُ يَا وَيْلَتٰى اُمِرَ ابْنُ اٰدَمَ
بِالسُّجُوْدِ فَسَجَدَ فَلَهُ الْجَنَّةُ وَاُمِرْتُ بِالسُّجُوْدِ فَاَبَيْتُ فَلِيَ النَّارُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ
وَعَنْ رَبِيْعَةَ ابْنِ كَعْبٍ قَالَ كُنْتُ اَبِيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَاَتَيْتُهٗ بِوَضُوْءِهٖ وَحَاجَتِهٖ فَقَالَ لِيْ سَلْ فَقُلْتُ اَسْئَلُكَ مُرَافَقَتَكَ فِي الْجَنَّةِ

سجدے کی آیت پڑھ کر سجدہ کرتا ہے تو شیطان روتا ہوا پھرتا ہے کہتا ہے ہائے افسوس انسان کو سجدے کا حکم دیا گیا اس نے سجدہ کر لیا اسکے لیے تو جنت ہے اور مجھے سجدے کا حکم دیا گیا میں انکاری ہو گیا میرے لیے آگ ہے ۱ (مسلم) روایت ہے حضرت ربیعہ ابن کعب سے ۲ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رات گزارا کرتا تھا ۳ تو میں آپ کے پاس وضو کا پانی اور ضروریات لایا ۴ مجھ سے فرمایا کچھ مانگ لو ۵ تو میں نے عرض کیا کہ میں آپ سے جنت میں آپ کا ساتھ مانگتا ہوں ۶

خیال رہے کہ نوافل کے سجدوں میں ہمیشہ دعا مانگے فرائض کے سجدوں میں کبھی کبھی بعض لوگ سجدے میں گر کر دعائیں مانگتے ہیں یعنی دعا کے لیے سجدہ کرتے ہیں ان کا ماخذ یہ حدیث ہے۔

۱ یعنی انسان کے لیے سجدہ تلاوت کو دیکھ کر شیطان حسرت کرتا ہوا وہاں سے بھاگتا ہے چونکہ یہ سجدہ سجدہ نماز کے علاوہ ہے اور شیطان نے جس سجدہ کا انکار کیا تھا وہ بھی سجدہ نماز کے علاوہ تھا اس لیے اسے یہ سجدہ دیکھ کر حسرت ہوتی ہے نہ کہ سجدہ نماز دیکھ کر کیونکہ نماز کے سجدے تو خود بھی کرتا رہا ہے۔ ۲ اس سے معلوم ہوا کہ سجدہ تلاوت واجب ہے جیسا کہ حنفیوں کا مذہب ہے اگرچہ وہ سجدہ آدم علیہ السلام کو تھا (سجدہ تعظیمی) اور یہ سجدہ اللہ کو ہے (سجدہ عبادت) مگر چونکہ اس سجدہ کا حکم بھی الٰہی تھا اور اس سجدے کا بھی اس لیے شیطان یہ کہتا ہے۔ اس سجدہ تعظیمی کی بحث ہماری کتاب تفسیر نعیمی جلد اول میں دیکھو۔ معلوم ہوتا ہے کہ شیطان اپنی حرکت پر پچھتاتا تو رہا ہے۔ مگر اب کیا ہوتا۔ وقت نکل چکا۔

۳ آپ کی کنیت ابو فراس ہے اسلمی ہیں۔ اصحاب صفہ میں سے تھے۔ پرانے صحابی ہیں۔ سفر و حضر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص خادم ہیں ۶۳ھ میں انتقال ہوا۔

۴ یعنی سفر میں رات کی خدمت خصوصیت سے میرے سپرد تھی اور اگر گھر مراد ہو تو مطلب یہ ہے کہ رات بھر آپ کے دروازے پر رہتا تھا اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خدمت کی ضرورت ہو تو بجا لاؤں۔

۵ یعنی ایک شب حسب معمول تہجد کے وقت وضو کا پانی مسواک مصلیٰ لے کر خدمت میں حاضر ہوا۔ بعض نسخوں میں اَتَیْتُہٗ ہے یعنی لایا کرتا تھا۔ ۶ یعنی ایک شب شان کریمی کی جلوہ گری ہوئی اور دریائے رحمت جوش میں آگیا مجھے انعام دینے کا ارادہ فرمایا اس جگہ مرقات اور لمعات وغیرہ میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہ فرمایا یہ چیز مانگو معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم باذن الٰہی اللہ کے خزانوں کے مالک ہیں۔ دین و دنیا کی جو نعمت جسے چاہیں دیں بلکہ حضور احکام شرعیہ کے بھی مالک ہیں جس پر جو احکام چاہیں نافذ کریں چنانچہ حضرت خزیمہ ابن ثابت کی گواہی دو گواہوں کی

قَالَ اَوْ غَيْرَ ذٰلِكَ قُلْتُ هُوَ ذَاكَ قَالَ فَاَعِنِّيْ عَلٰى نَفْسِكَ بِكَثْرَةِ السُّجُوْدِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ مَعْدَانَ بْنِ طَلْحَةَ قَالَ لَقِيْتُ ثَوْبَانَ مَوْلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ اَخْبِرْنِيْ بِعَمَلٍ اَعْمَلُهُ يُدْخِلُنِيَ اللّٰهُ بِهِ الْجَنَّةَ فَسَكَتَ

فرمایا اس کے سوا کچھ اور بھی میں نے عرض کیا بس یہی ؎ فرمایا اپنی ذات پر زیادہ سجدوں سے میری مدد کرو ؎ (مسلم) روایت ہے حضرت معدان ابن طلحہ سے ؎ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام حضرت ثوبان سے ملا میں نے کہا کہ مجھے ایسا عمل بتائیں جو میں کروں تو اللہ مجھے اس کی برکت سے جنت میں داخل کر

مثل قرار دی (بخاری) اُم عطیہ کو ایک مرتبہ نوحہ کی اجازت دی (مسلم) ابی بردہ ابن نیار کو چھ ماہہ بکری کی قربانی کی اجازت دی۔ اللہ نے جنت کی زمین کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مالک کیا ہے جسے چاہیں دیں۔ (مرقات وغیرہ)۔

؎ یعنی مجھے آپ جنت میں اپنے ساتھ رکھیں۔ جیسے بادشاہ شاہی قلعہ میں اپنے خاص خادموں کو اپنے ساتھ رکھتے ہیں۔ خیال رہے کہ حضرت ربیعہ نے اس جگہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حسب ذیل چیزیں مانگیں۔ زندگی میں ایمان پر استقامت نیکیوں کی توفیق گناہوں سے کنارہ کشی۔ مرتے وقت ایمان پر خاتمہ۔ قبر کے حساب میں کامیابی۔ حشر میں اعمال کی قبولیت۔ پل صراط سے بعزت گزر۔ جنت میں رب کا فضل و بلندی مراتب۔ یہ سب چیزیں صحابی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مانگیں اور صحابی نے حضور کو مختیں لہذا ہم بھی حضور سے ایمان۔ مال۔ اولاد۔ عزت۔ جنت سب کچھ مانگ سکتے ہیں یہ مانگنا سنت صحابہ ہے حضور کے لنگر سے یہ سب کچھ قیامت تک بٹتا رہے گا اور ہم بھکاری لیتے رہیں گے صوفیاء فرماتے ہیں کہ حضرت ربیعہ نے حضور سے حضور ہی کو مانگا مگر چونکہ حضور جنت میں ہی ملیں گے۔ لہذا جنت کا بھی ذکر کر دیا

؎ یعنی تمہاری یہ درخواست منظور ہے۔ کچھ اور بھی چاہتے ہو۔ عرض کیا جب چمن الٰہی کا پھول مل گیا تو پتوں کی کیا ضرورت ہے ؎ یعنی جنت میں تمہیں اعلیٰ مقام پر پہنچانا میرے کرم سے ہے نہ کہ محض تمہارے سجدوں سے تم اپنے سجدوں سے بھی اس کام میں امداد دو۔ علٰی نَفْسِكَ فرما کر اشارۃً فرمایا گیا کہ نفس کی مخالفت جنت کا ذریعہ ہے (مرقات) کثرت سجود سے بتایا گیا کہ فقط نماز پنجگانہ پر کفایت نہ کرو بلکہ نوافل کثرت سے پڑھو تاکہ میرے قرب کے لائق ہو جاؤ۔ جیسے بادشاہ کہے کہ میرے پاس آنا ہے۔ تو اچھا لباس پہنو۔ حاضری بادشاہ کے کرم سے ہے اور اچھا لباس دربار کے آداب میں سے ہے شعر

مالک ہیں خزانہ قدرت کے جو جس کو چاہیں دے ڈالیں۔
دی خلد جناب ربیعہ کو بگڑی لاکھوں کی بنائی ہے۔

؎ آپ تابعی ہیں شام کے رہنے والے ہیں عالم باعمل ہیں۔ حضرت عمر۔ ابوالدرداء اور ثوبان رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں۔

ثُمَّ سَأَلْتُهُ فَسَكَتَ ثُمَّ سَأَلْتُهُ الثَّالِثَةَ فَقَالَ سَأَلْتُ عَنْ ذٰلِكَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عَلَيْكَ بِكَثْرَةِ السُّجُوْدِ لِلّٰهِ فَاِنَّكَ لَا تَسْجُدُ لِلّٰهِ سَجْدَةً اِلَّا رَفَعَكَ اللّٰهُ بِهَا دَرَجَةً وَحَطَّ عَنْكَ بِهَا خَطِيْئَةً قَالَ مَعْدَانُ ثُمَّ لَقِيْتُ اَبَا الدَّرْدَاءِ فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ لِيْ مِثْلَ مَا قَالَ ثَوْبَانُ لِيْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَجَدَ وَضَعَ رُكْبَتَيْهِ قَبْلَ يَدَيْهِ وَاِذَا نَهَضَ رَفَعَ يَدَيْهِ قَبْلَ رُكْبَتَيْهِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَدَارِمِيُّ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَجَدَ اَحَدُكُمْ

رہے آپ خاموش رہے میں نے پھر پوچھا آپ خاموش رہے میں نے پھر تیسری بار پوچھا تو فرمایا کہ میں نے اس بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تھا[1] آپ نے فرمایا کہ اللہ کیلئے زیادہ سجدے اختیار کرو[2] کیونکہ تم اللہ کیلئے کوئی سجدہ نہ کرو گے مگر اللہ اس کی برکت سے تمہارا درجہ بڑھائیگا اور تمہاری خطا معاف کرے گا[3] معدان کہتے ہیں کہ پھر میں حضرت ابودرداء سے ملا ان سے پوچھا انہوں نے مجھ سے وہی کہا جو ثوبان نے کہا تھا (مسلم) دوسری فصل حضرت وائل ابن حجر سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب سجدہ کرتے تو اپنے گھٹنے ہاتھوں سے پہلے رکھتے اور جب اٹھتے تو اپنے ہاتھ گھٹنوں سے پہلے اٹھاتے[4] (ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، دارمی) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کوئی سجدہ کرے تو

[1] یعنی میں نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تین بار یہ سوال کیا تھا دو بار سرکار خاموش رہے تھے اور تیسری بار میں جواب دیا تھا (مرقات) اسی سنت پر عمل کرتے ہوئے میں بھی دو بار خاموش رہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ خاموشی سائل کا شوق بڑھانے کے لیے اور حضرت ثوبان کی خاموشی اس سنت پر عمل کے لیے ہے صحابہ کرام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اداؤں کی نقل کرتے تھے [2] اس طرح کہ نوافل زیادہ پڑھو اور تلاوت قرآن کثرت سے کرو سجدہ شکر زیادہ کرو۔ [3] اس سے معلوم ہوا کہ سجدہ گناہوں کا کفارہ ہے مگر گناہوں سے مراد حقوق اللہ کے گناہ صغیرہ ہیں حقوق العباد ادا کرنے سے اور گناہ کبیرہ توبہ سے معاف ہوتے ہیں [4] سنت یہ ہے کہ سجدے میں جاتے وقت زمین سے قریب والا عضو زمین پر پہلے رکھے کہ پہلے گھٹنے پھر ہاتھ پھر ناک پھر پیشانی رکھے اور سجدے میں اٹھتے وقت اس کے برعکس کرے کہ پہلے پیشانی اٹھائے پھر ناک پھر ہاتھ پھر گھٹنے جن روایات میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پہلے گھٹنے اٹھاتے تھے پھر ہاتھ وہ ضعف یا مجبوری کی بنا پر ہے لہذا احادیث میں تعارض نہیں۔

فَلَا يَبْرُكْ كَمَا يَبْرُكُ الْبَعِيْرُ وَلْيَضَعْ يَدَيْهِ قَبْلَ رُكْبَتَيْهِ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ وَ
النَّسَائِیُّ وَالدَّارِمِیُّ قَالَ اَبُوْسُلَيْمٰنَ الْخَطَّابِیُّ حَدِيْثُ وَائِلِ ابْنِ حُجْرٍ
اَثْبَتُ مِنْ هٰذَا وَقِيْلَ هٰذَا مَنْسُوْخٌ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ النَّبِیُّ
صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ وَ
اهْدِنِیْ وَعَافِنِیْ وَارْزُقْنِیْ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَعَنْ حُذَيْفَةَ اَنَّ
النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ رَبِّ اغْفِرْلِیْ
رَوَاهُ النَّسَائِیُّ وَالدَّارِمِیُّ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ شِبْلٍ

تو اونٹ کی طرح نہ بیٹھے [1] چاہیے کہ اپنے ہاتھ گھٹنوں سے پہلے رکھے [2] (ابوداؤد، نسائی، دارمی) ابوسلیمان خطابی فرماتے ہیں کہ وائل ابن حجر کی حدیث اس سے زیادہ قوی ہے [3] اور کہا گیا ہے کہ یہ منسوخ ہے [4] روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دو سجدوں کے درمیان کہتے تھے الٰہی مجھے بخش دے مجھ پر رحم کر مجھے ہدایت امن اور رزق دے [5] (ابوداؤد، ترمذی) روایت ہے حضرت حذیفہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دو سجدوں کے درمیان فرماتے تھے یا رب مجھے بخش دے [6] (نسائی، دارمی) تیسری فصل: روایت ہے حضرت عبدالرحمن ابن شبل سے [7]

[1] کہ اونٹ بیٹھتے وقت پہلے پاؤں کے گھٹنے زمین پر رکھتا ہے پھر ہاتھ رکھتا ہے، تم ایسا نہ کرو۔ [2] یہ حدیث گزشتہ حدیث وائل ابن حجر کے خلاف ہے یا یہ حدیث منسوخ ہے وائل ناسخ یا یہ حدیث ضعیف ہے اور وہ حدیث قوی غرضکہ یہ حدیث ناقابل عمل ہے اور گزشتہ حدیث پر اکثر ائمہ کا عمل ہے جیسا خود صاحب مشکوٰۃ فرما رہے ہیں۔ [3] اسی لیے علماء نے اس پر عمل کیا بعض لوگوں نے کہا کہ حدیث وائل کی اسناد میں شریک قاضی ہے اور وہ ضعیف ہے مگر یہ غلط ہے کیونکہ امام مسلم نے شریک سے روایات لی ہیں۔ نیز اس حدیث کی دو اسنادیں اور بھی ہیں جن سے انہیں قوت پہنچتی ہے۔ [5] کہ یہ دعا نوافل میں ہمیشہ کہتے تھے فرائض میں کبھی کبھی، فرائض میں اختصار ہے نوافل میں آزادی (مرقات)۔ [6] یہ حدیث پچھلی حدیث کے خلاف نہیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کبھی دو سجدوں کے درمیان صرف دعائے مغفرت کرتے تھے اور کبھی وہ پوری دعا پڑھتے تھے جو ابھی گزری۔ ہر راوی نے جو دیکھا وہ بیان کیا۔ [7] آپ کا نام عبدالرحمن ابن شبل ابن عمرو ابن زید ہے انصاری ہیں اوسی ہیں بلکہ انصار کے نقیب رہے ہیں حمص میں قیام رہا۔ امیر معاویہ کے زمانہ میں وفات پائی۔

قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ نَقْرَةِ الْغُرَابِ وَافْتِرَاشِ السَّبُعِ وَاَنْ يُّوْطِنَ الرَّجُلُ الْمَكَانَ فِي الْمَسْجِدِ كَمَا يُوْطِنُ الْبَعِيْرُ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَلِيُّ اِنِّيْ اُحِبُّ لَكَ مَا اُحِبُّ لِنَفْسِيْ وَاَكْرَهُ لَكَ مَا اَكْرَهُ لِنَفْسِيْ لَا تُقْعِ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَعَنْ طَلْقِ بْنِ عَلِيٍّ الْحَنَفِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَنْظُرُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ اِلٰى صَلٰوةِ عَبْدٍ لَا يُقِيْمُ فِيْهَا صُلْبَهٗ بَيْنَ خُشُوْعِهَا وَسُجُوْدِهَا رَوَاهُ اَحْمَدُ

فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کوے کی سی ٹھونگ مارنے اور درندے کی طرح ہاتھ بچھانے سے منع فرمایا[1] اور اس سے منع کیا کہ کوئی شخص مسجد میں جگہ مقرر کرے جیسے اونٹ مقرر کرلیتا ہے[2] (ابوداؤد، نسائی، دارمی) روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اے علی میں تمہارے لیے وہی پسند کرتا ہوں جو اپنے لیے پسند کرتا ہوں اور تمہارے لیے وہی ناپسند کرتا ہوں جو اپنے لیے ناپسند کرتا ہوں[3] دو سجدوں کے درمیان اکڑوں نہ بیٹھنا (ترمذی)[4] روایت ہے حضرت طلق ابن علی حنفی سے فرماتے ہیں فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالٰی اس بندے کی نماز پر نظر نہیں فرماتا جو نماز میں رکوع اور سجدے کے درمیان پیٹھ سیدھی نہیں کرتا[5] (احمد)

[1] کہ ساجد سجدہ ایسی جلدی جلدی نہ کرے جیسے کوا زمین پر چونچ مار کر فوراً اٹھا لیتا ہے اور سجدے میں کہنیاں زمین سے نہ لگائے جیسے کتا بھیڑیا وغیرہ بیٹھتے وقت لگا لیتے ہیں [2] معلوم ہوا کہ مسجد میں اپنے واسطے کوئی جگہ خاص کرلینا کہ اور جگہ نماز میں دل ہی نہ لگے مکروہ ہے ہاں شرعی ضرورت کے لیے جگہ مقرر کرلینا جائز ہے جیسے امام کے لیے محراب مقرر ہے اور بعض مسجدوں میں مکبر کے لیے امام کے پیچھے کی جگہ انہیں بھی چاہیے کہ سنتیں اور نفل کچھ ہٹ کر پڑھیں مسجد میں جس جگہ جو پہنچے وہاں کا وہی مستحق ہے بعض سلاطین اسلامیہ خاص امام کے پیچھے اپنے لیے جگہ رکھتے تھے وہ معذوری کی بنا پر تھا کیونکہ اور جگہ انہیں جان کا خطرہ تھا یہاں باقاعدہ ان کی حفاظت کا انتظام ہوتا تھا لہذا وہ اس حکم سے عذراً مستثنٰی ہیں (مرقات و اشعہ وغیرہ) [3] یہاں خصوصی پسندیدگی مراد ہے اور اس حدیث میں حضرت علی مرتضٰی کی انتہائی عظمت کا اظہار ہے ورنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ساری امت کے ماں باپ سے زیادہ خیرخواہ ہیں قرآن کریم فرماتا ہے حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ اور فرماتا ہے عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حضور نے ہمیں حکم دیا ہے کہ اپنے بھائی مسلمان کے لیے وہی پسند کرو جو اپنے لیے پسند کرتے ہو [4] لَا تُقْعِ اِقْعَاءٌ سے بنا جس کے معنی ہیں سرین زمین پر رکھنا دونوں پنڈلیاں کھڑی کرلینا اور ہاتھ زمین سے لگا دینا یعنی اکڑوں بیٹھنا یہ نماز میں منع ہے نمازی جب بھی بیٹھے دوزانو بیٹھے [5] اس سے معلوم ہوا کہ رکوع کے بعد قومہ

وَعَنْ نَافِعٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يَقُوْلُ مَنْ وَضَعَ جَبْهَتَهٗ بِالْاَرْضِ فَلْيَضَعْ كَفَّيْهِ عَلَى الَّذِيْ وَضَعَ عَلَيْهِ جَبْهَتَهٗ ثُمَّ اِذَا رَفَعَ فَلْيَرْفَعْهُمَا فَاِنَّ الْيَدَيْنِ تَسْجُدَانِ كَمَا يَسْجُدُ الْوَجْهُ رَوَاهُ مَالِكٌ

بَابُ التَّشَهُّدِ

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا

روایت ہے حضرت نافع سے کہ حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ جو اپنی پیشانی زمین پر رکھے تو اپنے ہاتھ بھی وہیں رکھے جہاں پیشانی رکھتا ہے ۱؎ پھر جب سر اٹھائے تو ہاتھ بھی اٹھائے کیونکہ جیسے چہرہ سجدہ کرتا ہے ویسے ہی ہاتھ بھی سجدہ کرتے ہیں ۲؎ (مالک)

التحیات کا باب ۳؎

فصل اول ۔ روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب التحیات

واجب ہے یعنی سیدھا کھڑا ہونا تاکہ تعدیل ارکان میں یہ بھی داخل ہے خشوع سے مراد رکوع ہے اور نظر نہ فرمانے سے مراد نماز قبول نہ فرمانا ہے یا شرعاً نماز قبول نہ ہونا

۱؎ یعنی ہاتھ پیشانی کے آس پاس چاہئیں نہ کہ گھٹنوں کے متصل نیز پیشانی کے لیے کوئی خاص چیز نہ ہو جس پر پیشانی رکھی جائے اسی پر ہاتھ بھی رکھے جائیں بعض لوگ کربلا کی مٹی یا ٹکیا بنا کر صرف پیشانی رکھتے ہیں ان کا یہ عمل اس حدیث کے خلاف ہے پیشانی اور ہاتھوں کی جگہ ایک ہونی چاہیے ۲؎ لہذا ہاتھوں کی انگلیاں قبلہ کی طرف چاہئیں اور یہ نہ کرے کہ سجدے سے صرف سر اٹھائے ہاتھ زمین پر ہی لگے رہنے دے کہ یہ تعدیل ارکان کے خلاف ہے ۳؎ لغت میں تشہد کے معنی ہیں گواہ بننا یا گواہی دینا عرف میں کلمہ شہادت پڑھنا مگر شریعت میں التحیات کو تشہد کہا جاتا ہے کیونکہ اس میں توحید و رسالت کی گواہی ہوتی ہے خیال رہے کہ التحیات اس کلام کا مجموعہ ہے جو معراج کی رات قرب حضوری میں رب و محبوب کے درمیان ہوا حضور نے عرض کیا اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّيِّبَاتُ رب کی طرف سے ارشاد ہوا اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے جواباً عرض کیا اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ ۔ ان دونوں قسموں کے کلاموں کو نمازی ادا کرکے اللہ کی توحید، حضور کی رسالت کی گواہی دیتا ہے لیکن نمازی التحیات پڑھتے وقت معراج کی اس گفتگو کی نقل کی نیت نہ کرے بلکہ خود بارگاہ الٰہی ﷻ اور بارگاہ رسالت میں سلام عرض کرنے کی نیت کرے (شامی) جیسے تکبیر تشریق حضرت جبریل حضرت خلیل حضرت اسماعیل کے کلاموں کا مجموعہ ہے کہ جب حضرت جبریل جنت سے دنبہ لے کر حاضر ہوئے اور حضرت خلیل اپنے لخت جگر کو ذبح کر رہے تھے تو اوپر سے بولے اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ حضرت خلیل نے اوپر دیکھا تو جبریل کو آتے دیکھ کر فرمایا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ پھر حکم پروردگار

قَعَدَ فِي التَّشَهُّدِ وَضَعَ يَدَهُ الْيُسْرٰى عَلٰى رُكْبَتِهِ الْيُسْرٰى وَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى رُكْبَتِهِ الْيُمْنٰى وَعَقَدَ ثَلٰثَةً وَّخَمْسِيْنَ وَاَشَارَ بِالسَّبَّابَةِ وَفِيْ رِوَايَةٍ كَانَ اِذَا جَلَسَ فِي الصَّلٰوةِ وَضَعَ يَدَيْهِ عَلٰى رُكْبَتَيْهِ وَرَفَعَ اِصْبَعَهُ الْيُمْنٰى الَّتِيْ تَلِي الْاِبْهَامَ يَدْعُوْ بِهَا وَيَدَهُ الْيُسْرٰى عَلٰى رُكْبَتِهِ بَاسِطَهَا عَلَيْهَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَعَدَ يَدْعُوْ وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى فَخِذِهِ الْيُمْنٰى وَيَدَهُ الْيُسْرٰى عَلٰى فَخِذِهِ

میں بیٹھتے تو اپنا بایاں ہاتھ بائیں گھٹنے پر رکھتے اور دایاں ہاتھ دائیں گھٹنے پر [1] اور ترپن (۵۳) کا عقد باندھتے اور کلمے کی انگلی سے اشارہ کرتے [2] اور ایک روایت میں ہے کہ جب نماز میں بیٹھتے تو اپنے دونوں ہاتھ دونوں گھٹنوں پر رکھتے اور اپنی داہنی انگلی جو انگوٹھے سے ملی ہے اسے اٹھاتے اس سے اشارہ کرتے [3] اور اپنا بایاں ہاتھ بائیں گھٹنے پر بچھاتے [4] (مسلم) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن زبیر سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب بیٹھتے تو کلمہ پڑھتے [5] تو اپنا دایاں ہاتھ اپنے دائیں ران پر رکھتے اور بایاں ہاتھ بائیں ران پر [6]

حضرت اسماعیل کے ہاتھ پاؤں کھولے اور قبولیت قربانی کی بشارت دی تو آپ نے فرمایا اللہ اکبر لہٰذا اب تکبیر تشریق کہنے والا وہاں کی نقل کی نیت نہ کرے بلکہ اپنی طرف سے ذکر الٰہی کی نیت کرے۔

[1] اس طرح کہ ہتھیلیاں تو رانوں پر ہوں اور انگلیوں کے کنارے گھٹنوں پر ہاتھوں سے گھٹنے پکڑنا مراد نہیں کیونکہ التحیات میں تمام انگلیوں کا رخ کعبہ معظمہ کو چاہیے خیال رہے کہ نماز کی ہر نشست یوں ہی ہونی چاہیے خواہ سجدوں کے درمیان کا جلسہ ہو یا التحیات کا قعدہ یہاں التحیات کا ذکر احترازی نہیں لہٰذا یہ حدیث دیگر احادیث کے خلاف نہیں۔

[2] یعنی التحیات میں شہادت توحید کے وقت داہنے ہاتھ سے اس طرح اشارہ کرتے کہ انگوٹھے کا کنارہ کلمے کی انگلی کی جڑ میں لگاتے اور تین انگلیاں بند کر لیتے یہ ترپن کا عقد ہوا اور کلمے کی انگلی اوپر اٹھاتے اِلَّا اللہ پر گرا دیتے یہ تفصیل دوسری احادیث میں وارد ہے خیال رہے کہ اس اشارے کے متعلق مختلف روایتیں آئی ہیں یہاں ترپن (۵۳) کا عقد مذکور ہے بعض میں ہے کہ انگلیاں بند کر لیتے اور انگوٹھے و بیچ کی انگلی کا حلقہ بناتے اور کلمے کی انگلی سے اشارہ کرتے معلوم ہوتا ہے کہ کبھی اس طرح کرتے اور کبھی اس طرح لہٰذا احادیث میں تعارض نہیں احناف کے ہاں مقبول والی حدیث پر عمل ہے جو حضرت وائل ابن حجر سے مروی ہے [3] اس طرح کہ زبان سے فرماتے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ اور یہ انگلی اٹھا کر توحید کا اشارہ کرتے تاکہ قولاً و عملاً توحید کی گواہی ہو اور بعد اشارہ پھر ہاتھ بچھا دیتے تاکہ انگلیاں قبلہ رو رہیں [4] یعنی بایاں ہاتھ اول سے آخر تک بچھائے رکھتے اس ہاتھ سے عقد انامل یا اشارہ نہ کرتے [5] یہاں دعا سے مراد کلمہ شہادت ہے جیسے حدیث شریف میں ہے کہ عرفہ کے دن

الْيُسْرٰى وَاَشَارَ بِاِصْبَعِهِ السَّبَّابَةِ وَوَضَعَ اِبْهَامَهٗ عَلٰى اِصْبَعِهِ الْوُسْطٰى وَيُلْقِمُ كَفَّهُ الْيُسْرٰى رُكْبَتَهٗ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ كُنَّا اِذَا صَلَّيْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْنَا اَلسَّلَامُ عَلَى اللّٰهِ قِبَلَ عِبَادِهٖ اَلسَّلَامُ عَلٰى جِبْرِيْلَ اَلسَّلَامُ عَلٰى مِيْكَائِيْلَ اَلسَّلَامُ عَلٰى فُلَانٍ فَلَمَّا

اور اپنی کلمے کی انگلی سے اشارہ کرتے اور اپنا انگوٹھا بیچ کی انگلی پر رکھتے[1] اور بائیں ہتھیلی سے گھٹنہ پکڑ لیتے[2] (مسلم) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے تھے[3] تو کہتے تھے[4] اللہ کے بندوں کی طرف سے اللہ پر سلام ہو[5] جبریل پر سلام ہو میکائیل پر سلام ہو۔ فلاں پر سلام ہو۔

بہترین دعا کرلیتے ہے یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں جب بیٹھتے تو التحیات پڑھتے اور اس میں کلمہ پڑھتے خیال رہے کہ نماز میں جب بھی بیٹھنا پڑے تب التحیات پڑھے لہذا اگر کوئی التحیات ہی میں جماعت سے ملا اس کے ملتے ہی امام کھڑا ہو گیا تو یہ شخص پوری التحیات ورسولہ تک پڑھ کر اٹھے اس مسئلہ کا ماخذ یہ حدیث ہے [2] پچھلی حدیث کی شرح ہے جس میں تھا کہ حضور قعدہ میں گھٹنوں پر ہاتھ رکھتے تھے اس نے بتایا کہ ہاتھ رانوں پر رکھتے انگلیوں کے کنارے گھٹنوں پر۔

[1] یعنی انگوٹھے اور بیچ کی انگلی کا حلقہ بنا کر اشارہ فرماتے جیسا ہم احناف کا عمل ہے [2] اس طرح کہ بایاں گھٹنہ بائیں ہتھیلی میں ایسے آجاتا جیسے منہ میں لقمہ۔ خیال رہے کہ حضور کا یہ عمل بیان جواز کے لیے ہے اور پہلی حدیث کا عمل بیان التحیات کے لیے تھا یعنی دونوں ہاتھ دونوں رانوں پر بچھا دینا بہتر ہے۔ کہ دونوں ہاتھوں کی انگلیاں قبلہ رخ میں اور بایاں گھٹنہ بائیں ہاتھ سے پکڑ لینا جائز ہے لہذا ان دو احادیث میں تعارض نہیں ہے اور نہ مسلمانوں کا عمل اس حدیث کے خلاف۔ یہ بھی خیال رہے کہ یہ اشارہ صرف کلمہ شہادت پر تھا جو کلمہ ختم ہوتے پر ختم ہو جاتا تھا اول سے ہاتھ بچھا ہوتا پھر بعد میں بھی بچھا دیا جاتا تاکہ انگلیاں سوئے قبلہ رہیں [3] اگر یہ واقعہ معراج سے پہلے کا ہے تب تو یہ مطلب ہوگا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اجتہاد سے نماز پڑھتے تھے اور صحابہ بھی حضور کے ساتھ اس عبادت میں مشغول ہوتے تھے اور اپنے اجتہاد سے بجائے التحیات یہ پڑھا کرتے تھے جب حضور معراج سے واپس ہوئے تب آپ نے اس التحیات کی تعلیم دی جو آگے آ رہی ہے یعنی لوگو نماز تمہاری معراج ہے تو میں معراج میں رب سے جو گفتگو کر کے آیا تم بھی نماز میں وہی کہا کرو اور اگر معراج کے بعد کا واقعہ ہے تو مطلب یہ ہے کہ اولاً التحیات کی تعلیم نہیں دی گئی تھی صحابہ اپنے اجتہاد سے کچھ کلمے کہہ لیا کرتے تھے ایک روز نماز سے فارغ ہو کر اس التحیات کی تعلیم دی (مرقاۃ) [4] نماز کے دونوں قعدوں میں [5] یعنی ہم بندے بارگاہ الٰہی میں نیاز مندانہ سلام پیش کرتے ہیں وہ سمجھتے یہ تھے کہ جیسے بادشاہوں کے دربار میں سلام کرنا دربار کا ادب ہے ایسے ہی بارگاہ الٰہی میں سلام پیش کرنا وہاں کا ادب ہے۔

اِنْصَرَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ قَالَ لَا تَقُوْلُوْا
اَلسَّلَامُ عَلَى اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّلَامُ فَاِذَا جَلَسَ اَحَدُكُمْ فِي الصَّلٰوةِ
فَلْيَقُلْ اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا
النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ فَاِنَّهٗ

لہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم پھرے تو اپنے چہرے سے ہم پر متوجہ ہوئے لہ اور فرمایا یہ نہ کہو کہ اللہ پر سلام ہو اللہ تو خود سلام ہے لہ جب تم میں سے کوئی نماز میں بیٹھے تو کہے کہ اللہ کے لیے تحیتیں، نمازیں اور طیب کلمے ہیں لہ اے نبی آپ پر سلام ہو اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں لہ ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر سلام ہو لہ نمازی جب یہ کہے گا۔

لہ فلاں سے مراد باقی فرشتے ہیں یا خاص انبیائے کرام لہ اِنْصَرَفَ کے معنی یا یہ ہیں کہ آپ معراج سے واپس لوٹے تو ہم سب کے سامنے وعظ فرمایا یا یہ مطلب ہے کہ ایک دن نماز سے فارغ ہو کر یہ ارشاد فرمایا (از مرقات)

لہ یعنی سلام ایک قسم کی دعا ہے یہ رب کے لائق نہیں رب ہر عیب سے پاک ہر آفت سے دور ہے اور سب کو سلامت رکھنے والا ہے اسی لیے ایک دعا میں فرمایا گیا اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ الٰہی تو سلامت رکھنے والا ہے۔

لہ فَلْيَقُلْ صیغہ امر ہے اور امر وجوب کیلئے آتا ہے جس سے معلوم ہوا کہ نماز میں التحیات واجب ہے فَاِذَا جَلَسَ کے عموم سے معلوم ہوا کہ نماز میں جب بھی بیٹھے التحیات پڑھے خواہ امام کے تابع ہو کر بیٹھے یا خود اسے بیٹھنا ہو لہٰذا اگر کوئی امام کے ساتھ التحیات میں ملے اور اس کے بیٹھتے ہی امام کھڑا ہو جائے یا سلام پھیر دے تو التحیات پوری کر کے کھڑا ہو لہٰذا یہ حدیث احناف کے بہت سے مسائل کا ماخذ ہے جب التحیات واجب ہوئی تو اس کے رہ جانے پر سجدہ سہو واجب ہوا جیسا کہ واجبات نماز کا حکم ہے لہ ان تین کلموں کی شرحیں بہت ہیں حضرت شیخ نے فرمایا کہ تحیۃ سے مراد قولی عبادات ہیں صلوات سے مراد بدنی عبادات اور طیبات سے مراد مالی عبادتیں ہیں مطلب یہ ہے کہ ہر قسم کی عبادتیں اللہ سے خاص ہیں چونکہ ان تینوں عبادتوں میں سے ہر ایک کی ہزارہا قسمیں ہیں نیز ہر شخص کی عبادت علیحدہ ہے اس لیے ان تینوں کو جمع فرمایا گیا خیال رہے کہ تحیۃ کا لفظ جب بندے کے لیے استعمال ہوگا تو اس کے معنی ہوں گے ملاقات کے وقت کا کلام یا کام یونہی صلوات بندوں کے لیے معنی رحمتیں ہوتا ہے جیسے اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ۔

لہ اس جگہ مرقات نے فرمایا کہ معراج کی رات اول یہی کلمے حضور نے بارگاہ الٰہی میں پیش کیے پھر اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ الخ رب کی طرف سے حضور کو خطاب ہوا پھر اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا الخ حضور نے جوابًا عرض کیا پھر اَشْهَدُ الخ جبریل امین نے عرض کیا چونکہ نماز بھی مسلمان کی معراج ہے اس لیے اس میں سارے کلمات جمع کر دیئے گئے نیز شیخ نے اشعۃ اللمعات میں امام غزالی نے احیاء العلوم میں ملا علی قاری نے مرقات میں فرمایا کہ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ پر ہر نمازی اپنے دل میں حضور کو حاضر جانے اور یہ جان کر سلام عرض کرے کہ میں حضور کو سلام کر رہا ہوں حضور مجھے جواب دے رہے ہیں شیخ نے فرمایا

إِذَا قَالَ ذٰلِكَ أَصَابَ كُلَّ عَبْدٍ صَالِحٍ فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ثُمَّ لْيَتَخَيَّرْ مِنَ الدُّعَاءِ أَعْجَبَهٗ إِلَيْهِ فَيَدْعُوْهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَلِّمُنَا التَّشَهُّدَ كَمَا يُعَلِّمُنَا السُّوْرَةَ مِنَ الْقُرْاٰنِ فَكَانَ يَقُوْلُ اَلتَّحِيَّاتُ الْمُبَارَكَاتُ الصَّلَوٰتُ الطَّيِّبَاتُ لِلّٰهِ

تو زمین و آسمان کے ہر نیک بندے کو پہنچ جائے گا^۸ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ حضور محمد اس کے بندے اور رسول ہیں^۹ پھر جو دعا اسے پسند ہو اختیار کرلے اور اس سے دعا مانگے^۱۰ (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ ہم کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم التحیات ایسے ہی سکھاتے تھے جیسے قرآن کی سورت سکھاتے تھے^۱۱ تو فرماتے تھے کہ برکت والی تحیتیں اور طیب نمازیں اللہ کے لیے

کہ بعض عارفین کا ارشاد ہے کہ حقیقت محمدیہ تمام موجودات بلکہ ممکنات میں ساری و طاری ہے اس لیے نمازی میں بھی موجود ہے لہذا خطاب اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ نہایت موزوں ہے یہی مضمون اہل حدیث کے پیشوا نواب صدیق حسن خان بھوپالی نے بھی اپنی بعض کتب میں لکھا ہے اس سے مسئلہ حاضر و ناظر بخوبی واضح ہوگیا کیونکہ غائب کو غافل کو اور بے جواب بندے اس کو سلام کرنا منع ہے اس کی پوری بحث ہماری کتاب جاء الحق حصہ اول میں دیکھو۔

۸ یعنی زمین و آسمان میں غائب و حاضر گزشتہ موجودہ آئندہ سارے نیک بندوں پر سلام چونکہ وہ سب بندے سن نہیں رہے ہیں اس لیے یہاں خطاب نہیں ہوا نیک بندہ وہ ہے جو حق عبدیت ہے ادا کرے اور اس پر قائم رہے

۹ اس سے معلوم ہوا کہ ہمیشہ دعا وغیرہ میں سارے مومنوں کو شامل کرنا چاہیے تو ان شاء اللہ دعا ضرور قبول ہوگی خیال رہے کہ یہاں گنہگار بندوں کا ذکر نہیں آیا کیونکہ وہ عَلَیْنَا جمع کی ضمیر میں داخل کر لیے گئے حضور اپنے گنہگاروں کو اپنے دامن میں رکھتے ہیں

۱۰ ظاہر یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی التحیات میں شہادتیں یونہی ادا فرماتے تھے

۱۱ بہتر یہ ہے کہ اس موقعہ پر منقولی دعائیں خصوصًا جامع دعائیں مانگی جائیں جیسے رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا الخ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز میں درود ابراہیمی پڑھنا فرض نہیں یہی حنفیوں کا قول ہے اور یہ حدیث ان کی دلیل ہے۔

۱۲ یعنی جیسا اہتمام قرآن شریف کے سکھانے میں کرتے تھے ویسا ہی التحیات کے سکھانے میں بھی اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ نماز میں التحیات واجب ہے۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى
عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ
رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَلَمْ اَجِدْ فِي الصَّحِيْحَيْنِ وَلَا فِي الْجَمْعِ بَيْنَ الصَّحِيْحَيْنِ
سَلَامٌ عَلَيْكَ وَسَلَامٌ عَلَيْنَا بِغَيْرِ اَلِفٍ وَّلَامٍ وَلٰكِنْ رَوَاهُ صَاحِبُ الْجَامِعِ
عَنِ التِّرْمِذِيِّ اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ عَنْ وَّائِلِ بْنِ حُجْرٍ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثُمَّ جَلَسَ فَافْتَرَشَ رِجْلَهُ الْيُسْرٰى وَوَضَعَ يَدَهُ الْيُسْرٰى
عَلٰى فَخِذِهِ الْيُسْرٰى وَحَدَّ مِرْفَقَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى فَخِذِهِ الْيُمْنٰى وَقَبَضَ

ہیں اے نبی آپ پر سلام اور اللہ کی رحمتیں برکتیں ہوں ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر سلام ہو میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد اللہ کے رسول ہیں [1] (مسلم) میں نے صحیحین میں اور صحیحین کے جامع میں سلام علیک اور سلام علینا بغیر الف لام کے نہ پایا لیکن اسے جامع والے نے ترمذی سے روایت کیا [2]۔ دوسری فصل۔ روایت ہے حضرت وائل ابن حجر سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہیں فرماتے ہیں کہ پھر حضور بیٹھے [3] تو اپنا بایاں پاؤں بچھایا اور اپنا بایاں ہاتھ بائیں ران پر رکھا اور اپنی داہنی کہنی ران پر جدا کی [4] دو انگلیاں بند کیں

[1] یہ حضرت ابن عباس کی التحیات ہے امام شافعی نے اسی کو اختیار کیا امام ابو حنیفہ و امام احمد ابن حنبل اور اکثر صحابہ و تابعین نے حضرت ابن مسعود کی التحیات کو لیا جو پہلے گزر چکی علامہ ابن حجر فرماتے ہیں کہ ابن مسعود کی التحیات کی حدیث بہت صحیح ہے، مسند امام احمد ابن حنبل میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن مسعود کو حکم دیا کہ اس التحیات کی سب کو تعلیم دو اور امام مالک کی التحیات ہے جو سیدنا عمر فاروق سے مروی۔ اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ الزَّاكِيَاتُ لِلّٰهِ الطَّيِّبَاتُ لِلّٰهِ السَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ الخ (احمد) [2] یعنی صاحب مصابیح نے حضرت ابن عباس کی التحیات میں سلام بغیر الف لام کے نقل کیا مگر ایسی التحیات سوا ترمذی کے اور کہیں نہیں لہٰذا یہ حدیث صاحب مصابیح کو پہلی فصل میں نہیں لانی چاہیے تھی۔ [3] یہ حدیث ایک بڑی حدیث کا ٹکڑا ہے جس میں وائل ابن حجر فرماتے ہیں کہ میں ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آستانہ شریف پر اس لیے حاضر ہوا کہ میں آپ کی نماز دیکھوں تو میں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے قبلہ کو منہ کیا۔ تکبیر کہی۔ کانوں تک ہاتھ اٹھائے یہاں تک کہ آخر میں فرمایا پھر بیٹھے الخ۔

[4] یعنی اپنے ہاتھ ادھر ادھر پھیلائے نہیں۔ بلکہ ران کے مقابل رکھے یہ مطلب نہیں کہ کہنیاں ران پر بچھا دیں۔

ثَلٰثِیْنَ وَحَلَّقَ حَلْقَةً ثُمَّ رَفَعَ اِصْبَعَهٗ فَرَاَیْتُهٗ یُحَرِّکُهَا یَدْعُوْ بِهَا رَوَاهُ اَبُوْ دَاؤُدَ وَالدَّارِمِیُّ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَیْرِ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُشِیْرُ بِاِصْبَعِهٖ اِذَا دَعَا وَلَا یُحَرِّکُهَا رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ وَالنَّسَائِیُّ وَزَادَ اَبُوْدَاؤُدَ وَلَا یُجَاوِزُ بَصَرُهٗ اِشَارَتَهٗ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ اِنَّ رَجُلًا کَانَ یَدْعُوْ بِاِصْبَعَیْهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَحِّدْ اَحِّدْ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَالنَّسَائِیُّ وَالْبَیْهَقِیُّ فِی الدَّعَوَاتِ الْکَبِیْرِ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْ یَجْلِسَ الرَّجُلُ فِی الصَّلٰوةِ وَهُوَ مُعْتَمِدٌ

اور حلقہ بنایا[1] پھر اپنی انگلی شریف اٹھائی میں نے آپ کو دیکھا کہ اسے ہلاتے تھے اس سے اشارہ کرتے تھے[2] (ابوداؤد، دارمی) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن زبیر سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب دعا کرتے تو اپنی انگلی سے اشارہ کرتے مگر اسے ہلاتے نہ تھے[3] (ابوداؤد، نسائی) ابوداؤد نے زیادہ کیا کہ آپ کی نگاہ اشارے سے آگے نہ بڑھتی[4] روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ ایک شخص اپنی دو انگلیوں سے اشارہ کرتا تھا[5] حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک سے کرو ایک سے کرو[6] (ترمذی، نسائی، بیہقی، دعوات کبیر) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع کیا کہ کوئی نماز میں اپنے ہاتھ پر ٹیک لگا کر بیٹھے[7]۔

[1] یعنی بیچ والی انگلی کا انگوٹھے سے حلقہ بنایا جیسا کہ ہم لوگوں کا عمل ہے [2] یہاں ہلانے سے مراد انگلی کا اٹھانا اور گرانا ہے کیونکہ اس میں بھی انگلی کو حرکت ہوتی ہے لہذا یہ حدیث اگلی حدیث کے خلاف نہیں جس میں فرمایا گیا کہ آپ انگلی نہیں ہلاتے تھے یہ حدیث حنفیوں کے مخالف نہیں [3] یہ دعا سے مراد کلمہ شہادت ہے کیونکہ درود رب کی حمد و ثنا حضور کی نعت سب در پردہ دعائیں ہیں فقیر کا سخی کے در والے پر آ کر کہنا آپ بڑے سخی ہیں دعا ہی درپردہ مانگنا ہی ہے نہ ہلانے کا مطلب یہ ہے کہ انگلی اٹھا کر اسے جھلاتے نہ تھے [4] یعنی بوقت اشارہ آپ اپنی انگلی کو دیکھتے تھے خیال رہے کہ نمازی کی نشست میں نگاہ گود میں چاہیے لیکن گود میں نگاہ ہوتے ہوئے انگلی بخوبی نظر آجاتی ہے راوی کا مطلب یہ ہے کہ آپ اشارہ کے وقت آسمان یا سجدہ گاہ کو نہ دیکھتے تھے [5] یہ اشارہ کرنیوالے صاحب حضرت سعد ابن ابی وقاص ہیں جیسا کہ ابو طلحہ و نسائی کی روایات میں ہے اور دو انگلیوں سے مراد داہنے یا بائیں ہاتھ کی شہادت والی انگلیاں ہیں نہ کہ ایک ہاتھ کی دو انگلیاں جیسا کہ مرقاۃ اور اشعہ وغیرہ میں ہے [6] یعنی داہنے ہاتھ کی کلمہ کی انگلی سے اشارہ کرو بائیں ہاتھ کی کلمہ کی انگلی نہ اٹھاؤ [7] یعنی نماز میں اپنی طاقت سے بیٹھنا چاہیے لیکن گھٹنوں پر ہاتھ رکھنا اور اس پر جسم کا بوجھ ڈالنا منع ہے اس حالت میں ہاتھ ڈھیلے رہیں۔

عَلٰى يَدِهٖ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُوْ دَاوُدَ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَهٗ نَهٰى أَنْ يَّعْتَمِدَ الرَّجُلُ عَلٰى يَدَيْهِ إِذَا نَهَضَ فِي الصَّلٰوةِ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُوْلَيَيْنِ كَأَنَّهٗ عَلَى الرَّضْفِ حَتّٰى يَقُوْمَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُوْ دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ عَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَلِّمُنَا التَّشَهُّدَ كَمَا يُعَلِّمُنَا السُّوْرَةَ مِنَ الْقُرْاٰنِ بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ التَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ الصَّلَوٰتُ الطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ

(احمد، ابوداؤد) اسی کی ایک روایت میں ہے اس سے منع فرمایا کہ دونوں ہاتھوں پر ٹیک لگاتے جب نماز میں اٹھے[1] روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دو پہلی رکعتوں میں ایسے ہوتے تھے گویا آپ گرم پتھر پر ہیں حتی کہ کھڑے ہوتے[2] (ترمذی، ابوداؤد، نسائی) تیسری فصل روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو التحیات ایسے سکھاتے تھے جیسے ہم کو قرآن کی سورت سکھاتے[3] اللہ کے نام سے اور اللہ سے تحیتیں پاک نمازیں اللہ کے لیے ہیں کہ اے نبی آپ پر سلام ہو[4]

[1] یعنی سجدے سے اٹھتے وقت ہاتھوں پر ٹیک لگانا منع ہے بلکہ گھٹنوں اور رانوں پر زور دے کر اٹھے یہ حدیث احناف کی دلیل ہے کہ دوسری اور چوتھی رکعت میں جلسہ استراحت نہ کیا جائے کیونکہ اس صورت میں ہاتھوں پر ضرور ٹیک لگانا پڑتی ہے جن روایتوں میں اس نشست کا ثبوت ہے وہاں بڑھاپے یا بیماری کی مجبوریاں مراد ہیں۔

[2] یعنی تین یا چار رکعت والے فرائض میں آپ قعدہ میں زیادہ دیر نہ لگاتے تھے بلکہ صرف التحیات پڑھ کر کھڑے ہو جاتے گرم پتھر ہونے سے مراد جلدی اٹھنا ہے اس کے سوا اور جو توجیہیں کی گئی ہیں باطل ہیں عربی میں رضف اس گرم پتھر کو کہتے ہیں جو دودھ گرم کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے

[3] یعنی جیسے قرآن کی ایک ایک آیت مختلف الفاظ اور مختلف قرأتوں سے سکھاتے ایسے ہی جیں التحیات مختلف الفاظ سے سکھاتے تھے (مرقات) اس سے معلوم ہوا کہ جیسے قرآن شریف کی سات قرأتیں متواتر ہیں اور باقی قرأتیں شاذ ایسے ہی التحیات کی مختلف عبارتیں ہیں جو مختلف صحابہ سے منقول ہیں اور جیسے اب قرآن شریف صرف ایک قرأت سے ہی پڑھنا چاہیے ورنہ فتنہ ہوگا ایسے ہی اب التحیات صرف ایک ہی عبارت سے پڑھنی چاہیے[5] نووی نے کتاب الاذکار میں فرمایا کہ التحیات میں بسم اللہ کی زیادتی صرف حضرت جابر کی اس روایت سے ہی ثابت ہے اور کسی روایت میں نہیں ہے حضرت جابر کی یہ حدیث صحیح نہیں

[4] التحیات کی مختلف عبارتیں احادیث میں منقول ہیں لیکن ہر عبارت میں حضور کو خطاب کرکے حضور کو سلام کیا گیا ہے مرقات نے فرمایا نماز میں حضور سے خطاب اور کلام حضور کی خصوصیت ہے اگر کسی اور کو غائبانہ

عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِیْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَسْاَلُ اللّٰهَ الْجَنَّةَ وَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ النَّارِ رَوَاهُ النَّسَائِیُّ وَعَنْ نَافِعٍ قَالَ كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ اِذَا جَلَسَ فِی الصَّلٰوةِ وَضَعَ یَدَیْهِ عَلٰی رُكْبَتَیْهِ وَاَشَارَ بِاِصْبَعِهٖ وَاَتْبَعَهَا بَصَرَهٗ ثُمَّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَهِیَ اَشَدُّ عَلَی الشَّیْطٰنِ مِنَ الْحَدِیْدِ یَعْنِی السَّبَّابَةَ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ

اور اللہ کی رحمت اس کی برکتیں ہوں ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر سلام ہو میں گواہی دیتا ہوں کہ حضور محمد اللہ کے بندے و رسول ہیں[1] اللہ سے جنت مانگتا ہوں آگ سے رب کی پناہ (نسائی) روایت ہے حضرت نافع سے فرماتے ہیں کہ عبداللہ ابن عمر جب نماز میں بیٹھتے تو اپنے ہاتھ اپنے گھٹنوں پر رکھتے اور اپنی انگلی سے اشارہ کرتے اپنی نگاہ اس پر لگاتے[2] پھر فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ شیطان پر لوہے سے زیادہ گراں ہے یعنی یہ انگلی[3] (احمد) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں[4]

یا حاضرانہ سلام کرے گا تو نماز فاسد ہو جائے گی بعض فقہاء فرماتے ہیں کہ اگر کسی کو بحالت نماز حضور پکار دیں تو اس پر واجب ہے کہ اسی حالت میں بارگاہ اقدس میں حاضر ہو جو حکم ملے اس کی تعمیل کرے اس کے باوجود نماز ہی میں ہوگا کہ جب انہیں سلام کرنے سے نماز نہیں ٹوٹتی تو ان سے بات کرنے ان کی خدمت کرنے سے بھی نہیں ٹوٹے گی اس کی تحقیق ہماری کتاب شان حبیب الرحمن میں دیکھو

[1] اس میں تجدید ایمان ہے ہر مسلمان کو چاہیے کہ اپنے ایمان کی تجدید کرتا رہے بلکہ سوتے وقت توبہ کرکے تجدید ایمان کرکے سویا کرے [2] یعنی آپ نماز کے قعدہ میں تین کام کرتے تھے رانوں پر ہاتھ رکھنا اس طرح کہ انگلیوں کے کنارے گھٹنوں تک پہنچ جائیں کلمہ شہادت کے وقت داہنے ہاتھ کی کلمے کی انگلی سے اشارہ کرنا۔ اشارے کے وقت نگاہ انگلی پر رکھنا اس کی توجیہیں پہلے ہو چکی ہیں [3] یعنی جیسے نیزہ بھالا لگنے سے جتنی تکلیف ہوتی ہے اس سے زیادہ تکلیف شیطان کو اس اشارے سے ہوتی ہے اس کی برکت سے شیطان لئے بہکانے سے مایوس ہو جاتا ہے خیال رہے کہ بعض حنفی بزرگوں نے اس اشارے کا انکار کیا ہے جیسے حضرت مجدد صاحب قدس سرہٗ مگر ان کے انکار کی وجہ صرف یہ ہو سکتی ہے کہ ان کو ان حدیث کی صحت نہ پہنچی ہو حق یہ ہے کہ اشارہ سنت ہے اور ان بزرگوں پر کوئی اعتراض نہ کیا جائے [4] یہ حدیث اگرچہ موقوف ہے مگر مرفوع کے حکم میں ہے۔ کیونکہ صحابہ کرام کے وہ اقوال جو قیاس سے وراء ہیں مرفوع کے حکم میں ہوتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ التحیات آہستہ

يَقُوْلُ مِنَ السُّنَّةِ اِخْفَاءُ التَّشَهُّدِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

بَابُ الصَّلٰوةِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفَضْلِهَا

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ لَيْلٰى قَالَ لَقِيَنِيْ كَعْبُ بْنُ عُجْرَةَ فَقَالَ اَلَا اُهْدِيْ لَكَ هَدِيَّةً سَمِعْتُهَا مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ بَلٰى فَاَهْدِهَا لِيْ فَقَالَ سَاَلْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْنَا

کہ التحیات آہستہ کہنا سنت ہے (ابوداؤد، ترمذی) ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن غریب ہے

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنے اور اس کی فضیلت کا باب[1]

پہلی فصل: روایت ہے حضرت عبدالرحمٰن ابن ابی لیلیٰ سے[2] فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت کعب ابن عجرہ ملے[3] تو بولے کہ کیا میں تمہیں وہ ہدیہ نہ دوں جو میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے میں نے کہا ہاں وہ ہدیہ مجھے ضرور دیں[4] تو فرمایا کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا

پڑھنا ضروری ہے۔

[1] صلوٰۃ کے معنی ہیں رحمت یا طلب رحمت جب اس کا فاعل رب ہو تو بمعنی رحمت ہوتی ہے اور فاعل جب بندے ہوں تو بمعنی طلب رحمت، درود شریف کے فضائل ہماری شمار سے باہر ہیں حق یہ ہے کہ ہر مسلمان پر عمر میں ایک بار درود شریف پڑھنا فرض اور ہر مجلس میں جہاں بار بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام شریف لیا جائے ایک بار واجب ہے اور ہر بار مستحب نماز کے قعدے میں درود شریف امام شافعی کے ہاں فرض ہے احناف اور دیگر آئمہ کے ہاں سنت مؤکدہ یا واجب، درود شریف صرف نبی یا فرشتوں پر ہو سکتا ہے غیر نبی پر نبی کے تابع ہو کر درود جائز بالاستقلال مکروہ۔ [2] آپ انصاری ہیں تابعی ہیں اصل میں ایک سو بیس صحابہ سے ملاقات کی خلافت فاروقی میں عمر فاروق کی شہادت سے چھ سال پہلے پیدا ہوئے آپ کے والد صحابی ہیں غزوہ احد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے [3] آپ صحابی ہیں بیعت رضوان میں موجود تھے کوفہ میں قیام رہا ۷۵ سال عمر ہوئی ۵۱ھ میں مدینہ منورہ میں انتقال کیا۔

[4] معلوم ہوا کہ صحابہ کرام حضور کی احادیث کو بیش قیمت ہدیہ اور بے بہا اسلامی تحفہ سمجھتے تھے اور نعمت لازوال سمجھ کر اسے سنتے سناتے تھے۔

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ الصَّلٰوةُ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ فَاِنَّ اللّٰهَ قَدْ عَلَّمَنَا كَيْفَ نُسَلِّمُ عَلَيْكَ قَالَ قُوْلُوا اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

عرض کیا یا رسول اللہ آپ کے اہل بیت پر درود کیسے ہے اللہ نے یہ تو ہمیں سکھا دیا کہ آپ پر سلام کیسے عرض کریں۱؎ فرمایا یوں کہو اے اللہ محمد اور آل محمد پر رحمتیں بھیج۲؎ جیسے حضرت ابراہیم اور آل ابراہیم پر رحمتیں کیں بے شک تو حمد و بزرگی والا ہے۳؎ اے اللہ حضور محمد و آل محمد پر ایسی ہی برکتیں بھیج جیسی برکتیں حضرت ابراہیم و آل ابراہیم پر اتاریں۴؎ بے شک تو حمد و بزرگی والا ہے۵؎

۱؎ یعنی جب آیت کریمہ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا اتری تو ہم نے حضور سے دریافت کیا کہ رب نے ہم کو صلوۃ و سلام کا حکم دیا ہمیں التحیات میں آپ کو سلام کرنا تو آ گیا مگر صلوۃ کیسے عرض کریں خیال رہے کہ یہاں سلام سے مراد التحیات کا سلام ہے اسی لیے مسلم شریف نے اس حدیث کے لیے یہ باب مقرر کیا بَابُ كَيْفَ الصَّلٰوةُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الصَّلٰوةِ معلوم ہوتا ہے کہ حضور نے ارشاد فرمایا تھا کہ ہم پر اور ہمارے اہل بیت پر درود بھیجو تب صحابہ نے یہ سوال کیا ۲؎ آل اہل سے بنا بمعنی والا جیسے اہل بیت گھر والا اہل علم علم والا حضور کی آل بالعموم مومن متقی ہے قرآن کریم نے متبعین کو آل فرمایا ہے جیسے کہ اِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ یا حضور کی بیویاں ہیں قرآن کریم نے بیویوں کو اہل بیت فرمایا ہے اِذْ قَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْا یا حضور کی ساری اولاد ہے یعنی آپ کے چاروں بیٹے اور چاروں بیٹیاں اور تا قیامت فاطمہ زہرا کی نسل یا تمام بنی ہاشم جن پر زکوۃ لینا حرام ہے صحیح یہ ہے کہ حضور کی ساری ازواج اور اولاد آپ کی آل ہے اس کی تحقیق ہماری کتاب شان حبیب الرحمٰن اور فہرست القرآن دیکھو ۳؎ یہاں تشبیہ شہرت کی بنا پر ہے ورنہ حضور اور حضور کی صلوۃ ابراہیم علیہ السلام اور ان کی صلوۃ سے افضل ہے چونکہ ابراہیم علیہ السلام نے ہمارے حضور کے لیے دعائیں مانگیں۔ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا اس کے شکریے میں ہم لوگ ہر نماز میں ابراہیم علیہ السلام کو دعائیں دیتے ہیں ۴؎ یعنی جیسی عزت اور بزرگی ابراہیم علیہ السلام کو دی ایسی ہمارے حضور کو بھی دے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں ہزارہا انبیاء ہوئے تو حضور کی اولاد میں لاکھوں اولیاء اللہ ہوں ۵؎ خیال رہے کہ یہ درود ابراہیمی ہے نماز میں صرف یہی پڑھا جائے گا اور درود نہیں مگر نماز کے علاوہ یہ درود غیر مکمل ہوگا کیونکہ اس میں سلام نہیں اور قرآن کریم نے صلوۃ و سلام دونوں کا حکم دیا لہذا خارج نماز وہ درود پڑھو جس میں صلوۃ و سلام دونوں ہوں نماز میں چونکہ التحیات میں سلام آ چکا ہے اس لیے یہاں سلام نہ آنا مضر نہیں ہے بعض لوگ اس حدیث کی بنا پر کہتے ہیں کہ درود ابراہیمی کے سوا اور کوئی درود جائز نہیں مگر یہ غلط ہے کیونکہ تمام صحابہ محدثین فقہاء یوں کہتے ہیں قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ اِلَّا اَنَّ مُسْلِمًا لَمْ يَذْكُرْ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ فِي الْمَوْضِعَيْنِ وَعَنْ اَبِيْ حُمَيْدٍ السَّاعِدِيِّ قَالَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ نُصَلِّيْ عَلَيْكَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُوْلُوْا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ وَاحِدَةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ عَشْرًا رَوَاهُ مُسْلِمٌ اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ صَلٰوةً وَّاحِدَةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ عَشْرَ صَلَوٰتٍ وَّحُطَّتْ

(مسلم و بخاری) مگر مسلم نے دونوں جگہ علی ابراہیم کا ذکر نہ کیا۔ روایت ہے حضرت ابوحمید ساعدی سے فرماتے ہیں کہ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم آپ پر درود کیسے بھیجیں[1] تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یوں کہو الٰہی حضور محمد اور ان کی بیویوں اور ان کی اولاد پر ویسی ہی رحمتیں بھیج جیسی آل ابراہیم پر بھیجیں اور حضور محمد اور ان کی بیویوں اور ان کی اولاد پر یوں ہی برکتیں نازل کر جیسے آل ابراہیم پر اتاریں تو حمد و بزرگی والا ہے[2] (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس نے مجھ پر ایک بار درود پڑھا اس پر اللہ دس رحمتیں کرے گا[3] (مسلم) دوسری فصل روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو مجھ پر ایک درود پڑھے گا اللہ اس پر دس رحمتیں کرے گا اور اس کے

درود ابراہیمی کے علاوہ ہے۔

[1] یہاں بھی سوال نماز کے بارے میں ہے جیسا کہ جواب سے ظاہر ہے درود ابراہیمی صرف نماز کے لیے ہے

[2] یہ حدیث گزشتہ حدیث کی گویا تفسیر ہے اس نے بتایا کہ آل محمد میں حضور کی بیویاں اولاد سب داخل ہیں بیویاں اہل بیت سکونت ہیں اور اولاد اہل بیت ولادت قرآن کریم نے عمران کی بیوی حنہ اور ان کی بیٹی حضرت مریم کو آل عمران فرمایا خیال رہے کہ ذریت ساری نسل کو کہا جاتا ہے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں بیٹی کی اولاد ذریت نہیں سوائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ آپ کی بیٹی کی اولاد آپ کی ذریت ہے

[3] اس حدیث کی تائید قرآن کریم کی اس آیت سے ہوتی ہے مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا اسلام میں ایک نیکی کا بدلہ کم از کم دس گنا ہے خیال رہے کہ بندے اپنی حیثیت کے لائق درود شریف پڑھتا ہے مگر رب تعالیٰ اپنی شان کے لائق اس پر رحمتیں اتارتا ہے جو بندے

عَنْهُ عَشْرُ خَطِيْئَاتٍ وَرُفِعَتْ لَهٗ عَشْرُ دَرَجَاتٍ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْلَى النَّاسِ بِيْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَكْثَرُهُمْ عَلَيَّ صَلٰوةً رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِلّٰهِ مَلٰٓئِكَةً سَيَّاحِيْنَ فِي الْاَرْضِ يُبَلِّغُوْنِيْ مِنْ اُمَّتِي السَّلَامَ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رض

دس گناہ معاف کیے جائیں گے اور اس کے دس درجے بلند کیے جائیں گے[1] (نسائی) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قیامت میں مجھ سے زیادہ قریب وہ ہوگا جو مجھ پر زیادہ درود پڑھے گا[2] (ترمذی) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ کے کچھ فرشتے زمین میں سیر و سیاحت کرتے ہیں جو میری امت کا سلام مجھ تک پہنچاتے ہیں[3] (نسائی، دارمی) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے

کے خیال و گمان سے وراء ہے۔

[1] یعنی ایک درود میں تین فائدے ہیں دس رحمتیں۔ دس گناہوں کی معافی اور دس درجوں کی بلندی مبارک ہیں وہ لوگ جن کی زبان ہر وقت درود شریف سے ہلتی رہے۔ درود شریف ہر دعا کی قبولیت کی شرط ہے۔ [2] قیامت میں سب سے آرام میں وہ ہوگا جو حضور کے ساتھ رہے اور حضور کی ہمراہی نصیب ہونے کا ذریعہ درود شریف کی کثرت ہے اس سے معلوم ہوا کہ درود شریف بہترین نیکی ہے کہ تمام نیکیوں سے جنت ملتی ہے اور اس سے بزم جنت کے دولہا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ [3] یعنی ان فرشتوں کی یہی ڈیوٹی ہے کہ وہ آستانہ عالیہ تک امت کا سلام پہنچایا کریں یہاں چند باتیں قابل خیال ہیں ایک یہ کہ فرشتے کے درود پہنچانے سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضور بنفس نفیس ہر ایک کا درود نہ سنتے ہوں حق یہ ہے کہ سرکار ہر دور و قریب کا درود خواں کا درود سنتے بھی ہیں اور درود خواں کی عزت افزائی کے لیے فرشتے بھی بارگاہ عالی میں درود پہنچاتے ہیں تاکہ درود کی برکت سے ہم گنہگاروں کا نام آستانہ عالیہ میں فرشتہ کی زبان سے ادا ہو۔ سلیمان علیہ السلام نے تین میل سے چیونٹی کی آواز سنی تو حضور ہم گنہگاروں کی فریاد کیوں نہ سنیں گے۔ دیکھو رب تعالٰی ہمارے اعمال دیکھتا ہے پھر بھی اس کی بارگاہ میں فرشتے اعمال پیش کرتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ یہ فرشتے ایسے تیز رفتار ہیں کہ ادھر کسی نے درود پڑھا ادھر انہوں نے سبز گنبد میں پیش کیا اگر کوئی ایک مجلس میں ہزار بار درود شریف پڑھیں تو یہ فرشتہ ان کے اور مدینہ طیبہ کے ہزار چکر لگائے گا یہ نہ ہوگا کہ دن بھر کے درود تھیلے میں جمع کرکے ڈاک کی طرح شام کو وہاں پہنچاتے جیسا کہ اس زمانہ کے بعض جہلاء نے سمجھا۔ تیسرے یہ کہ اللہ تعالٰی نے فرشتوں کو حضور انور کا خدام آستانہ بنایا ہے حضور انور کے خدمت گار ان فرشتوں کا سا رتبہ رکھتے ہیں۔

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ اَحَدٍ يُّسَلِّمُ عَلَيَّ اِلَّا رَدَّ اللّٰهُ عَلَيَّ رُوْحِيْ حَتّٰى اَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ رَوَاهُ اَبُوْ دَاؤُدَ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ دَعْوَاتِ الْكَبِيْرِ وَعَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا تَجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قُبُوْرًا وَّلَا تَجْعَلُوْا قَبْرِيْ عِيْدًا وَّصَلُّوْا عَلَيَّ فَاِنَّ صَلٰوتَكُمْ تَبْلُغُنِيْ حَيْثُ كُنْتُمْ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَغِمَ اَنْفُ

فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مجھ پر کوئی شخص سلام نہیں بھیجتا مگر اللہ مجھ پر میری روح لوٹاتا ہے حتی کہ میں اس کا جواب دیتا ہوں ۱؎ (ابوداؤد، بیہقی) دعوات کبیر روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اپنے گھر قبوریں نہ بناؤ ۲؎ اور میری قبر کو عید نہ بناؤ ۳؎ اور مجھ پر درود بھیجا کرو کہ تمہارا درود مجھے پہنچتا ہے تم جہاں بھی ہو ۴؎ (نسائی) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اس کی ناک خاک آلود

روح کے لوٹانے کا مطلب

۱؎ یہاں روح سے مراد توجہ ہے نہ وہ جان جس سے زندگی قائم ہے حضور تو بحیات دائمی زندہ ہیں اس حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ میں ویسے تو بے جان رہتا ہوں کسی کے درود پڑھنے پر زندہ ہو کر جواب دیتا ہوں ورنہ ہر آن حضور پر لاکھوں درود پڑھے جاتے ہیں تو لازم آئے گا کہ ہر آن لاکھوں بار آپ کی روح نکلتی اور داخل ہوتی رہے خیال رہے کہ حضور ایک آن میں بیشمار درود خوانوں کی طرف یکساں توجہ رکھتے ہیں سب کے سلام کا جواب دیتے ہیں جیسے سورج ایک وقت سارے عالم پر توجہ کرلیتا ہے ایسے آسمان نبوت کے سورج ایک وقت میں سب کا درود و سلام سن بھی لیتے ہیں اور اس کا جواب بھی دیتے ہیں لیکن اس میں آپ کو کوئی تکلیف بھی محسوس نہیں ہوتی کیوں نہ ہو کہ مظہر ذات کبریائی رب تعالیٰ بیک وقت سب کی دعائیں سنتا ہے۔

۲؎ یعنی گھروں میں مردے دفن نہ کرو باہر جنگل میں دفن کرو اپنے گھر میں دفن ہونا حضور کی خصوصیت ہے یا اپنے گھروں کو قبرستان کی طرح اللہ کے ذکر سے خالی مت رکھو بلکہ فرض مسجدوں میں ادا کرو اور نوافل گھر میں۔

۳؎ یعنی جیسے عیدگاہیں سال میں صرف دوبار جاتے ہیں ایسے میرے مزار پر نہ آؤ بلکہ اکثر حاضری دیا کرو یا جیسے عید کے دن کھیل کود کے لیے میلوں میں جاتے ہیں ایسے تم ہمارے روضہ پر بے ادبی سے نہ آیا کرو بلکہ باادب رہا کرو۔

۴؎ مرقات نے یہاں فرمایا کہ ارواح قدسیہ بدن سے نکل کر ملائکہ کی طرح ہو جاتی ہیں کہ وہ سارے عالم کو کف دست کی طرح دیکھتی ہیں ان کے لیے کوئی شے حجاب نہیں رہتی یہی مضمون کچھ فرق کے ساتھ اشعۃ اللمعات نے بھی بیان فرمایا لہذا اس حدیث کے معنی ہوئے کہ تم جہاں بھی ہو تمہارے درود کی آواز مجھ تک پہنچتی ہے جب آج بجلی کی طاقت سے وائرلیس اور ریڈیو کے ذریعہ لاکھوں میل کی آواز سن لی جاتی ہے تو اگر طاقت نبوت سے درود کی آواز سن لی جائے تو کیا بعید ہے یعقوب علیہ السلام نے صدہا میل سے پیراہن یوسف علیہ السلام کی خوشبو پائی سلیمان علیہ السلام نے تین میل سے چیونٹی کی آواز سنی حالانکہ آج تک

رَجُلٍ ذُكِرْتُ عِنْدَهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ وَرَغِمَ أَنْفُ رَجُلٍ دَخَلَ عَلَيْهِ رَمَضَانُ ثُمَّ انْسَلَخَ قَبْلَ أَنْ يُغْفَرَ لَهُ وَرَغِمَ أَنْفُ رَجُلٍ أَدْرَكَ عِنْدَهُ أَبَوَاهُ الْكِبَرَ أَوْ أَحَدُهُمَا فَلَمْ يُدْخِلَاهُ الْجَنَّةَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَعَنْ أَبِي طَلْحَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَ ذَاتَ يَوْمٍ وَالْبِشْرُ فِي وَجْهِهِ فَقَالَ إِنَّهُ جَاءَنِي جِبْرِيلُ فَقَالَ إِنَّ رَبَّكَ يَقُولُ أَمَا يُرْضِيكَ يَا مُحَمَّدُ أَنْ لَا يُصَلِّيَ عَلَيْكَ أَحَدٌ مِنْ أُمَّتِكَ إِلَّا صَلَّيْتُ عَلَيْهِ عَشْرًا وَلَا يُسَلِّمُ عَلَيْكَ أَحَدٌ مِنْ

ہو جس کے پاس میرا ذکر ہو اور مجھ پر درود نہ پڑھے [1] اس کی ناک گرد آلود ہو جس پر رمضان آئے پھر اس کی بخشش سے پہلے گزر جائے اس کی ناک خاک آلود ہو جس کے سامنے اس کے ماں باپ یا ان میں سے ایک بڑھاپا پائے اور اسے جنت میں نہ پہنچائیں [2] (ترمذی) روایت ہے حضرت ابو طلحہ سے [3] کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور خوشی آپ کے چہرہ انور میں تھی فرمایا کہ میرے پاس حضرت جبریل آئے عرض کیا کہ آپ کا رب فرماتا ہے اے محمد کیا تم اس پر راضی نہیں کہ تمہارا کوئی امتی تم پر ایک بار درود نہ بھیجے مگر میں اس پر دس رحمتیں کروں اور آپ کا کوئی امتی آپ پر سلام نہ بھیجے مگر میں اس پر دس سلام بھیجوں [4]

کوئی طاقت جو خوشی کی انتہا نہ سنا سکی تو ہمارے حضور تک صد درود خوانوں کی آمد ضرور رہتے ہیں۔

[1] یعنی ایسا مسلمان خوار و ذلیل ہو جائے جو میرا نام سن کر درود نہ پڑھے عربی میں اس بد دعا سے مراد اظہار ناراضی ہوتا ہے حقیقۃً بد دعا مراد نہیں ہوتی اس حدیث کی بنا پر بعض علماء نے فرمایا کہ ایک ہی مجلس میں اگرچہ بار حضور کا نام شریف آوے تو ہر بار درود شریف پڑھنا واجب ہے مگر یہ استدلال کچھ کمزور سا ہے کیونکہ رَغِمَ اَنْفُ بد دعا ہے جس سے درود کا استحباب ثابت ہو سکتا ہے نہ کہ وجوب مطلب یہ ہے کہ جو ایک منٹ دس رحمتیں دس درجے دس معافیاں حاصل نہ کرے بڑا ہی بیوقوف ہے۔

[2] یعنی وہ مسلمان بھی ذلیل و خوار ہو جائے جو رمضان کا مہینہ پائے اور اس کا احترام اور اس میں عبادات کر کے گناہ نہ بخشوائے یونہی وہ بھی خوار ہو جس نے جوانی میں ماں باپ کا بڑھاپا پایا پھر ان کی خدمت کر کے جنتی نہ ہوا۔ بڑھاپے کا ذکر اس لیے فرمایا کہ بڑھاپے میں اولاد کی خدمت کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے اور اس وقت کی دعا اولاد کا بیڑا پار کر دیتی ہے خیال رہے کہ یہ تینوں چیزیں مسلمان کے لیے مفید ہیں کافر کسی نیکی سے جنتی نہیں ہو سکتا ہاں بعض نیکیوں کی وجہ سے اسے ایمان لانے کی توفیق مل جاتی ہے اور بعض کی برکت سے اس کا عذاب ہلکا ہو جاتا ہے

[3] آپ کا نام سہل ابن زید ہے حضرت انس کے سوتیلے والد ہیں آپ کے حالات پہلے بیان ہو چکے

[4] رب کے سلام بھیجنے سے مراد یا تو بذریعہ فرشتگان سلام کہلوانا ہے یا آفتوں اور مصیبتوں سے سلامت رکھنا حضور کو یہ خوشخبری اس لیے دی گئی کہ آپ کو اپنی امت کی راحت سے بہت خوشی ہوتی ہے جیسے کہ اپنی امت کی تکلیف سے غم ہوتا ہے

أُمَّتِكَ اِلَّا سَلَّمْتُ عَلَيْهِ عَشْرًا رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَعَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ اُكْثِرُ الصَّلٰوةَ عَلَيْكَ فَكَمْ اَجْعَلُ لَكَ مِنْ صَلٰوتِيْ فَقَالَ مَا شِئْتَ قُلْتُ الرُّبُعَ قَالَ مَا شِئْتَ فَاِنْ زِدْتَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكَ قُلْتُ النِّصْفَ قَالَ مَا شِئْتَ فَاِنْ زِدْتَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكَ قُلْتُ فَالثُّلُثَيْنِ قَالَ مَا شِئْتَ فَاِنْ زِدْتَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكَ قُلْتُ اَجْعَلُ لَكَ صَلٰوتِيْ كُلَّهَا قَالَ اِذًا يُكْفٰى هَمُّكَ وَيُكَفَّرُ لَكَ ذَنْبُكَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَعَنْ فَضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ قَالَ بَيْنَمَا

(نسائی، دارمی) [1] روایت ہے حضرت ابی ابن کعب سے فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ میں آپ پر بہت درود پڑھتا ہوں تو درود کتنا مقرر کروں [2] فرمایا جتنا چاہو۔ میں نے کہا چہارم فرمایا جتنا چاہو اگر درود بڑھا دو تو تمہارے لیے بہتر ہے میں نے کہا آدھا فرمایا جتنا چاہو اگر درود بڑھا دو تو تمہارے لیے بہتر ہے میں نے کہا دو تہائی تو فرمایا جتنا چاہو لیکن اگر درود بڑھا دو تو تمہارے لیے بہتر ہے [3] میں نے کہا میں سارا درود ہی پڑھوں گا [4] فرمایا جب تو تمہارے غموں کو کافی ہوگا اور تمہارے گناہ مٹا دے گا [5] (ترمذی) روایت ہے حضرت فضالہ ابن عبید سے [1] فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ

یہ حدیث اس آیت کی مؤید ہے وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى۔

[1] اس حدیث کو ابن حبان نے اپنی صحیح میں، حاکم نے مستدرک میں، ابن ابی شیبہ نے مصنف میں اور احمد نے بھی روایت کیا، روایت حاکم کے آخر میں ہے کہ اس پر ابی نے سجدہ شکر ادا کیا۔ [2] بعض شارحین نے فرمایا کہ یہاں صلوٰۃ سے مراد دعائیں ہیں منشاء سوال یہ ہے کہ میرے لیے حد مقرر فرما دی جائے کہ اپنے تمام ورد وظیفوں میں درود کتنا پڑھوں اور باقی ذکر اذکار و دعائیں کتنی۔ [3] یعنی زیادتی درود نفل ہے نفل میں معین کرنے کا حق بندے کو ہوتا ہے۔ ابی کے چہارم یا نصف فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ تمام ورد و وظیفوں کا تہائی یا آدھا درود پڑھوں باقی میں سارے وظیفے جواب ملا کہ درود جتنا بڑھاؤ اتنا بہتر ہے [4] یعنی سارے ورد وظیفے دعائیں چھوڑ دوں گا سب کی بجائے درود ہی پڑھوں گا کیونکہ اپنے لیے دعائیں مانگنے سے بہتر یہ ہے کہ ہر وقت آپ کو دعائیں دیا کروں [5] یعنی اگر تم نے ایسا کر لیا تو تمہارے دین و دنیا دونوں سنبھل جائیں گی دنیا میں رنج و غم دفع ہوں گے آخرت میں گناہوں کی معافی ہوگی اسی بنا پر علماء فرماتے ہیں کہ جو تمام دعائیں وظیفے چھوڑ کر ہمیشہ کثرت سے درود شریف پڑھا کرے تو اسے بغیر مانگے سب کچھ ملے گا اور دین و دنیا کی مشکلیں خود بخود حل ہوں گی ان احادیث سے پتہ لگا کہ حضور پر درود پڑھنا درحقیقت رب سے اپنے لیے بھیک مانگنا ہے ہمارا بھکاری ہمارے بچوں کو دعائیں دے کر ہم سے مانگتے ہیں ہم سب کے بھکاری ہیں اس کے حبیب کو دعائیں دے کر اس سے بھیک مانگیں ہمارے درود سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بھلا نہیں ہوتا بلکہ ہمارا اپنا بھلا ہوتا ہے اس تقریر سے چکڑالویوں کا وہ اعتراض بھی اٹھ گیا کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر وقت رحمتوں کی بارش ہو رہی ہے تو ان کے لیے دعائے

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاعِدٌ اِذْ دَخَلَ رَجُلٌ فَصَلّٰى فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ وَارْحَمْنِيْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَجِلْتَ اَيُّهَا الْمُصَلِّيْ اِذَا صَلَّيْتَ فَقَعَدْتَ فَاحْمِدِ اللّٰهَ بِمَا هُوَ اَهْلُهٗ وَصَلِّ عَلَيَّ ثُمَّ ادْعُهُ قَالَ ثُمَّ صَلّٰى رَجُلٌ اٰخَرُ بَعْدَ ذٰلِكَ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَصَلّٰى عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّهَا الْمُصَلِّيْ اُدْعُ تُجَبْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَرَوٰى اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ نَحْوَهٗ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ كُنْتُ اُصَلِّيْ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبُوْبَكْرٍ وَّعُمَرُ مَعَهٗ فَلَمَّا

اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے کہ ایک آدمی آیا اس نے نماز پڑھی پھر کہا الٰہی مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے نمازی تو نے جلدی کی جب تو نماز پڑھ کر بیٹھے تو اللہ کی حمد کر جس کے وہ لائق ہے اور مجھ پر درود بھیج پھر دعا کر[1] فرماتے ہیں اس کے بعد دوسرے شخص نے نماز پڑھی پھر اللہ کی حمد اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا تو فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے نمازی مانگ قبول ہوگی[2] (ترمذی) ابوداؤد و نسائی نے اس کی مثل روایت کی[3] روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے کہ میں نماز پڑھ رہا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر و عمر آپ کے

بیعت کرنے سے فائدہ کیا، شیخ عبدالحق علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ مجھے عبدالوہاب متقی علیہ الرحمۃ جب بھی مدینہ منورہ داخل کرتے تو فرماتے کہ سفر کا ہدیہ فرائض کے بعد درود سے بڑھ کر کوئی دعا نہیں اپنے سارے اوقات درود میں گھیر دو اللہ کے رنگ میں رنگ لو

[1] آپ صحابی انصاری اوسی ہیں، کنیت ابو محمد ہے، غزوہ احد و خیبر میں حاضر رہے بیعت رضوان میں شریک تھے۔ دمشق میں قیام رہا، امیر معاویہ کی طرف سے وہاں کے قاضی رہے سنہ ۵۳ھ میں وہیں وفات پائی۔

[1] کیونکہ رب دینے والا ہے اور اس کے حبیب دلوانے والے اور بانٹنے والے یا یوں کہو کہ رب سے مانگنا ہے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے مانگنا ہے لہٰذا حمد و صلوٰۃ کے بعد مانگو[2] اس سے معلوم ہوا کہ کوئی دعا بغیر حمد و صلوٰۃ قبول نہیں ہوتی یہ دونوں قبول دعا کی شرطیں ہیں[3] ایسے ہی اسے ابن خزیمہ، حاکم اور ابن حبان نے نقل کیا ترمذی نے اسے صحیح کہا۔

جَلَسْتُ بَدَأْتُ بِالثَّنَاءِ عَلَى اللّٰهِ تَعَالٰى ثُمَّ الصَّلٰوةِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ دَعَوْتُ لِنَفْسِيْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَلْ تُعْطَهْ سَلْ تُعْطَهْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ۞ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ ۞ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَرَّهٗ اَنْ يَّكْتَالَ بِالْمِكْيَالِ الْاَوْفٰى اِذَا صَلّٰى عَلَيْنَا اَهْلَ الْبَيْتِ فَلْيَقُلْ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِنِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَاَزْوَاجِهٖ اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَذُرِّيَّتِهٖ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ

ساتھ تھے ۱؎ جب میں بیٹھا تو اللہ کی حمد سے ابتداء کی پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پھر میں نے اپنے لیے دعا کی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مانگ دیا جائے گا مانگ دیا جائے گا ۲؎ (ترمذی) ۞ تیسری فصل ۞ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جسے پسند ہو کہ اوس کو پوری ناپ ملے ۳؎ تو جب ہم اہل بیت پر درود پڑھے تو کہے الٰہی امی نبی حضور محمد پر ۴؎ اور مسلمانوں کی ماؤں یعنی حضور کی بیویوں پر اور ان کی اولاد پر اور اہل بیت پر ۵؎ رحمت بھیج جیسے آل ابراہیم پر تو نے رحمت بھیجی ۶؎

۱؎ یعنی یہ حضرات نماز سے فارغ ہو کر مسجد میں ہی تشریف فرما تھے میں نوافل وغیرہ پڑھ رہا تھا کیونکہ حضرت ابن مسعود علیحدہ فرض نہیں پڑھتے تھے جماعت سے پڑھتے تھے معلوم ہوا کہ نماز کے بعد مسجد میں کچھ ٹھہرنا سنت ہے

۲؎ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ نماز کے بعد دعا مانگنا سنت ہے دوسرے یہ کہ دعا میں ترتیب یہ چاہیے کہ پہلے حمد الٰہی کرے پھر درود شریف پڑھے پھر اپنے گناہوں کی معافی چاہے جیسا کہ بعض روایات میں ہے پھر دعا مانگے شامی نے فرمایا کہ دوران دعا میں بار بار درود شریف پڑھتا رہے درودوں سے گھری ہوئی دعا ان شاء اللہ رد نہیں ہوتی۔

۳؎ یعنی درود کا پورا ثواب ملے اور اعلیٰ طور پر قبول ہو نیز ہر مراد حاصل ہو۔

۴؎ حضور نبی بھی ہیں اور امی بھی نبی کے معنی ہیں غیب کی خبر دینے والا یا امت کی خبر رکھنے والا یا بے کسوں کی خبر لینے والا یا بڑی شان والا یہ لفظ نبأ سے بنا، یا نبوۃ سے شریعت میں نبی وہ انسان ہے جس پر وحی کی جائے تبلیغ کا حکم ہو یا نہ ہو رسول وہ ہیں جن پر وحی بھی ہو اور تبلیغ کا حکم بھی۔ امی ام کی طرف منسوب ہے بمعنی ماں یا اصل حضور کے امی ہونے کے یہ معنی ہیں کہ آپ ام القریٰ یعنی مکہ معظمہ کے رہنے والے ہیں مکہ معظمہ ساری زمین کی اصل ہے لہذا ام القریٰ کہلاتا ہے یا یہ کہ آپ نے کسی سے سیکھے بغیر مادر سے عالم عارف باللہ پیدا ہوئے یا یہ کہ آپ ام الکتاب یعنی لوح محفوظ کے عالم و حافظ ہیں آپ بڑی شاندار ماں کے فرزند ہیں کہ آمنہ خاتون جیسی ماں نہ کوئی ہوئی نہ ہو رضی اللہ عنہا یہ تا آخر نیز قرآن کے لفظ امی کی ہماری کتاب تفسیر نعیمی جلد اول میں دیکھو ۵؎ یہ عطف تفسیری ہے کیونکہ حضور علیہ السلام کے بیویاں اور اولاد ہی تو اہل بیت ہیں حضور علیہ السلام کی ساری بیویاں عزت و احترام اور نکاح کی حرمت کے لحاظ سے مسلمانوں کی مائیں ہیں

إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ ٭ وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْبَخِيْلُ الَّذِيْ مَنْ ذُكِرْتُ عِنْدَهٗ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَرَوَاهُ أَحْمَدُ عَنِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ ٭ وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِيْ سَمِعْتُهٗ وَمَنْ صَلّٰى عَلَيَّ نَائِيًا أُبْلِغْتُهٗ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْإِيْمَانِ ٭ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ مَنْ صَلّٰى عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاحِدَةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ سَبْعِيْنَ صَلٰوةً رَوَاهُ

تو حمد و بزرگی والا ہے (ابوداؤد) روایت ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑا کنجوس وہ ہے جس کے پاس میرا ذکر ہو وہ مجھ پر درود نہ پڑھے (ترمذی) [1] احمد نے حسین ابن علی سے روایت کی اور ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے [2] روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو میری قبر کے پاس مجھ پر درود پڑھے گا میں سنوں گا اور جو دور سے مجھ پر درود پڑھے گا مجھے پہنچایا جائے گا [3] (بیہقی شعب الایمان) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک بار درود پڑھے گا تو اس پر اللہ اور فرشتے ستر بار درود بھیجیں گے (احمد) [4]

اگرچہ ان سے پردہ واجب ان کی میراث کا استحقاق نہیں ان کی اولاد سے امت کا نکاح جائز یعنی وہ بیٹیاں نہیں [6] آل ابراہیم میں حضور بھی داخل ہیں لہذا اس کلمے میں بھی حضور پر درود ہوا۔

[1] کیونکہ درود میں کچھ خرچ تو ہوتا نہیں اور ثواب بہت مل جاتا ہے اس ثواب سے محرومی بڑی ہی بدنصیبی ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب بھی حضور کا نام سنے یا پڑھے تو درود شریف ضرور پڑھے کہ مستحب ہے [2] یعنی چند اسنادوں سے مروی ہے بعض اسنادیں حسن ہے بعض میں صحیح بعض میں غریب [3] یعنی روضۂ اطہر پر درود پڑھنے والے کا درود بلاواسطہ سنتا ہوں اور دور سے پڑھنے والے کا درود سنتا بھی ہوں اور پہنچایا بھی جاتا ہوں کیونکہ یہاں دور کا درود سننے کی نفی نہیں صوفیا فرماتے ہیں کہ محبت والا درود خواں دور بھی ہو تو روضۂ پاک سے قریب ہے اور محبت سے خالی قریب بھی ہو تب بھی دور ہے ان کے ہاں حدیث کا مطلب یہ ہے کہ دلی قرب والوں کا درود میں خود محبت سے سنتا ہوں خشکوں کا درود فرشتے ڈیوٹی ادا کرنے کے لیے پہنچا دیتے ہیں مگر میں تو جسے سنتا نہیں اس ہی مضمون کی ایک حدیث دلائل الخیرات شریف کے مقدمہ میں ہے جس میں فرمایا أَسْمَعُ صَلٰوةَ أَهْلِ مَحَبَّتِيْ ۔الخ اس صورت میں حدیث بالکل ظاہر ہے ورنہ جو محبوب ہزارہا میل کے حجاب سے درود سن لے وہ دور سے درود کیوں نہ سنے۔

[4] غالباً یہاں جمعہ کے دن کا درود مراد ہے کیونکہ جمعہ کی ایک نیکی ستر کے برابر ہوتی ہے اسی لیے جمعہ کا حج، حج اکبر کہلاتا ہے اور اس کا ثواب

أَحْمَدُ ۔ وَعَنْ رُوَيْفِعٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَلَّى عَلٰى
مُحَمَّدٍ وَقَالَ اللّٰهُمَّ أَنْزِلْهُ الْمَقْعَدَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَكَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَجَبَتْ لَهُ شَفَاعَتِيْ
رَوَاهُ أَحْمَدُ ۔ وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ حَتّٰى دَخَلَ نَخْلًا فَسَجَدَ فَأَطَالَ السُّجُوْدَ حَتّٰى خَشِيْتُ أَنْ يَكُوْنَ اللّٰهُ تَعَالٰى
قَدْ تَوَفَّاهُ قَالَ فَجِئْتُ أَنْظُرُ فَرَفَعَ رَأْسَهٗ فَقَالَ مَا لَكَ فَذَكَرْتُ لَهٗ ذٰلِكَ
قَالَ فَقَالَ إِنَّ جِبْرَئِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ لِيْ أَلَا أُبَشِّرُكَ إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يَقُوْلُ
لَكَ مَنْ صَلَّى عَلَيْكَ صَلٰوةً صَلَّيْتُ عَلَيْهِ وَمَنْ سَلَّمَ عَلَيْكَ سَلَّمْتُ عَلَيْهِ رَوَاهُ

روایت ہے حضرت رویفع سے ۱؎ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو حضور محمد پر درود پڑھے اور کہے الٰہی انہیں قیامت کے دن اپنے قریب ٹھکانے میں اتار ۲؎ تو اس کے لیے میری شفاعت ضروری ہوگئی (احمد) روایت ہے حضرت عبدالرحمن ابن عوف سے فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے حتی کہ ایک باغ میں پہنچے تو بہت دراز سجدہ کیا ۳؎ حتی کہ مجھے خوف ہوا کہ اللہ تعالٰی نے آپ کو وفات دے دی ہو فرماتے ہیں میں آکر دیکھنے لگا تو آپ نے سر اٹھایا فرمایا کیا ہے تو میں نے یہ عرض کیا ۴؎ تب فرمایا کہ جبریل علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا کہ میں آپ کو یہ خوشخبری نہ دوں کہ اللہ آپ سے فرماتا ہے جو آپ پر درود بھیجے گا میں اس پر رحمت کروں گا اور جو آپ پر سلام کہے گا میں اس پر سلام بھیجوں گا ۵؎

شرح کا۔ دیگر احادیث میں اور دنوں کے درود کا ذکر ہے لہذا احادیث میں تعارض نہیں، یہ حدیث اگرچہ موقوف ہے لیکن مرفوع کے حکم میں ہے کیونکہ اس میں قیاس کو دخل نہیں۔

۱؎ آپ کا نام رویفع ابن ثابت انصاری ہے آپ کو امیر معاویہ نے طرابلس کا حاکم بنایا اور آپ نے افریقہ پر ۴۶ھ میں جہاد کیا اور آپ ۵۶ھ میں مقام رقہ میں فوت ہوئے ۲؎ اس ٹھکانہ سے مراد یا تو مقام محمود ہے جو عرش کے داہنی جانب ہے جہاں حضور جلوہ گر ہوں گے اور تمام عالم آپ کی حمد کرے گا یا مقام وسیلہ ہے جو جنت میں اعلٰی مقام ہے یہ دونوں مقام حضور پر نور شافع یوم النشور کے نامزد ہو چکے ہیں اب حضور علیہ السلام کے لیے ان کی دعا کرنا حقیقتًا اپنے لیے رب سے دعا ہے کہ ہمیں حضور علیہ السلام کی شفاعت کا حقدار بنا ۳؎ سجدے سے مراد یا نفل کا سجدہ ہے یا علیحدہ مستقل سجدہ دوسرے معنی زیادہ ظاہر ہیں ۴؎ یعنی اپنے دل کا خدشہ و خیال ہے کہ انبیائے کرام کے لیے ایسی حالت میں وفات پا جانا اور سجدے میں ٹھہرا رہنا گر نہ جانا باعث تعجب نہیں سلیمان علیہ السلام کی وفات نماز کے قیام میں ہوئی اور ایک لاٹھی کے سہارے آپ کھڑے رہے یا ایک سال کھڑے رہے لہٰذا ان صحابی کے اس خیال پر کوئی اعتراض نہیں ۵؎ غالب یہ ہے کہ رب کی رحمت بھیجنے سے مراد دس رحمتیں ہیں اور اس کے سلام سے مراد دس سلام جیسا کہ پچھلی احادیث میں گزرا وہ احادیث اس کی شرح ہیں۔

أَحْمَدُ؛ وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ إِنَّ الدُّعَاءَ مَوْقُوفٌ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَا يَصْعَدُ مِنْهَا شَيْءٌ حَتّٰى تُصَلِّيَ عَلٰى نَبِيِّكَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ

بَابُ الدُّعَاءِ فِي التَّشَهُّدِ

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ ؛ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُو فِي الصَّلٰوةِ يَقُولُ اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَفِتْنَةِ الْمَمَاتِ اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْمَأْثَمِ

(احمد)؛ روایت ہے حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ دعا آسمان اور زمین کے درمیان ٹھہری رہتی ہے اس سے کوئی چیز نہیں چڑھتی حتی کہ تم اپنے نبی پر درود بھیجو ۱؎ (ترمذی)؛

التحیات میں دعا کا باب ۱؎

پہلی فصل؛ روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں دعا مانگتے تھے کہتے تھے الٰہی میں تیری پناہ مانگتا ہوں قبر کے عذاب سے ۲؎ اور تیری پناہ مانگتا ہوں مسیح دجال کے فتنہ سے ۳؎ اور تیری پناہ مانگتا ہوں زندگی اور موت کے فتنوں سے ۴؎ الٰہی میں تیری پناہ مانگتا ہوں

۱؎ حضرت عمر کا یہ قول اپنی رائے سے نہیں بلکہ حضور علیہ السلام سے سن کر ہے کیونکہ یہ باتیں صرف رائے سے نہیں کہی جاتیں اس سے معلوم ہوا کہ درود دعا کی قبولیت بلکہ بارگاہ الٰہی میں پیش ہونے کا ذریعہ ہے شعر، ہر دو گیتی بوسہ برداشت کرد کعبہ، دست در پائے کبوتر زد و ناگاہ رسید، جو کوئی کعبہ کا طواف چاہے تو کبوتر کے پاؤں سے لپٹے۔ جو مگر رب الٰہی کا طواف چاہے تو حضور علیہ السلام کے قدم سے لپٹے ۲؎ یعنی التحیات کے بعد آخر نماز میں دعا کیا مانگے اور نماز سے فارغ کیونکہ یہ دعا سنت ہے لیکن ایسی مانگی جائے جو لوگوں کے کلام کے مشابہ نہ ہو بہتر یہ ہے کہ دعا ماثورہ مانگے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ سے منقول ہو جامع الدعا بہت بہتر ہے ۳؎ عذاب قبر کی تحقیق پہلے کی جا چکی ہے معتزلی فرقہ اس کا منکر ہے یہ حدیث ان کی پوری تردید ہے عذاب قبر میں وہاں کی وحشت، دہشت، تنگی گرمی سبھی داخل ہیں اللہ سب سے بچائے ۴؎ دجال۔ دَجَلٌ سے بنا بمعنی فریب، دجال فریبی اور مکار مسیح یا مسحٌ سے ہے جیسا مسحٌ سے ممسوح، جیسا مساحتٌ ناپنا یا سیر کرنا چونکہ دجال کی ایک آنکھ ممسوح یعنی پونچھی ہوئی ہے یا چونکہ وہ سوائے حرمین شریفین کے باقی ساری دنیا کی سیر کرے گا اس لئے مسیح کہا جاتا ہے خیال رہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو مسیح اس لیے کہتے ہیں کہ آپ مردے کو چھو کر زندہ کرتے اور بیمار کو چھو کر تندرست یا اس لیے کہ آپ نے کہیں گھر نہ بنایا ہمیشہ سفر میں رہے مسیح دجال کی پوری تحقیق ان شاء اللہ دجال کے باب میں کی جائے گی ۵؎ سبحان اللہ کیسا جامع کلمہ ہے کفر گمراہی گناہ وہ مصیبتیں جو رب سے غافل کر دیں وہ مال و اولاد سلطنت جو سرکش کر دے سب زندگی کے فتنے ہیں، موت کے وقت

وَمِنَ الْمَغْرَمِ فَقَالَ لَهُ قَائِلٌ مَا أَكْثَرَ مَا تَسْتَعِيذُ مِنَ الْمَغْرَمِ فَقَالَ إِنَّ الرَّجُلَ إِذَا غَرِمَ حَدَّثَ فَكَذَبَ وَوَعَدَ فَأَخْلَفَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ٭ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا فَرَغَ أَحَدُكُمْ مِنَ التَّشَهُّدِ الْآخِرِ فَلْيَتَعَوَّذْ بِاللّٰهِ مِنْ أَرْبَعٍ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ وَمِنْ شَرِّ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ٭ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُعَلِّمُهُمْ هٰذَا الدُّعَاءَ كَمَا يُعَلِّمُهُمُ السُّورَةَ مِنَ الْقُرْآنِ يَقُولُ قُولُوا اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ

گناہ اور قرض سے¹ کسی نے عرض کیا² حضور قرض سے بہت زیادہ پناہ مانگتے ہیں تو فرمایا کہ آدمی جب مقروض ہوتا ہے بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے اور وعدہ کرتا ہے تو خلاف کرتا ہے³ (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم میں سے کوئی جب دوسری التحیات سے فارغ ہو⁴ تو چار چیزوں سے پناہ مانگے دوزخ اور قبر کے عذاب سے زندگی اور موت کے فتنوں سے مسیح دجال کی شرارت سے⁵ (مسلم) روایت ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں یہ دعا ایسے سکھاتے تھے جیسے قرآن کی سورۃ سکھاتے تھے فرماتے تھے کہو الٰہی میں تیری پناہ مانگتا ہوں دوزخ کے عذاب سے اور تیری پناہ مانگتا ہوں قبر کے عذاب سے اور تیری پناہ مانگتا ہوں مسیح الدجال کے فتنے سے

شیطانی وسوسے، منکر نکیر کے سوالات میں ناکامی یہ سب موت کے فتنے ہیں۔

¹ گناہ سے مراد چھوٹے بڑے سارے گناہ اور گناہوں کے اسباب ہیں۔ قرض سے مراد وہ قرض ہے جو گناہ کے لیے لیا جائے یا وہ جو مقروض پر بوجھ بنے اور اس کے ادا ہونے کی کوئی صورت نظر نہ آئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے عبادتوں کے لیے قرض لیا اور صدیق اکبر نے آپ کی وفات کے بعد سارا چھوڑا ہوا قرض ادا کردیا لہذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ جب حضور علیہ السلام یہ دعا مانگتے تھے تو آپ پر قرض کیوں ہوتا تھا ² یہ عرض کرنے والی خود حضرت عائشہ صدیقہ تھیں جیسا کہ نسائی شریف میں ہے (مرقاۃ) ³ یعنی قرض بہت سے گناہوں کا ذریعہ ہے عمومًا مقروض قرض خواہ کے تقاضے کے وقت جھوٹ بھی بولتے ہیں کہ گھر میں چھپ کر کہلوا دیتا ہے کہ وہ گھر پر نہیں اور اگر پکڑے گئے تو کہہ دیا ہمارا مال آنے والا ہے جلدی دیں گے وعدہ خلافی بھی کرتے ہیں کہ کل دے جانا مگر دیتے نہیں ⁴ یعنی درود و دعا بھی پڑھ چکے اس سے معلوم ہوا کہ نماز نفل ہو یا فرض دعا اس کے آخری قعدے میں ہی مانگی جائے گی اور نفل میں دونوں درود و دعا بھی دونوں قعدوں میں پڑھے جائیں گے ⁵ خیال رہے کہ بڑا دجال تو ایک ہی ہے جو قریب قیامت ظاہر ہوگا اور عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں مارا جائے گا مگر چھوٹے دجال بہت ہیں جو ہر زمانہ میں رہتے ہیں ہر گمراہ کن دجال ہے۔

الدجال واعوذ بك من فتنة المحيا والممات رواه مسلم • وعن ابي بكر الصديق رضي الله عنه قال قلت يا رسول الله علمني دعاء ادعو به في صلوتي قال قل اللهم اني ظلمت نفسي ظلما كثيرا ولا يغفر الذنوب الا انت فاغفر لي مغفرة من عندك وارحمني انك انت الغفور الرحيم متفق عليه • وعن عامر بن سعد عن ابيه قال كنت ارى رسول الله صلى

اور تیری پناہ مانگتا ہوں زندگی اور موت کے فتنہ سے [1] (مسلم) روایت ہے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے کوئی ایسی دعا سکھایئے جو اپنی نماز میں مانگا کروں [2] فرمایا کہو الٰہی میں نے اپنی جان پر بہت ظلم کیا [3] اور تیرے سوا گناہ کوئی نہیں بخش سکتا [4] تو اپنی طرف سے میری بخشش کر مجھ پر رحم کر تو بخشنے والا مہربان ہے (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت عامر بن سعد سے وہ اپنے والد سے [5] راوی فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ

[1] یہ تمام دعائیں امت کی تعلیم کے لیے ہیں ورنہ انبیائے کرام عذاب قبر و حساب قبر سے بھی محفوظ ہیں اسی طرح جو ان کے دامن میں آ جاتے وہ زندگی اور موت کے فتنوں سے محفوظ ہو جاتا ہے آپ کے نام کی برکت سے لوگوں کو دجال کے فتنوں سے امن ملے گی جہاں کہیں حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میں فلاں چیز سے تیری پناہ مانگتا ہوں وہاں امت کے لیے پناہ مراد ہے۔ (مرقات وغیرہ)

[2] یعنی نماز کے آخر میں التحیات و درود سے فارغ ہو کر کیونکہ اس کے علاوہ نماز میں اور کوئی وقت دعا کا نہیں ظاہر یہ ہے کہ نماز سے نفل نماز مراد ہے مگر فرائض میں بھی کبھی کبھی یہ دعائیں مانگے تو بہتر ہے [3] صدیق اکبر سے یہ الفاظ کہلوانا یا آدم علیہ السلام کا کہنا رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا یا یونس علیہ السلام کا عرض کرنا اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ انتہائی عجز کا اظہار ہے یہاں ظلم کے وہ معنی کیے جائیں جو ان کی شان کے لائق ہوں کافر کا ظلم کفر ہے عام فاسق کا ظلم گناہ، اولیاء و انبیاء کا ظلم لغزشیں اور خطائیں جو شخص ان کلمات کو سن کر ان کی شان میں گستاخی کرے وہ بے دین ہے بعض صوفیاء کو فرماتے ہوئے سنا گیا کہ کبھی جھوٹ محبوبیت کا ذریعہ بن جاتا ہے اور سچ مردودیت کا سبب شیطان نے سچ کہا تھا کہ خدایا تو نے مجھے گمراہ کیا، ہادی و مضل رب ہی ہے مگر اس سچ سے شیطان مارا گیا، وہ محبوب بندے جو گناہ کے قریب بھی نہ گئے ان کا یہ عرض کرنا کہ خدایا ہم بڑے گنہگار ہیں ہے جھوٹ مگر تقرب کا ذریعہ حضرت صدیق اکبر نے کبھی گناہ کا ارادہ بھی نہیں کیا [4] خیال رہے کہ حقوق العباد بندہ بخشتا ہے مگر گناہ صرف رب ہی بخش سکتا ہے۔ جہاں انبیائے کرام فرما دیتے ہیں کہ جا تیرے سارے گناہ معاف، وہ رب کی طرف سے کہتے ہیں، زبان ان کی ہوتی ہے کلام رب کا لہٰذا اس حدیث پر کوئی اعتراض نہیں [5] آپ کے والد سعد ابن ابی وقاص ہیں، جلیل القدر صحابی، خود عامر تابعی ہیں جنہوں نے اپنے والد، عثمان غنی، عائشہ صدیقہ سے روایات لیں۔

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ یَّمِیْنِہٖ وَعَنْ یَّسَارِہٖ حَتّٰی اَرٰی بَیَاضَ خَدِّہٖ رَوَاہُ مُسْلِمٌ
وَعَنْ سَمُرَۃَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلّٰی
صَلٰوۃً اَقْبَلَ عَلَیْنَا بِوَجْہِہٖ رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی
اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَنْصَرِفُ عَنْ یَّمِیْنِہٖ رَوَاہُ مُسْلِمٌ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ
قَالَ لَا یَجْعَلْ اَحَدُکُمْ لِلشَّیْطٰنِ شَیْئًا مِّنْ صَلٰوتِہٖ یَرٰی اَنَّ حَقًّا عَلَیْہِ اَنْ لَّا
یَنْصَرِفَ اِلَّا عَنْ یَّمِیْنِہٖ لَقَدْ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَثِیْرًا

تھے حتیٰ کہ آپ کے رخسار کی سفیدی میں دیکھ لیتا ؎ (مسلم)
علیہ وسلم کو دیکھا تھا کہ آپ دائیں بائیں سلام پھیرتے
روایت ہے حضرت سمرہ ابن جندب سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھ لیتے تو ہم پر
اپنے چہرے سے متوجہ ہوتے ؎ (بخاری) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم
دائیں جانب پھرتے تھے ؎ (مسلم) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں کہ تم میں
سے کوئی اپنی نماز سے شیطان کا حصہ نہ بنائے یہ سمجھے کہ اس پر واجب ہے کہ ہمیشہ دائیں جانب ہی پھرے ؎
میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت دفعہ

؎ یعنی آپ سلام میں اس قدر چہرہ انور پھیرتے تھے کہ پیچھے والے صف والے دونوں رخساروں کی سفیدی دیکھ لیتے دائیں والے داہنے کی اور بائیں والے بائیں کی بعض روایات میں بیاض خدیہ ہے دونوں میں کوئی تعارض نہیں دونوں رخسار دیکھنا اور حالت میں تھا اور ایک دیکھنا دوسری حالت میں، معلوم ہوا کہ صحابہ کرام عین نماز میں اور نماز سے نکلتے وقت حضور علیہ السلام کو دیکھا کرتے تھے۔ شعر
کاش کہ اندر نماز م بخاشود پہلوئے تو۔ تا بتقریب سلام افتد نظر بر روئے تو۔ اسی لیے صوفیاء فرماتے ہیں کہ ان صحابہ کی سی نماز کسی کو میسر نہیں ہو سکتی ؎ اس طرح کہ سلام کے بعد کبھی داہنی طرف پھرتے کبھی بائیں طرف کبھی قبلہ کو پشت کرکے مقتدیوں کی جانب رخ فرمالیتے یہ لفظ تینوں حالتوں کو شامل ہے لیکن یہ عمل بھی دائمی نہ تھا بلکہ اکثری، ورنہ کبھی سرکار قبلہ رو بیٹھ کر ہی دعا مانگتے تھے۔
؎ یعنی اکثر اوقات سلام پھیر کر دعا کے لیے داہنی جانب رخ فرماتے تھے اس لیے فقہاء فرماتے ہیں کہ امام دعا کے وقت ہر طرف پھر سکتا ہے مگر داہنی طرف پھرنا بہتر کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو داہنی جانب محبوب تھی (از مرقاۃ) ؎ یعنی یہ اعتقاد رکھنا کہ نماز کے بعد امام پر داہنی جانب پھر کر بیٹھنا واجب ہے اور بائیں طرف پھرنا جائز ہی نہیں غلط عقیدہ ہے۔ ایسا سمجھنے والا اپنی عبادتوں میں شیطان کا حصہ بنا رہا ہے کیونکہ غلط عقیدہ رکھ کر نماز پڑھنا نماز کے نقصان کا باعث ہے اس سے معلوم ہوا کہ غیر ضروری چیز کو فرض سمجھنا یونہی مباح کو حرام جاننا فساد عقیدہ ہے اسی حدیث میں اشارۃً فرمایا کہ اگر کوئی امام ہمیشہ داہنی جانب پھرے لیکن اسے واجب نہ سمجھے تو کوئی مضائقہ نہیں جیسا کہ یری سے معلوم ہوا لہذا میلاد شریف یا گیارھویں مستحب جان کر ہمیشہ کرنا جائز ہیں، واجب سمجھنا اور ہے اور کسی کام کو ہمیشہ کرنا کچھ اور ہم ہمیشہ جمعہ کو غسل اور لباس تبدیل کرتے ہیں ہمیشہ رمضان میں دینی مدارس کی چھٹیاں کرتے ہیں مگر واجب نہیں جانتے کوئی مضائقہ نہیں سرکار فرماتے ہیں کہ بہتر کام وہ ہے جو ہمیشہ کیا جائے۔

يَنْصَرِفُ عَنْ يَسَارِهٖ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنِ الْبَرَاءِ قَالَ كُنَّا اِذَا صَلَّيْنَا خَلْفَ رَسُوْلِ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحْبَبْنَا اَنْ نَّكُوْنَ عَنْ يَّمِيْنِهٖ يُقْبِلُ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ قَالَ
فَسَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ رَبِّ قِنِيْ عَذَابَكَ يَوْمَ تَبْعَثُ اَوْ تَجْمَعُ عِبَادَكَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔
وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ اِنَّ النِّسَاءَ فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُنَّ
اِذَا سَلَّمْنَ مِنَ الْمَكْتُوْبَةِ قُمْنَ وَثَبَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ
صَلّٰى مِنَ الرِّجَالِ مَا شَاءَ اللّٰهُ فَاِذَا قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ
الرِّجَالُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَسَنَذْكُرُ حَدِيْثَ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ فِيْ بَابِ الضِّحْكِ
اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى ۔ اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ ۔ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ اَخَذَ بِيَدِيْ

بائیں جانب پھرتے دیکھا[1] (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت براء سے فرماتے ہیں کہ ہم جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتے تو آپ کی داہنی جانب ہونا پسند کرتے تھے تاکہ آپ ہم پر اپنے چہرے سے متوجہ ہوں[2] فرماتے ہیں کہ میں نے آپ کو یہ کہتے سنا یا رب مجھے عذاب سے بچا جس دن تو اپنے بندوں کو اٹھائے گا یا جمع کرے گا[3] (مسلم) روایت ہے حضرت ام سلمہ سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عورتیں جب فرائض سے سلام پھیرتیں تو کھڑی ہو جاتیں[4] اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھ نماز پڑھنے والے مرد جب تک رب چاہتا بیٹھے رہتے[5] جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھتے تو مرد بھی کھڑے ہو جاتے (بخاری) اور ہم جابر ابن سمرہ کی حدیث ہنسی کے باب میں ذکر کریں گے[6] انشاء اللہ تعالیٰ ۔ دوسری فصل ۔ روایت ہے حضرت معاذ ابن جبل سے فرماتے ہیں

[1] یہ بیت اتفاقی نہیں بلکہ حقیقی ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اکثر داہنی جانب پھرتے تھے کم بائیں جانب جیسا کہ اگلی حدیث میں ہے
[2] اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ حضور علیہ السلام اکثر داہنی جانب منہ کرکے دعا مانگتے تھے دوسرے یہ کہ حضور کا چہرہ پاک دیکھنا بہترین عبادت ہے کہ صحابہ کرام محض اس لیے صف کی داہنی جانب پسند کرتے تھے تاکہ بعد نماز دیدار یار نصیب ہو۔ علماء فرماتے ہیں کہ مسجد نبوی شریف میں صف کا بایاں حصہ افضل ہے کیونکہ روضہ اطہر سے قریب ہے۔ بائیں وہ جانب جسے اس محبوب سے دلی لگاؤ ہو۔
[3] یہ دعا امت کی تعلیم کے لیے ہے ورنہ ہم جیسے گنہگار انشاء اللہ حضور علیہ السلام کی برکت سے عذاب سے نجات پائیں گے حضور علیہ السلام کو عذاب سے کیا تعلق۔
[4] اور فوراً گھر لوٹ آتیں تاکہ عورتیں اور مرد مخلوط نہ ہو جائیں۔ سنتیں اور نوافل گھر آکر پڑھتیں، غالب یہ ہے کہ دعا سے پہلے اٹھ جاتیں۔
[5] دعا، سنتوں اور نوافل کے لیے اور نماز فجر میں اشراق تک اس سے معلوم ہوا کہ بہتر یہ ہے کہ مقتدی امام سے پہلے مسجد سے نہ جائیں۔
[6] یعنی مصابیح میں وہ حدیث یہاں تھی جس میں ذکر ہے کہ ہم سب فجر کے بعد سورج نکلنے تک بیٹھتے تھے اور زمانہ جاہلیت کی باتیں یاد کرکے ہنسا کرتے تھے۔ مگر ہم یہ حدیث باب الضحک میں لائیں گے۔

رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنِّیْ لَأُحِبُّکَ یَا مُعَاذُ فَقُلْتُ وَأَنَا أُحِبُّکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ فَلَا تَدَعْ أَنْ تَقُوْلَ فِیْ دُبُرِ کُلِّ صَلٰوۃٍ رَبِّ أَعِنِّیْ عَلٰی ذِکْرِکَ وَشُکْرِکَ وَحُسْنِ عِبَادَتِکَ رَوَاہُ أَحْمَدُ وَأَبُوْ دَاوٗدَ وَالنَّسَائِیُّ إِلَّا أَنَّ أَبَا دَاوٗدَ لَمْ یَذْکُرْ قَالَ مُعَاذٌ وَأَنَا أُحِبُّکَ ۞ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یُسَلِّمُ عَنْ یَمِیْنِہٖ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ حَتّٰی یُرٰی بَیَاضُ خَدِّہِ الْأَیْمَنِ وَعَنْ یَسَارِہٖ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ حَتّٰی یُرٰی بَیَاضُ خَدِّہِ الْأَیْسَرِ رَوَاہُ أَبُوْ دَاوٗدَ وَالنَّسَائِیُّ وَالتِّرْمِذِیُّ وَلَمْ یَذْکُرِ التِّرْمِذِیُّ حَتّٰی یُرٰی بَیَاضُ خَدِّہٖ وَرَوَاہُ ابْنُ مَاجَۃَ عَنْ عَمَّارِ بْنِ یَاسِرٍ ۞ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ کَانَ أَکْثَرُ انْصِرَافِ النَّبِیِّ

کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا فرمایا اے معاذ میں تم سے محبت کرتا ہوں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں بھی آپ سے محبت کرتا ہوں[1] فرمایا کہ تو ہر نماز کے بعد یہ کہنا نہ چھوڑنا کہ یا رب اپنے ذکر اپنے شکر اور اپنی اچھی عبادت پر میری مدد کر[2] (ابوداؤد، نسائی) مگر ابوداؤد نے یہ ذکر نہ کیا کہ معاذ نے کہا میں محبت کرتا ہوں آپ سے۔ روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دائیں جانب یوں سلام پھیرتے السلام علیکم ورحمۃ اللہ حتی کہ آپ کے داہنے رخسار کی سفیدی دیکھی جاتی تھی اور اپنی بائیں جانب یوں کہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ حتی کہ آپ کے بائیں رخسار کی سفیدی دیکھی جاتی[3] (ابوداؤد، ترمذی، نسائی) ترمذی نے یہ ذکر نہ کیا کہ آپ کے رخسار کی سفیدی جاتی ابن ماجہ نے عمار ابن یاسر سے روایت کی۔ روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی نماز سے

[1] اس سے معلوم ہوا کہ جس سے محبت ہو اسے خبر دے دے جیسا کہ بعض احادیث میں صراحتاً آیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی کے دل کے حالات اور محبت و عداوت سے بے خبر نہیں حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ احد پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے ہم اس سے محبت کرتے ہیں جنہیں پتھر کے دل کا حال معلوم ہے کیا انہیں انسانوں کے دل کا حال معلوم نہ ہوگا

[2] یہ دعا غالباً سلام سے پہلے نماز کے اندر مانگی جاتی ہے اسی لیے صاحب مشکوٰۃ اس باب میں یہ حدیث لائے۔

[3] یہ حدیث حنفیوں کی دلیل ہے کہ نماز کے سلام میں وَبَرَکَاتُہٗ نہ پڑھا جائے بعض شوافع وَبَرَکَاتُہٗ بھی کہتے ہیں۔

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ صَلٰوتِهٖ اِلٰى شِقِّهِ الْاَيْسَرِ اِلٰى حُجْرَتِهٖ رَوَاهُ فِىْ شَرْحِ السُّنَّةِ ۔ وَعَنْ عَطَاءِ الْخُرَاسَانِىِّ عَنِ الْمُغِيْرَةِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُصَلِّى الْاِمَامُ فِى الْمَوْضِعِ الَّذِىْ صَلّٰى فِيْهِ حَتّٰى يَتَحَوَّلَ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَقَالَ عَطَاءُ الْخُرَاسَانِىُّ لَمْ يُدْرِكِ الْمُغِيْرَةَ ۔ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَضَّهُمْ عَلَى الصَّلٰوةِ وَنَهَاهُمْ اَنْ يَّنْصَرِفُوْا قَبْلَ انْصِرَافِهٖ مِنَ الصَّلٰوةِ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ ۔ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ ۔ وَعَنْ شَدَّادِ بْنِ اَوْسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فِىْ صَلٰوتِهٖ اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَسْئَلُكَ الثَّبَاتَ فِى الْاَمْرِ وَالْعَزِيْمَةَ عَلَى الرُّشْدِ وَاَسْئَلُكَ شُكْرَ نِعْمَتِكَ وَحُسْنَ عِبَادَتِكَ

زیادہ پھرنا بائیں طرف اپنے حجرے کی جانب ہوتا تھا ۱ (شرح سنہ) روایت ہے حضرت عطا خراسانی سے وہ حضرت مغیرہ سے راوی فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ امام وہاں نماز نہ پڑھے جہاں فرض پڑھے ہیں حتی کہ کچھ ہٹ جائے ۲ (ابوداؤد) اور فرمایا کہ عطا خراسانی نے مغیرہ کو نہ پایا ۳ روایت ہے حضرت انس سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو نماز کی رغبت دی اور اس سے منع کیا کہ آپ کے نماز سے فراغت سے پہلے وہ چلے جائیں ۴ (ابوداؤد) تیسری فصل روایت ہے حضرت شداد ابن اوس سے ۵ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں یوں فرماتے تھے الہی میں تجھ سے دین میں استقامت اور ہدایت پر مضبوطی مانگتا ہوں ۶ اور تجھ سے تیری نعمت کا شکر اور تیری اچھی عبادت مانگتا

۱ یہ حدیث سوائے شرح سنہ کے اور کسی کتاب میں نہیں (مرقاۃ) اگر یہ حدیث صحیح ہے تو یہاں اضافی اکثریت مراد نہیں مطلب یہ ہے کہ جب حضور کو نماز کے بعد فوراً گھر میں تشریف لے جانا ہوتا تو داہنے طرف کر کے دعا مانگتے تاکہ جانے میں آسانی ہو (از مرقاۃ) ۲ آپ تابعی ہیں بلخی ہیں ۵۰ھ میں پیدا ہوئے اور ایک سو پینتیس ۱۳۵ھ میں وفات پائی ابوحاتم کہتے ہیں کہ آپ ثقہ تھے ۳ یہ حکم امام اور مقتدیوں دونوں کے لیے ہے کہ جہاں جماعت سے فرض پڑھے وہاں سے کچھ ہٹ کر سنتیں وغیرہ پڑھے مگر چونکہ زیادہ بھیڑ میں مقتدی نہیں ہٹ سکتے اس لیے صرف امام کا ذکر فرمایا گیا یہ حکم استحبابی ہے تاکہ چند جگہ عبادت ہو اور وہ مقامات قیامت میں اس کی گواہی دیں نیز آنے والے کو دھوکہ نہ لگے کہ ابھی فرض ہو رہے ہیں ۴ کیونکہ حضرت مغیرہ عطا خراسانی کی ولادت کے سال فوت ہو گئے یعنی ۵۰ھ میں لہٰذا یہ حدیث منقطع ہے ۵ معلوم ہوا کہ مقتدی امام کے ساتھ دعا میں شریک رہیں بلا وجہ امام سے پہلے مسجد سے نہ چلے جائیں نیز امام کے سلام سے پہلے مسبوق کا کھڑا ہو جانا حرام ہے ۶ آپ کی کنیت ابو یعلیٰ ہے حضرت حسان کے بھتیجے ہیں شام میں قیام رہا ۷ یعنی دنیا میں کسی وقت ایمان سے ہٹ نہ جاؤں اور کبھی ہدایت سے علیحدہ نہ ہوں۔

وَأَسْأَلُكَ قَلْبًا سَلِيمًا وَلِسَانًا صَادِقًا وَأَسْأَلُكَ مِنْ خَيْرِ مَا تَعْلَمُ أَعُوذُ بِكَ مِنْ
شَرِّ مَا تَعْلَمُ وَأَسْتَغْفِرُكَ لِمَا تَعْلَمُ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَرَوَى أَحْمَدُ نَحْوَهُ ۔ وَعَنْ
جَابِرٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ فِي صَلٰوتِهِ بَعْدَ
التَّشَهُّدِ أَحْسَنُ الْكَلَامِ كَلَامُ اللّٰهِ وَأَحْسَنُ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ ۔
وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يُسَلِّمُ فِي الصَّلٰوةِ تَسْلِيمَةً تِلْقَاءَ وَجْهِهِ ثُمَّ يَمِيلُ إِلَى الشِّقِّ الْأَيْمَنِ شَيْئًا رَوَاهُ
التِّرْمِذِيُّ ۔ وَعَنْ سَمُرَةَ قَالَ أَمَرَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ

ہوں اور تجھ سے سلامت دل اور سچی زبان مانگتا ہوں[۱] اور تجھ سے وہ خیر مانگتا ہوں جو تو جانتا ہے اور اس کی شر سے پناہ مانگتا ہوں جو تو جانتا ہے[۲] اور اس سے بخشش مانگتا ہوں جو تو جانتا ہے[۳] (نسائی) اور احمد نے اس کی مثل روایت کی۔ روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نماز میں التحیات کے بعد کہتے تھے کہ اچھا کلام اللہ کا کلام ہے اور اچھا طریقہ حضور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے[۴] (نسائی) روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں اپنے چہرے کے سامنے سلام پھیرتے پھر قدرے داہنی کروٹ کی طرف مائل ہوجاتے[۵] (ترمذی) روایت ہے حضرت سمرہ سے فرماتے ہیں کہ ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ

۱ یعنی دل ایسا عطا فرما جو بری عقائد حسد کینہ اور بری صفات سے سلامت ہو اور زبان پر ہمیشہ سچی بات آئے ۲ یعنی بہت سی خیر وہ ہیں جنہیں ہم شر سمجھتے ہیں یا ہم ان سے بالکل بے خبر ہیں اور بہت سی شریں ہیں جنہیں ہم خیر سمجھے ہوئے ہیں یا ان سے بے خبر ہیں خدایا تیری عطا ہماری طلب پر موقوف نہ ہو بلکہ تیرے کرم پر ہو ۳ یعنی بہت سے گناہ ہم کرکے ہم بھول گئے مگر تیرے علم میں ہیں خداوندا وہ بھی معاف کر ۴ یعنی کلام تو اللہ کا اچھا ہے اور طریقہ رسول اللہ کا اعلیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، یہ الفاظ آپ خطبہ میں بھی فرماتے تھے اور بعد التحیات نماز میں بھی مگر نماز میں ان کا مقصد حمد و نعت ہے جو ذکر اللہ ہے نہ کہ دوسرا مقصد، یعنی چونکہ اللہ تعالٰی وحدہٗ لاشریک ہے لہذا اس کا کلام بھی بے مثال ہے اور چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بے مثل ہیں لہذا ان کا طریقہ بھی بے نظیر ہے لہذا یہ حدیث فقہاء کے اس فرمان کے خلاف نہیں کہ نماز میں سوا ذکر اللہ کے کوئی ذکر نماز کو توڑ دیتا ہے حتی کہ اگر قرآنی آیت بہ نیت ذکر پڑھے تو نماز فاسد ہے، کسی نے موت کی خبر دی نمازی نے جواباً کہا اِنَّا لِلّٰہِ الخ نماز گئی ۵ یعنی پہلا سلام خوب بلند آواز سے کہتے اس طرح کہ لفظ سلام رو بقبلہ کہتے پھر داہنی جانب اتنا پھرتے کہ رخسار مبارک کی سفیدی مقتدی دیکھ لیتے بایاں سلام آہستہ فرماتے بعض ائمہ نے اس حدیث کی بنا پر فرمایا کہ نماز میں صرف ایک ہی سلام کہا جائے، لیکن فقیر کی اس توجیہ سے مسئلہ واضح ہوگیا اور یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں، جن میں دو سلاموں کا ذکر ہے۔

نَرُدَّ عَلَى الْإِمَامِ وَنَتَحَابَّ وَأَنْ يُسَلِّمَ بَعْضُنَا عَلَى بَعْضٍ رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ ۞

بَابُ الذِّكْرِ بَعْدَ الصَّلٰوةِ

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ ۞ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كُنْتُ أَعْرِفُ انْقِضَاءَ صَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالتَّكْبِيْرِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۞ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

کہ ہم امام کا جواب سلام دیں ۱ اور آپس میں محبت کریں ۲ اور بعض بعض کو سلام کریں ۳ (ابوداؤد) ۞

نماز کے بعد ذکر کا باب ۴

پہلی فصل: روایت ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز ختم ہونا تکبیر سے پہچانتا تھا ۵ (مسلم، بخاری) اور روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ

۱ یعنی نماز کے سلام میں امام فرشتوں اور مقتدیوں کو سلام کرنے کی نیت کرے اور مقتدی اپنے سلام میں امام کے جواب کی۔

۲ اس طرح کہ جماعت کی پابندی کریں جس سے آپس میں محبت پیدا ہو کیونکہ نماز باجماعت محبت مسلمین کا بہترین ذریعہ ہے۔

۳ اس طرح کہ نماز کے سلام میں ایک دوسرے کو سلام کرنے کی نیت کریں کہ امام پہلے سلام میں داہنی جانب کے مقتدیوں کی اور دوسرے سلام میں بائیں جانب والوں کو سلام کی نیت کرے اور مقتدی داہنے والے پہلے سلام میں اپنے داہنے والوں کی نیت کریں اور دوسرے سلام میں بائیں والوں اور امام کی اور بائیں والے اس کے برعکس۔ خیال رہے کہ اسلام میں سلام یا اجازت لینے کے لیے ہوتا ہے یا ملاقات یا رخصت کے وقت۔ یہ سلام ملاقات کا سلام ہے کہ سارے نمازی گویا ایک دوسرے سے غائب ہو گئے تھے اس عالم سے نکل کر دوسرے عالم کی سیر کر رہے تھے اسی لیے یہاں کے احکام کھانا، پینا، چلنا، پھرنا، کلام، سلام سب ختم ہو چکے تھے نماز سے فراغت پا کر وہاں سے لوٹ کر آ رہے ہیں ایک دوسرے سے مل رہے ہیں اس لیے سلام کرتے ہیں۔ لہذا اگر بعد نماز یا نماز فجر کے بعد نمازی آپس میں مصافحہ کریں تو جائز ہے کہ یہ ملاقات کا وقت ہے اس کی تحقیق ہماری کتاب جاء الحق حصہ اول میں دیکھو۔

۴ اس ذکر سے مراد ذکر الٰہی، درود شریف اور تمام دعائیں ہیں تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ بعد نماز خوب اونچی آواز سے ذکر اللہ کرنا سنت ہے جیسا کہ آئندہ احادیث میں آ رہا ہے اس میں اختلاف ہے کہ جن فرائض کے بعد سنتیں ہیں ان کے بعد ذکر وغیرہ کرے یا نہ کرے، صحیح یہ ہے کہ کرے مگر مختصر۔ ۵ یعنی میں زمانہ نبوی میں بہت کم عمر تھا اس لیے کبھی کبھی جماعت میں حاضر نہ ہوتا مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام صحابہ نماز کے بعد اتنی بلند آواز سے تکبیریں کہتے تھے کہ گھروں میں آواز پہنچ جاتی تھی اور ہم پہچان لیا کرتے تھے کہ نماز ختم ہو گئی۔ بعض مشائخ ہر نماز کے بعد بلند آواز سے تین بار کلمہ طیبہ پڑھتے ہیں، پنجاب میں اکثر اذان کے بعد اونچی آواز سے درود شریف پڑھا جاتا ہے ان سب کا ماخذ یہی حدیث ہے بلکہ مسلم شریف میں ہے کہ نمازوں کے بعد ذکر بالجہر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے عہد میں عام مروج تھا اس کی پوری بحث ہماری کتاب جاء الحق حصہ اول میں دیکھو۔ یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں وَاذْكُرْ رَبَّكَ فِي نَفْسِكَ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَلَّمَ لَمْ يَقْعُدْ اِلَّا مِقْدَارَ مَا يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ ثَوْبَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا انْصَرَفَ مِنْ صَلٰوتِهٖ اِسْتَغْفَرَ ثَلٰثًا وَقَالَ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ فِيْ دُبُرِ كُلِّ صَلٰوةٍ مَّكْتُوْبَةٍ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ

صلی اللہ علیہ وسلم جب سلام پھیرتے تو نہ بیٹھتے مگر صرف اس قدر کہ کہتے کہ الٰہی تو سلام ہے اور تجھ سے سلامتی ہے تو برکت والا ہے اے جلال و بزرگی والے[۱] (مسلم) روایت ہے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنی نماز سے فارغ ہوتے تو تین بار استغفار پڑھتے اور کہتے الٰہی تو سلام ہے تجھ سے سلامتی ہے تو برکت والا ہے اے جلالت اور بزرگی والے[۲] (مسلم) روایت ہے حضرت مغیرہ ابن شعبہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر فرض کے بعد فرماتے تھے[۳] خدا کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اس

تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً اس پہلی آیت میں اخفاء کی نمازوں کی تلاوت مراد ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس ذکر بالجہر سے ان نمازیوں کو تکلیف ہوتی ہے جو اپنی فوت شدہ رکعتیں پوری کر رہے ہیں مگر انکا یہ قیاس حدیث کے مقابل ہے نیز وہ لوگ تشریق کی تکبیروں اور حاجی کے لبیوں اور حرم شریف کی نمازوں میں کیا کریں گے کہ ان سب میں بڑا شور ہوتا ہے۔

[۱] یعنی جن نمازوں کے بعد سنتیں ہیں ان میں فرض اور سنتوں کے درمیان زیادہ نہ بیٹھتے صرف اس قدر بیٹھے اس مقدار سے تقریبی مقدار مراد ہے نہ کہ تحقیقی یعنے قریبًا اتنا بیٹھتے لہذا یہ حدیث نہ تو اس روایت کے خلاف ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کر سلام کے بعد بعد طلوع آفتاب تک مصلے پر تشریف فرما رہتے اور نہ ان احادیث کے خلاف ہے جن میں ہے کہ آپ سلام کے بعد مڑ کر تکبیریں کہتے یا استغفار پڑھتے یا اور دعائیں مانگتے۔

[۲] پہلے سلام سے سلامتی دینے والا مراد ہے اور دوسرے سے سلامتی استغفار دعا کے آداب میں سے ہے اس لیے دعا سے پہلے استغفار فرماتے۔ یہ حدیث گذشتہ حدیث عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے خلاف نہیں کہ وہاں بھی تقریبی مقدار مراد تھی اور یہاں بھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ جن فرضوں کے بعد سنتیں ہوں ان میں دعا مختصر مانگے خیال رہے کہ ذوالجلال سے مراد نافرمانوں سے بدلہ لینے والا اور اکرام سے مراد نیک کاروں کو انعام دینے والا۔

[۳] خواہ فرضوں کے بعد یا سنتوں وغیرہ سے فارغ ہو کر (مرقاۃ) اس سے معلوم ہوا کہ سنتیں بھی مسجد میں پڑھنا درفرضوں کے علاوہ سنتوں کے بعد بھی دعا مانگنا سنت ہے۔

لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۞ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَلَّمَ مِنْ صَلٰوتِهٖ يَقُوْلُ بِصَوْتِهِ الْاَعْلٰى لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَا نَعْبُدُ اِلَّآ اِيَّاهُ لَهُ النِّعْمَةُ وَلَهُ الْفَضْلُ وَلَهُ الثَّنَاءُ الْحَسَنُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۞ وَعَنْ سَعْدٍ اَنَّهٗ كَانَ يُعَلِّمُ بَنِيْهِ هٰؤُلَاءِ الْكَلِمٰتِ وَيَقُوْلُ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

کا کوئی ساجھی نہیں اسی کا ملک ہے اور اسی کے لیے حمد وہ ہر چیز پر قادر ہے الٰہی جو تو دے اسے کوئی روک نہیں سکتا اور جسے تو نہ دے اسے کوئی دے نہیں سکتا اور تیرے مقابل مالدار کو مال نفع نہیں دیتا[۱] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن زبیر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنی نماز سے سلام پھیرتے[۲] تو بلند آواز سے کہتے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اس کا کوئی ساجھی نہیں اسی کا ملک ہے اسی کے لیے حمد اور وہ ہر چیز پر قادر ہے اللہ کے بغیر طاقت ہے نہ قدرت اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہم اس کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتے اسی کی نعمت ہے اسی کا فضل[۳] اسی کی اچھی تعریف ہے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہم اس کے لیے خالص دین رکھتے ہیں اگرچہ کفار ناپسند کریں[۴] (مسلم) روایت ہے حضرت سعد سے کہ وہ اپنے بچوں کو یہ کلمات سکھاتے تھے[۵] اور کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ

[۱] اس کی شرح پہلے گزر چکی یہ اور اس جیسی اور بڑی دعائیں عصر و فجر میں تو فرضوں سے متصل چاہئیں اور ظہر وغیرہ میں سنتوں اور نوافل کے بعد لہذا یہ حدیث ان گزشتہ حدیث کے خلاف نہیں جن میں تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صرف اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ کہتے تھے [۲] یعنی فرض نماز سے جماعت میں کیونکہ اشراق یا تہجد وغیرہ کے بعد تنہا ذکر سنت نہیں "اعلٰی" سے معلوم ہوا کہ یہ ذکر بہت اونچی آواز سے ہوتا تھا جو محلے کے گھروں میں سنا جاتا تھا [۳] نعمت سے مراد دنیاوی نعمتیں مراد ہیں اور فضل سے مراد آخرت کی نعمتیں یا نعمت سے مراد عبادات کی توفیق ہے اور فضل سے مراد قبولیت یعنی ساری مخلوق کو بلا واسطہ یا بالواسطہ جو ملا رب سے ملا اور جسے اس نے دیا اپنے فضل سے دیا کسی کا اس پر ذاتی حق نہیں [۴] لہٰذا مخلصین میں منافقین اور ریاکار داخل نہیں کیونکہ وہ عابد ہیں مگر اخلاص سے محروم [۵] یعنی بالغ و نابالغ سارے بچوں کو اس سے معلوم ہوا کہ اولاد کو اچھی باتیں سکھانا ماں باپ کا پہلا فرض ہے۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَعَوَّذُ بِهِنَّ دُبُرَ الصَّلٰوةِ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْجُبْنِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الْبُخْلِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ اَرْذَلِ الْعُمُرِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الدُّنْيَا وَعَذَابِ الْقَبْرِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ اِنَّ فُقَرَاءَ الْمُهَاجِرِيْنَ اَتَوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا قَدْ ذَهَبَ اَهْلُ الدُّثُوْرِ بِالدَّرَجٰتِ الْعُلٰى وَالنَّعِيْمِ الْمُقِيْمِ فَقَالَ وَمَا ذَاكَ قَالُوْا يُصَلُّوْنَ كَمَا نُصَلِّيْ وَيَصُوْمُوْنَ كَمَا نَصُوْمُ وَيَتَصَدَّقُوْنَ وَلَا نَتَصَدَّقُ وَيُعْتِقُوْنَ وَلَا نُعْتِقُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

علیہ وسلم نماز کے بعد ان سے تعوذ کرتے تھے۔ الٰہی میں بزدلی سے تیری پناہ لیتا ہوں اور کنجوسی سے تیری پناہ[1] اور ردی عمر سے تیری پناہ[2] اور دنیا کے فتنوں اور عذاب قبر سے تیری پناہ مانگتا ہوں[3] (بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ مہاجر فقراء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر بولے کہ مالدار اونچے درجے اور دائمی نعمت لے گئے[4] فرمایا یہ کیسے؟ عرض کیا جیسے ہم نمازیں پڑھتے ہیں وہ بھی پڑھتے ہیں اور جیسے ہم روزے رکھتے ہیں وہ بھی رکھتے ہیں اور وہ خیرات کرتے ہیں ہم نہیں کرتے وہ غلام آزاد کرتے ہیں ہم نہیں کرتے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

[1] جبن کا مقابل شجاعت ہے، بخل کا مقابل سخاوت ہے اور شح کا مقابل جود۔ بخیل وہ جو خود کھائے اور وں کو نہ کھلائے، شحیح وہ جو نہ کسی کو کھلائے نہ خود کھائے سب کچھ جمع کر کے چھوڑ جائے، سخی وہ جو خود کھائے اوروں کو بھی کھلائے، جواد وہ جو خود بھوکا رہے اوروں کو کھلائے اسی لیے رب کو سخی نہیں کہتے جواد کہتے ہیں۔ اللہ کے حبیب جواد ہیں کہ خود بھوکے رہتے تھے اوروں کو کھلاتے تھے۔ [2] یعنی بہت بڑھاپا جس میں انسان خراب حالت تک پہنچ جائے، آنکھیں دیدہ جاتا رہے، تعلیم کے لیئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا مانگتے تھے۔ یعنی بڑھاپے کی وہ حالت جب ہاتھ پاؤں جواب دے جائیں رب کی عبادت نہ کر سکے، دنیوی کام انجام نہ دے سکے اس سے خدا کی پناہ۔ [3] ممکن ہے کہ یہ دعا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ساری نمازوں خصوصاً تہجد کے بعد مانگتے ہوں، نماز پنجگانہ میں سنتوں سے فارغ ہو کر تاکہ یہ حدیث دیگر احادیث کے خلاف نہ ہو۔ [4] یعنی ہمارے مقابل درجات میں بڑھ گئے اور جنت کی اعلیٰ نعمتوں کے مستحق ہو گئے اس میں نہ تو رب کی شکایت ہے اور نہ مالداروں پر حسد بلکہ ان پر رشک ہے۔ دینی چیزوں میں رشک جائز ہے یعنی دوسروں کی سی نعمت اپنے لیئے بھی چاہنا، حسد حرام ہے یعنی دوسروں کی نعمت کے زوال کی خواہش۔ [5] یعنے بدنی عبادتوں میں وہ ہمارے برابر ہیں اور مالی عبادتوں میں ہم سے بڑھ کر، اس حدیث کی بنا پر بعض علماء نے فرمایا کہ شاکر غنی صابر فقیر سے افضل ہے، مگر صحیح یہ ہے کہ فقیر صابر غنی شاکر سے افضل، کیونکہ رب نے فرمایا اگر تم شکر کرو گے تو تمہیں اور زیادہ نعمتیں دیں گے، اور فرمایا کہ اللہ صابروں کے ساتھ ہے یعنی شکر سے نعمتیں ملتی ہیں اور صبر سے اللہ تعالیٰ۔

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفَلَا أُعَلِّمُكُمْ شَيْئًا تُدْرِكُوْنَ بِهٖ مَنْ سَبَقَكُمْ وَتَسْبِقُوْنَ بِهٖ مَنْ بَعْدَكُمْ وَلَا يَكُوْنُ أَحَدٌ أَفْضَلَ مِنْكُمْ إِلَّا مَنْ صَنَعَ مِثْلَ مَا صَنَعْتُمْ قَالُوْا بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ تُسَبِّحُوْنَ وَتُكَبِّرُوْنَ وَتَحْمَدُوْنَ دُبُرَ كُلِّ صَلٰوةٍ ثَلٰثًا وَّثَلٰثِيْنَ مَرَّةً قَالَ أَبُوْ صَالِحٍ فَرَجَعَ فُقَرَاءُ الْمُهَاجِرِيْنَ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا سَمِعَ إِخْوَانُنَا أَهْلُ الْأَمْوَالِ بِمَا فَعَلْنَا فَفَعَلُوْا مِثْلَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَلَيْسَ قَوْلُ أَبِيْ صَالِحٍ إِلٰى آخِرِهٖ إِلَّا عِنْدَ مُسْلِمٍ وَفِيْ رِوَايَةٍ

نے فرمایا کیا میں تمہیں وہ چیز نہ سکھاؤں جس سے تم آگے والوں کو پکڑلو اور پیچھے والوں سے آگے بڑھ جاؤ[1] اور تم میں سے کوئی افضل نہ ہو اس کے سوا جو تمہارے کام کرے[2] بولے ہاں یا رسول اللہ فرمایا ہر نماز کے بعد ۳۳ ۳۳ بار تسبیح تکبیر اور حمد کرو[3] ابو صالح کہتے ہیں[4] کہ پھر مہاجر فقراء حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لوٹے اور عرض کیا کہ ہمارے اس عمل کو ہمارے مالدار بھائیوں نے سن لیا تو انہوں نے بھی یونہی کیا[5] تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے[6] (مسلم بخاری) ابو صالح کا قول صرف مسلم کی روایت میں ہے اور بخاری کی روایت

[1] یہاں آگے اور پیچھے سے درجوں میں آگے پیچھے ہونا مراد ہے نہ کہ زمانہ میں یعنی جو صحابہ تم سے درجہ میں بڑھ گئے ہیں ان کلمات کی وجہ سے تم ان کے برابر ہو جاؤ گے اور جو تمہارے برابر ہیں اور یہ کلمات نہیں پڑھتے ان سے تم بڑھ جاؤ گے ورنہ غیر صحابی کتنی ہی نیکیاں کرے صحابی کی گرد قدم کو نہیں پہنچ سکتے کیونکہ وہ صحبت یافتہ جناب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں حضرت جبریل سارے فرشتوں سے افضل کیونکہ وہ خادم انبیاء ہیں تو صحابہ بعد انبیاء ساری مخلوق سے افضل کیونکہ وہ خادم جناب مصطفےٰ ہیں صلی اللہ علیہ وسلم شعر یک زمانہ صحبتے با مصطفےٰ ٭ بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا ٭ [2] یعنی جو غیر صحابی یہ پڑھے گا وہ تم سے افضل ہو جائے گا [3] یعنی ہر نماز کے بعد ۳۳ بار سبحان اللہ ۳۳ بار الحمد للہ اور ۳۴ بار اللہ اکبر کہہ لیا کرو یہ تسبیح فاطمی ہے کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے قریبًا یہی تسبیح حضرت فاطمہ زہرہ کو بتائی تھی اسی بنا پر آج تسبیح کے دانوں میں ۳۳ دانوں پر ایک ہٹ امام ڈالا جاتا ہے خیال رہے کہ ظہر مغرب عشاء میں یہ تسبیح سنتیں وغیرہ پڑھ کر پڑھی جائیگی [4] ابو صالح تابعی ہیں جنہوں نے حضرت ابوہریرہ سے یہ روایت کی [5] ان کا مدعا یہ تھا کہ اب کوئی اور خفیہ عمل بتایا جائے وہ راز تو کھل گیا [6] یعنی اب تم صبر کرو اور رب کے دیئے پر راضی رہو۔ یہ ضبط بھی عبادت ہے اور تم اس پر صبر کرکے بڑا درجہ پاؤ گے۔

لِلْبُخَارِيِّ تُسَبِّحُوْنَ فِيْ دُبُرِ كُلِّ صَلٰوةٍ عَشْرًا وَّتَحْمَدُوْنَ عَشْرًا وَّتُكَبِّرُوْنَ عَشْرًا
بَدَلَ ثَلٰثًا وَّثَلٰثِيْنَ ٭ وَعَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُعَقِّبَاتٌ لَّا يَخِيْبُ قَائِلُهُنَّ اَوْ فَاعِلُهُنَّ دُبُرَ كُلِّ صَلٰوةٍ مَّكْتُوْبَةٍ ثَلٰثٌ
وَّثَلٰثُوْنَ تَسْبِيْحَةً وَّثَلٰثٌ وَّثَلٰثُوْنَ تَحْمِيْدَةً وَّاَرْبَعٌ وَّثَلٰثُوْنَ تَكْبِيْرَةً رَوَاهُ مُسْلِمٌ
وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَبَّحَ اللّٰهَ
فِيْ دُبُرِ كُلِّ صَلٰوةٍ ثَلٰثًا وَّثَلٰثِيْنَ وَحَمِدَ اللّٰهَ ثَلٰثًا وَّثَلٰثِيْنَ وَكَبَّرَ اللّٰهَ ثَلٰثًا
وَّثَلٰثِيْنَ فَتِلْكَ تِسْعَةٌ وَّتِسْعُوْنَ وَقَالَ تَمَامَ الْمِائَةِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ
لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ غُفِرَتْ خَطَايَاهُ
وَاِنْ كَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ٭ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ ٭ عَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ

ہیں ہے کہ ہر نماز کے بعد دس بار تسبیح، دس بار حمد، دس بار تکبیر کہو بجائے ۳۳ بار کے [1] یہ روایت ہے
حضرت کعب ابن عجرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بعض آگے پیچھے آنے والی
چیزیں [2] وہ ہیں جن کا کہنے والا یا کرنے والا نقصان میں نہیں رہتا [3] ہر فرض نماز کے بعد ۳۳ بار تسبیح ۳۳
بار حمد اور ۳۴ بار تکبیریں [4] (مسلم) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے جو ہر نماز کے بعد ۳۳ بار تسبیح ۳۳ بار حمد الٰہی اور ۳۳ بار تکبیر کہہ لیا کرے یہ ۹۹ ہوئے اور
سو پورا کرنے کو کہے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اسی کا ملک ہے اسی
کی حمد ہے وہ ہر چیز پر قادر ہے تو اس کے گناہ بخشے جائیں گے اگرچہ سمندر کے جھاگ کی طرح ہوں [5] (مسلم)

تیسری فصل روایت ہے حضرت ابی امامہ سے

[1] مگر پہلی روایت زیادہ قوی ہے، کیونکہ اس میں زیادتی ہے اور اسی پر امت کا عمل ہے [2] معقبات کے کئی معنی ہیں (۱) نماز کے بعد والا وظیفہ (۲) وہ عمل جس کے لکھنے پر ہر فرشتہ پیش قدمی کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ دوسرے فرشتوں کو اپنے سے پیچھے کر دوں (۳) وہ وظیفے جو یکے بعد دیگرے پڑھے جاتے ہیں (۴) وہ وظیفے جن کا انجام اچھا ہے [3] بلکہ تھوڑی محنت سے بہت نفع حاصل کر لیتا ہے [4] کہ یہ پورا سیکڑا ہے اسی کا نام تسبیح فاطمہ ہے قادری سلسلہ کے مشائخ اس کے بہت پابند ہیں [5] یعنی جو اس تسبیح فاطمہ پر پابندی کرے گا اس کی خطائیں اگرچہ شمار سے زیادہ ہوں بخشی جائیں گی خیال رہے کہ شمار کے لیے عقد انامل بہت اعلیٰ چیز ہے ہر مسلمان کو سیکھنا چاہیے، اگر وہ نہ آتا ہو تو پوروں پر شمار کرے، بدرجہ مجبوری کنکروں یا تسبیح پر شمار کرے۔ حضرت ابوہریرہ نے ایک دھاگے میں ہزار گرہیں لگائیں تھیں جن پر کبھی شمار کیا کرتے تھے (مرقاۃ) فقہاء نے تسبیح پر گننے کو بدعت حسنہ ہے یعنی بدعت حسنہ جس کی اصل صحابہ سے ثابت ہے۔

قَالَ قِيلَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَيُّ الدُّعَاءِ أَسْمَعُ قَالَ جَوْفَ اللَّيْلِ الْآخِرِ وَدُبُرَ الصَّلَوَاتِ الْمَكْتُوبَاتِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ۔ وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ أَمَرَنِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أَقْرَأَ بِالْمُعَوِّذَاتِ فِي دُبُرِ كُلِّ صَلٰوةٍ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُو دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي الدَّعَوَاتِ الْكَبِيرِ ۔ وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَأَنْ أَقْعُدَ مَعَ قَوْمٍ يَذْكُرُونَ اللّٰهَ مِنْ صَلٰوةِ الْغَدَاةِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أُعْتِقَ أَرْبَعَةً مِنْ وُلْدِ إِسْمٰعِيلَ وَلَأَنْ أَقْعُدَ مَعَ قَوْمٍ يَذْكُرُونَ اللّٰهَ مِنْ صَلٰوةِ الْعَصْرِ إِلٰى أَنْ

---

۱ فرمایا عرض کیا گیا یا رسول اللہ کونسی دعا زیادہ سنی جاتی ہے، فرمایا آخری رات کے بیچ میں اور فرض نمازوں کے بعد ۲ (ترمذی) روایت ہے حضرت عقبہ ابن عامر سے فرماتے ہیں مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ہر نماز کے بعد اعوذ والی سورتیں پڑھ لیا کروں ۳ (احمد، ابوداؤد، نسائی، بیہقی، دعوات کبیر) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میرا ان لوگوں سے بیٹھنا جو فجر کی نماز سے سورج نکلنے تک اللہ کا ذکر کرتے ہیں مجھے اس سے زیادہ پیارا ہے کہ اولاد اسمٰعیل کے چار غلام آزاد کروں ۴ اور میرا اس قوم کے ساتھ بیٹھنا جو عصر کی نماز سے سورج ڈوبنے تک اللہ کا ذکر کریں

---

۱ آپ کے حالات پہلے بیان ہوچکے کہ آپ قبیلہ باہلہ سے ہیں حمص میں قیام رہا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے وقت آپ ۳۰ یا ۳۲ سال کے تھے ۱۰۶ سال عمر پائی ۸۱ھ یا ۸۶ھ میں حمص ہی میں وفات پائی رضی اللہ عنہ آپ کی روایات بہت تھوڑی ہیں۔ ۲ یعنی دو وقت دعائیں زیادہ قبول ہوتی ہیں ایک تو آخری رات کے بیچ میں، دوسرے فرض نمازوں کے بعد خیال رہے کہ آخر جوف کی صفت ہے یعنی رات کا درمیانی حصہ جو آخری شب میں ہو اس طرح کہ رات کے دو حصے کرو، آخری آدھے کا درمیانی حصہ لو یہی وقت تہجد کے لیے بہتر ہے اس وقت دعائیں زیادہ قبول ہوتی ہیں اور فرض نماز سے یا تو خود فرض مراد ہیں یا پوری نماز، لہٰذا بہتر یہ ہے کہ نماز پنجگانہ میں فرضوں کے بعد بھی مختصر دعا مانگے اور پھر سنت و نفل سے فارغ ہوکر بھی دعا کرے کہ یہ ساری نماز فرض نماز شمار ہے ۳ ظاہر یہ ہے کہ اعوذ والی سورتوں سے مراد قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ہے کہ اس میں اعوذ صراحۃً مذکور ہے بعض نے فرمایا کہ قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْکٰفِرُوْنَ اور قُلْ هُوَ اللّٰهُ بھی اس میں شامل ہیں کہ اگرچہ ان دونوں میں صراحۃً اعوذ موجود نہیں مگر مقصود وہاں بھی رب کی پناہ لینا ہے اس پر اکثر صوفیاء کا عمل ہے کہ ہر نماز کے بعد یہ چاروں قل پڑھتے ہیں ہر نماز سے مراد فرض نماز ہے اگر جنازہ کی نماز کے بعد یہ چار سورتیں پڑھ کر میت کو بخشی جائیں تو بھی بہتر ہے ۴ چونکہ اس بیٹھنے میں چار عبادتیں ہیں اچھوں کی صحبت، اللہ کا ذکر، مسجد کی حاضری، اور نماز اشراق کا انتظار، ان میں سے ہر عبادت ایک غلام آزاد کرنے سے افضل اس

تَغْرُبَ الشَّمْسُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ اَنْ اُعْتِقَ اَرْبَعَةً رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَعَنْهُ قَالَ
قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّى الْفَجْرَ فِیْ جَمَاعَةٍ ثُمَّ قَعَدَ يَذْكُرُ
اللّٰهَ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ كَانَتْ لَهٗ كَاَجْرِ حَجَّةٍ وَّعُمْرَةٍ قَالَ قَالَ
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَامَّةٍ تَامَّةٍ تَامَّةٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ
عَنِ الْاَزْرَقِ بْنِ قَيْسٍ قَالَ صَلّٰى بِنَا اِمَامٌ لَّنَا يُكْنٰى اَبَا رِمْثَةَ قَالَ صَلَّيْتُ

مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ چار غلام آزاد کردوں ۱ (ابوداؤد) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فجر جماعت سے پڑھے پھر سورج نکلنے تک بیٹھ کر اللہ کا ذکر کرے ۲ پھر دو رکعتیں پڑھے تو اسے حج اور عمرے کا ثواب ملے گا ۳ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پورے کا پورے پورے کا (ترمذی) تیسری فصل روایت ہے حضرت ازرق ابن قیس سے ۵ فرماتے ہیں کہ ہم کو ہمارے امام نے نماز پڑھائی جن کی کنیت ابورمثہ تھی۔

۱ چار غلاموں کا ذکر فرمایا، نیز اولاد اسمٰعیل دوسرے لوگوں سے افضل ہے اس لیے ان میں کے چار غلام چار غلام آزاد کرنا دوسرے غلام کے آزاد کرنے سے افضل اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز اشراق تک مسجد میں ٹھہرنا اور صالحین کے ساتھ بیٹھنا اور اللہ کا ذکر کرنا بہت بہتر ہے۔ اللہ کے ذکر میں دعا، تلاوت قرآن، علم دین اور صالحین کا ذکر سب شامل ہے (از مرقاۃ) اکثر لوگ اس وقت تلاوت قرآن کرتے ہیں انکا ماخذ یہی حدیث ہے بعض فقہاء نے سورج طلوع ہوتے وقت تلاوت کو غیر مستحب فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت سجدہ نہیں ہوسکتا اور کبھی تلاوت کے دوران میں سجدے کی آیت بھی آجاتی ہے ۱ بعض صوفیاء عصر سے مغرب تک مسجدوں میں مراقبے کرتے ہیں کسی سے کلام نہیں کرتے، انکی اصل یہ حدیث ہے اس سے معلوم ہورہا ہے کہ فجر کے بعد مسجد میں بیٹھنا اس بیٹھنے سے افضل ہے کیونکہ وہاں چار اسمٰعیلی غلاموں کا ذکر تھا یہاں مطلقاً چار فرمائے خیال رہے کہ احناف کے نزدیک عرب غلام نہیں بنائے جاسکتے لہذا اولاد اسمٰعیل سے مراد غیر عرب مراد ہوں گے یا یہ حکم فرضی ہے (از مرقاۃ) ۲ سورج نکلنے سے مراد آفتاب بلند ہونا ہے یعنی چمکنے سے، دو منٹ بعد کیونکہ چمکتے وقت نماز ممنوع ہے اور بیٹھنے سے مراد مسجد میں رہنا ہے لہذا اس وقت طواف یا وعظ یا طلب علم کے لیے مسجد کے کسی گوشہ میں منتقل ہونا مضر نہیں بلکہ مرقاۃ نے فرمایا کہ جو فجر کے بعد اپنے گھر آجائے مگر اللہ کے ذکر میں مشغول رہے پھر دو نفل پڑھے وہ بھی اس میں داخل ہے ۳ حج فرض ہے عمرہ سنت ایسے ہی نماز فجر فرض اور رکعتیں سنت، اس لیے ان دونوں کے جمع کرنے میں حج و عمرے کا ثواب ہے ظاہر یہ ہے کہ ان نفلوں سے مراد نفل اشراق ہیں جن کا وقت طلوع آفتاب سے شروع ہوجاتا ہے نماز چاشت کا وقت شروع اسی وقت سے ہوتا ہے، مگر ختم نصف النہار پر ۴ یعنی کامل حج و عمرہ کا ثواب ہے گا جو فرائض، واجبات، سنتوں اور مستحبات کے ساتھ ادا کیے جائیں خیال رہے کہ حج و عمرے کا ثواب ملنا اور ہے انکا ادا ہونا کچھ اور لہذا اسکا مطلب یہ نہیں کہ

هٰذِهِ الصَّلٰوةَ اَوْ مِثْلَ هٰذِهِ الصَّلٰوةِ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَكَانَ اَبُوْ بَكْرٍ وَّعُمَرُ يَقُوْمَانِ فِي الصَّفِّ الْمُقَدَّمِ عَنْ يَّمِيْنِهٖ وَكَانَ رَجُلٌ قَدْ شَهِدَ التَّكْبِيْرَةَ الْاُوْلٰى مِنَ الصَّلٰوةِ فَصَلّٰى نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ سَلَّمَ عَنْ يَّمِيْنِهٖ وَعَنْ يَّسَارِهٖ حَتّٰى رَاَيْنَا بَيَاضَ خَدَّيْهِ ثُمَّ انْفَتَلَ كَانْفِتَالِ اَبِيْ رِمْثَةَ يَعْنِيْ نَفْسَهٗ فَقَامَ الرَّجُلُ الَّذِيْ اَدْرَكَ مَعَهُ التَّكْبِيْرَةَ الْاُوْلٰى مِنَ الصَّلٰوةِ يَشْفَعُ فَوَثَبَ عُمَرُ فَاَخَذَ بِمَنْكِبَيْهِ فَهَزَّهٗ ثُمَّ قَالَ اجْلِسْ فَاِنَّهٗ لَنْ يَّهْلِكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اِلَّا اَنَّهٗ لَمْ يَكُنْ بَيْنَ صَلٰوتِهِمْ فَصْلٌ فَرَفَعَ النَّبِيُّ صَلَّى

انہوں نے فرمایا کہ میں نے یہی نماز یا اس کی کوئی اور نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھی ۱؎ فرمایا کہ حضرت ابوبکر و عمر اگلی صف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے داہنے کھڑے ہوتے تھے ۲؎ اور ایک شخص نماز کی پہلی تکبیر میں حاضر ہوا تھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھ کر داہنے بائیں سلام پھیرا حتی کہ آپ کے رخساروں کی سفیدی دیکھی ۳؎ پھر ابورمثہ یعنی میری طرح پھرے ۴؎ تو جس نے نماز کی پہلی تکبیر پائی تھی وہ نفل پڑھنے کھڑا ہو گیا ۵؎ تب حضرت عمر جلدی اٹھے اور اس کے کندھے پکڑ کر ہلا ڈالے پھر فرمایا بیٹھ جا کیونکہ اہل کتاب صرف اسی لیے ہلاک ہوئے کہ ان کی نمازوں کے درمیان فاصلہ نہ تھا ۶؎ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

مسلمان یہ بھول دیں صرف مشرق پڑھ لیا کریں ۵؎ آپ تابعی ہیں عاشق ہیں بصرہ میں پیدائش ہوئی کوفہ میں قیام رہا عالم باعمل تھے ۱۱۱ھ میں وفات ہوئی۔ ۱؎ ابورمثہ صحابی ہیں انہوں نے تعیین کو نماز ظہر یا عصر پڑھا کہہ فرمایا کہ ہم نے ایک بار یہی نماز یا دوسری کوئی اور نماز حضور علیہ السلام کے پیچھے پڑھی تھی تو یہ واقعہ پیش آیا ۲؎ کیونکہ حضور علیہ السلام کے پیچھے افضل صحابہ کھڑے ہوا کرتے تھے تاکہ بوقت ضرورت اور ان نمازیوں میں حضور علیہ السلام انہیں امام بنا کر خود وضو کے لیے جاسکیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ پہلی صف کا داہنا حصہ باقی مقامات سے افضل ہے ۳؎ یعنے داہنی طرف والوں نے داہنے رخسار کی سفیدی دیکھی اور بائیں والوں نے بائیں رخسار کی رأینا جمع فرمایا تکبیر اولیٰ سے مراد تکبیر تحریمہ ہے اس کے پانے کی صورت یہ ہے کہ امام کے قرأت شروع کرنے سے پہلے مقتدی کا سبحان سے فارغ ہو جاتے اس کے بارے میں چند اقوال ہیں ۴؎ یعنے بعد سلام دعا مانگنے کے لیے داہنی جانب منہ کر کے بیٹھے جیسے میں بیٹھا ہوں ۵؎ یعنے وہ شخص مسبوق نہ تھا کہ فرض کی بقیہ رکعتیں پوری کرنے کھڑا ہوتا بلکہ مدرک تھا جو بعد والی سنتیں پڑھنے کے لیے بلا دعا مانگے کھڑا ہو گیا ۶؎ یعنے چاہیے کہ حضور علیہ السلام کے ساتھ دعا مانگ جب سرکار اور سارے مسلمان دعا سے اٹھیں تو تم بھی اٹھ نماز سے فارغ ہونے اور مسجد سے نکلنے میں جلدی نہ کر اس سے معلوم ہوا کہ جن نمازوں کے بعد سنتیں ہیں ان میں بھی فرضوں کے بعد دعا مانگی جائے گر مختصر ہو کہ ۷؎ یعنے انہیں حکم دیا گیا تھا کہ فرائض اور نوافل کے درمیان دعا کا بھی فاصلہ

اللہ علیہ وسلم بصرہ فقال أصاب اللہ بک یا ابن الخطاب رواہ ابوداؤد
وعن زید بن ثابت قال امرنا ان نسبح فی دبر کل صلوۃ ثلثا وثلثین ونحمد
ثلثا وثلثین ونکبر اربعا وثلثین فاتی رجل فی المنام من الانصار فقیل له
امرکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان تسبحوا فی دبر کل صلوۃ کذا وکذا
قال الانصاری فی منامہ نعم قال فاجعلوها خمسا وعشرین خمسا وعشرین
واجعلوا فیها التهلیل فلما اصبح غدا علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاخبرہ
فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فافعلوا رواہ احمد والنسائی والدارمی

نگاہ اٹھا کر فرمایا کہ اے خطاب کے بیٹے اللہ تمہیں مصیب رکھے لہ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت زید ابن ثابت سے لہ فرماتے ہیں ہمیں حکم دیا گیا کہ ہر نماز کے بعد ۳۳ بار تسبیح پڑھیں ۳۳ بار حمد اور ۳۴ بار تکبیر پھر ایک انصاری کے خواب میں کوئی آنے والا آیا اور وہ آپ سے کہا کیا تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا کہ ہر نماز کے بعد اتنی اتنی تسبیح پڑھو۔ انصاری نے خواب ہی میں کہا ہاں اس نے کہا انہیں ۲۵، ۲۵ بار کر لو اور ان میں تہلیل بھی کر لو لہ جب صبح ہوئی تو یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہیں خبر دی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسے ہی کر دو لہ (احمد، نسائی، دارمی)

کریں اور اگر ہو سکے تو جگہ کا بھی مگر اس پر عمل نہ کیا فرض و نفل ملا کر پڑھے جس سے انکے دل سخت ہو گئے اور ہزاروں گناہ کر بیٹھے۔ (مرقاۃ) خیال رہے کہ لن تھلک نفی مستقبل ہے مگر یہاں ماضی کی نفی استمرار کے لیے استعمال ہوا جیسے اللہ یجتبی من الملائکۃ رسلا ومن الناس میں یجتبی مضارع ہے مگر ماضی کے دوام کے لیے آیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل کتاب پر نمازیں فرض تھیں اور ان نمازوں میں کچھ فرائض کچھ نوافل۔

لہ یعنے جیسے تم نے یہ مسئلہ صحیح بیان کیا ایسے ہی ہمیشہ ہر کام میں درستی پر رہو معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام خوش ہوئے اور آپکی دعا فاروق اعظم کو ایسی لگی کہ آپ ہمیشہ سیاسی اور مذہبی امور میں حق پر ہی رہے باطل انکے قریب بھی نہ آیا لہ آپ مشہور صحابی ہیں کاتب وحی ہیں علم فرائض کے امام ہیں زمانہ صدیقی میں قرآن جمع کرنے والوں میں آپ بھی تھے اور زمانہ عثمانی میں قرآن کو مصحفوں میں نقل کرنے والوں میں بھی آپ تھے لہ یہ خواب الہامی تھا رب کی طرف سے فرشتے کے ذریعے صحابی کو تعلیم دی گئی مطلب یہ ہے کہ ان تینوں کلموں کو ۲۵، ۲۵ بار پڑھو اور سو کا عدد پورا کرنے کے لیے ۲۵ بار لا الہ الا اللہ بھی پڑھ لیا کرو خیال رہے کہ اس خواب میں حضور علیہ السلام کے فرمان کی تردید نہیں بلکہ اعلٰے سے اعلٰے ترکا مشورہ ہے لہذا وہ پہلا طریقہ ناطراب بھی جاری ہے اور مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کبھی وہ پڑھ لیا کرو کبھی یہ لہ یعنے کبھی ایسے کبھی ایسے خیال رہے کہ یہ خواب

وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى أَعْوَادِ هٰذَا الْمِنْبَرِ يَقُوْلُ مَنْ قَرَأَ آيَةَ الْكُرْسِيِّ فِيْ دُبُرِ كُلِّ صَلٰوةٍ لَمْ يَمْنَعْهُ مِنْ دُخُوْلِ الْجَنَّةِ إِلَّا الْمَوْتُ وَمَنْ قَرَأَهَا حِيْنَ يَأْخُذُ مَضْجَعَهُ آمَنَهُ اللّٰهُ عَلٰى دَارِهِ وَدَارِ جَارِهِ وَأَهْلِ دُوَيْرَاتٍ حَوْلَهُ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْإِيْمَانِ وَقَالَ إِسْنَادُهُ ضَعِيْفٌ

وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ غَنْمٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَالَ قَبْلَ أَنْ يَنْصَرِفَ وَيَثْنِيَ رِجْلَيْهِ مِنْ صَلٰوةِ الْمَغْرِبِ وَالصُّبْحِ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس منبر کے تختوں پر فرماتے سنا کہ جو ہر نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھے تو اسے موت کے سوا کوئی چیز جنت کے داخلے سے نہ روکے گی[1] اور جو لیٹتے وقت اسے پڑھے تو اللہ اس کے گھر اور اس کے پڑوسی کے گھر آس پاس کے گھر والوں پر امن دے گا[2] (بیہقی شعب الایمان) فرمایا اس کی اسناد ضعیف ہے[3] روایت ہے حضرت عبدالرحمن ابن غنم سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا کہ جو نماز مغرب و فجر سے پھرنے اور پاؤں موڑنے سے پہلے[4] دس بار یہ کہہ لیا کرے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی ساجھی نہیں اسی کا ملک ہے اسی کی تعریف اس کے قبضے میں خیر ہے زندگی اور موت دیتا ہے اور ہر چیز پر قادر ہے[5]۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تائید فرمانے کی وجہ سے قابل عمل ہوگی ورنہ نص کے مقابلے میں نہ کسی کا خواب معتبر ہے نہ ولی کا کشف اور نہ کسی کا الہام کیونکہ نص معصوم کی ہے اور ہم بیداری اور خواب میں غیر معصوم ہیں۔

[1] یعنی مرتے ہی جنت میں جائے گا قیامت سے پہلے روحانی طور پر اور بعد قیامت جسمانی طور پر بھی لہذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ قیامت سے پہلے جنت میں داخلہ کیسا خیال رہے کہ عام مسلمین کی قبروں میں جنت کی ہوا اور خوشبو آتی ہے خود وہاں نہیں پہنچتے نہ جسماً نہ روحاً جنت میں پہنچ جاتے ہیں جیسے شہداء اور یہ لوگ [2] یعنی اس کی برکت سے سارے محلے میں چوری، آگ لگنے، مکان گر جانے بلکہ ساری ناگہانی آفتوں سے صبح تک امن رہے گی یہ عمل بہت مجرب ہے [3] کوئی حرج نہیں کیونکہ فضائل اعمال میں حدیث ضعیف معتبر ہے نیز اس کی اگلی حدیث حصن حصین شریف نے بروایت نسائی ابن حبان ابن السنی ابوامامہ سے نقل کیا نیز طبرانی وغیرہم نے آیت الکرسی کے بڑے فضائل بیان کیے وہ تمام احادیث اس کی تائید ہیں نیز تمام علماء اولیاء اور عامۃ المسلمین اس پر عامل رہے اور ہیں اور عمل امت سے حدیث ضعیف قوی ہو جاتی ہے [4] یعنی مغرب کی سنتوں اور نفلوں سے فارغ ہو کر اسی طرح دو زانو بیٹھے یہ کر لیا کرے فرض مغرب مراد نہیں کیونکہ اس کے بعد سنتیں ہیں بلا فاصلہ ادا کرنا چاہیے [5] یعنی

عَشْرَ مَرَّاتٍ كُتِبَ لَهٗ بِكُلِّ وَاحِدَةٍ عَشْرُ حَسَنَاتٍ وَّمُحِيَتْ عَنْهُ عَشْرُ سَيِّئَاتٍ وَّرُفِعَ لَهٗ عَشْرُ دَرَجَاتٍ وَّكَانَتْ لَهٗ حِرْزًا مِّنْ كُلِّ مَكْرُوْهٍ وَّحِرْزًا مِّنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ وَلَمْ يَحِلَّ لِذَنْبٍ اَنْ يُّدْرِكَهٗ اِلَّا الشِّرْكُ وَكَانَ مِنْ اَفْضَلِ النَّاسِ عَمَلًا اِلَّا رَجُلًا يَّفْضُلُهٗ يَقُوْلُ مِمَّا قَالَ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَرَوَى التِّرْمِذِيُّ نَحْوَهٗ عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ اِلٰى قَوْلِهٖ اِلَّا الشِّرْكَ وَلَمْ يَذْكُرْ صَلٰوةَ الْمَغْرِبِ وَلَا بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ ۔ وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ بَعْثًا قِبَلَ نَجْدٍ فَغَنِمُوْا غَنَائِمَ كَثِيْرَةً وَّاَسْرَعُوا الرَّجْعَةَ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَّا لَمْ يَخْرُجْ مَا رَاَيْنَا بَعْثًا اَسْرَعَ رَجْعَةً وَّلَا اَفْضَلَ غَنِيْمَةً مِّنْ هٰذَا الْبَعْثِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا اَدُلُّكُمْ عَلٰى

تو اس کے لیے ہر ایک کے بدلہ میں دس نیکیاں لکھی جائیں گی اور دس گناہ مٹائے جائیں گے اور دس درجے بلند کیے جائیں گے ۱ ہر برائی سے اس کی حفاظت اور مردود شیطان سے امن ہوگی اور شرک کے سوا کوئی گناہ اسے نہ پہنچے گا ۲ اور وہ لوگوں سے عمل میں افضل ہوگا سوا اس کے جو اس سے زیادہ کہہ لے وہ اس سے بڑھ جائے گا ۳ (احمد) ترمذی نے اس کی مثل ابوذر سے الا الشرک تک اور اس نے نہ نماز مغرب کا ذکر کیا اور نہ بیدہ الخیر کا اور فرمایا یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے ۴ روایت ہے حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نجد کی طرف ایک لشکر بھیجا وہ بہت غنیمتیں لائے اور جلد لوٹ آئے ۵ تو ہم میں سے ایک شخص بولا جو وہیں نہ گیا تھا کہ ہم نے کوئی ایسا لشکر نہ دیکھا جو اس لشکر سے جلد لوٹا ہو اور زیادہ غنیمت لایا ہو ۶ تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تمہیں وہ قوم نہ بتاؤں

چوتھا مصرعہ خیال رہے کہ اگرچہ خیر و شر سب اللہ کے قبضے میں ہے مگر ادب یہ ہے کہ اس کی طرف صرف خیر کو نسبت کیا جائے۔
۱ جب ایک کے بدلے دس ہو تو دس کے بدلے یقیناً سو ہوں گے ۲ یعنی اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے اسے گناہوں سے بچائے گا اور اگر بھول سے گناہ کر بیٹھا تو توبہ کی توفیق ملے گی اور رب تعالیٰ کی طرف سے معافی، ہاں اگر کفر کر بیٹھا تو اس کی معافی نہ ہوگی یہی اس حدیث کا مطلب ہے۔ ۳ اس سے معلوم ہوا کہ دس بار کی قید نہیں جتنی خدا توفیق دے پڑھے ۴ یعنی یہ حدیث تین اسنادوں سے مروی ہے ایک اسناد میں حسن، ایک میں صحیح، ایک میں غریب ۵ نجد عرب کا پانچواں صوبہ ہے حجاز اور تہامہ کے درمیان چونکہ یہ بلندی پر واقع ہے اس لیے نجد کہلاتا ہے، نجد کے معنے بلندی ہے ۶ یعنی یہ لشکر بڑا بابرکت ہے کہ مختصر زمانہ میں بہت سا مال لے کر آیا خیال رہے کہ جس لشکر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس خود تشریف لے جائیں اسے غزوہ کہا جاتا ہے۔

قَوْمٍ اَفْضَلَ غَنِيْمَةً وَّاَفْضَلَ رَجْعَةً قَوْمًا شَهِدُوْا صَلٰوةَ الصُّبْحِ ثُمَّ جَلَسُوْا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ حَتّٰى طَلَعَتِ الشَّمْسُ فَاُولٰٓئِكَ اَسْرَعُ رَجْعَةً وَّاَفْضَلُ غَنِيْمَةً رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَحَمَّادُ بْنُ اَبِيْ حُمَيْدٍ الرَّاوِيْ هُوَ ضَعِيْفٌ فِي الْحَدِيْثِ ۞

بَابُ مَا لَا يَجُوْزُ مِنَ الْعَمَلِ فِي الصَّلٰوةِ وَمَا يُبَاحُ مِنْهُ ۞

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ ۞ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ الْحَكَمِ قَالَ بَيْنَا اَنَا اُصَلِّيْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْ عَطَسَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ فَقُلْتُ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ فَرَمَانِي الْقَوْمُ بِاَبْصَارِهِمْ فَقُلْتُ وَاثُكْلَ اُمِّيَاهُ مَا شَاْنُكُمْ تَنْظُرُوْنَ

جو غنیمت اور لوٹنے میں بہتر ہے وہ قوم ہے جو فجر کی نماز میں حاضر ہوں پھر سورج نکلنے تک بیٹھ کر اللہ کا ذکر کریں یہ لوگ جلدی لوٹنے والے اور بہتر غنیمت والے ہیں ۱؎ (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے حماد ابن راوی حدیث میں ضعیف ہیں ۲؎

باب نماز میں کون سے کام ناجائز اور کون مباح ہیں ۳؎

پہلی فصل روایت ہے حضرت معاویہ ابن حکم سے ۴؎ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ رہا تھا کہ قوم میں سے ایک شخص چھینکا میں نے کہا اللہ تجھ پر رحم کرے ۵؎ مجھے لوگوں نے تیز نگاہوں سے دیکھا تو میں نے کہا ہائے میری ماں کا رونا ۶؎ تمہیں کیا ہوا کہ مجھے دیکھتے ہو ۷؎

غالبًا اس شخص نے یہ حسرت کے طور پر کہا ہوگا کہ کاش اس میں میں بھی ہوتا اسی لیے حضور علیہ السلام نے اگلا جواب دیا۔

۱؎ یعنی غنیمت صرف مال ہی کی نہیں ہوتی بلکہ اجر و ثواب کی بھی ہوتی ہے اشراق پڑھنے والا جلدی گھر لوٹ آتا ہے اور پورا اجر لے کر آتا ہے ۲؎ چنانچہ انہیں بخاری نے منکر الحدیث فرمایا نسائی نے کہا یہ ثقہ نہیں ہیں ابن معین کہتے ہیں کہ ان کی حدیث کچھ نہیں مرقاۃ نے فرمایا کہ ان کا حافظہ خراب ہے ۳؎ نماز میں بعض کام کرنے کے ہیں بعض نہ کرنے کے، کرنے والے بعض فرض ہیں جن کے بغیر نماز قطعًا ہوتی ہی نہیں، بعض واجب جن کے سہوًا رہ جانے سے سجدہ سہو واجب ہے، بعض سنت ہیں بعض مباح، نہ کرنے والے کام، بعض مکروہ تحریمی ہیں بعض مکروہ تنزیہی، بعض حرام، اس باب میں انہیں کا ذکر ہے ۴؎ آپ صحابی ہیں، قبیلہ بنی سلیم سے ہیں، اہل مدینہ میں آپ کا شمار ہے مرقاۃ نے فرمایا کہ آپ سے صرف یہی حدیث مروی ہے ۱۱۷ھ میں وفات پائی ۵؎ یعنی چھینکنے والے کو جواب دینے کی نیت سے یہ کہا اگرچہ یہ جواب دیا جاتا ہے جب چھینکنے والا کہے الحمد للہ یہاں چھینکنے والے نے الحمد للہ نہیں کہا مگر انہوں نے یہ کہا ۶؎ عرب میں یہ لفظ تعجب پر بولا جاتا ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ میں مر گیا اور میری ماں مجھے روتی ہے یعنی میں نے ایسا کون سا کام کیا جو اس گھورنے کا سبب ہوا ۷؎ اوائل اسلام میں بحالت نماز کلام سلام بھی کیا جاتا تھا اور امام کے پیچھے قرأت بھی، وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ سے کلام و سلام بند ہوا اور وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ الخ سے امام کے پیچھے قرأت منسوخ ہوئی

اِلَیَّ فَجَعَلُوْا يَضْرِبُوْنَ بِاَيْدِيْهِمْ عَلٰى اَفْخَاذِهِمْ فَلَمَّا رَاَيْتُهُمْ يُصَمِّتُوْنَنِیْ لٰكِنِّیْ
سَكَتُّ فَلَمَّا صَلّٰى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبِاَبِیْ هُوَ وَاُمِّیْ مَا رَاَيْتُ
مُعَلِّمًا قَبْلَهٗ وَلَا بَعْدَهٗ اَحْسَنَ تَعْلِيْمًا مِّنْهُ فَوَاللهِ مَا كَهَرَنِیْ وَلَا ضَرَبَنِیْ وَلَا شَتَمَنِیْ قَالَ
اِنَّ هٰذِهِ الصَّلٰوةَ لَا يَصْلُحُ فِيْهَا شَیْءٌ مِّنْ كَلَامِ النَّاسِ اِنَّمَا هِیَ التَّسْبِيْحُ وَالتَّكْبِيْرُ
وَقِرَاءَةُ الْقُرْاٰنِ اَوْ كَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ
اِنِّیْ حَدِيْثُ عَهْدٍ بِجَاهِلِيَّةٍ وَقَدْ جَاءَنَا اللهُ بِالْاِسْلَامِ وَاِنَّ مِنَّا رِجَالًا يَأْتُوْنَ

تو وہ اپنے ہاتھ رانوں پر مارنے لگے۱ جب میں نے دیکھا کہ مجھے خاموش کر رہے ہیں تو میں بھی خاموش ہو گیا۲ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھ لی تو میرے ماں باپ ان پر نثار میں نے ایسا اچھا سکھانے والا معلم نہ آپ سے پہلے دیکھا نہ بعد میں۔ خدا کی قسم نہ مجھے ڈانٹا نہ مارا نہ برا کہا۳ فرمایا کہ ان نمازوں میں انسانی کلام مناسب نہیں یہ صرف تسبیح تکبیر اور تلاوت قرآن ہے۴ یا جیسا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۵ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میرا زمانہ جاہلیت سے قریب ہے اللہ نے ہمیں اسلام دیا اور ہم میں سے بعض لوگ کاہنوں کے پاس

نماز میں کلام بند ہو چکی تھی۔ انہیں یہ خبر نہ تھی اس لیے انہوں نے یہ گفتگو کی۔

۱ یعنی صحابہ نے انہیں کلام سے روکنے کے لیے اپنا ایک ہاتھ ایک بار ران پر مارا، اگر دونوں ہاتھ مارے تھے یا ایک مسلسل تین بار مارے تھے تو ان کی اپنی نماز جاتی رہتی کیونکہ عمل کثیر نماز فاسد کر دیتا ہے عمل قلیل بھی اگر مسلسل تین بار کیا جائے تو کثیر بن جاتا ہے اور نماز فاسد کر دیتا ہے، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز میں ضرورۃً کنکھیوں سے دائیں بائیں دیکھنا اور عمل قلیل بھی جائز ہے۔ ۲ یعنی مجھے غصہ تو بہت آیا اور میں نے چاہا کہ پھر اور کہوں لیکن ان بزرگوں کا ادب و احترام کرتے ہوئے میں خاموش رہا۔ ۳ فَوَاللهِ والا لٰكِنَّا کا جواب ہے اور اس سے پچھلا جملہ معترضہ تھا کہیں اور کہر کے معنی ہیں جھڑکنا چنانچہ ایک قرأت میں ہے فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَكْهَرْ یعنی سرکار نے اس غلطی کی وجہ سے مجھ پر کسی قسم کی سختی نہ فرمائی نہایت نرمی سے مسئلہ بتا دیا۔ ۴ یعنی تمہارا يَرْحَمُكَ اللهُ کہنا انسانی کلام ہے اس سے نماز جاتی رہتی ہے آئندہ خیال رکھنا کہ نماز میں صرف یہ مذکورہ چیزیں۔ فقہاء فرماتے ہیں کہ اگر نمازی جواب کی نیت سے قرآن شریف کی آیت ہی پڑھے تو وہ کلام انسانی ہوگا اور نماز فاسد کر دے گا جیسے خوشی کی خبر پر اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اور غم کی خبر پر اِنَّا لِلّٰهِ الخ۔ ۵ یعنی مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ شریفہ میں شک ہے یہی تھے یا اور۔ البتہ مضمون یہی تھا۔ خیال رہے کہ حضور علیہ السلام نے انہیں نماز لوٹانے کا حکم نہ دیا، اس لیے کہ انہیں اس آیت کے نزول کی خبر نہ تھی اور ابھی یہ قانون مشتہر نہ ہوا تھا، قانون کی شہرت سے پہلے اس کے احکام مرتب نہیں ہوتے۔ اب اگر کوئی نمازی بے خبری سے یہ کرے گا تو نماز دہرانا واجب ہوگی، کیونکہ قانون مشہور ہو چکا اب بے خبری عذر نہیں۔ لہٰذا یہ حدیث امام اعظم کے خلاف نہیں۔ امام شافعی و ابو یوسف اس حدیث کی بنا پر فرماتے ہیں کہ نماز میں چھینک کا جواب دینا حرام ہے لیکن اس سے نماز فاسد نہ ہوگی۔

الكُهَّانَ قَالَ فَلَا تَأْتِهِمْ قُلْتُ وَمِنَّا رِجَالٌ يَتَطَيَّرُونَ قَالَ ذَاكَ شَيْءٌ يَجِدُونَهُ فِي صُدُورِهِمْ فَلَا يَصُدَّنَّهُمْ قَالَ قُلْتُ وَمِنَّا رِجَالٌ يَخُطُّونَ قَالَ كَانَ نَبِيٌّ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ يَخُطُّ فَمَنْ وَافَقَ خَطَّهُ فَذَاكَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ قَوْلُهُ لٰكِنِّيْ سَكَتُّ هٰكَذَا وَجَدْتُ فِي صَحِيْحِ مُسْلِمٍ وَكِتَابِ الْحُمَيْدِيِّ وَصُحِّحَ فِي جَامِعِ الْأُصُوْلِ بِلَفْظِ كَذَا فَوْقَ لٰكِنِّيْ. وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ كُنَّا نُسَلِّمُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي الصَّلٰوةِ فَيَرُدُّ عَلَيْنَا فَلَمَّا رَجَعْنَا مِنْ عِنْدِ النَّجَاشِيِّ

جاتے ہیں فرمایا تم وہاں نہ جاؤ [1] میں نے کہا کہ ہم میں سے بعض پرندے اڑاتے ہیں فرمایا یہ ایسی بات ہے جسے وہ اپنے دلوں میں پاتے ہیں یہ انہیں ان کاموں سے نہ روکے [2] فرماتے ہیں میں نے عرض کیا ہم میں سے بعض لکیریں کھینچتے ہیں فرمایا ایک پیغمبر خط کھینچتے تھے جس کا خط ان کے موافق ہوگا تو درست ہے [3] (مسلم) ان کا قول سکت میں نہیں صحیح مسلم میں یونہی پایا اور کتاب حمیدی میں ہے کہ جامع اصول میں لکنی کے اوپر لفظ کذا سے صحیح کیا [4] روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کہ وہ نماز میں ہوتے سلام کرتے تھے آپ ہمیں جواب دیتے تھے [5] جب ہم نجاشی کے پاس سے لوٹے [6]

[1] حضور علیہ السلام کو مہربان دیکھ کر دینی مسائل پوچھنے شروع کر دیئے کاہن وہ لوگ ہیں جنہیں شیاطین سے تعلق ہو کر بے علم غیب کا دعویٰ کرتے ہیں اور آئندہ کی جھوٹی سچی خبریں دیتے ہیں جیسے آج کل پنڈت اور جوگی عراف وہ کہلاتے ہیں جو کھوئی چیزیں یا چوری کے مال کا پتہ بتاتے ہیں کاہنوں سے غیبی چیزیں پوچھنا گناہ کبیرہ بلکہ کبھی کفر ہے اس کی بحث ان شاء اللہ باب الکہانت میں ہوگی۔ [2] کفار عرب میں فال کے بہت طریقے تھے ان میں سے ایک پرندے اڑانا تھا کہ اگر کسی کام کو چلے اور راستہ میں کوئی چڑیا یا جانور مل گیا تو اسے اڑایا اگر وہ داہنی طرف اڑی تو سمجھے کامیابی ہے اگر سیدھی اڑ گئی تو سمجھے کامیابی میں دیر ہے اور اگر بائیں طرف اڑی تو ناکامی کا یقین کرکے واپس لوٹ آئے حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ یہ ان کے نفسانی وسوسے ہیں رب پر توکل چاہیے اور ایسے وہمیات کی بنا پر کام چھوڑنا نہیں چاہیے۔ فال کی بحث ان شاء اللہ باب الفال میں آئے گی [3] لکیریں کھینچنے سے مراد رمل ہے جس میں خطوط کے ذریعہ غیبی بات معلوم کی جاتی ہے جیسے علم جفر میں عددوں سے علم رمل حضرت دانیال کا معجزہ تھا اور علم جفر حضرت ادریس علیہ السلام کا جس کو ان بزرگوں کے خطوط یا اعداد سے مناسبت ہوگی اس کا درست ہوگا ورنہ غلط بعض علماء نے اس حدیث سے دلیل پکڑی کہ علم رمل اور جفر جائز ہے لیکن بغیر کمال اس پر اعتماد نہیں کر سکتے [4] یعنی میں نے لکنی سکت کو صحیح مسلم میں پایا اور جامع اصول میں لکنی پر لفظ کذا لکھا ہے جو اس کی صحت کی علامت ہے کیونکہ وہ صحیح پر لفظ کذا لکھ دیا کرتے ہیں [5] یعنی ہجرت سے پہلے نماز میں کلام و سلام سب جائز تھا اس بنا پر حضور علیہ السلام بحالت نماز سلام کا جواب دیتے تھے ان حضرات کے حبشہ جانے کے بعد کلام منسوخ ہوا خیال رہے کہ قوموا للہ قانتین سورہ بقرہ میں ہے سورہ بقرہ مدنی ہے بنا نسخ کلام بعد ہجرت ہوا [6] نجاشی بادشاہ حبشہ کا لقب تھا جیسے فرعون بادشاہ مصر کا حضور علیہ السلام

سَلَّمْنَا عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْنَا فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كُنَّا نُسَلِّمُ عَلَيْكَ فِي الصَّلٰوةِ فَتَرُدُّ عَلَيْنَا فَقَالَ إِنَّ فِي الصَّلٰوةِ لَشُغْلًا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنْ مُعَيْقِيْبٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الرَّجُلِ يُسَوِّي التُّرَابَ حَيْثُ يَسْجُدُ قَالَ إِنْ كُنْتَ فَاعِلًا فَوَاحِدَةً مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْخَصْرِ فِي الصَّلٰوةِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ

تو ہم نے آپ کو سلام کیا آپ نے ہمارا جواب نہ دیا ہم عرض کیا یارسول اللہ ہم آپ کو نماز میں سلام کرتے تھے اور آپ جواب دیتے تھے فرمایا نماز میں مشغولیت ہے [1] (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت معیقیب سے [2] وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی اس شخص کے بارے میں جو سجدے کی جگہ مٹی برابر کرے فرمایا اگر تمہیں کرنا ہے تو ایک بار [3] (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھنے سے منع فرمایا [4] (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں

کے زمانہ کے نجاشی کا نام اصحمہ تھا اس نے مظلوم صحابہ کو اپنے ملک میں امن دی اور انہی کے ذریعہ حضور علیہ السلام پر غائبانہ ایمان لایا اور انہی کی معرفت حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں ہدیے بھیجے تھے حضرت ام حبیبہ بنت ابی سفیان جو ایمان لاکر حبشہ ہجرت کر گئی تھیں اصحمہ ہی نے ان کا غائبانہ نکاح حضور علیہ السلام سے کیا جب حضور علیہ السلام مدینہ پاک تشریف لائے تو حبشہ کے مہاجر صحابہ مدینہ منورہ آگئے ان بزرگوں کو صاحب ہجرتین کہتے ہیں انہی اصحمہ اور ان کے ساتھیوں کا ذکر قرآن کریم نے بہت شان سے کیا ہے۔ وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ نجاشی کا انتقال ۹ھ فتح مکہ سے پہلے حبشہ میں ہوا جبریل امین نے ان کی لاش حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کردی حضور علیہ السلام نے غائبانہ جنازہ پڑھا بہت عرصہ تک ان کی قبر سے انوار نکلتے تھے۔ جس سے رات میں سارا جنگل جگمگا جاتا تھا رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

[1] یعنی اب نماز، مناجات، عبودیت اور استغراق سے گھیر دی گئی اس میں نہ کلام ہے نہ سلام، فقہاء فرماتے ہیں کہ نمازی اشارے سے بھی سلام کا جواب نہیں دے سکتا [2] آپ کا نام معیقیب ابن فاطمہ دوسی ہیں، سعد ابن عاص کے آزاد کردہ غلام ہیں قدیم الاسلام ہیں، صاحب ہجرتین ہیں، حضور علیہ السلام کی انگوٹھی آپ کے پاس رہتی تھی انہی سے حضرت صدیق اکبر نے حضور علیہ السلام کے بعد یہ انگوٹھی لی آخر میں جذام میں مبتلا ہوگئے تھے خلافت عثمانی یا ۴۰ ہجری میں وفات پائی رضی اللہ تعالٰی عنہ دوسرے معیقیب تابعی ہیں وہ اور ہیں [3] یعنی کسی نے حضور علیہ السلام سے مسئلہ پوچھا کہ نمازی بحالت نماز سجدہ کی جگہ سے کنکر کا نشان ہٹا سکتا ہے یا نہیں اور مٹی صاف کرسکتا ہے یا نہیں فرمایا ضرورتًا ایک بار کرسکتا ہے اس سے فقہاء نے بہت سے مسائل مستنبط کیے ہیں [4] یعنی نمازی کسی حالت میں۔ قیام، قومہ، قعود میں کوکھ پر ہاتھ رکھنا منع ہے بلکہ نماز سے علاوہ بھی ممنوع ہے کہ یہ ابلیس کا طریقہ ہے نیز مغرور متکبر ایسے ہاتھ رکھا کرتے ہیں بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہاں خصر سے مراد لاٹھی

سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْاِلْتِفَاتِ فِي الصَّلٰوةِ فَقَالَ هُوَ اِخْتِلَاسٌ يَخْتَلِسُهُ الشَّيْطَانُ مِنْ صَلٰوةِ الْعَبْدِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيَنْتَهِيَنَّ اَقْوَامٌ عَنْ رَفْعِهِمْ اَبْصَارَهُمْ عِنْدَ الدُّعَاءِ فِي الصَّلٰوةِ اِلَى السَّمَاءِ اَوْ لَيُخْطَفَنَّ اَبْصَارُهُمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ اَبِيْ قَتَادَةَ قَالَ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَؤُمُّ النَّاسَ وَاُمَامَةُ بِنْتُ اَبِي الْعَاصِ عَلٰى عَاتِقِهٖ فَاِذَا رَكَعَ وَضَعَهَا وَاِذَا رَفَعَ مِنَ السُّجُوْدِ

میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز میں ادھر ادھر دیکھنے کے بارے میں پوچھا تو فرمایا کہ یہ اچکنا ہے شیطان بندے کی نماز سے اچکتا ہے[1] (مسلم بخاری) اور روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قومیں نماز میں دعا کے وقت آسمان کی طرف نگاہ اٹھانے سے باز رہیں ورنہ ان کی نگاہیں چھین لی جائیں گی[2] (مسلم) روایت ہے حضرت ابو قتادہ سے فرماتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ لوگوں کی امامت کرتے تھے اور امامہ بنت ابی العاص آپ کے کندھے پر تھیں[3] جب رکوع کرتے تو انہیں اتار دیتے اور جب سجدہ سے سر اٹھاتے تو

یا دیوار پر ٹیک لگانا ہے عربی میں لاٹھی کو عصا کہتے ہیں، یہ ٹیک بلا ضرورت ممنوع، ضرورتاً جائز ہے، بوڑھا آدمی لاٹھی بغل میں ٹیک کر نماز پڑھ سکتا ہے، سلیمان علیہ السلام نے اپنی آخری نماز لاٹھی کی ٹیک پر ہی پڑھی جس میں آپ کی وفات ہوئی۔

[1] خیال رہے کہ نماز میں کعبہ سے سینہ پھر جانا نماز کو توڑ دیتا ہے، صرف چہرہ پھیرنا مکروہ ہے، کنکھیوں سے ادھر ادھر دیکھنا خلاف مستحب یہاں التفات سے غالباً دوسرے معنی مراد ہیں جو مکروہ ہیں ممکن ہے تیسرے معنی مراد ہوں، اشعہ میں ہے اور ابن حکم کی روایت میں گزر چکا کہ صحابہ نے انہیں گوشہ چشم سے دیکھا بعض روایات میں ہے کہ حضور علیہ السلام بھی کبھی اس طرح دیکھتے تھے وہ سب بیان جواز کے لیے ہے اور یہ حدیث بیان استحباب کیلئے لہذا احادیث میں تعارض نہیں [2] یعنی نماز میں دعائیہ یا آخری دعا پڑھتے پر ہاتھ اٹھاتے وقت آسمان کی طرف نگاہ مکروہ ہے بغیر نماز ہاتھ بھی اٹھائے اور نگاہ بھی کیونکہ آسمان قبلہ دعا ہے جیسے کعبہ قبلہ نماز، مگر علیہ السلام کا یہ فرمان اظہار ناراضگی کے لیے ہے خیال رہے کہ پہلے حضور علیہ السلام نماز میں کبھی آسمان کو دیکھا کرتے تھے جب یہ آیت اتری وَالَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ تب چھوڑ دیا تبدیلی قبلہ کے وقت حضور علیہ السلام کا نماز میں آسمان کی طرف دیکھنا آپ کی خصوصیت تھی کہ وہ نماز نافلہ تھی [3] آپ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی نواسی یعنی حضرت زینب کی بیٹی ہیں۔ علی مرتضی نے فاطمہ زہرا کی وفات کے بعد آپ سے نکاح کیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے بڑی محبت تھی حتی کہ کبھی نماز میں بھی آپ کو کندھے پر رکھتے تھے۔

أَعَادَهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ، وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا تَثَاءَبَ أَحَدُكُمْ فِي الصَّلٰوةِ فَلْيَكْظِمْ مَا اسْتَطَاعَ فَإِنَّ الشَّيْطٰنَ يَدْخُلُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَفِي رِوَايَةِ الْبُخَارِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ إِذَا تَثَاءَبَ أَحَدُكُمْ فِي الصَّلٰوةِ فَلْيَكْظِمْ مَا اسْتَطَاعَ وَلَا يَقُلْ هَا فَإِنَّمَا ذٰلِكُمْ مِنَ الشَّيْطٰنِ يَضْحَكُ مِنْهُ ، وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ عِفْرِيْتًا مِنَ الْجِنِّ تَفَلَّتَ الْبَارِحَةَ لِيَقْطَعَ عَلَيَّ صَلٰوتِيْ فَأَمْكَنَنِي اللهُ مِنْهُ فَأَخَذْتُهُ فَأَرَدْتُ أَنْ أَرْبِطَهُ عَلٰى سَارِيَةٍ مِنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ

انہیں لوٹا لیتے [1] (مسلم بخاری) اور روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کوئی نماز میں جمائی لے تو جہاں تک ہوسکے دفع کرے کیونکہ شیطان داخل ہوجاتا ہے [2] (مسلم) بخاری کی روایت میں حضرت ابوہریرہ سے ہے فرمایا تم میں سے کسی کو نماز میں جمائی آئے تو بقدر طاقت دفع کرے اور ہا نہ کہے [3] کیونکہ یہ شیطان سے ہے کہ وہ اس سے ہنستا ہے [4] اور روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ایک خبیث جن آج رات کھل گیا [5] تاکہ میری نماز توڑ دے اللہ نے مجھے اس پر طاقت دی میں نے اسے پکڑ لیا [6] میں نے سوچا کہ اسے مسجد کے ستونوں میں کسی ستون سے باندھ دوں

[1] حق یہ ہے کہ یہ عمل حضور علیہ السلام کی خصوصیات میں سے ہے ہمارے واسطے مفسد نماز ہے کیونکہ نماز میں بچی کو اتارنا چڑھانا اور رکوع عمل کثیر سے خالی نہیں علماء نے اس کی بہت سی توجیہیں کی ہیں مگر جو فقیر نے کہا وہ قوی ہے۔ [2] جمائی دفع کرنے کی تین صورتیں ہیں ایک یہ کہ جمائی آتے وقت یہ سوچے کہ انبیاء کرام کو جمائی نہیں آتی تھی۔ دوسرے یہ کہ نچلا ہونٹ دانت سے دبالے۔ تیسرے یہ کہ ناک کے ذریعہ سانس نکالے اگر دفع نہ ہو سکے تو بائیں ہاتھ کی انگلیوں کی پشت منہ پر رکھے۔ [3] چنانچہ اگر نماز میں "ہاہ" منہ سے نکل جائے تو نماز جاتی رہے گی کہ اس میں تین حروف پیدا ہوگئے اور اگر فقط "ہا" نکلا تو نماز مکروہ ہوگئی [5] حضرت سلیمان علیہ السلام کی قید سے کہ آپ شیاطین کی ایک جماعت کو قید کرگئے تھے ان میں سے ایک چھوٹ کر میرے پاس آگیا اور میرے قلب میں وسوسے ڈالنے کی کوشش کرنے لگا۔ معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کی نگاہ جنات اور شیاطین کو دیکھتی ہے اور جہاں وہ بند ہیں وہ جگہ بھی حضور علیہ السلام کی نگاہ کے سامنے ہے اور حضور ان کے ہر حال سے خبردار ہیں قرآن کریم کا یہ فرمانا مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ہم لوگوں کے لیے ہیں حضور علیہ السلام اس سے علیحدہ ہیں جب حضور علیہ السلام کی نگاہ سے فرشتے نہیں چھپے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج میں خود رب تعالیٰ کو دیکھ لیا تو جنات و شیاطین کیسے چھپ سکتے ہیں خیال رہے کہ حضرت سلیمان نے جنات کی ایک خبیث ترین جماعت کو قید کردیا تھا جو اب تک قید میں ہے کیونکہ جنات کی عمریں بڑی ہوتی ہیں ان کا یہاں ذکر ہے ورنہ اور جماعتیں شیاطین کی کھلی پھرتی ہیں۔ [6] حق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو دائمی طاقت بخشی جس سے آپ شیاطین کو پکڑ سکتے ہیں

حَتّٰی تَنْظُرُوْا اِلَیْهِ کُلُّکُمْ فَذَکَرْتُ دَعْوَةَ اَخِیْ سُلَیْمَانَ رَبِّ هَبْ لِیْ مُلْکًا لَّا یَنْبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْ بَعْدِیْ فَرَدَدْتُّهٗ خَاسِئًا مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔ وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ نَابَهٗ شَیْءٌ فِیْ صَلٰوتِهٖ فَلْیُسَبِّحْ فَاِنَّمَا التَّصْفِیْقُ لِلنِّسَاءِ وَفِیْ رِوَایَةٍ قَالَ التَّسْبِیْحُ لِلرِّجَالِ وَالتَّصْفِیْقُ لِلنِّسَاءِ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔ اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ کُنَّا نُسَلِّمُ

تاکہ تم سب اسے دیکھو[1] لیکن مجھے اپنے بھائی سلیمان کی دعا یاد آگئی کہ مولا مجھے وہ ملک دے جو کسی کے لائق نہ ہو میرے بعد تو میں نے اسے ناکام چھوڑ دیا[2] (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت سہل ابن سعد سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جسے نماز میں کوئی چیز پیش آجائے تو تسبیح پڑھے کیونکہ تالی عورتوں کے لیے ہے ایک روایت میں ہے کہ فرمایا تسبیح مردوں کے لیے ہے اور تالی عورتوں کے لیے[3] (مسلم، بخاری)

دوسری فصل روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں کہ ہم حضور

حضرت ابوہریرہ نے شیطان کو صدقہ کا مال چوری کرتے ہوئے پکڑ لیا تو وہ آپ سے نہ چھوٹ سکا، حضرت معاذ نے ایک شیطان کو پکڑ لیا تو وہ آپ سے نہ چھوٹ سکا جب خدام کی طاقتوں کا یہ حال ہے تو آفتاب نبوت کی قدرت کا کیا پوچھنا۔ اب بھی بعض عامل حضرات جنات کو قید کر دیتے ہیں جلا دیتے ہیں۔

[1] یعنی میں اسے باندھ دیتا تو وہ کھل نہ سکتا نہ چھوٹ کر بھاگ سکتا اور پھر وہ صبح تک بندھا رہتا تم سب اسے دیکھتے ہمارے باندھنے کی برکت سے یہ عجیب شہادت بن جاتا۔ [2] یعنی چونکہ جنات پر قبضہ حضرت سلیمان کا خصوصی معجزہ بن چکا ہے اگر اس قبضہ کو ہم ظاہر فرما دیتے تو یہ ان کی خصوصیت نہ رہتا اس لیے اسے چھوڑ دیا اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ شیطان کا جسم نجس نہیں اور اس کے چھونے سے نماز نہیں جاتی، نمازی کا ہاتھ نجس نہیں ہوتا۔ دوسرے یہ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا خشوع و خضوع اور طرف متوجہ ہونے سے نہیں جاتا دیکھو حضور علیہ السلام نے شیطان کو پکڑ بھی لیا باندھنے کا ارادہ بھی کیا پھر چھوڑ بھی دیا مگر نماز کے خشوع میں کوئی فرق نہ آیا۔ تیسرے یہ کہ حضور علیہ السلام کو اللہ تعالٰی نے گزشتہ نبیوں کے کمالات بخشے مگر ان میں سے بعض کا اظہار نہ فرمایا کہ ان بزرگوں کی خصوصیات میں فرق نہ آئے۔ چوتھے یہ کہ نبی کی طاقت جنات و فرشتوں سے زیادہ ہے کہ شیطان آپ کی پکڑ سے چھوٹ نہ سکا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ملک الموت کو تھپڑ مارا تو ان کی آنکھ جاتی رہی اس جگہ اشعۃ اللمعات میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سلطنت قدرت تصرف ملک الموت جن و انس اور تمام عالم پر ہے ہر شے آپ کے قبضہ میں ہے۔ [3] یعنی اگر نمازی کو کوئی ایسا حادثہ پیش آجائے جس سے اسے بولنا پڑے مثلاً اسے کوئی پکار رہا ہے یا کوئی بے خبری میں سامنے سے گزرنا چاہتا ہے تو مرد تو زور سے سُبْحٰنَ اللّٰہ کہہ دے اور عورت بائیں ہاتھ کی پشت پر داہنی ہتھیلی مار دے تاکہ پکارنے والے اور گزرنے والے کو اس کا نماز میں ہونا معلوم ہو جائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ عورت کی آواز بھی عورت ہے نامحرم سے۔ افسوس ان عورتوں پر جو گا بجا کر اپنی آوازیں غیر مردوں کو سنائیں۔ خیال رہے

عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِی الصَّلٰوةِ قَبْلَ اَنْ یَّاْتِیَ اَرْضَ الْحَبْشَةِ فَیَرُدُّ عَلَیْنَا فَلَمَّا رَجَعْنَا مِنْ اَرْضِ الْحَبْشَةِ اَتَیْتُهٗ فَوَجَدْتُّهٗ یُصَلِّیْ فَسَلَّمْتُ عَلَیْهِ فَلَمْ یَرُدَّ عَلَیَّ حَتّٰی اِذَا قَضٰی صَلٰوتَهٗ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ یُحْدِثُ مِنْ اَمْرِهٖ مَا یَشَآءُ وَاِنَّ مِمَّا اَحْدَثَ اَنْ لَّا تَتَکَلَّمُوْا فِی الصَّلٰوةِ فَرَدَّ عَلَیَّ السَّلَامَ وَقَالَ اِنَّمَا الصَّلٰوةُ لِقِرَآءَةِ الْقُرْاٰنِ وَذِکْرِ اللّٰهِ فَاِذَا کُنْتَ فِیْهَا فَلْیَکُنْ ذٰلِكَ شَاْنُكَ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قُلْتُ لِبِلَالٍ کَیْفَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَرُدُّ عَلَیْهِمْ حِیْنَ کَانُوْا یُسَلِّمُوْنَ عَلَیْهِ وَهُوَ فِی الصَّلٰوةِ قَالَ کَانَ یُشِیْرُ بِیَدِهٖ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ

جانے سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کرتے تھے حالانکہ آپ نماز میں ہوتے تو آپ ہم کو جواب دیتے تھے پھر جب ہم حبشہ سے لوٹے تو میں آپ کی خدمت میں آیا آپ کو نماز پڑھتے پایا میں نے آپ کو سلام کیا تو مجھے آپ نے جواب نہ دیا حتےٰ کہ جب اپنی نماز پوری کی تو فرمایا اللہ اپنے احکام میں جو چاہے نئے حکم دے اب جو نیا حکم بھیجا اس میں یہ ہے کہ نماز میں کلام نہ کرو پھر آپ نے مجھے سلام کا جواب دیا[۱] اور فرمایا کہ نماز قرآن پڑھنے اور اللہ کے ذکر کے لیے ہے[۲] جب تم نماز میں ہو تو یہی تمہارا حال ہونا چاہیے (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت بلال سے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم انہیں جواب کیسے دیتے تھے جب وہ آپ کو نماز میں سلام کرتے تو فرمایا کہ اپنے ہاتھ سے اشارہ کر دیتے تھے[۳] (ترمذی)

کہ اگر نمازی عورت کا محرم بھی اسے پکارے یا سامنے سے گزرنے لگے تب بھی عورت تالی ہی بجائے گی کیونکہ اس کیلئے قانون ہی یہ ہو گیا

[۱] یہ سلام کا جواب سنانا یا تعلیم تھا کہ حضرت ابن مسعود کا دل خوش ہو جائے ورنہ اگر کوئی نمازی کو تلاوت قرآن کرنے والے کو یا قضائے حاجت کرنے والے کو سلام کرے تو ان پر جواب دینا واجب نہیں کیونکہ ان حالتوں میں سلام کرنا سنت نہیں مسنون سلام کا جواب واجب ہے نہ کہ ممنوع سلام کا لیکن اگر فراغت کے بعد جواب دے دیا جائے تو بہتر ہے (لمعات) اس سے بہت سے مسائل مستنبط ہو سکتے ہیں [۲] یہاں اللہ کے ذکر سے مراد تلاوت کے علاوہ دوسرے اذکار ہیں تسبیحیں اور التحیات وغیرہ اس سے معلوم ہوا کہ نمازی کا التحیات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کرنا بھی اللہ کا ذکر ہے جس سے نماز ناقص نہیں بلکہ کامل ہوتی ہے ورنہ کسی بندے کو مخاطب کرکے آیت پڑھنا بھی نماز توڑ دیتا ہے [۳] شاید یہ اس وقت کا ذکر ہے جب کہ نماز میں زبانی سلام و جواب ممنوع ہو چکا تھا اشارے جاری تھے پھر یہ بھی ممنوع ہو گیا چنانچہ خلاصۃ الفتاوی میں ہے کہ اگر نمازی سر یا ہاتھ سے سلام کا جواب دے تو نماز ٹوٹ جائے گی ظاہر یہ ہے کہ نماز فاسد نہ ہوگی مگر مکروہ ہوگی بہر حال اب اشارہ بھی منسوخ ہے اس حدیث سے یہ ناسخ معلوم ہو رہا ہے کیونکہ حضرت ابن عمر نے حضور علیہ السلام کو اشارہ کرتے دیکھا نہیں بلکہ سنا تھا تو حضرت بلال سے پوچھا اگر اشارہ اخیر تک جاری رہتا تو آپ دیکھ

الشَّيْطٰنِ فَاِذَا تَثَاءَبَ اَحَدُكُمْ فَلْيَكْظِمْ مَا اسْتَطَاعَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَفِيْ اُخْرٰى لَهٗ وَلِابْنِ مَاجَةَ فَلْيَضَعْ يَدَهٗ عَلٰى فِيْهِ ○ وَعَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا تَوَضَّاَ اَحَدُكُمْ فَاَحْسَنَ وُضُوْءَهٗ ثُمَّ خَرَجَ عَامِدًا اِلَى الْمَسْجِدِ فَلَا يُشَبِّكَنَّ بَيْنَ اَصَابِعِهٖ فَاِنَّهٗ فِي الصَّلٰوةِ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ وَالدَّارِمِيُّ ○ وَعَنْ اَبِيْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَزَالُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ مُقْبِلًا عَلَى الْعَبْدِ وَهُوَ فِيْ صَلٰوتِهٖ مَا لَمْ يَلْتَفِتْ فَاِذَا الْتَفَتَ انْصَرَفَ عَنْهُ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ وَالدَّارِمِيُّ

شیطان کی طرف سے ہے تو جب تم میں کسی کو جمائی آئے تو بقدر طاقت دفع کرے [1] (ترمذی) اور ترمذی کی دوسری روایت میں اور ابن ماجہ میں ہے کہ اپنا ہاتھ اپنے منہ پر رکھ لے [2] روایت ہے حضرت کعب ابن عجرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے کوئی جب وضو کرے تو اچھا کرے پھر مسجد کے ارادے سے نکلے [3] تو انگلیوں میں انگلیاں نہ ڈالے کیونکہ وہ نماز میں ہے [4] (احمد، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، دارمی) اور روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ بندے پر متوجہ رہتا ہے جب کہ وہ نماز میں ہو جب تک ادھر ادھر نہ دیکھے جب ادھر ادھر دیکھتا ہے تو رب اس سے اعراض کرتا ہے [5] (احمد، ابوداؤد، نسائی، دارمی)

[1] جمائی شیطان کے اثر سے ہے نماز میں ہو یا باہر مگر چونکہ نماز میں زیادہ بری ہے اس لیے خصوصیت سے اس کا ذکر فرمایا جمائی غفلت سے سستی سے زیادہ کھانے اور نیند کے غلبہ سے ہوتی ہے اور ان سب میں شیطان کا اثر ہے لہذا یہ فرمان بالکل حق ہے حدیث شریف میں ہے کہ رب تعالیٰ چھینک کو پسند فرماتا ہے اور جمائی کو ناپسند اسی لیے چھینک پر الحمد للہ پڑھی جاتی ہے اور جمائی پر لاحول انبیاء کرام جمائی سے محفوظ ہیں [2] یعنی اگر جمائی دفع نہ ہوسکے تو بائیں ہتھیلی کی پشت پھیلے ہوئے منہ پر رکھے دفع کرنے کی صورتیں عرض کی جاچکیں [3] سنت یہی ہے کہ وضو گھر سے کرکے مسجد کو جائے بہتر ہے کہ درود شریف پڑھتا ہوا جائے [4] یعنی یہ شخص حکماً نماز میں ہے اسی لیے اس حالت میں نماز کا ثواب پارہا ہے اور نماز میں تو یہ کام منع ہے کیونکہ یہ ایک قسم کا کھیل اور عبث ہے، اس لیے اب بھی یہ نہ کرے یہ ایسا ہی ہے جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اعتکاف نماز ہے لہذا باوضو رہو اور اس میں دنیوی کام نہ کرو لہذا اس حدیث سے یہ لازم نہیں آتا کہ نماز کے سارے ممنوعات اس وقت منع ہوجائیں خارج نماز کبھی کبھی یہ کام کرلینا جائز ہے شک کرنا بہتر نہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کبھی کوئی بات سمجھانے کے لیے انگلیوں میں تشبیک فرمائی ہے [5] یہاں التفات سے مراد منہ موڑ کر ادھر ادھر دیکھنا ہے فقط نگاہوں سے التفات جائز نہیں۔ اگرچہ مستحب ہے کہ قیام میں نگاہ سجدے گاہ میں رہے۔

وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا اَنَسُ اجْعَلْ بَصَرَكَ حَيْثُ تَسْجُدُ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي سُنَنِهِ الْكَبِيْرِ مِنْ طَرِيْقِ الْحَسَنِ عَنْ اَنَسٍ يَرْفَعُهُ • وَعَنْهُ قَالَ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا بُنَيَّ اِيَّاكَ وَالْاِلْتِفَاتَ فِي الصَّلٰوةِ فَاِنَّ الْاِلْتِفَاتَ فِي الصَّلٰوةِ هَلَكَةٌ فَاِنْ كَانَ لَا بُدَّ فَفِي التَّطَوُّعِ لَا فِي الْفَرِيْضَةِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ • وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَلْحَظُ فِي الصَّلٰوةِ يَمِيْنًا وَشِمَالًا وَلَا يَلْوِيْ عُنُقَهُ خَلْفَ ظَهْرِهِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ • وَعَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهِ

روایت ہے حضرت انس سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے انس اپنی نگاہ سجدہ گاہ پر رکھو[1] روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے میرے بچے نماز میں التفات سے بچو کیونکہ نماز میں التفات ہلاکت ہے اگر ضروری ہو تو نفل میں ہو نہ کہ فرض میں[2] (ترمذی) روایت ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں داہنے بائیں کنکھیوں سے دیکھتے تھے اور اپنی گردن پیٹھ کے پیچھے نہ موڑتے تھے[3] (ترمذی، نسائی) روایت ہے حضرت عدی ابن ثابت سے[4] وہ اپنے والد سے وہ

[1] امام طیبی فرماتے ہیں مستحب یہ ہے کہ قیام میں نظر سجدہ گاہ پر ہو رکوع میں پاؤں کی پشت پر، سجدے میں ناک کے بانسے پر، التحیات میں گود پر، ہر نمازی کا یہی حکم ہے، ہاں حرم شریف میں نمازی قیام میں کعبۃ اللہ کو دیکھے۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام نماز میں حضور علیہ السلام کو دیکھتے تھے جیسا کہ ہم نے پیچھے بارہا بیان کیا ان شاء اللہ آئندہ بھی عرض کریں گے یہاں مشکوٰۃ شریف میں رواہ کے بعد سفیدی ہے کیونکہ مصنف کو حدیث کا حوالہ نہیں ملا بعد میں رواہ کے بعد والی عبارت ملحق کی گئی [2] کیونکہ نفل میں گنجائش ہے فرض میں تنگی، دیکھو نفل میں قیام پر قادر ہونے کے باوجود بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے حدیث کا مطلب یہ ہے کہ فرض میں التفات زیادہ مکروہ ہے نفل میں کم یہاں التفات سے وہی مراد ہوگا جو پہلے عرض کیا گیا یعنی منہ پھیر کر دیکھنا، ہلاکت سے مراد ثواب گھٹ جانا ہے قرآن شریف میں یہ لفظ تین معنے میں آیا ہے (۱) اپنی چیز غیر کے پاس پہنچ جانا (۲) شے کا فنا ہو جانا (۳) موت [3] یہ حدیث گزشتہ ان احادیث کی شرح ہے جن میں التفات سے منع کیا گیا اس نے بتایا کہ وہاں مراد سر پھیر کر دیکھنا تھا بغیر سر پھیرے دیکھنا جائز اگرچہ خلاف مستحب ہے حضور علیہ السلام کا یہ فعل شریف بیان جواز کے لیے ہے حضور علیہ السلام کو بعض مکروہ فعلوں پر مستحب کا ثواب ملتا ہے کیونکہ آپ کی یہ عمل تبلیغ ہے (مرقاۃ) [4] آپ تابعی ہیں، انصاری ہیں، کوفی ہیں، ابن حبان اور ابو حاتم نے انہیں ثقہ کہا بعض محدثین نے کہا ہے کہ یہ غالی شیعہ تھا، شیعوں کی مسجد کا امام تھا۔ انہی کا عالم و قاضی تھا اس کے دادا کا نام دینار ہے جو صحابی تھے۔

زَبِّهٖ قَالَ الْعُطَاسُ وَالنُّعَاسُ وَالتَّثَاؤُبُ فِي الصَّلٰوةِ وَالْحَيْضُ وَالْقَيْءُ وَالرُّعَافُ مِنَ الشَّيْطٰنِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ٭ وَعَنْ مُطَرِّفِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الشِّخِّيْرِ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُصَلِّيْ وَلِجَوْفِهٖ اَزِيْزٌ كَاَزِيْزِ الْمِرْجَلِ يَعْنِيْ يَبْكِيْ وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ وَفِيْ صَدْرِهٖ اَزِيْزٌ كَاَزِيْزِ الرَّحٰى مِنَ الْبُكَاءِ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَرَوَى النَّسَائِيُّ الرِّوَايَةَ الْاُوْلٰى وَاَبُوْدَاوٗدَ الثَّانِيَةَ ٭ وَعَنْ اَبِيْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ اَحَدُكُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَلَا يَمْسَحِ الْحَصٰى فَاِنَّ الرَّحْمَةَ تُوَاجِهُهٗ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ ٭ وَعَنْ اُمِّ

اپنے دادا سے راوی اسے مرفوع کیا فرماتے ہیں کہ نماز میں چھینک، اونگھ، جماہی، حیض، قے اور نکسیر شیطان سے ہیں ۱ (ترمذی) روایت ہے حضرت مطرف ابن عبداللہ ابن شخیر سے ۲ وہ اپنے والد سے راوی فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نماز پڑھ رہے تھے اور آپ کے پیٹ میں ہانڈی سی کی کھولن تھی یعنی رو رہے تھے ۳ اور ایک روایت میں ہے فرماتے ہیں میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھا حالانکہ آپ کے سینہ میں رونے سے چکی کی سی گڑگڑاہٹ تھی (احمد) اور نسائی نے پہلی روایت اور ابوداؤد نے دوسری روایت کی ٭ روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کوئی نماز میں کھڑا ہو تو کنکر نہ چھوئے کیونکہ رحمت اس کے سامنے ہے ۴ (احمد، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت ام

۱ یعنی یہ وہ چیزیں ہیں کہ جب یہ نماز میں آجاتی ہیں تو شیطان ان سے خوش ہوتا ہے کہ میں نے اس کی نماز میں خلل ڈال دیا ورنہ یہ چیزیں ممنوعہ نہیں حقیقی ہیں بلکہ چھینک تو خدا کی نعمت ہے جبکہ بیماری سے نہ ہو۔ ۲ مطرف تابعی ہیں اور انکے والد عبداللہ ابن شخیر صحابی ان کا پورا نام یہ ہے۔ مطرف ابن عبداللہ ابن عامر ابن صعصعہ شخیر ۳ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ رونا خوف خدا یا عشق الٰہی میں تھا یا اپنی امت کی شفاعت میں جیسا کہ بعض روایات میں ہے کہ حضور علیہ السلام تہجد پڑھ رہے تھے اور آیت اِنْ تُعَذِّبْهُمْ الآیہ بار بار پڑھتے تھے اور روتے تھے یہ رونا رب تعالٰی کو بہت پیارا ہے۔ اب بھی جو نمازی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق یا خدا کے خوف سے نماز میں رو دے تو نماز بڑی مقبول ہوتی ہے خصوصاً نماز تہجد اور دنیوی تکلیف سے نماز میں رونا منع ہے اور اگر اس میں تین حرف ادا ہوگئے تو نماز فاسد ہے۔ ۴ یعنی کنکروں سے نہ کھیلے افسوس ہے کہ رب کی رحمت اس کی طرف متوجہ ہو اور وہ کنکریوں کی طرف، خیال رہے کہ سجدے کی جگہ سے کانٹا یا کنکر ہٹانا نماز میں جائز بلکہ درست ہے۔ کیونکہ یہ کھیلنے کے لیے نہیں بلکہ نماز کی اصلاح کے لیے ہے۔ لیکن صرف ایک بار کرے جیسا کہ پہلے گزر گیا۔

سَلَمَةَ قَالَتْ رَأَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غُلَامًا لَّنَا يُقَالُ لَهٗ أَفْلَحُ إِذَا سَجَدَ نَفَخَ فَقَالَ يَا أَفْلَحُ تَرِّبْ وَجْهَكَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ۞ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا الْاِخْتِصَارُ فِي الصَّلٰوةِ رَاحَةُ أَهْلِ النَّارِ رَوَاهُ فِي شَرْحِ السُّنَّةِ ۞ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اقْتُلُوا الْأَسْوَدَيْنِ فِي الصَّلٰوةِ الْحَيَّةَ وَالْعَقْرَبَ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَأَبُوْ دَاوٗدَ وَلِلنَّسَائِيِّ مَعْنَاهُ ۞ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي تَطَوُّعًا وَالْبَابُ عَلَيْهِ

سلمہ سے فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لڑکے کو جسے افلح کہا جاتا تھا دیکھا کہ جب وہ سجدہ کرتا ہے تو پھونک مارتا تو فرمایا اے افلح اپنا چہرہ خاک آلودہ کر لے[1] (ترمذی) روایت ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ نماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھنا دوزخیوں کا آرام ہے[2] (شرح سنہ) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نماز میں دو کالی چیزوں سانپ اور بچھو کو قتل کر دو[3] (احمد، ابوداؤد) ترمذی اور نسائی نے اس کے معنی روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نفل پڑھ رہے تھے[4] اور دروازہ آپ پر بند

[1] یعنی ناک و پیشانی پر خاک لگنے دے اس میں صفائی کا زیادہ خیال نہ کر خیال رہے کہ غلام عربی میں لڑکے کو کہتے ہیں نسب قرآن پاک میں یہ لفظ ہر جگہ اسی معنے میں آیا ہے سجدے گاہ کی مٹی پیشانی میں لگنے دے مگر بعد نماز صاف کر دے تاکہ ریا نہ ہو جائے۔ [2] یہ حدیث اگرچہ موقوف ہے مگر مرفوع کے حکم میں ہے کیونکہ یہ چیز عقل سے وراء ہے مطلب یہ ہے کہ دوزخی جب بہت تھک جایا کریں گے تو کوکھ پر ہاتھ رکھا کریں گے ورنہ دوزخ میں آرام کہاں۔ اس جگہ مرقاۃ نے فرمایا کہ شیطان جب زمین پر آیا تو کوکھ پر ہاتھ رکھے ہوئے تھا اب بھی کوکھ پر ہاتھ رکھ کر ہی چلتا ہے لمعات میں ہے کہ یہ یہودیوں کا عمل ہے خیال رہے کہ حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ نماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھنا جہنمیوں کا طریقہ ہے کیونکہ دوزخی نماز کہاں پڑھیں گے بلکہ مطلب یہ ہے کہ نماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھنا جنت والے کو بطریق دوزخیوں کا ہے جنتی ہو کر دوزخیوں سے مشابہت کیوں کرتا ہے۔ خیال رہے کہ نماز کے علاوہ بھی دونوں کوکھوں یا ایک کوکھ پر ہاتھ رکھنا یا پیٹھ کے پیچھے ہاتھ باندھنا بلا ضرورت منع ہے یا ہاتھ کھلے رکھے یا نمازی کی طرح آگے باندھے۔ [3] عربی میں اسود کالے سانپ کو کہتے ہیں یا مطلقاً ہر سانپ مراد ہے اور تغلیباً سانپ بچھو دونوں کو اسودین فرما دیا جیسے ماں باپ کو ابوین اور چاند سورج کو قمرین کہہ دیتے ہیں اگر نمازی بحالت نماز سانپ یا بچھو دیکھے تو اسے مار سکتا ہے اگر عمل قلیل سے مار دیا تو نماز نہ ٹوٹے گی اور اگر اس کیلئے کعبہ سے سینہ پھر گیا یا متواتر تین قدم چلنا پڑا یا تین چوٹیں مارنی پڑیں تو نماز ٹوٹ جاوے گی دوبارہ پڑھنی ہوگی مگر یہ شخص نماز توڑنے کا گنہگار نہ ہوگا اس حدیث کی اجازت کی وجہ سے کسی کی جان بچانے کیلئے نماز توڑ دینا درست ہے یا ریل چھوٹ جانے پر مسافر نماز توڑ کر سوار ہو سکتا ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہر قسم کا سانپ مارنے کی اجازت ہے وہ حدیث کہ پتلا سانپ نہ مارو جو چلنے میں لہراتا ہو کیونکہ وہ جن ہے منسوخ ہے ہاں اگر کسی سانپ میں جن کی علامت موجود ہو تو اگر دفع شر کیلئے اسے مارے تو کوئی مضائقہ نہیں[4] نفل کا ذکر

مُغْلَقٌ فَجِئْتُ فَاسْتَفْتَحْتُ فَمَشٰى فَفَتَحَ لِيْ ثُمَّ رَجَعَ اِلٰى مُصَلَّاهُ وَذَكَرَتْ اَنَّ الْبَابَ كَانَ فِي الْقِبْلَةِ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَرَوَى النَّسَائِيُّ نَحْوَهٗ، وَعَنْ طَلْقِ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا فَسَا اَحَدُكُمْ فِي الصَّلٰوةِ فَلْيَنْصَرِفْ فَلْيَتَوَضَّأْ وَلْيُعِدِ الصَّلٰوةَ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَرَوَى التِّرْمِذِيُّ مَعَ زِيَادَةٍ وَّنُقْصَانٍ، وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَحْدَثَ اَحَدُكُمْ فِيْ صَلٰوتِهٖ فَلْيَاْخُذْ بِاَنْفِهٖ ثُمَّ لِيَنْصَرِفْ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ، وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحْدَثَ اَحَدُكُمْ وَقَدْ جَلَسَ فِيْ اٰخِرِ صَلٰوتِهٖ قَبْلَ اَنْ يُّسَلِّمَ فَقَدْ جَازَتْ صَلٰوتُهٗ

تھا میں آئی دروازہ کھلوایا تو آپ چلے اور میرے لیے کھول دیا پھر اپنے مصلی کی طرف لوٹ گئے اور آپ نے ذکر کیا کہ دروازہ جانب قبلہ تھا[1] (احمد، ابوداؤد، ترمذی) نسائی نے اس کی مثل روایت کی روایت ہے حضرت طلق ابن علی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ نے جب تم میں سے کسی کو نماز میں ہوا آجائے تو پھر جائے وضو کرے اور نماز لوٹائے[2] (ابوداؤد، ترمذی نے کچھ زیادتی کمی کے ساتھ) روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ نے جب تم میں سے کوئی اپنی نماز میں بے وضو ہو جائے تو اپنی ناک پکڑلے پھر چلا جائے[3] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تم میں کوئی سلام پھیرنے سے پہلے بے وضو ہو جائے حالانکہ آخر نماز میں بیٹھ چکا ہے تو اس کی نماز جائز ہوگی[4]

بیان واقعہ کے لیے ہے کیونکہ حضور علیہ السلام فرض مسجد میں ادا کرتے تھے نفل حجرہ میں، نماز ٹوٹنے نہ ٹوٹنے میں نفل و فرض کے احکام یکساں ہیں،
[1] لہذا اس دروازہ کھولنے میں نہ آپ کا سینہ قبلہ سے پھرا نہ آپ کو عمل کثیر کرنا پڑا۔ ایک قدم بڑھا کر ایک ہاتھ سے کنڈی کھول پھر ایک قدم ہٹا کر نماز کی جگہ پہنچ گئے جیسے اب بھی جب امام یا مقتدی کو آگے پیچھے ہٹایا جائے تو ایک قدم سے ہٹ سکتے ہیں[2] اگر حدث جان بوجھ کر نکالا ہے تو نماز لوٹانا واجب ہے اگر اتفاقاً نکل گئی تو بنا جائز یعنی بقیہ ادا کرنا اور لوٹانا مستحب، بعض نے فرمایا اگر بنا میں جماعت ملتی ہو اور لوٹانے میں نہ ملتی ہو تو بنا مستحب ہے بنا کی مرفوع حدیثیں ابن ماجہ، دار قطنی میں مذکور ہیں اور حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق، علی مرتضیٰ، سلمان فارسی وغیرہم صحابہ سے ثابت ہے لہذا یہ حدیث بنا کی روایتوں کے خلاف نہیں[3] وضو کرنے کیلئے ناک پکڑنا اپنی شرمندگی مٹانے کے لیے ہے کہ لوگ سمجھیں کہ اس کی نکسیر پھوٹ گئی اس سے معلوم ہوا کہ نکسیر سے وضو ٹوٹ جاتا ہے ورنہ یہ حدیث بیکار ہوگی لہذا یہ حدیث حنفیوں کی دلیل ہے اور ناک پکڑنے کا حکم استحبابی ہے[4] یعنی آخری قعدہ میں بقدر التحیات بیٹھ چکا تھا کہ اسکا وضو جاتا رہا تو اس کا فرض ادا ہوگیا اگر عمداً وضو توڑا ہے تو امام اعظم کے نزدیک بھی ادا ہوگیا کیونکہ ارادۃً نماز

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ إِسْنَادُهٗ لَيْسَ بِالْقَوِيِّ وَقَدِ اضْطَرَبُوْا فِيْ إِسْنَادِهٖ. اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ إِلَى الصَّلٰوةِ فَلَمَّا كَبَّرَ انْصَرَفَ وَأَوْمَأَ إِلَيْهِمْ أَنْ كَمَا أَنْتُمْ ثُمَّ خَرَجَ فَاغْتَسَلَ ثُمَّ جَاءَ وَرَأْسُهٗ يَقْطُرُ فَصَلّٰى بِهِمْ فَلَمَّا صَلّٰى قَالَ إِنِّيْ كُنْتُ جُنُبًا فَنَسِيْتُ أَنْ أَغْتَسِلَ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَرَوٰى مَالِكٌ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ مُرْسَلًا. وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ

ترمذی اور فرمایا کہ اس کی اسناد قوی نہیں اس کی اسناد میں اضطراب ہے [1] تیسری فصل روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز کو تشریف لائے جب تکبیر کہی [2] تو واپس ہوئے اور لوگوں کو اشارہ فرمایا کہ ایسے ہی رہو [3] پھر تشریف لے گئے تو غسل کر لیا پھر تشریف لائے حالانکہ سر شریف سے قطرے ٹپک رہے تھے [4] پھر انہیں نماز پڑھا دی جب نماز پڑھ لی تو فرمایا میں جنبی تھے غسل کرنا بھول گئے [5] (احمد) اور مالک نے عطاء ابن یسار سے ارسالًا روایت کیا روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں

سے نکلنا پایا گیا، اور اگر اتفاقًا بلاقصد وضو ٹوٹ گیا تو صاحبین کے ہاں نماز ہوگئی کیونکہ ان کے ہاں بارادہ نماز سے نکلنا فرض نہیں۔ یہ حدیث امام صاحب کی قوی دلیل ہے کہ آخری التحیات میں بیٹھنا فرض ہے نہ کہ پڑھنا اور سلام بھی فرض نہیں امام شافعی کے ہاں سلام فرض ہے۔

[1] حدیث کا اضطراب یہ ہے کہ مختلف اور متضاد طریقوں سے روایت ہو کبھی اسناد میں اضطراب ہوتا ہے کبھی متن میں اضطراب ضعف حدیث کی علامت ہے مگر طحاوی نے یہ حدیث بہت اسنادوں سے نقل کی اور تعداد اسناد ضعیف کو حسن بنا دیتی ہے حسن سے احکام ثابت ہو سکتے ہیں نیز ہو سکتا ہے کہ یہ حدیث امام ترمذی کو ضعیف یا مضطرب ہو کر ملی امام ابو حنیفہ کے زمانہ میں صحیح تھی، بعد کا ضعف اگلوں کو مضر نہیں۔ [2] یعنے صرف حضور علیہ السلام نے تکبیر تحریمہ کہی تھی صحابہ نے کہی نہ تھی کیونکہ یہاں صحابہ کی تکبیر کا ذکر نہیں، یا ابھی حضور علیہ السلام نے بھی تکبیر نہ کہی تھی بلکہ تکبیر کا ارادہ ہی کیا تھا ارادہ تکبیر کو تکبیر کہہ دیا گیا جیسے اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ چنانچہ مسلم شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مصلے پر کھڑے ہوئے تھے تکبیر سے پہلے ہی واپس ہو گئے لہذا یہ حدیث نہ حنفیوں کے خلاف ہے نہ شافعی حضرات کی موید جیسا کہ ہم ابھی عرض کریں گے۔ [3] یعنے صف بستہ کھڑے رہو مسجد سے باہر نہ نکلیں میں ابھی آتا ہوں۔ [4] لباس شریف پر اس سے معلوم ہوا کہ ماء مستعمل نجس نہیں ہوتا لہذا یہ حدیث صاحبین کی دلیل ہے۔ [5] خیال رہے کہ امام شافعی کے نزدیک امام کی نماز فاسد ہونے سے مقتدی کی نماز فاسد نہیں ہوتی انکی دلیل یہ حدیث ہے کیونکہ حضور علیہ السلام نے صحابہ کو تکبیر تحریمہ ہو جانے کے بعد ٹھہرنے کا حکم دیا لیکن ہم ابھی عرض کر چکے کہ صحابہ نے تکبیر تحریمہ کہی ہی نہ تھی بلکہ خود سرکار نے بھی تکبیر کا ارادہ ہی کیا تھا جیسا کہ مسلم میں ہے لہذا انکا یہ استدلال صحیح نہیں۔ ہم اس کی بحث باب الامامۃ میں اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ کی شرح میں کر چکے ہیں۔ خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بھول جانا اور حالت جنابت یاد نہ رہنا رب کی طرف سے تھا تاکہ امت کو اس کے مسائل معلوم ہو جائیں حضور علیہ السلام کی بے خبری کی وجہ سے نہیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے غلام اولیاء اللہ دوسروں کی جنابت

كُنْتُ أُصَلِّي الظُّهْرَ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَآخُذُ قَبْضَةً مِنَ الْحَصٰى لِتَبْرُدَ فِي كَفِّي أَضَعُهَا لِجَبْهَتِي أَسْجُدُ عَلَيْهَا لِشِدَّةِ الْحَرِّ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَرَوَى النَّسَائِيُّ نَحْوَهُ، وَعَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ قَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فَسَمِعْنَاهُ يَقُولُ أَعُوذُ بِاللهِ مِنْكَ ثُمَّ قَالَ أَلْعَنُكَ بِلَعْنَةِ اللهِ ثَلٰثًا وَبَسَطَ يَدَهُ كَأَنَّهُ يَتَنَاوَلُ شَيْئًا فَلَمَّا فَرَغَ مِنَ الصَّلٰوةِ قُلْنَا يَا رَسُولَ اللهِ قَدْ سَمِعْنَاكَ تَقُولُ فِي الصَّلٰوةِ شَيْئًا لَمْ نَسْمَعْكَ تَقُولُهُ قَبْلَ ذٰلِكَ وَرَأَيْنَاكَ بَسَطْتَ يَدَكَ

کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ظہر پڑھتا تھا تو کنکریوں کی ایک مٹھی لے لیتا تھا ۱؎ تاکہ وہ میرے ہاتھ میں ٹھنڈی ہو جائیں انہیں اپنی پیشانی کی جگہ رکھ لیتا تاکہ ان پر سجدہ کروں سخت گرمی کی وجہ سے ۲؎ (ابوداؤد) نسائی نے اس کی مثل روایت کی روایت ہے حضرت ابودرداء سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھنے کھڑے ہوئے تو ہم نے آپ کو یہ کہتے سنا کہ میں تجھ سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں پھر فرمایا میں تجھ پر اللہ کی لعنت کرتا ہوں تین بار اور اپنا ہاتھ بڑھایا گویا کچھ پکڑ رہے ہیں ۳؎ جب نماز سے فارغ ہوئے تو ہم نے کہا یا رسول اللہ ہم نے آپ کو نماز میں یہ کہتے سنا جو اس سے پہلے آپ کو کہتے نہ سنا تھا اور ہم نے آپ کو ہاتھ بڑھاتے دیکھا ۴؎

طہارت کو جاتے ہیں اس جگہ مرقاۃ نے ایک عجیب قصہ بیان کیا کہ امام جوینی نے ایک دن درس میں کہا صوفی لوگ قوالیوں میں کھانے اور ناچنے جاتے ہیں ایک بزرگ وہاں سے گذرے تو بولے اے امام جوینی اس پر تمہارا کیا فتویٰ ہے جو جنابت میں فجر پڑھائے اور مسجد میں درس کی حالت میں لوگوں کی غیبت کرے تب امام جوینی کو یاد آیا کہ میں جنبی تھا اور ایسے ہی نماز پڑھا دی آپ نے توبہ کی اور صوفیاء کے معتقد ہو گئے لہذا یہ حدیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی نفی نہیں کرتی سہو بے علمی اور ہے اور بھول جانا کچھ اور ہماری بھول چوک نفسانی شیطانی ہوتی ہے انبیاء کی بھول ایمانی و رحمانی سارے انسانی عالم کا ظہور آدم علیہ السلام کی ایک بھول کا صدقہ ہے۔

۱؎ نماز سے پہلے کنکری ٹھنڈی کر کے سجدہ گاہ میں رکھ لیتا تھا نہ کہ نماز کے اندر، لہذا حدیث بالکل واضح ہے ۲؎ یعنی فرش سخت گرم ہوتا تھا جس پر سجدہ کرنا مشکل ہوتا اس لیے یہ عمل کرتا لہذا اس حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم گرمیوں میں ظہر دوپہری میں پڑھتے تھے اور نہ یہ حدیث اس کے خلاف ہے کہ ظہر ٹھنڈی کرو فرش بہت دیر تک گرم رہتا ہے لہذا یہ حدیث احادیث ٹھنڈک کے خلاف نہیں ۳؎ یہ سارا واقعہ اس وقت کا ہے جب نماز میں کلام جائز تھا مگر اب اگر نمازی کسی کو خطاب کر کے دعا یا بددعا دے تو نماز جاتی رہے گی اور اگر کلام کی حرمت کے بعد کا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے ہے، لہذا یہ حدیث اُس حدیث کے خلاف نہیں کہ نماز میں لوگوں سے کلام جائز نہیں ۴؎ اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام بحالت نماز بجائے سجدہ گاہ کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے تھے جیسے حاجی حرم شریف نماز میں کعبہ کو دیکھتے ہوئے ورنہ سجدہ گاہ کو دیکھتے ہوئے امام کی حرکت کا پتہ نہیں لگ سکتا۔

قَالَ إِنَّ عَدُوَّ اللّٰهِ إِبْلِيسَ جَاءَ بِشِهَابٍ مِنْ نَارٍ لِيَجْعَلَهُ فِي وَجْهِي فَقُلْتُ أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْكَ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ قُلْتُ أَلْعَنُكَ بِلَعْنَةِ اللّٰهِ التَّامَّةِ فَلَمْ يَسْتَأْخِرْ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ أَرَدْتُ أَنْ آخُذَهُ وَاللّٰهِ لَوْلَا دَعْوَةُ أَخِينَا سُلَيْمٰنَ لَأَصْبَحَ مُوثَقًا يَلْعَبُ بِهِ وِلْدَانُ أَهْلِ الْمَدِينَةِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۞ وَعَنْ نَافِعٍ قَالَ إِنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ مَرَّ عَلٰى رَجُلٍ وَهُوَ يُصَلِّي فَسَلَّمَ عَلَيْهِ فَرَدَّ الرَّجُلُ كَلَامًا فَرَجَعَ إِلَيْهِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ فَقَالَ لَهُ إِذَا سُلِّمَ عَلٰى أَحَدِكُمْ وَهُوَ يُصَلِّي فَلَا يَتَكَلَّمْ وَلْيُشِرْ بِيَدِهِ رَوَاهُ مَالِكٌ

بَابُ السَّهْوِ

اَلْفَصْلُ الْأَوَّلُ ۞ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فرمایا کہ اللہ کا دشمن ابلیس آگ کا شعلہ لایا تھا تاکہ اسے میرے منہ میں کرے[1] میں نے تین بار کہا کہ میں تجھ سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں پھر میں نے کہا کہ میں تجھ پر اللہ کی پوری لعنت کرتا ہوں وہ تین بار میں نہ ہٹا[2] پھر میں نے اسے پکڑنا چاہا خدا کی قسم اگر ہمارے بھائی سلیمان کی دعا نہ ہوتی تو وہ بندھا ہوا سویرا کرتا جس سے مدینہ والوں کے بچے کھیلتے[3] (مسلم) روایت ہے حضرت نافع سے فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن عمر ایک شخص پر گزرے جو نماز پڑھ رہا تھا انہیں سلام کیا اس نے کلام سے جواب دیا تو اس کی طرف حضرت عبداللہ ابن عمر لوٹے اس سے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کو نماز کی حالت میں سلام کیا جاوے تو کلام نہ کرے اپنے ہاتھ سے اشارہ کردے[4] (مالک)

بھولنے کا باب[5]

پہلی فصل روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔

[1] یہ واقعہ گزشتہ واقعہ کے علاوہ ہے وہاں ایک خبیث جن کو گرفتار کیا تھا یہاں خود ابلیس آگیا تھا خیال رہے کہ ابلیس کا اپنے کو اس طرح حضور کے آگے پہنچ جانا ایسا ہی ہے جیسے بادشاہ کے جسم پر کبھی مچھر کا بیٹھ جانا اس سے نہ تو یہ لازم آتا ہے کہ ابلیس کی طاقت حضور علیہ السلام سے زیادہ ہے اور نہ یہ کہ حضور علیہ السلام معصوم نہیں۔ [2] اپنی بے حیائی اور ضد سے نہ کہ طاقت اور قوت سے جیسے بعض دفعہ مکھیاں ہٹانے سے نہیں ہٹتیں۔ [3] اس کی شرح و فوائد پہلے بیان ہوچکے یہاں معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کو رب نے طاقت دی ہے جب چاہیں شیطان کو پکڑ کر باندھ دیں لہذا اس حدیث میں جو آیا اَلْعَنُكَ بِلَعْنَةِ اللّٰهِ اس کے معنے یہ نہیں [illegible] بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قابو و اختیار دیا گیا ہے۔ [4] یہاں اشارے سے سلام کا اشارہ مراد نہیں بلکہ اپنے نمازی ہونے کا اشارہ مراد ہے یعنی اگر کوئی نمازی کو بحالت نماز سلام کرے تو نمازی بتادے کہ میں نماز پڑھ رہا ہوں جیسے کہ ضرورت کے وقت مرد نمازی تسبیح کہے اور عورت تصفیق [illegible] سلام کا جواب اشارے سے دینا بھی منع ہے لہذا حدیث واضح ہے۔ [5] یہاں سہو سے [illegible] مراد ہے لہذا اس میں خطا اور نسیان یعنی غلطی اور بھول دونوں شامل ہیں سہو کے لغوی معنے غفلت ہیں ظاہر یہ ہے کہ یہاں نماز کی بھول چوک مراد ہے

إِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا قَامَ يُصَلِّي جَاءَهُ الشَّيْطَانُ فَلَبَسَ عَلَيْهِ حَتَّى لَا يَدْرِي كَمْ صَلَّى
فَإِذَا وَجَدَ ذٰلِكَ أَحَدُكُمْ فَلْيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ
وَعَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
إِذَا شَكَّ أَحَدُكُمْ فِي صَلٰوتِهِ فَلَمْ يَدْرِ كَمْ صَلَّى ثَلٰثًا أَوْ أَرْبَعًا فَلْيَطْرَحِ الشَّكَّ وَ
لْيَبْنِ عَلَى مَا اسْتَيْقَنَ ثُمَّ يَسْجُدُ سَجْدَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ يُسَلِّمَ فَإِنْ صَلَّى خَمْسًا
شَفَعْنَ لَهُ صَلٰوتَهُ وَإِنْ كَانَ صَلَّى إِتْمَامًا لِأَرْبَعٍ كَانَتَا

کہ تم میں سے کوئی جب نماز پڑھنے کھڑا ہوتا ہے تو اس کے پاس شیطان آتا ہے اس پر شبہ ڈال دیتا ہے حتی کہ وہ نہیں جانتا کہ کتنی نماز پڑھی ۱؎ جب تم میں سے کوئی یہ پائے تو بیٹھے ہوئے دو سجدے کرے ۲؎ (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت عطا ابن یسار سے وہ حضرت ابو سعید سے راوی ۳؎ فرماتے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کوئی اپنی نماز میں شک کرے نہ جانے کہ کتنی پڑھیں تین یا چار تو شک کو دفع کرے اور یقین پر بنا کرے ۴؎ پھر سلام سے پہلے دو سجدے کرے ۵؎ پھر اگر پانچ پڑھ لی ہوں گی تو اس کی نماز کو شفعہ کر دیں گے ۶؎ اگر چار رکعت پوری کرنے کو پڑھی تو سجدے

بعض بھول سے سجدہ سہو واجب ہو جاتا ہے اور بعض سے نہیں، شیخ نے فرمایا اس امت پر بڑا احسان یہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی نماز وغیرہ میں بھول ہوئی تھی بلکہ لست کہیں تاکہ بھول بھی سنت ہو جائے اور اس پر ثواب ملے جیسے بعض صوفیاء فرماتے ہیں کہ تندرستی اور بیماری بلکہ زندگی اور موت سنت رسول ہے اسی طرح سونا جاگنا اور دین کے سارے کام۔

۱؎ یہ ترجمہ بہت مناسب ہے فقہاء فرماتے ہیں کہ جسے اس بھول کی عادت ہو وہ کم کا لحاظ کرے اور سجدہ سہو کرے اور جسے پہلی بار بھول ہوئی وہ نماز لوٹائے یہاں بھول کی عادت کا ذکر ہے جیسا کہ لَا یَدْرِی سے معلوم ہو رہا ہے ۲؎ ایک سلام پھیر کر جیسا کہ دوسری احادیث میں ہے خیال رہے کہ اس صورت میں ہمارے ہاں سجدہ واجب ہے امام شافعی کے ہاں سنت یہ حدیث ہماری دلیل ہے کیونکہ فَلْیَسْجُدْ امر ہے اور امر وجوب کے لیے ہوتا ہے یہاں شیخ نے فرمایا اَحَدُکُمْ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور علیہ السلام کو نماز میں بھول شیطان کی طرف سے نہیں ہو سکتی بلکہ عالم غیب میں توجہ کی بنا پر ہوتی ہے سبحان اللہ بہت پیاری بات فرمائی ۳؎ پہلے کہا جا چکا ہے کہ عطاء ابن یسار مدینہ کے بڑے عالم ہیں تابعین میں سے ہیں ام المؤمنین میمونہ کے غلام ہیں ۴؎ یعنی کم مانے کہ وہ یقینی ہے زیادہ کو چھوڑ دے کہ وہ مشکوک ہے ۵؎ بخاری کی روایت میں سلام کے پہلے کا لفظ نہیں یہاں سلام سے مراد نماز کا سلام ہے جس سے نماز سے نکلتے ہیں نہ کہ سجدہ سہو کا سلام لہٰذا یہ حدیث نہ تو حنفیوں کے خلاف ہے اور نہ ان احادیث کے متعارض جن میں سلام کا ذکر ہے کہ وہاں سلام سے مراد سجدہ سہو کا سلام ہے اس حدیث کی بنا پر امام شافعی فرماتے ہیں کہ سجدہ سہو میں سلام نہیں مگر قول امام ابو حنیفہ بہت قوی ہے ۶؎ یعنی اگر نمازی نے تین رکعتیں مان کر ایک رکعت اور پڑھ لی اور واقع میں چار ہو چکی تھیں اور اس رکعت کے پڑھنے سے پانچ ہو گئیں تو وہ دو سجدے ایک رکعت کی طرح ہو کر چھ رکعتیں ہو جائیں گی اور اسے چار فرض اور دو نفل کا ثواب مل جائے گا شَفَعْنَ کا فاعل وہ پانچ رکعتیں ہیں۔

تَرْغِيمًا لِّلشَّيْطَانِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَرَوَاهُ مَالِكٌ عَنْ عَطَاءٍ مُرْسَلًا وَفِي رِوَايَتِهِ
شَفَعَهَا بِهَاتَيْنِ السَّجْدَتَيْنِ ۞ وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى
اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الظُّهْرَ خَمْسًا فَقِيلَ لَهُ أَزِيدَ فِي الصَّلٰوةِ فَقَالَ وَمَا ذَاكَ قَالُوا
صَلَّيْتَ خَمْسًا فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ بَعْدَ مَا سَلَّمَ وَفِي رِوَايَةٍ قَالَ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ
مِثْلُكُمْ أَنْسٰى كَمَا تَنْسَوْنَ فَإِذَا نَسِيتُ فَذَكِّرُونِي وَإِذَا شَكَّ أَحَدُكُمْ فِي صَلٰوتِهِ
فَلْيَتَحَرَّ الصَّوَابَ فَلْيُتِمَّ عَلَيْهِ ثُمَّ لِيُسَلِّمْ ثُمَّ يَسْجُدُ سَجْدَتَيْنِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۞ وَعَنِ ابْنِ

شیطان کی ناک گرد آلود کردیں گے ۱؎ (مسلم) مالک نے عطاء سے مرسلاً روایت کی ان کی روایت میں یوں ہے کہ ان دو سجدوں سے نماز کو شفع کردیگا ۲؎ روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر پانچ رکعت پڑھی آپ سے عرض کیا گیا کیا نماز میں زیادتی کی گئی فرمایا کیا بات ہے عرض کیا آپ نے پانچ پڑھ لیں تو آپ نے سلام کے بعد دو سجدے کرلیے ۳؎ اور ایک روایت میں ہے کہ فرمایا میں تم جیسا بشر ہوں تمہاری طرح بھولتا ہوں ۴؎ جب میں بھول جایا کروں تو مجھے یاد دلا دیا کرو جب تم میں سے کوئی نماز میں شک کرے تو درستی کی تلاش کرے اسی پر نماز پوری کرے پھر سلام پھیرے پھر دو سجدے کرے ۵؎ (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ابن سیرین سے

۱؎ یعنی اگر واقع میں رکعتیں تین ہی ہوئی تھیں اور اب چار پوری ہوگئیں تو اس سے نمازی کا نقصان کوئی نہیں شیطان ذلیل ہوجائے گا کہ اس نے نماز خراب کرنی چاہی مگر کامیاب نہ ہوسکا۔ بلکہ دو سجدوں کا ثواب اور مل گیا ۲؎ یعنی اگر نمازی پانچ رکعتیں پڑھ گیا ہے تو ان دو سجدوں کی برکت سے اپنی نماز کو چھ رکعتیں بنالے گا اور چار فرضوں کے ساتھ دو نفلوں کا ثواب بھی پائے گا ۳؎ یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب نماز کلام کرنے سے فاسد نہ ہوتی تھی چونکہ اس سوال و جواب کے باوجود نماز باقی تھی لہذا سجدہ سہو کرلیا اب ایسا نہیں ہوسکتا سَلَّمَ سے مراد وہی نماز کا سلام ہے جو نماز تمام کرنے کی نیت سے کیا گیا تھا خیال رہے کہ اگر کسی نمازی کو سلام کے بعد اپنی بھول یاد آئے تو فوراً سجدہ سہو میں گر جائے اور پھر التحیات پڑھ کر سلام پھیرے پہلا سلام سہو کا ہوجائیگا دوسرا نماز کا۔
۴؎ یہ لفظ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے سجتا ہے ہم بشر کہہ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں پکار سکتے رب فرماتا ہے لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ الخ یہاں صرف بھولنے میں تشبیہ ہے نہ کہ بھولنے کی نوعیت میں ہماری اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بھول کا فرق ہم ابھی عرض کرچکے ہیں ۵؎ یہ تلاش کا حکم اس صورت میں ہے جبکہ کسی جانب گمان غالب ہو اور اگر کوئی گمان غالب نہ ہو تو کم کو لے۔ لہذا یہ حدیث گزشتہ حدیث کے خلاف نہیں ۶؎ آپ کا نام محمد ہے حضرت انس کے آزاد کردہ غلام ہیں شہادت حضرت عثمان سے دو برس پہلے پیدا ہوئے تیس صحابہ سے ملاقات ہوئی فن حدیث و تعبیر خواب کے امام تھے ایک بار جوزا تارے کو ثریا سے آگے بڑھا ہوا پایا تو فرمایا میری موت قریب ہے مگر پہلے حسن بصری وفات پائیں گے پھر میں چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ سو دن پہلے خواجہ حسن بصری فوت ہوئے بعد میں آپ (مرقاۃ)

سِيْرِيْنَ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِحْدٰى صَلٰوتَيِ الْعَشِىِّ قَالَ ابْنُ سِيْرِيْنَ قَدْ سَمَّاهَا اَبُوْ هُرَيْرَةَ وَلٰكِنْ نَسِيْتُ اَنَا قَالَ فَصَلّٰى بِنَا رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ فَقَامَ اِلٰى خَشَبَةٍ مَعْرُوْضَةٍ فِى الْمَسْجِدِ فَاتَّكَاَ عَلَيْهَا كَاَنَّهٗ غَضْبَانُ وَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى وَشَبَّكَ بَيْنَ اَصَابِعِهٖ وَوَضَعَ خَدَّهُ الْاَيْمَنَ عَلٰى ظَهْرِ كَفِّهِ الْيُسْرٰى وَخَرَجَتْ سَرْعَانُ الْقَوْمِ مِنْ اَبْوَابِ الْمَسْجِدِ فَقَالُوْا قُصِرَتِ الصَّلٰوةُ وَفِى الْقَوْمِ اَبُوْ بَكْرٍ وَّعُمَرُ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَهَابَاهُ اَنْ يُّكَلِّمَاهُ وَفِى الْقَوْمِ رَجُلٌ فِىْ يَدَيْهِ طُوْلٌ يُّقَالُ لَهٗ ذُو الْيَدَيْنِ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنَسِيْتَ اَمْ قُصِرَتِ

وہ حضرت ابوہریرہ سے راوی فرماتے ہیں کہ ہم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شام کی دو نمازوں میں سے کوئی نماز پڑھائی[1] ابن سیرین کہتے ہیں کہ ابوہریرہ نے وہ نماز بتائی تھی لیکن میں بھول گیا[2] فرماتے ہیں کہ ہمیں دو رکعتیں پڑھائیں پھر سلام پھیر دیا پھر مسجد میں پڑی ہوئی لکڑی کی طرف تشریف لے گئے اور اس پر ٹیک لگائی گویا غصے میں تھے[3] اور اپنا داہنا ہاتھ بائیں پر رکھا اور اپنی انگلیوں میں انگلیاں ڈالیں اور داہنا رخسار بائیں ہتھیلی کی پشت پر رکھا[4] اور قوم کے جلد باز لوگ مسجد کے دروازوں سے یہ کہتے نکلے کہ نماز کم ہوگئی[5] اور قوم میں ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما بھی تھے لیکن انہوں نے کلام کرنے سے خوف کیا[6] اور قوم میں ایک صاحب تھے جن کے ہاتھ لمبے تھے انہیں ہاتھوں والا کہا جاتا تھا[7] وہ بولے یارسول اللہ آپ بھول گئے یا نماز کم ہوگئی

---

[1] وہ نماز ظہر تھی جیسا کہ دوسری روایات میں ہے سورج ڈھلے سے ڈوبنے تک کو عشی کہا جاتا ہے لہٰذا اس میں ظہر و عصر دونوں داخل ہیں نہ کہ مغرب و عشاء وقت عشا عشو کا آخر ہے جو ان دو سے سے معنی ہیں [2] اتفاقی ذکر حافظہ کی کمزوری کی وجہ سے لہٰذا اس حدیث سے ابن سیرین کو ضعیف نہ کہا جائیگا اور بھول انسان کا باعث ہے جو حدیث غلط بیان کرنے کا ذریعہ بن جائے [3] غصہ کی وجہ کچھ اور ہوگی جو راوی کو معلوم نہ ہو سکی یہ لکڑی یا تو ستون تھا جس سے ٹیک لگا کر خطبہ پڑھتے تھے یا کوئی دوسری [4] یہاں حدیث حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی ہیئتیں بیان کرتے ہیں تاکہ سننے والے کے ذہن میں وہ نقشہ قائم ہو جائے یہ نقشہ قائم کرنا بھی عبادت ہے خیال رہے کہ تشبیک نماز اور انتظار نماز کی حالت میں منع ہے اس کے علاوہ کھیل کود کے لیے ممنوع ویسے جائز ہے [5] یعنی غالباً وحی الٰہی آگئی اور ظہر بجائے چار کے دو رکعت رہ گئیں [6] آپ کے غصہ کو دیکھ کر حالانکہ جو باریابی ان بزرگوں کو تھی وہ دوسروں کو نہ تھی جیسا کہ روایتوں میں ہے کہ اکثر یہ حضرات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کو دیکھ کر مسکراتے رہتے تھے [7] ان کا نام عمیر ابن عمرو کنیت ابو محمد لقب خرباق اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عطا کردہ خطاب ذوالیدین تھا حجازی سلمی تھے ان کے متعلق اور بہت سی روایتیں ہیں آپ کو بارگاہ رسالت میں بہت باریابی تھی جو بات بڑے صحابہ عرض نہ کر سکتے تھے آپ بے تکلف عرض کر دیتے تھے۔

الصَّلٰوةُ فَقَالَ لَمْ أَنْسَ وَلَمْ تُقْصَرْ فَقَالَ أَكَمَا يَقُولُ ذُو الْيَدَيْنِ فَقَالُوا نَعَمْ فَتَقَدَّمَ فَصَلّٰى مَا تَرَكَ ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ كَبَّرَ وَسَجَدَ مِثْلَ سُجُودِهِ أَوْ أَطْوَلَ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ وَكَبَّرَ ثُمَّ كَبَّرَ وَسَجَدَ مِثْلَ سُجُودِهِ أَوْ أَطْوَلَ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ وَكَبَّرَ فَرُبَّمَا سَأَلُوهُ ثُمَّ سَلَّمَ فَيَقُولُ نُبِّئْتُ أَنَّ عِمْرَانَ بْنَ حُصَيْنٍ قَالَ ثُمَّ سَلَّمَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَلَفْظُهُ لِلْبُخَارِيِّ وَفِي أُخْرٰى لَهُمَا فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَدَلَ لَمْ أَنْسَ وَلَمْ تُقْصَرْ كُلُّ ذٰلِكَ لَمْ يَكُنْ فَقَالَ قَدْ كَانَ بَعْضُ ذٰلِكَ يَا رَسُولَ

فرمایا نہ میں بھولا نہ نماز کم ہوئی پھر فرمایا کیا ایسا ہی ہے جیسا ذوالیدین کہتے ہیں لوگوں نے کہا ہاں [1] آپ آگے بڑھ گئے چھوٹی رکعتیں پڑھ لیں پھر سلام پھیرا پھر تکبیر کہی اور سجدوں کے برابر یا کچھ دراز سجدہ کیا پھر اپنا سر اٹھایا اور تکبیر کہی پھر تکبیر کہی اور سجدوں کے برابر یا کچھ دراز سجدہ کیا [2] پھر سر اٹھایا اور تکبیر کہی لوگوں نے ان سے پوچھا کہ پھر سلام بھی پھیرا تو آپ کہنے لگے کہ مجھے خبر ملی کہ عمران ابن حصین نے کہا پھر سلام پھیرا [3] (مسلم بخاری) اور لفظ بخاری کے ہیں اور ان دونوں کی دوسری روایت میں ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بجائے نہ بھولا اور نہ نماز کم ہوئی یہ فرمایا کہ ان میں سے کچھ نہ ہوا ذوالیدین نے کہا یارسول اللہ کچھ تو ہوا ہے [4]

[1] اس گفتگو سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ بھولی ہوئی چیز کا انکار کر دینا جھوٹ نہیں بلکہ اس پر قسم بھی کھا لینا گناہ نہیں اس ہی کو قسم لغو کہتے ہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِي أَيْمَانِكُمْ دیکھو سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کو بھول ہوئی مگر فرمایا کہ میں بھولا نہیں کیونکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ مجھے اپنے بھولنے کا خیال نہیں یہ بالکل صحیح ہے شان نبوت کے خلاف نہیں دوسرے یہ کہ ایسے موقعہ پر اکثر مقتدیوں کی بات مانی جائے گی نہ کہ ایک کی، اگر ایک کہے کہ دو رکعتیں پڑھیں باقی سب کہیں چار تو چار ہی مانی جائیں گی، دیکھو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ذوالیدین کی خبر کی تصدیق نہ کی اس پر عمل کیا [2] پہلی تکبیر سجدے میں جانے کیلئے تھی دوسری سجدے سے اٹھنے کیلئے تیسری پھر سجدے میں جانے کے لیے معلوم ہوا کہ سجدہ سہو کیلئے ایک ہی سلام پھیرا جو لوگ جا چکے تھے انہیں واپس بلا لیا اور سب کے ساتھ یہ دو رکعتیں ادا کی گئیں [3] یعنی لوگوں نے ابن سیرین سے پوچھا کہ کیا حضور علیہ السلام نے سجدہ سہو کے بعد نماز کا سلام پھیرا یا نہیں تو آپ نے فرمایا کہ حضرت ابوہریرہ نے مجھ سے سلام کا ذکر نہیں کیا۔ ہاں میں نے سنا ہے کہ عمران ابن حصین بھی یہ واقعہ بیان کیا کرتے تھے اور وہ کہتے تھے کہ پھر سلام پھیرا اس کا مطلب یہ نہیں کہ ابن سیرین اور حضرت ابوہریرہ کے درمیان عمران ابن حصین ہیں جن کا ذکر نہ کیا گیا تاکہ یہ حدیث منقطع ہو جائے کیونکہ ابن سیرین کی عمران ابن حصین سے ملاقات ہی نہیں ہوئی [4] یہ حدیث چند طرح منسوخ ہے کلام کرنے کے بعد کعبہ سے سینہ پھر جانے کے بعد بعض مقتدیوں کے مسجد سے نکل جانے اور انہیں واپس بلانے کے بعد نماز پوری کرنا اور دو سجدہ سہو کرنا سجدہ سہو کے بعد بغیر دوبارہ التحیات پڑھے فوراً سلام پھیر دینا اب ان میں سے کسی چیز پر عمل نہیں یہ حدیث اس وقت کی ہے جب نماز میں کلام و کام سب کچھ جائز تھا یہی صحیح ہے باقی توجیہیں جو عام شارحین نے کی ہیں قابل قبول نہیں ہیں۔

اللہ ۞ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُحَيْنَةَ اَلنَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى بِهِمُ الظُّهْرَ فَقَامَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْاُوْلَيَيْنِ لَمْ يَجْلِسْ فَقَامَ النَّاسُ مَعَهُ حَتّٰى اِذَا قَضَى الصَّلٰوةَ وَانْتَظَرَ النَّاسُ تَسْلِيْمَهُ كَبَّرَ وَهُوَ جَالِسٌ فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ قَبْلَ اَنْ يُّسَلِّمَ ثُمَّ سَلَّمَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۞ اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ ۞ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى بِهِمْ فَسَهٰى فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ تَشَهَّدَ ثُمَّ سَلَّمَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ ۞ وَعَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ الْاِمَامُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ فَاِنْ

روایت ہے حضرت عبداللہ ابن بحینہ سے[1] کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو ظہر پڑھائی تو پہلی دو رکعتوں میں بغیر بیٹھے کھڑے ہوگئے لوگ بھی آپ کے ساتھ کھڑے ہوگئے[2] حتی کہ جب نماز پوری کی اور لوگوں نے سلام کا انتظار کیا تو آپ نے بیٹھے ہوئے تکبیر کہی سلام سے پہلے دو سجدے کیے پھر سلام پھیرا[3] (مسلم، بخاری)

دوسری فصل ۞ روایت ہے حضرت عمران ابن حصین سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو نماز پڑھائی پھر بھول ہوگئی[4] تو دو سجدے کیے پھر التحیات پڑھی پھر سلام پھیرا[5] (ترمذی) اور فرمایا کہ یہ حدیث حسن غریب ہے ۞ روایت ہے حضرت مغیرہ ابن شعبہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب امام دو رکعتوں میں کھڑا ہو جائے تو اگر

---

1 مشہور یہ ہے کہ بحینہ آپ کی والدہ کا نام ہے آپ کے والد کا نام مالک ہے آپ والدہ کی طرف سے عبدالمطلب میں حضور علیہ السلام سے مل جاتے ہیں کیونکہ وہ بحینہ بنت حارث ابن عبدالمطلب ابن عبد مناف ہیں آپ بڑے متقی صائم الدہر صحابی ہیں امیر معاویہ کے زمانہ میں وفات ہوئی۔ 2 معلوم ہوا کہ اگر امام پہلی التحیات بھول کر تیسری رکعت میں پورا کھڑا ہو جائے تو مقتدی لقمہ دے کر اسے واپس نہ کرے بلکہ خود بھی کھڑے ہو جائیں کیونکہ وہ بیٹھنا واجب ہے اور یہ قیام فرض، واجب کے لیے فرض نہیں چھوڑا جا سکتا۔ 3 اس حدیث کی بنا پر امام شافعی فرماتے ہیں سجدہ سہو کیلئے سلام نہ پھیرے۔ مگر دوسری قوی روایات میں آتا ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے اس کے لیے سلام پھیرا ہے اور سرکار کے بعد عمر فاروق ہمیشہ سجدہ سہو کے لیے سلام پھیر کرتے تھے فاروق اعظم کا یہ عمل اس حدیث کو تقویت دیتا ہے لہذا حق یہ ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہے اس کی ناسخ مسلم بخاری کی وہ روایت ہے جو فصل اول میں گذر گئی اور ہو سکتا ہے کہ یہاں سلام سے مراد نماز کے وہ دو سلام ہوں جن سے نماز ختم کی جاتی ہے اور مطلب یہ ہو کہ لوگوں نے سلام نماز کا انتظار کیا حضور علیہ السلام نے وہ سلام نہ پھیرے بلکہ سہو کا ایک سلام پھیر کر تکبیر کہدی تب اسے منسوخ یا نسخ کی ضرورت نہیں۔ 4 یعنے بھول سے نماز کا کوئی واجب رہ گیا کیونکہ ہر بھول پر سجدہ سہو نہیں ہوتا۔ 5 اس سے معلوم ہوا کہ سجدہ سہو کے بعد التحیات ہے گزشتہ حدیث میں التحیات کی نفی نہ تھی اور اگر ہوتی بھی تو اس کے مقابل یہ حدیث قابل قبول ہوتی کیونکہ نفی پر ثبوت مقدم ہے۔

ذَكَرَ قَبْلَ أَنْ يَسْتَوِيَ قَائِمًا فَلْيَجْلِسْ وَإِنِ اسْتَوَى قَائِمًا فَلَا يَجْلِسْ وَيَسْجُدُ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ رَوَاهُ أَبُوْ دَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ ۔ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ ۔ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الْعَصْرَ وَسَلَّمَ فِيْ ثَلٰثِ رَكَعَاتٍ ثُمَّ دَخَلَ مَنْزِلَهٗ فَقَامَ إِلَيْهِ رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ الْخِرْبَاقُ وَكَانَ فِيْ يَدَيْهِ طُوْلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ فَذَكَرَ لَهٗ صَنِيْعَهٗ فَخَرَجَ غَضْبَانَ يَجُرُّ رِدَاءَهٗ حَتَّى انْتَهٰى إِلَى النَّاسِ فَقَالَ أَصَدَقَ هٰذَا قَالُوْا نَعَمْ فَصَلّٰى رَكْعَةً ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔ وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ صَلّٰى صَلٰوةً يَشُكُّ فِي النُّقْصَانِ فَلْيُصَلِّ حَتّٰى يَشُكَّ فِي الزِّيَادَةِ رَوَاهُ أَحْمَدُ ۔

سیدھا کھڑا ہونے سے پہلے یاد آجائے تو بیٹھ جائے [1] اور اگر سیدھا کھڑا ہوگیا تو نہ بیٹھے اور سہو کے دو سجدے کرلے [2] (ابوداؤد، ابن ماجہ) تیسری فصل روایت ہے حضرت عمران ابن حصین سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر پڑھی اور تین رکعتوں میں سلام پھیر دیا پھر اپنے گھر شریف لے گئے آپ کی خدمت میں ایک صاحب حاضر ہوئے جنہیں خرباق کہا جاتا تھا ان کے ہاتھوں میں کچھ درازی تھی عرض کیا یارسول اللہ پھر آپ کا عمل شریف ذکر کیا تو آپ غصے میں اپنی چادر کھینچتے ہوئے تشریف لائے حتی کہ لوگوں تک پہنچ گئے فرمایا کیا انہوں نے درست کہا لوگوں نے کہا ہاں تو ایک رکعت پڑھی پھر سلام پھیرا پھر دو سجدے کیے پھر سلام پھیرا [3] (مسلم) روایت ہے حضرت عبدالرحمان ابن عوف سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو نماز پڑھے کمی میں شک کرے تو اور پڑھے حتی کہ زیادتی میں شک کرے [4] (احمد)

[1] کیونکہ ابھی تیسری رکعت کا قیام شروع نہیں ہوا۔ لہذا بیٹھ جائے۔ یہی صحیح ہے۔ بعض فقہاء نے فرمایا کہ اگر قیام سے قریب ہوگیا ہو اس طرح کہ گھٹنے زمین سے اٹھ گئے ہوں۔ تب بھی نہ لوٹے مگر اس پر فتوی نہیں خیال رہے کہ اسے لوٹنے میں سجدہ سہو بھی واجب نہ ہوگا [2] کیونکہ واجب چھوٹ گیا، بہت سے علماء فرماتے ہیں کہ اگر اس حالت میں لوٹ آیا تو نماز باطل ہوجاوے گی کیونکہ اس نے عمدًا فرض چھوڑا یا خیال رہے کہ اگر پانچویں رکعت میں کھڑا ہوگیا ہے تو سجدے سے پہلے یاد آنے پر لوٹنا واجب ہے کیونکہ وہ قیام فرض نہیں [3] مسلم ہے کہ یہ واقعہ دوسرا ہے کیونکہ یہاں حجرے شریف میں پہنچ جانے کا ذکر ہے اور وہاں مسجد میں ٹھہرنے کا ذکر تھا یہاں غصہ کی وجہ معلوم نہ ہوئی اور دوسرے گفتگو سے معلوم ہوتا ہے کہ سجدہ سہو کے بعد بھی التحیات پڑھی جائے گی کیونکہ ثُمَّ تاخیر کیلئے آتا ہے [4] یعنے اگر نمازی کو تردد ہے کہ میں نے تین پڑھیں یا چار تو تین مان کر ایک رکعت اور پڑھ لے تاکہ اب یہ تردد ہوجائے کہ چار پڑھیں یا پانچ اور سجدہ سہو کرے کہ اگر پانچ رکعتیں ہوگئی ہوں تو تاخیر سلام کی وجہ سے جو نقصان پیدا ہوا اس کا بدلہ اس سے ہوجائے گا

بَابُ سُجُوْدِ الْقُرْاٰنِ

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَجَدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالنَّجْمِ وَسَجَدَ مَعَهُ الْمُسْلِمُوْنَ وَالْمُشْرِكُوْنَ وَالْجِنُّ وَالْاِنْسُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ، وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ سَجَدْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ اِذَا السَّمَآءُ

قرآنی سجدوں کا باب ۱؎

پہلی فصل روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ نجم میں سجدہ کیا اور آپ کے ساتھ مسلمانوں، مشرکوں اور جن و انس نے سجدہ کیا ۲؎ (بخاری)، روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اذا السماء انشقت میں اور

خیال رہے کہ اس سارے باب میں حضور علیہ السلام کے سہووں کا ذکر ہوا پہلی التحیات میں نہ بیٹھنا دو رکعت پر سلام پھیر دینا تین رکعت پر سلام پھیرنا بجائے چار کے پانچ رکعتیں پڑھ لینا اور ان سب میں سجدہ سہو کا ذکر آیا اس بنا پر فقہاء فرماتے ہیں کہ نماز کا واجب چھوٹ جانے سے سجدہ سہو واجب ہو جاتا ہے نہ کہ سنتیں یا فرض چھوٹنے سے ہمارے مذہب میں فتویٰ اس پر ہے کہ ہر سجدہ سہو کے لیے پہلے التحیات پڑھے اور ایک سلام پھیر کر دو سجدے کرے پھر التحیات درود شریف دعا پڑھ کر سلام پھیرے۔

۱؎ قرآن کریم میں چودہ سجدے ہیں اور یہ سب واجب ہیں احناف کے نزدیک، اور سنت ہیں دوسرے اماموں کے ہاں، امام اعظم کا قول قوی ہے کیونکہ رب فرماتا ہے فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ وَاِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْاٰنُ لَا يَسْجُدُوْنَ یہاں رب تعالیٰ نے سجدہ تلاوت نہ کرنے کو سخت جرم قرار دیا کہ اس کا ذکر بے ایمانی کے ساتھ کیا پڑھنے والے اور سننے والے دونوں پر سجدہ تلاوت واجب ہے اس سجدہ کے لیے پاکی تو شرط ہے مگر قیام سلام وغیرہ فرض نہیں ۲؎ حضور علیہ السلام نے سجدے کی آیت پڑھ کر اور صحابہ نے سن کر سجدہ کیا، مشرکین نے اس موقعہ پر اپنے بتوں لات و عزیٰ کا ذکر سن کر سجدہ کیا یا حضور علیہ السلام سے ذکر الٰہی سن کر مرعوب ہوئے اور سجدے میں گر گئے بعض روایات میں آیا ہے کہ اس موقعہ پر شیطان نے حضور علیہ السلام کی سی آواز بنا کر بتوں کی تعریف کی یا بغیر قصد حضور علیہ السلام کی زبان پر یہ الفاظ جاری ہوئے، مشرکین سمجھے کہ حضور علیہ السلام ہمارے دین کی طرف لوٹ آئے تو شکرانہ کے طور پر وہ سجدے میں گر گئے بعض مسلمانوں نے سجدہ تلاوت کیا اور مشرکوں نے اپنی غلط فہمی پر سجدہ شکر مگر آپ کی زبان پر بتوں کی تعریف جاری ہونے کی روایت باطل محض ہے اور شیطان کا اپنی آواز کو حضور علیہ السلام کی آواز کی طرح بنا کر یہ کہہ دینا اسے بھی حضرت شیخ نے لمعات میں اور ملا علی قاری نے مرقاۃ میں باطل قرار دیا اور اس قصہ کو موضوع قرار دیا اور فرمایا کہ یہ محض زندیقوں کی ایجاد ہے، محدثین نے اسے نہیں لیا لیکن بعض علماء نے اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْ اُمْنِيَّتِهٖ کی تفسیر میں یہ پہلا واقعہ بیان کیا یعنی شیطان کا یہ کہہ دینا معلوم ہوتا ہے۔ صحابہ نے اس موقعہ پر جنات کو بھی سجدہ کرتے دیکھا۔

انشقت و اقرأ باسم ربك رواه مسلم وعن ابن عمر قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقرأ السجدة ونحن عنده فيسجد ونسجد معه فنزدحم حتى ما يجد احدنا لجبهته موضعا يسجد عليه متفق عليه وعن زيد بن ثابت رض قال قرأت على رسول الله صلى الله عليه وسلم والنجم فلم يسجد فيها متفق عليه و عن ابن عباس قال سجدة ص ليس من عزائم السجود وقد رأيت النبي صلى الله عليه وسلم يسجد فيها وفي رواية قال مجاهد[6] قلت لابن عباس

اقرا باسم ربک میں سجدہ کیا[1] (مسلم) اور روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سجدے کی آیت پڑھتے تو ہم آپ کے پاس ہوتے تو آپ اور ہم آپ کے ساتھ سجدہ کرتے بھیڑ لگ جاتی حتی کہ ہم میں کوئی اپنی پیشانی کے لیے جگہ نہ پاتا کہ جس پر سجدہ کرے[2] (مسلم بخاری) اور روایت ہے حضرت زید ابن ثابت سے فرماتے ہیں میں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے والنجم پڑھی آپ نے اس میں سجدہ نہ کیا[3] (مسلم بخاری) ۔ روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ سورہ ص کا سجدہ فرضی سجدوں میں نہیں[4] میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس میں سجدہ کرتے دیکھا ہے[5] اور ایک روایت میں ہے مجاہد کہتے ہیں[6] کہ میں نے حضرت ابن عباس سے کہا کیا

[1] اس سے معلوم ہوا کہ ان دونوں سورتوں میں سجدے ہیں ان لوگوں کا قول باطل ہے جو کہتے ہیں کہ مفصل میں کوئی سجدہ نہیں یا حضور علیہ السلام نے مدینہ آنے کے بعد ان میں سجدہ نہیں کیا یہ حدیث نہایت صحیح ہے اور ہم سب کا اس پر عمل ہے یہ حدیث بخاری میں بھی ہے مگر وہاں اقرأ کا ذکر نہیں۔ [2] یہاں سجدہ پڑھنے سے مراد سجدے کی آیت پڑھنا ہے یا سجدے کے لفظ کیساتھ آگے پیچھے کے لفظ بھی پڑھنا ورنہ فقط سجدے کا لفظ پڑھ لینے سے سجدہ واجب نہیں ہوتا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آیت سجدہ پڑھنے سے بھی واجب ہوتا ہے اور سننے سے بھی اور یہ کہ سجدہ بڑا اہم ہے کہ صحابہ کرام بھیڑ لگا کر یہ سجدہ کیا کرتے تھے اس سے مذہب حنفی کو قوت پہنچی ہے۔ [3] یا اس لیے کہ اس وقت حضور علیہ السلام کا وضو نہ تھا یا اس لیے کہ وہ وقت کراہت کا تھا جب سجدہ ممنوع ہوتا ہے یا اس لیے تاکہ معلوم ہو جائے کہ سجدۂ تلاوت فورًا واجب نہیں ہوتا اس میں تاخیر بھی کر سکتے ہیں یہ وجہ نہ تھی کہ سورۂ والنجم میں سجدہ نہیں ہے یا سجدہ سنت ہے لہذا یہ حدیث نہ تو حنفیوں کے خلاف ہے اور نہ بخاری کی پچھلی حدیث سے متعارض۔ [4] یعنی اس کی فرضیت نماز اور زکوۃ کی سی نہیں جس کا منکر کافر ہو بلکہ واجب ہے جس کا انکار کفر نہیں یہی حنفی کہتے ہیں کہ قرآن کے سارے سجدے واجب ہیں اور اگر یہ مطلب ہو کہ واجب نہیں بلکہ سنت ہے تو یہ سیدنا ابن عباس کا اپنا اجتہاد ہے کوئی حدیث مرفوع پیش نہیں فرمائی۔ [5] یعنی میں بھی کرتا ہوں اور تم بھی کرو کیونکہ حضور علیہ السلام کا عمل ہے اور قرآنی حکم، آیت ہم پہلے پیش کر چکے ہیں۔ [6] آپ تابعین میں سے ہیں کہ مکہ کے مشہور عالم فقیہ اور قاری ہیں حضرت عبداللہ ابن عباس سے تیس بار قرآن کریم مع تفسیر پڑھا، [illegible] میں وصال ہوا۔

أَاَسْجُدُ فِيْ صٓ فَقَرَءَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ حَتّٰى اَتٰى فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ
فَقَالَ نَبِيُّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّنْ اُمِرَ اَنْ يَّقْتَدِيَ بِهِمْ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ؁
اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ ۔ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ اَقْرَءَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمْسَ عَشْرَةَ سَجْدَةً فِي الْقُرْاٰنِ مِنْهَا ثَلٰثٌ فِي الْمُفَصَّلِ وَفِيْ سُوْرَةِ
الْحَجِّ سَجْدَتَيْنِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قُلْتُ يَا

سورۂ ص میں سجدہ کروں تو آپ نے یہ تلاوت کیا اور ان کی ذریت سے داؤد و سلیمان حتے کہ فبہداہم اقتدہ پہنچے پھر فرمایا کہ تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سے ہیں جنہیں ان کی پیروی کا حکم دیا گیا[2] (بخاری) دوسری فصل روایت ہے حضرت عمرو ابن عاص سے فرماتے ہیں کہ مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن میں پندرہ سجدے پڑھائے جن میں سے تین مفصل میں ہیں اور دو سورۂ حج میں ہیں[3] (ابوداؤد، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت عقبہ ابن عامر سے فرماتے ہیں میں نے عرض کیا

[1] اس آیت کا مضمون یہ ہے کہ نوح علیہ السلام کی اولاد میں بہت پیغمبر ہوئے جن میں حضرت داؤد و سلیمان علیہما السلام بھی ہیں۔ آپ ان تمام حضرات کے کمالات و اخلاق اختیار فرمائیں کیونکہ یہ رب تعالٰی کے دیئے ہوئے کمالات تھے۔ یہ مطلب نہیں کہ ان کے سارے اعمال بھی کریں کیونکہ اسلام ان خوبیوں کا ناسخ ہے۔ نیز حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم ان کے متبع نہیں آپ تو ان کے پیشوا اور مقتدا ہیں ہاں ان کے کمالات کے جامع ہیں جیسے رب تعالٰی نے فرمایا قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا۔ فرمایا ہم ملت ابراہیمی کی پیروی کرتے ہیں۔ یہاں پیروی سے مراد موافقت ہے نہ کہ اطاعت و فرماں برداری ۱۲

[2] یعنی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم گزشتہ انبیاء کرام کے کمالات کے جامع ہیں اور داؤد علیہ السلام نے قبول توبہ پر سجدہ شکر کیا تھا، یہ سجدہ ان کا کمال تھا، سورۂ ص میں یہ قصہ مذکور ہے۔ تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے یہاں سجدہ کیا۔ ہم کو بھی سجدہ کرنا چاہیئے۔ امام احمد نے ابوبکر ابن عبداللہ مزنی سے روایت کی کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ سورۂ ص لکھ رہا ہوں جب سجدہ کی آیت پر پہنچا تو دوات و قلم وغیرہ سجدہ میں گر گئے۔ میں نے یہ قصہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کیا۔ میں نے اس کے بعد دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی یہاں ہمیشہ سجدہ کرتے تھے۔ ان دلائل سے معلوم ہوتا ہے کہ سورۂ ص کا سجدہ دوسرے سجدوں کی طرح واجب ہے ۱۲

[3] یہ حدیث امام مالک کی دلیل ہے۔ کہ ان کے ہاں قرآن کریم میں پندرہ سجدے ہیں کیونکہ وہ سورۂ ص میں بھی سجدہ مانتے ہیں اور سورۂ حج میں دو سجدے۔ جمہور علماء کے نزدیک چودہ سجدے ہیں مگر امام ابوحنیفہ کے نزدیک ص میں سجدہ ہے تو حج میں صرف ایک سجدہ، اور شافعی کے نزدیک حج میں دو سجدے ہیں تو ص میں سجدہ نہیں۔ یہ حدیث اسناد کے لحاظ سے ضعیف ہے کہ اس میں ایک راوی عبداللہ ابن منین ہیں جو ضعیف ہیں۔ شیخ عبدالحق محدث نے فرمایا کہ ابن منین قابل اعتبار نہیں، ابن قطان نے کہا کہ وہ مجہول ہیں بہرحال یہ حدیث قابل عمل نہیں ۱۲

رَسُوْلَ اللّٰهِ فُضِّلَتْ سُوْرَةُ الْحَجِّ بِاَنَّ فِيْهَا سَجْدَتَيْنِ قَالَ نَعَمْ وَمَنْ لَّمْ يَسْجُدْ
هُمَا فَلَا يَقْرَءْهُمَا رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ لَيْسَ اِسْنَادُهٗ
بِالْقَوِيِّ وَفِي الْمَصَابِيْحِ فَلَا يَقْرَءْهَا كَمَا فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَجَدَ فِيْ صَلٰوةِ الظُّهْرِ ثُمَّ قَامَ فَرَكَعَ فَرَءُوْا اَنَّهٗ قَرَءَ تَنْزِيْلَ
السَّجْدَةِ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَعَنْهُ اَنَّهٗ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَءُ
عَلَيْنَا الْقُرْاٰنَ فَاِذَا مَرَّ بِالسَّجْدَةِ كَبَّرَ وَسَجَدَ وَسَجَدْنَا مَعَهٗ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَعَنْهُ

یا رسول اللہ سورہ حج کو اس طرح بزرگی دی گئی کہ اس میں دو سجدے ہیں فرمایا ہاں جو دو سجدے نہ کرے۱ وہ ان دونوں کو نہ پڑھے (ابوداؤد، ترمذی) ترمذی نے فرمایا اس حدیث کی اسناد قوی نہیں۲ اور مصابیح میں ہے کہ سورہ حج نہ پڑھے جیسا کہ شرح سنہ میں ہے روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر میں سجدہ کیا پھر کھڑے ہوئے پھر رکوع کیا لوگ سمجھے کہ آپ نے تنزیل السجدہ پڑھی۳ (ابوداؤد) روایت ہے انہی سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہم پر قرآن پڑھتے جب سجدے کی آیت پر گزرتے تو تکبیر کہتے اور سجدہ کرتے ہم آپ کے ساتھ سجدہ کرتے۴

۱ یہ حدیث حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل ہے کہ سورۂ حج میں دو سجدے ہیں امام اعظم کے نزدیک حج میں صرف ایک سجدہ ہے یعنی پہلا دوسری آیت میں سجدہ نماز مراد ہے نہ کہ سجدہ تلاوت کیونکہ وہاں ارشاد ہوا فَارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا - یعنی سجدہ کا رکوع کے ساتھ ذکر ہوا اور جہاں رکوع کے ساتھ سجدہ کا ذکر ہو وہاں سجدہ نماز مراد ہوتا ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے وَارْكَعِيْ وَاسْجُدِيْ نیز طحاوی نے حضرت ابن عباس سے روایت کی کہ سورۂ حج میں پہلا سجدہ عزیمت ہے اور دوسرا سجدہ تعلیم نیز یہ حدیث علاوہ ضعیف ہونے کے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے بھی خلاف ہے کیونکہ وہ قرآنی سجدے کو واجب نہیں مانتے سنت مانتے ہیں اور اس حدیث سے وجوب کا سجدہ ہوتا ہے کہ فرمایا جو سجدے نہ کرے وہ یہ سورۃ ہی نہ پڑھے بہرحال اس حدیث سے استدلال قوی نہیں۔ ۲ کیونکہ اس کی اسناد میں ابن لہیعہ شوافع کے نزدیک ضعیف ہے اور ابن شرح ابن ہامان عام محدثین کے نزدیک مجروح لہٰذا اس حدیث سے استدلال درست نہیں ۳ صحابہ کرام نے یہ اس لئے سمجھا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم خاموشی کی نمازوں میں سورۃ کی ایک آدھ آیت آواز سے پڑھ دیتے تھے تاکہ پتہ لگے کہ فلاں سورت پڑھ رہے ہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا سنت یہ ہے کہ نمازی آیت سجدہ پر سجدہ کرے پھر باقی سورۃ پڑھ کر رکوع کرے اور اگر پوری سورۃ پڑھ کر سجدہ کرے جب بھی جائز ہے اور اگر رکوع میں ہی سجدہ تلاوت کی نیت کرے تب بھی درست ہے مگر پہلی صورت افضل ہے۔ حضرت عمرو ابن مسعود نماز میں سجدہ کی آیت پڑھ کر رکوع میں سجدہ کی نیت کو درست مانتے تھے اور کسی صحابی نے ان کی مخالفت نہ کی (مرقاۃ) ۴ ظاہر یہ ہے کہ یہاں خارج نماز کا ذکر ہے اس سے معلوم ہوا کہ سجدہ تلاوت قاری اور سامع دونوں پر واجب ہے اور اس سجدہ میں صرف ایک تکبیر ہے ہاتھ اٹھانے یا بعد سجدہ سلام پھیرنے کی ضرورت نہیں جیسا کہ امام شافعی فرماتے ہیں یہاں مستحب یہ ہے کہ کھڑے ہو کر سجدہ میں جائے اور پھر کھڑا ہو جائے جیسا کہ حضرت عائشہ صدیقہ سے مروی ہے کیونکہ اس سجدہ میں اشارۃً قرآنی فرمان ہے کہ گرنا چاہیئے اور گرنا کھڑے ہو کر کامل ہے۔

اَنَّهٗ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَءَ عَامَ الْفَتْحِ سَجْدَةً فَسَجَدَ النَّاسُ كُلُّهُمْ مِنْهُمُ الرَّاكِبُ وَالسَّاجِدُ عَلَى الْاَرْضِ حَتّٰى اَنَّ الرَّاكِبَ يَسْجُدُ عَلٰى يَدِهٖ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَسْجُدْ فِيْ شَيْءٍ مِّنَ الْمُفَصَّلِ مُنْذُ تَحَوَّلَ اِلَى الْمَدِيْنَةِ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فِيْ سُجُوْدِ الْقُرْاٰنِ بِاللَّيْلِ سَجَدَ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ خَلَقَهٗ وَشَقَّ سَمْعَهٗ وَبَصَرَهٗ بِحَوْلِهٖ وَقُوَّتِهٖ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

(ابوداؤد) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے سال آیت سجدہ پڑھی سب لوگوں نے سجدہ کیا[1] ان میں سوار اور زمین پر سجدہ کرنے والے حتی کہ سوار اپنے ہاتھ پر سجدہ کرتا تھا روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رات میں قرآنی سجدوں میں یوں کہتے تھے میری ذات نے اسے سجدہ کیا جس نے اسے پیدا کیا اور اس کے کان اور آنکھ اپنی طاقت وقوت سے چیرے[3] (ابوداؤد ترمذی، نسائی) اور ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن

[1] یہ واقعہ سورۂ والنجم پڑھنے کے علاوہ ہے کیونکہ آج مکہ معظمہ میں کوئی مشرک نہ تھا اور وہاں مشرکین مکہ نے بھی سجدہ کیا تھا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سجدۂ تلاوت سوار اپنے ہاتھ پر کرسکتا ہے اترنا ضروری نہیں۔ یہی امام اعظم کا قول ہے ۱۲ [2] یہ حدیث ان لوگوں کی دلیل ہے جو کہتے ہیں کہ قرآن میں گیارہ سجدے ہیں کیونکہ چودہ سجدوں میں سے جب مفصل کے تین سجدے نکل گئے تو گیارہ باقی بچے مگر یہ حدیث ضعیف ہے کیونکہ اس کی اسناد میں ابو قدامہ بصری ہیں جو ضعیف ہیں (مرقاۃ) نیز حضرت ابوہریرہ کی حدیث قوی ہے جس میں ہے کہ ہم نے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اِنْشَقَّتْ۔ اور اِقْرَاْ میں سجدہ کیا۔ حضرت ابوہریرہ بعد ہجرت یعنی سنہ ۷ھ میں ایمان لائے، ابھی حضرت ابن عمر رضی کی حدیث گذری کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے سال سورۂ والنجم پڑھی اور سب نے سجدہ کیا نیز یہ حدیث نافی ہے اور وہ حدیث مثبت جب ثبوت ونفی میں تعارض ہو تو ثبوت کو ترجیح ہوتی ہے۔ بہر حال یہ حدیث قابل عمل نہیں مفصل میں تین سجدے ہیں۔ وَالنَّجْمِ، اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ، اِقْرَاْ۔ [3] خیال رہے کہ اگر سجدۂ تلاوت فرض نماز میں کرے تو اس میں سجدے کی تسبیح پڑھنا افضل ہے۔ اور اگر نفل میں یا خارج نماز کرے تو اختیار ہے خواہ صرف تسبیحیں پڑھے یا دوسری دعائیں یا دونوں، یہاں تہجد کی نماز یا خارج نماز میں سجدۂ تلاوت مراد ہے کیونکہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم فرض نماز مسجد میں پڑھاتے تھے۔ اس وقت حضرت عائشہ صدیقہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہ ہوتی تھیں۔ فتح القدیر میں ہے کہ سجدۂ تلاوت میں یہ آیت پڑھنا بھی بہتر ہے سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنْ كَانَ
وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا۔ رب فرماتا ہے
وَيَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا وَّ
يَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ الخ

صحیح۔ وعن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال جاء رجل الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ رأیتنی اللیلۃ وانا نائم کانی اصلی خلف شجرۃ فسجدت فسجدت الشجرۃ لسجودی فسمعتها تقول اللهم اکتب لی بها عندک اجرا وحط عنی بها وزرا واجعلها لی عندک ذخرا وتقبلها منی کما تقبلتها من عبدک داؤد قال ابن عباس فقرأ النبی صلی اللہ علیہ وسلم سجدۃ ثم سجد فسمعته وهو یقول مثل ما اخبرہ الرجل عن قول الشجرۃ رواہ الترمذی وابن ماجۃ الا انہ لم یذکر وتقبلها منی کما تقبلتها من عبدک داؤد قال

صحیح ہے روایت ہے حضرت عباس رضی اللہ عنہما سے فرماتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا۱؎ عرض کیا یا رسول اللہ میں نے آج رات سوتے ہوئے اپنے کو دیکھا کہ گویا میں ایک درخت کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہوں میں نے سجدہ کیا۲؎ میرے سجدے کے ساتھ درخت نے بھی سجدہ کیا میں نے اسے یہ کہتے ہوئے سنا۳؎ الٰہی اس سجدے کی برکت سے اپنے پاس میرے لیے ثواب لکھ اور میرا گناہ دور کر اور اسے میرے لیے اپنے ہاں ذخیرہ بنا۴؎ اور اسے مجھ سے ایسا ہی قبول کر جیسے اپنے بندے داؤد سے قبول کیا تھا ابن عباس فرماتے ہیں کہ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدے کی آیت پڑھی۵؎ پھر سجدہ کیا تو میں نے آپ کو اسی طرح کہتے سنا جیسے اس شخص نے درخت کے قول کی خبر دی تھی۶؎ (ترمذی، ابن ماجہ) مگر ابن ماجہ نے وتقبلها الخ کا ذکر نہ کیا ترمذی نے کہا

۱؎ یہ آنے والے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ تھے جیسا کہ بعض روایتوں میں صراحۃً ہے نہ کہ کوئی فرشتہ ۱۲

۲؎ سجدۂ تلاوت اس طرح کہ نماز میں سورۂ ص پڑھی اور سجدہ کی آیت پر سجدہ کیا جیسا کہ اگلی عبارت سے معلوم ہو رہا ہے۔۱۲

۳؎ ظاہر یہ ہے کہ یہ قول خود درخت ہی کا ہے کیونکہ درخت وغیرہ سجدے بھی کرتے ہیں اور تسبیح بھی، ممکن ہے کسی فرشتے کا قول ہو جو درخت سے ظاہر ہو رہا ہو۔ جیسے طور پر موسیٰ علیہ السلام نے درخت سے رب کا کلام سنا، اول قوی ہے۔

۴؎ درخت کا یہ کہنا ان صحابی کو اور ان کے ذریعہ سارے مسلمانوں کو تعلیم دینے کے لیے ہے ورنہ ان کے لیے نہ ثواب ہے نہ گناہ کی بخشش کیونکہ وہ گنہگار ہی نہیں ۱۲

۵؎ سورۂ ص کی ظاہر یہ ہے کہ صرف آیت سجدہ ہی نماز سے خارج پڑھی۔ اسی لیے فقہاء فرماتے ہیں کہ دوران تلاوت میں سجدے کی آیت تلاوت کرکے سجدہ کرنا بلا کراہت جائز ہے ۱۲

۶؎ علماء فرماتے ہیں کہ ص کے سجدہ میں یہ دعا پڑھنا بہت بہتر ہے، مرقاۃ نے فرمایا کہ حضور انور نے اس خواب کی تعبیر یہ دی کہ وہ درخت ہم ہیں اور صحابی سے مراد ساری امت اس لیے خود سجدہ کرکے اس میں یہ دعا پڑھ کے دکھا دیا ۱۲

الترمذی هٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ۔ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ عَنْ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَءَ وَالنَّجْمِ فَسَجَدَ فِيْهَا وَسَجَدَ مَنْ كَانَ مَعَهٗ غَيْرَ اَنَّ شَيْخًا مِّنْ قُرَيْشٍ اَخَذَ كَفًّا مِّنْ حَصًى اَوْ تُرَابٍ فَرَفَعَهٗ اِلٰى جَبْهَتِهٖ وَقَالَ يَكْفِيْنِيْ هٰذَا قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ فَلَقَدْ رَاَيْتُهٗ بَعْدُ قُتِلَ كَافِرًا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَزَادَ الْبُخَارِيُّ فِيْ رِوَايَةٍ وَهُوَ اُمَيَّةُ بْنُ خَلَفٍ وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَجَدَ فِيْ صٓ وَقَالَ سَجَدَهَا دَاوٗدُ تَوْبَةً وَّنَسْجُدُهَا شُكْرًا رَوَاهُ النَّسَائِيُّ

یہ حدیث غریب ہے ۱؎ تیسری فصل ۔ روایت ہے حضرت ابن مسعود سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ والنجم پڑھی تو اس میں آپ نے بھی سجدہ کیا اور انہوں نے بھی جو آپ کے ساتھ تھے ۲؎ ایک قریشی بڈھے کے سوا جس نے ایک مٹھی کنکر یا مٹی اٹھا کر اپنی پیشانی سے لگالی اور بولا مجھے یہی کافی ہے ۳؎ عبداللہ فرماتے ہیں میں نے بعد میں اسے دیکھا کہ کافر مارا گیا ۴؎ (مسلم، بخاری) اور بخاری نے اپنی روایت میں زیادہ کیا کہ وہ امیہ ابن خلف تھا ۵؎ روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ "ص" میں سجدہ کیا اور فرمایا کہ حضرت داؤد نے توبہ کے طور پر سجدہ کیا تھا اور ہم شکر کے طور پر سجدہ کرتے ہیں ۶؎ (نسائی)

۱؎ مگر حاکم نے اسے صحیح کہا اور دیگر محدثین نے حسن فرمایا اور معلوم ہے کہ غرابت صحت کے خلاف نہیں اور اگر ضعیف بھی ہو تو فضائل اعمال میں قبول ہے۔ ۲؎ یعنی مومنین، مشرکین، انسان، جن جو بھی وہاں حاضر تھے سب سجدے میں گر گئے۔ اس کی وجہ پہلے بیان ہو چکی کہ چونکہ سورۂ والنجم میں یہاں لات وعزیٰ کا بھی ذکر ہے۔ اس لیے مشرکین نے ان کی تعظیم کرتے ہوئے سجدہ کیا یا اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاوت میں ایسی ہیبت تھی کہ مشرکین بھی بے اختیار سجدے میں گر گئے۔ یا اس وقت شیطان نے بتوں کی تعریف کی، مسلمان تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آواز پر سجدے میں گئے اور کفار شیطان کی آواز پر۔ یہ معنی باطل ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر بے اختیار اس وقت بتوں کی آواز آگئی نعوذ باللہ۔ امام عسقلانی نے شرح بخاری میں شیطان والے قصہ کو ثابت کیا ہے۔ رب تعالٰی نے فرمایا اَلْقَی الشَّیْطٰنُ فِیْۤ اُمْنِیَّتِهٖ ۳؎ اس کی یہ حرکت غرور وتکبر کے لیے تھی کہ سب کے ساتھ میرا سجدہ کرنا میری شان کے خلاف ہے۔ ۴؎ یعنی جن مشرکین نے آج سجدہ کیا تھا وہ سب بعد میں اسلام لے آئے۔ جس نے سجدہ نہ کیا وہ کافر ہی مارا گیا۔ ۵؎ جو بدر میں مسلمانوں کے ہاتھوں بری طرح مارا گیا جیسے حضرت بلال کو برچھیوں اور نیزوں سے چھیدا کرتا تھا اسی طرح بدر میں صورت یہ بنی کہ اسے چھید چھید کر ہی مارنا پڑا کیونکہ ایک صحابی نے ایفائے عہد کرتے ہوئے اسے بچانے کے لیے خود کو اس کے اوپر ڈال دیا تھا اور اس کا بھائی ابی ابن خلف جنگ احد میں حضور کے ہاتھوں مارا گیا حضور نے اپنے ہاتھ سے صرف اسی کو قتل فرمایا ہے۔ ۶؎ اس کا شکر کہ رب نے ان کی توبہ قبول فرمائی جیسے عیدالاضحیٰ کی نماز حضرت ابراہیم کی قربانی قبول ہونے کے شکر میں پڑھی جاتی ہے اس سے معلوم ہوا کہ اہم واقعات کی یادگاریں منانا اور ان پر عبادتیں کرنا سنت سے ثابت ہے۔ لہٰذا میلاد شریف، گیارہویں شریف، عرس بزرگان دین منانا اور ان موقعوں پر نوافل، صدقات، خیرات جاری ہیں ناجائز نہیں ہو سکتیں۔

بَابُ اَوْقَاتِ النَّهْیِ

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا
یَتَحَرّٰی اَحَدُکُمْ فَیُصَلِّیْ عِنْدَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَلَا عِنْدَ غُرُوْبِهَا وَفِیْ رِوَایَۃٍ قَالَ اِذَا طَلَعَ
حَاجِبُ الشَّمْسِ فَدَعُوا الصَّلٰوۃَ حَتّٰی تَبْرُزَ وَاِذَا غَابَ حَاجِبُ الشَّمْسِ فَدَعُوا الصَّلٰوۃَ
حَتّٰی تَغِیْبَ وَلَا تَحَیَّنُوْا بِصَلٰوتِکُمْ طُلُوْعَ الشَّمْسِ وَلَا غُرُوْبَهَا فَاِنَّهَا تَطْلُعُ بَیْنَ قَرْنَیِ
الشَّیْطٰنِ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ وَعَنْ عُقْبَۃَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ ثَلٰثُ سَاعَاتٍ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی
اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَنْهَانَا اَنْ نُّصَلِّیَ فِیْهِنَّ اَوْ نَقْبُرَ فِیْهِنَّ مَوْتَانَا حِیْنَ تَطْلُعُ الشَّمْسُ

ممانعت کے وقتوں کا باب[1]

پہلی فصل روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے کوئی قصد نہ کرے کہ سورج نکلنے کے وقت اور ڈوبنے کے وقت نماز پڑھے[2] اور ایک روایت میں ہے کہ فرمایا جب سورج کا کنارہ چمک جائے تو نماز چھوڑ دو حتی کہ بلند ہو جائے[3] پھر جب سورج کا کنارہ چھپ جائے تو نماز چھوڑ دو حتی کہ پورا غائب ہو جائے اور اپنی نماز سے سورج کے طلوع و غروب کا وقت نہ ڈھونڈو کیونکہ وہ شیطان کے سینگوں کے بیچ میں طلوع ہوتا ہے[4] (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت عقبہ ابن عامر سے فرماتے ہیں کہ ہم کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم تین وقتوں میں نماز پڑھنے اور مردے دفن کرنے سے منع فرماتے تھے[5] جب سورج ظاہر طلوع ہو رہا ہو

---

[1] یعنی جن وقتوں میں نماز منع ہے خیال رہے کہ تین وقت وہ ہیں جن میں فرض نفل ہر نماز منع ہے۔ طلوع آفتاب، غروب اور نصف النہار (بیچ دوپہری) پانچ وقت وہ ہیں جن میں فرض جائز نفل منع، صبح صادق سے سورج نکلنے تک، نماز عصر کے بعد سے سورج ڈوبنے تک، پھر آفتاب ڈوبنے کے بعد سے مغرب کے فرض پڑھنے تک، جمعہ کے خطبہ کے وقت، عید کے دن نماز عید سے پہلے، یہ کراہت ہر جگہ ہے مکہ معظمہ میں بھی اور دیگر مقامات میں بھی ۱۲ [2] سورج نکلنے سے مراد اس کی چمک سے بلند ہونے تک کا وقت ہے یعنی چمکنے سے بیس منٹ بعد تک اور ڈوبنے سے مراد پیلا پڑنے سے چھپنے تک کا وقت یعنی چھپنے سے بیس منٹ پہلے ہے جیسا کہ اور روایات میں ہے ۱۲ [3] کنارۂ شرق سے ایک نیزہ بلند ہو کر اس میں تیزی آ جائے کہ اتنے عرصہ میں ہر نماز ممنوع ہے ۱۲ [4] اس طرح کہ ایک شیطان سورج کے ساتھ گردش کرتا رہتا ہے ہر جگہ سورج کا طلوع اس کے سینگوں کے بیچ میں ہوتا ہے۔ اس کی تحقیق اوقات نماز کے باب میں گزر گئی ۱۲ [5] تمام علماء کے نزدیک یہاں دفن سے مراد نماز جنازہ ہے کیونکہ ان وقتوں میں دفن کرنے کو کوئی منع نہیں کرتا۔ اور ان اوقات میں نماز جنازہ بھی جب ہی مکروہ ہوگی جبکہ جنازہ پہلے سے تیار ہو اور نماز میں دیر کی جائے لیکن اگر جنازہ آیا ہی اس وقت ہے تو نماز پڑھ لے ۱۲

بَازِغَةً حَتّٰى تَرْتَفِعَ وَحِيْنَ يَقُوْمُ قَائِمُ الظَّهِيْرَةِ حَتّٰى تَمِيْلَ الشَّمْسُ وَحِيْنَ تَضَيَّفُ الشَّمْسُ لِلْغُرُوْبِ حَتّٰى تَغْرُبَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا صَلٰوةَ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتّٰى تَرْتَفِعَ الشَّمْسُ وَلَا صَلٰوةَ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغِيْبَ الشَّمْسُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ عَبَسَةَ قَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ فَقَدِمْتُ الْمَدِيْنَةَ فَدَخَلْتُ عَلَيْهِ فَقُلْتُ اَخْبِرْنِيْ عَنِ الصَّلٰوةِ فَقَالَ صَلِّ صَلٰوةَ الصُّبْحِ ثُمَّ اَقْصِرْ عَنِ الصَّلٰوةِ حِيْنَ تَطْلُعُ الشَّمْسُ حَتّٰى تَرْتَفِعَ فَاِنَّهَا تَطْلُعُ حِيْنَ تَطْلُعُ بَيْنَ قَرْنَيِ الشَّيْطٰنِ وَحِيْنَئِذٍ يَسْجُدُ لَهَا الْكُفَّارُ ثُمَّ صَلِّ فَاِنَّ الصَّلٰوةَ مَشْهُوْدَةٌ مَحْضُوْرَةٌ حَتّٰى يَسْتَقِلَّ الظِّلُّ بِالرُّمْحِ

حتی کہ بلند ہو جائے اور جب ٹھیک دوپہری قائم ہو یہاں تک کہ سورج ڈھل جائے اور جب سورج ڈوبنے کے قریب ہو جائے حتی کہ ڈوب جائے [1] (مسلم) روایت ہے حضرت ابو سعید خدری سے فرماتے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ فجر کے بعد سورج بلند ہونے تک کوئی نماز نہیں اور عصر کے بعد سورج ڈوبنے تک [2] (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت عمرو ابن عبسہ سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے تو میں بھی مدینے آیا آپکی خدمت میں حاضر ہوا عرض کیا کہ مجھے نماز کے متعلق خبر دیجئے [3] تو فرمایا کہ نماز فجر پڑھو پھر آفتاب نکلتے وقت نماز سے باز رہو حتی کہ بلند ہو جائے کیونکہ وہ نکلتے وقت شیطان کے دو سینگوں کے درمیان [4] نکلتا ہے اور اس وقت اسے کفار سجدہ کرتے ہیں [5] پھر نماز پڑھو کیونکہ نماز حاضری گواہی کا وقت ہے [6] یہاں تک کہ نیزے کا سایہ کم ہو جائے [7]

[1] یہ حدیث گذشتہ حدیث کی تفسیر ہے کہ وہاں طلوع و غروب سے مراد صرف نکلنا ڈوبنا نہ تھا بلکہ اس سے بعد اور پہلے کا کچھ وقت بھی تھا۔ خیال رہے کہ ٹھیک دوپہر شریعت میں نماز شرعی گیارہ بجے ہے اور نہار نجومی کے نصفوں کا فاصلہ ہے مثلاً آج نصف النہار شرعی گیارہ بجے ہے اور نصف النہار نجومی پونے بارہ بجے قریب پینتالیس منٹ یہ دوپہر ہے ان میں نماز مکروہ شرعی دن پو پھٹنے سے شروع ہوتا ہے اور نجومی دن سورج چمکنے سے اور دونوں غروب آفتاب پر ختم ہو جاتے ہیں [2] یعنی نماز فجر اور نماز عصر پڑھ لینے کے بعد نوافل منع ہیں اور سورج چمکنے اور پیلا پڑنے کے بعد ہر نماز ممنوع جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا یہ حدیث شافعیوں کے خلاف ہے لہذا احناف کی دلیل ہے۔ کہ ان کے ہاں ان وقتوں میں مکہ مکرمہ میں بھی نوافل مکروہ ہیں [3] آپ قدیم الاسلام صحابی ہیں، حتی کہ بعض نے کہا آپ چوتھے مسلمان ہیں ان سے حضور نے فرمایا تھا کہ ابھی گھر چلے جاؤ جب ہمارا غلبہ ہو تو آ جانا، چنانچہ بعد ہجرت یہ بھی حضور علیہ السلام کے پاس پہنچ گئے ان کے حالات پہلے بیان ہو چکے ہیں [4] کہ کون سی نماز کس وقت پڑھی جائے جیسا کہ جواب سے ظاہر ہے [5] لہذا تمہارا اس وقت نماز پڑھنا کفار کی عبادت سے مشابہ ہوگا۔ خیال رہے کہ اگرچہ کفار اور وقت میں بھی عبادت کرتے ہیں مگر اس وقت کی عبادت ان کی مذہبی علامت ہے۔ علامت کفر سے بچنا ضروری ہے۔ تشبیہ اور ہے اور اشتراک کچھ اور [6] یعنی نماز اشراق یا چاشت پڑھو اس نماز میں تمہارے ساتھ تمہارے ساتھی فرشتے

ثُمَّ أَقْصِرْ عَنِ الصَّلٰوةِ فَإِنَّ حِيْنَئِذٍ تُسْجَرُ جَهَنَّمُ فَإِذَا أَقْبَلَ الْفَيْئُ فَصَلِّ فَإِنَّ
الصَّلٰوةَ مَشْهُوْدَةٌ مَحْضُوْرَةٌ حَتّٰى تُصَلِّيَ الْعَصْرَ ثُمَّ أَقْصِرْ عَنِ الصَّلٰوةِ حَتّٰى تَغْرُبَ
الشَّمْسُ فَإِنَّهَا تَغْرُبُ بَيْنَ قَرْنَيِ الشَّيْطٰنِ وَحِيْنَئِذٍ يَسْجُدُ لَهَا الْكُفَّارُ قَالَ قُلْتُ يَا
نَبِيَّ اللهِ فَالْوُضُوْءُ حَدِّثْنِيْ عَنْهُ قَالَ مَا مِنْكُمْ رَجُلٌ يُقَرِّبُ وَضُوْءَهٗ فَيُمَضْمِضُ وَ
يَسْتَنْشِقُ فَيَسْتَنْثِرُ إِلَّا خَرَّتْ خَطَايَا وَجْهِهٖ وَفِيْهِ وَخَيَاشِيْمِهٖ ثُمَّ إِذَا غَسَلَ وَجْهَهٗ
كَمَا أَمَرَهُ اللهُ إِلَّا خَرَّتْ خَطَايَا وَجْهِهٖ مِنْ أَطْرَافِ لِحْيَتِهٖ مَعَ الْمَاءِ ثُمَّ يَغْسِلُ يَدَيْهِ

پھر نماز سے باز رہو کیونکہ اس وقت دوزخ جھونکا جاتا ہے [1] پھر جب زوال کا سایہ آگے ہو جائے تو نماز پڑھو [2]
کیونکہ یہ نماز حاضری اور گواہی کا وقت ہے حتی کہ عصر پڑھ لو پھر سورج ڈوبنے تک نماز سے باز رہو کیونکہ وہ
شیطان کے سینگوں کے بیچ ڈوبتا ہے [3] اس وقت کفار اسے سجدہ کرتے ہیں فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا نبی اللہ
مجھے وضو کے متعلق خبر دیجئے تو فرمایا کوئی ایسا شخص نہیں جو وضو کا پانی لے پھر کلی کرے ناک میں پانی ڈالے مگر اس
کے چہرے اور منہ اور نتھنوں کی خطائیں گر جاتی ہیں [4] پھر جب اسی طرح اپنا منہ دھوئے جیسے اسے اللہ نے حکم دیا [5] مگر
اس کے چہرے کی خطائیں داڑھی کے کناروں سے پانی کے ساتھ گر جاتی ہیں پھر اپنے ہاتھ کہنیوں تک

موجود ہوں گے اور تنہا ہے تو وہ یہ حکم استحبابی ہے کیونکہ نماز اشراق و چاشت واجب نہیں [2] یعنی ہر چیز کا سایہ اس کے مثل ہو جائے
جسے سایہ اصلی کہتے ہیں جو نصف النہار کے وقت ہوتا ہے اس کی درازی موسم کے لحاظ سے مختلف ہوتی ہے خیال رہے وقت عصر بعد ہے یہ فرمایا
اس وقت سایہ اصلی چیز سے کم ہوتا ہے [3] یعنی دوپہر کے وقت دوزخ میں ایندھن ڈالا جاتا ہے جس سے وہ بھڑک جاتی ہے اس کی
تحقیق باب الاوقات میں کی جا چکی وہیں اس کا جواب دیا گیا ہے کہ ہر وقت کہیں نہ کہیں دوپہر رہتی ہے پھر اس وقت دوزخ جھونکنے کے کیا
معنی [4] یعنی یہ اباحت کے لیے ہے یعنی سورج ڈھل جانے پر نماز پڑھ سکتے ہو یہ مطلب نہیں کہ سورج ڈھلتے ہی ظہر پڑھ لو، اس کی
تحقیق بھی باب الاوقات میں کی جا چکی کہ گرمیوں میں ظہر ٹھنڈی کرکے پڑھنا مستحب ہے [5] یعنی نماز عصر پڑھنے کے بعد ہر نماز سے باز رہو
جیسا کہ باب الاوقات میں ذکر ہوا [6] اس کی شرح باب الوضو میں ہو چکی کہ یہاں خطاؤں سے مراد گناہ صغیرہ ہیں نہ کہ کبیرہ اور حقوق العباد
اور یہ ہم لوگوں کے احکام ہیں اسی لیے ہمارے وضو کا غسالہ مستعمل پانی کہلاتا ہے جس سے وضو نہیں کر سکتا اور اس کا پینا مکروہ حضور صلی اللہ
علیہ وسلم کا غسالہ نور لے کر نکلتا ہے اسی لیے صحابہ تبرک سمجھ کر پیتے تھے [7] کلی اور ناک میں پانی ڈالنا سنتیں ہیں۔ مگر چہرہ دھونا
فرض ہے جس کا رب نے حکم دیا ہے۔ کہ فرمایا فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ
یا یہ مطلب ہے کہ جیسے رب نے پورا چہرہ
دھونے کا حکم دیا ایسے ہی پورا دھوئے
کہ بال برابر بھی جگہ سوکھی
نہ رہے

إلى المرفقين إلا خرت خطايا يديه من أنامله مع الماء ثم يمسح رأسه إلا خرت خطايا رأسه من أطراف شعره مع الماء ثم يغسل قدميه إلى الكعبين إلا خرت خطايا رجليه من أنامله مع الماء فإن هو قام فصلى فحمد الله وأثنى عليه ومجده بالذي هو له أهل وفرغ قلبه لله إلا انصرف من خطيئته كهيئته يوم ولدته أمه رواه مسلم وعن كريب أن ابن عباس والمسور ابن مخرمة وعبد الرحمن ابن الأزهر أرسلوه إلى عائشة فقالوا اقرأ عليها السلام و

دھوئے مگر اس کے ہاتھوں کی خطائیں پانی کے ساتھ پوروں سے گر جاتی ہیں پھر اپنے سر کا مسح کرے مگر اس کے سر کی خطائیں پانی کے ساتھ بالوں کے کناروں سے گر جاتی ہیں[1] پھر اپنے پاؤں ٹخنوں تک دھوئے مگر اس کے پاؤں کی خطائیں پانی کے ساتھ پوروں سے گر جاتی ہیں پھر اگر کھڑے ہو کر نماز پڑھے تو اللہ کی وہ حمد و ثنا اور بڑائی کرے جس کے وہ لائق ہے اور اپنا دل اللہ کے لیے خالی کرے مگر اپنی خطاؤں سے اس طرح نکل جائیگا جیسے جس دن اسے ماں نے جنا[2] (مسلم) روایت ہے حضرت کریب سے کہ حضرت ابن عباس اور مسور ابن مخرمہ اور عبدالرحمن ابن ازہر نے[3] انہیں حضرت عائشہ کے پاس بھیجا۔ کہا کہ ہم سب کا

[1] سر کی خطاؤں میں کانوں کی خطائیں بھی داخل ہیں۔ یعنے بُرے خیالات اور بُری عادتیں اور بُری باتیں سننے کے گناہ سب مسح سے معاف ہو جاتے ہیں۔ اسی لیے کانوں کا مسح سر کے ساتھ اور سر کے پانی سے ہوتا ہے۔ خیال رہے کہ سر کے مسح میں پانی گرتا نہیں بلکہ سر کو لگتا ہے مگر اس سے خطائیں جھڑ جاتی ہیں۔ دھوئے جانے والے اعضاء میں پانی خطائیں لے کر نکلتا ہے اور سر میں باقی خطاؤں کو نکالتا ہے۔ خیال رہے کہ ان خطاؤں کو پانی نہیں نکالتا۔ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع نکالتی ہے۔ ورنہ مشرک خواہ کتنا ہی وضو کرے اس کی خطائیں معاف نہیں ہوتیں اور مسلمان بغیر نیت وضو ٹھنڈک کے لیے بار بار اعضاء پر پانی ڈالے یہ فیض حاصل نہیں کر سکتا ۱۲ —

[2] یعنے گناہ تو وضو سے معاف ہو چکے نماز رفع درجات کا ذریعہ بنے خواہ تحیۃ الوضو کے نفل ہوں یا اور کوئی نماز ۱۲

[3] حضرت کریب ابی مسلم سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے غلام ہیں اور مسور ابن مخرمہ حضرت عبدالرحمن بن عوف کے بھانجے ہیں ہجرت کے بعد مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے ۸ھ میں مدینہ منورہ آئے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت آٹھ سال کے تھے۔ شہادت حضرت عثمان تک مدینہ منورہ رہے۔ پھر مکہ معظمہ آگئے۔ یزید کی بیعت نہ کی۔ چنانچہ واقعہ کربلا کے بعد حصین ابن نمیر نے مکہ معظمہ پر منجنیق سے پتھراؤ کیا تو بحالت نماز ایک پتھر آپ کے بھی لگا اور شہید ہو گئے اور حضرت عبدالرحمن ابن ازہر حضرت عبدالرحمن ابن عوف کے بھتیجے ہیں حنین میں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے

سَلْهَا عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ قَالَ فَدَخَلْتُ عَلٰى عَائِشَةَ فَبَلَّغْتُهَا مَا اَرْسَلُوْنِيْ
فَقَالَتْ سَلْ اُمَّ سَلَمَةَ فَخَرَجْتُ اِلَيْهِمْ فَرَدُّوْنِيْ اِلٰى اُمِّ سَلَمَةَ فَقَالَتْ اُمُّ سَلَمَةَ
سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهٰى عَنْهُمَا ثُمَّ رَاَيْتُهٗ يُصَلِّيْهِمَا ثُمَّ دَخَلَ فَاَرْسَلْتُ
اِلَيْهِ الْجَارِيَةَ فَقُلْتُ قُوْلِيْ لَهٗ تَقُوْلُ اُمُّ سَلَمَةَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ سَمِعْتُكَ تَنْهٰى عَنْ
هَاتَيْنِ وَاَرَاكَ تُصَلِّيْهِمَا قَالَ يَا ابْنَةَ اَبِيْ اُمَيَّةَ سَاَلْتِ عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ وَ
اِنَّهٗ اَتَانِيْ نَاسٌ مِّنْ عَبْدِ الْقَيْسِ فَشَغَلُوْنِيْ عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ اللَّتَيْنِ بَعْدَ الظُّهْرِ فَهُمَا
هَاتَانِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

انہیں سلام کہنا اور ان سے عصر کے بعد والی دو رکعتوں کے متعلق پوچھنا فرماتے ہیں میں حضرت عائشہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہیں وہ پیغام پہنچایا جو مجھے دے کر بھیجا تھا انہوں نے کہا ام سلمہ سے پوچھو[۲] میں ان حضرات کی طرف لوٹا انہوں نے مجھے ام سلمہ کے پاس لوٹایا[۳] ام سلمہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے منع فرماتے سنا پھر میں نے آپ کو یہ رکعتیں پڑھتے دیکھا پھر آپ تشریف لائے تو میں نے آپ کی خدمت میں لڑکی کو بھیجا[۴] اور میں نے کہہ دیا کہ آپ سے عرض کرنا یا رسول اللہ ام سلمہ عرض کرتی ہیں کہ میں نے آپ کو ان دو رکعتوں سے منع کرتے سنا اور آپ کو پڑھتے دیکھتی ہوں فرمایا اے ابی امیہ کی بیٹی[۵] تم نے عصر کے بعد دو رکعتوں کے متعلق مجھ سے پوچھا میرے پاس عبدالقیس کے کچھ لوگ آئے تھے جنہوں نے مجھے ظہر کے بعد والی دو رکعتوں سے باز رکھا یہ وہی دو رکعتیں ہیں

۱ کیا حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم پڑھتے تھے یا نہیں، اس سوال کی وجہ یہ تھی کہ ان بزرگوں نے خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان نفلوں سے منع فرماتے ہوئے سنا، پھر انہیں پتہ لگا کہ سرکار علیہ السلام گھر میں خود پڑھتے تھے تو اس کی تحقیق اور وجہ معلوم کرنے کے لیے انہیں بھیجا۔ چونکہ حضرت عائشہ صدیقہ بڑی فقیہ عالمہ بی بی تھیں اس لیے ان سے یہ مسئلہ پوچھا چونکہ یہ حضرات بہت سے تھے۔ اس لیے خود حاضر نہ ہوئے بلکہ اپنے خادم کو بھیج دیا معلوم ہوا کہ مسائل میں ایک کی خبر معتبر ہے۔ ۲ یہ ہے حضرت عائشہ صدیقہ کا عدل و انصاف کہ باوجودیکہ بڑی عالمہ فقیہ ہیں مگر فرمایا کہ اس مسئلہ کا علم مجھ سے زیادہ حضرت ام سلمہ کو ہے۔ کیونکہ وہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی وجہ پوچھ چکی ہیں میں نہ پوچھ سکی۔ اس سے معلوم ہوا کہ بڑا عالم بھی بے علم فتویٰ نہ دے بلکہ دوسرے کے پاس بھیج دے اور اس میں شرم نہ کرے۔ ۳ یہ حضرت کریب کا ادب تھا کہ بغیر اجازت کے دوسری جگہ نہیں گئے کیونکہ سب کا حکم ہو چکا تھا۔ ۴ یعنی سرکار صلے اللہ علیہ وسلم کو مسجد میں اور کسی بیوی کے گھر میں نفل پڑھتے دیکھا پھر جب میرے گھر میں تشریف لائے تو میں گوشہ میں، سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام بیٹھے تھے۔ وہاں میں خود نہ گئی بلکہ کسی لڑکی کو بھیجا۔ لہٰذا یہ روایت درست ہوگئی۔ ۵ ابو امیہ حضرت ام سلمہ کے والد کی کنیت ہے، ان کا نام سہل ابن مغیرہ مخزومی تھا، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لڑکی کی معرفت خود حضرت ام سلمہ سے خطاب فرمایا کیونکہ اصل سائلہ آپ ہی تھیں (رضی اللہ تعالٰی عنہا)۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ قَيْسِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ رَاٰىَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا يُصَلِّيْ بَعْدَ صَلٰوةِ الصُّبْحِ رَكْعَتَيْنِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةُ الصُّبْحِ رَكْعَتَيْنِ رَكْعَتَيْنِ فَقَالَ الرَّجُلُ اِنِّيْ لَمْ اَكُنْ صَلَّيْتُ الرَّكْعَتَيْنِ اللَّتَيْنِ قَبْلَهُمَا فَصَلَّيْتُهُمَا الْاٰنَ فَسَكَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَرَوَى التِّرْمِذِيُّ نَحْوَهٗ وَقَالَ اِسْنَادُ هٰذَا الْحَدِيْثِ لَيْسَ بِمُتَّصِلٍ لِاَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ اِبْرَاهِيْمَ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ قَيْسِ بْنِ عَمْرٍو وَفِيْ شَرْحِ

۱؎ دوسری فصل روایت ہے حضرت محمد ابن ابراہیم سے وہ قیس ابن عمرو سے راوی ۲؎ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو فجر کی نماز کے بعد دو رکعتیں پڑھتے دیکھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا صبح کی نماز دو دو رکعتیں ہیں ۳؎ اس نے عرض کیا کہ میں نے پہلی والی دو رکعتیں نہ پڑھی تھیں وہ اب پڑھ لیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہوگئے ۴؎ (ابوداؤد) اور ترمذی نے اس کی مثل روایت کی اور فرمایا کہ اس کی اسناد متصل نہیں ہے کیونکہ محمد ابن ابراہیم نے قیس ابن عمرو سے نہ سنا اور شرح سنہ اور

۱؎ یعنی ایک بار ہم وفد عبدالقیس کو تبلیغ کرنے کی وجہ سے ظہر کی دو رکعتیں نہ پڑھ سکے تھے، پھر وہ دو رکعتیں عصر کے بعد قضا کیں لیکن طریقہ عالیہ یہ ہے کہ جب کوئی نیکی ایک بار کرلیتے ہیں تو پھر ہمیشہ ہی کرتے ہیں، اس لیے اب ہمیشہ ہی پڑھ رہے ہیں۔ خیال رہے کہ سنت ظہر کی قضا کرنا بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے، پھر بعد عصر پڑھنا اور پھر ہمیشہ پڑھنا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیتیں ہی ہیں امت کو اس سے منع کیا گیا ہے۔ جیسے روزہ وصال کہ آپ رکھتے تھے ہمیں منع فرمایا۔ چنانچہ طحاوی نے اس حدیث کے ساتھ یہ بھی ذکر کیا کہ ام سلمہ نے عرض کیا یارسول اللہ ہم بھی قضا کرلیا کریں فرمایا نہیں۔ شوافع نے اس حدیث کی وجہ سے فرمایا کہ سنتوں کی قضا سنت ہے مگر یہ دلیل کمزور ہے۔ ورنہ انہیں چاہیے کہ ایک بار کی قضا ہمیشہ پڑھا کریں۔

۲؎ حضرت محمد ابن ابراہیم جلیل القدر تابعی ہیں اور قیس ابن عمرو صحابی انصاری ہیں۔

۳؎ یعنی دوبار پڑھتے ہو ابھی میرے ساتھ جماعت سے پڑھ چکے ہو، پھر دوبارہ اکیلے پڑھ رہے ہو یا یہ مطلب ہے کہ کیا صبح کی دو رکعتوں کے بعد دو نفل بھی پڑھتے ہو، حالانکہ تمہیں خبر ہے کہ اس وقت نفل نہیں پڑھے جاتے۔

۴؎ اس حدیث کی بنا پر امام شافعی رحمہ اللہ وغیرہم چند لوگوں نے سنت فجر کی قضا آفتاب نکلنے سے پہلے جائز مانی ہے۔ امام صاحب کے ہاں صرف سنت فجر کی قضا کبھی نہیں، ہاں اگر سنتیں مع فرضوں کے رہ گئی ہوں تو دوپہر سے پہلے فرضوں کے تابع ہو کر ان کی بھی قضا ہوجائے گی جیسا کہ شب تعریس کے واقعہ میں ہوا، کیونکہ قضا صرف واجب یا فرض کی ہوسکتی ہے سنتوں کی قضا اصول شرعی کے خلاف ہے لہذا یہاں ثبوت ہوگیا صرف وہیں قضا ہوگی۔ یہ حدیث منقطع ہے متصل نہیں جیسا کہ خود امام ترمذی فرما رہے ہیں۔ لہذا اس سے استدلال غلط ہے۔

السُّنَّةِ وَفِیْ نُسَخِ الْمَصَابِیْحِ عَنْ قَیْسِ بْنِ قَهْدٍ نَحْوَهٗ وَعَنْ جُبَیْرِ بْنِ مُطْعِمٍ اَنَّ
النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ یَا بَنِیْ عَبْدِ مَنَافٍ لَا تَمْنَعُوْا اَحَدًا طَافَ بِهٰذَا
الْبَیْتِ وَصَلّٰی اٰیَةَ سَاعَةٍ شَاءَ مِنْ لَیْلٍ اَوْ نَهَارٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْ دَاوٗدَ وَ
النَّسَائِیُّ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَهٰی عَنِ الصَّلٰوةِ نِصْفَ
النَّهَارِ حَتّٰی تَزُوْلَ الشَّمْسُ اِلَّا یَوْمَ الْجُمُعَةِ رَوَاهُ الشَّافِعِیُّ۔

مصابیح کے نسخوں میں قیس ابن قہد سے اس کی مثل سے۱ روایت ہے حضرت جبیر ابن مطعم سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عبد مناف کی اولاد۲ کسی کو منع نہ کرو دن رات میں جس گھڑی چاہے اس گھر کا طواف کرے اور نماز پڑھے۳ (ترمذی، ابوداؤد، نسائی) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دوپہری میں سورج ڈھلنے تک نماز سے منع فرمایا، سوا جمعہ کے دن کے (شافعی)

۱ یعنی محمد ابن ابراہیم اور قیس ابن عمرو کے درمیان کوئی راوی چھوٹ گیا ہے اور خبر نہیں کہ وہ راوی عادل ہے یا فاسق اس لیے یہ حدیث مجہول ہے اور قابل عمل نہیں نیز اس حدیث میں یہ تو نہ لگا کہ وہ صحابی فجر کے بعد کس وقت سنتیں پڑھ رہے تھے آفتاب نکلنے سے پہلے یا بعد لہٰذا حدیث گویا مجمل ہے اور ممانعت صراحۃً آچکی ہے کہ صبح کی نماز کے بعد نماز نہیں۔

۲ چونکہ مکہ معظمہ کی سرداری کعبہ کی کلید برداری چاہ زمزم کا انتظام اور [illegible] شریف کی خدمت اولاد عبدالمناف ہی کے پاس تھی اس لیے انہیں خطاب فرما کر یہ فرمایا ۳ اس وقت بعض لوگ حرم شریف بند کر دیا جاتا تھا جیسے چند دن شریف بعد نماز عشاء بند کر دی جاتی ہے کہ طواف کعبہ تو ہر وقت جائز ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا چنانچہ اس حدیث کی بنا پر حرم شریف، کسی وقت بند نہیں ہوتا۔ خیال رہے کہ طواف کعبہ تو ہر وقت جائز ہے لیکن نوافل مکروہ وقتوں میں وہاں بھی منع ہیں کیونکہ ممانعت کی حدیثیں مطلق ہیں جیسا کہ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سورج ڈوبتے اور بیچ دوپہری میں نماز نہ پڑھو یا فرمایا کہ صبح اور عصر کے بعد نماز نہیں اور وہاں مکہ شریف کو مستثنیٰ نہیں کیا، امام شافعی وغیرہم اس حدیث کی بنا پر مکہ معظمہ میں ہر وقت نوافل جائز کہتے ہیں۔ مگر یہ استدلال ضعیف ہے کیونکہ حدیث کا مقصد یہ ہے کہ حرم شریف بند نہ کرو، لوگوں کو ہر وقت طواف و نماز پڑھنے دو، ہاں جن وقتوں میں شریعت نے منع کر دیا ہے، اس وقت لوگ خود نوافل نہ پڑھیں شریعت کا منع کرنا کچھ اور ہے لوگوں کا بیت اللہ کو بند کر دینا کچھ اور، دیکھو حرم شریف میں نماز پنجگانہ کی جماعت اور نماز جمعہ و عیدین کی جماعت کے وقت لوگوں کو طواف سے بھی روکا جاتا ہے اور نفلوں سے بھی مگر یہ روک شریعت کی طرف سے ہے، جیسے ہم کسی سبیل والے سے کہیں کہ تم لوگوں کو ہر وقت پانی پینے دو اس کا مطلب یہ نہیں کہ رمضان میں بے روزوں کو بھی علانیہ دن کے وقت پانی پینے دو، غرضکہ ممانعت کی حدیث صریح ہے اور اجازت کی غیر صریح، نیز جب ممانعت اور جواز میں تعارض ہو تو ممانعت کو ترجیح ہوتی ہے۔ طحاوی شریف میں ہے کہ ایکبار حضرت عمر فاروق نے نماز فجر کے بعد طواف وداع کیا اور نفل طواف نہ پڑھے مدینہ منورہ روانہ ہوگئے، جب دن چڑھ گیا تو وہ نفل جنگل میں پڑھے، یہ حدیث امام صاحب کے مذہب کی بہت تائید کرتی ہے، اگر اس وقت نفل جائز ہوتے تو فاروق اعظم نفل طواف کے

وَعَنْ أَبِي الْخَلِيلِ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَرِهَ الصَّلٰوةَ نِصْفَ النَّهَارِ حَتّٰى تَزُوْلَ الشَّمْسُ إِلَّا يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَقَالَ إِنَّ جَهَنَّمَ تُسْجَرُ إِلَّا يَوْمَ الْجُمُعَةِ رَوَاهُ أَبُوْ دَاوٗدَ وَقَالَ أَبُو الْخَلِيْلِ لَمْ يَلْقَ أَبَا قَتَادَةَ

الْفَصْلُ الثَّالِثُ

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ الصُّنَابِحِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الشَّمْسَ تَطْلُعُ وَمَعَهَا قَرْنُ الشَّيْطٰنِ فَإِذَا ارْتَفَعَتْ فَارَقَهَا ثُمَّ إِذَا اسْتَوَتْ قَارَنَهَا فَإِذَا زَالَتْ فَارَقَهَا فَإِذَا دَنَتْ لِلْغُرُوْبِ قَارَنَهَا فَإِذَا غَرَبَتْ فَارَقَهَا وَنَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الصَّلٰوةِ فِيْ تِلْكَ السَّاعَاتِ رَوَاهُ مَالِكٌ وَأَحْمَدُ وَالنَّسَائِيُّ

روایت ہے حضرت ابوخلیل ۱؎ سے وہ حضرت ابوقتادہ سے راوی فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دوپہری میں سورج ڈھلنے تک نماز کو ناپسند کیا سوائے جمعہ کے دن کے اور فرمایا کہ دوزخ جھونکا جاتا ہے سوا جمعہ کے دن کے اور فرمایا ابوالخلیل ابوقتادہ سے نہ ملے ۲؎ تیسری فصل روایت ہے حضرت عبداللہ صنابحی سے ۳؎ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سورج یوں طلوع ہوتا ہے کہ اس کے ساتھ شیطان کے سینگ ہوتے ہیں پھر جب بلند ہوجاتا ہے تو سینگ اس سے الگ ہوجاتے ہیں پھر جب سیدھا ہوتا ہے تو مل جاتے ہیں پھر جب ڈھل جاتا ہے تو الگ ہوجاتے ہیں پھر جب ڈوبنے کے قریب ہوتا ہے تو مل جاتے ہیں جب ڈوب جاتا ہے تو الگ ہوجاتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان گھڑیوں میں نماز سے منع کیا ۴؎ (مالک، احمد، نسائی)

نفل پڑھتے وہاں سے روانہ ہوجاتے ۲؎ یہ حدیث محدثین کے نزدیک سخت ضعیف ہے حتی کہ ابن حجر جو شافعی مذہب ہیں وہ بھی فرماتے ہیں فِيْ سَنَدِهٖ مَقَالٌ۔ دیکھو مرقاۃ و اشعۃ اللمعات وغیرہ چنانچہ اس کی اسناد یہ ہے عَنْ اِبْنِ اَبِيْ يَحْيٰى عَنْ اِسْحَاقَ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ سَعِيْدِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ۔ یہ ابراہیم ابن محمد ابن یحیی اسلمی ہیں اور یہ محدثین کے نزدیک کچھ نہیں (مرقاۃ) اور دوپہر کے وقت مطلقاً نماز ممنوع ہونے کی حدیثیں نہایت صحیح ہیں جو پہلے گزر گئیں لہذا دوپہر کے وقت نہ جمعہ کے دن نماز جائز نہ اور دنوں میں یہی مذہب احناف کا ہے امام شافعی کے ہاں جمعہ کے دن دوپہری میں نماز جائز ہے ان کی دلیل یہ حدیث ہے

۱؎ آپ کا نام صالح ابن ابی مریم ہے تابعین میں سے ہیں۔ ۲؎ یعنی ابوالخلیل اور ابوقتادہ کے درمیان کوئی راوی رہ گیا ہے خبر نہیں کہ فاسق ہے یا عادل، لہذا یہ حدیث منقطع اس سے دلیل نہیں پکڑ سکتے اور مذہب احناف بہت قوی ہے کہ جمعہ کے دن بھی دوپہری میں نماز ناجائز ہے۔ اور جمعہ کی نماز زوال سے پہلے نہیں پڑھ سکتے ۳؎ آپ صحابی ہیں صنابح ابن زاہر قبیلہ کی طرف منسوب ہیں۔ اور ابوعبداللہ صنابحی تابعی ہیں۔ بعض شارحین کو ان دو ناموں میں دھوکا پڑ جاتا ہے۔ لہذا یہ حدیث متصل ہے مرسل نہیں ۴؎ اس کی شرح بارہا گزر چکی اس میں زیع کا اختلاف کا ذکر منظر کا لہذا یہ جگہ ہر دن ان تینوں وقتوں میں نماز ناجائز ہے۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی یہ قوی دلیل ہے

وَعَنْ اَبِیْ بَصْرَةَ الْغِفَارِیِّ قَالَ صَلّٰی بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِالْمُخَمَّصِ
صَلٰوةَ الْعَصْرِ فَقَالَ اِنَّ هٰذِهٖ صَلٰوةٌ عُرِضَتْ عَلٰی مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ فَضَیَّعُوْهَا فَمَنْ حَافَظَ
عَلَیْهَا كَانَ لَهٗ اَجْرُهٗ مَرَّتَیْنِ وَلَا صَلٰوةَ بَعْدَهَا حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّاهِدُ وَالشَّاهِدُ النَّجْمُ رَوَاهُ
مُسْلِمٌ وَعَنْ مُعَاوِیَةَ قَالَ اِنَّكُمْ لَتُصَلُّوْنَ صَلٰوةً لَقَدْ صَحِبْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ
عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَمَا رَاَیْنَاهُ یُصَلِّیْهِمَا وَلَقَدْ نَهٰی عَنْهُمَا یَعْنِی الرَّكْعَتَیْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ رَوَاهُ
الْبُخَارِیُّ وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ وَقَدْ صَعِدَ عَلٰی دَرَجَةِ الْكَعْبَةِ مَنْ عَرَفَنِیْ فَقَدْ عَرَفَنِیْ
وَمَنْ لَّمْ یَعْرِفْنِیْ فَاَنَا جُنْدُبٌ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَا
صَلٰوةَ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَلَا بَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰی تَغْرُبَ الشَّمْسُ اِلَّا

روایت ہے حضرت ابو بصرہ غفاری سے فرماتے ہیں کہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مخمص میں عصر کی نماز پڑھائی پھر فرمایا کہ یہ نماز تم سے اگلوں پر پیش کی گئی تھی انہوں نے اسے ضائع کر دیا[1] تو جو اس پر پابندی کرے گا اسے دوہرا ثواب ہوگا[2] اور اس کے بعد تارے نکلنے تک نماز نہیں شاہد تارا ہے (مسلم) روایت ہے حضرت معاویہ سے فرماتے ہیں تم ایسی نماز پڑھتے ہو کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے لیکن ہم نے آپ کو وہ پڑھتے نہ دیکھا[3] بے شک اس سے منع کیا یعنی عصر کے بعد دو رکعتیں[4] (بخاری) روایت ہے حضرت ابوذر سے کہ انہوں نے کعبے کے زینے پر چڑھ کر فرمایا جو مجھے پہچانتا ہے وہ پہچانتا ہے اور جو نہیں پہچانتا تو میں جندب[5] ہوں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ فجر کے بعد آفتاب نکلنے تک اور عصر کے بعد سورج ڈوبنے تک نماز نہیں

[1] یعنی پچھلی امتوں پر بھی نماز عصر فرض تھی مگر وہ اسے چھوڑ بیٹھے اور عذاب کے مستحق ہوئے تم ان سے عبرت پکڑنا ۱۲ [2] ایک نماز پڑھنے کا اور دوسرے یہود و نصاریٰ کی مخالفت کا وہ بھی عبادت ہے ۱۲ [3] نماز سے مراد دو رکعتیں ہیں کیونکہ کم سے کم نماز ہے حنفیوں کے ہاں ایک رکعت کو نماز ہی نہیں کہتے۔ مطلب یہ ہے کہ اے تابعین تم عصر کے بعد دو نفل پڑھنے لگے۔ ہم نے یہ نفل پڑھتے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی نہ دیکھا۔ خیال رہے کہ یہاں دیکھنے کی نفی ہے نہ کہ حضور کے پڑھنے کی۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم بعد عصر حجرے میں دو رکعتیں پڑھتے تھے۔ تاکہ صحابہ نہ دیکھیں اور آپ کی اس میں اقتدا کریں ۱۲ [4] طحاوی شریف میں ہے کہ اس نماز کی ممانعت میں متواتر احادیث آئیں۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہ نے اس پر ہی عمل کیا کہ نہ خود پڑھیں نہ کسی کو پڑھنے کی اجازت دی۔ حتی کہ حضرت عمر اس پر سزا دیتے تھے فتح القدیر میں ہے کہ عمر فاروق نے اس نفل پڑھنے والوں کو صحابہ کی موجودگی میں سزا دی اور کسی نے اس کا انکار نہ کیا۔ لہٰذا اس کی ممانعت پر اجماع ہوگیا ۱۲ [5] کیونکہ آپ صداقت میں مشہور تھے۔ اس لیے آپ نے پہلے اپنا نام بتایا تاکہ اس حدیث میں شک و شبہ نہ رہے۔

بِمَكَّةَ اِلَّا بِمَكَّةَ اِلَّا بِمَكَّةَ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَرَزِيْنٌ ۔

بَابُ الْجَمَاعَةِ وَفَضْلِهَا

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ ۔ عَنْ اِبْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةُ الْجَمَاعَةِ تَفْضُلُ صَلٰوةَ الْفَذِّ بِسَبْعٍ وَّعِشْرِيْنَ دَرَجَةً مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ اٰمُرَ بِحَطَبٍ فَيُحْطَبَ ثُمَّ اٰمُرَ بِالصَّلٰوةِ فَيُؤَذَّنَ لَهَا ثُمَّ اٰمُرَ رَجُلًا فَيَؤُمَّ النَّاسَ ثُمَّ

گھر کریں گھر کریں مگر مکہ میں مگر مکہ میں[۱] (احمد، رزین) ۔

جماعت اور اس کی فضیلت کا باب[۲]

پہلی فصل ۔ روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جماعت کی نماز اکیلی نماز پر ستائیس درجے افضل ہے[۳] (مسلم، بخاری) ۔ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں چاہتا ہوں کہ لکڑیاں جمع کرنے کا حکم دوں تو جمع کی جائیں پھر نماز کا حکم دوں کہ اس کی اذان دی جائے پھر کسی کو حکم دوں وہ لوگوں کی امامت کرے پھر

[۱] یعنی مکہ معظمہ میں ہر وقت نفل جائز ہیں امام ابن ہمام اور ملا علی قاری نے فرمایا کہ یہ حدیث چار وجہ سے مجروح ہے ۔ ایک یہ کہ اس کی اسناد میں حضرت مجاہد اور ابوذر رضی اللہ عنہما کے درمیان کوئی راوی چھوٹ گیا ہے لہذا یہ حدیث منقطع ہے دوسرے یہ کہ ابن مؤمل راوی ضعیف ہیں ۔ تیسرے یہ کہ اس میں حمید مولا عفراء ہیں یہ بھی ضعیف ہیں ۔ چوتھے یہ کہ اس کی اسناد میں اضطراب ہے حتی کہ حضرت ابن حجر شافعی نے بھی تسلیم کیا کہ اس حدیث کی اسناد ضعیف ہے قابل حجت نہیں مگر فرمایا کہ چونکہ اس حدیث کو اس حدیث سے قوت پہنچتی ہے کہ اے عبد مناف کی اولاد حرم میں لوگوں کو کسی وقت نماز و طواف سے منع نہ کرو لہذا یہ حدیث قابل عمل ہو گئی مگر ہم اس حدیث کی شرح میں عرض کر چکے ہیں کہ وہ لوگ دنیاوی اغراض کی خاطر بعض وقت حرم شریف کو بند کر دیتے تھے ۔ اس لیے انہیں اس بندکرنے سے منع فرمایا ۔ اور فرمایا کہ تم لوگوں کو نہ منع کرو ۔ یہ نہ فرمایا کہ انہیں شریعت منع نہیں کرتی ۔۱۲ [۲] یعنی جماعت کے آداب و احکام اور اس کی زیادتی ثواب کا ذکر ، خیال رہے کہ جمعہ اور عیدین کے لیے جماعت فرض ہے ، تہجد وغیرہ نوافل کے لیے اہتمام سے جماعت مکروہ نماز پنجگانہ کے لیے حق یہ ہے کہ جماعت واجب جن لوگوں نے فرمایا سنت ہے ان سب کا مطلب یہ ہے کہ سنت سے ثابت ہے ۔ بعض علماء نے فرض عین مانا بعض نے فرض کفایہ ۔ یہ بھی خیال رہے کہ جماعت علیحدہ چیز ہے اور مسجد کی حاضری علیحدہ ، یہ بھی ضروری ہے اس کے باقی احکام کتب فقہ میں دیکھو ۔۱۲ [۳] بعض روایات میں ۲۵ ہے اور بعض میں ۔ ۔ ۔ یہ اختلاف ثواب جماعت کی زیادتی کمی اور نمازیوں کے تقوی وطہارت کی بناء پر ہو سکتا ہے ۔ بڑی جماعت کا ثواب بڑا اور عالم و متقی امام کے پیچھے ثواب زیادہ ۔

أُخَالِفَ إِلٰى رِجَالٍ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَا يَشْهَدُوْنَ الصَّلٰوةَ فَأُحَرِّقَ عَلَيْهِمْ بُيُوْتَهُمْ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَوْ يَعْلَمُ أَحَدُهُمْ أَنَّهٗ يَجِدُ عَرْقًا سَمِيْنًا أَوْ مِرْمَاتَيْنِ حَسَنَتَيْنِ لَشَهِدَ الْعِشَاءَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَلِمُسْلِمٍ نَحْوُهٗ ۔ وَعَنْهُ قَالَ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ أَعْمٰى فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّهٗ لَيْسَ لِيْ قَائِدٌ يَقُوْدُنِيْ إِلَى الْمَسْجِدِ فَسَأَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُرَخِّصَ لَهٗ فَيُصَلِّيَ فِيْ بَيْتِهٖ فَرَخَّصَ لَهٗ فَلَمَّا وَلّٰى دَعَاهُ فَقَالَ هَلْ تَسْمَعُ النِّدَاءَ بِالصَّلٰوةِ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَأَجِبْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔

میں ان لوگوں کی طرف جاؤں ۱ جو نماز میں حاضر نہیں ہوتے تو ان کے گھر جلا دوں ۲ اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر ان میں سے کوئی جانتا کہ وہ چکنی ہڈی یا دو اچھے کھر پائے گا تو عشاء میں ضرور آتا ۳ (بخاری) اور مسلم کی روایت اس کی مثل ہے۔ روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نابینا شخص حاضر ہوا عرض کیا یا رسول اللہ میرے پاس کوئی لانے والا نہیں جو مجھے مسجد تک لائے ۴ اس نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت چاہی کہ انہیں اپنے گھر میں نماز پڑھنے کی اجازت دے دیں حضور نے انہیں اجازت دے دی جب انہوں نے پیٹھ پھیری تو بلا لیا فرمایا کہ کیا تم نماز کی اذان سنتے ہو عرض کیا ہاں فرمایا تو قبول کرو ۵ (مسلم)

۱ یعنی نماز کی جماعت قائم کرا کر خود تحقیقات کے لیے محلے میں جاؤں اس سے معلوم ہوا کہ امام اور سلطان دینی ضرورت کے وقت جماعت چھوڑ سکتا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ تشریف لے جانا تبلیغ کے لیے ہوتا۔ ۲ یعنی بلا عذر، لہٰذا اس سے چھوٹے بچے عورتیں معذور بیمار علیحدہ ہیں۔ یہاں روئے سخن منافقین کی طرف ہے کیونکہ کوئی صحابی بلا وجہ جماعت اور مسجد کی حاضری نہیں چھوڑتے تھے لہٰذا روافض کا یہ کہنا کہ صحابہ فاسق یا تارک جماعت تھے، غلط ہے۔ رب نے ان کے تقویٰ اور جنتی ہونے کی گواہی دی۔ اگر یہاں صحابہ مراد ہوں تو حدیث قرآن کے خلاف ہوگی۔ ۳ اس سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں پر جماعت کی نماز بھی واجب ہے اور مسجد کی حاضری بھی کیونکہ نبوت ختم رسالت عالم سراپا اخلاق تارکین جماعت کے گھر جلانے کا ارادہ فرما رہے ہیں۔ مرقات نے فرمایا کہ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ کسی کو گھر بار جلانے کی سزا دی جائے سوائے تارک جماعت کے کہ سلطان اس کو یہ سزا دے سکتا ہے معلوم ہوا کہ یہ دونوں بڑے اہم ہیں۔ ۴ یعنی ان لوگوں کے نزدیک جماعت اور مسجد کی حاضری دنیا کے معمولی نفع کے برابر بھی نہیں کہ تھوڑے نفع کے لیے جاگ بھی لیں سفر بھی کرلیں مشقتیں بھی اٹھالیں مگر جماعت کے لیے مسجد میں آتے جان نکلتی ہے۔ اس حدیث سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو امام بن کر پیسوں اسامیوں کے لیے تو نمازی ہو جائیں اور امامت سے الگ ہو کر جماعت تو کیا نماز بھی چھوڑ دیں۔ ۵ یعنی مؤذن کے بلاوے کو قبول کرو اور مسجد میں حاضر ہو جاؤ۔ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ جہاں تک اذان کی آواز پہنچے وہاں تک کے لوگوں کو مسجد میں آنا بہت ضروری ہے وہ معذور کے لوگ جہاں تک نہ پہنچیں جو ان کے لیے بھی مسجد آنا بہتر ہے مگر اتنی سختی نہیں۔ اس حدیث کا یہی مطلب ہے۔ لَاصَلٰوةَ لِجَارِ الْمَسْجِدِ

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهُ اَذَّنَ بِالصَّلٰوةِ لَيْلَةٍ ذَاتِ بَرْدٍ وَرِيْحٍ فَقَالَ اَلَا صَلُّوْا فِي الرِّحَالِ ثُمَّ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَاْمُرُ الْمُؤَذِّنَ اِذَا كَانَتْ لَيْلَةٌ ذَاتُ بَرْدٍ وَّمَطَرٍ يَقُوْلُ اَلَا صَلُّوْا فِي الرِّحَالِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۞ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا وُضِعَ عَشَاءُ اَحَدِكُمْ وَاُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَابْدَءُوْا بِالْعَشَاءِ وَلَا يَعْجَلْ حَتّٰى يَفْرُغَ مِنْهُ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يُوْضَعُ لَهُ الطَّعَامُ وَتُقَامُ الصَّلٰوةُ فَلَا يَاْتِيْهَا حَتّٰى يَفْرُغَ مِنْهُ وَاِنَّهُ لَيَسْمَعُ قِرَاءَةَ الْاِمَامِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۞ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّهَا قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا صَلٰوةَ بِحَضْرَةِ الطَّعَامِ وَلَا هُوَ يُدَافِعُهُ الْاَخْبَثَانِ رَوَاهُ

روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ انہوں نے ایک ٹھنڈی اور ہوا والی رات میں نماز کی اذان کہی پھر کہا کہ گھروں میں نماز پڑھ لو پھر فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب ٹھنڈی اور بارش والی رات ہوتی تو مؤذن کو حکم دیتے تھے کہ یوں کہے کہ نماز گھروں میں پڑھ لو[1] (مسلم، بخاری) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کسی کا کھانا سامنے رکھا جائے اور نماز کی تکبیر کہی جائے تو کھانے سے ابتداء کرو اور کھانے سے فارغ ہونے تک جلدی نہ کرے[2] اور حضرت ابن عمر کے سامنے کھانا رکھا جاتا اور نماز کی تکبیر ہوتی تو کھانے سے بغیر فارغ ہوئے نماز کو نہ آتے حالانکہ آپ امام کی قرأت سنتے ہوتے تھے[3] (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ نہ تو کھانے کی موجودگی میں نماز ہوتی ہے نہ اس حالت میں کہ نمازی کو پیشاب پاخانہ دفع کرنے ہوں[4]

اِلَّا فِي الْمَسْجِدِ ۔ دوسرے یہ کہ ہر بیماری عذر نہیں جو جماعت یا مسجد کی حاضری کو معاف کر دے بلکہ وہ بیماری عذر ہے جس سے مسجد میں آنا ناممکن یا سخت مشکل ہو جائے دیکھو نابینا بیمار ہیں، مگر انہیں حاضری کا حکم ہوا۔ بعض روایات میں ہے کہ عتبان ابن مالک نابینا کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نہ آنے کی اجازت دے دی یا تو ان کا گھر دور ہوگا جہاں اذان کی آواز نہ پہنچتی ہوگی یا ان کا راستہ اتنا خراب ہوگا کہ بغیر ساتھی کے مسجد نہ پہنچ سکیں اور ساتھی کوئی ہوگا نہیں لہذا احادیث میں تعارض نہیں اذان کی آواز پہنچنے سے مراد آجکل کے لاؤڈ سپیکر کی آواز نہیں یہ تو دو میل تک پہنچ جاتی ہے بعض علماء نے ان احادیث کی بنا پر جماعت کو فرض عین مانا مگر یہ صحیح نہیں کیونکہ حدیث ظنی ہے۔ [1] ظاہر یہ ہے کہ یہ لفظ اذان کے بعد کہلوایا جاتا تھا نہ کہ دوران اذان اور یہ امر اباحت کا ہے یعنی گھر میں نماز پڑھنے کی اجازت ہے بارش کی رات میں گھر میں نماز پڑھ سکتے ہو اجازت ہے مگر مسجد کی حاضری اور جماعت کی شرکت بہت ثواب کا باعث اسی لیے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم اور مؤذن اور جلیل القدر صحابہ خود تو مسجد میں آجاتے تھے اور اعلان یہ کرتے تھے عزیمت پر عمل ہے اور رخصت کا اعلان [2] یہ حکم اس صورت میں ہے جب بھوک تیز ہو اور نماز کے وقت میں گنجائش ہو امام اعظم فرماتے ہیں کہ میرا کھانا نماز بن جائے یہ اچھا مگر میری نماز کھانا

مُسْلِمٌ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلٰوةُ فَلَا صَلٰوةَ إِلَّا الْمَكْتُوبَةَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اسْتَأْذَنَتِ امْرَأَةُ أَحَدِكُمْ إِلَى الْمَسْجِدِ فَلَا يَمْنَعْهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ زَيْنَبَ امْرَأَةِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَتْ قَالَ لَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا شَهِدَتْ إِحْدَاكُنَّ الْمَسْجِدَ فَلَا تَمَسَّ طِيبًا رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّمَا امْرَأَةٍ أَصَابَتْ بَخُورًا فَلَا تَشْهَدْ مَعَنَا الْعِشَاءَ الْآخِرَةَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

(مسلم) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب نماز کی تکبیر ہو تو سوائے فرض کے اور کوئی نماز نہیں[1] (مسلم) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کسی کی بیوی مسجد آنے کی اجازت مانگے تو اسے منع نہ کرے[2] (مسلم، بخاری) روایت ہے زینب زوجہ عبداللہ ابن مسعود سے فرماتی ہیں کہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی مسجد میں آئے تو خوشبو نہ لگائے[3] (مسلم) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو عورت دھونی کی خوشبو لے وہ ہمارے ساتھ دوسری عشاء میں حاضر نہ ہوا کرے[4] (مسلم)

بن جاتے ہیں لہٰذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں فرمایا گیا کہ کھانے کے لیے نماز مت چھوڑو سکہ یعنی مسجد سے بہت قریب ہوتے حتی کہ قرأت کی آواز ان کے گھروں میں پہنچتی سکہ یہاں کامل نماز کی نفی ہے یعنی جب بھوک کی تیزی یا پیشاب پاخانہ کی حاجت کی وجہ سے نماز میں دل نہ لگے تو نماز کامل نہیں ہوتی، درد وغیرہ تمام عوارض کا یہی حکم ہے حتی کہ اگر دوران نماز سامنے پیش آجائیں تو نماز توڑ دے، بعد فراغت دوبارہ پڑھے۔ سلہ یعنی تکبیر نماز کے بعد جماعت سے متصل دوسری نماز پڑھنا حرام ہے، لہٰذا فجر کی سنتیں اس حالت میں جماعت سے دور ہٹ کر پڑھ سکتا ہے جبکہ جماعت مل جانے کی امید ہو کیونکہ یہ سنتیں بہت اہم ہیں حتی کہ علماء نے فرمایا کہ اگر بڑا مفتی جسے فتووں کا کام بہت رہتا ہو تمام سنتیں چھوڑ سکتا ہے سوائے سنت فجر (مرقاۃ) نیز صاحب ترتیب پہلے قضا نماز پڑھے پھر جماعت ملے سکہ ظاہر یہ ہے کہ یہ حکم اس وقت کے لیے تھا جب عورتوں کو مسجد میں حاضری کی اجازت تھی بعد میں اس کی ممانعت کردی گئی کیونکہ عورتوں میں فساد بہت آگیا اب نئے زمانہ میں عورتوں کو باپردہ مسجدوں میں آنے اور علیحدہ بیٹھنے سے نہ روکا جائے کیونکہ اب عورتیں سینماؤں، بازاروں میں جانے سے تو رکتی نہیں، مسجدوں میں آکر کچھ دین کے احکام سن لیں گی، حضرت عائشہ فرماتی ہیں عورتوں کو مطلقاً گھر سے نکلنے کی ممانعت تھی سکہ کیونکہ خوشبو کا سبب ایسے ہی بھڑکیلا اور خوبصورت بن ٹھن کر آنا ہے، لوگوں کے درمیان نہ چلے سڑک کے کنارے علیحدہ سے چلا جائے سکہ کیونکہ اس وقت اندھیرا ہوتا ہے، فساد کا خطرہ زیادہ ہے، معلوم ہوا کہ اس زمانے میں بھی عورتوں کو نہایت سخت پابندیوں کے ساتھ مسجدوں میں آنے کی

الفصل الثانی ٭ عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تمنعوا نساءکم المساجد وبیوتھن خیر لھن رواہ ابوداؤد ٭ وعن ابن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوۃ المرءۃ فی بیتھا افضل من صلوتھا فی حجرتھا وصلوتھا فی مخدعھا افضل من صلوتھا فی بیتھا رواہ ابوداؤد ٭ وعن ابی ھریرۃ قال انی سمعت حبی ابا القاسم صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا تقبل صلوۃ امرءۃ تطیبت للمسجد حتی تغتسل غسلھا من الجنابۃ رواہ ابوداؤد وروی احمد والنسائی نحوہ ٭ وعن ابی موسی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل عین زانیۃ وان المرءۃ اذا استعطرت فمرت

دوسری فصل ٭ روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اپنی بیویوں کو مسجدوں سے نہ روکو اور ان کے گھر ان کے لیے بہتر ہیں[1] (ابوداؤد) ٭ روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کی نماز اپنے گھر میں صحن میں نماز سے افضل ہے[2] اور اس کی نماز کوٹھری میں گھر میں نماز سے افضل ہے[3] (ابوداؤد) ٭ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے محبوب ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اس عورت کی نماز قبول نہیں جو مسجد کے لیے خوشبو لگائے[4] حتی کہ جنابت کے غسل کی طرح غسل کرے[5] (ابوداؤد) احمد و نسائی نے اس کی مثل ٭ روایت ہے حضرت ابوموسیٰ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہر آنکھ زنا کار ہے[6] اور عورت جب خوشبو لگا کر

اجازت تھی حالانکہ وہ زمانہ خیر تھا دھونی کی خوشبو کپڑے میں نہایت معمولی لگتی ہے مگر اس پر بھی انہیں نکلنے سے منع کیا گیا ٭

۱؎ یعنی اس زمانہ میں بھی عورتوں کے لیے گھر میں ہی نماز افضل قرار دی گئی تھی، اگرچہ مسجدوں میں آنا جائز تھا اس حکم سے حجرہ وغیرہ کا طواف مستثنیٰ تھا (مرقاۃ) ۲؎ یہاں حجرے سے مراد صحن ہے کیونکہ اس کی طرف حجرے کے دروازے ہوتے ہیں اس لیے مجازاً اسے حجرہ کہا گیا ۳؎ مخدع سامان کی کوٹھری کو کہتے ہیں یہ خدع سے بنا بمعنی چھپانا اور بیت صحن کی کوٹھری کو کہتے ہیں حقیقت یہ ہے جتنی چھپ کر رہنا، سامان کی کوٹھری دوسری کوٹھری کے پیچھے ہوتی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ چونکہ عورت کے لیے پردہ بہت اعلیٰ ہے لہٰذا جس قدر پردے میں نماز پڑھے گی اسی قدر بہتر ہوگا ۴؎ اس سے معلوم ہوا کہ عورت کو گھر میں خوشبو لگانا منع نہیں جبکہ وہ اجنبی مردوں تک نہ پہنچے ۵؎ یعنی خوشبو اگر سارے بدن میں ملی ہوئی ہے تو اس قدر مل مل کر نہائے جیسے جنابت میں نہاتی ہے تاکہ خوشبو کا اثر بالکل جاتا رہے تب نماز کو آئے ۶؎ یعنی جو آنکھ بارادہ اجنبی عورت کو دیکھے وہ زانیہ ہے کیونکہ آنکھ کا زنا نظر بد ہے اور یہ بڑے زنا کا ذریعہ ہے ٭

بِالْمَجْلِسِ فَهِيَ كَذَا وَكَذَا يَعْنِي زَانِيَةً رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَلِأَبِي دَاوُدَ وَالنَّسَائِيِّ نَحْوُهُ
وَعَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ صَلّٰى بِنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا الصُّبْحَ
فَلَمَّا سَلَّمَ قَالَ أَشَاهِدٌ فُلَانٌ قَالُوا لَا قَالَ أَشَاهِدٌ فُلَانٌ قَالُوا لَا قَالَ إِنَّ
هَاتَيْنِ الصَّلٰوتَيْنِ أَثْقَلُ الصَّلٰوتِ عَلَى الْمُنَافِقِينَ وَلَوْ تَعْلَمُونَ مَا فِيهِمَا لَأَ
تَيْتُمُوهُمَا وَلَوْ حَبْوًا عَلَى الرُّكَبِ وَإِنَّ الصَّفَّ الْأَوَّلَ عَلٰى مِثْلِ صَفِّ الْمَلٰئِكَةِ
وَلَوْ عَلِمْتُمْ مَا فَضِيلَتُهُ لَابْتَدَرْتُمُوهُ وَإِنَّ صَلٰوةَ الرَّجُلِ مَعَ الرَّجُلِ

مجلس پر گزرے تو وہ ایسی ایسی ہے یعنی زانیہ ہے ۱؎ (ترمذی) ابوداؤد اور نسائی کی روایت اسی طرح ہے
روایت ہے حضرت ابی ابن کعب سے فرماتے ہیں ایک دن ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز
پڑھائی پھر جب سلام پھیرا تو فرمایا کیا فلاں حاضر ہے لوگوں نے عرض کیا نہیں فرمایا کیا فلاں حاضر ہے لوگوں نے
عرض کیا نہیں ۲؎ فرمایا یہ دونوں نمازیں منافقوں پر دوسری نمازوں سے بھاری ہیں ۳؎ اور اگر تم جانتے کہ ان میں کیا
ثواب ہے تو گھٹنوں پر گھسٹتے ہوئے بھی ان میں پہنچتے ۴؎ اور پہلی صف فرشتوں کی صف کی طرح ہے ۵؎ اور اگر جانتے
کہ اس کی بزرگی کیا ہے تو اس میں جلدی کرتے اور مرد کی نماز ایک مرد کے ساتھ

۱؎ کیونکہ وہ اس خوشبو کے ذریعہ لوگوں کو اپنی طرف مائل کرتی ہے چونکہ اسلام نے زنا کو حرام کیا اس لیے زنا کے اسباب سے روکا چوروں سے بچنے کے لیے پہرے بٹھائے جاتے ہیں، بخار روکنے کے لیے زکام دفع کیا جاتا ہے۔ فی زمانہ چونکہ زنا عیب نہیں سمجھا جاتا ہے اس لیے اسباب زنا بھی شائع ہیں ۱۲ ۲؎ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ سلطان کا اپنی رعایا کی، شیخ کا مریدین کی استاذ کا شاگردوں کی حاکم کا ماتحتوں کی نگرانی کرنا سنت ہے۔ دوسرے یہ کہ بعض مدرسوں میں طلباء کی مدرسہ اور نماز میں حاضری لی جاتی ہے اس کی اصل یہ حدیث ہے، تیسرے یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ پوچھنا اپنی بے علمی کی وجہ سے نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو علی الاعلان فرمایا تھا کہ فلاں باغ میں ایک عورت ہے اس کے پاس ایک خط ہے وہ لے آؤ، یا اس پہاڑ کے پیچھے ایک حبشی پانی لے کر جا رہا ہے، اسے پکڑ لاؤ، یا ان دو قبروں میں چغل خور اور چھپا ہوا مدفون ہیں جو فلاں فلاں گناہ کرتے تھے اس لیے وہ عذاب میں گرفتار ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ سے کوئی شے مخفی نہیں، یہ تحقیقات حاضرین کو تنبیہ کرنے اور غائبین کو حاضر کرنے کے لیے ہے تاکہ کوئی جماعت سے غیر حاضر نہ رہے ۱۲ ۳؎ فجر و عشاء کی نمازیں خصوصًا جماعت کے ساتھ جس سے معلوم ہوا کہ یہاں روئے سخن منافقوں کی طرف ہے کوئی صحابی بغیر سخت مجبوری جماعت سے غیر حاضر نہ ہوتے تھے۔ خیال رہے کہ منافقین بظاہر کلمہ گو تھے اس وجہ سے شرعی احکام جاری ہوتے تھے اسی لیے انہیں جماعت وغیرہ چھوڑنے پر ملامت کی جاتی تھی جیسے کہ قرآن شریف میں ان پر جہاد میں شرکت نہ کرنے پر سخت عتاب فرمایا گیا لہٰذا حدیث پر اعتراض نہیں کہ منافق تو بے دین تھے ان پر نماز فرض ہی کب تھی ۴؎ یہاں خطاب قیامت تک کے مسلمانوں سے ہے نہ کہ صحابہ سے صحابہ تو اس ثواب کو جانتے تھے اور بیماری کی حالت میں دو شخصوں کے کندھے کے سہارے مسجد میں پہنچتے تھے جیسا کہ ابھی گزر چکا ہے ۵؎ اللہ سے قریب ہونے اور شیطان سے دور ہونے میں۔ مگر یہ مردوں کے لیے ہے۔

أَزْكٰى مِنْ صَلٰوتِهٖ وَحْدَهٗ وَصَلٰوتُهٗ مَعَ الرَّجُلَيْنِ أَزْكٰى مِنْ صَلٰوتِهٖ مَعَ الرَّجُلِ وَمَا كَثُرَ فَهُوَ أَحَبُّ إِلَى اللّٰهِ رَوَاهُ أَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ ؀ وَعَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ ثَلٰثَةٍ فِيْ قَرْيَةٍ وَلَا بَدْوٍ لَا تُقَامُ فِيْهِمُ الصَّلٰوةُ إِلَّا قَدِ اسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَعَلَيْكَ بِالْجَمَاعَةِ فَإِنَّمَا يَأْكُلُ الذِّئْبُ الْقَاصِيَةَ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ ؀ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَمِعَ الْمُنَادِيَ فَلَمْ يَمْنَعْهُ مِنِ اتِّبَاعِهٖ عُذْرٌ قَالُوْا وَمَا الْعُذْرُ قَالَ خَوْفٌ أَوْ مَرَضٌ لَمْ تُقْبَلْ مِنْهُ الصَّلٰوةُ الَّتِيْ صَلّٰى رَوَاهُ أَبُوْدَاوٗدَ وَ

اکیلے نماز سے بہتر ہے اور دو مردوں کے ساتھ نماز ایک مرد کے ساتھ کی نماز سے بہتر ہے جس قدر لوگ زیادہ ہوں اسی قدر خدا کو پیارے ہیں[1] (ابوداؤد، نسائی) روایت ہے حضرت ابودرداء سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس بستی یا جنگل میں تین آدمی ہوں اور ان میں نماز کی جماعت نہ کی جائے تو ان پر شیطان غالب آجاتا ہے[2] تم پر جماعت لازم ہے بھیڑیا دور والے جانور ہی کو کھاتا ہے[3] (احمد، ابوداؤد، نسائی) اور روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو مؤذن کی اذان سنے اور اس کی اطاعت سے کوئی عذر منع نہ کرے لوگوں نے کہا عذر کیا ہے فرمایا ڈر یا بیماری تو اس کی وہ نماز قبول نہ ہوگی جو گھر میں پڑھے[4] (ابوداؤد)

عورتوں کی صف آخری افضل کیونکہ مردوں سے دور ہوتی ہے اب مسجد نبوی شریف میں جو صف حجرۂ مطہرہ سے زیادہ قریب ہوگی افضل ہوگی۔ اس سے معلوم ہوا کہ اچھوں سے قرب بھی اچھا کیونکہ پہلی صف امام کے قریب کہ دوسرے سے افضل ہے۔ [1] اس حدیث نے ان تمام احادیث کی شرح کر دی جن میں مساجد اور جماعت کے ثواب مختلف ہیں۔ جتنی بڑی جماعت اتنا بڑا ثواب، اس سے معلوم ہوا کہ ایک اور اگرچہ حقیقۃً جماعت نہیں مگر حکماً جماعت ہیں دو آدمی بھی الگ الگ نماز پڑھیں ہمارے بعض علماء فرماتے ہیں کہ محلے کی مسجد سے جامع افضل ان کی دلیل یہ حدیث ہے مگر شرط یہ ہے کہ محلے کی مسجد ویران نہ ہو جائے [2] کہ انہیں دوسرے ذکر و افکار سے بھی روک دیتا ہے معلوم ہوا کہ نماز چھوڑنا شیطان کا اثر ہے [3] کیونکہ وہ چرواہے کی نگاہ سے دور ہوجاتا ہے ایسے ہی جماعت کا تارک جناب مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ کرم سے محروم ہوجاتا ہے [4] ڈر سے مراد دشمن یا موذی جانور کا خوف ہے جو گھر یا مسجد کے درمیان حائل ہو مرض سے مراد وہ بیماری ہے جو مسجد میں آنے سے روکے، ان دونوں حالتوں میں گھر میں نماز پڑھ لینے کی اجازت ہے لیکن اگر کوئی ان صورتوں میں بھی بتکلف مسجد میں پہنچ جائے تو ثواب پائے گا جیسا کہ اگلی روایتوں میں آرہا ہے کہ صحابہ کبار سخت بیماری میں بھی دو مردوں کے کندھوں پر مسجد میں آتے تھے یہ عزیمت پر عمل تھا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تارک جماعت کی نماز شرعاً جائز ہوگی اگرچہ عند اللہ قبول نہ ہو نماز جمعہ و عیدین اکیلے جائز ہی نہیں ان کے لیے جماعت شرط جواز ہے۔

الدارقطنی۔ وعن عبد الله بن ارقم قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول اذا اقيمت الصلوة ووجد احدكم الخلاء فليبدأ بالخلاء رواه الترمذی وروی مالك وابوداؤد والنسائی نحوه۔ وعن ثوبان قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ثلث لا يحل لاحد ان يفعلهن لا يؤمن رجل قوما فيخص نفسه بالدعاء دونهم فان فعل ذلك فقد خانهم ولا ينظر فی قعر بيت قبل ان يستأذن فان فعل ذلك فقد خانهم ولا يصلی وهو حقن حتى يتخفف رواه ابوداؤد وللترمذی نحوه۔ وعن جابر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تؤخروا الصلوة لطعام ولا لغيره رواه

اور دارقطنی نے روایت کی روایت ہے حضرت عبداللہ ابن ارقم سے[1] فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جب نماز کی تکبیر ہو اور تم میں سے کوئی پاخانے کی حاجت پائے تو پہلے پاخانے جائے[2] (ترمذی) مالک اور ابوداؤد و نسائی نے اس کی مثل روایت کی۔ روایت ہے حضرت ثوبان سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تین کام کسی کو حلال نہیں ایسا شخص قوم کی امامت ہرگز نہ کرے کہ دعا میں اپنے آپ کو خاص کرے انہیں چھوڑ کر[3] اگر ایسا کیا تو ان کی خیانت کی اور نہ اجازت لینے سے پہلے کسی کے گھر میں جھانکے اگر ایسا کیا تو ان کی خیانت کی[4] اور پیشاب پاخانہ سے بھاری آدمی نماز نہ پڑھے حتی کہ ہلکا ہوجائے (ابوداؤد) ترمذی نے اس کی مثل روایت کی۔ روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نماز کھانے وغیرہ کی وجہ سے دیر نہ لگاؤ[5]

[1] آپ مشہور صحابی ہیں فتح مکہ کے سال ایمان لائے، کاتب وحی ہیں، حضرت صدیق و فاروق کے کاتب، عثمان غنی کے بیت المال کے منتظم تھے مگر اجرت کبھی نہ لی۔ [2] تاکہ نماز اطمینان سے ادا ہو۔ معلوم ہوا کہ یہ عذر بھی ترک جماعت کو مباح کردیتا ہے بلکہ اگر دوران نماز یہ حاجت پیش آجائے تو نماز توڑنا ضروری ہے۔ [3] یعنی نماز کے بعد صرف اپنے لئے دعا کرے یا اس طرح کہ صاف کہے کہ خدایا مجھ پر رحم کر اور کسی پر نہیں یا اس طرح کہ ساری دعاؤں میں واحد متکلم کا صیغہ استعمال کرے کوئی صیغہ جمع کا نہ بولے، امام کیلئے یہ دونوں کام سخت منع ہیں۔ ہاں اگر بعض دعائیں جمع کے صیغہ سے آگئے اور بعض واحد کے صیغہ سے تو مضائقہ نہیں ہے۔ لہذا اگر ایک دعا بھی جمع کے صیغہ سے آگئی باقی واحد کے صیغوں سے تو حرج نہیں چنانچہ امام یہ دعا مانگ سکتا ہے اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ یا یہ دعا اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ حُبَّكَ الخ کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعائیں سکھائی ہیں اور منقول دعاؤں میں الفاظ کی پابندی ہوتی ہے۔ خیال رہے کہ امام ساری قوم کی نماز اور دعاؤں کا امین ہے اس لیے ایسے امام کو خائن کہا گیا۔ [4] گھر سے مراد وہ گھر ہیں خواہ اس میں آدمی بستے ہوں یا کسی کا سامان موجود ہو۔ [5] اس کے تین مطلب ہوتے ہیں۔ ایک یہ کہ کھانے کی تیاری کے انتظار میں نماز کو دیر سے کرو دوسرے یہ کہ کھانے کی وجہ

فِي شَرْحِ السُّنَّةِ ۔ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ ۔ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ لَقَدْ رَاَيْتُنَا وَمَا يَتَخَلَّفُ عَنِ الصَّلٰوةِ اِلَّا مُنَافِقٌ قَدْ عُلِمَ نِفَاقُهٗ اَوْ مَرِيْضٌ اِنْ كَانَ الْمَرِيْضُ لَيَمْشِيْ بَيْنَ رَجُلَيْنِ حَتّٰى يَاْتِيَ الصَّلٰوةَ وَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَّمَنَا سُنَنَ الْهُدٰى وَاِنَّ مِنْ سُنَنِ الْهُدٰى الصَّلٰوةَ فِي الْمَسْجِدِ الَّذِيْ يُؤَذَّنُ فِيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ مَنْ سَرَّهٗ اَنْ يَلْقَى اللهَ غَدًا مُسْلِمًا فَلْيُحَافِظْ عَلٰى هٰؤُلَاءِ الصَّلَوٰتِ الْخَمْسِ حَيْثُ يُنَادٰى بِهِنَّ فَاِنَّ اللهَ شَرَعَ لِنَبِيِّكُمْ سُنَنَ الْهُدٰى وَاِنَّهُنَّ مِنْ سُنَنِ الْهُدٰى وَلَوْ اَنَّكُمْ صَلَّيْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ كَمَا يُصَلِّيْ هٰذَا

(شرح سنہ) تیسری فصل ۔ روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں کہ ہم نے اپنے صحابہ کو اس طرح دیکھا ہے کہ نماز کے پیچھے نہیں رہتا تھا مگر وہ منافق جس کا نفاق معلوم ہو یا بیمار۱ بیمار بھی دو شخصوں کے درمیان چلتا ہے کہ نماز میں آجاتا۲ آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سنت ہدیٰ سکھائیں اور سنت ہدیٰ میں سے اس مسجد میں نماز پڑھنا بھی ہے جس میں اذان ہو۳ اور ایک روایت میں ہے کہ جس کو یہ پسند ہو کہ کل اللہ سے مسلمان ہو کر ملے تو وہاں پانچ نمازوں پر پابندی کرے جہاں اذان دی جاتی ہے۴ کیونکہ اللہ نے تمہارے نبی کے لیے سنت ہدیٰ مشروع کیں اور یہ نمازیں بھی سنت ہدیٰ سے ہیں۵ اور اگر تم اپنے گھروں میں نماز پڑھ لیا

سے قضا نہ کر دو لہذا اگر کھانا سامنے ہو مگر نماز کا وقت جلد جا رہا ہو تو نماز پہلے پڑھو تیسرے یہ کہ یہ حکم اس کے لیے ہے جسے بھوک زیادہ ہو اور نماز میں کھانے کا دھیان رہے۔ لہذا یہ حدیث گزشتہ حدیث کے خلاف نہیں۔ جہاں فرمایا گیا کہ جب کھانا اور نماز حاضر ہوں تو پہلے کھانا کھاؤ۔

۱ اس حدیث نے گزشتہ باب کی احادیث کو واضح کر دیا کہ وہاں خطاب منافقوں سے تھا کیونکہ صحابہ کبھی نہ چھوڑتے تھے ۲ مریض سے مراد وہ ہیں جو کسی طرح مسجد میں نہ پہنچ سکتے نہ چل کر نہ کسی کے کندھوں پر جیسا کہ اگلی عبارت سے معلوم ہو رہا ہے ۳ یہ صحابہ کا عزیمت پر عمل ہے کہ جن میں خود چلنے کی طاقت نہ ہوتی تو دو آدمیوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر اس طرح مسجد میں آتے کہ پاؤں زمین پر گھسٹتے ہوتے جیسا کہ بعض احادیث میں صراحۃً آیا ورنہ ایسی حالت میں رخصت یہ ہے کہ گھر پڑھ لے سبحان اللہ ۴ جو کام حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے عادت کریمہ کے طور پر کئے وہ سنت زوائد ہیں جیسے بالوں میں کنگھی کرنا، کدو رغبت سے کھانا اور جو کام عبادۃً کئے وہ سنت ہدیٰ ہیں۔ سنت ہدیٰ کی دو قسمیں ہیں، مؤکدہ اور غیر مؤکدہ۔ جو کام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیشہ کئے وہ مؤکدہ ہیں اور اگر ان کا حکم بھی دیا وہ واجب، اور جو کام کبھی کبھی کئے وہ غیر مؤکدہ ہیں۔ لہذا جماعت کی نماز اور مسجد میں حاضری، حق یہ ہے کہ دونوں واجب ہیں ۵ یعنی جہاں جماعت ہوتی ہے۔ کیونکہ اذان جماعت ہی کے لیے ہوا کرتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسجد اور جماعت کی پابندی کرنے والے کو ان شاء اللہ ایمان و تقویٰ پر خاتمہ نصیب ہوگا، یہ حدیث ان کے لئے بڑی بشارت ہے ۶ یعنی پنجگانہ نمازیں مسجد میں با جماعت سنت ہدیٰ میں سے ہیں۔

الْمُتَخَلِّفُ فِي بَيْتِهِ لَتَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ وَلَوْ تَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ لَضَلَلْتُمْ وَمَا مِنْ رَجُلٍ يَتَطَهَّرُ فَيُحْسِنُ الطُّهُورَ ثُمَّ يَعْمِدُ إِلَى مَسْجِدٍ مِنْ هَذِهِ الْمَسَاجِدِ إِلَّا كَتَبَ اللهُ لَهُ بِكُلِّ خُطْوَةٍ يَخْطُوهَا حَسَنَةً وَرَفَعَهُ بِهَا دَرَجَةً وَحَطَّ عَنْهُ بِهَا سَيِّئَةً وَلَقَدْ رَأَيْتُنَا وَمَا يَتَخَلَّفُ عَنْهَا إِلَّا مُنَافِقٌ مَعْلُومُ النِّفَاقِ وَلَقَدْ كَانَ الرَّجُلُ يُؤْتَى بِهِ يُهَادَى بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ حَتَّى يُقَامَ فِي الصَّفِّ رَوَاهُ مُسْلِمٌ. وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْلَا مَا فِي الْبُيُوتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالذُّرِّيَّةِ أَقَمْتُ صَلَاةَ الْعِشَاءِ وَأَمَرْتُ فِتْيَانِي يُحْرِقُونَ مَا فِي الْبُيُوتِ بِالنَّارِ رَوَاهُ أَحْمَدُ۔

کہ یہ پیچھے رہنے والے گھر میں پڑھ لیتے ہیں تو تم اپنے نبی کی سنت چھوڑ دو گے اور اگر اپنے نبی کی سنت چھوڑ دو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے ؎۱ ایسا کوئی شخص نہیں جو خوب طہارت کرے پھر ان مسجدوں میں سے کسی مسجد کا ارادہ کرے مگر اللہ اس کے لیے ہر قدم کے عوض جو ڈالتا ہے ایک نیکی لکھتا ہے اور ایک درجہ بلند کرتا ہے اور ایک گناہ معاف کرتا ہے ؎۲ ہم نے اپنی جماعت کو دیکھا کہ نماز سے وہ منافق ہی پیچھے رہتا تھا جس کا نفاق معلوم ہو بعض آدمیوں کو دو شخصوں کے درمیان لایا جاتا تھا حتی کہ صف میں کھڑا کیا جاتا ؎۳ (مسلم) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ فرمایا اگر گھروں میں عورتیں بچے نہ ہوتے تو میں نماز عشاء قائم کرتا اور اپنے جوانوں کو حکم دیتا کہ وہ گھروں کی چیزوں کو آگ سے جلا دیں ؎۴ (احمد)

؎۱ مرقات وغیرہ نے فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر تم گھروں میں با جماعت بھی نماز پڑھ لو تب بھی حاضری مسجد کی سنت کے تارک ہو۔ هٰذَا الْمُتَخَلِّفُ میں کسی خاص منافق کی طرف اشارہ ہے جو تارک جماعت تھا۔ خیال رہے کہ جماعت کا

ہے۔ نے یہاں سنت فرمایا اس لیے ہے کہ سنت سے ثابت ہے۔

؎۲ یہ خوشخبریاں اس کے لیے ہیں جو گھر سے وضو کر کے مسجد کو جائے اور بہتر یہ ہے کہ درود شریف پڑھتا یا کوئی اور ذکر کرتا ہوا جائے جیسا کہ باب المساجد میں عرض کیا جا چکا ہے۔ ؎۳ اس کی شرح پہلے گزر گئی صحابہ یہ عمل کیوں نہ کرتے تھے انہوں نے اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت بیماری کی حالت میں بھی اسی طرح مسجد میں آتے دیکھا تھا۔ خیال رہے کہ عاشق کو محبوب کی ہر ادا پیاری ہوتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مومنوں کے پیارے ہیں، اور جماعت کی نماز، مسجد کی حاضری، مسواک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پیاری۔ مومن کی پہچان یہ ہے کہ اسے یہ چیزیں پیاری ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے آخری کام مسواک کیا کہ مسواک کر کے جان جان آفریں کے سپرد کی صلی اللہ علیہ وسلم و بارک وسلم ؎۴ اس طرح کہ مسجد میں نہ آنے والوں کے گھروں میں آگ لگا دیں اس کی شرح پہلے گزر چکی۔ خیال رہے کہ اگر ایسا واقعہ ہو تو بھی نوجوانوں کو سرکار عالی صلی اللہ علیہ وسلم آگ لگانے بھیجتے ان پر نماز معاف ہوتی کیونکہ نجات تو حکم عالی کی اطاعت میں ہے۔ جماعت کا حکم دیں تو جماعت واجب، اگر جماعت چھوڑنے کا حکم دیں تو چھوڑنا واجب

وَعَنْهُ قَالَ اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كُنْتُمْ فِي الْمَسْجِدِ فَنُوْدِيَ بِالصَّلٰوةِ فَلَا يَخْرُجْ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يُصَلِّيَ رَوَاهُ اَحْمَدُ ۞ وَعَنْ اَبِي الشَّعْثَاءِ قَالَ خَرَجَ رَجُلٌ مِّنَ الْمَسْجِدِ بَعْدَ مَا اُذِّنَ فِيْهِ فَقَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ اَمَّا هٰذَا فَقَدْ عَصٰى اَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۞ وَعَنْ عُثْمَانَ ابْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَدْرَكَهُ الْاَذَانُ فِي الْمَسْجِدِ ثُمَّ خَرَجَ لَمْ يَخْرُجْ لِحَاجَةٍ وَهُوَ لَا يُرِيْدُ الرَّجْعَةَ فَهُوَ مُنَافِقٌ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ ۞ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ سَمِعَ النِّدَاءَ

روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں کہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ جب تم مسجد میں ہو اور نماز کی اذان دی جائے تو تم میں سے کوئی نماز پڑھے بغیر نہ نکلے [1] (احمد) روایت ہے حضرت ابوشعثاء سے فرماتے ہیں کہ ایک شخص اذان کے بعد مسجد سے نکل گیا تو حضرت ابوہریرہ نے فرمایا کہ اس شخص نے ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی [2] (مسلم) روایت ہے حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو اذان مسجد میں پائے پھر وہ نکل جائے نہ نکلا ہو کسی کام کیلئے نہ وہ لوٹنے کا ارادہ کرتا ہو وہ منافق ہے [3] (ابن ماجہ) روایت ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں جو اذان سنے۔

ختم رب کی اگر وہ ترک نماز سے راضی ہیں، تو ترک نماز عبادت ہے۔ اور اگر کسی کی نماز سے ناراض ہیں تو اس کے لیے وہ نماز حرام۔ مولینا فرماتے ہیں۔ شعر

ہرچہ گیرد علتی علت شود ۔ کفر گیرد ملتے ملت شود!!

اس کی نہایت نفیس اور لذیذ تحقیق ہماری کتاب سلطنت مصطفیٰ میں دیکھو۔

[1] اس کی شرح آئندہ حدیث میں آرہی ہے۔ یہ حکم اس کے لیے ہے جس نے ابھی نماز نہ پڑھی ہو اور بلا عذر مسجد سے جانے کا ارادہ ہو، لہٰذا جو نماز پہلے ہی پڑھ چکا ہے پھر اذان ہوئی وہ مسجد سے جا سکتا ہے ایسے ہی اذان کے بعد استنجا وغیرہ کرنے پھر لوٹنے کے ارادے سے جا سکتا ہے ایسے ہی اگر یہ دوسری مسجد کا امام یا جماعت کا منتظم ہو [2] کہ اسے مسجد میں ٹھہرنا اور جماعت میں شریک ہونا چاہیے تھا۔ یہاں یہ شخص ان عذروں کے بغیر گیا ہوگا جو پہلے عرض کیے گئے، اس لیے آپ نے یہ فرمایا [3] یہ حدیث گزشتہ حدیث کی شرح ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہاں بھی یہی مراد تھا جو بلا ضرورت جائے اور واپسی کا ارادہ نہ ہو اور دوسری جگہ امامت بھی حاجت میں داخل ہے اسی طرح ریل کا وقت ہونا یا ایسی ہی اور ضروری حاجت اس میں شامل ہے۔ یہاں منافق سے مراد منافق عملی ہے، یعنی ایسا شخص منافقوں کے سے کام کرتا ہے۔

فَلَمْ يُجِبْهُ فَلَا صَلٰوةَ لَهٗ اِلَّا مِنْ عُذْرٍ رَوَاهُ الدَّارُقُطْنِيُّ ۔ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اُمِّ مَكْتُوْمٍ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ الْمَدِيْنَةَ كَثِيْرَةُ الْهَوَامِّ وَالسِّبَاعِ وَاَنَا ضَرِيْرُ الْبَصَرِ فَهَلْ تَجِدُ لِيْ مِنْ رُخْصَةٍ قَالَ هَلْ تَسْمَعُ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَحَيَّ هَلًا وَلَمْ يُرَخِّصْ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ ۔ وَعَنْ اُمِّ الدَّرْدَاءِ قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ اَبُو الدَّرْدَاءِ وَهُوَ مُغْضَبٌ فَقُلْتُ مَا اَغْضَبَكَ قَالَ وَاللّٰهِ مَا اَعْرِفُ مِنْ اَمْرِ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا اِلَّا اَنَّهُمْ

پھر اسے بلا عذر قبول نہ کرے تو اس کی نماز نہیں [1] (دارقطنی) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم سے انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ مدینہ بہت کیڑوں اور درندوں والا ہے [2] اور میں نابینا ہوں تو کیا آپ میرے لیے اجازت پاتے ہیں [3] فرمایا کیا تم حی علی الصلوۃ، حی علی الفلاح سنتے ہو [4] عرض کیا ہاں فرمایا آؤ اور انہیں اجازت نہ دی [5] (ابوداؤد، نسائی) روایت ہے حضرت ام درداء سے فرماتی ہیں ایک بار میرے پاس ابودرداء غصے میں آئے میں نے کہا آپ کو کس چیز نے غصہ دلایا فرمایا اللہ کی قسم میں محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے کاموں میں سے صرف یہ پاتا ہوں کہ وہ

[1] یعنی اس کی نماز مقبول نہیں یا کامل نہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسجد کی حاضری وہاں تک کے لوگوں پر واجب ہے جہاں تک لوگوں کی آواز پہنچے اس کے ماسوا جگہ سے مسجد میں آنا بھی بڑی اعلیٰ عبادت ہے۔ صحابہ کرام قبا شریف سے جو کہ مدینہ سے تین میل دور ہے۔ مسجد نبوی میں نماز کے لیے حاضر ہوا کرتے تھے۔ خیال رہے کہ یہ احکام جب ہیں، جب وہاں کا امام بدمذہب نہ ہو ورنہ شعیل جلالیوں دیوبندیوں وغیرہم کی اذان کا یہ حکم نہیں، دیکھو مسجد ضرار کا حکم کیا ہوا۔ [2] خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے مدینہ منورہ وباؤں اور بیماریوں کا گھر تھا آپ کے قدم پاک نے وہاں سے وباؤں کو نکال کر وہاں کی مٹی کو بھی شفا بنا دیا فرماتے ہیں تُرْبَةُ اَرْضِنَا يَشْفِيْ سَقِيْمَنَا۔ ہمارے مدینہ کی مٹی بیماروں کو شفا دیتی ہے لیکن اولاً کچھ سانپ اور بھیڑیئے وغیرہ تھے بعد میں اللہ نے ان چیزوں سے زمین مدینہ کو قریباً صاف کر دیا۔ یعنی یثرب کو طیبہ بنا دیا، چنانچہ فقیر نے وہاں دیکھا کہ دیوانے کتے بھیڑیئے سانپ قریباً نہیں البتہ بچھو دیکھے جاتے ہیں۔ یہ اس وقت کا واقعہ ہے۔ جب وہاں یہ موذی چیزیں موجود تھیں [3] اس بات کی میں ان عذروں کی وجہ سے مسجد میں حاضر نہ ہوا کروں اور گھر میں نماز پڑھ لیا کروں [4] اس سے مراد پوری اذان ہے مگر نماز کے بلاوے کے یہ دو ہی لفظ ہیں، اس لیے ان کا ذکر خصوصیت سے فرمایا (مرقاۃ) [5] کیونکہ ان کے پاس کوئی لانے والا موجود تھا اور گھر بھی ان کا مسجد سے قریب تھا جس نابینا کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کی حاضری معاف فرمائی ہے ان کے پاس کوئی لانے والا نہ تھا لہذا احادیث میں تعارض نہیں، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسجد سے قریب رہنے والے نابینا پر بھی مسجد کی حاضری معاف نہیں، افسوس ان لوگوں پر جو بلا عذر مسجد میں نہ آئیں۔

يُصَلُّوْنَ جَمِيْعًا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ، وَعَنْ اَبِيْ بَكْرِ بْنِ سُلَيْمَانَ بْنِ اَبِيْ حَثْمَةَ قَالَ اِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ فَقَدَ سُلَيْمَانَ بْنَ اَبِيْ حَثْمَةَ فِيْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ وَاَنَّ عُمَرَ غَدَا اِلَى السُّوْقِ وَمَسْكَنُ سُلَيْمَانَ بَيْنَ الْمَسْجِدِ وَالسُّوْقِ فَمَرَّ عَلَى الشِّفَاءِ اُمِّ سُلَيْمَانَ فَقَالَ لَهَا لَمْ اَرَ سُلَيْمَانَ فِي الصُّبْحِ فَقَالَتْ اِنَّهُ بَاتَ يُصَلِّيْ فَغَلَبَتْهُ عَيْنَاهُ فَقَالَ عُمَرُ لَاَنْ اَشْهَدَ صَلٰوةَ الصُّبْحِ فِيْ جَمَاعَةٍ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ اَنْ اَقُوْمَ لَيْلَةً رَوَاهُ مَالِكٌ

نماز جماعت سے پڑھ لیتے ہیں۱ (بخاری) روایت ہے حضرت ابوبکر ابن سلیمان ابن ابی حثمہ سے فرماتے ہیں کہ حضرت عمر ابن خطاب نے صبح کی نماز میں سلیمان ابن ابی حثمہ کو نہ پایا۲ پھر جناب عمر بازار تشریف لے گئے سلیمان کا گھر مسجد اور بازار کے درمیان تھا تو آپ سلیمان کی والدہ شفاء پر گزرے۳ ان سے فرمایا کہ میں نے سلیمان کو فجر میں نہ پایا۴ وہ بولیں کہ وہ تمام رات نماز پڑھتے رہے پھر ان کی آنکھ لگ گئی تو حضرت عمر نے فرمایا کہ میرا فجر کی جماعت میں حاضر ہو جانا تمام رات کھڑے رہنے سے مجھے زیادہ پیارا ہے۵ (مالک)

۱ ام الدرداء حضرت ابوالدرداء کی بیوی ہیں ان کا نام خیرہ ہے۔ ابوالدرداء نے اپنے شہر والوں کی ان سے شکایت کی اسی شہر والوں نے مسلمانوں کے سارے کام چھوڑ دیئے یا بدل دیئے صرف نماز با جماعت باقی تھی اب اس میں بھی سستی کرنے لگے۔ خیال رہے کہ حضرت ابوالدرداء بڑے عابد تارک الدنیا روزہ دار شب بیدار صحابی تھے حتی کہ ام الدرداء نے بناؤ سنگار چھوڑ دیا تھا حضرت سلمان فارسی کے پوچھنے پر کہا کہ میں سنگار کس لیے کروں میرے خاوند کو عبادت سے فرصت ہی نہیں جو میری طرف توجہ کریں۔ آپ چاہتے تھے کہ سارے مسلمان مجھ جیسے عابد و زاہد ہوں۔ جس شہر میں آپ تھے وہاں کے باشندے اس درجہ کے زاہد نہ تھے اسکی آپ شکایت کر رہے ہیں کہ یہ لوگ نہ راتوں کو جاگتے ہیں نہ اشراق وغیرہ کی پابندی کرتے ہیں ہاں جماعت کے پابند ہیں تو اس میں بھی کمی کرنے لگے اسکا یہ مطلب نہیں کہ صحابہ دین کی ساری باتیں چھوڑ چکے تھے جیسا کہ روافض نے اس حدیث سے سمجھا وہ زمانہ تو خیر القرون میں سے تھا اس کی بہتری کی گواہی قرآن و حدیث دے رہے ہیں ۲ سلیمان مشہور تابعی ہیں قرشی ہیں عدوی ہیں اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر فاروق بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح حاضرین مسجد کی تحقیق فرماتے تھے کہ کون نماز میں آیا اور کون نہیں ۳ کہ کیا وہ بیمار ہیں یا کہیں سفر میں چلے گئے ہیں کیونکہ اس زمانہ میں کسی مسلمان کا جماعت میں نہ آنا اس کی بیماری یا سفر کی دلیل ہوتی تھی۔ خیال رہے کہ حضرت شفاء کا نام لیلیٰ بنت عبداللہ تھا شفاء لقب آپ مہاجرین اولین میں سے تھیں بہت سے غزوات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہیں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر میں دوپہر کو آرام فرمایا کرتے تھے ۴ کیونکہ جماعت خصوصاً فجر کی نماز جماعت اہم واجب ہے اور رات کی عبادت تہجد وغیرہ نفل، نفل کی وجہ سے واجب نہیں چھوڑنا چاہیئے مسلم شریف میں ہے کہ جو عشاء جماعت سے پڑھے اس نے گویا آدھی رات عبادت کی اور جو فجر جماعت سے پڑھے اس نے گویا تمام رات عبادت کی اور ترمذی میں ہے کہ جو فجر و عشاء جماعت سے پڑھے اس نے گویا تمام رات عبادت کی ترمذی کی روایت پہلی آیت کی تفسیر ہے اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ اگر تہجد کی وجہ سے فجر کی جماعت جائے تو تہجد چھوڑ دے

وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی الْاَشْعَرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِثْنَانِ فَمَا فَوْقَهُمَا جَمَاعَةٌ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَعَنْ بِلَالِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تَمْنَعُوا النِّسَآءَ حُظُوْظَهُنَّ مِنَ الْمَسَاجِدِ اِذَا اسْتَاْذَنَّكُمْ فَقَالَ بِلَالٌ وَاللّٰهِ لَنَمْنَعُهُنَّ فَقَالَ لَهٗ عَبْدُ اللّٰهِ اَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَتَقُوْلُ اَنْتَ لَنَمْنَعُهُنَّ وَفِیْ رِوَایَةِ سَالِمٍ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ فَاَقْبَلَ عَلَیْهِ عَبْدُ اللّٰهِ فَسَبَّهٗ سَبًّا مَا سَمِعْتُ سَبَّهٗ مِثْلَهٗ قَطُّ وَقَالَ اُخْبِرُكَ عَنْ رَسُوْلِ

روایت ہے حضرت ابوموسیٰ اشعری سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دو اور دو سے زیادہ جماعت ہیں [1] (ابن ماجہ) روایت ہے حضرت بلال ابن عبداللہ ابن عمر سے [2] وہ اپنے والد سے راوی فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ عورتوں کو ان کے مسجدوں کے حصوں سے نہ روکو جب تم سے اجازت مانگیں [3] تو بلال بولے کہ خدا کی قسم ہم تو روکیں گے [4] تب ان سے حضرت عبداللہ نے کہا میں تو کہتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور تم کہتے ہو کہ ہم ان کو روکیں گے اور سالم کی روایت میں اپنے والد سے [5] یوں ہے کہ فرمایا جب عبداللہ ان پر متوجہ ہوئے اور انہیں ایسی گالی دی کہ ایسی گالی دیتے انہیں کبھی نہ سنا تھا [6] اور فرمایا کہ میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ

[1] یعنی اگر کہیں دو مسلمان بھی ہوں تو ایک امام ہو جائے اور ایک مقتدی، جماعت کا ثواب پائیں گے کیونکہ یہ حکماً جماعت ہے یا یہ مطلب ہے کہ اگر امام کے سوا دو آدمی ہوں تو امام آگے کھڑا ہو کیونکہ یہ جماعت کے حکم میں ہے۔ بہرحال یہاں جماعت مراد ہے نہ کہ حقیقی۔ بعض علماء نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث میراث کے متعلق ہے کہ دو وارثوں کا حصہ تین چار کے برابر ہوتا ہے چنانچہ ایک بیٹی کا آدھا اور دو یا زیادہ کا حصہ دو تہائی ہے۔ بہرحال اس حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ دو آدمیوں کی جماعت سے جمعہ یا عیدین ادا ہو جائیں، وہاں جماعت حقیقی درکار ہے یعنی امام کے سوا تین مقتدی [2] آپ عظیم الشان تابعی ہیں مدنی ہیں حضرت عبداللہ ابن عمر کے بیٹے ہیں۔ آپ سے صرف ایک حدیث مروی ہے [3] یعنی انہیں بھی مسجدوں میں جا کر نماز پڑھنے دو تاکہ وہاں کا ثواب یہ بھی پائیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ عورت خاوند کی اجازت کے بغیر مسجد نہیں جا سکتی [4] کیونکہ اب فتنوں کا زمانہ ہے ان کا گھروں سے نکلنا فساد سے خالی نہیں، یہ حکم حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے لیے تھا، نہ کہ مقصد یہ تھا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی مخالفت کرو وہ تو کفر ہے۔ غالباً یہ گفتگو اس وقت کی ہے جب جناب عمر نے عورتوں کو مسجد سے روک دیا تھا ۱۲

[5] حضرت سالم بھی عبداللہ ابن عمر کے بیٹے اور بلال ابن عبداللہ کے بھائی ہیں ۱۲

[6] یعنے انہیں بہت برا بھلا کہا۔ یہاں گالی سے یہی مراد ہے نہ کہ ماں بہن کی فحش گالی، کہ وہ تو عامۃ المسلمین کی شان کے خلاف ہے، چہ جائیکہ صحابی۔ حدیث شریف میں ہے لَا تَسُبُّوْا الدَّهْرَ۔ زمانہ کو گالی نہ دو یعنے اُسے برا نہ کہو۔

اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَقُوْلُ وَاللهِ لَنَمْنَعُهُنَّ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔ وَعَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَمْنَعَنَّ رَجُلٌ اَهْلَهُ اَنْ يَّاْتُوا الْمَسَاجِدَ فَقَالَ ابْنٌ لِعَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ فَاِنَّا نَمْنَعُهُنَّ فَقَالَ عَبْدُ اللهِ اُحَدِّثُكَ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَقُوْلُ هٰذَا قَالَ فَمَا كَلَّمَهُ عَبْدُ اللهِ حَتّٰى مَاتَ رَوَاهُ اَحْمَدُ ۔

بَابُ تَسْوِيَةِ الصَّفِّ

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ ۔ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسَوِّيْ

وسلم کی خبر دیتا ہوں اور تو کہتا ہے کہ خدا کی قسم ہم تو انہیں منع کریں گے [1] (مسلم) اور روایت ہے حضرت مجاہد سے حضرت عبداللہ ابن عمر سے راوی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی شخص اپنے گھر والوں کو مسجد میں آنے سے ہرگز نہ روکے تو عبداللہ ابن عمر کے بیٹے نے کہا ہم تو انہیں روکیں گے تو حضرت عبداللہ نے کہا کہ میں تجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بتاتا ہوں اور تو یہ کہتا ہے، فرماتے ہیں کہ ان سے حضرت عبداللہ نے مرتے دم تک کلام نہ کیا [2] (احمد)

صف سیدھی کرنے کا باب [3]

پہلی فصل ۔ روایت ہے حضرت نعمان ابن بشیر سے [4] فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری صفیں سیدھی

[1] یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے موقعہ پر اپنی رائے پیش کرنا ایسا بے ادبی ہے جس نے یہ بے ادبی کیوں کی اس جگہ مرقاۃ اور شرح فقہ اکبر میں ہے کہ امام ابو یوسف نے تلوار سونت لی اور فرمایا دوبارہ ایمان لا ورنہ تجھے قتل کر دوں گا معلوم ہوا کہ ایسی مبہم بات کہنا بھی بے ادبی ہے جس میں حدیث شریف کے مقابلے کی بو پائی جائے۔ جب حدیث کا یہ مطلب ہے تو سمجھ لو کہ حدیث والے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا کتنا ادب ہوگا [2] اس کی شرح ابھی گذر چکی اس سے معلوم ہوا ہے کہ صحابہ کے دل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کیسی محبت تھی کہ ایک گستاخی کے شائبہ پر اپنے لخت جگر کو ہمیشہ کے لئے چھوڑ دیا، افسوس ہے ان لوگوں پر جو دین کے مقابلہ میں کسی دنیادار کی مروت کریں۔ بعض بے ادب کہتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ حدیث کے مقابل قیاس اور رائے کو ترجیح دیتے ہیں اسی لیے امام اعظم کو اہل الرائے کہتے ہیں۔ وہ جھوٹے اور کذاب ہیں۔ امام اعظم کا فرمان ہے کہ حدیث ضعیف بھی اسی قیاس پر مقدم ہے۔ چنانچہ وہ اولاً قرآن کو لیتے ہیں پھر حدیث کو پھر اقوال صحابہ کو اگر صحابہ میں اختلاف ہو تو جن صحابی کا قول کتاب و سنت سے قریب ہو اس کو ترجیح دیتے ہیں اور اگر احادیث میں اختلاف نظر آئے تو قیاس کے ذریعہ کسی حدیث کو ترجیح دیتے ہیں یعنی قیاس پر عمل نہیں کرتے بلکہ حدیث کی مدد سے حدیث پر عمل کرتے ہیں۔ اگر اس کی تحقیق دیکھنا ہو تو اس جگہ مرقاۃ دیکھو [3] صف سیدھی کرنے کا مطلب یہ ہے کہ نمازی صف میں ملے کھڑے ہوں نہ آگے پیچھے ہوں اور نہ دور دور جس سے صف میں کشادگی ہو۔ صف کا ٹیڑھا پن نمازیوں میں ٹیڑھا پن پیدا کرتا ہے، جیسا کہ آگے آ رہا ہے [4] آپ انصاری ہیں اور نو عمر صحابی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے چودہ مہینہ بعد پیدا ہوئے، بعد ہجرت انصار میں سب سے پہلے آپ پیدا ہوئے اور مہاجرین میں عبداللہ ابن زبیر حضور صلی اللہ علیہ وسلم

صُفُوفَنَا حَتّٰى كَاَنَّمَا يُسَوِّىْ بِهَا الْقِدَاحَ حَتّٰى رَاٰى اَنَّا قَدْ عَقَلْنَا عَنْهُ ثُمَّ خَرَجَ يَوْمًا فَقَامَ حَتّٰى كَادَ اَنْ يُّكَبِّرَ فَرَاٰى رَجُلًا بَادِيًا صَدْرُهٗ مِنَ الصَّفِّ فَقَالَ عِبَادَ اللّٰهِ لَتُسَوُّنَّ صُفُوْفَكُمْ اَوْ لَيُخَالِفَنَّ اللّٰهُ بَيْنَ وُجُوْهِكُمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَاَقْبَلَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِوَجْهِهٖ فَقَالَ اَقِيْمُوْا صُفُوْفَكُمْ وَتَرَاصُّوْا فَاِنِّىْ اَرَاكُمْ مِنْ وَّرَاءِ ظَهْرِىْ رَوَاهُ الْبُخَارِىُّ وَفِى الْمُتَّفَقِ عَلَيْهِ قَالَ اَتِمُّوا الصُّفُوْفَ فَاِنِّىْ اَرَاكُمْ مِنْ وَّرَاءِ ظَهْرِىْ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

کرتے تھے یہاں تک کہ گویا ان سے تیر سیدھے کیے جاتے ہیں۱ حتی کہ آپ نے خیال فرمایا کہ اب ہم آپ سے سیکھ چکے۲ پھر ایک دن تشریف لائے تو کھڑے ہوگئے حتی کہ تکبیر کہنے والے ہی تھے کہ ایک شخص کو صف سے سینہ نکالے دیکھا تو فرمایا کہ اللہ کے بندو اپنی صفیں سیدھی کرو ورنہ اللہ تعالٰی تمہاری ذاتوں میں اختلاف ڈال دیگا۳ (مسلم) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ نماز کی تکبیر کہی گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چہرہ انور سے ہم پر توجہ فرمائی فرمایا کہ اپنی صفیں سیدھی کرو اور مل کر کھڑے ہو میں تمہیں اپنے پیچھے دیکھتا ہوں۴ (بخاری) اور مسلم بخاری میں ہے کہ فرمایا صفیں پوری کرو کیونکہ میں تمہیں اپنی پشت سے دیکھتا ہوں۔ روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول خدا

کی وفات کے وقت ان کی عمر اٹھ سال سات مہینے تھی۔

۱؎ یعنی نمازیوں کے کندھے پکڑ کر آگے پیچھے کرتے تھے۔ تاکہ صف بالکل سیدھی ہو جائے۔ خیال رہے کہ تیر کی لکڑی کو پر اور پیکان لگنے سے پہلے درست کرتے ہیں، اور اس کے لگنے کے بعد بھی ہر طرح نہایت سیدھی کی جاتی ہے اسے سیدھا کرنے کے لیے نہایت سیدھی لکڑی لیتے ہیں جس کے برابر تیر کو لیتے ہیں یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم صفوں کو ایسا سیدھا کرتے تھے جیسے تیر سیدھی کرنے والی لکڑی۔

۲؎ تب آپ نے کندھے پکڑ کر سیدھا کرنا چھوڑ دیا، صرف زبان شریف سے سیدھا کرنے کی ہدایت فرما دیتے تھے۔

۳؎ یعنی اگر تمہاری نماز کی صفیں ٹیڑھی رہیں تو تم ٹولیوں میں اختلاف اور جھگڑے پیدا ہو جائیں گے یا ان بکھر جانے گا یا تمہارے دل ٹیڑھے ہو جائیں گے کہ ان میں سوز و گداز اور خشوع خضوع نہ رہے گا یا اندیشہ ہے کہ تمہاری صورتیں مسخ ہو جائیں جیسے گزشتہ قوموں پر عذاب آتے تھے۔ یعنی یہاں وجوہ یا بمعنی ذات ہے یا بمعنی چہرہ، خیال رہے کہ عام مسخ وغیرہ ظاہری عذاب حضور مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے بند ہو گئے لیکن خاص مسخ وغیرہ اب بھی ہو سکتے ہیں۔

۴؎ اس کی شرح پہلے گزر چکی کہ دیکھنے سے مراد آنکھ سے دیکھنا ہے۔ یہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے کہ آپ کی آنکھیں آگے پیچھے، اور پس پردہ اندھیرے اجالے میں یکساں دیکھتی ہیں۔ حق یہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ صرف نماز سے خاص نہیں تھا ذات شریف سے۔ وہ حدیث کہ میں دیوار کے پیچھے کی چیز نہیں جانتا بالکل بے اصل ہے جیسا کہ شیخ نے فرمایا اور اعلیٰ نیست، اور غیب کیسے ہو سکتا ہے، حضرت عیسٰی روح اللہ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَوُّوْا صُفُوْفَكُمْ فَإِنَّ تَسْوِيَةَ الصُّفُوْفِ مِنْ إِقَامَةِ الصَّلٰوةِ
مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ إِلَّا أَنَّ مُسْلِمٍ مِنْ تَمَامِ الصَّلٰوةِ ۔ وَعَنْ أَبِيْ مَسْعُوْدٍ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ كَانَ
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْسَحُ مَنَاكِبَنَا فِي الصَّلٰوةِ وَيَقُوْلُ اسْتَوُوْا وَلَا
تَخْتَلِفُوْا فَتَخْتَلِفَ قُلُوْبُكُمْ لِيَلِيَنِيْ مِنْكُمْ أُولُو الْأَحْلَامِ وَالنُّهٰى ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ
ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ قَالَ أَبُوْ مَسْعُوْدٍ فَأَنْتُمُ الْيَوْمَ أَشَدُّ اخْتِلَافًا رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔ وَعَنْ
عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَلِيَنِيْ مِنْكُمْ أُولُو الْأَحْلَامِ
وَالنُّهٰى ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثَلٰثًا وَإِيَّاكُمْ وَهَيْشَاتِ

صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صفیں سیدھی کرو کہ صفیں سیدھی کرنا نماز قائم کرنے سے ہے[1] (مسلم، بخاری) مگر مسلم کے نزدیک نماز پوری کرنے سے ہے اور روایت ہے حضرت ابو مسعود انصاری سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں ہمارے کندھے پکڑتے اور فرماتے تھے سیدھے رہو الگ الگ نہ رہو ورنہ تمہارے دل الگ ہو جائیں گے[2] اور تم میں عاقل و بالغ میرے قریب رہا کریں پھر وہ جو ان سے قریب ہوں پھر وہ جو ان سے قریب ہوں[3] ابو مسعود فرماتے ہیں اسی لیے آج تم میں بہت اختلاف ہے[4] (مسلم) اور روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ علم و عقل والے مجھ سے قریب رہا کریں پھر وہ جو ان سے قریب ہوں تین بار فرمایا اور تم

فرماتے ہیں کہ جو کچھ تم گھروں میں کھا کر آتے ہو میں بتا سکتا ہوں، یہ تو حبیب اللہ کا معجزہ ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔

[1] یعنی رب تعالیٰ نے جو فرمایا یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ یا فرمایا اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ۔ اس سے مراد ہے نماز صحیح پڑھنا اور نماز صحیح پڑھنے میں صف کا سیدھا کرنا بھی داخل ہے کہ اس کے بغیر نماز ناقص ہوتی ہے۔ [2] یہ حدیث گزشتہ کی شرح ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ صفیں ٹیڑھی ہونے سے قومیں ٹیڑھی ہو جاتی ہیں کیونکہ قالب کا اثر قلب پر اور قلب کا اثر قالب پر پڑتا ہے۔ نہانے سے دل ٹھنڈا ہوتا ہے اور دل کی خوشی و غم کا اثر چہرے پر نمودار ہوتا ہے۔ [3] یعنی صف اول میں مجھ سے قریب فقہاء صحابہ ہوں جیسے خلفائے راشدین اور عبداللہ ابن عباس و عبداللہ ابن مسعود وغیرہم تاکہ وہ میری نماز دیکھیں اور نماز کی سنتیں وغیرہ یاد کر کے اوروں کو سکھائیں اور بوقت ضرورت ہماری جگہ مصلے پر کھڑے ہو کر نماز پڑھا سکیں ان کے پیچھے وہ لوگ کھڑے ہوں جو علم و عقل میں ان کے بعد ہوں تاکہ ان صحابہ سے یہ نماز سیکھیں، سبحان اللہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم نماز میں بھی جاری رہتی تھی۔ [4] یعنی تم لوگوں نے صفیں سیدھی کرنے کا اہتمام چھوڑ دیا اس لیے تم میں آپس کے جھگڑے و اختلافات پیدا ہو گئے۔ خیال رہے کہ یہ حدیث جماعت کے صدہا مسائل کی اصل ہے، فقہاء جو فرماتے ہیں کہ نماز میں پہلے مردوں کی صف ہو پھر بچوں کی پھر خنثوں کی پھر عورتوں کی اس کا ماخذ یہی حدیث ہے۔

الْاَسْوَاقِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ رَاٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ اَصْحَابِهٖ تَاَخُّرًا فَقَالَ لَهُمْ تَقَدَّمُوْا وَاْتَمُّوْا بِیْ وَلْیَاْتَمَّ بِکُمْ مَنْ بَعْدَکُمْ لَا یَزَالُ قَوْمٌ یَتَاَخَّرُوْنَ حَتّٰی یُؤَخِّرَهُمُ اللّٰهُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ خَرَجَ عَلَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَرَاٰنَا حِلَقًا فَقَالَ مَالِیْ اَرَاکُمْ عِزِیْنَ ثُمَّ خَرَجَ عَلَیْنَا فَقَالَ اَلَا تَصُفُّوْنَ کَمَا تَصُفُّ الْمَلٰٓئِکَةُ عِنْدَ رَبِّهَا فَقُلْنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَکَیْفَ تَصُفُّ الْمَلٰٓئِکَةُ عِنْدَ رَبِّهَا قَالَ یُتِمُّوْنَ الصُّفُوْفَ

بازاروں کے شور و پکار سے الگ رہو (مسلم) روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ میں کچھ پیچھے رہنا دیکھا تو فرمایا آگے بڑھو اور میری اقتدا کرو اور تمہارے بعد والے تمہاری اقتدا کریں ۲؎ قومیں پیچھے ہٹتی رہیں گی حتی کہ اللہ انہیں پیچھے کر دیگا ۳؎ (مسلم) روایت ہے حضرت جابر ابن سمرہ سے فرماتے ہیں کہ ہم پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو ہمیں حلقہ حلقہ دیکھا فرمایا کیا ہے کہ میں تمہیں متفرق دیکھتا ہوں ۴؎ پھر ہم پر تشریف لائے تو فرمایا کہ ایسی صفیں کیوں نہیں بناتے جیسے فرشتے اپنے رب کے نزدیک بناتے ہیں ہم نے عرض کیا یارسول اللہ فرشتے رب کے نزدیک کیسے صفیں بناتے ہیں فرمایا اگلی صفیں پوری کرتے ہیں

۱؎ یعنی مسجدوں یا بازاروں کا سا شور نہ کرو ادب اور خاموشی سے بیٹھو یا بازاروں کی طرح چھوٹے بڑے مل کر نہ بیٹھو بلکہ یہاں فرق مراتب کرو کہ علماء عوام بچے علیحدہ علیحدہ کھڑے ہوں ہر ایک اپنے مقام پر بیٹھیں، یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ بلاضرورت بازاروں میں نہ جاؤ اور وہاں شور نہ مچاؤ، اس صورت میں علیحدہ حکم ہوگا۔ ۲؎ نماز کی صفوں میں یا علم کے سیکھنے میں سستی، پہلے معنی زیادہ قوی ہیں، یعنی صف اول میں آنے کی کوشش کم دیکھی ۳؎ یعنی صف اول والے مجھے دیکھ کر نماز پڑھیں اور پچھلی صفوں والے اگلی صفوں کو دیکھ کر یا صحابہ براہ راست میری پیروی کریں اور تا قیامت مسلمان صحابہ کی، معلوم ہوا کہ صحابہ کرام اسلام کی صف میں ہم لوگ پچھلی صفیں یا وہ حضرات ریل کا اگلا ڈبہ ہیں جو انجن سے ملا ہوا ہے اور ہم لوگ پچھلے ڈبے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سارے فیوض ہمیں صحابہ کے ذریعہ ملیں گے پتہ لگا کہ جو لوگ صحابہ کو مومن نہیں مانتے وہ خود بھی مومن نہیں کہ اگر ریل کا پہلا ڈبہ ہی منزل پر نہ پہنچا انجن سے کٹ گیا تو پچھلے ڈبے منزل پر کیسے پہنچ سکتے ہیں۔
۳؎ یعنی اگر مسلمان صف اول میں پہنچنے یا اور دینی کاموں میں سستی کریں گے تو ثواب رحمت رب کے فضل اور دخول جنت میں پیچھے رہیں گے، دیکھو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سید الانبیاء ہو کر ہر نیک کام میں سبقت کرتے تھے رب تعالٰی فرماتا ہے فَاسْتَبِقُوا الْخَیْرٰتِ
۴؎ یعنی ہم مسجد میں الگ الگ حلقے بنائے بیٹھے تھے ہر شخص اپنے دوستوں کے ساتھ الگ حلقے میں تھا تب آپ ناراض ہوئے اور فرمایا کہ مسجدوں میں یہ امتیازات مٹا دو، یہ واقعہ جمعہ کے دن خطبہ سے پہلے پیش آیا تھا جیسا کہ باب الجمعہ میں آئے گا، خیال رہے کہ عزین جمع عزۃ کی ہے بمعنی جماعت۔

الْاُوْلٰى وَيَتَرَاصُّوْنَ فِي الصَّفِّ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ؕ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُ صُفُوْفِ الرِّجَالِ اَوَّلُهَا وَشَرُّهَا اٰخِرُهَا وَخَيْرُ
صُفُوْفِ النِّسَاءِ اٰخِرُهَا وَشَرُّهَا اَوَّلُهَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ ؕ اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ ؕ عَنْ
اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُصُّوْا صُفُوْفَكُمْ وَقَارِبُوْا بَيْنَهَا وَ
حَاذُوْا بِالْاَعْنَاقِ فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ اِنِّيْ لَاَرَى الشَّيْطٰنَ يَدْخُلُ مِنْ خَلَلِ
الصَّفِّ كَاَنَّهَا الْحَذَفُ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ ؕ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

اور صف میں مل کر کھڑے ہوتے ہیں[1] (مسلم) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ مردوں کی بہترین صف پہلی ہے اور بدترین صف پچھلی ہے اور عورتوں کی بہترین صف پچھلی
ہے اور بدترین صف اگلی ہے[2] (مسلم) دوسری فصل روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول
اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی صفیں سیدھی کرو[3] ان میں نزدیکی کرو[4] اپنی گردنیں مقابل رکھو[5] اس کی قسم جس کے
قبضے میں میری جان ہے کہ میں شیطان کو صفوں کی کشادگی میں بکری کے بچے کی طرح گھستا دیکھتا ہوں[6] (ابو
داؤد) اور روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

۱؎ یعنی مسجد میں صفیں بنا کر بیٹھا کرو تاکہ تم فرشتوں کے مشابہ ہو جاؤ، خیال رہے کہ ملائکہ مقربین تو ہمیشہ سے صفیں باندھے رب کی عبادتیں کر رہے ہیں اور مدبرات امر اپنی ڈیوٹیوں سے فارغ ہو کر صفیں بنا کر عبادتیں کرتے ہیں بعض زمین پر بعض آسمان پر، بعض عرش اعظم کے پاس، جس کی تحقیق ان شاء اللہ آئندہ کی جائے گی۔ ۲؎ کیونکہ مردوں کی پہلی صف امام سے قریب ہوگی اس کے حالات دیکھے گی، اس کی قرأت سنے گی عورتوں سے دور رہے گی اور عورتوں کی آخری صف میں پردہ حجاب زیادہ ہوگا مردوں سے دور ہوگی، بعض منافقین آخری صف میں کھڑے ہوتے اور بحالت رکوع جھانکتے تھے ہو سکتا ہے کہ یہاں ان کی طرف اشارہ ہو، اس صورت میں لفظ شر اپنے ظاہری معنی پر ہے۔ ۳؎ رُصُّوا رَصٌّ سے بنا جس کے معنی ہیں سیسہ پلا کر ملانا معنی یہ ہوئے کہ نماز کی صفیں سیسے کی سی رکھو اور ان میں مل کر کھڑے ہو کہ ایک دوسرے کے آپس میں کندھے ملے ہوں۔ ۴؎ یعنی صفیں قریب قریب رکھو اس طرح کہ دو صفوں کے درمیان اور صف نہ بن سکے یعنی صرف سجدہ کا فاصلہ رکھو، نماز جنازہ میں چونکہ سجدہ نہیں ہوتا اس لیے وہاں صفوں میں اس سے بھی کم فاصلہ چاہیے۔ ۵؎ اس طرح کہ اونچے نیچے مقام پر نہ کھڑے ہو ہموار جگہ کھڑے ہو تاکہ گردنیں برابر رہیں، لہذا یہ جملہ مکرر نہیں آگے پیچھے نہ ہونا رصوا میں بیان ہو چکا تھا خیال رہے کہ گردنوں کا قدرتی طور پر اونچا نیچا ہونا معاف ہے کہ بعض لمبے اور بعض پستہ قد ہوتے ہیں۔

۶؎ یعنی خنزب شیطان جو نماز میں وسوسہ ڈالتا ہے وہ صف کی کشادگی میں بکری کے بچے کی شکل میں داخل ہو کر نمازیوں کو وسوسہ ڈالتا ہے اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ شیطان مختلف شکلیں اختیار کر سکتا ہے دیکھو اس شیطان کی شکل اپنی تو کچھ اور ہے مگر اس وقت بکری کی شکل میں بن جاتا ہے، دوسرے یہ کہ رب تعالٰی نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ طاقت

وَسَلَّمَ اَتِمُّوا الصَّفَّ الْمُقَدَّمَ ثُمَّ الَّذِیْ یَلِیْهِ فَمَا کَانَ مِنْ نَقْصٍ فَلْیَکُنْ فِی الصَّفِّ الْمُؤَخَّرِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ ؛ وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِکَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی الَّذِیْنَ یَلُوْنَ الصُّفُوْفَ الْاُوْلٰی وَمَا مِنْ خُطْوَةٍ اَحَبُّ اِلَی اللّٰهِ مِنْ خُطْوَةٍ تَمْشِیْهَا یَصِلُ بِهَا صَفًّا رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ ؛ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِکَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلٰی مَیَامِنِ الصُّفُوْفِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ ؛ وَعَنِ النُّعْمَانِ ابْنِ بَشِیْرٍ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُسَوِّیْ صُفُوْفَنَا اِذَا قُمْنَا اِلَی الصَّلٰوةِ

کہ اگلی صف پوری کرو پھر اس کے بعد والی تو جو کمی ہو وہ پچھلی صف میں ہو[۱] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت براء ابن عازب سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے اللہ اور اس کے فرشتے ان لوگوں پر درود بھیجتے ہیں جو اگلی صفوں سے ملتے ہیں[۲] اور اللہ کو اس قدم سے زیادہ کوئی قدم پیارا نہیں جس قدم سے انسان صف ملے[۳] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ یقیناً اللہ اور اس کے فرشتے صفوں کے داہنے حصوں پر درود بھیجتے ہیں[۴] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت نعمان ابن بشیر سے فرماتے ہیں کہ جب ہم نماز میں کھڑے ہوتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری صفیں سیدھی کرتے

بخشی ہے کہ خالق کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے بھی ہر مخلوق پر نظر رکھتے ہیں۔ تیسرے یہ کہ جب شیطان جیسی غیبی مخلوق آپ کی نگاہ سے غائب نہیں تو انسان آپ سے کیسے چھپ سکتے ہیں۔

[۱] یہ صفوف نماز کا قاعدہ کلیہ ہے کہ اگلی صفیں پوری کی جائیں اگر آدمی صف سے کم ہوں تو پچھلی آخری صف میں ہونی چاہیے۔

[۲] یعنی اگلی صف کے نمازیوں کے لیے فرشتے دعائے رحمت کرتے ہیں اور اللہ تعالٰی نزول رحمت فرماتا ہے جیسے فرماتا ہے ھُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْکُمْ وَمَلٰٓئِکَتُهٗ خیال رہے کہ اللہ تعالٰی اور فرشتوں کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود اور نوعیت کا ہے اور نمازیوں پر اور نوعیت کا لہٰذا اس آیت و حدیث سے یہ لازم نہیں کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل ہو جائیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی قرآن میں یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ فرمایا اور ہمارے لیے بھی یُصَلِّیْ عَلَیْکُمْ ارشاد ہوا جیسا کہ بیوقوفوں نے سمجھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمتوں کی بارشیں ہو رہی ہیں ہم پر چھینٹا ہے۔ [۳] معلوم ہوا کہ پیدل جگہ جانے کے لیے قدم بھی اللہ کو پیارے ہیں، خوش نصیب ہیں وہ بیجان قدموں سے حرمین شریفین جائیں۔ [۴] پہلی صف والوں پر عمومی رحمت تھی اور داہنی صف والوں پر خصوصی رحمت ہے پھر صف اوّل کے داہنے والوں پر اور زیادہ خاص رحمت ہے لہٰذا احادیث میں تعارض نہیں رب کی رحمتیں لاکھوں قسم کی ہیں۔ احتمال ہے کہ داہنی صف پر رحمت اس وقت آئے گی جب بائیں طرف بھی نمازی برابر ہوں اگر سارے نمازی داہنی طرف ہی کھڑے ہو جائیں

فَاِذَا اسْتَوَيْنَا كَبَّرَ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ يَقُوْلُ عَنْ يَّمِيْنِهٖ اِعْتَدِلُوْا سَوُّوْا صُفُوْفَكُمْ وَعَنْ يَّسَارِهٖ اِعْتَدِلُوْا سَوُّوْا صُفُوْفَكُمْ
رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
خِيَارُكُمْ اَلْيَنُكُمْ مَنَاكِبَ فِي الصَّلٰوةِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ
عَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اسْتَوُوْا اسْتَوُوْا اسْتَوُوْا
فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ اِنِّيْ لَاَرَاكُمْ مِنْ خَلْفِيْ كَمَا اَرَاكُمْ مِنْ بَيْنِ
يَدَيَّ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَعَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

جب ہم سیدھے ہو جاتے تو تکبیر کہتے [1] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم داہنی جانب فرماتے درست رہو صفیں سیدھی کرو اور بائیں طرف فرماتے درست رہو صفیں سیدھی کرو [2] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم میں سے بہتر وہ ہے جو نماز میں نرم کندھے والا ہو [3] (ابوداؤد) تیسری فصل روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ سیدھے رہو سیدھے رہو سیدھے رہو [4] اس کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ میں تم کو اپنے پیچھے سے ایسے ہی دیکھتا ہوں جیسے تمہیں اپنے آگے سے دیکھتا ہوں [5] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابوامامہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

بائیں طرف کوئی نہ ہو یا تھوڑے ہوں تو یہ رہنے والے ناراضی الٰہی کے مستحق ہوں گے۔

[1] اس سے معلوم ہوا کہ سنت یہ ہے کہ امام پہلے صفیں سیدھی کرے پھر تکبیر تحریمہ کہے۔ آج کل امام مساجد یہ عمل چھوڑ بیٹھے بلکہ مقتدیوں کو چاہیے کہ اول ہی سے صف میں مل کر اور سیدھے بیٹھیں تاکہ حَیَّ عَلَی الْفَلَاح پر کھڑے ہو کر اقامت ختم ہونے پر نماز بے تکلف شروع کر سکیں۔ خیال رہے کہ یہاں تکبیر سے تکبیر تحریمہ مراد ہے نہ کہ اقامت، وہ تو مقتدیوں کے بیٹھے ہوگی [2] ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اولاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم نمازیوں کو صف میں ہاتھ سے سیدھا کرتے تھے پھر جب لوگ کچھ سمجھ گئے تو زبان سے فرمادیا کرتے تھے، پھر جب پورے واقف ہوگئے تو لوگ خود بخود اول ہی سے سیدھے ہو جاتے۔ یہاں دوسرے عمل کا ذکر ہے۔ [3] اس طرح کہ اگر کوئی شخص ضرورۃً ایک نمازی کو آگے پیچھے ہٹائے تو بے تامل ہٹ جائے یا اگر کوئی اسے نماز میں سیدھا کرے تو سیدھا ہو جائے یا اگر کوئی صف کی کشادگی بند کرنے کے لیے درمیان میں آکر کھڑا ہونا چاہے تو کھڑا ہو جانے دے۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ نرم کندھے سے عجز و انکسار خشوع و خضوع مراد ہے مگر پہلے معانی زیادہ قوی ہیں [4] ایک بار عمومًا سارے لوگوں سے فرماتے تھے دوسری بار داہنے والوں سے اور تیسری بار بائیں والوں سے اور ہو سکتا ہے کہ تینوں بار سب ہی کو فرماتے ہوں اور تاکید کے لیے بار بار فرماتے ہوں [5] لہٰذا یہ سمجھ کر نماز پڑھو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہماری نمازوں کو دیکھ رہے ہیں اس خیال سے تم نماز صحیح بھی پڑھو گے اور تمہارے دلوں میں حضور اور خشوع

وسلم إن الله وملائكته يصلون على الصف الأول قالوا يا رسول الله وعلى
الثاني قال إن الله وملائكته يصلون على الصف الأول قالوا يا رسول الله وعلى
الثاني قال إن الله وملائكته يصلون على الصف الأول قالوا يا رسول الله و
على الثاني قال وعلى الثاني وقال رسول الله صلى الله عليه وسلم سووا صفوفكم
وحاذوا بين مناكبكم ولينوا في أيدي إخوانكم وسدوا الخلل فإن الشيطان
يدخل فيما بينكم بمنزلة الحذف يعني أولاد الضأن الصغار رواه أحمد
وعن ابن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم أقيموا الصفوف وحاذوا
بين المناكب وسدوا الخلل ولينوا بأيدي إخوانكم ولا تذروا فرجات الشيطان

کہ اللہ اور فرشتے درود بھیجتے ہیں پہلی صف پر لوگوں نے عرض کیا یا رسول اور دوسری پر ۱ فرمایا کہ اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں پہلی صف پر لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ اور دوسری پر فرمایا کہ بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں پہلی صف پر لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ اور دوسری پر فرمایا اور دوسری پر ۲ اور فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی صفیں سیدھی کرو اور اپنے کندھوں کے درمیان مقابلہ رکھو ۳ اور اپنے بھائیوں کے ہاتھوں میں نرم ہو جاؤ ۴ کشادگیاں بھر دو کیونکہ شیطان تمہارے درمیان بکری کے بچے کی شکل میں گھس جاتا ہے ۵ (احمد) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صفیں سیدھی کرو اور اپنے کندھوں کے درمیان مقابلہ رکھو کشادگیاں بند کرو اپنے بھائیوں کے ہاتھوں میں نرم ہو شیطان کیلئے کشادگیاں نہ چھوڑو

بھی پیدا ہوگا، تاقیامت ہر مسلمان ہر نماز میں خصوصًا نماز تہجد میں یہ خیال رکھے تو بہت لطف آتا ہے اور یہ عمل بہت مجرب ہے لڑکے استاد کے خوف سے دل لگا کر پڑھتے ہیں۔

۱ دوسری سے مراد ساری پچھلی صفیں ہیں اور ہوسکتا ہے کہ خاص دوسری ہی صف ہی مراد ہے۔ ۲ یعنی پہلی صف پر رب تعالٰی کی رحمتیں زیادہ ہیں اور بقیہ صفوں پر کم صوفیانہ طور پر معلوم ہوتا ہے کہ خدا کی رحمتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جنبش لب سے وابستہ ہیں کیونکہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے نزول رحمت کی خبر دی تھی، جب تک پہلی صف کا ذکر فرمایا تو وہی رحمت الٰہی کی مستحق تھی اور جب دوسری کا نام بھی لے دیا تو اس نام لینے کی برکت سے وہ بھی رحمت کی مستحق ہوگئی ۳ پہلے عرض کیا جا چکا کہ صف سیدھی کرنے سے مراد ہے آگے پیچھے نہ ہونا اور کندھوں کے مقابلے سے مراد ہے اونچے نیچے نہ کھڑا ہونا، ہر شاہ و گدا کا ایک زمین پر کھڑا ہونا لہٰذا احکام میں تکرار نہیں ۴ یہ جملہ گزشتہ کی تفسیر ہے یعنی نماز میں اگر آگے سے صف کرائے ہو یا پیچھے کوئی تمہاری اصلاح کرے قبول کرلو۔
۵ یعنی وسوسہ ڈالنے کے لیے سب کی شان ہے کہ شیطان صف کی کشادگی میں سے گھس سکتا ہے گرہ پاؤں کے درمیان سے نہیں ہر شے

وَمَنْ وَصَلَ صَفًّا وَصَلَهُ اللّٰهُ وَمَنْ قَطَعَهُ قَطَعَهُ اللّٰهُ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَرَوَى النَّسَائِيُّ مِنْهُ قَوْلَهُ وَمَنْ وَصَلَ صَفًّا اِلٰى اٰخِرِهٖ ؛ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَسَّطُوا الْاِمَامَ وَسُدُّوا الْخَلَلَ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ ؛ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَزَالُ قَوْمٌ يَتَاَخَّرُوْنَ عَنِ الصَّفِّ الْاَوَّلِ حَتّٰى يُؤَخِّرَهُمُ اللّٰهُ فِي النَّارِ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ ؛ وَعَنْ وَابِصَةَ بْنِ مَعْبَدٍ قَالَ رَاٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا يُصَلِّيْ

اور جو صف کو ملائے اللہ اسے ملائے اور جو صف کو توڑے اللہ اسے توڑے۱؎ (ابوداؤد) نسائی نے ان سے یہی مَنْ وَصَلَ سے آخر تک روایت کی اور روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امام کو بیچ میں رکھو۲؎ اور کشادگیاں بند کرو (ابوداؤد) اور روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قوم پہلی صف سے پیچھے ہوتی رہے گی حتی کہ اللہ انہیں آگ میں پیچھے کرے گا۳؎ (ابوداؤد) اور روایت ہے حضرت وابصہ ابن معبد سے۴؎ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو

کہ تاخیر علیحدہ ہے۔

۱؎ صف کا ملانا یہ ہے کہ صف میں جگہ دیکھے اس میں کھڑا ہو کر جگہ پُر کردے، اور توڑنا یہ ہے کہ اپنے ساتھی سے دور کھڑا ہو، یا وہاں کھڑا ہوا تھا اور بلا عذر وہاں سے ہٹ جائے، یہ کلام یا دعا ہے یا خبر یعنی جو صف کو ملائے گا خدا اسے اپنی رحمت و کرم سے ملائے گا اور جو صف میں فاصلہ اور کشادگی رکھے، خدا اسے اپنے کرم و رحمت سے دور رکھے یا جو صف میں ملائے گا خدا اسے اپنی رحمت سے ملائے گا الخ ۲؎ اس طرح کہ ایک مقتدی امام کے پیچھے کھڑا ہو، داہنے بائیں برابر کسی جانب زیادہ نہ ہوں اگر کوئی شخص صف میں شامل ہوتے وقت دیکھے کہ دو طرف نمازی برابر ہیں تو یہ داہنی طرف کھڑا ہو کہ اتنی زیادتی معاف ہے۔

۳؎ یعنی جو لوگ سستی کی وجہ سے صف اول میں آنے میں تامل کریں گے یا صف اول میں جگہ ہوتے ہوئے پیچھے کھڑے ہوں گے تو وہ دین کے سارے کاموں میں سست ہو جائیں گے اور برائیوں پر دلیر ہو جائیں گے، جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ جہنم میں جائیں گے اور وہاں دیر تک رہیں گے، معلوم ہوا کہ سارے دینی کاموں میں نماز مقدم ہے نماز کا اثر ہر نیکی پر پڑتا ہے یا یہ مطلب ہے کہ نماز میں سستی کرنے والا جہنم کے نچلے طبقہ میں جائے گا (لمعات) یا یہ مطلب ہے کہ یہ سستی کرنے والا اور گنہگاروں سے پیچھے دوزخ سے نکلے گا رب فرماتا ہے فَوَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَ الَّذِیْنَ نماز میں سستی کی بہت صورتیں ہیں، فقہاء فرماتے ہیں کہ ننگے سر یا آستین چڑھا کر نماز پڑھنے کی سستی کی علامت ہے ۴؎ آپ آخری صحابہ میں سے ہیں سنہ ۹ھ میں ایمان لائے بہت پرہیزگار ہمیشہ خوف خدا سے رونے والے تھے آخر میں کوفہ قیام رہا اور مقام رقہ میں وفات پائی آپ کی کنیت ابو شداد ہے قبیلہ اوس سے ہیں۔

خَلْفَ الصَّفِّ وَحْدَهٗ فَاَمَرَهٗ اَنْ يُّعِيْدَ الصَّلٰوةَ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاؤدَ
قَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

بَابُ الْمَوْقِفِ

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ بِتُّ فِيْ بَيْتِ خَالَتِيْ مَيْمُوْنَةَ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ فَقُمْتُ عَنْ يَسَارِهٖ فَاَخَذَ بِيَدِيْ مِنْ وَّرَاءِ ظَهْرِهٖ فَعَدَلَنِيْ كَذٰلِكَ مِنْ وَّرَاءِ ظَهْرِهٖ اِلَى الشِّقِّ الْاَيْمَنِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

صف کے پیچھے اکیلا نماز پڑھتے دیکھا تو اسے نماز لوٹانے کا حکم دیا ۱؎ (احمد، ترمذی، ابوداؤد) ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن ہے ۲؎

جگہ کا باب ۳؎

پہلی فصل: روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عباس سے فرماتے ہیں میں نے اپنی خالہ میمونہ کے گھر میں رات گزاری ۴؎ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لیے اٹھے میں آپ کے بائیں طرف کھڑا ہو گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پیٹھ کے پیچھے سے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے اسی طرح پیٹھ کے پیچھے سے دائیں طرف گھما لیا ۵؎ (مسلم، بخاری)

۱؎ یعنی صف اول میں جگہ تھی یہ بلا وجہ اکیلا پیچھے کھڑا ہوا اس کی نماز مکروہ ہوئی اور نماز مکروہ کا لوٹانا مستحب ہے یہ حکم استحبابی ہے بعض علماء کے نزدیک اس صورت میں اس کی نماز فاسد ہوگی وہ حضرات اس حکم کو وجوبی مانتے ہیں۔ خیال رہے کہ اگر صف اول میں جگہ نہ ہو تو یہ آنے والا امام کے پیچھے والے کو اشارہ کر دے، اگر وہ مسئلے سے واقف ہوگا تو پیچھے آجائے گا ورنہ اس کی نماز کراہت سے بچ جائے گی اس حکم سے جنازے کی نماز مستثنیٰ ہے، وہاں اگر امام کے علاوہ پانچ آدمی ہوں تو دو دو آدمی دو صفیں بنائیں اور ایک آدمی تیسری صف، تاکہ تین صفوں کی بشارت میت کو حاصل ہو جائے، خیال رہے کہ یہ حدیث احناف کے خلاف نہیں اور اکیلے کھڑے ہونے والے کی نماز مکروہ ہے فاسد نہیں، جیسا کہ اگلے باب میں آئے گا کہ حضرت ابوبکرہ نے صف میں پہنچنے سے پہلے رکوع کر دیا پھر صف سے ملے، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں نماز لوٹانے کا حکم نہیں دیا حالانکہ وہ رکوع کے وقت اکیلے ہی تھے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم استحبابی ہے ۲؎ مگر ابن عبدالبر نے اسے مضطرب فرمایا بیہقی نے ضعیف کہا ۳؎ یعنی اس کا بیان کہ جماعت میں امام و مقتدی کہاں کھڑے ہوں ۴؎ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی باری ان کے ہاں تھی اس نیت سے رات گزاری تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رات کے اعمال طیبہ بظاہرہ دیکھوں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تہجد ادا کروں جیسا کہ دیگر روایات میں ہے اس لیے آپ تمام رات جاگتے ہی رہے ہوں گے۔ شعر: ریاضت نام ہے تیری گلی میں آنے جانے کا ✿ تصور میں ترے رہنا عبادت اس کو کہتے ہیں ۵؎ اس حدیث سے بہت سے مسائل معلوم ہوئے ایک یہ کہ نفل نماز خصوصاً تہجد جماعت سے جائز ہے جبکہ اس کے لیے اذان تکبیر، لوگوں کے بلاوے وغیرہ کا اہتمام نہ کیا گیا ہو دوسرے یہ کہ اکیلا مقتدی امام کے برابر داہنی طرف کھڑا ہوگا تیسرے یہ کہ عمل قلیل مفسد نماز نہیں جائز ہے کہ اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی، دیکھو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں ایک ہاتھ سے پکڑ کر گھمایا اور آپ نماز ہی میں ایک دو قدم چل کر بائیں سے داہنی طرف گئے، چوتھے یہ کہ مقتدی امام سے آگے نہیں بڑھ سکتا اگر بڑھے گا تو نماز جاتی رہے گی۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُصَلِّيَ فَجِئْتُ حَتّٰى قُمْتُ عَنْ
يَسَارِهٖ فَاَخَذَ بِيَدِيْ فَاَدَارَنِيْ حَتّٰى اَقَامَنِيْ عَنْ يَمِيْنِهٖ ثُمَّ جَآءَ جَبَّارُ بْنُ صَخْرٍ
فَقَامَ عَنْ يَسَارِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخَذَ بِيَدَيْنَا جَمِيْعًا فَدَفَعَنَا حَتّٰى
اَقَامَنَا خَلْفَهٗ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ صَلَّيْتُ وَيَتِيْمٌ فِيْ بَيْتِنَا خَلْفَ
النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاُمُّ سُلَيْمٍ خَلْفَنَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔ وَعَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى بِهٖ وَبِاُمِّهٖ اَوْ خَالَتِهٖ قَالَ فَاَقَامَنِيْ عَنْ يَمِيْنِهٖ وَاَقَامَ الْمَرْاَةَ

روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لیے کھڑے ہوئے میں آیا حتی کہ آپ کی بائیں طرف کھڑا ہوگیا تو آپ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے گھمایا یہاں تک کہ اپنے داہنے مجھے کھڑا کرلیا پھر جبار ابن صخر آئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں کھڑے ہوگئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم دونوں کا ہاتھ پکڑا اور ہمیں دھکیل دیا حتی کہ ہمیں اپنے پیچھے کھڑا کرلیا[1] (مسلم) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ میں نے اور ایک یتیم نے اپنے گھر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی اور ام سلیم ہمارے پیچھے تھیں[2] (مسلم) روایت ہے انہی سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اور ان کی ماں یا خالہ کو نماز پڑھائی فرماتے ہیں تو مجھے اپنے داہنے کھڑا کیا اور عورت کو ہمارے

حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے آپ کو آگے سے نہیں گھمایا حالانکہ وہ آسان تھا بلکہ پیچھے سے گھمایا، پانچویں یہ کہ جس نے اول سے امامت کی نیت نہ کی ہو اس کے پیچھے نماز جائز ہے دیکھو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بوقت تکبیر تحریمہ اکیلے نماز کی نیت کی تھی مگر بعد میں حضرت ابن عباس مقتدی بن کر کھڑے ہوگئے۔

[1] یہ سارے عمل عمل قلیل کی حد تک ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہی ہاتھ سے گھمایا اور ایک ہی ہاتھ کے اشارے سے دونوں کو پیچھے کیا اور یہ دونوں حضرات ایک یا دو قدم سے پیچھے پہنچے، اگر متواتر تین قدم چلتے تو ان کی نماز جاتی رہتی۔ خیال رہے کہ دو مقتدیوں کا امام کے برابر کھڑا ہونا مکروہ ہے اور پیچھے کھڑا ہونا بہت بہتر ہے کہ تین کا پیچھے کھڑا ہونا واجب، برابر کھڑا ہونا سخت مکروہ کیونکہ تین پوری صف ہیں، اگر دو آدمی امام کے برابر کھڑے ہوں تو ایک داہنے کھڑا ہو دوسرا بائیں جیسا کہ مسلم شریف میں ہے کہ حضرت علقمہ اور اسود نے عبداللہ ابن مسعود کی اقتداء میں اس طرح نماز پڑھی کہ امام درمیان میں تھے اور یہ دونوں داہنے بائیں۔ یہ بیان جواز کے لیے تھا یا ضرورۃً (مرقاۃ) خیال رہے کہ اس موقعہ پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں مقتدیوں کو پیچھے کیا خود آگے نہ بڑھے کیونکہ آگے جگہ نہ تھی حجرے شریف کی دیوار تھی ورنہ ایسے موقعہ پر امام کا آگے بڑھ جانا سہل تر ہے[2] یہ نماز نفل تھی جو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت انس کے گھر میں عطائے برکت کے لیے پڑھی جیسا کہ اس زمانہ میں صحابہ کا دستور تھا۔ یتیم یا تو حضرت انس کے بھائی کا نام ہے یا کوئی اور نابالغ یتیم تھا جس کا نام زمیرہ تھا ابن ہمام نے فرمایا کہ یہ زمیرہ ابن سعد حمیری تھے، اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ نابالغ بچہ صف میں کھڑا ہوگا دوسرے یہ کہ عورت اگرچہ اکیلی ہو مگر مردوں اور بچوں سے پیچھے کھڑی ہوگی تنہا ہی صف مانی

خَلْفَنَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۞ وَعَنْ اَبِيْ بَكْرَةَ اَنَّهُ اِنْتَهٰى اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَهُوَ رَاكِعٌ فَرَكَعَ قَبْلَ اَنْ يَّصِلَ اِلَى الصَّفِّ ثُمَّ مَشٰى اِلَى الصَّفِّ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ زَادَكَ اللّٰهُ حِرْصًا وَّلَا تَعُدْ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۞ اَلْفَصْلُ
الثَّانِيْ ۞ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا
كُنَّا ثَلٰثَةً اَنْ يَّتَقَدَّمَنَا اَحَدُنَا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ۞ وَعَنْ عَمَّارٍ اَنَّهُ اَمَّ النَّاسَ
بِالْمَدَائِنِ وَقَامَ عَلٰى دُكَّانٍ يُّصَلِّيْ وَالنَّاسُ اَسْفَلَ مِنْهُ فَتَقَدَّمَ حُذَيْفَةُ

پیچھے[1] (مسلم) روایت ہے حضرت ابوبکرہ سے کہ وہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچے حالانکہ آپ رکوع میں تھے تو انہوں نے صف تک پہنچنے سے پہلے رکوع کر دیا پھر صف تک چلے[2] یہ واقعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا تو فرمایا اللہ تمہاری حرص بڑھائے دوبارہ ایسا نہ کرنا[3] (بخاری) دوسری فصل روایت ہے حضرت سمرہ ابن جندب سے فرماتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ جب ہم تین ہوں تو ہم میں سے ایک آگے بڑھ جائے[4] (ترمذی) روایت ہے حضرت عمار سے کہ انہوں نے مدائن میں لوگوں کی امامت کی[5] اور اونچی جگہ پر نماز پڑھانے کھڑے ہو گئے۔ لوگ ان سے نیچے تھے[6] تو حضرت حذیفہ

جائے گی۔ [1] یہ دوسرا واقعہ ہے کیونکہ یہاں یتیم کا ذکر نہیں، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر ایک مرد اور ایک عورت امام کے پیچھے نماز پڑھیں تو مرد امام کے ساتھ ہوگا اور عورت پیچھے، اگرچہ عورت مرد کی محرم ہو۔

[2] بات یہ تھی کہ آپ کو رکعت جاتے رہنے کا خطرہ تھا اس لیے صف میں پہنچنے سے پہلے ہی تکبیر تحریمہ کہہ کر رکوع کر دیا، پھر رکوع ہی میں یا تو ایک دو قدم سے صف تک پہنچے اور اگر تین قدم سے پہنچے تو وہ قدم لگاتار نہ تھے ورنہ آپ کی نماز نہ ہوتی، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز لوٹانے کا حکم دیتے۔ [3] یعنی تمہارا یہ عمل رکعت اول پانے کی حرص پر ہے یہ حرص دینی ہے جو محمود ہے، خدا اسے بڑھائے، دنیوی حرص بری ہے رب فرماتا ہے حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ۔ اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ صف کے پیچھے اکیلا کھڑا ہونا نماز کو فاسد نہیں کرتا کیونکہ آپ نے رکوع صف کے پیچھے اکیلے ہی کیا تھا مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو نماز لوٹانے کا حکم نہیں دیا۔ دوسرے یہ کہ صف میں ملنے سے پہلے تکبیر تحریمہ اور رکوع کر دینا مکروہ تنزیہی ہے تحریمی نہیں ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو نماز لوٹانے کا حکم دیتے۔ تیسرے یہ کہ نماز میں جانب قبلہ ایک دو قدم چلنا یا تین قدم بغیر لگاتار کے چلنا نماز فاسد نہیں کرتا۔

[4] یعنی جنگل یا گھر میں تین آدمی نماز پڑھنا چاہیں تو الگ الگ نہ پڑھیں بلکہ جماعت کر لیں اور امام دونوں مقتدیوں سے آگے کھڑا ہو ان کے برابر نہ کھڑا ہو۔ دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں سے جو زیادہ عالم ہو وہ امام بنے۔

[5] آپ مشہور صحابی ہیں، آپ کے والد کا نام یاسر ہے، حضرت علی مرتضیٰ کے ساتھ رہے، صفین میں شہید ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے فرمایا تھا کہ تمہیں باغی جماعت قتل کرے گی۔ مدائن کوفہ کی جانب دجلہ کے کنارے بغداد شریف کے قریب ایک مشہور شہر ہے۔ [6] آپ اکیلے اوپر تھے باقی ساری جماعت نیچے

فَأَخَذَ عَلٰى يَدَيْهِ فَاتَّبَعَهُ عَمَّارٌ حَتّٰى أَنْزَلَهُ حُذَيْفَةُ فَلَمَّا فَرَغَ عَمَّارٌ مِنْ صَلٰوتِهِ قَالَ لَهُ حُذَيْفَةُ أَلَمْ تَسْمَعْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ إِذَا أَمَّ الرَّجُلُ الْقَوْمَ فَلَا يَقُمْ فِيْ مَقَامٍ أَرْفَعَ مِنْ مَقَامِهِمْ أَوْ نَحْوَ ذٰلِكَ فَقَالَ عَمَّارٌ لِذٰلِكَ اتَّبَعْتُكَ حِيْنَ أَخَذْتَ عَلٰى يَدِيْ رَوَاهُ أَبُوْدَاؤُدَ ۔ وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ أَنَّهُ سُئِلَ مِنْ أَيِّ شَيْءٍ الْمِنْبَرُ فَقَالَ هُوَ مِنْ أَثْلِ الْغَابَةِ عَمِلَهُ فُلَانٌ مَوْلٰى فُلَانَةَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَامَ عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ عُمِلَ وَوُضِعَ فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ وَكَبَّرَ وَقَامَ النَّاسُ خَلْفَهُ فَقَرَأَ وَرَكَعَ

آگے بڑھے اور ان کا ہاتھ پکڑ لیا عمار ان کے پیچھے ہو لیے حتی کہ انہیں حذیفہ نے اتار دیا ۱؎ جب عمار نماز سے فارغ ہوئے تو ان سے حذیفہ نے کہا کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے نہیں سنا کہ جب کوئی شخص قوم کی امامت کرے تو ان کی جگہ سے اونچی جگہ نہ کھڑا ہو یا اس کی مثل، عمار نے کہا کہ اسی لیے تو جب آپ نے میرا ہاتھ پکڑا میں آپ کے پیچھے ہو لیا ۲؎ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت سہل ابن سعد ساعدی سے ۳؎ ان سے پوچھا گیا کہ منبر کس چیز کا تھا فرمایا جنگل کے جھاؤ کا اسے فلاں بی بی کے مولیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بنایا ۴؎ اور جب بنایا اور رکھا گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس پر کھڑے ہوئے قبلہ کو منہ کیا اور تکبیر کہی۔ لوگ آپ کے پیچھے کھڑے ہوئے آپ نے قرأت کی اور رکوع کیا۔

اگر کوئی مقتدی بھی اس جگہ آپ کے ساتھ ہوتا تو کراہت نہ ہوتی۔ ۱؎ غالب یہ ہے کہ حضرت حذیفہ صف اول میں تھے لیکن ابھی نماز کی نیت نہ باندھی تھی آپ کے پیچھے اتار کر نیت باندھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر نماز سے بیرونی آدمی نمازی کے حال کی اصلاح کرے تو قبول کرے اس کا لقمہ نہ لے ورنہ نماز جاتی رہے گی ۲؎ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمار نے یہ حدیث سنی تھی مگر اتفاقاً بھول گئے ہاتھ پکڑنے پر یاد آگئی، یہ ان حضرات کی بے نفسی ہے کہ مسئلہ بتانے میں جھجک کرتے ہیں نہ اس کے قبول کرنے میں عار و شرم، خیال رہے کہ صرف امام کا مقتدیوں سے ایک ہاتھ اونچا کھڑا ہونا بھی منع کہ اس میں یہود و نصاریٰ سے مشابہت ہے کیونکہ وہ اپنے امام کو اونچا کھڑا کرتے ہیں اور نیچا کھڑا ہونا بھی منع کہ اس میں امام کی اہانت ہے نیز امام کا مخصوص جگہ میں کھڑا ہونا بھی منع ہے کہ اس میں بھی اہل کتاب سے مشابہت ہے، لہذا امام محراب یا در میں نہ کھڑا ہو ۳؎ آپ مشہور صحابی ہیں آپ کا نام حزن تھا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے سہل رکھا کنیت ابو العباس، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت آپ پندرہ سال کے تھے، آپ کی وفات مدینہ منورہ میں ۹۱ھ میں ہوئی آپ مدینہ کے آخری صحابی ہیں ۴؎ بنانے والے کا نام باقوم رومی ہے یا میمون رومی اور ان بی بی کا نام عائشہ انصاریہ ہے باقوم لکڑی کے کاریگر تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انصاریہ سے خود فرمایا تھا کہ اپنے غلام سے منبر بنوا دو کیونکہ مسلمان زیادہ ہو چکے تھے اس سے پہلے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ستون حنانہ سے ٹیک لگا کر خطبہ پڑھا کرتے تھے، اس منبر کی تین سیڑھیاں تھیں ہر سیڑھی کی

وَرَكَعَ النَّاسُ خَلْفَهُ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ ثُمَّ رَجَعَ الْقَهْقَرٰى فَسَجَدَ عَلَى الْأَرْضِ ثُمَّ
عَادَ إِلَى الْمِنْبَرِ ثُمَّ قَرَأَ ثُمَّ رَكَعَ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ ثُمَّ رَجَعَ الْقَهْقَرٰى حَتّٰى سَجَدَ بِالْأَرْضِ
هٰذَا لَفْظُ الْبُخَارِيِّ وَفِي الْمُتَّفَقِ عَلَيْهِ نَحْوُهُ وَقَالَ فِي آخِرِهِ فَلَمَّا فَرَغَ أَقْبَلَ عَلَى
النَّاسِ فَقَالَ أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا صَنَعْتُ هٰذَا لِتَأْتَمُّوا بِي وَلِتَعَلَّمُوا صَلَاتِي۔ وَعَنْ
عَائِشَةَ قَالَتْ صَلّٰى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حُجْرَتِهِ وَالنَّاسُ يَأْتَمُّونَ بِهِ
مِنْ وَرَاءِ الْحُجْرَةِ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ۔ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ۔ عَنْ أَبِي مَالِكٍ
الْأَشْعَرِيِّ قَالَ أَلَا أُحَدِّثُكُمْ بِصَلٰوةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَقَامَ

اور لوگوں نے آپ کے پیچھے رکوع کیا پھر اپنا سر اٹھایا پھر الٹے پاؤں لوٹے پھر زمین پر سجدہ کیا پھر منبر کی طرف لوٹے ۱؎ پھر قرأت کی پھر رکوع کیا پھر سر اٹھایا پھر پیچھے لوٹے حتی کہ زمین پر سجدہ کیا یہ بخاری کے لفظ ہیں اور مسلم بخاری میں اس کی مثل ہے اور اس کے آخر میں فرمایا کہ جب فارغ ہوئے تو لوگوں پر متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ اے لوگو میں نے یہ اس لیے کیا تاکہ تم میری اقتداء کرو اور میری نماز کو جان لو۲؎ روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حجرے میں نماز پڑھی اور لوگ حجرے کے پیچھے آپ کی اقتداء کر رہے تھے۳؎ (ابوداؤد) تیسری فصل روایت ہے حضرت ابو مالک اشعری سے کہ آپ نے فرمایا کیا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز نہ بتاؤں فرمایا نماز کی تکبیر کہی

بلندی ایک بالشت لمبائی ایک ہاتھ تھی (از مرقاۃ واشعہ)۔ ۲؎ یعنی آپ کا قیام و رکوع منبر پر ہوا اور سجدہ زمین پر کیونکہ سجدہ میں حیات سے بھی مسلمان آتے تھے انہیں نماز سکھانے کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اونچے کھڑے ہوئے۔ اب کسی امام کو اس طرح نماز پڑھانا جائز نہیں، یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام بحالت نماز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کرتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز سیکھا کرتے تھے، ہم سجدہ گاہ کو دیکھیں وہ قبلہ گاہ کو دیکھتے تھے۔

۳؎ بلکہ منبر بھی اسی لیے بنایا گیا "لِتَعَلَّمُوْا" لام کی فتحہ ہے جو ت معنی ہوں گے تم نماز سیکھ لو، غالب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر کی تیسری سیڑھی پر نماز پڑھی، پھر رکوع کے بعد مسلسل تین قدم سے اترے جیسے پر پہنچے، پھر سجدہ کے بعد مسلسل قدموں سے منبر پر پہنچے، ہمارے واسطے یہ عمل مفسد نماز ہیں، لہذا یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے ہے۔ ۴؎ یہ نماز تراویح تھی اور حجرہ چٹائی کا تھا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اعتکاف کے لیے اپنے پاس چٹائی کھڑی کرلی تھی، عائشہ صدیقہ کا حجرہ مراد نہیں کیونکہ اس میں رہتے ہوئے لوگ آپ کی اقتداء نہیں کرسکتے تھے کیونکہ آپ کسی کو نظر نہ آتے، خیال رہے کہ اب بھی اگر چٹائی اتنی چھوٹی ہو کہ کھڑے ہونے پر مقتدیوں کو امام نظر آسکے تو اس کے پیچھے نماز جائز ہے، بعض شارحین نے سمجھا کہ یہ مرض وفات شریف کی نماز ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عائشہ صدیقہ کے حجرے سے نماز پڑھائی ہے مگر یہ غلط ہے کیونکہ اس زمانہ میں حضرت صدیق اکبر امام رہے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم

الصَّلٰوةَ وَصَفَّ الرِّجَالَ وَصَفَّ خَلْفَهُمُ الْغِلْمَانَ ثُمَّ صَلّٰى بِهِمْ فَذَكَرَ صَلٰوتَهٗ ثُمَّ
قَالَ هٰكَذَا صَلٰوةُ قَالَ عَبْدُ الْاَعْلٰى لَا اَحْسَبُهٗ اِلَّا قَالَ اُمَّتِىْ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ ، وَعَنْ
قَيْسِ بْنِ عُبَادٍ قَالَ بَيْنَا اَنَا فِى الْمَسْجِدِ فِى الصَّفِّ الْمُقَدَّمِ فَجَبَذَنِىْ رَجُلٌ مِّنْ
خَلْفِىْ جَبْذَةً فَنَحَّانِىْ وَقَامَ مَقَامِىْ فَوَاللّٰهِ مَا عَقَلْتُ صَلٰوتِىْ فَلَمَّا انْصَرَفَ اِذَا
هُوَ اُبَىُّ بْنُ كَعْبٍ فَقَالَ يَا فَتٰى لَا يَسُوْءُكَ اللّٰهُ اِنَّ هٰذَا عَهْدٌ مِّنَ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَيْنَا اَنْ نَّلِيَهٗ ثُمَّ اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ فَقَالَ هَلَكَ اَهْلُ الْعُقَدِ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ
ثَلٰثًا ثُمَّ قَالَ وَاللّٰهِ مَا عَلَيْهِمْ اٰسٰى وَلٰكِنْ اٰسٰى عَلٰى مَنْ اَضَلُّوْا قُلْتُ يَا اَبَا يَعْقُوْبَ

اور مردوں کی صف بنائی ان کے پیچھے بچوں کی صف پھر انہیں نماز پڑھائی پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا ذکر کیا
۱ پھر فرمایا نماز اس طرح ہے عبدالاعلیٰ کہتے ہیں مجھے یہی خیال ہے کہ فرمایا میری امت کی نماز ۲ (ابوداؤد)
روایت ہے حضرت قیس ابن عباد سے ۳ فرماتے ہیں اس حال میں کہ میں مسجد میں پہلی صف میں تھا کہ مجھے پیچھے سے
کسی نے کھینچا مجھے ہٹا دیا اور میری جگہ خود کھڑا ہو گیا خدا کی قسم مجھے اپنی نماز کی خبر نہ رہی ۴ جب فارغ ہوئے تو وہ
ابی ابن کعب تھے فرمایا اے جوان اللہ تمہیں کبھی غمگین نہ کرے یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم سے عہد ہے کہ آپ کے قریب
رہیں ۵ پھر آپ قبلہ رو ہوئے اور فرمایا رب کعبہ کی قسم گرہ والے ہلاک ہو گئے ۶ تین بار کہا پھر فرمایا خدا کی
قسم میں ان پر غم نہیں کرتا لیکن غم ان پر کرتا ہوں جنہوں نے انہیں بہکایا میں نے کہا اے ابو

دوران جماعت میں دو آدمیوں کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر باہر تشریف لائے لہٰذا اس حدیث سے یہ مسئلہ ثابت نہیں ہو سکتا کہ امام حجرے
میں رہ کر مسجد کے نمازیوں کو چھانٹ دے۔
۱ یعنی اول سے آخر تک نماز کی ساری کیفیت بیان فرمائی راوی نے تفصیل اختصاراً ذکر نہ کی ۲ یعنی تاقیامت میری امت کی نماز
ایسی ہی ہونی چاہیے کہ مردوں کی صف آگے اور بچوں کی پیچھے ۳ آپ تابعین کوفہ میں سے ہیں ثقہ ہیں بہت کم حدیثیں بیان کرتے تھے
عبادت گزار شب بیدار تھے، اشعۃ اللمعات نے انہیں صحابی کہا، واللہ اعلم، آپ کو حجاج نے قتل کرایا۔
۴ یعنی مجھے اتنا غصہ آیا کہ یہ بھی یاد نہ رہا کہ کتنی رکعتیں پڑھی ہیں اور کتنی باقی ہیں، کیونکہ افضل جگہ سے ہٹنا مجھے بہت ناگوار گزرا اسی
لیے حضرت ابی ابن کعب نے اگلا کلام فرمایا ۵ یعنی امام کے پیچھے عاقل بالغ علم والا کھڑا ہو کہ بوقت ضرورت امام کے قائم مقام کھڑا
ہو سکے، غالب یہ ہے کہ قیس نابالغ تھے اس لیے انہیں ہٹا دیا گیا، اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ کسی کو اس کی جگہ سے
ہٹا کر خود کھڑا ہونا ممنوع ہے مگر شرعی ضرورت سے جائز ہے، دوسرے یہ کہ بچہ بڑے کے برابر نماز میں کھڑا ہو جائے تو اس سے
بڑے کی نماز فاسد نہیں ہوتی کیونکہ اب تک یہ ان کے برابر قیس کھڑے تھے ان کی نماز درست رہی، تیسرے یہ کہ امام کے پیچھے لائق
آدمی کھڑا ہو۔

مَا تَعْنِي بِاَهْلِ الْعَقْدِ قَالَ الْاُمَرَاءُ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ

بَابُ الْاِمَامَةِ

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ عَنْ اَبِي مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَؤُمُّ الْقَوْمَ اَقْرَؤُهُمْ لِكِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى فَاِنْ كَانُوْا فِي الْقِرَاءَةِ سَوَاءً فَاَعْلَمُهُمْ بِالسُّنَّةِ فَاِنْ كَانُوْا فِي السُّنَّةِ سَوَاءً فَاَقْدَمُهُمْ هِجْرَةً فَاِنْ كَانُوْا فِي الْهِجْرَةِ سَوَاءً فَاَقْدَمُهُمْ سِنًّا وَلَا يَؤُمَّنَّ الرَّجُلُ الرَّجُلَ فِي سُلْطَانِهِ وَلَا يَقْعُدْ

یعقوب عقد والوں سے آپ کی کیا مراد ہے فرمایا امیر لوگ (نسائی)

امامت کا باب[1]

پہلی فصل روایت ہے حضرت ابو مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قوم کی امامت وہ کرے جو کتاب اللہ کا زیادہ قاری ہو[2] اگر قرأت میں سب برابر ہوں تو سنت کا زیادہ جاننے والا[3] اگر سنت میں سب برابر ہوں تو پہلے ہجرت والا اگر ہجرت میں سب برابر ہوں تو زیادہ عمر رسیدہ[4] کوئی شخص کسی شخص کی ولایت کی جگہ امامت نہ کرے

[1] آپ کا اشارہ آئندہ ظالم حکام کی طرف ہے جیسے بنی امیہ کے ظالم بادشاہ اور ان کا اعلان فرما رہے ہیں کہ وہ حکام بھی لوگ اور انہیں حاکم بنانے والے مسلمان بھی برباد ہوں گے کیونکہ حضرت ابی ابن کعب کی وفات زمانہ عثمان میں ہوئی، اس وقت تک خلفاء نائب نبی تھے اور ان کے حکام نیک عادل[2] امام کے معنی ہیں پیشوا یا امر اُمّ سے بنا بمعنی قصد و ارادہ یعنی جس کی پیروی کا لوگ قصد کریں، اب دینی پیشوا کو کہا جاتا ہے۔ امامت دو قسم کی ہے، امامت صغریٰ یعنی نماز کی امامت امامت کبریٰ یعنی خلافت اسلامیہ شاہانہ یہاں امامت صغریٰ کا مراد ہے [3] عہد نبوی میں قریباً سارے صحابہ نماز کے مسائل کے عالم تھے مگر قاری کوئی کوئی تھا اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ امامت کے لیے مقدم وہ ہے جو عالم ہونے کے ساتھ قاری بھی ہو اس کا یہ مطلب نہیں کہ قاری غیر عالم غیر قاری سے مقدم ہوگا، دیکھو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض وفات شریف میں صدیق اکبر کو امام بنایا حالانکہ ابی ابن کعب صحابہ میں بڑے قاری تھے، بلکہ فرمایا جہاں ابوبکر موجود ہوں وہاں کسی کو امامت کا حق نہیں، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ عمل اس حدیث کی تفسیر ہے اسی لیے امام اعظم و امام شافعی وغیرہم امامت میں عالم کو قاری پر مقدم رکھتے ہیں کیونکہ علم کی ضرورت نماز کے ہر رکن میں ہے، قرأت کی ضرورت صرف ایک رکن میں، امام ابو یوسف اور بعض دیگر علماء نے ظاہر حدیث کو دیکھ کر قاری کو عالم پر مقدم رکھا مگر قول اول نہایت صحیح ہے۔

[4] یعنی اگر قرأت سب کی یکساں ہو تو صرف عالم کو مقدم کرو خیال رہے کہ یہاں علم سنت سے مراد نماز کے احکام کا جاننا ہے نہ کہ سند یافتہ عالم ہونا اور یہ کلام اس جگہ کے لیے ہے جہاں کوئی امام مقررہ نہ ہو یعنی الیسوں کا امام بنا دیکن جس مسجد میں امام مقرر ہو تو وہاں وہی امامت کا حقدار ہوگا اسے کوئی عالم یا قاری نہیں ہٹا سکتا اس کے لیے اگلی حدیثیں آرہی ہیں

[5] خلاصہ کہ امام میں مقتدیوں پر کوئی دینی فوقیت چاہیے اب شرعی ہجرت تو موجود نہیں زیادتی عمر کا ہی اعتبار ہوگا بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہاں ہجرت سے مراد گناہوں کا چھوڑنا ہے، ہجرت معنوی، یعنی پرہیزگار غیر متقی پر مقدم

فِي بَيْتِهٖ عَلٰى تَكْرِمَتِهٖ إِلَّا بِإِذْنِهٖ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَفِي رِوَايَةٍ لَهٗ وَلَا يَؤُمَّنَّ الرَّجُلُ الرَّجُلَ فِي أَهْلِهٖ وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانُوا ثَلٰثَةً فَلْيَؤُمَّهُمْ أَحَدُهُمْ وَأَحَقُّهُمْ بِالْإِمَامَةِ أَقْرَؤُهُمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَذُكِرَ حَدِيثُ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ فِي بَابٍ بَعْدَ بَابِ فَضْلِ الْأَذَانِ ۔ اَلْفَصْلُ الثَّانِي عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُؤَذِّنْ لَكُمْ خِيَارُكُمْ وَلْيَؤُمَّكُمْ قُرَّاؤُكُمْ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ ۔ وَعَنْ أَبِي عَطِيَّةَ الْعُقَيْلِيِّ قَالَ كَانَ مَالِكُ بْنُ الْحُوَيْرِثِ يَأْتِينَا إِلٰى مُصَلَّانَا يَتَحَدَّثُ فَحَضَرَتِ الصَّلٰوةُ يَوْمًا قَالَ أَبُو عَطِيَّةَ فَقُلْنَا لَهٗ تَقَدَّمْ فَصَلِّهْ قَالَ لَنَا قَدِّمُوا رَجُلًا مِنْكُمْ يُصَلِّي بِكُمْ وَسَأُحَدِّثُكُمْ لِمَ لَا أُصَلِّي بِكُمْ سَمِعْتُ رَسُولَ

اور نہ اس کے گھر میں اس کے بغیر اجازت اس کی جگہ پر بیٹھے [1] (مسلم) اور مسلم کی دوسری روایت میں ہے کہ کوئی شخص کسی شخص کی اس کے گھر میں امامت نہ کرے۔ روایت ہے حضرت ابوسعید سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تین آدمی ہوں تو ان میں ایک امام بن جائے ان میں امامت کا زیادہ حقدار قاری ہے [2] (مسلم) اور مالک ابن حویرث کی حدیث فضل اذان کے بعد والے باب میں بیان ہوگی [3]۔ دوسری فصل روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اذان بہترین لوگ دیں اور تمہاری امامت قاری لوگ کریں [4] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابوعطیہ عقیلی سے فرماتے ہیں کہ مالک ابن حویرث ہمارے پاس ہماری مسجد میں آتے اور بات چیت کیا کرتے تھے ایک دن نماز کا وقت آگیا ابوعطیہ کہتے ہیں کہ ہم نے ان سے کہا آگے بڑھئے نماز پڑھائیے وہ بولے کہ تم اپنے کسی آدمی کو آگے بڑھاؤ جو تمہیں نماز پڑھائے اور میں بتاؤں گا کہ میں نماز کیوں نہیں پڑھاتا میں نے نبی کریم صلی

ہوگا۔

[1] یعنی جہاں امام مسجد مقرر ہو وہاں وہی نماز پڑھائے گا، اگرچہ اس سے بڑا عالم یا قاری موجود ہو۔ معلوم ہوا کہ گزشتہ ترتیب وہاں کے لیے تھی جہاں امام پہلے سے مقرر نہ ہو، ہاں مقرر امام کی اجازت سے دوسرا نماز پڑھا سکتا ہے۔ [2] یعنی اگرچہ قاری عالم کا امام بننا افضل ہے لیکن اگر ان کے سوا کوئی اور بھی امام بن گیا تو نماز ہو جائے گی۔ اس سے معلوم ہوا کہ افضل کے ہوتے مفضول کا امام بننا جائز ہے۔ اس جگہ مرقاۃ نے فرمایا کہ اگرچہ مفضول امام بن جائے مگر افضل پیچھے رہ کر بھی اس سے افضل ہے۔ دیکھو حضرت بلال جنت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے جائیں گے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم ہو کر۔ [3] اس میں یہ ذکر تھا کہ تم میں اذان کوئی کہہ دے مگر امامت بہتر آدمی کرے۔ یہ حدیث مصابیح میں یہاں تھی میں نے وہاں بیان کی۔ [4] یعنی مؤذن متقی پرہیزگار اور نماز کے اوقات جاننے والا چاہیے کیونکہ لوگوں کی نمازیں، افطار، سحریاں، کھانا پینا اس کی اذان سے وابستہ ہیں، نیز اکثر اذان کے لیے اونچے پر چڑھتا ہے جس سے کبھی لوگوں کے گھروں میں نظر پڑ جاتی ہے۔ خیال رہے کہ مؤذن میں عالم ہونا شرط نہیں کیونکہ مؤذن دوسرے کے علم سے فائدہ اٹھا سکتا ہے مگر امام دوران نماز میں دوسرے کے علم سے استفادہ نہیں کر سکتا۔ دیکھو حضور صلی اللہ علیہ وسلم

النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول من زار قوما فلا یؤمھم ولیؤمھم رجل منھم رواہ ابوداؤد والترمذی والنسائی الا انہ اقتصر علی لفظ النبی صلی اللہ علیہ وسلم و عن انس قال استخلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابن ام مکتوم یؤم الناس وھو اعمی رواہ ابوداؤد و عن ابی امامۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلاثۃ لا تجاوز صلاتھم اذانھم العبد الآبق حتی یرجع وامرأۃ باتت وزوجھا

اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو کسی قوم کی ملاقات کو جائے وہاں کی امامت نہ کرے ان کی امامت انہیں میں کا کوئی کرے ۱؎ (ابوداؤد، ترمذی، نسائی) مگر نسائی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لفظ پر کفایت کی ۔ روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن ام مکتوم کو اپنا نائب کیا کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں حالانکہ وہ نابینا تھے ۲؎ (ابوداؤد) ۔ روایت ہے حضرت ابوامامہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تین شخصوں کی نماز ان کے کانوں سے آگے نہیں بڑھتی ۳؎ بھاگا ہوا غلام حتی کہ لوٹ آئے اور وہ عورت جو اس حالت میں رات گزارے کہ

نے اذان کے لیے حضرت بلال کو منتخب فرمایا حالانکہ وہاں صحابہ موجود تھے ۵؎ آپ صحابی ہیں صرف ۲ سال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہے، بصرہ میں قیام رہا، ۷۴ھ میں وہیں وفات پائی۔

۱؎ مالک ابن حویرث کو یہی حدیث پہنچی اور وہاں یہ تھا کہ ان کی بغیر اجازت امامت نہ کرے، اس لیے آپ نے اجازت کے باوجود نماز نہ پڑھائی، یہ ہے صحابہ کا انتہائی تقویٰ، شارحین نے اس کے اور وجوہ بیان کیے ہیں مگر یہ وجہ بہت قوی ہے ۲؎ یعنی جب آپ غزوہ تبوک میں تشریف لے گئے، تو حضرت علی مرتضیٰ کو مدینہ منورہ کی حفاظت اہل و عیال کی نگہداشت دشمنوں کے انتظام کا خلیفہ بنا گئے اور عبداللہ ابن ام مکتوم کو نماز کی امامت کا، چونکہ علی مرتضیٰ اتنی ذمہ داریوں کے ہوتے امامت کے فرائض انجام نہیں دے سکتے تھے اس لیے آپ پر یہ پابندی نہیں لگائی گئی، اور چونکہ باقی لوگوں میں عبداللہ ابن ام مکتوم کی برابر کوئی عالم نہ تھا اس لیے باوجود نابینا ہونے کے آپ کو امام بنایا گیا۔ خیال رہے کہ حضرت ابن ام مکتوم کی امامت اتفاقی تھی مگر صدیق اکبر کی امامت اتفاقی نہ تھی وہاں تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جس قوم میں ابوبکر ہوں وہاں کسی اور کو امامت کا حق نہیں، لہذا صدیق اکبر کی امامت ان کی خلافت کی دلیل تھی مگر یہ امامت خلافت کی دلیل نہیں، فقیر کی اس تقریر سے اس حدیث پر حسب ذیل اعتراضات اٹھ گئے (۱) یہ حدیث صحیح نہیں کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقعہ پر علی مرتضیٰ کو خلیفہ بنایا تھا یہ حدیث اس کے خلاف ہے (۲) علی مرتضیٰ جیسے فقیہ و عالم کی موجودگی میں انہیں امام کیوں نہ بنایا گیا (۳) نابینا کی امامت مکروہ ہے پھر انہیں امام کیوں بنایا گیا (۴) معلوم ہوا کہ صدیق اکبر کو نماز کا امام بنانا آپ کی خلافت کی دلیل نہیں، ورنہ ابن ام مکتوم بھی خلیفہ ہونے چاہئیں۔ خیال رہے کہ نابینا کی امامت مکروہ تنزیہی صرف خلاف اولیٰ ہے مگر جب نابینا عالم قوم ہو تو خلاف اولیٰ سے بھی نہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن ام مکتوم کو دوبارہ اپنا خلیفہ بنایا ہے بعض نے فرمایا کہ اس امامت میں تیرہ غزوے ہوئے ۳؎ اٹھنے والے واقعہ کا ذکر کرنا مقصود تھا یعنی قبولیت تک یا بارگاہ الٰہی میں پیش ہی نہیں ہوتی جیسے دوسری

عَلَيْهَا سَاخِطٌ وَإِمَامُ قَوْمٍ وَهُمْ لَهُ كَارِهُوْنَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ
غَرِيْبٌ ۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثَةٌ لَا تُقْبَلُ
مِنْهُمْ صَلٰوتُهُمْ مَنْ تَقَدَّمَ قَوْمًا وَهُمْ لَهُ كَارِهُوْنَ وَرَجُلٌ أَتَى الصَّلٰوةَ دِبَارًا وَالدِّبَارُ
أَنْ يَأْتِيَهَا بَعْدَ أَنْ تَفُوْتَهُ وَرَجُلٌ اِعْتَبَدَ مُحَرَّرَةً رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ ۔ وَ
عَنْ سَلَامَةَ بِنْتِ الْحُرِّ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ مِنْ أَشْرَاطِ
السَّاعَةِ أَنْ يَتَدَافَعَ أَهْلُ الْمَسْجِدِ لَا يَجِدُوْنَ إِمَامًا يُصَلِّيْ بِهِمْ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُوْدَاوُدَ

اس کا خاوند ناراض ہو[1] اور قوم کا امام کہ قوم اسے ناپسند کرے[2] (ترمذی) اور فرمایا کہ یہ حدیث غریب ہے
روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تین شخص ہیں جن کی نماز قبول نہیں
ہوتی جو کسی قوم کے آگے کھڑا ہو جائے حالانکہ وہ اسے ناپسند کرتے ہوں اور وہ شخص جو نماز میں پیچھے آئے
یہ کہ فوت ہونے کے بعد آئے[3] اور وہ شخص جو کسی آزاد کو غلام بنالے[4] (ابوداؤد، ابن ماجہ) روایت
ہے حضرت سلامہ بنت حر سے[5] فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ علامات قیامت سے یہ ہے کہ
مسجد والے ایک دوسرے پر ٹالیں کوئی امام نہ پائیں جو انہیں نماز پڑھائے[6] (احمد، ابوداؤد)

نیکیاں اٹھتی ہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ چونکہ کان انسان کا سب سے قریب عضو ہے کہ اس سے ہی تلاوت کی آواز سنی جاتی ہے اس لیے اس کا ذکر ہوا۔ [1] عورت کی بدخلقی اور نافرمانی کی وجہ سے اور اگر بلاوجہ ناراض ہے تو عورت کا کوئی نقصان نہیں، اور اگر ظلم مرد کی طرف سے ہے تو حکم برعکس ہوگا یعنی بغیر عورت کو راضی کئے مرد کی نماز قبول نہ ہوگی (لمعات و مرقاۃ) [2] ظاہر یہ ہے کہ یہاں امام سے مراد نماز کا امام ہے اور ناپسندیدگی سے مراد امام کی جہالت یا بدعملی یا بدمذہبی کی وجہ سے ناراضی ہے اگر لوگ دنیاوی وجہ سے ناراض ہوں تو اس کا اعتبار نہیں بلکہ اس صورت میں وہ لوگ گنہگار ہوں گے۔ خیال رہے کہ ناراضی میں اکثر کا اعتبار ہے دو چار آدمی تو ہر ایک سے ناراض ہوتے ہی ہیں [3] یعنی نماز قضا کر دینے یا بلاوجہ جماعت چھوڑ دینے کا عادی ہو گیا ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ جماعت واجب ہے اس کے چھوڑنے کی عادت فسق ہے [4] مُحَرَّرَةً رَقَبَةً پوشیدہ کی صفت ہے آزاد کو غلام بنانے کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ ظلماً آزاد کو پکڑ کے غلام بنالیا جائے جیسے یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے آپ کے ساتھ کیا دوسرے یہ کہ اپنے غلام کو خفیہ طور پر آزاد کر کے پھر غلام بنالیا جائے غلام ثبوت نہ ہونے کی وجہ سے کچھ نہ کہہ سکے ایسے ظالم کی نماز کیسے قبول ہو سکتی ہے چونکہ عرب میں اسلام سے پہلے اس قسم کی حرکتیں عام ہوتی تھیں اس لیے یہ وعید ارشاد فرمائی گئی [5] آپ صحابیہ ہیں قبیلہ بنی اسد سے یا بنی فزارہ سے ہیں ان کی حدیثیں کوفہ میں زیادہ مشہور ہوئیں [6] یعنی مسلمان مسجد میں جمع ہوں اور ہر ایک دوسرے سے کہے کہ تو نماز پڑھا۔ مقصد یہ ہے کہ قریب قیامت جہالت ایسی عام ہو جائے گی کہ مسلمانوں کے مجمعوں میں کوئی امامت کے قابل نہ ہوگا بعض دفعہ لوگ اکیلے اکیلے نماز پڑھ کر چلے جائیں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ تکلفاً امامت کو ٹالنا بھی ممنوع ہے۔ مرقاۃ نے یہاں فرمایا اس حدیث کی بنا پر علماء نے امامت تعلیم قرآن وغیرہ عبادتوں پر اجرت جائز کی تاکہ

وابن ماجة. وعن ابي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الجهاد واجب عليكم مع كل امير برا كان او فاجرا وان عمل الكبائر والصلوة واجبة عليكم خلف كل مسلم برا كان او فاجرا وان عمل الكبائر والصلوة واجبة على كل مسلم برا كان او فاجرا وان عمل الكبائر رواه ابو داود. **الفصل الثالث** عن عمرو بن سلمة قال كنا بماء ممر الناس يمر بنا الركبان نسألهم ما للناس ما هذا الرجل فيقولون يزعم ان الله ارسله اوحى اليه اوحى اليه كذا فكنت احفظ ذلك الكلام

ابن ماجہ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جہاد تم پر واجب ہے ہر امیر کے ساتھ نیک ہو یا بد[1] اگرچہ گناہ کبیرہ کرے اور ہر مسلمان کے پیچھے تم پر نماز واجب ہے نیک ہو یا بد اگرچہ گناہ کبیرہ کرے[2] اور ہر مسلمان کی نماز جنازہ واجب ہے نیک ہو یا بد اگرچہ گناہ کبیرہ کرے[3] (ابوداؤد)

تیسری فصل روایت ہے حضرت عمرو ابن سلمہ سے[4] فرماتے ہیں کہ ہم لوگ گھاٹ پر رہتے تھے ہم پر قافلے گزرتے تھے ہم ان سے پوچھتے کہ لوگوں کا کیا حال ہے ان صاحب کا کیا حال ہے[5] وہ کہتے وہ فرماتے ہیں کہ اللہ نے انہیں رسول بنایا انہیں فلاں وحی کی میں اس وحی کو یاد کرتا رہتا تھا

مسجدیں ویران نہ ہو جائیں۔ [1] اس سے معلوم ہوا کہ جہاد کے لیے امیر شرط ہے لیکن امیر کے لیے قریشی یا متقی ہونا شرط نہیں ہر مسلمان امیر کے ماتحت جہاد جائز ہے یعنی اگر فاسق و فاجر امیر بن گیا ہو تو اس کے ساتھ جہاد کرو مگر فاسق کو امیر بنانا منع ہے دیکھو امام حسین نے یزید کو امام نہ بنایا جان دے دی۔ لہٰذا ان کا یہ عمل اس حدیث کے خلاف نہیں۔ [2] فقہاء فرماتے ہیں کہ فاسق کو امام بنانا منع، لیکن اگر وہ امام بن چکا ہو تو اس کے پیچھے نماز جائز۔ اس مسئلہ کا ماخذ یہ حدیث ہے۔ خیال رہے کہ یہاں فاسق سے مراد بدعمل ہے نہ کہ بدمذہب، لہٰذا قادیانی، چکڑالوی، شیعہ امام کے پیچھے ہرگز نماز جائز نہیں نیز اگر فاسق نماز میں کوئی ایسی بدعملی کر رہا ہے جس سے خود اس کی نماز مکروہ تحریمی ہو رہی ہے، اس کے پیچھے بھی نماز جائز نہیں جیسے کوئی سونا یا ریشم پہن کر یا داڑھی منڈائے نماز پڑھے، مگر ایسا کرے نماز پڑھائے کیونکہ جو نماز مکروہ تحریمی فعل کے ساتھ ادا کی جائے اس کا لوٹانا واجب۔ یہاں حدیث میں فاسق سے مراد وہ ہے جو نماز میں فسق نہ کر رہا ہو جیسے جھوٹا یا غیبت کرنے والا آدمی کہ وہ یہ جرم نماز میں نہیں کرتا۔ [3] یعنی مسلمان میت کیسا ہی گنہگار ہو اس کا جنازہ ضرور پڑھا جائے گا۔ خیال رہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مقروض میت کا جنازہ نہ پڑھا تھا تاکہ لوگ قرض سے بچیں مگر صحابہ سے پڑھوا دیا۔ آپ کا وہ عمل اس حدیث کے خلاف نہیں۔ فقہاء فرماتے ہیں کہ چار شخصوں کی نماز جنازہ نہ پڑھی جاوے، ڈاکو جو مقابلے میں مارا جائے، ماں باپ کا قاتل جبکہ قصاص میں مارا جائے، خناق یعنی خفیہ طور پر لوگوں کا گلا گھونٹ کر مار دینے والا، باغی جو جنگ میں مارا جائے (درمختار) اس مسئلے کا ماخذ حضرت علی مرتضیٰ کا عمل شریف ہے۔ [4] حق یہ ہے کہ آپ صحابی ہیں آپ کے والد حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کر گئے ہیں لیکن آپ کی ملاقات ثابت نہیں۔ آپ انصار میں سے ہیں۔ [5] یعنی ہمارا قبیلہ کسی دریا کے گھاٹ پر رہتا تھا جہاں سے دن رات قافلے گزرتے ہیں

فَكَأَنَّمَا يُغْرَى فِي صَدْرِي وَكَانَتِ الْعَرَبُ تَلَوَّمُ بِإِسْلَامِهِمُ الْفَتْحَ فَيَقُولُونَ اتْرُكُوهُ وَقَوْمَهُ فَإِنَّهُ إِنْ ظَهَرَ عَلَيْهِمْ فَهُوَ نَبِيٌّ صَادِقٌ فَلَمَّا كَانَتْ وَقْعَةُ الْفَتْحِ بَادَرَ كُلُّ قَوْمٍ بِإِسْلَامِهِمْ وَبَدَرَ أَبِي قَوْمِي بِإِسْلَامِهِمْ فَلَمَّا قَدِمَ قَالَ جِئْتُكُمْ وَاللّٰهِ مِنْ عِنْدِ النَّبِيِّ فَقَالَ صَلُّوا صَلٰوةَ كَذَا فِي حِينِ كَذَا وَصَلٰوةَ كَذَا فِي حِينِ كَذَا فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَلْيُؤَذِّنْ أَحَدُكُمْ وَلْيَؤُمَّكُمْ أَكْثَرُكُمْ قُرْآنًا فَنَظَرُوا فَلَمْ يَكُنْ أَحَدٌ أَكْثَرَ قُرْآنًا مِنِّي لِمَا كُنْتُ أَتَلَقَّى مِنَ الرُّكْبَانِ

گویا وہ میرے سینے میں پیوست ہوجاتی تھی [1] اہل عرب اسلام قبول کرنے میں فتح مکہ کے منتظر تھے کہتے تھے کہ انہیں ان کی قوم کے ساتھ چھوڑ دو اگر وہ ان پر غالب آجائیں تو سچے نبی ہیں [2] جب فتح مکہ کا واقعہ ہوگیا تو ہر قوم اسلام لانے میں جلدی کرنے لگی میرے والد اپنی قوم کی طرف سے اسلام لانے میں جلدی پہنچے [3] جب آئے تو بولے خدا کی قسم میں سچے نبی کی طرف سے آیا ہوں فرمایا کہ فلاں نماز فلاں وقت میں اور فلاں نماز فلاں وقت میں پڑھا کرو جب وقت نماز آئے تو تم میں کوئی اذان دے اور امامت وہ کرے جسے قرآن زیادہ یاد ہو [4] انہوں نے دیکھا تو مجھ سے زیادہ قرآن والا کوئی نہ تھا کیونکہ میں قافلوں سے یاد کرتا رہتا تھا انہوں نے مجھے ہی آگے کر دیا حالانکہ میں

چونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام شریف سارے عرب میں پھیل چکا تھا ہم نے بھی سن لیا تھا اس لیے جو قافلہ مدینہ طیبہ سے آتا ہم اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات اور لوگوں کے برتاؤ سے پوچھا کرتے تھے۔

[1] یعنی بعض لوگ آیات قرآنیہ ہمیں سنایا کرتے تھے ہمارے بڑے تو سن کر بھول جاتے تھے مگر میں بچہ تھا مجھے ایک ایک لفظ یاد رہتا تھا کیونکہ بچپن کا حفظ پتھر کی لکیر ہوتا ہے نیز میرے قلب میں وہ کلام بہت ہی اثر کرتا تھا اس لیے میں شوق سے بھی یاد کرتا تھا مثل مشہور ہے ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات [2] یعنی ہمارے علاقے کے عرب لوگ سمجھ چکے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات دیکھ چکے تھے۔ اس لیے انہوں نے فتح مکہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقانیت کی دلیل سمجھ رکھا تھا کیونکہ ان حالات اور اس ماحول میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فتح مکہ فرمانا معجزہ ہی تھا لہذا اس جملہ پر کوئی اعتراض نہیں

[3] یہ اس آیت کی تفسیر ہے وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللّٰهِ أَفْوَاجًا کہ ہر طرف سے فوج در فوج لوگ آکر مشرف باسلام ہوتے تھے میرے والد حضرت سلمہ اپنی قوم کے نمائندے بن کر حاضر بارگاہ ہوئے [4] معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان حضرت کو نماز کے احکام بہت تفصیل سے بتلائے باقی زکوٰۃ وغیرہ کے اجمالی کیونکہ مسلمان ہوتے ہی نماز فرض ہوجاتی ہے زکوٰۃ سال بعد اس دوران میں وہ مسائل سیکھ سکتے ہیں اور چونکہ ابھی ان کی قوم میں عالم ملتے نہ تھے اس لیے صرف حافظ آیات امام بنانے کا حکم دیا گیا اسی لیے آگے یہ نہ فرمایا کہ اگر قرات میں برابر ہوں تو عالم کو لو لہذا اس حدیث سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ قاری غیر عالم متقی عالم پر مقدم ہو

فَقَدَّمُوْنِیْ بَیْنَ اَیْدِیْہِمْ وَاَنَا ابْنُ سِتٍّ اَوْ سَبْعِ سِنِیْنَ وَکَانَتْ عَلَیَّ بُرْدَۃٌ کُنْتُ اِذَا سَجَدْتُّ تَقَلَّصَتْ عَنِّیْ فَقَالَتْ اِمْرَأَۃٌ مِّنَ الْحَیِّ اَلَا تُغَطُّوْنَ عَنَّا اِسْتَ قَارِئِکُمْ فَاشْتَرَوْا فَقَطَعُوْا لِیْ قَمِیْصًا فَمَا فَرِحْتُ بِشَیْءٍ فَرَحِیْ بِذٰلِکَ الْقَمِیْصِ رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ لَمَّا قَدِمَ الْمُہَاجِرُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ الْمَدِیْنَۃَ کَانَ یَؤُمُّہُمْ سَالِمٌ مَّوْلٰی اَبِیْ حُذَیْفَۃَ وَفِیْہِمْ عُمَرُ وَاَبُوْ سَلَمَۃَ بْنُ عَبْدِ الْاَسَدِ رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثَلٰثَۃٌ لَا

چھ یا سات سال کا تھا [1] مجھ پر ایک چادر تھی کہ جب میں سجدہ کرتا تو وہ سمٹ جاتی (کھل جاتی) قبیلے کی ایک عورت بولی کہ اپنے قاری کے چوتڑ ہم سے کیوں نہیں ڈھکتے تب انہوں نے میرے لیے قمیص خرید کر سلوائی مجھے جتنی خوشی اس قمیص سے ہوئی اتنی کسی سے نہ ہوئی تھی [2] (بخاری) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ جب پہلے مہاجر مدینہ میں آئے تو ان کی امامت ابوحذیفہ کے غلام سالم کرتے تھے حالانکہ ان میں حضرت عمر اور ابوسلمہ ابن عبدالاسد ہوتے تھے [3] (بخاری) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تین شخص ہیں جن کی نمازیں ان کے سروں سے بالشت بھر اونچی نہیں اٹھتیں وہ شخص جو کسی قوم کی امامت کرے

[1] یعنی جب انہوں نے امامت کے لیے کسی کو منتخب کرنا چاہا تو میں انتخاب میں آیا کیونکہ مجھے بچپن ہی سے آیات قرآنیہ یاد تھیں مجھے قافلے والوں نے نماز پڑھنے کا طریقہ (جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھ کر آئے تھے) بتا کر آگے کھڑا کر دیا میں چھ یا سات برس کا تھا اور دیگر پیچھے بوڑھے جوان سب تھے خیال رہے کہ یہ حضرات ابھی مسائل نماز سے بے خبر تھے اس لیے انہوں نے ایسے بچے کو امام بنایا جسے ستر کی پوری خبر نہ تھی چھپا کر آگے کیا ہے اس سے بعض لوگ بچے کی امامت پر دلیل پکڑتے ہیں مگر یہ غلط ہے ورنہ انہیں چاہیے کہ وہ ننگے امام کے پیچھے نماز پڑھا کریں ان حضرات کی یہ نمازیں لوٹانے کے قابل رہتیں کیونکہ ابھی تو زمین اسلام شائع نہیں ہوئے تھے ان کی بے علمی ان کے لیے عذر تھی [2] کیونکہ مجھے امامت بھی ملی اور ساتھ ہی قوم کی طرف سے ایک قسم کا انعام بھی خیال رہے کہ امام اعظم کے نزدیک بچے کی امامت کسی نماز میں جائز نہیں نہ فرض میں نہ نفل میں حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں کہ بچہ جس پر حدود جاری نہیں امامت نہ کرے حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ بلوغت سے پہلے بچے کی امامت جائز نہیں یہی قول حضرت عمر فاروق اور صدیق اکبر کا ہے بالغ کے نفل شروع کر دینے سے واجب ہو جاتے ہیں مگر بچے کے نفل شروع کرنے کے بعد بھی نفل ہی رہتے ہیں۔ تعجب ہے ان بزرگوں پر جو ان صاحبزادے کی روایت پر تو عمل کرتے ہیں مگر فقہاء صحابہ کے قول پر عمل نہیں کرتے (مرقاۃ) اس کی پوری بحث ہماری کتاب جاء الحق حصہ دوم میں دیکھو [3] یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے پہلے بعض صحابہ مدینہ منورہ پہنچ گئے تھے جن میں حضرت عمر اور سیدنا ام سلمہ کے خاوند ابو سلمہ ابن عبدالاسد جیسے صحابہ بھی تھے لیکن چونکہ اس وقت ابوحذیفہ ابن عتبہ ابن ربیعہ کے غلام زیادہ قاری اور عالم بھی تھے اس لیے وہ امام رہے اس سے معلوم ہوا کہ افضل کے ہوتے مفضول امامت کر سکتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ

تَرْتَفِعُ لَهُمْ صَلٰوتُهُمْ فَوْقَ رُؤُسِهِمْ شِبْرًا رَجُلٌ اَمَّ قَوْمًا وَهُمْ لَهٗ كَارِهُوْنَ وَامْرَأَةٌ بَاتَتْ وَزَوْجُهَا عَلَيْهَا سَاخِطٌ وَاَخَوَانِ مُتَصَارِمَانِ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ

بَابُ مَا عَلَى الْاِمَامِ

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ عَنْ اَنَسٍ قَالَ مَا صَلَّيْتُ وَرَاءَ اِمَامٍ قَطُّ اَخَفَّ صَلٰوةً وَلَا اَتَمَّ صَلٰوةً مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاِنْ كَانَ يَسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِيِّ فَيُخَفِّفُ مَخَافَةَ اَنْ تُفْتَنَ اُمُّهٗ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ اَبِي قَتَادَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّي لَاَدْخُلُ فِي الصَّلٰوةِ وَاَنَا اُرِيْدُ اِطَالَتَهَا فَاَسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِيِّ فَاَتَجَوَّزُ فِي صَلٰوتِي مِمَّا اَعْلَمُ مِنْ شِدَّةِ وَجْدِ

جو اس سے ناراض ہو اور وہ عورت جو رات گزارے اس حال میں کہ اس کا خاوند اس پر ناراض ہو اور دو بائیکاٹ کرنیوالے مسلمان بھائی ۱ (ابن ماجہ) باب امام پر کیا چیزیں ہیں ۲ پہلی فصل روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ میں نے کسی امام کے پیچھے کبھی نماز نہ پڑھی جس کی نماز حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہلکی اور زیادہ پوری ہو ۳ آپ بچہ کے رونے کی آواز سنتے تو ہلکی کر دیتے اس خوف سے کہ اس کی ماں گھبرا جائے گی ۴ (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ابو قتادہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں نماز شروع کرتا ہوں ارادے سے دراز کرنا چاہتا ہوں لیکن بچے کی رونے کی آواز سن لیتا ہوں تو نماز میں اختصار کرتا ہوں کیونکہ اس کے رونے سے اس کی ماں کی سخت گھبراہٹ جان لیتا ہوں ۵ (مسلم، بخاری)

قرآن چار شخصوں سے سیکھو ابن مسعود ابی ابن کعب معاذ ابن جبل سالم مولیٰ ابی حذیفہ (جامع صغیر سیوطی)

۱ یعنی جو دو مسلمان دنیاوی وجہ سے ایک دوسرے سے قطع تعلق کرچکے ہوں، ان دونوں کو امام نہ بناؤ تاکہ اس وجہ سے وہ آپس میں صفائی کرلیں، خیال رہے کہ دینی وجہ سے بائیکاٹ یعنی عبادت ہے جیسے ہم مرزائیوں وغیرہ سے دور رہیں ایسے ہی کسی کی اصلاح کے لیئے اس کا بائیکاٹ کرنا جائز، نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام صحابہ نے حضرت کعب ابن مالک کا کچھ سکھانے کے لیئے چالیس دن بائیکاٹ کیا ابتداء یہ حدیث اپنے علوم پر ہے ۲ یعنی امام پر مقتدیوں کے کیا کیا حقوق ہیں ۳ یعنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جماعت کی نماز ہلکی ہوتی تھی۔ اس کے باوجود کوئی مستحب تک نہیں چھوٹتا تھا خیال رہے کہ ہلکی نماز سے یہ مراد نہیں کہ سنتیں چھوڑ دیں یا جلدی جلدی ادا کریں بلکہ مراد یہ ہے کہ نماز کے ارکان دراز نہ کرے بقدر کفایت ادا کرے جیسے رکوع سجدے کی تسبیحیں تین بار خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کبھی بہت لمبی قرأت فرماتے مگر مقتدیوں کو ہلکی ہی معلوم ہوتی تھی لہذا یہ حدیث گزشتہ حدیث کے خلاف نہیں ۴ چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے عورتیں بھی نماز پڑھتی تھیں جو اپنے بچوں کو گھر سلا کر آتی تھیں جب گھر والے انکے رونے کی آواز آتی تو سرکار ان کی ماؤں کے خیال سے نماز ہلکی کرتے تھے ۵ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ نمازی کا باہر کی آواز سن لینا اور اس کا لحاظ کرنا خشوع نماز کے خلاف نہیں دوسرے یہ کہ نماز میں غیر معین مقتدی کی رعایت کرنا درست ہے جیسے بعض سورتوں میں مقتدیوں کی

أَجَلِهِ مِنْ بُكَائِهِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ لِلنَّاسِ فَلْيُخَفِّفْ فَإِنَّ فِيهِمُ السَّقِيمَ وَالضَّعِيفَ وَالْكَبِيرَ وَإِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ لِنَفْسِهِ فَلْيُطَوِّلْ مَا شَاءَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو مَسْعُودٍ أَنَّ رَجُلًا قَالَ وَاللهِ يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّي لَأَتَأَخَّرُ عَنْ صَلٰوةِ الْغَدَاةِ مِمَّا يُطِيلُ بِنَا فَمَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَوْعِظَةٍ أَشَدَّ غَضَبًا مِنْهُ يَوْمَئِذٍ ثُمَّ قَالَ إِنَّ مِنْكُمْ مُنَفِّرِينَ فَأَيُّكُمْ مَا صَلَّى بِالنَّاسِ فَلْيَتَجَوَّزْ فَإِنَّ فِيهِمُ الضَّعِيفَ وَالْكَبِيرَ وَذَا الْحَاجَةِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلُّونَ لَكُمْ فَإِنْ أَصَابُوا فَلَكُمْ وَإِنْ أَخْطَئُوا فَلَكُمْ وَعَلَيْهِمْ

روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تم میں کوئی لوگوں کو نماز پڑھائے تو ہلکی کرے کہ ان میں بیمار کمزور اور بوڑھے ہیں اور جب اکیلے پڑھے تو جتنی چاہے دراز کرے[1] (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت قیس ابن ابی حازم سے فرماتے ہیں کہ مجھے ابو مسعود نے خبر دی کہ ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ خدا کی قسم میں فلاں کی وجہ سے نماز فجر سے پیچھے رہ جاتا ہوں کیونکہ وہ دراز بہت کرتے ہیں میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دن سے زیادہ کسی وعظ میں غضبناک نہ دیکھا پھر فرمایا کہ تم میں سے بعض نفرت دلانے والے ہیں جو کوئی بھی لوگوں کو نماز پڑھائے وہ مختصر کرے کیونکہ ان میں کمزور بوڑھے اور کام کاج والے ہیں[2] (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تمہیں امام نماز پڑھایا کریں گے اگر درستی کریں تو تمہارے لیے مفید ہے اور اگر خطا کریں تو تمہارے لیے مفید اور ان کے لیے مضر[3]

سے نماز ہلکی کی جاسکتی ہے ایسے ہی اگر کوئی چلنے والوں یا وضو کرنے والوں کی وجہ سے نماز دراز کی جاسکتی ہے کسی میلی شخص کی نماز میں رعایت کرنا حرام کہ شرک خفی ہے یہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے ہے کہ صدیق اکبر بحالت نماز آپ کو دیکھ کر مقتدی بن جاتے تھے۔[1] لیکن اب عام اماموں کا حال برعکس ہے کہ اکیلی نماز مختصر پڑھتے ہیں اور جماعت کی نماز طویل خدا ہدایت دے۔[2] اس سے معلوم ہوا کہ امام کے قصور کی بنا پر اگر کوئی شخص جماعت چھوڑ دے تو گنہگار وہ نہیں ہے بلکہ امام نیز حاکم یا بزرگ کے سامنے امام کی شکایت کر دینا جائز ہے غیبت نہیں اور امام کی سزا بھی حاکم مقتدیوں کے سامنے اگر سختی بھی کرسکتا ہے اور ملامت بھی اس میں اس کی اصلاح ہے نہ کہ ذلیل کرنا [illegible] اگرچہ عبادت ہے مگر جب تک اس میں کوئی خرابی نہ پیدا ہو۔[3] یعنی اگر ایسی غلطی کریں جس کی تمہیں خبر نہ ہو تو تم تو بے قصور ہو وہ مجرم لیکن اگر تمہیں پتہ چل جائے تو تم پر نماز کا اعادہ وغیرہ واجب ہے چنانچہ اگر معلوم ہو جائے کہ امام بے دین یا بے وضو یا بے غسل تھا یا اس کے کپڑے میں نجاست لگی تھی تو سب پر نماز لوٹانا واجب ہے چنانچہ امام محمد نے کتاب الآثار میں باسناد صحیح روایت کی عَنْ اِبْرَاهِيْمَ ابْنِ يَزِيْدَ الْمَكِّيْ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ عَلِيِّ ابْنِ

رواہ البخاری وھذا الباب خال عن الفصل الثانی الفصل الثالث عن عثمان بن ابی العاص قال اٰخر ما عھد الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اممت قوما فاخف بھم الصلوۃ رواہ مسلم وفی روایۃ له ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال له ام قومک قال قلت یا رسول اللہ انی اجد فی نفسی شیئا قال ادنه فاجلسنی بین یدیه ثم وضع کفه فی صدری بین ثدیی ثم قال تحول فوضعها فی ظھری بین کتفی ثم قال ام قومک فمن ام قوما فلیخفف فان

(بخاری) یہ باب دوسری فصل سے خالی ہے۔ تیسری فصل روایت ہے حضرت عثمان ابن ابی العاص سے ۱؎ فرماتے ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے جو آخری عہد کیا تھا وہ یہ تھا کہ جب تم کسی قوم کی امامت کرو تو انہیں ہلکی نماز پڑھاؤ ۲؎ (مسلم) اور مسلم کی دوسری روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا اپنی قوم کی امامت کرو فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ میں اپنے دل میں کچھ پاتا ہوں ۳؎ فرمایا قریب آؤ مجھے اپنے سامنے بٹھایا اپنا ہاتھ میرے سینے پر دو پستانوں کے درمیان رکھا پھر فرمایا پھرو تو اپنا ہاتھ میری پیٹھ میں دو کندھوں کے درمیان رکھا پھر فرمایا اپنی قوم کی امامت کرو ۴؎ جو کسی قوم کا امام ہو تو نماز ہلکی پڑھائے

ایک کتاب کہ آپ نے فرمایا جو جنابت میں نماز پڑھا دے تو امام و مقتدی دونوں نماز لوٹائیں نیز عبدالرزاق نے حضرت جعفر سے روایت کی کہ ایک دفعہ حضرت علی نے جنابت میں نماز پڑھا دی تو آپ نے خود بھی نماز لوٹائی اور مقتدیوں کو بھی لوٹانے کا حکم دیا۔ نیز عبدالرزاق نے ابوامامہ سے روایت کی کہ ایک بار حضرت عمر نے جنابت میں نماز پڑھا دی تو آپ نے نماز لوٹائی مقتدیوں نے نہ لوٹائی۔ تب علی مرتضی نے کہا کہ آپ نے فاروق اعظم سے فرمایا کہ سب کو نماز لوٹانی چاہیئے تھی حضرت ابن مسعود نے آپ کی تائید کی تب عمر فاروق نے رجوع کیا اور سب کی نماز لوٹائی نیز سارے علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ اگر امام بغیر تکبیر تحریمہ نماز پڑھا دے تو کسی کی نماز نہیں ہوتی اور ظاہر ہے کہ جنبی بے وضو اور نجس کپڑے والے کا تحریمہ کہنا صحیح نہیں لہذا ان کی نمازیں بغیر تحریمہ ہیں۔ بہرحال یہ حدیث وہابیوں کی دلیل ہے حنفیوں کے خلاف **نوٹ** اس حدیث کی بنا پر وہابی کہتے ہیں کہ امام کی نماز کے باطل ہونے سے مقتدی پر کوئی اثر نہیں پڑتا مگر یہ غلط ہے

مسئلہ: اگر امام ایک عرصے کے بعد کہے کہ میں کافر تھا یا میں نے اب تک بے وضو نمازیں پڑھائیں تو مقتدیوں پر نمازیں لوٹانا فرض نہیں کیونکہ امام اس خبر کی وجہ سے فاسق ہو گیا اور فاسق کی بات کا اعتبار نہیں۔ (فتح القدیر و مرقاۃ)

۱؎ آپ ثقفی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اور عہد صدیقی و فاروقی میں طائف کے حاکم رہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بنی ثقیف نے مرتد ہونا چاہا تو آپ نے فرمایا کہ تم لوگ سب سے آخر میں اسلام لائے تھے کفر میں آگے کیوں ہوئے جاتے ہو اور سب کو ارتداد سے روک لیا ۲؎ غالبًا آپ کو طائف بھیجتے وقت آخری یہ وصیت فرمائی ہوگی ۳؎ امام بننے کی حالت میں کبر و غرور و خود پسندی یا وسوسے اور برے خیالات یا کمزوری جس کی وجہ سے امامت کی ہمت نہیں پڑتی ہو سکتا ہے کہ تینوں ہی مراد ہوں ۴؎ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے

فِيهِمُ الْكَبِيرَ وَإِنَّ فِيهِمُ الْمَرِيضَ وَإِنَّ فِيهِمُ الضَّعِيفَ وَإِنَّ فِيهِمْ ذَا الْحَاجَةِ فَإِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ وَحْدَهُ فَلْيُصَلِّ كَيْفَ شَاءَ ۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُنَا بِالتَّخْفِيفِ وَيَؤُمُّنَا بِالصَّافَّاتِ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ ۔

بَابُ مَا عَلَى الْمَأْمُومِ مِنَ الْمُتَابَعَةِ وَحُكْمِ الْمَسْبُوقِ

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ كُنَّا نُصَلِّيْ خَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ لَمْ يَحْنِ أَحَدٌ مِنَّا ظَهْرَهُ حَتّٰى يَضَعَ النَّبِيُّ

ان میں بوڑھے بیمار ضعیف اور کام کاج والے ہیں اور جب کوئی نماز اکیلے پڑھے تو جیسے چاہے پڑھے روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم ہم کو ہلکی نماز کا حکم دیتے تھے اور خود صافات سے ہماری امامت کرتے تھے (نسائی)

مقتدی پر پیروی واجب ہونے کا حکم اور حکم مسبوق ہونے کا باب

پہلی فصل۔ روایت ہے حضرت براء ابن عازب سے فرماتے ہیں کہ ہم نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتے تھے جب آپ سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تو ہم میں سے کوئی اس وقت تک پیٹھ نہ جھکاتا تا جب تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی پیشانی مبارک زمین پر نہ رکھتے

ہاتھ پھیرنے کی برکت سے آپ کے دل کی ساری بیماریاں جاتی رہیں اور جرأت و ہیبت پیدا ہوئی تب یہ حکم دیا گیا معلوم ہوا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ دافع البلاء مشکل کشا ہے کیونکہ جب یوسف علیہ السلام کی قمیص یعقوب علیہ السلام کی آنکھ کی بیماری دور کر سکتی ہے تو سید الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ بلکہ آپ کا لعاب دہن آپ کے نزلہ کا قطرہ قلب و قالب کی تمام بیماریاں ایک آن میں دفع کر سکتے ہیں ان کے بہانے سے کمزور طاقتور ہو جاتے ہیں اور کم ہمت دلیر صلے اللہ علیہ وسلم

۲؎ یعنے بہت لمبی نماز پڑھاتے تھے وجہ یہ تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت میں ایسی دلکشی اور حلاوت تھی کہ صحابہ پر لمبی نماز بھی ہلکی ہوتی تھی اور ان حضرات پر ایسا فیضان ہوتا تھا کہ بیمار اپنی بیماری بھول جاتے تھے کام کاج والے اپنی حاجات فراموش کر دیتے تھے اور کمزور طاقتور ہی جاتے تھے لہذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ احکام ہیں ہمارے لئے اور یہ مرقاۃ نے فرمایا کہ اس وقت صحابہ کے ذوق کی یہ کیفیت ہوتی تھی وہ چاہتے تھے کہ ایک رکعت میں تمام عمر گزر جائے مبارک ہیں وہ آنکھیں جنہوں نے وہ منہ دیکھا مبارک ہیں وہ کان جنہوں نے خدا نما آواز سنی خیال رہے کہ اس حدیث میں عام حالات کا ذکر ہے ورنہ بعض خصوصی حالات میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے نمازیں مختصر بھی پڑھائی ہیں لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ آپ بچہ کے رونے کی آواز سن کر نماز ہلکی فرما دیتے تھے ۳؎ نماز کے ہر مقتدی کو ماموم کہتے ہیں مقتدی کی تین قسمیں ہیں مدرک جو اول سے آخر تک امام کے ساتھ رہے مسبوق جو آخر نماز میں امام کے ساتھ ہو اول نہ پائے لاحق اس کا برعکس یعنی اول نماز پائے آخر نہ پائے خیال رہے کہ مقتدی پر افعال نماز میں امام کی پیروی واجب ہے نہ کہ اقوال ۴؎ آپ مشہور صحابی ہیں غزوہ خندق میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَبْهَتَهُ عَلَى الْأَرْضِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ صَلَّى بِنَا
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ فَلَمَّا قَضٰى صَلٰوتَهُ أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ
فَقَالَ أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّيْ إِمَامُكُمْ فَلَا تَسْبِقُوْنِيْ بِالرُّكُوْعِ وَلَا بِالسُّجُوْدِ وَلَا بِالْقِيَامِ وَلَا
بِالْاِنْصِرَافِ فَإِنِّيْ أَرَاكُمْ أَمَامِيْ وَمِنْ خَلْفِيْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ
قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُبَادِرُوا الْإِمَامَ إِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوْا وَإِذَا قَالَ

(مسلم بخاری) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ ایک دن ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی جب نماز پوری ہوئی تو ہم پر اپنے چہرے سے متوجہ ہوئے فرمایا اے لوگو! میں تمہارا امام ہوں لہذا رکوع سجدے قیام اور فراغت میں مجھ سے آگے نہ بڑھو ۱؎ کیونکہ میں تم کو اپنے آگے سے بھی دیکھتا ہوں اور پیچھے سے بھی ۲؎ (مسلم) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امام سے جلدی نہ کرو جب وہ تکبیر کہے تو تم تکبیر کہو اور جب وہ کہے وَلَا الضَّالِّیْنَ تو تم کہو آمین ۳؎

اس سے پہلے غزوات میں اس ترتیب کی وجہ سے اسلامی فوج میں رخنے لگے جنگ جمل صفین اور نہروان میں امیر المؤمنین علی مرتضیٰ کیساتھ ہے ۲؎ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سجدہ شروع کر دینے پر ہم فوراً سے سجدہ شروع کرتے تھے اس سے معلوم ہوا کہ مقتدی کا امام سے ذرا پیچھے رہنا سنت ہے اور امام کیساتھ رکن نماز میں ملنا واجب حتی کہ اگر امام رکوع سے سر اٹھالے اور مقتدی ابھی تک رکوع کی تسبیح نہیں پڑھ سکا تو تسبیحیں چھوڑ کر امام کے ساتھ کھڑا ہو جائے اور اگر مقتدی رکوع میں امام سے پہلے کھڑا ہوا تو پھر لوٹ جائے پر اس کا ایک ہی رکوع ہوگا نہ کہ دو (مرقاۃ) ۱؎ آگے بڑھنے کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ امام سے پہلے رکوع میں پہنچے اور امام کے رکوع میں آنے سے پہلے اٹھ جاوے اس صورت میں اس کا رکوع نہیں ہوا کیونکہ امام کے ساتھ شرکت نہ ہوئی دوسری یہ کہ امام سے پہلے رکوع میں گیا مگر بعد میں امام بھی اس سے مل گیا یہ مکروہ ہے لیکن رکوع صحیح ہوگا کیونکہ امام کیساتھ شرکت ہوگئی ۲؎ یہاں مرقاۃ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں بشریت بھی ہے اور ملکیت بھی (فرشتہ ہونا) آپ پر کبھی بشریت کے حالات ظاہر ہوتے تھے کبھی ملکیت کے ہر طرف سے دیکھنا فرشتہ کی صفت ہے جو بعض اوقات خصوصاً نماز میں آپ سے ظاہر ہوتی ہے لطف یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں احسان یہ ہے کہ نماز میں بندہ یہ سمجھے کہ میں رب کو دیکھ رہا ہوں اگر یہ نہ سمجھ سکے تو کم از کم یہ سمجھے کہ رب مجھے دیکھ رہا ہے اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نمازی یہ سمجھ کر نماز پڑھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھے دیکھ رہے ہیں تیسرا نکلا کمال احسان یہ ہے کہ نمازی یہ سمجھ کر نماز پڑھے کہ رب بھی مجھے دیکھ رہا ہے اور جناب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ۳؎ یعنی نماز کے اقوال و افعال سب میں امام سے پیچھے رہو آگے نہ بڑھو خیال رہے کہ دیگر تکبیروں میں مقتدی کا امام سے آگے بڑھنا مکروہ ہے مگر تکبیر تحریمہ میں آگے بڑھنا نماز کو فاسد کر دیگا وہاں ضروری ہے کہ امام کے بعد تکبیر کہے ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ اس تقسیم سے معلوم ہو رہا ہے کہ مقتدی سورہ فاتحہ نہ پڑھے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہ فرمایا کہ جب تم وَلَا الضَّالِّیْنَ کہو تو تم آمین کہو

وَلَا الضَّالِّينَ فَقُولُوا آمِينَ وَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُولُوا
اللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ إِلَّا أَنَّ الْبُخَارِيَّ لَمْ يَذْكُرْ وَإِذَا قَالَ وَلَا الضَّالِّينَ
وَعَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكِبَ فَرَسًا فَصُرِعَ عَنْهُ فَجُحِشَ شِقُّهُ
الْأَيْمَنُ فَصَلّٰى صَلٰوةً مِّنَ الصَّلَوَاتِ وَهُوَ قَاعِدٌ فَصَلَّيْنَا وَرَاءَهُ قُعُودًا فَلَمَّا انْصَرَفَ
إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهٖ فَإِذَا صَلّٰى قَائِمًا فَصَلُّوْا قِيَامًا وَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا وَإِذَا رَفَعَ
فَارْفَعُوا وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُولُوا رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ وَإِذَا صَلّٰى جَالِسًا
فَصَلُّوا جُلُوسًا أَجْمَعُونَ قَالَ الْحُمَيْدِيُّ قَوْلُهُ إِذَا صَلّٰى جَالِسًا فَصَلُّوا جُلُوسًا هُوَ فِي
مَرَضِهِ الْقَدِيمِ ثُمَّ صَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسًا وَالنَّاسُ خَلْفَهُ

اور جب رکوع کرے تو تم رکوع کرو اور جب کہے سمع اللہ لمن حمدہ تو تم کہو اللّٰھم ربنا لک الحمد[1] (مسلم بخاری) مگر بخاری نے ذکر نہ کیا کہ جب وہ ولا الضالین کہے روایت ہے حضرت انس سے[2] کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے پر سوار ہوئے تو اس سے گر گئے تو آپ کی داہنی کروٹ چھل گئی[3] پھر آپ نے کوئی نماز بیٹھ کر پڑھی تو ہم نے بھی آپ کے پیچھے بیٹھ کر ہی پڑھی جب فارغ ہوئے تو فرمایا امام اس لیے ہے کہ اس کی پیروی کی جائے تو جب وہ کھڑے ہو کر پڑھے تو تم بھی کھڑے ہو کر پڑھو جب رکوع کرے تو تم رکوع کرو جب اٹھائے تو تم اٹھاؤ جب کہے سمع اللہ لمن حمدہ تو تم کہو ربنا لک الحمد جب وہ بیٹھ کر پڑھے تو تم سب بیٹھ کر پڑھو[4] حمیدی فرماتے ہیں کہ یہ حکم کہ وہ بیٹھ کر پڑھے تم بیٹھ کر پڑھو آپ کے پرانے مرض میں تھا پھر اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز بیٹھ کر پڑھی اور لوگ آپ کے پیچھے کھڑے تھے انہیں بیٹھنے کا حکم نہ دیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری عمل لیا جاتا ہے اور آخری ہی ہے[5]

[1] ظاہر یہ ہے کہ یہ دونوں کلمے امام اور مقتدی پر تقسیم کیے گئے ہیں یہی ہمارا مذہب ہے یہاں اللّٰھم بھی آ گیا اور روایات میں نہیں ہے [2] مطلب ہے مشیخ نے فرمایا کہ یہاں حضور کا گھوڑے سے گر جانا اور کروٹ چھل جانا بحکم بشریت ہے شیخ کا مطلب یہ کہ معراج میں براق پر سوار ہونا اور آسمانوں کی سیر کرنا تقاضائے ملکیت تھا [3] امام احمد ابن حنبل فرماتے ہیں کہ اگر محلہ کا امام ہو اور اس کی بیماری بھی عارضی ہو مرض وفات نہ ہو اور وہ نماز بیٹھ کر پڑھے تو مقتدی کو بھی بیٹھنا پڑے گا بلکہ ایسا امام اگر کھڑے ہو کر نماز شروع کرے اور اسے درمیان میں بیٹھنا پڑ جائے تو مقتدی بھی بیٹھ جائیں گے ان کا ماخذ یہ حدیث ہے باقی تمام آئمہ اس کے خلاف ہیں وہ فرماتے ہیں یہ حدیث منسوخ ہے جیسا کہ آگے آ رہا ہے (لمعات) [4] یہاں یہ اعتراض نہیں پڑ سکتا کہ حضور کا قول تھا یہ فعل ہے اور قول فعل سے منسوخ نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ کھڑا ہونا صحابہ کا فعل تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا منع نہ فرمانا اس کی تائید ہے کیونکہ فعل قول کا ناسخ وہاں نہیں ہوتا جہاں فعل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت کا احتمال ہو یہاں یہ بات نہیں دیکھو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حجام کی اجرت کو خبیث فرمایا اور خود ابو طیبہ سے فصد کھلوا کر انہیں اجرت دی آپ کا یہ عمل اس قول کا ناسخ ہے کیونکہ یہاں دینا ممنوع

قِيَامٌ لَمْ يَأْمُرْهُمْ بِالْقُعُودِ وَإِنَّمَا يُؤْخَذُ بِالْآخِرِ فَالْآخِرِ مِنْ فِعْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا لَفْظُ الْبُخَارِيِّ وَاتَّفَقَ مُسْلِمٌ إِلَى أَجْمَعُونَ وَزَادَ فِي رِوَايَةٍ فَلَا تَخْتَلِفُوا عَلَيْهِ وَإِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوا وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ لَمَّا ثَقُلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَ بِلَالٌ يُؤْذِنُهُ بِالصَّلٰوةِ فَقَالَ مُرُوا أَبَا بَكْرٍ أَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ فَصَلّٰى أَبُو بَكْرٍ تِلْكَ الْأَيَّامَ ثُمَّ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَدَ فِي نَفْسِهِ خِفَّةً فَقَامَ يُهَادٰى بَيْنَ رَجُلَيْنِ وَرِجْلَاهُ تَخُطَّانِ فِي الْأَرْضِ حَتّٰى دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَلَمَّا سَمِعَ أَبُو بَكْرٍ حِسَّهُ ذَهَبَ يَتَأَخَّرُ فَأَوْمٰى إِلَيْهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ لَا يَتَأَخَّرَ

یہ بخاری کے لفظ ہیں مسلم نے اجمعون تک متفق ہیں اور ایک روایت میں یہ زیادہ ہے کہ امام کی مخالفت نہ کرو جب سجدہ کرے سجدہ کرو روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرماتی ہیں جب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سخت بیمار ہو گئے تو حضرت بلال آپکو نماز کی اطلاع دینے کیلئے آئے فرمایا ابوبکر سے کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں چنانچہ ان دنوں میں ابوبکر نماز پڑھاتے رہے پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طبیعت میں کچھ ہلکا پن پایا تو کھڑے ہوئے کہ دو شخصوں کے درمیان لے جائے جاتے تھے اور آپکے قدم زمین پر گھسٹتے تھے حتی کہ آپ مسجد میں تشریف لائے جب صدیق اکبر نے آپکی آہٹ محسوس کی تو آپ پیچھے ہٹنے لگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اشارہ کیا کہ نہ ہٹیں آپ پیچھے نہ ہٹئے

صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل ہے یہاں حضرت ابوبکر کا بیٹھنا یا آپ کے خصائص میں سے ہے خیال رہے کہ یہ حمیدی امام بخاری کے شیخ ہیں یہ وہ حمیدی نہیں جو جامع صحیحین ہیں وہ ان کے بہت بعد ہیں۔ سلہ فقہاء فرماتے ہیں کہ اذان کے بعد کسی خاص شخص کو دروازے پر جا کر نماز کی اطلاع دینا ممنوع ہے سوائے سلطان اسلام اور اس عالم دین کے جو ہر وقت دینی مشاغل میں رہتا ہے اس مسئلے کا ماخذ یہ حدیث ہے ۲؎ آپ نے ۱۷ نمازیں پڑھائی ہیں۔ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ بعد انبیاء افضل خلق ابوبکر صدیق ہیں کیونکہ امام افضل ہی کو بنایا جاتا ہے دوسرے یہ کہ بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خلافت کے آپ ہی مستحق ہیں کیونکہ یہ امامت صغریٰ امامت کبریٰ کی دلیل ہے گویا حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے عملی طور پر آپ کو اپنا خلیفہ بنا دیا خلافت صرف قولی سے ہی نہیں ہوا کرتی اسی لیئے تمام صحابہ خصوصًا حضرت علی مرتضیٰ نے فرمایا کہ صدیق کو رسول اللہ نے ہمارے دین کا امام بنا دیا تو ہم نے انہیں اپنی دنیا کا امام بنا لیا تیسرے یہ کہ امامت کا مستحق پہلے عالم ہے پھر قاری کیونکہ ابوبکر صدیق تمام صحابہ میں بڑے عالم ہیں (از مرقاۃ و مدارج النبوۃ) ۳؎ وہ دو شخص حضرت عباس و علی مرتضیٰ ہیں یا حضرت عباس و اسامہ یا حضرت عباس و فضل ابن عباس (مرقات) اور ممکن ہے کہ ایک جانب حضرت عباس اول سے آخر تک رہے ہوں اور دوسری جانب باری باری سے یہ حضرات تعظیم نے فرمایا کہ انبیاء کرام پر بیماریاں اور کمزوریاں بشریت کے عوارض میں سے ہیں ۴؎ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ ان نمازوں میں تمام صحابہ خصوصًا صدیق اکبر کا منہ کعبہ کی طرف تھا اور دل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف زبان قرآن میں مصروف تھی اور کان جناب مصطفیٰ کی طرف اسی لئے نماز پاک کامل ہوتی ورنہ نماز کے خشوع میں کسی کی آہٹ کیسے سنی جا سکتی ہے دوسرے یہ کہ صدیق اکبر بھی نماز میں حضور صلی

فَجَاءَ حَتّٰى جَلَسَ عَنْ يَسَارِ اَبِيْ بَكْرٍ فَكَانَ اَبُوْبَكْرٍ يُصَلِّيْ قَائِمًا وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ قَاعِدًا يَقْتَدِيْ اَبُوْبَكْرٍ بِصَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَالنَّاسُ يَقْتَدُوْنَ بِصَلٰوةِ اَبِيْ بَكْرٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَهُمَا يُسْمِعُ اَبُوْبَكْرٍ النَّاسَ
التَّكْبِيْرَ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَا يَخْشَى
الَّذِيْ يَرْفَعُ رَاْسَهٗ قَبْلَ الْاِمَامِ اَنْ يُحَوِّلَ اللّٰهُ رَاْسَهٗ رَاْسَ حِمَارٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ
اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ عَنْ عَلِيٍّ وَمُعَاذِ ابْنِ جَبَلٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَا قَالَ رَسُوْلُ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَتٰى اَحَدُكُمُ الصَّلٰوةَ وَالْاِمَامُ عَلٰى حَالٍ فَلْيَصْنَعْ كَمَا

اور حضرت صدیق کی بائیں بیٹھ گئے [۱] تو صدیق کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر اور صدیق اکبر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی نماز کی اقتدا کر رہے تھے اور لوگ صدیق اکبر کی نماز کی [۲] (مسلم بخاری) اور ان دونوں کی دوسری روایت میں ہے کہ صدیق اکبر لوگوں کو تکبیر سنا رہے تھے روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو اپنا سر امام سے پہلے اٹھاتا ہے وہ اس سے نہیں ڈرتا کہ اللہ اس کا سر گدھے کا سا کر دے [۳] (مسلم بخاری) دوسری فصل روایت ہے حضرت علی اور معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہما سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تم میں سے کوئی نماز کو آئے اور امام کسی حالت میں ہو تو جیسا امام کر رہا ہے ویسا خود کرے [۴]

صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب کرتے تھے کہ ادبا پیچھے ہٹ کر مقتدی بننے لگے یہ ادب شرک نہ تھا بلکہ کمال توحید تھا۔ [۲] یعنی صدیق اکبر اس حالت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام بلکہ اشاروں کی اطاعت کرتے تھے کہ اشارہ پاکر کھڑے رہے کیونکہ نماز بھی آپ کی اطاعت ہے۔ مسئلہ امام ہو کر کہ مقتدی ہو کر دونوں طرف داہنی جانب بیٹھے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے تمام کی امامتیں منسوخ ہو جاتی ہیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد پر تو انبیاء کی امامت کبریٰ یعنی نبوت منسوخ ہو گئی۔ [۳] اس طرح کہ ابوبکر صدیق لوگوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تکبیریں پہنچاتے تھے اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس نماز کے دو امام تھے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز بوجہ ضعف دور تک نہ پہنچ سکتی تھی اور اگر امام بہت کمزور ہو یا پیچھے مجمع زیادہ ہو تو مؤذن یا دوسرا مقتدی امام کی تکبیریں لوگوں تک پہنچائیں اس کا ماخذ یہ حدیث ہے۔ [۳] یہ حدیث اپنے ظاہری معنی پر ہے کسی کی تاویل کی ضرورت نہیں یعنی امام سے آگے بڑھنا اتنا جرم ہے کہ انسان پر صورت مسخ ہو سکتی ہے اگرچہ ہمیشہ نہ ہو تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت کا صدقہ ہے۔ یہاں مرقاۃ نے ایک عجیب واقعہ بیان کیا کہ ایک محدث دمشق گئے کسی مشہور شیخ کے پاس حدیث سیکھنے گئے وہ شیخ پردے میں رہ کر انہیں حدیث پڑھایا کرتے تھے ایک دن ان کے چہرہ پر سے پردہ اٹھایا تو ان کا منہ گدھے کا سا تھا اور فرمایا کہ میں اس حدیث کو خلاف عقل سمجھ کر ایک دن امام سے آگے بڑھا تھا تو اس مصیبت میں گرفتار ہو گیا۔ [۴] یعنی اپنی باقیماندہ نماز پہلے نہ پڑھے بلکہ امام کے ساتھ شریک

يَصْنَعُ الْإِمَامُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا جِئْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ وَنَحْنُ سُجُوْدٌ فَاسْجُدُوْا وَلَا تَعُدُّوْهُ شَيْئًا وَمَنْ اَدْرَكَ رَكْعَةً فَقَدْ اَدْرَكَ الصَّلٰوةَ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰى لِلّٰهِ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا فِيْ جَمَاعَةٍ يُدْرِكُ التَّكْبِيْرَةَ الْاُوْلٰى كُتِبَ لَهٗ بَرَاءَتَانِ بَرَاءَةٌ مِّنَ النَّارِ وَبَرَاءَةٌ مِّنَ النِّفَاقِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ۔ وَ

(ترمذی) اور فرمایا کہ یہ حدیث غریب ہے روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تم نماز کو آؤ اور ہم سجدے میں ہوں تو تم بھی سجدہ کرو اور اسے کچھ شمار نہ کرو[1] اور جس نے رکوع پالیا اس نے رکعت پالی[2] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اللہ کے لیئے چالیس دن با جماعت نماز پڑھے کہ پہلی تکبیر پاتا رہے تو اس کے لیئے دو پروانے لکھے جائیں گے ایک پروانہ آگ سے آزادی کا دوسرا نفاق سے آزادی کا[3] (ترمذی)

ہو جائے سلام پھیرنے کے بعد باقی ماندہ نماز پوری کرے یہ حکم مسبوق کا ہے لاحق کا حکم اس کے برعکس ہے وہ پہلے چھوٹی ہوئی نماز بغیر قرأت پڑھے گا پھر امام کے ساتھ ملے گا۔ [1] یعنی سجدہ ملنے سے رکعت نہ ملے گی ہاں ثواب مل جائیگا شیئا سے یہی مراد ہے [2] اس حدیث کے دو مطلب ہیں ایک یہ کہ رکعت سے مراد رکوع ہے اور صلوۃ سے مراد رکعت یعنے رکوع مل جانے سے رکعت مل جاتی ہے معلوم ہوا کہ مقتدی پر سورہ فاتحہ پڑھنا فرض نہیں ورنہ فرض رہ جانے پر رکعت نہ ملتی دوسرے یہ کہ رکعت سے مراد رکعت ہے اور صلوۃ سے مراد جماعت یعنی جس نے امام کے ساتھ ایک رکعت پالی اسے جماعت مل گئی۔ اسی لیئے امام محمد نے فرمایا کہ جمعہ اسے ملے گا جسے امام کے ساتھ ایک رکعت مل جائے کیونکہ اس سے کم ملنے پر جماعت نہیں ملتی اور جماعت جمعہ میں شرط ہے مگر شیخین فرماتے ہیں کہ جو سلام سے پہلے جماعت میں داخل ہوگیا اسے جمعہ مل گیا حتی کہ اگر امام کے سجدہ سہو میں مل گیا تب بھی جمعہ مل جائیگا تفصیل کتب فقہ میں دیکھو (از مرقات و لمعات) [3] اس جگہ ملا علی قاری نے حدیث کے ضعف اور قوت پر بحث کرتے ہوئے مرقات میں فرمایا کہ شیخ محی الدین ابن عربی فرماتے ہیں کہ مجھے حدیث پہنچی تھی کہ جو ستر ہزار بار کلمہ شریف پڑھے اسے یا جو کسی کو بخش دیا جائے تو اس کی مغفرت ہوتی ہے میں نے اتنا کلمہ پڑھ لیا تھا ایک جلسہ میں میرے ہاں دعوت میں ایک صاحب کشف جوان حاضر تھا اچانک رونے لگا سبب پوچھا بولا میں اپنی ماں کو دوزخ میں دیکھتا ہوں میں نے اپنے دل میں وہ پڑھا ہوا کلمہ اس کی ماں کو بخش دیا وہ جوان اچانک ہنس پڑا اور بولا کہ اب میں اسے جنت میں دیکھتا ہوں میں نے اس حدیث کا صحیح ہونا اس جوان کے کشف سے معلوم کیا اور اس کے کشف کی صحت حدیث سے اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ اولیاء کے سامنے جنت دوزخ وہاں رہنے والے سب ہیں اور مروجہ تیجہ چہلم کے چنوں پر سوالاکھ کلمہ طیبہ پڑھوا کر بخشا جاتا ہے حدیث سے ہے یہ واقعہ مولوی محمد قاسم نے بھی تحذیر الناس میں جنید بغدادی کی طرف منسوب کیا ہے۔ [3] یعنے اس عمل کی برکت سے یہ شخص دنیا میں منافقین کے اعمال سے محفوظ رہے گا اسے اخلاص نصیب ہوگا قبر و آخرت میں

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَوَضَّأَ فَاَحْسَنَ وُضُوْءَهٗ ثُمَّ رَاحَ فَوَجَدَ النَّاسَ قَدْ صَلَّوْا اَعْطَاهُ اللّٰهُ مِثْلَ اَجْرِ مَنْ صَلَّاهَا وَحَضَرَهَا لَا یَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَیْئًا رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَالنَّسَائِیُّ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ وَقَدْ صَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَلَا رَجُلٌ یَتَصَدَّقُ عَلٰی هٰذَا فَیُصَلِّیْ مَعَهٗ فَقَامَ رَجُلٌ فَصَلّٰی مَعَهٗ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاؤدَ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ عَنْ عُبَیْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰی عَائِشَةَ فَقُلْتُ اَلَا تُحَدِّثِیْنِیْ عَنْ مَرَضِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ بَلٰی ثَقُلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ

روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو وضو کرے تو اچھا کرے پھر چلے لوگوں کو پائے کہ نماز پڑھ چکے اللہ اسے اس کی طرح ثواب دے گا جس نے نماز باجماعت پڑھی یہ ان کے ثواب سے کچھ کم نہ کرے گا ۱؎ (ابوداؤد، نسائی) روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے فرماتے ہیں ایک صاحب آئے حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ چکے تھے تو حضور نے فرمایا کہ کیا کوئی ایسا شخص نہیں جو ان پر احسان کرے کہ ان کے ساتھ نماز پڑھے ایک صاحب کھڑے ہوئے ان کے ساتھ نماز پڑھ لی ۲؎ (ترمذی، ابوداؤد) تیسری فصل روایت ہے حضرت عبیداللہ ابن عبداللہ سے فرماتے ہوئے کہ میں حضرت عائشہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ کیا آپ مجھے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض کی بابت کچھ نہ بتائیں گی فرمایا ہاں ضرور ہے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم

عذاب سے نجات پائیگا خیال رہے کہ انسانی تبدیلیاں چالیس چالیس پر ہوتی ہیں بچہ ماں کے پیٹ میں ۴۰ دن نطفہ، چالیس دن خون پھر چالیس روز لوتھڑا گوشت رہتا ہے بعد ولادت ماں کو چالیس چالیس دن ہی نفاس آسکتا ہے چالیس سال میں عقل کامل ہوتی ہے اسلئے یہاں بھی چالیس کا عدد مذکور ہوا ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص چالیس دن اخلاص اختیار کرے تو اس کے دل کی طرف زبان پر حکمت کے چشمے پھوٹیں گے یہ حدیث صوفیا کے چلوں کی اصل ہے مرقاۃ نے فرمایا سلف صالحین کی اگر کوئی جماعت چھوٹ جاتی تو سات سات روز تک لوگ تعزیت کے لیئے آتے تکبیر تحریمہ پانے کے معنی یہ ہیں کہ امام کی قرأت شروع ہونے سے پہلے مقتدی سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ پڑھ لے ۱؎ کیونکہ اس نے جماعت کی نیت و کوشش کر لی اتفاقاً نہ پاسکا بلکہ جماعت چھوٹ جانے پر مومن کو جو حسرت و افسوس ہوتا ہے اس کا ثواب بہت ہے یہ سب کچھ اس کے لیئے ہے جس نے کوتاہی نہ کی ہو وقت کے اندازے میں غلطی ہو گئی ہو ۲؎ یہ کھڑے ہونے والے صاحب ابوبکر صدیق تھے جیسا کہ بیہقی شریف میں ہے اور یہ وقت فجر عصر و مغرب کے علاوہ ہوگا وہ صاحب امام بنے ابوبکر صدیق مقتدی ان کے فرض ادا ہوئے صدیق اکبر کے نفل۔ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ

وَسَلَّمَ فَقَالَ اَصَلَّى النَّاسُ فَقُلْنَا لَا يَارَسُوْلَ اللهِ وَهُمْ يَنْتَظِرُوْنَكَ قَالَ فَقَالَ ضَعُوْا لِيْ مَاءً فِي الْمِخْضَبِ قَالَتْ فَفَعَلْنَا فَاغْتَسَلَ فَذَهَبَ لِيَنُوْءَ فَاُغْمِيَ عَلَيْهِ ثُمَّ اَفَاقَ فَقَالَ اَصَلَّى النَّاسُ قُلْنَا لَا هُمْ يَنْتَظِرُوْنَكَ يَارَسُوْلَ اللهِ قَالَ ضَعُوْا لِيْ مَاءً فِي الْمِخْضَبِ قَالَتْ فَقَعَدَ فَاغْتَسَلَ ثُمَّ ذَهَبَ لِيَنُوْءَ فَاُغْمِيَ عَلَيْهِ ثُمَّ اَفَاقَ فَقَالَ اَصَلَّى النَّاسُ قُلْنَا لَا هُمْ يَنْتَظِرُوْنَكَ يَارَسُوْلَ اللهِ قَالَ ضَعُوْا لِيْ مَاءً فِي الْمِخْضَبِ فَقَعَدَ فَاغْتَسَلَ ثُمَّ ذَهَبَ لِيَنُوْءَ فَاُغْمِيَ عَلَيْهِ ثُمَّ اَفَاقَ فَقَالَ اَصَلَّى النَّاسُ قُلْنَا لَا هُمْ يَنْتَظِرُوْنَكَ يَارَسُوْلَ اللهِ وَالنَّاسُ عُكُوْفٌ فِي الْمَسْجِدِ يَنْتَظِرُوْنَ النَّبِيَّ صَلَّى

بہت بیمار ہوگئے تو فرمایا کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہم نے کہا یا رسول اللہ نہیں وہ آپ کے منتظر ہیں فرمایا ہمارے لیے لگن میں پانی رکھو فرماتی ہیں ہم نے رکھ دیا تو آپ نے غسل کیا پھر اٹھنے لگے تو بے ہوش ہوگئے پھر افاقہ ہوا تو فرمایا کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہم نے کہا یا رسول اللہ نہیں وہ آپ کا انتظار کررہے ہیں فرمایا ہمارے لیے لگن میں پانی رکھو فرماتی ہیں پھر حضور بیٹھے پھر غسل کیا پھر اٹھنے لگے تو آپ پر بے ہوشی طاری ہوگئی پھر کچھ افاقہ ہوا تو فرمایا کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ نہیں وہ لوگ آپ کے منتظر ہیں فرمایا ہمارے لیے لگن میں پانی رکھو پھر بیٹھے پھر غسل کیا پھر اٹھنے لگے تو بے ہوش ہوگئے پھر افاقہ ہوا تو فرمایا کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہم نے عرض کیا نہیں یا رسول اللہ وہ آپ کے منتظر ہیں اور لوگ مسجد میں ٹھہرے ہوئے

جماعت ثانیہ جائز ہے بلکہ اس کی بحث میں تو ہر طرح محلے کی مسجد میں جہاں امام مقتدی مقرر ہوں وہاں پہلے امام کی جگہ سے ہٹ کر دوسری بار دو شخصوں کی جماعت سے بھی ثواب جماعت مل جاتا ہے تیسرے یہ کہ اگر فرض والے کے ساتھ ایک نفل والا بھی شریک ہو جائے جب بھی جماعت کا ثواب مل جائے گا۔ ۳؎ مرض سے مراد مرض وفات شریف ہے چونکہ اس زمانہ میں ام المومنین ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تیمار دار رہی ہیں۔ اس لیے صحابہ کرام آپ ہی سے اس مرض کے حالات پوچھا کرتے تھے خیال رہے کہ یہ سائل حضرت عبید اللہ ابن عبداللہ ابن عتبہ ابن مسعود ہذلی ہیں یعنی عبداللہ ابن مسعود کے بھتیجے عمر بن عبدالعزیز کے استاد فقہائے مدینہ میں سے تھے تابعی تھے نابینا تھے ۹۲ھ میں وفات پائی۔ حق یہ ہے کہ ان کے والد بھی تابعی ہیں ان کی وفات ۷۴ھ میں ہوئی۔

۲؎ مخضب اور مرکن تقریبًا ہم معنی ہیں۔ یعنی کپڑے دھونے کا برتن۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز جماعت سے کتنی محبت تھی کہ ایسی سخت تکلیف میں بھی جماعت ہی کی فکر ہے۔ صحابہ کرام کا یہ عشق تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر نماز نہ پڑھتے تھے اگرچہ قضا ہی ہو جاتے ۳؎ شاید یہ غسل سے مراد وضو یا وضو کے لیے ہاتھ دھونا ہے۔ ورنہ بار بار غسل کرنے کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی۔ نیز جب ضعف کا یہ حال ہے کہ جنبش پر غشی طاری ہو جاتی ہے تو غسل کیسے ہو سکتا ہے ۴؎ یہ بے ہوشی ایک قسم کی بیماری ہے لہذا انبیائے کرام پر طاری ہو سکتی ہے رب تعالٰی فرماتا ہے وَخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا جنون یا زوال عقل ہے اور عیب۔ اس سے انبیاء کرام محفوظ ہیں۔ بعض علماء کرام فرماتے ہیں کہ حضرات انبیاء پر غشی بھی گھڑی دو گھڑی کی آ سکتی ہے نہ کہ مہینہ دو مہینہ کی کہ وہ غشی جنون کی مثل ہے ۵؎ بعض کا خیال ہے کہ یہ بار بار غسل

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِصَلٰوۃِ الْعِشَاءِ الْاٰخِرَۃِ فَاَرْسَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلٰی اَبِیْ بَکْرٍ بِاَنْ یُّصَلِّیَ بِالنَّاسِ فَاَتَاہُ الرَّسُوْلُ فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَاْمُرُکَ اَنْ تُصَلِّیَ بِالنَّاسِ فَقَالَ اَبُوْبَکْرٍ وَّکَانَ رَجُلًا رَقِیْقًا یَا عُمَرُ صَلِّ بِالنَّاسِ فَقَالَ لَہٗ عُمَرُ اَنْتَ اَحَقُّ بِذٰلِکَ فَصَلّٰی اَبُوْبَکْرٍ تِلْکَ الْاَیَّامَ ثُمَّ اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَجَدَ فِیْ نَفْسِہٖ خِفَّۃً وَّخَرَجَ بَیْنَ رَجُلَیْنِ اَحَدُھُمَا الْعَبَّاسُ رض لِصَلٰوۃِ الظُّھْرِ وَاَبُوْبَکْرٍ یُّصَلِّیْ بِالنَّاسِ فَلَمَّا رَاٰہُ اَبُوْبَکْرٍ ذَھَبَ لِیَتَاَخَّرَ فَاَوْمٰی اِلَیْہِ النَّبِیُّ صَلَّی

آخری عشاء کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کرتے تھے ۱؎ تب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر صدیق کو پیغام بھیجا کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں آپ کے پاس قاصد آیا ۲؎ عرض کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو حکم دیتے ہیں کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں ۳؎ ابوبکر صدیق نرم دل تھے فرمایا اے عمر تم لوگوں کو نماز پڑھا دو ۴؎ عمر فاروق نے عرض کیا کہ اس کے حقدار آپ ہی ہیں ۵؎ چنانچہ اس زمانے میں ابوبکر صدیق نماز پڑھاتے رہے پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نفس میں ہلکا پن پایا اور دو شخصوں کے درمیان نماز ظہر کے لیے نکلے جن میں سے ایک عباس تھے ۶؎ اور ابوبکر لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے جب ابوبکر صدیق نے آپ کو دیکھا تو پیچھے ہٹنے لگے ۷؎ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

علاج کے لیے تھا کہ بخار کا علاج غسل تھا مگر یہ صحیح نہیں کیونکہ عرب میں بعض بخاروں کا علاج سورج نکلنے کے وقت کا غسل ہے نیز اگر علاج ہوتا تو یہ بعد نماز بھی ہو سکتا تھا ۔ ۱؎ وہ حضرات علیحدہ جماعت کو اس لیے نہ دیتے تھے کہ بے ادبی ہے اور وہ اکیلے نماز نہ پڑھتے تھے کہ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا سے محرومی ہے ۔ ۲؎ یعنی حضرت بلال مؤذن رسول اللہ بعض تاریخی روایات میں ہے کہ آپ روتے ہوئے گئے اور کہا کہ لوگو مدینہ اندھیرا ہو گیا مسجد نبوی ویران ہو چلی آج بغیر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جماعت ہوگی پھر یہ پیغام عرض کیا ۔ ۳؎ ظاہر یہ ہے کہ یہ امر وجوب کے لیے ہے کیونکہ بعض روایات میں یوں ہے کہ فرمایا جہاں ابوبکر ہوں وہاں کسی کو امامت کا حق نہیں ۔ ۴؎ اس فرمان میں حکم سرکاری سے سرتابی نہیں بلکہ اظہار معذوری ہے کیونکہ آپ کو اندیشہ تھا کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مصلیٰ خالی دیکھ کر صبر نہ کر سکوں گا لوگوں کو قرات نہ سنا سکوں گا چیخیں نکل جائیں گی ۔ ۵؎ یعنی میری کیا مجال کہ آپ کی موجودگی میں امام ہوں آپ جناب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتخاب میں آچکے آپ کی اس امامت سے لوگوں کی تقدیریں وابستہ ہو چکیں اس سے بہت سے سربستہ راز کھلیں گے آگے بڑھیے اللہ آپ کو صبر دے گا ۔ ۶؎ یعنی داہنی طرف اور بائیں طرف باری باری کبھی حضرت علی مرتضیٰ فضل ابن عباس اور اسامہ ابن زید جیسا کہ مرقات وغیرہ میں ہے خیال رہے کہ یہ حضرات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تیمارداری کی وجہ سے جماعت میں شریک نہ ہو سکے وہ سمجھتے تھے کہ یہ آخری خدمت ہے جتنا موقع مل جائے غنیمت ہے ۔ شعر

نمازیں گر قضا ہوں پھر ادا ہوں ٭ نگاہوں کی قضائیں کب ادا ہوں

۷؎ معلوم ہوا کہ ان نمازوں میں صدیق اکبر بجائے سجدہ گاہ کے جناب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرے کو کنکھیوں سے دیکھتے تھے

اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَنْ لَا يَتَأَخَّرَ قَالَ أَجْلِسَانِي إِلَى جَنْبِهِ فَأَجْلَسَاهُ إِلَى جَنْبِ أَبِي بَكْرٍ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاعِدٌ وَقَالَ عُبَيْدُ اللهِ فَدَخَلْتُ عَلَى عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ فَقُلْتُ لَهُ أَلَا أَعْرِضُ عَلَيْكَ مَا حَدَّثَتْنِي عَائِشَةُ عَنْ مَرَضِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هَاتِ فَعَرَضْتُ عَلَيْهِ حَدِيثَهَا فَمَا أَنْكَرَ مِنْهُ شَيْئًا غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ أَسَمَّتْ لَكَ الرَّجُلَ الَّذِي كَانَ مَعَ الْعَبَّاسِ قُلْتُ لَا قَالَ هُوَ عَلِيٌّ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ مَنْ أَدْرَكَ الرَّكْعَةَ فَقَدْ أَدْرَكَ السَّجْدَةَ وَمَنْ

نے انہیں اشارہ کیا کہ پیچھے نہ ہٹو فرمایا کہ ابوبکر کے برابر بٹھا دو ان دو حضرات نے آپ کو ابوبکر کے برابر بٹھا دیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے[۱] عبید اللہ کہتے ہیں کہ پھر میں حضرت عبداللہ ابن عباس کے پاس گیا اور ان سے عرض کیا کہ میں آپ پر وہ حدیث پیش نہ کروں جو مجھے حضرت عائشہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کے متعلق سنائی فرمایا لاؤ میں نے ان پر ان کی پوری حدیث پیش کردی آپ نے اس کا کچھ بھی انکار نہ کیا بجز اس کے فرمایا کیا حضرت عائشہ نے تمہیں ان صاحب کا نام بھی بتایا جو حضرت عباس کے ساتھ تھے میں نے کہا نہیں فرمایا وہ علی تھے[۲] (مسلم بخاری)

روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے تھے جس نے رکوع پالیا اس نے رکعت پالی اور جس سے الحمد کی قرات چھوٹ گئی

یعنی تن بیمار اور دل یار پر عمل تھا ایسا کمال کس کے نصیب ہو سکتا ہے۔

۱؎ خیال رہے کہ یہ حضرات حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو حجرہ شریف سے محراب النبی تک لائے یعنی آدمی صف کے سامنے سے گزرے ان کے لیے یہ گزرنا جائز تھا کیونکہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے تھا شرعی حکم تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ہے۔ خیال رہے کہ صدیق اکبر نے اس زمانہ میں سترہ نمازیں پڑھائی ہیں کیونکہ دو دن پہلے عشاء کے وقت آپ کو امام بنایا گیا اور آج ظہر کو یہ واقعہ ہوا۔ ۲؎ بعض کم عقلوں نے کہا کہ حضرت عائشہ صدیقہ حضرت علی سے ناراض تھیں کیونکہ علی مرتضیٰ نے تہمت کے موقعہ پر آپ کی حمایت پسند نہ کی تھی بلکہ یہ کہا تھا کہ حضور آپ کو بیویاں اور بہت مل جائیں گی مگر یہ غلط ہے کیونکہ دوسری دفعہ عائشہ صدیقہ نے آپ کا نام لیا ہے جیسا کہ بہت سی روایات میں ہے (مرقاۃ) نیز تعجب ہے کہ ام المؤمنین یہاں تو علی مرتضیٰ کا نام تک نہ لیں اور حضرت آپ کے اکثر فضائل کی روایتیں حضرت عائشہ صدیقہ سے ہی مروی ہیں نام نہ لیں فضائل بیان کریں یہ کیسے ہو سکتا ہے بلکہ اس کی وجہ وہ ہے جو ہم پہلے عرض کر چکے کہ اس جانب کچھ دور حضرت علی مرتضیٰ رہے کچھ دور فضل ابن عباس اور کچھ دور حضرت اسامہ ابن زید خیال رہے کہ یہ واقعہ ہفتہ یا اتوار کی ظہر کا ہے۔ دو شنبہ یعنی خاص وفات کے دن فجر کے وقت اولًا آپ نے پردہ اٹھا کر جماعت کو دیکھا اور دعائیں دیں اور دوسری رکعت میں تشریف لا کر نماز میں شریک ہو گئے پہلے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم امام ہوئے ہیں اور صدیق مقتدی مگر دوشنبہ کی فجر میں صدیق اکبر ہی امام رہے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے پیچھے ایک رکعت پڑھی ہے اور اسی دن وفات شریف ہو گئی یہ مرقاۃ کی تحقیق ہے اور اس سے تمام روایتیں جمع ہو جاتی ہیں۔

فَاتَتْهُ قِرَاءَةُ أُمِّ الْقُرْآنِ فَقَدْ فَاتَهُ خَيْرٌ كَثِيرٌ رَوَاهُ مَالِكٌ وَعَنْهُ أَنَّهُ قَالَ الَّذِي يَرْفَعُ رَأْسَهُ وَيَخْفِضُهُ قَبْلَ الْإِمَامِ فَإِنَّمَا نَاصِيَتُهُ بِيَدِ الشَّيْطَانِ رَوَاهُ مَالِكٌ

بَابُ مَنْ صَلّٰى صَلٰوةً مَرَّتَيْنِ

اَلْفَصْلُ الْأَوَّلُ عَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ يُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ يَأْتِي قَوْمَهُ فَيُصَلِّي بِهِمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْهُ قَالَ كَانَ مُعَاذٌ يُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِشَاءَ ثُمَّ يَرْجِعُ إِلٰى قَوْمِهِ فَيُصَلِّي بِهِمُ الْعِشَاءَ وَهِيَ لَهُ نَافِلَةٌ اَلْفَصْلُ الثَّانِي عَنْ يَزِيدَ بْنِ الْأَسْوَدِ قَالَ شَهِدْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَجَّتَهُ فَصَلَّيْتُ مَعَهُ صَلٰوةَ الصُّبْحِ فِي مَسْجِدِ الْخَيْفِ فَلَمَّا قَضٰى صَلٰوتَهُ وَانْحَرَفَ

اس کی بہت خیر جاتی رہی[1] (مالک) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں کہ جو اپنا سر امام سے پہلے اٹھاتا جھکاتا ہے اس کی پیشانی شیطان کے ہاتھ میں ہے[2] (مالک)

باب جو دوبار نماز پڑھے[3]

پہلی فصل روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ حضرت معاذ ابن جبل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے تھے پھر اپنی قوم میں آتے انہیں نماز پڑھاتے[4] (مسلم بخاری) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں کہ حضرت معاذ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے تھے عشاء کی پھر اپنی قوم میں آتے انہیں عشاء پڑھاتے ان کی نماز نفل ہوتی[5] دوسری فصل روایت ہے حضرت یزید ابن اسود سے[6] فرماتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کے حج میں حاضر ہوا تو میں نے آپ کے ساتھ مسجد خیف میں فجر کی نماز پڑھی جب آپ نماز پوری کر چکے اور پھرے تو آخر قوم میں

1 اس کی شرح پہلے ہو چکی وہاں بتایا جا چکا ہے کہ رکوع پانے سے رکعت مل جاتی ہے اور مقتدی پر فاتحہ پڑھنا فرض نہیں خیال رہے کہ رکوع پانے کے معنی یہ ہیں کہ مقتدی تکبیر تحریمہ کہہ کر بقدر ایک تسبیح قیام کرے پھر تکبیر کہہ کر رکوع میں جائے۔ 2 یعنی شیطان اس سے یہ حرکتیں کرا رہا ہے یہ دونوں حدیثیں اگرچہ موقوف ہیں مگر مرفوع کے حکم میں ہیں۔ 3 حقیقۃً دوبار پڑھے اس کی بہت صورتیں ہیں جن میں سے کچھ کا ذکر جماعت کے اوقات میں ہو چکا ہے۔ 4 اس کی شرح مع تحقیق گزر چکی کہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نفل کی نیت کرتے اور قوم کے ساتھ فرض پڑھتے تھے اور یہ نفل پڑھنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کی برکت حاصل کرنے کیلئے تھا۔ 5 ظاہر یہ ہے کہ یہ کلام جابر کا ہے جس کا مرجع آپ کی پہلی نماز ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ادا کی یعنی پہلی نماز نفل ہوتی تھی اور دوسری فرض اور اگر اس کا مرجع دوسری نماز ہو تو نافلہ کے لغوی معنی مراد ہوں گے یعنی زائد، قرآن کریم نے اس معنی میں فرض نماز کو بھی نفل فرمایا ہے۔ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر تہجد فرض تھی مگر اس کو نافلہ یعنی زائد فرمایا گیا۔ اور اگر مان لیا جائے کہ آپ اولًا فرض پڑھتے تھے بعد میں نفل تو یہ آپ کا اجتہاد تھا۔ اسی لیے بعض روایات میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے فرمایا اے معاذ

فَإِذَا هُوَ بِرَجُلَيْنِ فِي آخِرِ الْقَوْمِ لَمْ يُصَلِّيَا مَعَهُ قَالَ عَلَيَّ بِهِمَا فَجِيءَ بِهِمَا تُرْعَدُ فَرَائِصُهُمَا فَقَالَ مَا مَنَعَكُمَا أَنْ تُصَلِّيَا مَعَنَا فَقَالَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّا كُنَّا قَدْ صَلَّيْنَا فِي رِحَالِنَا قَالَ فَلَا تَفْعَلَا إِذَا صَلَّيْتُمَا فِي رِحَالِكُمَا ثُمَّ أَتَيْتُمَا مَسْجِدَ جَمَاعَةٍ فَصَلِّيَا مَعَهُمْ فَإِنَّهَا لَكُمَا نَافِلَةٌ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

عَنْ بُسْرِ بْنِ مِحْجَنٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ كَانَ فِي مَجْلِسٍ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأُذِّنَ بِالصَّلٰوةِ فَقَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى وَرَجَعَ وَمِحْجَنٌ فِي مَجْلِسِهِ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مَنَعَكَ أَنْ تُصَلِّيَ مَعَ النَّاسِ أَلَسْتَ بِرَجُلٍ مُسْلِمٍ فَقَالَ بَلٰى يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَلٰكِنِّي كُنْتُ قَدْ صَلَّيْتُ فِي أَهْلِي فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

دو شخص تھے جنہوں نے آپ کے ساتھ نماز نہ پڑھی تھی فرمایا انہیں میرے پاس لاؤ انہیں لایا گیا کہ ان کے کندھے کانپ رہے تھے[1] فرمایا کہ تمہیں ہمارے ساتھ نماز پڑھنے سے کس چیز نے روکا انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم اپنی منزلوں میں نماز پڑھ چکے تھے فرمایا ایسا نہ کرو جب اپنی منزلوں میں نماز پڑھ لو پھر جماعت کی مسجد میں آؤ تو ان کے ساتھ بھی پڑھ لو کہ وہ تمہارے لیے نفل ہو جائے گی[2] (ترمذی، ابوداؤد، نسائی) تیسری فصل روایت ہے حضرت بسر ابن محجن سے وہ اپنے والد سے راوی کہ وہ ایک مجلس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ نماز کی اذان ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے نماز پڑھی اور واپس ہوئے محجن اپنی جگہ بیٹھے رہے ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ لوگوں کے ساتھ نماز پڑھنے سے تمہیں کون سی چیز مانع ہوئی کیا تم مسلمان نہیں ہو عرض کیا ہاں یا رسول اللہ لیکن میں اپنے گھر میں نماز پڑھ چکا تھا[3] تب ان سے رسول اللہ صلی اللہ

یا تم میرے ساتھ نماز پڑھو یا اپنی قوم کو نماز پڑھاؤ۔[3] آپ صحابی ہیں آپ کا شمار اہل طائف میں ہے کوفہ میں آپ کی احادیث بہت زیادہ شائع ہوئیں۔[1] حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیبت خداداد کی وجہ سے جیسا کہ احادیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہیبت بھی دی گئی اور محبوبیت بھی جو پہلی بار حاضر ہوتا مرعوب ہو جاتا جو حاضر رہتا وہ آپ کا عاشق جانباز بن جاتا۔[2] یہ حکم استحبابی ہے نہ کہ وجوبی اور اس میں وہ نمازیں مراد ہیں جن کے بعد نفل جائز ہے ہر نماز مراد نہیں اگر ہر نماز مراد ہو تو یہ حدیث منسوخ ہے ان احادیث سے جن میں فرمایا گیا کہ فجر و عصر کے بعد نوافل نہ پڑھو نیز اسی باب کے آخر میں آرہا ہے کہ جو فجر یا مغرب پڑھ چکا ہو پھر جماعت پالے تو اس کے ساتھ نہ پڑھے بہرحال یہ حدیث مطلقاً قابل عمل نہیں۔[3] ظاہر یہ ہے کہ آپ داخل مسجد میں حضور کے ساتھ تھے اذان ہوئی حضور نے وہیں نماز پڑھی یہ وہیں بیٹھے رہے اسی بنا پر حضور کا ان پر عتاب ہوا جو آگے آرہا ہے جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے[4] اس سے معلوم ہوا کہ جماعت اولیٰ کے وقت مسجد میں بیٹھا رہنا سخت گناہ ہے کہ ترک کی علامت ہے یا تو نیت نفل جماعت میں شریک ہو جائے ورنہ تکبیر سے پہلے ہی وہاں سے چلا جائے خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ کیا تم مسلمان نہیں یا تمہیں بد علمی کی وجہ سے نہیں بلکہ یہ بتانے کے لیے ہے

جِئْتَ الْمَسْجِدَ وَكُنْتَ قَدْ صَلَّيْتَ فَأُقِيمَتِ الصَّلٰوةُ فَصَلِّ مَعَ النَّاسِ وَكُنْتَ قَدْ صَلَّيْتَ رَوَاهُ مَالِكٌ وَالنَّسَائِيُّ • وَعَنْ رَجُلٍ مِنْ أَسَدِ بْنِ خُزَيْمَةَ أَنَّهُ سَأَلَ أَبَا أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيَّ قَالَ يُصَلِّي أَحَدُنَا فِي مَنْزِلِهِ الصَّلٰوةَ ثُمَّ يَأْتِي الْمَسْجِدَ وَتُقَامُ الصَّلٰوةُ فَأُصَلِّي مَعَهُمْ فَأَجِدُ فِي نَفْسِي شَيْئًا مِنْ ذٰلِكَ فَقَالَ أَبُو أَيُّوبَ سَأَلْنَا عَنْ ذٰلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَذٰلِكَ لَهُ سَهْمُ جَمْعٍ رَوَاهُ مَالِكٌ وَأَبُو دَاوُدَ وَعَنْ يَزِيدَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ جِئْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَهُوَ فِي الصَّلٰوةِ فَجَلَسْتُ وَلَمْ أَدْخُلْ مَعَهُمْ فِي الصَّلٰوةِ فَلَمَّا انْصَرَفَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰنِي جَالِسًا فَقَالَ أَلَمْ تُسْلِمْ يَا يَزِيدُ قُلْتُ بَلٰى يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَدْ أَسْلَمْتُ

علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم مسجد میں آؤ اور نماز پڑھ چکے ہو اور نماز کی تکبیر کہی جائے تو لوگوں کے ساتھ نماز پڑھ لو اگرچہ پہلے پڑھ چکے ہو۔ (مالک و نسائی) روایت ہے ایک شخص سے اسد ابن خزیمہ سے ۱ کہ انہوں نے حضرت ابو ایوب انصاری سے پوچھا کہ ہم میں کوئی اپنی جگہ نماز پڑھ لے پھر مسجد میں آئے اور نماز کی تکبیر ہو تو میں ان کے ساتھ نماز پڑھ لوں تو میرے دل میں اس سے کچھ شبہ ہے ۲ ابو ایوب نے فرمایا کہ ہم نے اس کے متعلق نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا آپ نے فرمایا اس کے لیے دوگنا حصہ ہے ۳ (مالک و ابوداؤد) روایت ہے حضرت یزید ابن عامر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نماز میں تھے میں بیٹھ گیا اور ان کے ساتھ نماز میں شامل نہ ہوا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے مجھے بیٹھا ہوا دیکھا تو فرمایا اے یزید کیا تم مسلمان نہیں ہو میں نے عرض کیا۔ ہاں یا رسول اللہ میں مسلمان ہو چکا

کی جماعت کھڑی ہے ۵ شاید یہ سمجھ کر کہ مسجد نبوی میں نماز ہو چکی ہوگی لیکن ہے کہ کسی دور کے محلے کے باشندے ہوں اور اپنے محلہ کی مسجد میں نماز پڑھ کر آئے ہوں بہرحال ان صحابی پر یہ اعتراض نہیں کہ انہوں نے بغیر جماعت گھر میں نماز کیوں پڑھی۔

۱ یہ حکم استحبابی ہے اور یہ نماز نفل ہوگی لہٰذا انہیں اوقات میں ہو سکے گی جن میں بعد فرض نفل جائز ہیں یعنی ظہر و عشا خیال رہے کہ یہ جماعت اولیٰ کے آداب ہیں دوسری جماعتیں ہوتی رہیں تم وہاں بیٹھے رہو کیونکہ ابھی حدیث میں گزر چکا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے صدیق اکبر کو حکم دیا کہ فلاں کے ساتھ نماز پڑھ لو وہ جماعت ہوتی رہی اور سرکار مع صحابہ مسجد میں تشریف فرما رہے ۲ ایک قبیلہ کا نام ہے جس کا مورث اعلیٰ اسد ابن خزیمہ ابن مدرکہ ابن الیاس ابن مضر ہے لہٰذا یہ مضر کا ایک بطن ہے ۳ شبہ یہ ہے کہ جب گھر میں ایک بار نماز پڑھ لی تو دوبارہ کیوں پڑھوں ایک دن میں ایک نماز دو بار نہیں ہوا کرتی ۴ یعنی یہ جماعت کی نماز نفل ہوگی اور فرض ادا ہو چکا ایک نماز دوبارہ نہ ہوئی اور اس سے تمہیں جماعت کا ثواب نفع میں مل جائے گا ۵ کیونکہ اپنے محلہ کی مسجد میں جماعت نماز پڑھ آیا تھا یا گھر میں اکیلے پڑھ چکا تھا یہ سمجھ کر کہ مجھے دیر ہو گئی مسجد نبوی میں نماز ہو چکی ہوگی۔

قَالَ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَدْخُلَ مَعَ النَّاسِ فِیْ صَلٰوتِہِمْ قَالَ اِنِّیْ كُنْتُ قَدْ صَلَّیْتُ فِیْ
مَنْزِلِیْ اَحْسِبُ اَنْ قَدْ صَلَّیْتُمْ فَقَالَ اِذَا جِئْتَ الصَّلٰوۃَ فَوَجَدْتَ النَّاسَ فَصَلِّ
مَعَہُمْ وَاِنْ كُنْتَ قَدْ صَلَّیْتَ تَكُنْ لَكَ نَافِلَةً وَّهٰذِهٖ مَكْتُوْبَةٌ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَعَنِ
ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَجُلًا سَاَلَهٗ فَقَالَ اِنِّیْ اُصَلِّیْ فِیْ بَیْتِیْ ثُمَّ اُدْرِكُ الصَّلٰوۃَ
فِی الْمَسْجِدِ مَعَ الْاِمَامِ اَفَاُصَلِّیْ مَعَهٗ قَالَ لَهٗ نَعَمْ قَالَ الرَّجُلُ اَیَّتَهُمَا اَجْعَلُ صَلٰوتِیْ
قَالَ ابْنُ عُمَرَ وَذٰلِكَ اِلَیْكَ اِنَّمَا ذٰلِكَ اِلَی اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ یَجْعَلُ اَیَّتَهُمَا شَاءَ رَوَاهُ

فرمایا کہ تمہیں لوگوں کے ساتھ نماز میں شرکت سے کس نے منع کیا[1] میں نے عرض کیا کہ میں اپنی جگہ میں نماز پڑھ چکا ہوں میں سمجھا کہ آپ حضرات نماز پڑھ چکے[2] تو فرمایا کہ جب تم نماز کو آؤ اور لوگوں کو پاؤ ان کے ساتھ نماز پڑھو اگرچہ پڑھ چکے ہو یہ نماز تمہاری نفل ہوجائے گی اور وہ فرض[3] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ کسی نے ان سے پوچھا عرض کیا کہ میں اپنے گھر میں نماز پڑھ لیتا ہوں پھر امام کے ساتھ مسجد میں نماز پاتا ہوں کیا اس کے ساتھ میں پڑھوں فرمایا ہاں اس نے کہا ان دونوں میں سے اپنی نماز کسے سمجھوں[4] حضرت ابن عمر نے فرمایا یہ تمہارا کام نہیں یہ تو اللہ عزوجل کا کام ہے ان میں سے جسے چاہے نماز بنائے[5]
(مالک) روایت ہے حضرت سلیمان مولٰی میمونہ سے
فرماتے ہیں

[1] یعنی جماعت اولیٰ کے وقت مسجد میں علیحدہ بیٹھا رہنا کفار کی علامت ہے تم نے ایسے کیوں کیا اس سوال وجواب سے اظہار ناپسندیدگی مقصود ہے ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر شخص کے دلی حالات سے خبردار ہیں فرماتے ہیں احد پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے ہم اس سے محبت کرتے ہیں جسے پتھروں کے دلوں کی خبر ہو اسے انسانوں کے دل کی خبر کیسے نہ ہوگی۔ [2] یعنی ترک جماعت کا ارادہ نہ تھا صرف غلط فہمی ہوگئی اس لیے معذور ہوں۔ [3] یعنی جو اکیلے پڑھ آئے ہو وہ تو فرض ہوگی اور جو جماعت سے پڑھی وہ نفل ہوگی مگر یہ حکم نماز جمعہ کے لیے نہیں کیونکہ اگر جمعہ کے دن کوئی اپنے گھر میں ظہر پڑھ لے پھر جمعہ میں آجائے تو اس کی ظہر باطل ہے اب نماز جمعہ فرض۔ [4] یعنی اس صورت میں میری فرض نماز کونسی ہوئی پہلی جو اکیلے پڑھی یا دوسری جو جماعت سے پڑھی۔ غالبًا یہ گفتگو اس صورت میں ہے کہ نمازی نے دوسری نماز میں نفل کی نیت نہ کی بلکہ مطلق نماز کی یا غلطی سے اسے بھی فرض ہی سمجھ کر پڑھا خیال رہے کہ بلا سبب فرض دوبارہ پڑھنا ممنوع ہے اسے اس ممانعت کی خبر نہ تھی اس لیے یہ سوال کیا۔ [5] بعض امام فرماتے ہیں کہ اس صورت میں دونوں نمازوں میں سے ایک فرض ہے ایک نفل یہ نہیں کہا جاسکتا کہ کونسی فرض ہے کونسی نفل ان کا ماخذ یہ حدیث ہے باقی ائمہ کے ہاں پہلی نماز فرض ہے اور دوسری نفل اس حدیث کے معنی یہ ہیں کہ کیا خبر کونسی نماز قبول ہوئی ہو یا ممکن ہے کہ پہلی نماز کسی وجہ سے فاسد ہوگئی ہو جسے خبر نہ ہوئی ہو اللہ تعالٰی اس نفل کو اس فرض کے قائم مقام کردے یا وہ رب قادر ہے

مَالِكٌ وَعَنْ سُلَيْمَانَ مَوْلَى مَيْمُوْنَةَ قَالَ اَتَيْنَا ابْنَ عُمَرَ عَلَى الْبَلَاطِ وَهُمْ يُصَلُّوْنَ فَقُلْتُ اَلَا تُصَلِّيْ مَعَهُمْ قَالَ قَدْ صَلَّيْتُ وَاِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا تُصَلُّوْا صَلٰوةً فِيْ يَوْمٍ مَرَّتَيْنِ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ ۔ وَعَنْ نَافِعٍ قَالَ اِنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ كَانَ يَقُوْلُ مَنْ صَلَّى الْمَغْرِبَ اَوِ الصُّبْحَ ثُمَّ اَدْرَكَهُمَا مَعَ الْاِمَامِ فَلَا يَعُدْ لَهُمَا رَوَاهُ مَالِكٌ ۔

مقام بلاط میں حضرت ابن عمر کے پاس گئے لوگ نماز پڑھ رہے تھے میں نے عرض کیا کہ آپ ان کے ساتھ نماز نہیں پڑھتے فرمایا میں پڑھ چکا ہوں اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ ایک دن میں ایک نماز دوبارہ نہ پڑھو (احمد، ابوداؤد، نسائی) روایت ہے حضرت نافع سے فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن عمر فرماتے تھے کہ جو مغرب یا فجر پڑھ لے پھر انہیں امام کے ساتھ پالے تو دوبارہ نہ پڑھے (مالک)

کہ فرض کو نفل اور نفل کو فرض بنا دے بہرحال دوسری نماز کی شرعاً نفل ہے جیسا کہ ابھی احادیث میں گزر چکا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب حکام دیر سے نماز پڑھنے لگیں تو تم اکیلے نماز پڑھ لیا کرنا پھر ان کے ساتھ بھی جماعت کے ساتھ پڑھ لیا کرنا یہ دوسری نفل ہو جائے گی۔ [1] آپ سلیمان ابن یسار ہیں ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ غلام، بڑے فقیہ محدث عابد و تارک الدنیا تابعی ہیں آپ کے بھائی عطاء ابن یسار ہیں ۷۳ سال عمر ہوئی ۱۰۷ھ میں وفات پائی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

[2] بلاط لغت میں وہ چبوترہ جس کا سطح اینٹوں وغیرہ سے فرش لگایا جاتا ہے یہاں وہ جگہ مراد ہے جو حضرت عمر نے مسجد نبوی شریف کے متصل چبوترے کی شکل میں بنائی تھی تاکہ اگر کسی کو کوئی دنیاوی بات کرنا ہو تو مسجد سے نکل کر وہاں بیٹھ کر کرے [3] یعنی مسجد نبوی میں جماعت اولیٰ ہو رہی ہے اور آپ یہاں بیٹھے ہیں کیا وجہ ہے۔ خیال رہے کہ آپ مسجد سے علیحدہ بیٹھے تھے لہذا جائز تھا۔ [4] ظاہر یہ ہے کہ یہ نماز فجر یا عصر یا مغرب تھی جن کے بعد نفل درست نہیں حدیث کا مطلب یہ ہے کہ میں یہ نماز پڑھ چکا ہوں اور اس کے بعد نفل جائز نہیں اور اگر دوبارہ فرض ہی کی نیت سے پڑھوں تو ایک دن میں ایک فرض دو بار ہو نہیں سکتے اس کے اور مطلب بھی بیان کیے گئے مگر بہتر یہ ہے اس صورت میں یہ حدیث گزشتہ احادیث کے خلاف بھی نہیں اور اس پر کچھ شبہ بھی نہیں۔ اگلی حدیث اس کی شرح ہے اسی لیے فقہاء فرماتے ہیں کہ شہر میں بعد نماز جمعہ احتیاطی ظہر نفل کی نیت سے نفل کی طرح پڑھے کیونکہ فرض تو پڑھ چکا اب گاؤں میں جمعہ نہ پڑھے کہ وہاں جمعہ ہوتا نہیں اگر پڑھے تو نفل ہوگا اور نفل جماعت و خطبہ و اذان سے پڑھنا پھر فرض ظہر اکیلے پڑھنا بہت برا ہے لیکن اگر کسی نے پڑھ لیا تو بہت بعد میں ظہر فرض کی نیت سے پڑھے ان مسائل کا ماخذ یہ حدیث ہے۔ [5] یعنی فجر و مغرب پڑھ چکا ہو تو امام کے ساتھ دوبارہ نہ پڑھے کیونکہ فجر کے بعد نفل ممنوع اور تین رکعت نفل نہیں ہوتے لہذا اسے دوبارہ فرض کی پڑھنے پڑیں گے اور فرض دوبارہ ایک دن میں ہوتے نہیں لہذا نہ پڑھے۔ اس حدیث نے گزشتہ تمام ان احادیث کی شرح کر دی جہاں امام کے ساتھ دوبارہ پڑھ لینے کا حکم دیا گیا ہے معلوم ہوا کہ وہاں صرف ظہر و عشاء مراد ہیں۔ خیال رہے کہ یہ حدیث موقوف ہے مگر مرفوع کے حکم میں ہے کیونکہ یہ بات قیاس سے نہیں کی جا سکتی۔

بَابُ السُّنَنِ وَفَضَائِلِهَا

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ عَنْ اُمِّ حَبِيْبَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰى فِيْ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً بُنِيَ لَهٗ بَيْتٌ فِي الْجَنَّةِ اَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَهَا وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ وَرَكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلٰوةِ الْفَجْرِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ اَنَّهَا قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا مِنْ عَبْدٍ مُّسْلِمٍ يُّصَلِّيْ لِلّٰهِ كُلَّ يَوْمٍ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً تَطَوُّعًا غَيْرَ فَرِيْضَةٍ اِلَّا بَنَى اللّٰهُ لَهٗ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ اَوْ اِلَّا بُنِيَ لَهٗ بَيْتٌ فِي الْجَنَّةِ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ

سنتوں اور ان کی فضیلت کا باب

پہلی فصل روایت ہے حضرت ام حبیبہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو دن رات میں بارہ رکعتیں پڑھا کرے اس کے لیے جنت میں گھر بنایا جائے گا چار ظہر سے پہلے دو ظہر کے بعد دو رکعتیں مغرب کے بعد دو رکعتیں عشاء کے بعد دو رکعتیں فجر سے پہلے (ترمذی) اور مسلم کی روایت میں ہے کہ آپ فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ کوئی مسلمان بندہ ایسا نہیں کہ اللہ کے لیے ہر دن بارہ رکعتیں نفل پڑھ لیا کرے فرض کے علاوہ مگر اللہ اس کے لیے جنت میں گھر بنائے گا یا جنت میں گھر بنایا جائے گا روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ

۱؎ یہاں وہ سنتیں مراد ہیں جو دن رات میں فرض نماز کے ساتھ پڑھی جاتی ہیں مؤکدہ ہوں یا غیر مؤکدہ، سنت مؤکدہ کو رواتب بھی کہا جاتا ہے (لمعات)، خیال رہے کہ سنت، نفل، تطوع، مندوب، مستحب، مرغب، حسن یہ تمام الفاظ ہم معنی ہیں جن کا کرنا ثواب اور نہ کرنا گناہ نہیں۔ بعض سنتیں مؤکدہ ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ پڑھیں، بعض غیر مؤکدہ جو کبھی کبھی پڑھیں، حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت میں فرضوں کا نوافل سے پورا کیا جائے گا (مرقاۃ)۔ ۲؎ آپ کا نام رملہ بنت ابوسفیان ہے، کنیت ام حبیبہ، امیر معاویہ کی بہن ہیں، آپ کی والدہ صفیہ بنت ابی العاص یعنی حضرت عثمان غنی کی پھوپھی ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کا نکاح نجاشی شاہ حبشہ نے کیا، سنہ ۴۴ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ ۳؎ یعنی جنت کا اعلیٰ درجے کا محل اس کے نام کر دیا جائے گا کیونکہ وہاں مکانات تو پہلے ہی موجود ہیں یا ان سنتوں کی برکت سے اس کے لیے نیا خصوصی گھر استعمال ہوگا کیونکہ جنت کا بعض حصہ سفید بھی ہے جہاں اعمال کے مطابق محل تعمیر ہوتے رہتے ہیں جیسا کہ بعض روایات میں ہے۔ ۴؎ یعنی بارہ سنتیں مؤکدہ ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ پڑھتے تھے، ظہر کا ذکر اس لیے پہلے کیا کہ حضرت جبریل نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلی نماز یہی پڑھائی اس لیے اسے صلوۃ اولیٰ کہتے ہیں، ان میں سنت فجر بہت تاکید کی ہیں حتی کہ بعض نے انہیں واجب کہا، سعید ابن جبیر فرماتے ہیں کہ اگر میں سنت فجر چھوڑ دوں تو خطرہ ہے کہ رب مجھے نہ بخشے۔ ۵؎ یعنی یہ رکعتیں اگرچہ مؤکدہ ہیں مگر فرض یا واجب نہیں، لہذا اس سے ان لوگوں کا رد ہو گیا جو سنت فجر کو واجب کہتے ہیں۔

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَکْعَتَیْنِ قَبْلَ الظُّهْرِ وَرَکْعَتَیْنِ بَعْدَهَا وَرَکْعَتَیْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ فِیْ بَیْتِهٖ وَرَکْعَتَیْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ فِیْ بَیْتِهٖ قَالَ وَحَدَّثَتْنِیْ حَفْصَةُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یُصَلِّیْ رَکْعَتَیْنِ خَفِیْفَتَیْنِ حِیْنَ یَطْلُعُ الْفَجْرُ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ وَعَنْهُ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یُصَلِّیْ بَعْدَ الْجُمُعَةِ حَتّٰی یَنْصَرِفَ فَیُصَلِّیْ رَکْعَتَیْنِ فِیْ بَیْتِهٖ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ شَقِیْقٍ قَالَ سَئَلْتُ عَنْ عَائِشَةَ صَلٰوةَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ تَطَوُّعِهٖ فَقَالَتْ کَانَ یُصَلِّیْ فِیْ بَیْتِیْ قَبْلَ الظُّهْرِ اَرْبَعًا ثُمَّ یَخْرُجُ فَیُصَلِّیْ بِالنَّاسِ ثُمَّ یَدْخُلُ فَیُصَلِّیْ

دو رکعتیں ظہر سے پہلے[1] اور دو رکعتیں اس کے بعد دو رکعتیں مغرب کے بعد گھر میں اور دو رکعتیں عشاء کے بعد گھر میں پڑھیں[2] فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت حفصہ نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب فجر طلوع ہوتی تو دو ہلکی رکعتیں پڑھتے تھے[3] (مسلم، بخاری) روایت ہے انہی سے کہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے بعد نماز نہ پڑھتے حتی کہ لوٹ آتے تھے پھر اپنے گھر میں دو رکعتیں پڑھتے تھے[4] (بخاری، مسلم) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن شقیق سے[5] فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نفل نماز کے بارے میں دریافت کیا انہوں نے فرمایا کہ آپ میرے گھر میں ظہر سے پہلے چار رکعتیں پڑھتے تھے پھر تشریف لے جاتے لوگوں کو نماز پڑھاتے تھے اور میرے گھر میں تشریف لاتے تو دو رکعتیں

[1] یہاں ساتھ پڑھنے سے مراد جماعت سے پڑھنا نہیں کیونکہ سوائے تراویح کے باقی سنتوں کی جماعت مکروہ ہے بلکہ ہمراہی میں پڑھنا مراد ہے یعنی میں نے بھی پڑھیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی جیسے رب تعالٰی بلقیس کا قول یوں نقل فرماتا ہے وَاَسْلَمْتُ مَعَ سُلَیْمٰنَ اس حدیث کی بنا پر امام شافعی نے ظہر سے پہلے دو سنتیں موکدہ مانیں۔ ہمارے ہاں موکدہ چار ہیں جیسا کہ بہت سی احادیث میں ہے یہاں تحیۃ المسجد کے نفل مراد ہیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سنت ظہر گھر میں ادا کرکے تشریف لاتے تھے چنانچہ ازواج مطہرات کی روایت یوں ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے پہلے چار سنتیں کبھی نہ چھوڑتے تھے۔ [2] یعنی میں نے مغرب و عشاء کے بعد کی سنتیں حضور کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں پڑھیں اس گھر سے مراد حضرت حفصہ بنت عمر کا گھر ہے چونکہ وہ آپ کی ہمشیرہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ پاک تھیں اس لیے آپ کو وہاں جانا درست تھا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سنتیں گھر میں پڑھنا افضل ہے۔ [3] معلوم ہوا کہ سنت فجر گھر میں پڑھے اور ہلکی پڑھے بعض صوفیا اس کی رکعت اول میں الم نشرح اور دوسری میں الم ترکیف پڑھتے ہیں بعد میں ۷۰ بار استغفار پھر مسجد میں آکر باجماعت فرض ادا کرے اس عمل سے بواسیر سے امن رہتی ہے گھر میں برکت و اتفاق ہوتا ہے چونکہ حضرت ابن عمر اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں موجود نہ تھے اس لیے حضرت حفصہ سے روایت کی۔ [4] خیال رہے کہ بعد جمعہ کی سنتوں کے متعلق مختلف روایتیں ہیں دو پڑھتے تھے، چار پڑھتے تھے، چھ پڑھتے تھے پہلی روایت پر امام شافعی کا عمل ہے دوسری پر امام اعظم کا تیسری پر امام ابو یوسف کا۔ [5] آپ تابعی ہیں بصری ہیں بہت صحابہ کرام سے آپ کی ملاقات ہے ۱۰۸ھ میں وفات پائی۔

رَكْعَتَيْنِ وَكَانَ يُصَلِّي بِالنَّاسِ الْمَغْرِبَ ثُمَّ يَدْخُلُ فَيُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ يُصَلِّي بِالنَّاسِ الْعِشَاءَ وَيَدْخُلُ بَيْتِي فَيُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ وَكَانَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ تِسْعَ رَكَعَاتٍ فِيهِنَّ الْوِتْرُ وَكَانَ يُصَلِّي لَيْلًا طَوِيلًا قَائِمًا وَلَيْلًا طَوِيلًا قَاعِدًا وَكَانَ إِذَا قَرَأَ وَهُوَ قَائِمٌ رَكَعَ وَسَجَدَ وَهُوَ قَائِمٌ وَكَانَ إِذَا قَرَأَ قَاعِدًا رَكَعَ وَسَجَدَ وَهُوَ قَاعِدٌ وَكَانَ إِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَزَادَ أَبُو دَاوُدَ ثُمَّ يَخْرُجُ فَيُصَلِّي بِالنَّاسِ صَلٰوةَ الْفَجْرِ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى شَيْءٍ مِنَ النَّوَافِلِ أَشَدَّ تَعَاهُدًا مِنْهُ عَلٰى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ

پڑھتے اور لوگوں کو نماز مغرب پڑھاتے پھر تشریف لاتے تو دو رکعتیں پڑھتے پھر لوگوں کو عشاء پڑھاتے اور میرے گھر میں تشریف لاتے تو دو رکعتیں پڑھتے [1] اور رات میں نو رکعتیں پڑھتے تھے جن میں وتر بھی ہیں [2] اور رات میں بہت دیر کھڑے ہو کر نماز پڑھتے اور بہت دیر تک بیٹھ کر [3] اور جب کھڑے ہو کے قراءت کرتے تو رکوع اور سجدہ بھی کھڑے ہوئے ہی کرتے اور بیٹھ کر قراءت کرتے تو رکوع اور سجدہ بھی بیٹھ کر ہی کرتے [4] اور جب فجر طلوع ہوتی تو دو رکعتیں پڑھتے (مسلم) ابوداؤد نے یہ بڑھایا کہ پھر جاتے لوگوں کو فجر پڑھاتے روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی سنتوں سے زیادہ کسی نفل پر حفاظت نہ فرماتے تھے [5] (مسلم، بخاری) روایت ہے انہی سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ

مؤکدہ سنتوں کی تعداد

[1] اس سنت مؤکدہ کی تعداد بھی معلوم ہوئی اور یہ بھی کہ سنتیں گھر میں ادا کرنا افضل ہے اگرچہ مسجد میں بھی جائز ہے۔ [2] اس طرح کہ چھ رکعتیں تہجد اور تین وتر خیال رہے کہ تہجد کم از کم دو رکعت ہیں اور زیادہ سے زیادہ بارہ، آٹھ پر زیادہ عمل رہا۔ [3] یعنی تہجد کے نوافل بہت دراز پڑھتے تھے، بعض نفل کھڑے ہو کر بہت دراز پڑھتے اور بعض نفل بہت دیر تک بیٹھ کر پڑھتے۔ [4] خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تہجد تین طرح کی ہوتی تھی پوری رکعت کھڑے ہو کر یعنی قراءت بھی کھڑے ہو کر اور رکوع و سجدہ بھی کھڑے سے ہی کر، پوری رکعت بیٹھ کر اور رکوع و سجدہ بھی بیٹھے ہی سے، بعض رکعت بیٹھ کر اور بعض کھڑے ہو کر یعنی اولاً بیٹھ کر نماز شروع کی پھر کچھ قراءۃ کر کے کھڑے ہو گئے پھر قراءت کی پھر رکوع، یہ بھی دیکھتے کہ پوری قراءت بیٹھ کر کرتے پھر صرف رکوع کے لیئے کھڑے ہو جاتے کہ کھڑے ہوتے ہی رکوع میں چلے جاتے، یہ تمام طریقے یہی جائز ہی ہیں لہٰذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی رکعت میں بہت دیر تک بیٹھے قراءت کرتے تھے بہت دیر تک کھڑے ہو کر پھر رکوع۔ [5] یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم بمقابلہ دوسری سنتوں کے فجر کی سنتوں کی بہت پابندی کرتے تھے کہ سفر و حضر میں نہ چھوڑتے تھے اور اگر فجر قضا پڑھتے تو سنتوں کی بھی قضا کرتے۔ اسی لیئے فقہاء فرماتے ہیں کہ یہ سنتیں بلا عذر بیٹھ کر نہ پڑھے اسی لیئے اگر جماعت فجر میں کوئی پہنچے اور سنتیں نہ پڑھی ہوں تو اگر جماعت مل جانے کی امید ہو تو جماعت سے علیحدہ سنتیں پڑھے۔ پھر جماعت میں مل جائے اس کی تحقیق ہماری کتاب جاء الحق حصہ دوم میں دیکھو۔

اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَا الْفَجْرِ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَ
عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُغَفَّلٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلُّوْا قَبْلَ صَلٰوةِ
الْمَغْرِبِ رَكْعَتَيْنِ صَلُّوْا قَبْلَ صَلٰوةِ الْمَغْرِبِ رَكْعَتَيْنِ قَالَ فِي الثَّالِثَةِ لِمَنْ شَاءَ
كَرَاهِيَةَ اَنْ يَّتَّخِذَهَا النَّاسُ سُنَّةً مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رض قَالَ قَالَ
رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ مُصَلِّيًا بَعْدَ الْجُمُعَةِ فَلْيُصَلِّ
اَرْبَعًا رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَفِيْ اُخْرٰى لَهٗ قَالَ اِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمُ الْجُمُعَةَ فَلْيُصَلِّ بَعْدَهَا

صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی سنتیں دنیا اور دنیا کی چیزوں سے بہتر ہیں ۱؎ (مسلم) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مغفل سے ۲؎
فرماتے ہیں فرمایا نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ مغرب سے پہلے دو رکعتیں پڑھو مغرب سے پہلے دو رکعتیں پڑھو
تیسری بار فرمایا جو چاہے اس خوف سے کہ لوگ اسے سنت بنالیں ۳؎ (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے
فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو تم میں جمعہ کے بعد نماز پڑھے تو چار سنتیں پڑھے (مسلم) اور اس
کی دوسری روایت میں ہے فرمایا جب کوئی تم میں جمعہ پڑھے تو اس کے
بعد چار

۱؎ یعنے سنت فجر مال و اولاد اور تمام دنیاوی سامان سے پیاری ہونا چاہئیں اور دیگر سنتوں و مستحبات سے افضل ہیں ۲؎ آپ صحابی ہیں بیعت الرضوان میں شریک ہوئے، مدینہ منورہ میں قیام رہا پھر عہد فاروقی میں لوگوں کو فقہ سکھانے بصرہ بھیجے گئے وہاں ہی ۶۰ھ میں وفات پائی ۳؎ یعنے لمن شاء اس لیے فرمایا کہ لوگ ان رکعتوں کو سنت مؤکدہ یا واجب نہ جان لیں یہ سمجھ کر کہ صلّوا امر ہے اور امر وجوب کے لیے آتا ہے۔ خیال رہے کہ بعض امام اس حدیث کی بنا پر فرماتے ہیں کہ نماز مغرب سے پہلے دو نفل مستحب ہیں۔ لیکن امام اعظم امام مالک اور اکثر فقہاء فرماتے ہیں کہ یہ نفل مکروہ ہیں، اس حدیث کو منسوخ مانتے ہیں کہ شروع اسلام میں یہ حکم تھا پھر دسہا چند وجوہ سے ایک یہ کہ تیسری فصل میں بحوالہ مسلم آرہا ہے کہ عمر فاروق اس نفل پڑھنے والوں کو سزا دیتے تھے دوسرے یہ کہ بروایت بخاری اسی دوسری فصل میں آرہا ہے صحابہ نے ابو تمیم کو دو رکعتیں پڑھتے دیکھا تو تعجباً ایک دوسرے سے شکایت کی تیسرے یہ کہ تمام صحابہ نے یہ نفل بعد میں چھوڑ دیئے چوتھے یہ کہ ان نفلوں سے مغرب میں تاخیر ہوگی حالانکہ اسے جلدی پڑھنے کا حکم ہے پانچویں یہ کہ ہم باب فضل اذان میں ایک حدیث نقل کر چکے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر دو اذانوں یعنی اذان و تکبیر کے درمیان نماز ہے سوا مغرب کے بہرحال جمہور علماء کے نزدیک یہ حدیث قابل عمل نہیں اس کی پوری بحث باب
باب فضل اذان میں گزر چکی اور اس کی پوری تحقیق
فتح القدیر شرح ہدایہ میں
دیکھو۔

أَرْبَعًا۔ اَلْفَصْلُ الثَّانِي، عَنْ أُمِّ حَبِيبَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ حَافَظَ عَلٰى أَرْبَعِ رَكَعَاتٍ قَبْلَ الظُّهْرِ وَأَرْبَعٍ بَعْدَهَا حَرَّمَهُ
اللّٰهُ عَلَى النَّارِ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ، وَعَنْ
أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْبَعٌ قَبْلَ الظُّهْرِ
لَيْسَ فِيهِنَّ تَسْلِيمٌ تُفْتَحُ لَهُنَّ أَبْوَابُ السَّمَاءِ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ، وَعَنْ
عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ السَّائِبِ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي أَرْبَعًا بَعْدَ
أَنْ تَزُولَ الشَّمْسُ قَبْلَ الظُّهْرِ وَقَالَ إِنَّهَا سَاعَةٌ تُفْتَحُ فِيهَا أَبْوَابُ السَّمَاءِ فَأُحِبُّ
أَنْ يَصْعَدَ لِي فِيهَا عَمَلٌ صَالِحٌ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ

رکعتیں پڑھے۔ دوسری فصل روایت ہے حضرت ام حبیبہ سے فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو ظہر سے پہلے چار رکعتوں پر اور اس کے بعد چار رکعتوں پر پابندی کرے ۱؎ اللہ اسے آگ پر حرام کردے گا ۲؎ (احمد، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت ابوایوب انصاری سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ظہر سے پہلے چار رکعتیں جن کے بیچ میں سلام نہ ہو۔ ان کے لیے آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں ۳؎ (ابوداؤد، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن سائب سے ۴؎ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سورج ڈھلنے کے بعد ظہر سے پہلے چار رکعتیں پڑھتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ وہ گھڑی ہے جس میں آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں تو میں چاہتا ہوں کہ اس گھڑی میں میرا نیک عمل

۱؎ یہ حدیث امام اعظم کی دلیل ہے کہ بعد جمعہ چار سنت مؤکدہ ہیں، امام یوسف کے ہاں چھ اس طرح کہ فرض جمعہ کے بعد پہلے چار رکعتیں پڑھے پھر دو، اس کی بحث پہلے گزر چکی ۲؎ اس طرح کہ پہلی چار ایک سلام سے پڑھے جیسا کہ اگلی حدیث میں آرہا ہے کیونکہ یہ چاروں مؤکدہ ہیں اور بعد کی چار دو سلاموں سے تاکہ مؤکدہ اور غیر مؤکدہ مخلوط نہ ہو جائیں کیونکہ ان میں پہلی دو مؤکدہ ہیں بعد کی دو غیر مؤکدہ ۳؎ یعنے آگ میں ہمیشگی سے مطلقًا بچائے گا اس طرح کہ اسے گناہوں سے بچنے اور نیک اعمال کرنے کی توفیق دے گا معلوم ہوا کہ سنت کی پابندی سے تقویٰ نصیب ہوتا ہے ۴؎ آسمان کے دروازے کھلنے سے مراد بارگاہ الٰہی میں مقبولیت ہے اور ان کی رکعتوں کی عزت افزائی۔ ابھی فقیر نے عرض کیا تھا کہ یہ چار رکعتیں ایک سلام سے ہونی چاہئیں، اس کی اصل یہ حدیث ہے ۵؎ خیال رہے کہ حضرت عبداللہ ابن سائب صحابی بھی ہیں تابعی بھی، جو صحابی ہیں انہوں نے ابی ابن کعب سے قرآن سیکھا ہے ان سے حضرت مجاہد نے، مخزومی ہیں قریشی ہیں مکہ مکرمہ میں رہے وہیں حضرت ابن زبیر کی شہادت سے کچھ پہلے وفات پائی، غالباً یہاں صحابی مراد ہیں۔

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رحم اللہ امرء صلی قبل العصر اربعا رواہ احمد و
الترمذی وابوداؤد وعن علی قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
یصلی قبل العصر اربع رکعات یفصل بینھن بالتسلیم علی الملائکۃ
المقربین ومن تبعھم من المسلمین والمؤمنین رواہ الترمذی وعنہ قال
کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی قبل العصر رکعتین رواہ ابوداؤد
وعن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلی بعد المغرب
ست رکعات لم یتکلم فیما بینھن بسوء عدلن لہ بعبادۃ ثنتی عشرۃ سنۃ رواہ

چاہیے ۱ (ترمذی) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ اس شخص پر رحم کرے جو عصر سے پہلے چار رکعتیں پڑھے ۲ (احمد، ترمذی، ابوداؤد) روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عصر سے پہلے چار رکعتیں پڑھتے تھے جن کے درمیان مقرب فرشتوں اور ان کے مطیع مسلمانوں اور مومنوں پر سلام سے فاصلہ کرتے تھے ۳ (ترمذی) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عصر سے پہلے دو رکعتیں پڑھتے تھے ۴ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مغرب کے بعد چھ رکعتیں پڑھے جن کے درمیان کوئی بری بات نہ کرے تو یہ بارہ برس کی عبادت کے
برابر ہوں گی ۵

۱ حق یہ ہے کہ یہ چار سنتیں ظہر کی ہیں چونکہ فرض ظہر کچھ دیر ٹھنڈک کرکے پڑھے جاتے ہیں اور آسمان کے دروازے صبح ڈھلتے ہی کھل جاتے ہیں اس لیے سرکار نے یہ سنتیں جلدی پڑھیں لہذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ اس وقت ظہر کے فرض کیوں نہ پڑھ لیے ۲ دو سلام اور ایک سلام سے یہ سنتیں غیر مؤکدہ ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا لینے کے لیے ہیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی دعا رد نہیں ہوتی ۳ ظاہر یہ ہے کہ درمیان کے سلام سے نماز کا سلام مراد ہے جس پر چلانا ہوتا ہے یا اس میں دو رکعتیں تحیۃ الوضو کی ہیں اور دو عصر کی یا چاروں عصر کی یہاں بیان جواز کے لیے ان کے درمیان سلام پھیرا گیا بعض شارحین نے فرمایا کہ یہاں سلام سے مراد التحیات ہے کیونکہ اس میں سلام آجاتا ہے اس صورت میں چاروں رکعتیں ایک سلام سے ہوں گی مگر پہلے معنی زیادہ ظاہر ہیں ۴ یعنی کبھی کبھی لہذا یہ حدیث گزشتہ کے خلاف نہیں اسی لیے امام اعظم فرماتے ہیں نمازی کو اختیار ہے کہ عصر سے پہلے چار رکعتیں پڑھے یا دو ۵ اس نماز کا نام صلوۃ الاوابین ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس سے مروی ہے بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہ چھ رکعتیں مغرب کی سنتوں و نفلوں کے ساتھ ہیں بعض کہتے ہیں ان کے علاوہ مرقاۃ نے پہلے قول کو ترجیح دی مغرب کی دو سنتیں الگ سلام سے پڑھے باقی چار میں اختلاف ہے دو سلاموں سے پڑھے یا ایک سے خیال رہے کہ ان جیسی احادیث فضائل میں ثواب عبادت مراد ہوتا ہے نہ کہ اصل عبادت لہذا اس کا یہ مطلب نہیں کہ ایک بار نماز اوابین پڑھ کر ۱۲ سال تک نماز سے بے پرواہ ہو جائے

الترمذی وقال هذا حدیث غریب لا نعرفه الا من حدیث عمر ابن ابی خثعم وسمعت محمد بن اسمٰعیل یقول هو منکر الحدیث وضعفه جدا۔ وعن عائشة قالت قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من صلی بعد المغرب عشرین رکعة بنی الله له بیتا فی الجنة رواه الترمذی وعنها قالت ما صلی رسول الله صلی الله علیه وسلم العشاء قط فدخل علی الا صلی اربع رکعات او ست رکعات رواه ابوداؤد وعن ابن عباس قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ادبار النجوم الرکعتان قبل الفجر وادبار السجود الرکعتان بعد المغرب رواه الترمذی۔ الفصل الثالث عن عمر قال سمعت رسول الله صلی الله

ترمذی اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے جسے ہم سوائے عمر ابن خثعم کی حدیث کے اور سے نہیں پہچانتے اور میں نے محمد ابن اسمٰعیل کو فرماتے سنا کہ وہ منکر حدیث ہے اور اسے بہت ضعیف کہا روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص مغرب کے بعد بیس رکعتیں پڑھے اللہ اس کے لیے جنت میں گھر بنادے گا (ترمذی) روایت ہے انہیں سے فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی عشاء نہ پڑھی جس کے بعد میرے پاس تشریف لائے مگر چار یا چھ رکعتیں پڑھ لیں (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تاروں کے بعد دو رکعتیں ہیں فجر سے پہلے اور سجدوں کے بعد دو رکعتیں مغرب کے بعد ہیں (ترمذی) تیسری فصل روایت ہے حضرت عمر سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ

۱ اس کے ضعیف ہونے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ فضائل اعمال میں حدیث ضعیف قبول ہے نیز اسے طبرانی وغیرہ نے مختلف اسنادوں سے نقل کیا جس سے اس میں قوت آگئی نیز اس پر عام مسلمانوں اور صوفیائے کرام کا عمل رہا اور ہے عمل امت سے حدیث میں قوت آجاتی ہے۔

۲ گھر جانے کی تحقیق پہلے کی جاچکی ہے علماء فرماتے ہیں کہ یہ ۲۰ رکعتیں بھی نماز اوابین ہی ہیں کہ اس کی رکعتیں کم از کم دو ہیں زیادہ سے زیادہ بیس اس حدیث کو محدثین نے بہت سی اسنادوں سے نقل کیا لہذا صلوۃ اوابین کی حدیث ضعیف نہ رہی۔

۳ دو مؤکدہ کے علاوہ کے بعد دو یا چار غیر مؤکدہ، پچھلا کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم وتر اور بعد کے دو نفلیں تہجد کے ساتھ پڑھتے تھے اسی لیئے یہاں ان کا ذکر نہ ہوا لمعات وغیرہ میں ہے کہ یہاں عشاء سے مراد پہلی عشاء یعنی مغرب ہے اور نفل سے مراد نماز اوابین ہے۔ اس صورت میں نماز اوابین کی یہ ایک اور حدیث ہوگی

۴ اس میں سورہ طور اور سورہ ق کی دو آیتوں کی طرف اشارہ ہے وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَإِدْبَارَ النُّجُومِ اور دوسری آیت فَسَبِّحْهُ وَأَدْبَارَ السُّجُودِ۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی شرح سے یہ فرمائی کہ پہلی آیت میں فجر کی دو سنتیں مراد ہیں کیونکہ وہ تارے ڈوبنے کے بعد ہی پڑھی جاتی ہیں اس سے معلوم ہوا کہ فجر اجالے میں پڑھنی چاہیئے نہ کہ اندھیرے میں کیونکہ اس وقت تارے ظاہر ہوتے ہیں چھپے نہیں ہوتے اور ادبار السجود میں سجود سے مراد مغرب کے فرض ہیں ان آیتوں کی اور بہت تفسیریں کی گئی ہیں مگر یہ تفسیر قوی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَرْبَعٌ قَبْلَ الظُّهْرِ بَعْدَ الزَّوَالِ تُحْسَبُ بِمِثْلِهِنَّ فِيْ صَلٰوةِ السَّحَرِ وَمَا مِنْ شَيْءٍ اِلَّا وَهُوَ يُسَبِّحُ اللّٰهَ تِلْكَ السَّاعَةَ ثُمَّ قَرَأَ يَتَفَيَّؤُا ظِلٰلُهٗ عَنِ الْيَمِيْنِ وَالشَّمَآئِلِ سُجَّدًا لِلّٰهِ وَهُمْ دٰخِرُوْنَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا تَرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ عِنْدِيْ قَطُّ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِلْبُخَارِيِّ قَالَ وَالَّذِيْ ذَهَبَ بِهٖ مَا تَرَكَهُمَا حَتّٰى لَقِيَ اللّٰهَ وَعَنِ الْمُخْتَارِ بْنِ فُلْفُلٍ قَالَ سَاَلْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ عَنِ التَّطَوُّعِ بَعْدَ الْعَصْرِ فَقَالَ كَانَ عُمَرُ يَضْرِبُ الْاَيْدِيْ عَلٰى صَلٰوةٍ بَعْدَ الْعَصْرِ وَكُنَّا نُصَلِّيْ عَلٰى

علیہ وسلم کو فرماتے سنا ظہر سے پہلے زوال کے بعد چار رکعتیں نماز تہجد کی اتنی رکعتوں کے برابر رکھی جاتی ہیں ۱؎ اور نہیں ہے کوئی چیز مگر وہ اس گھڑی اللہ کی تسبیح کرتی ہے پھر تلاوت فرمائی کہ مائل ہوتے ہیں ان کے سائے داہنے بائیں اللہ کو سجدہ کرتے عاجز ہوکر ۲؎ (ترمذی، بیہقی، شعب الایمان) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے پاس عصر کے بعد دو رکعتیں کبھی نہ چھوڑیں (مسلم، بخاری) اور بخاری کی روایت میں ہے فرماتی ہیں کہ اس کی قسم جو انہیں لے گیا حضور نے اللہ سے ملنے تک وہ دونوں کبھی نہ چھوڑیں ۳؎ روایت ہے حضرت مختار ابن فلفل سے ۴؎ فرماتے ہیں کہ میں نے انس ابن مالک سے عصر کے بعد کے نفلوں کے بارے میں پوچھا تو فرمایا کہ حضرت عمر بعد عصر نماز پڑھنے پر لوگوں کے ہاتھوں پر مارتے

۱؎ یعنی ظہر کی پہلی سنتوں کا ثواب تہجد کی چار رکعتوں کے برابر ہے کیونکہ تہجد کے وقت بھی رحمت کے دروازے کھلے ہوتے ہیں اور ساری مخلوق رب کی عبادت کررہی ہوتی ہے اور اس وقت بھی جیسا کہ ابھی روایت میں گزر چکا اور آئندہ بھی آرہا ہے بعض علماء نے ان رکعتوں سے مراد فجر کی سنتیں لی ہیں سحر بمعنی صبح مگر پہلی تفسیر زیادہ قوی ہے کیونکہ فجر کی سنتیں چار نہیں بلکہ دو ہیں خیال رہے کہ آدھی رات کے بعد کا وقت سحر میں شمار ہے ۲؎ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سحر کی طرح یہ وقت بھی ساری مخلوق کی عبادت کا ہے اس لیے یہ سنتیں بہت محبوب ہیں نیز اس وقت آفتاب ترقی سے تنزل کی طرف مائل ہوتا ہے جس میں مخلوق کی فناء کی طرف اشارہ ہے ۳؎ اس کی شرح پہلے گزر چکی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ظہر کی دو سنتیں ایک بار رہ گئی تھیں جو آپ نے بعد عصر قضا کیں پھر ہمیشہ ہی پڑھتے رہے لہذا یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات سے ہیں ہمارے واسطے منع اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ رکعتیں ہمیشہ گھر ہی میں پڑھیں مسجد میں کبھی نہ پڑھیں تاکہ لوگ پڑھنا شروع نہ کردیں اور حضرت ام سلمہ سے ان رکعتوں کی مخصوص وجہ بھی بیان فرمادی ۴؎ آپ تابعی ہیں کوفی ہیں حضرت انس سے ملاقات ہے سفیان ثوری نے آپ سے احادیث لیں۔

عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ غُرُوْبِ الشَّمْسِ قَبْلَ صَلٰوةِ مَغْرِبٍ فَقُلْتُ لَهٗ اَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْهِمَا قَالَ كَانَ يَرَانَا نُصَلِّيْهِمَا فَلَمْ يَأْمُرْنَا وَلَمْ يَنْهَنَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كُنَّا بِالْمَدِيْنَةِ فَاِذَا اَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ لِصَلٰوةِ الْمَغْرِبِ اِبْتَدَرُوا السَّوَارِيَ فَرَكَعُوْا رَكْعَتَيْنِ حَتّٰى اِنَّ الرَّجُلَ الْغَرِيْبَ لَيَدْخُلُ الْمَسْجِدَ فَيَحْسَبُ اَنَّ الصَّلٰوةَ قَدْ صُلِّيَتْ مِنْ كَثْرَةِ مَنْ يُّصَلِّيْهِمَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ مَرْثَدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ اَتَيْتُ عُقْبَةَ الْجُهَنِيَّ فَقُلْتُ اَلَا اُعْجِبُكَ مِنْ اَبِيْ تَمِيْمٍ يَرْكَعُ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلٰوةِ الْمَغْرِبِ فَقَالَ عُقْبَةُ

تھے ۱؎ کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں آفتاب ڈوبنے کے بعد مغرب کی نماز سے پہلے دو رکعتیں پڑھتے تھے ۲؎ تو میں نے ان سے کہا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی یہ پڑھتے تھے تو فرمایا کہ ہمیں پڑھتے دیکھتے تھے تو نہ ہمیں حکم دیتے تھے اور نہ منع کرتے تھے ۳؎ (مسلم) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ ہم مدینہ میں تھے تو جب موذن نماز مغرب کی اذان دیتا تو لوگ ستونوں کی طرف بھاگتے پھر دو رکعتیں پڑھتے حتی کہ اجنبی آدمی مسجد میں آتا تو سمجھتا کہ نماز پڑھ لی گئی، ان پڑھنے والوں کے ہجوم کی وجہ سے ۴؎ (مسلم) روایت ہے حضرت مرثد ابن عبداللہ سے فرماتے ہیں کہ میں عقبہ جہنی کے پاس حاضر ہوا ۵؎ میں نے عرض کیا کہ کیا میں ابو تمیم کی عجیب بات آپ کو نہ سناؤں وہ تو مغرب سے پہلے دو رکعتیں پڑھتے ۶؎۔

۱؎ یعنی بطور سزا قمچیاں لگاتے تھے تاکہ لوگ اس سے باز آجائیں خیال رہے کہ یہاں بعد عصر سے مراد نماز مغرب سے پہلے نفل ہیں جیسا کہ اگلے مضمون سے معلوم ہو رہا ہے ۲؎ یہ ہے فاروق اعظم کی شکایت کہ ہم حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یہ نفل پڑھتے تھے اور فاروق اعظم ان پر مارتے تھے آپ نے ہم کو ایک سنت صحابہ سے روک دیا مگر یہ شکایت درست نہیں کیونکہ آپ کو اس کے نسخ کی خبر نہ ہوئی حضرت عمر فاروق کو نسخ کا علم تھا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مغرب سے پہلے نفل مکروہ ہیں کہ یہ نماز سنت تقریری تھی ۳؎ اس کی شرح و تحقیق پہلے ہو چکی کہ صحابہ کا یہ عمل شروع اسلام میں تھا پھر جب مغرب میں جلدی کا حکم دیا گیا تو یہ نفل چھوٹ گئے مگر بعض کو ان کے نسخ کی خبر نہ ہوئی اور اس زمانہ میں بھی یہ عمل دائمی نہ تھا بلکہ شاذ و نادر مرقات نے فرمایا کہ سارے خلفائے راشدین اس کے نسخ پر متفق ہیں خیال رہے کہ امام مالک وغیرہم فقہاء کے نزدیک وقت مغرب بقدر ادائے نماز ہے ان کے ہاں تو یہ نفل مطلقًا ناجائز ہوں گے کہ ان سے وقت مغرب نکل جائے گا ۵؎ آپ تابعی ہیں مصر کے مفتی ہیں اور عبدالعزیز ابن مروان یعنی عبدالملک ابن مروان کا بھائی آپ کے فتویٰ پر بہت اعتماد کرتا تھا۔

إِنَّا كُنَّا نَفْعَلُهُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ فَمَا يَمْنَعُكَ الْآنَ قَالَ الشُّغْلُ رَوَى الْبُخَارِيُّ وَعَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ قَالَ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَى مَسْجِدَ بَنِي عَبْدِ الْأَشْهَلِ فَصَلَّى فِيهِ الْمَغْرِبَ فَلَمَّا قَضَوْا صَلٰوتَهُمْ رَآهُمْ يُسَبِّحُونَ بَعْدَهَا فَقَالَ هٰذِهِ صَلٰوةُ الْبُيُوتِ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَفِي رِوَايَةِ التِّرْمِذِيِّ وَالنَّسَائِيِّ قَامَ نَاسٌ يَتَنَفَّلُونَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْكُمْ بِهٰذِهِ الصَّلٰوةِ فِي الْبُيُوتِ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُطِيلُ الْقِرَاءَةَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ حَتّٰى يَتَفَرَّقَ أَهْلُ الْمَسْجِدِ

تھے ۱؎ تو تعجب ہوا کہ یہ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہم بھی کرتے تھے میں نے عرض کیا کہ اب آپ کو کون شے مانع ہے فرمایا مشغولیت ۲؎ (بخاری) روایت ہے حضرت کعب ابن عجرہ سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بنی عبدالاشہل کی مسجد میں تشریف لے گئے ۳؎ تو وہاں مغرب پڑھی جب لوگ اپنی نماز پڑھ چکے تو حضور نے انہیں اس کے بعد نفل پڑھتے دیکھا تو فرمایا کہ یہ گھروں کی نماز ہے ۴؎ (ابوداؤد) ترمذی اور نسائی کی روایت میں ہے کہ کچھ لوگ نفل پڑھنے کھڑے ہوئے تو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ نماز گھروں میں پڑھنی چاہیئے ۵؎ روایت ہے ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد مغرب دو رکعتوں میں لمبی قرأت کرتے تھے حتی کہ مسجد والے متفرق ہو

۱؎ اس تعجب سے معلوم ہوا کہ سارے صحابہ نے یہ نفل چھوڑ دیئے تھے کوئی نہ پڑھتا تھا جو کوئی پڑھتا تھا تو اس پر چہ میگوئیاں ہوتی تھیں جیسے وتر کی ایک رکعت جب امیر معاویہ نے پڑھی تو بعض نے حضرت ابن عباس سے بطور تعجب یہ کہا ۲؎ دنیوی کاروبار میں مصروفیت معلوم ہوا کہ کوئی صحابی انہیں سنت نہ سمجھتا تھا مباح یا حد درجہ مستحب جانتے تھے وہ بھی بے خبری سے ورنہ صحابہ دنیاوی مشغولیت کی وجہ سے سنت نہیں چھوڑ سکتے تھے ۳؎ یہ انصار کا ایک قبیلہ ہے ان کی مسجد اب تک مدینہ طیبہ میں مشہور ہے ۴؎ اسی حدیث کی بنا پر بعض علماء نے فرمایا کہ سارے نوافل اور سنتیں گھر میں پڑھنا افضل۔ سنت مغرب کہ اس کا گھر میں پڑھنا بہت ہی افضل۔ خیال رہے کہ یہ اس کے لیے ہے جو گھر آکر پڑھ سکے لہذا مسافر اور معتکف اس حکم سے خارج ہیں اسی طرح جسے یہ اندیشہ ہو کہ گھر میں بچوں کی چیخ و پکار کی وجہ سے نماز میں جمعیت نہ ہو گی وہ مسجد ہی میں پڑھے (اشعۃ اللمعات) ۵؎ یہ ترجمہ بہت موزوں ہے بعض شارحین نے علیکم کو وجوب کے لیے لیا اور فرمایا کہ سنت مغرب گھر میں پڑھنا واجب مسجد میں پڑھنا منع ہے مگر یہ درست نہیں جیسا کہ اگلی حدیث سے معلوم ہو رہا ہے

رواہ ابوداؤد وعن مکحول یبلغ به ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قال
من صلی بعد المغرب قبل ان یتکلم رکعتین وفی روایة اربع رکعات رفعت
صلوته فی علیین مرسلا وعن حذیفة نحوہ وزاد فکان یقول عجلوا الرکعتین
بعد المغرب فانهما ترفعان مع المکتوبة رواهما رزین وروی البیهقی الزیادة
عنه نحوها فی شعب الایمان وعن عمرو بن عطاء قال ان نافع بن جبیر ارسله
الی السائب یسئله عن شیء راٰہ منه معاویة فی الصلوة فقال نعم صلیت معه

جاتے [1] ابوداؤد روایت ہے حضرت مکحول سے [2] انہیں خبر پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی مغرب بعد بات کرنے سے پہلے دو رکعتیں اور ایک روایت میں ہے چار رکعتیں پڑھ لے [3] تو اس کی نماز علیین میں اٹھائی جاتی ہے [4] مرسل اور حضرت حذیفہ سے اس کی مثل ہے اور زیادہ کیا کہ کہتے تھے کہ مغرب بعد دو رکعتیں جلدی پڑھو کیونکہ وہ دونوں فرضوں کے ساتھ اٹھائی جاتی ہیں [5] ان دونوں حدیثوں کو رزین نے روایت کیا اور بیہقی نے انہی سے زیادتی کو شعب الایمان میں اس کی مثل روایت ہے حضرت عمرو بن عطاء سے فرماتے ہیں کہ نافع ابن جبیر نے انہیں حضرت سائب کے پاس اس چیز کے پوچھنے کیلئے بھیجا جو امیر معاویہ نے ان سے نماز میں دیکھی

[1] ظاہر یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عمل مسجد میں ہوتا تھا کہ مغرب کی سنتیں آپ مسجد میں پڑھتے اور بہت سویرے پڑھتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ پچھلی حدیث میں علیکم وجوب کے لیے نہ تھا بلکہ استحباب کے لیے تھا اور یہ عمل شریف بیان جواز کے لیے۔ بعض حدیثیں بعض کی تفسیر کرتی ہیں [2] آپ کا نام مکحول ابن عبداللہ ہے کنیت ابوعبداللہ، شامی ہیں حضرت لیث کے غلام، امام اوزاعی کے استاذ، تابعی ہیں بہت صحابہ سے ملاقات کی ۱۱۸ھ میں وفات ہوئی (اکمال) آپ کی احادیث مرسل زیادہ ہیں [3] اگر ان دو یا چار رکعتوں سے مغرب کے بعد کی سنتیں و نفل مراد ہیں تو مغرب سے مراد فرض مغرب ہوں گے اور اگر ان سے نماز اوابین مراد ہے تو مغرب سے پوری نماز مغرب مراد ہوگی [4] یہاں کلام سے مراد دنیاوی بات چیت ہے نہ کہ دعا و ذکر وغیرہ علیین ساتویں آسمان سے اوپر ایک مقام ہے یا خود ساتویں آسمان کا نام ہے یا فرشتوں کے رجسٹر و دفتر کا نام ہے جس میں مقبولوں کے مقبول اعمال لکھے جاتے ہیں یا اس سے مراد رب تعالیٰ کی بارگاہ کا قرب ہے مطلب یہ ہے کہ مغرب کے بعد بغیر دنیاوی بات چیت کیے یہ نوافل پڑھ لینا بہت افضل ہیں ان کی برکت سے یہ پوری نماز علیین تک پہنچا دی جاتی ہے بعض لوگ اس حدیث کی وجہ سے نماز مغرب کے بعد دعا نہیں مانگتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ دعا بھی کلام ہے مگر یہ غلط ہے ایسی جگہ کلام سے مراد دنیاوی بات چیت ہوتا ہے [5] یہاں مکتوبہ سے مراد سنت مغرب ہی ہے نہ کہ نماز اوابین جیسا کہ مضمون سے ظاہر ہے خیال رہے کہ حضرت مکحول کی یہ روایت مرسل ہے اور احناف کے نزدیک مرسل مقبول ہے شوافع کے ہاں مرسل حدیث ضعیف کے حکم میں ہے مگر فضائل اعمال میں مقبول ہے لہٰذا یہ حدیث احناف و شوافع کے ہاں قبول اور لائق عمل ہے۔

الْجُمُعَةَ فِي الْمَقْصُورَةِ فَلَمَّا سَلَّمَ الْإِمَامُ قُمْتُ فِي مَقَامِي فَصَلَّيْتُ فَلَمَّا دَخَلَ أَرْسَلَ إِلَيَّ فَقَالَ لَا تَعُدْ لِمَا فَعَلْتَ إِذَا صَلَّيْتَ الْجُمُعَةَ فَلَا تَصِلْهَا بِصَلٰوةٍ حَتّٰى تَكَلَّمَ أَوْ تَخْرُجَ فَإِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَنَا بِذٰلِكَ أَنْ لَا تُوصَلَ بِصَلٰوةٍ حَتّٰى نَتَكَلَّمَ أَوْ نَخْرُجَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ عَطَاءٍ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ إِذَا صَلَّى الْجُمُعَةَ بِمَكَّةَ تَقَدَّمَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ يَتَقَدَّمُ فَيُصَلِّي أَرْبَعًا وَإِذَا كَانَ بِالْمَدِينَةِ صَلَّى الْجُمُعَةَ ثُمَّ رَجَعَ إِلٰى بَيْتِهِ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ وَلَمْ يُصَلِّ فِي الْمَسْجِدِ فَقِيلَ لَهُ فَقَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُهُ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَفِي رِوَايَةٍ

ہوں انہوں نے فرمایا ہاں میں نے امیر معاویہ کے ساتھ مقصورہ میں جمعہ پڑھا ہے جب امام نے سلام پھیرا تو میں اسی جگہ کھڑا ہوگیا ہے جب وہ چلے گئے تو مجھے بلایا اور فرمایا کہ یہ کام آئندہ نہ کرنا جب تم جمعہ پڑھو تو اسے اور نماز سے نہ ملاؤ یہاں تک کہ کوئی بات کر لو یا ہٹ جاؤ ہے کیونکہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا حکم دیا کہ بغیر کلام یا بغیر ہٹے نماز کو نماز سے نہ ملائیں ہے (مسلم) روایت ہے حضرت عطاء سے فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمر جب مکہ میں جمعہ پڑھتے تو آگے بڑھتے پھر دو رکعتیں پڑھتے پھر آگے بڑھتے تو چار پڑھتے ہے اور جب مدینہ میں ہوتے اور جمعہ پڑھتے تو اپنے گھر لوٹ جاتے دو رکعتیں پڑھتے اور مسجد میں نہ پڑھتے ان سے پوچھا گیا تو کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے ہی کرتے

لہ یعنی نافع ابن جبیر ابن مطعم نے عمرو ابن عطا کو حضرت سائب کے پاس یہ پوچھنے بھیجا کہ کیا تمہاری کوئی نماز یا نماز کا کوئی عمل حضرت معاویہ نے دیکھا ہے اور اس کی تائید یا تردید کی ہے چونکہ امیر معاویہ فقیہ صحابی ہیں اس لیے ان کی تائید یا تردید حجت شرعیہ ہے خیال رہے کہ عمرو ابن عطا اور جبیر ابن مطعم دونوں تابعی ہیں اور حضرت سائب اور امیر معاویہ دونوں صحابی ہیں مگر حضرت معاویہ فقیہ صحابی ہیں ہے مقصورہ مسجد میں کا وہ خاص مقام ہے جہاں حاکم یا سلطان اسلام کھڑے ہو کر جماعت سے نماز ادا کریں چونکہ یہ جگہ اور لوگوں پر مقصور و محدود ہوتی ہے اس لیے اسے مقصورہ کہا جاتا ہے خیال رہے کہ جب سے حضرت عمر فاروق کو نماز میں شہید کیا گیا تب سے بادشاہوں کے لیے مسجد میں خاص جگہ مقرر کی جانے لگی جہاں صرف وہ ہی کھڑے ہوں آس پاس ان کے خاص لوگ پیچھے حفاظتی پولیس تاکہ نماز میں ان پر کوئی حملہ نہ کر سکے ہے اور سنت و نفل وہاں ہی ادا کر لیے جگہ نہ بدلی فرض و نفل میں فاصلہ بھی نہ کیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ فرض اور نوافل میں کچھ فاصلہ ضروری ہے جگہ کا فاصلہ ہو یا دعا وظیفہ یا کلام کا بلکہ بہتر یہ ہے کہ دعا بھی مانگے جگہ بھی تھوڑی سی بدل لے بلکہ مقتدی لوگ صفیں بھی توڑ دیں پھر سنتیں ادا کریں تاکہ آنے والے کو یہ شبہ نہ ہو کہ جماعت ہو رہی ہے اسی لیے بعد نماز جنازہ صفیں توڑ کر دعا مانگتے ہیں ہے یعنی نفل فرض سے نہ ملاؤ یہ حکم استحبابی ہے نہ کہ وجوبی ہے یعنی حضرت ابن عمر چونکہ مکہ معظمہ میں مسافر ہوتے تھے اس لیے جمعہ کی سنتیں مسجد ہی میں ادا کرتے مگر ذرا ہٹ کر جگہ بدل لیتے تاکہ فرض و نفل میں جدائی بھی ہو جائے اور مسجد کے چند مقامات گواہ بھی بن جائیں یہ حدیث امام ابو یوسف کی دلیل ہے کہ بعد جمعہ چھ سنت مؤکدہ ہیں مگر وہ بھی فرماتے ہیں کہ پہلے چار پڑھے پھر دو اور یہاں ہے کہ آپ نے پہلے دو پڑھیں پھر چار

الترمذي قال رأيت ابن عمر صلى بعد الجمعة ركعتين ثم صلى بعد ذلك أربعا.

باب صلوة الليل

الفصل الأول عن عائشة رضي الله عنها قالت كان النبي صلى الله عليه وسلم يصلي فيما بين أن يفرغ من صلوة العشاء إلى الفجر إحدى عشرة ركعة يسلم من كل ركعتين ويوتر بواحدة فيسجد السجدة من ذلك قدر ما يقرء

تھے (ابوداؤد) اور ترمذی کی روایت میں ہے فرمایا کہ میں نے حضرت ابن عمر کو دیکھا کہ آپ نے جمعہ کے بعد دو رکعتیں پڑھیں پھر اس کے بعد چار پڑھیں۔

رات کی نماز کا باب سلہ

پہلی فصل روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز سے فارغ ہونے سے فجر تک گیارہ رکعتیں پڑھتے

سے یعنی سنت جمعہ مکہ معظمہ میں مسجد ہی میں پڑھتے تھے اور مدینہ منورہ میں گھر میں، اور بعد جمعہ چھ رکعتیں پڑھتے تھے خیال رہے کہ بعد جمعہ چار سنتیں بالاتفاق مؤکدہ ہیں اور دو کے مؤکدہ ہونے میں اختلاف ہے تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ بعد جمعہ چار سنتیں پہلے پڑھے دو بعد میں اگر دو بھی سنت مؤکدہ ہیں تو احتیاطاً ہو جائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال مختلف رہے ہیں کبھی کسی طرح ادا فرمائیں کبھی کسی طرح لہذا جائز ہر طرح ہے مگر بہتر یہ ہے میں اختلاف ہے سلہ رات کی نماز سے تہجد مراد ہے یہ نماز اسلام میں اولاً سب پر فرض تھی پھر امت سے فرضیت منسوخ ہو گئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر آخر تک فرض رہی، تہجد کم از کم دو رکعتیں ہیں زیادہ سے زیادہ بارہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اکثر آٹھ پڑھتے تھے کبھی کم و بیش حق یہ ہے کہ تہجد ہمارے لیے سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے کہ اگر بستی میں کوئی نہ پڑھے تو سب تارک سنت ہوئے اور اگر ایک بھی پڑھ لے تو سب بری الذمہ ہوئے تہجد کا وقت رات میں سو کر جاگنے سے شروع ہوتا ہے صبح صادق پر ختم مگر آخری تہائی رات میں پڑھنا بہتر ہے اور قبل تہجد عشاء پڑھ کر سونا شرط ہے اور بعد تہجد کچھ سونا یا لیٹنا سنت ہے۔

چونکہ شریعت نے نوافل میں سہولت کی ہے اسی لیے علماء فرماتے ہیں جو شخص تہجد پڑھنا شروع کرے پھر چھوڑ دے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ناپسند ہے۔

ضروری مسئلہ: تہجد سے پہلے سو لینا ضروری ہے اگر کوئی بالکل نہ سویا تو اس کے نوافل تہجد نہ ہوں گے بعض بزرگوں سے منقول ہے کہ انہوں نے تیس یا چالیس سال تک عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی ہے حضور غوث اعظم یا امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہما اور تمام رات میں ایک دو بار اونگھ لیتے تھے جس سے تہجد درست ہو جائے لہذا ان بزرگوں پر یہ اعتراض نہیں کہ انہوں نے تہجد کیوں نہ پڑھی حضرت ابو الدرداء ابوذر غفاری و دیگر صحابہ کرام شب بیدار صحابہ تھے ان کا یہی عمل تھا سلہ اس طرح کہ آٹھ رکعت تہجد پڑھتے اور تین رکعت وتر خیال رہے کہ بغیر عشاء پڑھے تہجد نہیں ہو سکتی سلہ اس آخری جملہ سے بہت لوگوں کو دھوکا لگا ہے بعض لوگ اس کے یہ معنی کرتے ہیں کہ دس رکعتیں تہجد پڑھی ہر دو رکعت پر سلام اور ایک رکعت وتر پڑھی مگر اس بنا پر یہ روایت ان تمام روایات کے خلاف ہو گی جن میں تین رکعت وتر کی تصریح ہے بلکہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر کی رکعت اول میں سورہ والی پڑھی دوسری میں قل یا ایہا الکفرون تیسری میں قل ہو اللہ احد۔ بعض لوگوں نے یہ معنی کیے کہ تہجد آٹھ رکعتیں پڑھیں اور وتر تین رکعتیں اس طرح کہ وتر کی دو رکعت ایک سلام سے اور ایک رکعت ایک سلام سے مگر یہ معنی ان احادیث کے خلاف ہیں جن میں مذکور ہوا کہ حضور صلی

أَحَدُكُمْ خَمْسِينَ آيَةً قَبْلَ أَنْ يَرْفَعَ رَأْسَهُ فَإِذَا سَكَتَ الْمُؤَذِّنُ مِنْ صَلَاةِ الْفَجْرِ وَتَبَيَّنَ لَهُ الْفَجْرُ قَامَ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ ثُمَّ اضْطَجَعَ عَلَى شِقِّهِ الْأَيْمَنِ حَتَّى يَأْتِيَهُ الْمُؤَذِّنُ لِلْإِقَامَةِ فَيَخْرُجُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ فَإِنْ كُنْتُ مُسْتَيْقِظَةً حَدَّثَنِي وَإِلَّا اضْطَجَعَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

کہ ہر دو رکعتوں میں سلام پھیرتے تھے اور ایک رکعت سے وتر بناتے تھے [1] اس کا ایک سجدہ اس قدر دراز کرتے کہ تم میں سے کوئی پچاس آیتیں پڑھ لے ان کے سر اٹھانے سے پہلے [2] پھر جب نماز فجر کا موذن خاموش ہوتا اور صبح چمک جاتی اور ظاہر ہو جاتی تو ہلکی دو رکعتیں پڑھتے [3] پھر داہنی کروٹ پر لیٹ جاتے حتی کہ آپ کے پاس تکبیر کی اجازت لینے موذن آتا تو تشریف لے جاتے [4] (مسلم، بخاری) روایت ہے انہی سے فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم جب فجر کی سنتیں پڑھ لیتے تو اگر میں بیدار ہوتی تو مجھ سے باتیں کرتے ورنہ لیٹ جاتے [1] (مسلم)

اللہ علیہ وسلم نے ایک سلام سے تین رکعت وتر پڑھے یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ناقص نماز ایک رکعت والی نماز سے منع فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ مغرب دن کے وتر ہیں اور وتر رات کے وتر لہٰذا اس حدیث کے معنی وہی درست ہیں جو احناف نے کیے وہ یہ کہ دو دو رکعت پر سلام تو تہجد میں پھیرا اور وتر اس طرح پڑھے کہ دو رکعت کے ساتھ ایک رکعت اور ملالی جس سے یہ ساری نماز وتر یعنی طاق ہو گئی یعنی یہاں کلمہ با تعدیہ کی نہیں بلکہ استعانت کی ہے اب یہ حدیث کسی حدیث سے متعارض نہیں۔

[2] یعنی نماز تہجد کا ہر سجدہ یا وتر کا ہر سجدہ یا تہجد سے فارغ ہو کر شکر کا ایک سجدہ اتنا دراز ادا کرتے کہ تم میں سے کوئی آدمی اتنی دیر میں پچاس آیات تلاوت کر لیگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ تہجد کے بعد اس کا شکریہ ادا کرنا کہ رب نے اس نماز کی توفیق بخشی بہتر ہے [3] جب خوب روشنی ہو جاتی تو سنت فجر ادا فرماتے اس سے معلوم ہوا کہ فجر اجیالے میں پڑھنا سنت ہے اس طرح کہ سنتیں بھی بلکہ اذان فجر کی اجیالے میں ہو ورنہ ام المومنین تنبیہ ہوا فرماتیں [4] یعنے حضرت بلال جماعت کے وقت در دولت پر حاضر ہو کر عرض کرتے کہ کیا تکبیر کہوں آپ اجازت دیتے تب وہ صف میں پہنچ کر تکبیر شروع کرتے جب حی علی الفلاح پر پہنچتے تو آپ دروازہ شریف سے مسجد میں تشریف لاتے اس حدیث سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ سنت فجر کے بعد داہنی کروٹ پر کچھ دیر لیٹ جانا سنت ہے بشرطیکہ نیند نہ آجائے ورنہ وضو جاتا رہے گا دوسرے یہ کہ سلطان اسلام عالم دین کو اذان کے علاوہ بھی نماز کی اطلاع دینا جائز ہے [1] یہ حدیث بتا رہی ہے کہ سنت و فرض کے درمیان گفت گو کرنے سے نماز باطل نہیں ہوتی ہاں ثواب گھٹ جاتا ہے بہتر یہ ہے کہ دنیاوی گفت گو نہ کرے غالباً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عائشہ صدیقہ سے کلام فرمانا دینی امور کے متعلق ہوگا اور ام المومنین کا اس وقت سو جانا یا نماز نہ پڑھنا کسی عذر سے ہوگا یا آپ قدرے دیر سے اٹھتی ہوں گی کیونکہ آپ پر جماعت کی پابندی تو

تھی نہیں

وَعَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلّٰى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ اضْطَجَعَ عَلٰى شِقِّهِ الْاَيْمَنِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَعَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ ثَلٰثَ عَشَرَةَ رَكْعَةً مِنْهَا الْوِتْرُ وَرَكْعَتَا الْفَجْرِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ، وَعَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ سَاَلْتُ عَائِشَةَ عَنْ صَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّيْلِ فَقَالَتْ سَبْعٌ وَتِسْعٌ وَاِحْدٰى عَشَرَةَ رَكْعَةً سِوٰى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ، وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ لِيُصَلِّيَ افْتَتَحَ صَلٰوتَهٗ بِرَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ رَوَاهُ

روایت ہے انہی سے فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی سنتیں پڑھ لیتے تو اپنی داہنی کروٹ پر لیٹ جاتے[1] (مسلم بخاری) روایت ہے انہی سے فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم رات میں ۱۳ رکعتیں پڑھتے تھے جن میں وتر بھی ہیں اور فجر کی سنتیں بھی[2] (مسلم) روایت ہے حضرت مسروق سے[3] فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ سات نو گیارہ رکعتیں تھیں[4] سنت فجر کے علاوہ (بخاری) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم جب رات میں نماز پڑھنے اٹھتے تو اپنی نماز دو ہلکی رکعتوں سے شروع فرماتے[5] (مسلم)

۱؎ اس سے معلوم ہوا کہ سنت و فرض فجر کے درمیان تھوڑا سا لیٹنا خصوصًا جب کہ تہجد کی وجہ سے تھکن ہو گئی ہو بہت بہتر ہے۔ اور داہنی کروٹ پر لیٹنا سنت ہے۔ شب کو بھی اولًا داہنی کروٹ پر لیٹے تھوڑی دیر کو پھر بائیں پر اس ترتیب میں بہت حکمتیں ہیں۔ ۲؎ لہذا تہجد آٹھ رکعت پڑھتے تھے اور وتر تین رکعت پھر سنت فجر دو رکعت۔ تہجد کی آٹھ رکعتیں اکثر کا عمل تھا۔ ۳؎ آپ مسروق ابن اجدع ہمدانی کوفی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے پہلے اسلام لائے مگر زیارت نہ کر سکے لہذا تابعی ہیں بچپن میں آپ کو چرا لیا گیا تھا اس لیے آپ کو مسروق کہتے ہیں بڑے متقی عالم ہیں ۶۳ھ میں مقام کوفہ وفات ہوئی وہیں مزار ہے (اکمال) ۴؎ یعنے کبھی تہجد چار رکعت اور وتر تین رکعت پڑھتے تھے اور کبھی تہجد چھ رکعت اور وتر تین رکعت اور کبھی تہجد آٹھ رکعت اور وتر تین رکعت پڑھتے آخری عمل زیادہ تھا چونکہ تہجد کی نماز سرکار گھر میں ادا کرتے تھے، اس لیے اس سے ازواج پاک خصوصًا حضرت عائشہ صدیقہ زیادہ واقف تھیں اسی بنا پر آپ سے زیادہ پوچھا جاتا تھا۔ ۵؎ یہ دو رکعتیں تحیۃ الوضو ہیں جو تہجد کے علاوہ ہیں ان کا پڑھنا اور ہلکا پڑھنا مسنون ہے بشرطیکہ کامل پڑھے۔

مُسْلِمٌ۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا
قَامَ اَحَدُکُمْ مِنَ اللَّیْلِ فَلْیَفْتَتِحِ الصَّلٰوةَ بِرَکْعَتَیْنِ خَفِیْفَتَیْنِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔ وَ
عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ بِتُّ عِنْدَ خَالَتِیْ مَیْمُوْنَةَ لَیْلَةً وَالنَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ
عِنْدَهَا فَتَحَدَّثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَعَ اَهْلِهٖ سَاعَةً ثُمَّ رَقَدَ فَلَمَّا
كَانَ ثُلُثُ اللَّیْلِ الْاٰخِرُ اَوْ بَعْضُهٗ قَعَدَ فَنَظَرَ اِلَی السَّمَآءِ فَقَرَاَ اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ حَتّٰی خَتَمَ السُّوْرَةَ
ثُمَّ قَامَ اِلَی الْقِرْبَةِ فَاَطْلَقَ شِنَاقَهَا ثُمَّ صَبَّ فِی الْجَفْنَةِ ثُمَّ تَوَضَّاَ وُضُوْءًا حَسَنًا
بَیْنَ الْوُضُوْئَیْنِ لَمْ یُکْثِرْ وَقَدْ اَبْلَغَ فَقَامَ فَصَلّٰی فَقُمْتُ وَتَوَضَّاْتُ فَقُمْتُ عَنْ

روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تم میں سے کوئی رات میں کھڑا ہو تو نماز دو ہلکی رکعتوں سے شروع کرے۱ (مسلم) اور روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی خالہ میمونہ کے پاس ایک رات گزاری جب کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تھے۲ تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ دیر اپنے گھر والوں سے بات چیت کی پھر سو گئے۳ تو جب آخری تہائی رات ہوئی یا اس کا کچھ حصہ۴ تو اٹھ بیٹھے آسمان کو دیکھا اور یہ آیت پڑھی بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور دن رات کے بدلنے میں عقل والوں کے لیے نشانیاں ہیں حتی کہ سورۃ ختم کردی۵ پھر مشکیزے کی طرف کھڑے ہوئے تو اس کی ڈوری کھولی پھر پیالے میں پانی انڈیلا پھر بہت اچھا درمیانی وضو کیا جس میں پانی زیادہ خرچ نہ کیا مگر ہر عضو پر پہنچا دیا۶ پھر کھڑے ہوئے تو نماز پڑھی میں بھی اٹھا جیسا آپ نے وضو کیا میں نے وضو کیا اور آپ کی بائیں طرف کھڑا ہو گیا

۱ یہ امر استحبابی ہے لہذا مستحب یہ ہے کہ تہجد سے پہلے دو رکعت تحیۃ الوضو ہلکی مگر کامل پڑھے اور تہجد دراز۔ ۲ یعنی اس رات حضرت میمونہ کی باری تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وہاں قیام تھا، حضرت ابن عباس کا وہاں آج رات ٹھہرنا بھی اسی نیت سے تھا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے رات کے اعمال کا نظارہ کریں واہ رے قسمت والو۔ ۳ یہ گفتگو دینی تھی یا دنیاوی مگر مختصر تھی جن روایات میں ہے کہ بعد عشاء حضور صلی اللہ علیہ وسلم گفتگو کو ناپسند فرماتے تھے وہ دراز گفتگو ہے جس سے نماز فجر میں خلل واقع ہو لہذا احادیث متعارض نہیں جو چیز فرض یا واجب میں حارج ہو وہ ممنوع ہے معلوم ہوا کہ بیوی سے کچھ بات چیت کرنا بھی حسن اخلاق سے ہے۔ اس سے اس کا دل خوش ہوتا ہے ۴ یعنی رات کا آخری چھٹا حصہ یہ وقت بہت برکت والا اور قبولیت دعا والا ہے ۵ بعض روایات میں ہے کہ پانچ آیات پڑھیں اِنَّکَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ تک ہو سکتا ہے کہ کبھی آخری سورۃ تک پڑھی ہوں۔ اور کبھی پانچ آیات لہذا احادیث میں تعارض نہیں ۶ یہ درمیانی وضو کی تفسیر ہے یعنی اگرچہ پانی کم خرچ کیا مگر ہر عضو پر پانی بہہ گیا کوئی جگہ خشک نہ رہی۔

يَسَارِهٖ فَاَخَذَ بِاُذُنِیْ فَاَدَارَنِیْ عَنْ يَمِيْنِهٖ فَتَتَامَّتْ صَلٰوتُهٗ ثَلٰثَ عَشَرَةَ رَكْعَةً ثُمَّ اضْطَجَعَ فَنَامَ حَتّٰى نَفَخَ وَكَانَ اِذَا نَامَ نَفَخَ فَاٰذَنَهٗ بِلَالٌ بِالصَّلٰوةِ فَصَلّٰى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ وَكَانَ فِیْ دُعَائِهٖ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ فِیْ قَلْبِیْ نُوْرًا وَّفِیْ بَصَرِیْ نُوْرًا وَّفِیْ سَمْعِیْ نُوْرًا وَّعَنْ يَّمِيْنِیْ نُوْرًا وَّعَنْ يَّسَارِیْ نُوْرًا وَّفَوْقِیْ نُوْرًا وَّتَحْتِیْ نُوْرًا وَّاَمَامِیْ نُوْرًا وَّخَلْفِیْ نُوْرًا وَّاجْعَلْ لِّیْ نُوْرًا وَّزَادَ بَعْضُهُمْ وَفِیْ لِسَانِیْ نُوْرًا وَّذَكَرَ عَصَبِیْ وَلَحْمِیْ وَدَمِیْ وَشَعْرِیْ وَبَشَرِیْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

تو آپ نے میرا کان پکڑا اور مجھے اپنی داہنی طرف گھما لیا[1] آپ کی نماز پوری تیرہ رکعتیں ہوئی۔ پھر لیٹ گئے سو گئے حتی کہ خراٹے لیے اور آپ جب سوتے تو خراٹے لیتے تھے[2] پھر آپ کو حضرت بلال نے نماز کی اطلاع دی تو نماز پڑھی اور وضو نہ کیا[3] اور آپ کی دعا میں یہ تھا الٰہی میرے دل میں نور اور میری آنکھوں میں نور میرے کانوں میں نور میرے داہنے نور میرے بائیں نور میرے اوپر نور میرے نیچے نور میرے آگے نور میرے پیچھے نور کردے اور مجھے نور بنادے[4] بعض محدثین نے یہ بھی زیادہ کیا کہ میری زبان میں نور اور مجھے گوشت خون بال کھال کا بھی ذکر کیا (مسلم، بخاری)

[1] کیونکہ مقتدی اگر ایک ہو تو امام کے برابر داہنی طرف کھڑا ہو خیال رہے کہ اس گھمانے کی شکل یہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہاتھ آگے کرکے اپنے پیچھے سے گھمایا اس طرح کہ آپ کے اس گھومنے میں تین قدم متواتر نہ پڑے لہٰذا اس پر یہ سوال نہیں ہو سکتا کہ نماز میں گھمانا اور گھومنا عمل کثیر ہے اور عمل کثیر سے نماز فاسد ہو جاتی ہے[2] یعنی آپ کسی عارضہ یا بیماری کی وجہ سے خراٹے نہ لیتے تھے بلکہ عادت کریمہ تھی خراٹے لینا کمال صحت کی علامت ہے خیال رہے کہ خراٹے ایسے سخت ہو جو دوسروں کو تکلیف دہ بلکہ بہت ہلکے تھے اسی لیے نفخ فرمایا یعنی پھونکنا یا سانس بلند لینا[3] کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نیند وضو نہیں توڑتی وجہ یہ ہے کہ نیند وضو توڑتی ہے غفلت کی وجہ سے کہ خبر نہیں رہتی ہوا خارج ہوئی یا نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دل غفلت پیدا ہی نہیں کرتا پھر وضو ٹوٹنے کا سوال ہی نہیں یہ وضو نہ ٹوٹنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات سے ہے جیسے شہید کی موت غسل نہیں توڑتی یہ شہید کی خصوصیت ہے[4] یہ دعا یا تو سنت فجر کے بعد فرض سے پہلے پڑھی یا گھر سے مسجد تشریف لے جاتے ہوئے یا نماز تہجد سے پہلے شارحین نے تینوں احتمال لیے اور دعا کو نور بھی کہتے ہیں اور دعائے نور بھی۔ محدثین نے اس دعا کے بڑے فضائل بیان کیے ہیں حتی کہ شیخ شہاب الدین سہروردی نے فرمایا کہ جو شخص ہمیشہ یہ دعا پڑھا کرے اسے بہت برکتیں اور نورانیت نصیب ہو گی عوارف ہ خیال رہے کہ یہ دعا امت کی تعلیم کے لیے ہے ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو خود سراپا نور ہیں جنہیں رب نے نور فرمایا اسے نورانی بنا دیں رب تعالٰی فرماتا ہے قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ اور فرماتا ہے وَّسِرَاجًا مُّنِيْرًا یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نورانی بنانے والا سورج بنا کر رب نے بھیجا جو لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانیت کا انکار کرتے ہیں وہ اس دعا میں غور کریں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا ضرور قبول ہوئی لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی نور ہیں اور ہر طرف سے نور میں گھرے ہوئے یعنی نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ یا یہ دعا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لیے مانگی ہے تو زیادتی نور مراد ہوگی بعض روایات میں وَاجْعَلْنِیْ نُوْرًا ہے اور بعض میں اجْعَلْ لِّیْ نُوْرًا دونوں کے معنی ایک ہی ہیں یعنی مجھے نور بنا دے۔

وَفِي رِوَايَةٍ لَهُمَا وَاجْعَلْ فِي نَفْسِي نُوْرًا وَاَعْظِمْ لِي نُوْرًا وَفِي اُخْرٰى لِمُسْلِمٍ اَللّٰهُمَّ اَعْطِنِي نُوْرًا. وَعَنْهُ اَنَّهُ رَقَدَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَيْقَظَ فَتَسَوَّكَ وَتَوَضَّاَ وَهُوَ يَقُوْلُ اِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ حَتّٰى خَتَمَ السُّوْرَةَ ثُمَّ قَامَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ اَطَالَ فِيْهِمَا الْقِيَامَ وَالرُّكُوْعَ وَالسُّجُوْدَ ثُمَّ انْصَرَفَ فَنَامَ حَتّٰى نَفَخَ فَعَلَ ذٰلِكَ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ سِتَّ رَكَعَاتٍ كُلَّ ذٰلِكَ

اور ان کی ایک روایت میں ہے کہ میرے دل میں نور کر اور میرا نور بڑھا۔ اور مسلم کی دوسری روایت میں ہے الٰہی مجھے نور دے ۔ روایت ہے انہی سے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سوئے تو آپ بیدار ہوئے مسواک کی اور وضو کیا حالانکہ آپ کہتے تھے بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں یہاں تک کہ سورہ ختم کی پھر کھڑے ہوئے دو رکعتیں پڑھیں جن میں قیام رکوع سجدہ دراز کیا پھر فارغ ہوئے تو سو گئے حتی کہ خراٹے لینے لگے پھر تین بار کیا چھ رکعتیں پڑھیں ہر بار مسواک و

ل‍ه ۱ یہ ساری دعا کی شرح ہے یعنے الٰہی تو نے مجھے اپنے کرم سے نور تو بنایا ہی ہے میرے نور میں اضافہ اور زیادتی فرما جیسے رب نے ارشاد فرمایا وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا اے محبوب عرض کرو کہ مولیٰ میرا علم بڑھا دے خیال رہے کہ نور میں زیادتی کمی مقدار کی نہیں ہوتی کیفیت کی ہوتی ہے چراغ کے نور سے بجلی کا نور زیادہ اور اس کے نور سے سورج کا نور کہیں زیادہ ہے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی نورانیت سورج سے کہیں زیادہ کہ سورج صرف سامنے والے کے ظاہر کو چمکاتا ہے حضور صلے اللہ علیہ وسلم تو غاروں پہاڑوں میں رہنے والوں کے دل وجگر کو بھی جگمگا دیتے ہیں، کونسی وہ جگہ ہے جہاں اس آفتاب نبوت کا نور نہیں پہنچا صلی اللہ علیہ وسلم خیال رہے کہ پاور ہاؤس سے پاور یکساں آتی ہے مگر اس سے نور لینے والے قمقمے اپنی طاقت کی بقدر نور لیتے ہیں سو واٹ کا قمقمہ زیادہ نور لیتا ہے دس واٹ کا کم، ایسے ہی صحابہ تابعین اولیاء علماء نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے مختلف نوعیت کے نور لیئے یہ اختلاف ان کے لینے میں ہے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی دین یکساں ہے۔ ل‍ه ۲ مرقاۃ میں فرمایا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ وضو تجدید کے لیئے یعنے وضو پر وضو ورنہ آپ کی نیند وضو نہیں توڑتی۔ ہو سکتا ہے کہ آپ کا وضو یہاں دوسری وجہ سے ٹوٹا ہو نہ کہ نیند سے اور مسواک سے مراد یا تو وضو کا مسواک ہے یا وضو سے پہلے کی یعنے جاگنے کی مسواک کیونکہ جاگنے پر مسواک کرنا بھی سنت ہے دوسرا احتمال قوی ہے ل‍ه ۳ پچھلی حدیث سے معلوم ہوا کہ ان آیات کی تلاوت وضو سے پہلے کی اس میں ہے کہ دوران وضو میں کی ہو سکتا ہے کہ واقعات چند ہوں وہاں اور واقعہ کا ذکر تھا یہاں دوسرے واقعہ کا یا وہاں تلاوت قلبی کے لیئے تھا نہ کہ زبانی تلاوت کے لیئے ل‍ه ۴ صرف دو رکعتیں پڑھیں مگر دوسری نمازوں سے زیادہ دراز اور سو گئے ل‍ه ۵ یعنے ایک شب میں تین بار بیدار ہوئے ہر بار میں دو رکعتیں تو نماز تہجد کل چھ رکعتیں ہوئیں خیال رہے کہ کبھی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک ہی بار پوری تہجد پڑھی اور کبھی بار بار جاگ کر لہذا یہ حدیث پچھلی روایات کے خلاف نہیں۔

يَسْتَاكُ وَيَتَوَضَّأُ وَيَقْرَأُ هٰؤُلَاءِ الْاٰيَاتِ ثُمَّ اَوْتَرَ بِثَلٰثٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدِ الْجُهَنِيِّ اَنَّهٗ قَالَ لَاَرْمُقَنَّ صَلٰوةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّيْلَةَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ طَوِيْلَتَيْنِ طَوِيْلَتَيْنِ طَوِيْلَتَيْنِ ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ وَهُمَا دُوْنَ اللَّتَيْنِ قَبْلَهُمَا ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ وَهُمَا دُوْنَ اللَّتَيْنِ قَبْلَهُمَا ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ وَهُمَا دُوْنَ اللَّتَيْنِ ثُمَّ اَوْتَرَ فَذٰلِكَ عَشَرَةَ رَكْعَةً رَوَاهُ مُسْلِمٌ قَوْلُهٗ ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ وَهُمَا دُوْنَ اللَّتَيْنِ

وضو کرتے تھے اور یہ آیتیں پڑھتے تھے[1] پھر تین رکعت وتر پڑھیں[2] (مسلم) روایت ہے حضرت زید ابن خالد جہنی سے[3] کہ انہوں نے کہا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز دیکھوں گا[4] تو آپ نے دو ہلکی رکعتیں پڑھیں پھر دو رکعتیں دراز دراز دراز پڑھیں پھر دو رکعتیں پڑھیں جو پہلی دو سے ہلکی تھیں پھر وتر پڑھے یہ تیرہ رکعتیں ہوئیں[5] دو رکعتیں پڑھیں جو ان سے پہلی سے ہلکی تھیں پھر وتر پڑھے یہ تیرہ رکعتیں ہوئیں[6] (مسلم) اس قول تک کہ پھر دو رکعتیں پڑھیں اور وہ دو قوت اپنی پہلی سے کم تھیں

[1] اس کی تحقیق پہلے ہو چکی کہ یہ بار بار وضو فرمانا استحباباً تھا یا وجوباً دوسری وجہ سے ورنہ آپ کی نیند وضو نہیں توڑتی[2] اور وتروں کے لیے چوتھی بار نہ جاگے بلکہ تیسری بار میں ہی دو رکعتیں تہجد اور تین رکعت وتر پڑھ لیے، اسی لیے یہاں سونے اور جاگنے کا ذکر نہ فرمایا۔ یہ حدیث امام اعظم کی قوی دلیل ہے کہ وتر تین رکعت ہیں نہ کہ ایک۔ خیال رہے کہ یہاں بے صلہ کی ہے اوتر اوتر یہ ہو تو میں باب افتعال کی تھی یہاں یہ معنی ہیں آخر میں تین رکعت وتر پڑھیں وہاں یہ معنی تھا کہ ایک رکعت کے ذریعہ اپنی نماز کو وتر یعنی طاق بنایا[3] آپ مشہور صحابی ہیں مدنی ہیں آخر میں کوفہ قیام رہا اور وہیں ۷۸ھ میں وفات پائی[4] کہنے سے مراد دل میں سوچنا ہے یا اپنے دوستوں سے کہنا تاکہ اس رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے باہر نماز پڑھی ہوگی انہیں دل میں پتہ لگ گیا ہوگا۔ اس لیے یہ ارادہ کیا، شمائل ترمذی میں ہے کہ آپ فرماتے ہیں میں اس رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازہ عالیہ کی چوکھٹ پر سر رکھ کر سویا تاکہ جب آپ یہاں سے گزریں تو انہیں خبر ہو جائے اور ان کے سر کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پاؤں شریف لگ جائے۔ شعر

کاش کہ شوریدہ را کو زندہ کرتے، بخت خوابیدہ کو ٹھوکر سے جگا جاتے ۔ مبارک ہے وہ سر جو ان کی ٹھوکر دل میں رہتے۔

[5] اس طرح کہ دو ہلکی رکعتیں تحیۃ الوضو اور بالترتیب آٹھ رکعتیں تہجد اور تین رکعتیں وتر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اکثر تہجد آٹھ رکعت پڑھتے تھے کبھی کم کبھی زیادہ کیونکہ آپ پر نفس تہجد فرض تھی رکعتوں کی تعداد میں اختیار تھا جیسے ہم پر نماز میں قرأۃ فرض ہے مگر آیتوں کی تعداد میں اختیار ہے یہ حدیث بھی امام اعظم کی قوی دلیل ہے کہ وتر تین رکعت ہیں ایک سلام سے اس حدیث کی عبارت ایسی واضح ہے جس میں کوئی تاویل نہیں ہو سکتی کیونکہ پہلے ذکر ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ بار میں دس رکعتیں پڑھیں تو اب ایک بار میں تین ہی وتر پڑھے۔

قبلهما أربع مرات هكذا في صحيح مسلم وأفراده من كتاب الحميدي و موطأ مالك وسنن أبي داود جامع الأصول وعن عائشة رضي الله عنها قالت لما بدن رسول الله صلى الله عليه وسلم وثقل كان أكثر صلاته جالسا متفق عليه وعن عبد الله بن مسعود قال لقد عرفت النظائر التي كان النبي صلى الله عليه وسلم يقرن بينهن فذكر عشرين سورة من أول المفصل على تأليف ابن مسعود سورتين في ركعة آخرهن حم الدخان وعم يتساءلون متفق عليه الفصل الثاني عن حذيفة أنه

چار بار لے یوں ہی صحیح مسلم میں کتاب حمیدی کے افراد میں موطا امام مالک سنن ابوداؤد اور جامع الاصول میں ہے روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرماتی ہیں جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم جسیم اور بھاری ہو گئے تو آپ کی اکثر نماز بیٹھ کر ہوتی تھی لے (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں کہ میں ان یکساں سورتیں جانتا ہوں جنہیں آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ملا کر پڑھتے تھے لے تو آپ نے ابن مسعود کی ترتیب پر اول مفصل بیس سورتیں بیان کیں، ہر رکعت میں دو دو سورتیں جن میں آخری حم، الدخان اور عم یتساءلون ہیں لے (مسلم بخاری) دوسری

فصل روایت ہے حضرت حذیفہ سے

لے اس روایت میں ہے کہ بیٹھ کر رکعتیں ایک وتر پڑھتے اور اس سے کچھ پہلے چار رکعتیں اس صورت میں تہجد کی رکعتیں دس ہوئیں اور دو رکعتیں تو اب یہ نماز تہجد اور وتر کے علاوہ دو رکعتیں ہوئیں صاحب مشکوٰۃ کا منشاء ہے کہ صاحب مصابیح نے یہ حدیث ذکر کی حالانکہ ان کتب میں چار بار ہے لے یعنی آخر عمر شریف میں ضعف کا غلبہ جسم کی فربہی کی وجہ سے تہجد کی رکعتیں بیٹھ کر پڑھتے تھے اور کچھ رکعتیں کھڑے ہو کر لیکن آپ کو بیٹھ کر نماز پڑھنے پر بھی پورا ثواب ملتا ہے خیال رہے کہ جس حدیث میں مثلیہ کی برائی آئی ہے وہاں وہ مثلہ مراد ہے جو حرام خوری اور آرام طلبی کی وجہ سے ہو لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں تاہم قصداً فربہی کا حاصل کرنا بُرا ہے، بیٹھ کر نماز پڑھنے سے قیام کا آدھا ثواب ملتا ہے لے یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کی ایک ایک رکعت میں دو دو سورتیں ملا کر جو تقریباً یکساں ہوتی تھیں پڑھا کرتے تھے دو رکعت تہجد بعض دفعہ دس رکعت تہجد اور ہر رکعت میں دو سورتیں اس طرح دس رکعتوں میں بیس سورتیں ہو گئیں لے ترتیب اس طرح تھی کہ پہلی رکعت میں سورۂ رحمن اور نجم دوسری میں اقتربت اور الحاقہ تیسری میں طور اور ذاریات چوتھی میں اذا وقعت اور نون پانچویں میں سأل سائل اور نازعات چھٹی میں ویل للمطففین اور عبس ساتویں میں مدثر اور مزمل آٹھویں میں هل اتی اور لا اقسم نویں میں عم یتساءلون اور مرسلات دسویں میں دخان اور اذا الشمس کورت یہ ابن مسعود کی ترتیب تھی مرقاۃ میں فرمایا کہ حضرت ابن مسعود اور ابی ابن کعب وغیرہ صحابہ نے قرآن کی سورتیں نزول کے اعتبار سے ترتیب دے کر جمع کی تھیں یہ ترتیب حکایات قرآن کی طرح ترتیب ہے مسلمانوں نے جو حضور نے خود دے گئے ہیں ابھی یہ ترتیبیں ختم ہو گئیں اور آج وہ ترتیب جس پر سارے صحابہ اور امت کا اجماع ہے جو خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھی تا قیامت باقی رہے گا

رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ وَكَانَ يَقُولُ اللهُ أَكْبَرُ ثَلٰثًا ذُو الْمَلَكُوتِ وَالْجَبَرُوتِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْعَظَمَةِ ثُمَّ اسْتَفْتَحَ فَقَرَأَ الْبَقَرَةَ ثُمَّ رَكَعَ فَكَانَ رُكُوعُهُ نَحْوًا مِنْ قِيَامِهِ فَكَانَ يَقُولُ فِي رُكُوعِهِ سُبْحٰنَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ فَكَانَ قِيَامُهُ نَحْوًا مِنْ رُكُوعِهِ يَقُولُ لِرَبِّيَ الْحَمْدُ ثُمَّ سَجَدَ فَكَانَ سُجُودُهُ نَحْوًا مِنْ قِيَامِهِ فَكَانَ يَقُولُ فِي سُجُودِهِ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُودِ وَكَانَ يَقْعُدُ فِيمَا بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ نَحْوًا مِنْ سُجُودِهِ وَكَانَ يَقُولُ رَبِّ اغْفِرْ لِي فَصَلّٰى أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ قَرَءَ فِيهِنَّ الْبَقَرَةَ

کہ انہوں نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو رات میں نماز پڑھتے دیکھا آپ تین بار فرماتے تھے اللہ اکبر ملکوت جبروت کبریائی و عظمت والا[1] پھر نماز شروع کی[2] سورہ بقرہ پڑھی پھر رکوع کیا تو آپ کا رکوع آپ کے قیام کی مثل تھا[3] اپنے رکوع میں سبحان ربی العظیم کہتے رہے پھر رکوع سے سر اٹھایا آپ کا قومہ رکوع کی مثل تھا فرماتے تھے لربی الحمد پھر سجدہ کیا تو آپ کا سجدہ قومہ کی مثل تھا[4] اپنے سجدہ میں فرماتے تھے سبحان ربی الاعلیٰ پھر سجدے سے سر اٹھایا اور آپ دو سجدوں کے بیچ سجدے کی مثل ہی بیٹھتے تھے اور کہتے تھے مولا مجھے بخش دے[5]

چار رکعتیں

پڑھیں جن

میں

[1] ملکوت ملک کا مبالغہ ہے اور جبروت جبر یعنی غلبہ۔ اصطلاح میں ظاہری ملک کو ملک کہتے ہیں باطنی کو ملکوت یعنی باطنی ملک اور پورے غلبہ والا فرماتے ہیں کہ ملکوت جبروت کبریا صرف رب تعالیٰ کے لیے استعمال ہو سکتے ہیں کسی بندے کے لیے ان کا مبالغہ نہیں جیسے رحمان وغیرہ (از مرقاۃ) [2] یعنے تکبیر تحریمہ سے پہلے یہ کلمات کہے پھر تکبیر تحریمہ کہی یا تکبیر کے بعد کہے پھر ثنا شروع کی پہلا احتمال قوی ہے [3] ظاہر یہ ہے کہ بقرہ سے مراد پوری سورہ بقرہ ہے یعنی ایک رکعت میں پوری سورہ بقرہ پڑھی پھر رکوع بھی اس قدر دراز فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ شبینہ کرنا جائز ہے کیونکہ شبینہ میں ایک رکعت میں قریباً ڈیڑھ پارہ آتا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رکعت میں ڈھائی پارے پڑھے ہیں [4] اس سے معلوم ہوا کہ دراز قیام زیادتی سجود سے افضل ہے یہی امام اعظم کا فرمان ہے یہ حدیث اس حدیث کی تفسیر ہے جس میں ارشاد ہوا کہ جو تنہا نماز پڑھے وہ جتنی چاہے دراز کرے [5] یعنے دو سجدوں کے درمیان یہ کلمہ بار بار اس قدر پڑھا کہ آپ کا جلسہ سجدے کے قریب دراز ہو گیا یہ دعا تعلیم امت کے لیے

ہے

وَاٰلِ عِمْرَانَ وَالنِّسَاءِ وَالْمَائِدَةِ اَوِ الْاَنْعَامِ شَكَّ شُعْبَةُ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَامَ بِعَشْرِ اٰيٰتٍ لَمْ يُكْتَبْ مِنَ الْغٰفِلِيْنَ وَمَنْ قَامَ بِمِائَةِ اٰيَةٍ كُتِبَ مِنَ الْقَانِتِيْنَ وَمَنْ قَامَ بِاَلْفِ اٰيَةٍ كُتِبَ مِنَ الْمُقَنْطِرِيْنَ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَتْ قِرَاءَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّيْلِ يَرْفَعُ طَوْرًا وَّيَخْفِضُ طَوْرًا رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَتْ قِرَاءَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

بقرہ، آل عمران، نساء، مائدہ یا انعام پڑھیں بے شک شعبہ کو ہے[1] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو ابن عاص سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو رات کھڑے ہو کر دس آیتیں پڑھے[2] تو وہ غافلوں سے نہ لکھا جائے گا اور جو کھڑے ہو کر سو آیتیں پڑھے وہ مطیعوں میں سے لکھا جائے گا[3] اور جو کھڑے ہو کر ہزار آیتیں پڑھے تو وہ بہت ثواب والوں میں لکھا جائے گا[4] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ رات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قرات یوں ہی تھی کہ کبھی بلند پڑھتے کبھی پست[5] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

[1] یعنے شعبہ راوی کو اس میں شک ہوا کہ چوتھی رکعت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ مائدہ پڑھی یا انعام اگلی رکعتوں میں تردد نہیں کہ پہلی میں بقرہ دوسری میں آل عمران تیسری میں نساء پڑھی۔ [2] یعنے جو تہجد کی ایک یا دو رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد دس آیات تلاوت کرے تو اس کا یہ فائدہ ہوگا کہ اس کا نام غافلوں کے رجسٹر میں درج نہ ہوگا ان شاء اللہ ذاکرین میں ہوگا۔ [3] یعنے جو تہجد کی ایک رکعت یا دو رکعت میں یا پوری تہجد میں سو آیات پڑھ لیا کرے تو اس کا شمار ان نیک بختوں کے زمرہ میں ہوگا جنہوں نے ساری زندگی اطاعت الٰہی میں گزاری یا اللہ تعالٰی اسے اس تلاوت کی برکت سے اپنی فرمانبرداری و اطاعت گزاری کی توفیق دے گا۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ اس میں تہجد کی بھی قید نہیں بعد عشاء نمازوں میں کہیں بھی سو آیات تلاوت کرلیا کرے اس کا یہ درجہ ہے مگر پہلے معنی زیادہ قوی ہیں۔ اسی لیے مؤلف یہ حدیث تہجد کے باب میں لائے۔ [4] مقنطرین قنطار سے بنا بمعنی بہت مال۔ بعض نے فرمایا کہ بارہ ہزار اشرفیاں قنطار ہیں بعض نے فرمایا کہ بیل کی کھال بھر سونا۔ بعض کے نزدیک ستر ہزار دینار حق یہ ہے کہ اس کی حد مقرر نہیں یہاں بے شمار ثواب مراد ہے مروی ہے حضرت معاذ ابن جبل فرماتے ہیں کہ قنطار بارہ سو اوقیہ ہیں جن کا ایک اوقیہ زمین و آسمان سے بڑھ کر ہے۔ (اشعۃ اللمعات و مرقاۃ) [5] یعنی تہجد میں کبھی بلند آواز سے قرات کرتے تھے اور کبھی آہستہ آواز سے یعنے اگر تنہائی میں تہجد پڑھتے تو بلند آواز سے پڑھتے اور اگر وہاں کوئی سوتا ہوتا تو آہستہ قرات فرماتے تاکہ انہیں تکلیف نہ ہو۔

عَلٰی قَدْرِ مَا یَسْمَعُهٗ مَنْ فِی الْحُجْرَةِ وَهُوَ فِی الْبَيْتِ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤٗدَ وَعَنْ اَبِیْ
قَتَادَةَ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ لَيْلَةً فَاِذَا هُوَ بِاَبِیْ بَكْرٍ
يُصَلِّىْ يَخْفِضُ مِنْ صَوْتِهٖ وَمَرَّ بِعُمَرَ وَهُوَ يُصَلِّىْ رَافِعًا صَوْتَهٗ قَالَ فَلَمَّا اجْتَمَعَا عِنْدَ
النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا اَبَا بَكْرٍ مَرَرْتُ بِكَ وَاَنْتَ تُصَلِّىْ تَخْفِضُ صَوْتَكَ
قَالَ قَدْ اَسْمَعْتُ مَنْ نَاجَيْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَقَالَ لِعُمَرَ مَرَرْتُ بِكَ وَاَنْتَ تُصَلِّىْ
رَافِعًا صَوْتَكَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اُوْقِظُ الْوَسْنَانَ وَاَطْرُدُ الشَّيْطَانَ فَقَالَ

کی قرات اس قدر تھی کہ اسے صحن والے سن لیتے جب کہ آپ کوٹھڑی میں ہوتے ۱ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابو قتادہ سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات تشریف لے گئے ۲ ابوبکر صدیق تک پہنچے وہ نماز پڑھ رہے تھے بہت پست آواز سے اور حضرت عمر پر گزرے تو وہ نماز پڑھ رہے تھے بلند آواز سے راوی نے فرمایا کہ جب یہ دونوں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جمع ہوئے تو فرمایا اے ابوبکر ہم تم پر گزرے تم آواز پست کیے نماز پڑھ رہے تھے آپ نے عرض کیا یارسول اللہ جس سے مناجات کر رہا تھا اسے سنا لیا ۳ حضرت عمر سے فرمایا کہ ہم تم پر گزرے تم بلند آواز سے نماز پڑھ رہے تھے عرض کیا یارسول اللہ سوتوں کو جگاتا تھا شیطان کو بھگاتا تھا ۴ فرمایا حضور

۱ مرقاۃ لمعات وغیرہ نے فرمایا کہ یہاں حجرے سے مراد گھر کا صحن ہے اور بیت سے مراد کوٹھڑی یعنی آپ کی تلاوت درمیانی تھی یہ عمومی حالات کا ذکر ہے ورنہ کبھی اس سے زیادہ آواز بھی ہوتی تھی اور کبھی کم بھی ۲ اپنے صحابہ کے شب کے حالات ملاحظہ فرمانے کے لیئے معلوم ہوا کہ سلطان کا رعیت میں گشت لگانا تاکہ رعایا کے حالات معلوم کرے سنت ہے اسی طرح استاد و شیخ کا اپنے شاگردوں مریدوں کے حالات کی تفتیش کرنا مسنون ہے ان کا ماخذ یہ حدیث ہے اور حق یہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ گشت اب بھی جاری ہے، اپنی امت کے حالات ملاحظہ فرمانے کے لیئے دنیا میں گشت فرماتے ہیں صوفیاء نے بعض دفعہ مشاہدہ کیا ہے۔ اور اس کا ذکر ہم نے اپنی کتاب جاء الحق حصہ اول میں کیا ہے ۳ یعنی ابوبکر صدیق تہجد میں قرات نہایت آہستہ کرتے ہیں اور حضرت فاروق خوب اونچی صوفیاء فرماتے ہیں کہ صدیق پر طریقت کا غلبہ ہے اور حضرت فاروق اعظم پر شریعت کا غلبہ ۴ یعنی رب تعالٰی کو سنانا مقصود تھا وہ تو آہستہ آواز بھی سنتا ہے فرماتا ہے اِنَّهٗ يَعْلَمُ السِّرَّ وَمَا اَخْفٰى پھر جہر کی کیا حاجت ۵ یعنی میں تہجد میں رب تعالٰی کو سنانے کے علاوہ دو کام اور بھی کر رہا تھا سوتوں کو جگاتا کہ میری آواز سن کر جاگ جاویں اور وہ بھی تہجد پڑھ لیں اور شیطان کو بھگاتا کہ جہر کی برکت سے شیطان مجھے وسوسہ نہ دے سکے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شیطان اذان کی طرح قرآن کریم کی آواز سے بھی بھاگتا ہے یہ حدیث ذکر بالجہر کرنے والے صوفیاء کی بھی دلیل ہے اور ذکر خفی والوں کی بھی، دونوں اللہ کے پیارے ہیں۔ نیت سب کی بخیر ہے۔

النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اَبَا بَكْرٍ اِرْفَعْ مِنْ صَوْتِكَ شَيْئًا وَقَالَ لِعُمَرَ اَخْفِضْ مِنْ صَوْتِكَ شَيْئًا رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ وَرَوَى التِّرْمِذِيُّ نَحْوَهٗ وَعَنْ اَبِيْ ذَرٍّ قَالَ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى اَصْبَحَ بِاٰيَةٍ وَالْاٰيَةُ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ ◦ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمْ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ فَلْيَضْطَجِعْ عَلٰى يَمِيْنِهٖ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاؤُدَ ◦ اَلْفَصْلُ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اے ابوبکر تم اپنی آواز کچھ بلند کرو۔ اور حضرت عمر سے فرمایا کہ تم اپنی آواز کچھ پست کرو [1] (ابوداؤد) اور ترمذی نے اس کی مثل روایت کی روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے قیام فرمایا حتی کہ ایک آیت پر صبح ہوگئی [2] وہ آیت تھی اگر تو انہیں عذاب دے تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انہیں بخش دے تو تو غالب حکمت والا ہے [3] (نسائی، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کوئی فجر کی سنتیں پڑھ لے تو داہنی کروٹ پر لیٹ جائے [4]

(ترمذی، ابوداؤد)

[1] یہ جملہ اس کی شرح ہے خَیْرُ الْاُمُوْرِ اَوْسَطُهَا یعنے نہ اتنی بلند قرأت کرو کہ دوسروں کو تکلیف ہو نہ اتنی آہستہ کہ بالکل پتہ ہی نہ لگے درمیانی روش دونوں صاحب اختیار کرو رب تعالٰی فرماتا ہے وَابْتَغِ بَیْنَ ذٰلِكَ سَبِیْلًا صدیق اکبر خالق کو سنانے کے ساتھ مخلوق کو اپنی قرأت سے فائدہ پہنچاویں اور عمر مخلوق پر کچھ نرمی فرماتے ہوئے اپنے نفس پر بھی زیادہ مشقت نہ ڈالو سبحان اللہ کیسی پیاری تعلیم ہے [2] یعنے جب نماز تہجد کے لیے جاگے اور سورۂ فاتحہ سے فارغ ہوکر یہ رکوع پڑھا تو اس آیت کو سینکڑوں بار پڑھا حتی کہ وقت صبح بالکل ہی قریب آگیا کہ سلام پھیریں اور صبح ہوجائے لہذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ تمام رات جاگنا بہتر نہیں اور درمیان میں فجر پڑھنا ضروری ہے [3] یہ سورۂ مائدہ کی آیت ہے قیامت میں عیسٰی علیہ السلام بارگاہ الٰہی میں اپنی قوم کے متعلق یہ عرض کریں گے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ آیت بار بار پڑھنا اپنی امت کی شفاعت کے لیے ہے یعنی میں نماز مناجات میں بھی امت کی شفاعت بھی فرمارہے ہیں اس حدیث کی بنا پر امام شافعی فرماتے ہیں کہ نماز میں آیت یا سورۃ کی تکرار بلا کراہت جائز ہے حتی کہ سورۂ فاتحہ کی تکرار بھی جائز ہے احناف کے ہاں سورۂ فاتحہ کی تکرار ممنوع ہے کہ اگر اس کا اکثر حصہ مکرر کیا تو سجدہ سہو واجب مگر شیخ عبدالحق نے اشعہ میں فرمایا کہ میں نے شیخ سے پوچھا کہ اگر اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ پر لطف آجاوے اور اسے مکرر پڑھے تو کیا حکم ہے فرمایا از نفل میں مکرر تو نوافل میں کرسکتے ہو [4] یہ حکم استحبابی ہے اور اس کے لیے ہے جو تہجد میں جاگا ہو تاکہ کچھ آرام کرکے فرض فجر بآسانی ادا کرے اسی لیے علماء فرماتے ہیں کہ یہ عمل گھر میں کرے مسجد میں نہ کرے تاکہ لوگوں کو اپنی تہجد پر مطلع نہ کرے مگر خیال رہے کہ اس طرح لیٹے کہ نیند یا اونگھ نہ آنے پائے ورنہ وضو جاتا رہے گا اور سنت یہ ہے کہ فجر کی سنتیں و فرض ایک وضو سے پڑھے اگر تہجد پڑھنے والا بھی سنت پر عمل کرنے کی نیت سے اس وقت کچھ لیٹ جائے تو حرج نہیں۔

الثَّالِثُ ۔ عَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ اَیُّ الْعَمَلِ كَانَ اَحَبَّ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتِ الدَّائِمُ قُلْتُ فَاَیَّ حِيْنٍ كَانَ يَقُوْمُ مِنَ اللَّيْلِ قَالَتْ كَانَ يَقُوْمُ اِذَا سَمِعَ الصَّارِخَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ مَا كُنَّا نَشَاءُ اَنْ نَرٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِى اللَّيْلِ مُصَلِّيًا اِلَّا رَاَيْنَاهُ وَلَا نَشَاءُ اَنْ نَرَاهُ نَائِمًا اِلَّا رَاَيْنَاهُ رَوَاهُ النَّسَائِىُّ وَعَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ اِنَّ رَجُلًا مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قُلْتُ وَاَنَا فِىْ سَفَرٍ مَّعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللّٰهِ لَاَرْقُبَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلصَّلٰوةِ حَتّٰى اَرٰى فِعْلَهٗ فَلَمَّا صَلّٰى صَلٰوةَ الْعِشَاءِ وَهِىَ الْعَتَمَةُ اضْطَجَعَ هَوِيًّا مِّنَ اللَّيْلِ ثُمَّ اسْتَيْقَظَ فَنَظَرَ فِى الْاُفُقِ فَقَالَ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا حَتّٰى

تیسری فصل روایت ہے حضرت مسروق سے فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ سے پوچھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کون سا عمل زیادہ پیارا تھا فرمایا ہمیشہ کا[1] میں نے کہا کہ رات میں کس وقت اٹھتے تھے فرمایا جب مرغ کی اذان سنتے تھے[2] (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو رات میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھنا چاہتے تھے مگر دیکھ لیتے تھے اور سوتے ہوئے دیکھنا چاہتے تھے مگر دیکھ لیتے تھے[3] (نسائی) روایت ہے حضرت حمید ابن عبدالرحمٰن ابن عوف سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے ایک شخص نے کہا کہ میں نے سوچا حالانکہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھا کہ قسم خدا کی میں نماز کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکوں گا حتی کہ آپ کا عمل دیکھوں[4] تو جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء یعنی عتمہ پڑھ لی تو کافی رات تک لیٹے رہے[5] پھر جاگے تو کنارہ آسمان میں نظر فرمائی۔ پھر کہا مولا تو نے اسے بے کار نہ بنایا

[1] اس سے دوسری روایت میں ہے کہ پیارا عمل وہ ہے جو ہمیشہ ہو اگرچہ تھوڑا ہو ہمیشگی دین و دنیا کی کامیابی کا ذریعہ ہے استقامت ہزار کرامت سے افضل ہے۔ اتنا کام شروع کرو جو نبھا سکو۔ [2] یہاں مرغ کی پہلی بانگ مراد ہے جو تہائی رات باقی رہے ہوتی ہے دوسری بانگ مراد نہیں وہ صبح صادق پر ہوتی ہے اس وقت تہجد نہیں ہو سکتی۔ [3] یعنی آپ نہ تو تمام رات سوتے تھے نہ تمام رات جاگتے تھے کچھ حصہ سوتے کچھ حصہ میں جاگتے لہذا آپ کا ہر حال دیکھا جا سکتا تھا۔ [4] ظاہر یہ ہے کہ یہاں نماز تہجد مراد ہے کیونکہ پنجگانہ نمازیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم باجماعت پڑھتے تھے ان میں تحقیقات کرنے کی ضرورت ہی نہیں تھی یہ صحابی کا جذبہ عشق ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر ادا کو آنکھوں دیکھنا چاہتے ہیں۔ [5] اس طرح کہ دو تہائی رات سوئے ایک تہائی باقی رہے جیسا کہ راستہ میں کسی جگہ رات گزارنے کے لیے سواری سے اتر کر نزول فرمایا۔ ورنہ اکثر حضور صلی اللہ علیہ وسلم راتوں میں سفر طے کرتے تھے سواری پر ہی کچھ نیند فرما کر تہجد ادا کرتے۔

بَلَغَ اِلٰى اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ثُمَّ اَهْوٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى فِرَاشِهٖ فَاسْتَلَّ مِنْهُ سِوَاكًا ثُمَّ اَفْرَغَ فِىْ قَدَحٍ مِّنْ اِدَاوَةٍ عِنْدَهٗ مَاءً فَاسْتَنَّ ثُمَّ قَامَ فَصَلّٰى حَتّٰى قُلْتُ قَدْ صَلّٰى قَدْرَ مَا نَامَ ثُمَّ اضْطَجَعَ حَتّٰى قُلْتُ قَدْ نَامَ قَدْرَ مَا صَلّٰى ثُمَّ اسْتَيْقَظَ فَفَعَلَ كَمَا فَعَلَ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَقَالَ مِثْلَ مَا قَالَ فَفَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ قَبْلَ الْفَجْرِ رَوَاهُ النَّسَائِىُّ وَعَنْ يَعْلَى بْنِ مُمَلَّكٍ اَنَّهٗ سَئَلَ اُمَّ سَلَمَةَ زَوْجَ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قِرَاءَةِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَلٰوتِهٖ فَقَالَتْ وَمَا لَكُمْ وَصَلٰوتُهٗ كَانَ يُصَلِّىْ ثُمَّ يَنَامُ قَدْرَ مَا صَلّٰى ثُمَّ يُصَلِّىْ قَدْرَ مَا نَامَ ثُمَّ يَنَامُ قَدْرَ مَا صَلّٰى حَتّٰى يُصْبِحَ ثُمَّ نَعَتَتْ قِرَاءَتَهٗ فَاِذَا هِىَ

حتی کہ لا تخلف المیعاد تک پہنچ گئے [1] پھر اپنے بستر کی طرف جھکے وہاں سے مسواک نکالی پھر اس برتن سے جو آپ کے پاس رکھا تھا پانی پیالے میں انڈیلا [2] پھر مسواک کی پھر کھڑے ہوئے نماز پڑھتے رہے [3] حتی کہ میں نے سمجھا کہ آپ نے سونے کی بقدر نماز پڑھ لی پھر لیٹ گئے حتی کہ میں نے کہا کہ آپ بقدر نماز سو لیے پھر بیدار ہوئے تو جیسا پہلی بار کیا تھا ویسا ہی کیا اور جو پہلے فرمایا تھا ویسا ہی فرمایا [4] نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فجر سے پہلے یہ کام تین بار کیا (نسائی) روایت ہے حضرت یعلی ابن مملک سے کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت ام سلمہ سے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی قرأت اور نماز کے بارے میں پوچھا انہوں نے فرمایا کہ تمہیں ان کی نماز سے کیا نسبت [5] آپ نماز پڑھتے تھے پھر نماز کے بقدر سوتے تھے پھر سونے کے بقدر نماز پڑھتے تھے پھر نماز کے بقدر سوتے تھے حتے کہ صبح کرتے [6] پھر آپ کی قرأت بیان کی

[1] یعنی یہ کل آیات یہاں تک پڑھیں بعض اوقات آخر سورت تک بھی تلاوت کرتے تھے [2] سرہانے مسواک تکیہ کے نیچے رکھنا اور وضو کا پانی رکھنا سنت ہے صوفیائے کرام کا اس پر عمل ہے اس کا ماخذ یہ حدیث بھی ہے [3] ظاہر یہ ہے کہ آپ نے صرف مسواک کی وضو نہ کیا کیونکہ آپ کی نیند وضو نہیں توڑتی مسواک کے لیے ہی پانی انڈیلا تھا اور اگر وضو بھی کیا ہو تو وضو کیا یا کوئی اور سنت ہوا ہو گا مگر پہلا احتمال قوی ہے [4] یعنی رات میں کئی بار بیدار ہوئے اور ہر دفعہ یہی آیات تلاوت کیں اور مسواک وضو نماز ادا کی تین بار ایسا ہی عمل کیا، تہجد کا یہ عمل بہت ہی افضل ہے کہ گرا گر بار بار جاگنا سونا آسان نہیں مگر جس پر اللہ آسانی کرے [5] یعنی تم میں یہ ہمت و جرات کہاں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی طرح نماز پڑھ سکو اس فرمان کا مقصد یا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کی عظمت دکھانا ہے یا ان حضرات پر حسرت کا اظہار ہے کہ ان کی ہمت پہلے کی سی نہ رہی یا پوچھنے والے کو اس پر دلیر کرنا منظور ہے کہ وہ یہ بات سن کر جوش میں آئیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا کی کوشش کریں لہذا یہ حدیث روافض کی دلیل نہیں کہ صحابہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے چھوڑ دیئے تھے [6] تہجد سے پہلے سونا تہجد کے لیے شرط ہے کہ اس کے بغیر نماز تہجد نہ کہلائے گی اور بعد تہجد سونا سنت ہے بہتر یہ ہے کہ سویرا سوتے ہوئے نمودار ہو

تَنْعَتُ قِرَاءَةً مُفَسَّرَةً حَرْفًا حَرْفًا رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَالنَّسَائِیُّ

بَابُ مَا يَقُوْلُ اِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ يَتَهَجَّدُ قَالَ اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ قَيِّمُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِيْهِنَّ وَلَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِيْهِنَّ وَلَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ مَلِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِيْهِنَّ وَلَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ الْحَقُّ وَوَعْدُكَ الْحَقُّ وَلِقَاءُكَ

تو ایسی قرات بیان کرنے لگیں ایک ایک حرف صاف ۱؎ (ابوداؤد، ترمذی، نسائی)

باب جب رات میں اٹھے تو کیا کہے ۲؎

فصل اول روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب رات میں تہجد پڑھنے اٹھتے تو کہتے الٰہی تیرے ہی لیئے حمد ہے تو آسمانوں اور زمین اور ان کے اندر والوں کا قائم رکھنے والا ہے ۳؎ تیرے ہی لیئے حمد ہے تو آسمانوں اور زمین اور ان کے اندر والوں کا نور ہے ۴؎ اور تیری ہی حمد ہے تو آسمانوں اور زمین اور ان کے اندر والوں کا بادشاہ ہے ۵؎ اور تیری ہی حمد ہے تو حق ہے ۶؎ تیرا وعدہ حق ہے۔ تجھ سے ملنا حق ہے

۱؎ یعنی آپ کی قرات نہایت آہستگی سے اور صاف تھی جس سے ہر کلمہ بلکہ ہر حرف علیحدہ سمجھ میں آتا تھا اور ہر کلمہ کے حروف مع زبر زیر پیش واضح طور پر سمجھ لیے جاتے تھے ایک کلمہ دوسرے سے خلط ملط نہ ہوتا تھا لہٰذا قرآن کریم کو اسی طرح پڑھنا چاہیئے زیادہ پڑھنے کی کوشش نہ کرو درست پڑھنے کی کوشش کرو۔

۲؎ اگرچہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر سانس اللہ کے ذکر میں نکلتی تھی مگر تہجد کو اٹھتے وقت بڑے پیارے پیارے ذکر فرماتے تھے کہ وہ وقت خصوصیت سے تجلیات کا ہے اور رحمت الٰہی کے ظہور کا یہاں وہ ذکر و دعائیں بیان ہوں گی جو نماز تہجد سے پہلے پڑھتے تھے ان کا کچھ ذکر پہلے باب میں بھی ہو چکا ہے۔ اس باب میں تفصیلاً ذکر ہوگا لہٰذا یہ تکرار نہیں کہ وہاں اجمال تھا یہاں تفصیل وہاں تبعًا تھا یہاں قصدًا۔ ۳؎ یعنی یہ دعائیں نماز تہجد شروع کرنے سے پہلے میں وضو و مسواک کے بعد یا اس سے بھی پہلے قیم قیوم مبالغہ کے صیغے ہیں یعنی آسمان و زمین اور ان کی مخلوق یعنی انسان و فرشتوں وغیرہ کو قائم رکھتا ہے کہ ان سب کی بقا تیرے کرم سے ہے یعنی ان کا موجد بھی تو ہی اور باقی رکھنے والا بھی تو ہی رب اور قیوم میں یہ فرق ہے ۴؎ یعنی ان کو عدم کی تاریکی سے وجود کا نور دینے والا تو ہی یا چاند سورج اور تاروں کے ذریعہ انہیں ظاہری نور دینے والا بھی تو ہے اور انبیاء اولیاء اور علماء کے ذریعہ باطنی نور دینے والا بھی تو ہے یہاں نور بمعنی منور ہے رب فرماتا ہے اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۵؎ حقیقی و دائمی بادشاہی ہے تیری عطا سے عارضی و چند روزہ بادشاہ تیرے بعض بندے ہیں چنانچہ دنیا میں صدہا بادشاہ گزرے جن کے نام و نشان نہ رہے۔ خیال رہے کہ اللہ تعالٰی نے ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ساری خلق کا دائمی سلطان بنایا مگر یہ سلطنت عارضی و عطائی ہے رب تعالٰی کی حقیقی و ذاتی ۶؎ یعنی تو ثابت موجود ہے تیرے بعض نا ہیں کہ حق کے ایک معنی یہ بھی ہیں یعنی زائل و فانی کا مقابل دوسرے معنی میں باطل و غلط کا مقابل یہاں پہلے معنے مراد نہیں ہو

حَقٌّ وَقَوْلُكَ حَقٌّ وَالْجَنَّةُ حَقٌّ وَالنَّارُ حَقٌّ وَالنَّبِيُّوْنَ حَقٌّ وَمُحَمَّدٌ حَقٌّ وَالسَّاعَةُ حَقٌّ اَللّٰهُمَّ لَكَ اَسْلَمْتُ وَبِكَ اٰمَنْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْكَ اَنَبْتُ وَبِكَ خَاصَمْتُ وَاِلَيْكَ حَاكَمْتُ فَاغْفِرْ لِيْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّيْ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

اور تیری بات حق ہے[۱] جنت حق ہے آگ حق ہے سارے نبی حق ہیں جناب محمد حق ہیں[۲] قیامت حق ہے اے اللہ تیرے لیئے میں اسلام لایا[۳] تجھ پر ایمان لایا اور تجھ پر میں نے بھروسہ کیا اور تیری طرف میں نے رجوع کیا[۴] تیرے بھروسے پر میں کفار سے لڑتا ہوں اور تجھ سے فیصلہ چاہتا ہوں[۵] میرے اگلے پچھلے چھپے کھلے بخش دے اور وہ بخش جنہیں تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے[۶] تو ہی آگے بڑھانے والا ہے اور تو ہی پیچھے ہٹانے والا ہے[۷] تو ہی معبود ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں[۸] (مسلم بخاری)

۱؎ یہاں حق باطل کے مقابل ہے یعنے تیرا وعدہ اور وعید سچے ہیں اور ہم سب کا تیری بارگاہ میں حاضر ہو کر حساب دینا برحق ہے تیرے سارے فرمان سچے ہیں تیرے کلام میں جھوٹ کا احتمال نہیں۔ خیال رہے کہ صادق وہ کلام ہے جو واقعہ کے مطابق ہو اور حق وہ کلام کہ واقعہ اس کے مطابق ہو بعض علماء نے فرمایا کہ یہاں لقا سے مراد دیدار الٰہی ہے۔ ۲؎ اگرچہ نبیوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی داخل ہیں مگر چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب سے افضل ہیں نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقانیت پر سارے نبیوں کی حقانیت موقوف ہے کیونکہ ان سب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری اور حقانیت کی بشارتیں دی تھیں نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا بھر سے ان سب کی حقانیت کا اقرار کرلیا اس لیئے خصوصیت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علیحدہ ذکر ہوا خیال رہے کہ نبیوں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حق ہونے کے معنی یہ ہیں کہ ان کی ذات ان کی صفات اور سارے حالات حتی کہ ان کی خطائیں ولغزشیں بھی حق ہیں کہ اس پر جزاء پاک مرتب ہوتے ہیں ۳؎ یعنے ظاہر و باطن میں تیرا مطیع ہوں اور تیرے سارے احکام کو حق سمجھتا ہوں۔ ایمان و اسلام کا فرق کتاب الایمان کے شروع میں بیان ہوچکا ۴؎ صوفیا فرماتے ہیں کہ گناہوں سے باز آجانا توبہ ہے اور غفلت سے بالکل بیدار ہوجانا انابت۔ شریعت والوں کا توکل یہ ہے کہ اسباب پر عمل اور مسبب الاسباب پر نظر طریقت والوں کا توکل یہ ہے اسباب کی آڑ کو پھاڑ دینا اور یار تک پہنچ جانا ۵؎ یعنے تیرے لیئے میرا جہاد ہے اور جہاد میں تیری مدد پر نظر ہے میرا اور کفار کا فیصلہ تو فرما کر میرا سچ اور ان کا جھوٹ ظاہر فرمادے ۶؎ نہایت جامع استغفار ہے جس میں ہر قسم کی غلطیوں کا ذکر آگیا یہ سب کچھ ہماری تعلیم کے لیئے ہے ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک گناہ کی رسائی نہیں وہ گنہگار نہیں ہوئے بلکہ گنہگاروں کی دستگیری کرنے کے لیئے تشریف لائے ۷؎ تو نے اپنے فضل و کرم سے مجھے درجوں میں سب سے آگے رکھا اور زمانہ میں سب نبیوں سے پیچھے یا آخرت میں تو نے مجھے سب سے آگے رکھا اور دنیاوی ظہور میں سب سے پیچھے یا تو نے میری امت کو ساری امتوں سے درجوں میں آگے بڑھا دیا اور دنیوی ظہور میں سے پیچھے رکھا اس کی تفسیر وہ حدیث ہے نَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ السَّابِقُوْنَ (از مرقات) اس جملہ کی اور بہت تفسیریں ہیں۔ ۸؎ اس کے پہلے جملہ میں غیر سے الوہیت کی نفی تھی اور دوسرے میں اثبات۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ افْتَتَحَ صَلٰوتَهٗ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ رَبَّ جِبْرَئِيْلَ وَمِيْكَائِيْلَ وَاِسْرَافِيْلَ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ اَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ اِهْدِنِيْ لِمَا اخْتُلِفَ فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِكَ اِنَّكَ تَهْدِيْ مَنْ تَشَاءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔ وَعَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَعَارَّ مِنَ اللَّيْلِ فَقَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَ

روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب رات میں اٹھتے نماز شروع کرتے تو کہتے اے اللہ اے جبریل اور میکائیل اور اسرافیل کے رب[1] آسمانوں اور زمین کے بنانے والے چھپے کھلے کے جاننے والے[2] تو ہی اپنے بندوں کا ان چیزوں میں فیصلہ کرے گا جن میں وہ جھگڑتے ہیں[3] مجھے اپنے کرم سے اس حق کی ہدایت دے جس میں اختلاف ہے تو جسے چاہے سیدھے رستے کی ہدایت دے[4] (مسلم) روایت ہے حضرت عبادہ ابن صامت سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو رات میں جاگے تو کہے کہ اللہ اکیلے کے سوا کوئی معبود نہیں اس کا کوئی شریک نہیں اسی کا ملک ہے اور اسی

۱؎ ظاہر یہ ہے کہ کلمات نماز تہجد کی تکبیر تحریمہ سے پہلے فرماتے تھے اللہ تعالٰی ساری مخلوق کا رب ہے مگر خصوصیت سے ان تینوں فرشتوں کا ذکر ان کے اشرف ہونے کی بنا پر کیا گیا اکثر علماء کا قول یہ ہے کہ تمام فرشتوں میں افضل حضرت جبریل ہیں کیونکہ خادم انبیاء ہیں اور حامل وحی ہیں پھر میکائیل کیونکہ رزق جسمانی کا تعلق ان سے ہے پھر اسرافیل کیونکہ آپ لوح محفوظ کے امین ہیں اور صور کے محافظ ہیں علیہم الصلوۃ والسلام اس ترتیب میں اور بھی قول ہیں۔

۲؎ خالق یعنی پیدا کرنے والا فاطر یعنی ایجاد کرنے والا چونکہ آسمان فیض دینے والے ہیں اور زمین فیض لینے والی نیز آسمان کفر و شرک گناہ سے محفوظ ہے اور زمین میں یہ سب کچھ موجود اس لیے آسمانوں کا ذکر پہلے کیا زمین کا بعد اور زمین آسمان سے افضل بھی ہے اور پہلے بھی غیب اور شہادت کا فرق پہلے بیان کیا جا چکا ہے رب تعالٰی کے لیے کوئی شے غیب نہیں ہمارے لیے بعض چیزیں غیب ہیں اور بعض شہادت

۳؎ قیامت کے دن عملی فیصلہ اس طرح کہ جھوٹوں سچوں میں فاصلہ فرما دے گا، قولی فیصلہ تو یہیں ہو چکا لہذا اس حدیث پر کوئی اعتراض نہیں۔

۴؎ یہ دعا ہماری تعلیم کے لیے ہے ورنہ اللہ تعالٰی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر طرح کی ہدایت ازل میں ہی دے چکا اب تمام عالم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہدایت بٹ رہی ہے رب تعالٰی فرماتا ہے وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ

لَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ثُمَّ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ اَوْ قَالَ ثُمَّ دَعَا اُسْتُجِيْبَ لَهٗ فَاِنْ تَوَضَّاَ وَصَلّٰى قُبِلَتْ صَلٰوتُهٗ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۔ اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ ۔ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اسْتَيْقَظَ مِنَ اللَّيْلِ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَسْتَغْفِرُكَ لِذَنْبِيْ وَاَسْاَلُكَ رَحْمَتَكَ اَللّٰهُمَّ زِدْنِيْ عِلْمًا وَلَا تُزِغْ قَلْبِيْ بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنِيْ وَهَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ ۔ وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

کی حمد ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے ۱؎ پاک ہے اللہ، اللہ کی حمد ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اللہ بڑا ہے اللہ کے بغیر طاقت و قوت نہیں پھر کہے اے رب مجھے بخش دے یا فرمایا کہ پھر دعا مانگے تو اس کی قبول ہوگی ۲؎ پھر اگر وضو کرے اور نماز پڑھے تو اس کی نماز قبول ہوگی ۳؎ (بخاری) دوسری فصل، روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات میں جاگتے تو کہتے تیرے سوا کوئی معبود نہیں، الٰہی تو پاک ہے تیری حمد ۱؎ اپنے گناہوں کی تجھ سے معافی چاہتا ہوں، تجھ سے تیری رحمت مانگتا ہوں ۲؎ الٰہی میرا علم بڑھا دے اور ہدایت کے بعد دل ٹیڑھا نہ کر ۳؎ مجھے اپنی طرف سے رحمت دے بے شک تو ہی دینے والا ہے ۴؎ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت معاذ ابن جبل سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۱؎ یہ دعا تہجد کے لیے اٹھتے ہی پڑھنی چاہیے تعارّ عَرٌّ سے بنا بمعنی آواز، چونکہ مسلمان جاگتے ہی کچھ ذکر الٰہی کرتا ہے اس لیے یہاں یہ لفظ جاگنے کے معنی میں استعمال ہوا، ملک اور ملکوت کا فرق بارہا بیان کیا جا چکا ہے، حقیقی ملک اللہ کا ہے مجازًا بندوں کا بھی مگر ملکوت خدا کے سوا کسی کا نہیں۔ ۲؎ اس سے معلوم ہوا دعا کے آداب میں سے یہ ہے کہ پہلے خدا کی حمد کرے پھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے پھر اپنے گناہوں کی معافی چاہے پھر دعا مانگے، ان شاء اللہ بالضرور قبول ہوگی خصوصًا تہجد کے وقت کہ اس وقت کی دعا تیر بہدف ہے، حضرت شیخ نے فرمایا کہ اس دعا کا نام دعائے درہم الکیس ہے یعنی تھیلی کی نقدی۔ ۳؎ اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی آخر رات میں جاگ کر تہجد نہیں پڑھ سکتا مگر یہ دعا مانگ لے تو ان شاء اللہ تعالٰی فائدے میں ہے، معذور لوگ جو تہجد نہیں پڑھ سکتے وہ یہ دعا ضرور پڑھ لیا کریں۔ ۴؎ اگرچہ یہ دونوں چیزیں بھی رحمت میں شامل تھیں لیکن چونکہ بہت شاندار نعمتیں ہیں اس لیے ان کا علیحدہ ذکر کیا۔ ۵؎ اس سے معلوم ہوا کہ علم کی انتہا نہیں اور کوئی شخص علم پر قناعت نہ کرے بلکہ ہمیشہ طالب علم رہے اور اپنے کو شیطان سے محفوظ نہ سمجھے دل بدلتے دیر نہیں لگتی یہ دعا ہماری تعلیم کے لیے ہے۔ ۶؎ یہاں رحمت سے مراد ایمان و ہدایت پر ثابت قدمی اور نیک اعمال کی توفیق ملنا ہے (مرقات)

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مُسْلِمٍ یَبِیْتُ عَلٰی ذِکْرٍ طَاہِرًا فَیَتَعَارُّ مِنَ اللَّیْلِ فَیَسْئَلُ اللّٰہَ خَیْرًا اِلَّا اَعْطَاہُ اللّٰہُ اِیَّاہُ رَوَاہُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاؤدَ ۔ وَعَنْ شَرِیْقٍ الْہَوْزَنِیِّ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰی عَائِشَۃَ فَسَئَلْتُہَا بِمَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَفْتَتِحُ اِذَا ہَبَّ مِنَ اللَّیْلِ فَقَالَتْ سَئَلْتَنِیْ عَنْ شَیْءٍ مَا سَئَلَنِیْ عَنْہُ اَحَدٌ قَبْلَکَ کَانَ اِذَا ہَبَّ مِنَ اللَّیْلِ کَبَّرَ عَشْرًا وَحَمِدَ اللّٰہَ عَشْرًا وَقَالَ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ عَشْرًا وَقَالَ سُبْحَانَ الْمَلِکِ الْقُدُّوْسِ عَشْرًا وَاسْتَغْفَرَ اللّٰہَ عَشْرًا وَہَلَّلَ اللّٰہَ عَشْرًا ثُمَّ قَالَ اللّٰہُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ ضِیْقِ الدُّنْیَا وَضِیْقِ یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ عَشْرًا ثُمَّ یَفْتَتِحُ الصَّلٰوۃَ رَوَاہُ اَبُوْدَاؤدَ ۔ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ ۔ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ

نے ایسا کوئی مسلمان نہیں جو رات گزارے ذکر الٰہی پر پاک ہو کر ۱؎ پھر رات کو اٹھے اللّٰہ سے خیر مانگے مگر اللّٰہ اسے وہ دیتا ہے ۲؎ (احمد وابوداؤد) روایت ہے حضرت شریق ہوزنی سے ۳؎ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ کے پاس گیا میں نے ان سے پوچھا کہ نبی کریم صلی اللّٰہ علیہ وسلم جب رات میں جاگتے تھے تو ابتداء کس چیز سے کرتے تھے فرمایا کہ تم نے مجھ سے وہ چیز پوچھی جو تم سے پہلے مجھ سے کسی نے نہ پوچھی ۴؎ جب حضور رات میں جاگتے تو دس بار تکبیر دس بار حمد کہتے اور دس بار سبحان اللّٰہ وبحمدہ دس بار سبحان الملک القدوس کہتے دس بار استغفار پڑھتے اور دس بار کلمہ پھر دس بار کہتے الٰہی میں دنیا اور قیامت کی تنگی سے تیری پناہ مانگتا ہوں ۵؎ پھر نماز شروع کرتے (ابوداؤد) تیسری فصل

روایت ہے حضرت ابوسعید

۱؎ یعنی باوضو سوئے اور اللّٰہ کا ذکر یا آیۃ الکرسی وغیرہ پڑھ کر سوئے بعض صوفیاء سوتے وقت پاس انفاس کرتے ہیں اور اسی حالت میں سو جاتے ہیں اس طرح کہ لا الٰہ پڑھ کر سانس کھینچتے ہیں اور الا اللّٰہ پر نکالتے ہیں یا محمد رسول اللّٰہ سے سانس کھینچتے ہیں اور یا رسول اللّٰہ پر سانس باہر نکالتے ہیں ان کا ماخذ یہ حدیث ہے اگر آخری نیند یعنی موت پر یہ عمل نصیب ہو جائے تو زہے نصیب۔ مرقات نے فرمایا کہ اس وقت تیمم ہی کر کے سو جائے یا طہارت سے مراد دل کا حسد اور کینہ وغیرہ سے پاک ہونا ہے ۲؎ اور ایسا شخص تمام رات کا عابد مانا جاتا ہے ۳؎ آپ بڑے پایہ کے تابعی ہیں، ہوزن جو قبیلہ ذی کلاع کا بطن ہے اس کی طرف منسوب ہیں۔ ۴؎ اس میں سوال کی تعریف ہے کہ رب تعالٰی نے تمہیں اچھی بات پوچھنے کی توفیق دی اس سوال سے صحابہ کرام کا عشق رسول ظاہر ہوتا ہے کہ وہ حضرات حضور صلی اللّٰہ علیہ وسلم کی ساری اندرونی و بیرونی زندگی معلوم کر کے اس کی نقل کرنا چاہتے تھے ۵؎ دنیا کی تنگی میں یہاں کی آفتیں بیماری اور قرض کی مصیبتیں وغیرہ سب داخل ہیں اور قیامت کی تنگی میں وہاں کی دھوپ اور گرمی حساب میں ناکامی وغیرہ شامل ہے یہ کل ستر کلمات ہوئے قربان جاؤں اس سونے اور جاگنے پر۔

قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ كَبَّرَ ثُمَّ يَقُوْلُ
سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا إِلٰهَ غَيْرُكَ ثُمَّ
يَقُوْلُ اللّٰهُ أَكْبَرُ كَبِيْرًا ثُمَّ يَقُوْلُ أَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ
مِنْ هَمْزِهٖ وَنَفْخِهٖ وَنَفْثِهٖ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُوْدَاؤُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَزَادَ أَبُوْدَاؤُدَ بَعْدَ
قَوْلِهٖ غَيْرُكَ ثُمَّ يَقُوْلُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ثَلٰثًا وَفِيْ اٰخِرِ الْحَدِيْثِ ثُمَّ يَقْرَأُ ۞ وَعَنْ رَبِيْعَةَ
بْنِ كَعْبٍ الْأَسْلَمِيِّ قَالَ كُنْتُ أَبِيْتُ عِنْدَ حُجْرَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَكُنْتُ أَسْمَعُهٗ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ يَقُوْلُ سُبْحَانَ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ الْهَوِيَّ
ثُمَّ يَقُوْلُ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ الْهَوِيَّ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَلِلتِّرْمِذِيِّ نَحْوُهٗ

سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب رات میں اٹھتے تو تکبیر کہتے پھر کہتے الٰہی تو پاک ہے تیری حمد ہے۔ تیرا نام برکت والا ہے تیری شان اونچی ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں ۱؎ پھر کہتے اللہ بہت ہی بڑا ہے پھر کہتے مردود شیطان سے سننے والے جاننے والے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں اس کے وسوسوں سے اس کی پھونک سے اس کے تکبر سے ۲؎ (ترمذی، ابوداؤد، نسائی) اور ابوداؤد نے غیرک کے بعد یہ بھی زیادہ کیا کہ پھر تین بار لا الٰہ الا اللہ کہتے اور آخر حدیث میں ہے پھر قرأت کرتے روایت ہے حضرت ربیعہ ابن کعب اسلمی سے فرماتے ہیں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرے کے پاس میں رات گزارتا تھا میں آپ کو سنتا تھا جب آپ رات میں اٹھتے تو بہت دیر تک کہتے جہانوں کا پالنے والا پاک ہے پھر بہت دیر تک کہتے اللہ پاک ہے اس کی حمد ہے ۳؎ (نسائی) ترمذی میں اس کی مثل ہے

۱؎ یہاں تکبیر سے مراد تکبیر تحریمہ ہے یعنی آپ تہجد کی نماز شروع فرما کر قرأت سے پہلے یہ ذکر کرتے جیسے اور نمازوں میں کیا جاتا ہے مگر اس نماز میں آپ چند کلمات اور زیادہ فرماتے خیال رہے کہ جد کے معنی عظمت ہیں یا جانے پناہ اسی لیے مال کو بھی جد کہتے ہیں کہ اس کے ذریعہ لوگوں کو عظمت ملتی ہے اور دادا کو بھی اس سے دادائی عظمتیں قائم ہوتی ہیں ۲؎ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شیطان بہکاتے وقت انسان پر پھونکیں مارتا ہے جس سے وسوسے اور ناجائز تکبر پیدا ہوتے ہیں کیونکہ لوہے کو لوہا کاٹتا ہے اور پھونک کو پھونک مٹاتی ہے اسی لیے مشائخ بھی شیطان وغیرہ کو دفع کرنے کے لیے دم ہی کرتے ہیں پھونک کی تاثیر کا اور فوائد ہماری کتاب اسرار الاحکام میں دیکھو ۳؎ یعنی ربیعہ اپنے گھر کی بجائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرے کے پاس رات گزارتے اور چوکھٹ شریف پر سر رکھ کر آرام کرتے تاکہ رات میں بوقت ضرورت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کریں اور آپ کے اعمال و اقوال شریفہ یاد کریں اسی خدمت کا صلہ انہیں وہ تھا جو باب السجود میں گزر چکا یعنی جنت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمراہی کریم کے دروازہ سے سب کچھ ملتا ہے غالب یہ ہے کہ یہ ذکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اندر حجرے میں کرتے تھے اور آپ باہر سنتے تھے۔

وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

بَابُ التَّحْرِيْضِ عَلٰى قِيَامِ اللَّيْلِ

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ ۞ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْقِدُ الشَّيْطَانُ عَلٰى قَافِيَةِ رَاْسِ اَحَدِكُمْ اِذَا هُوَ نَامَ ثَلٰثَ عُقَدٍ يَضْرِبُ عَلٰى كُلِّ عُقْدَةٍ عَلَيْكَ لَيْلٌ طَوِيْلٌ فَارْقُدْ فَاِنِ اسْتَيْقَظَ فَذَكَرَ اللّٰهَ انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ فَاِنْ تَوَضَّاَ انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ فَاِنْ صَلّٰى انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ فَاَصْبَحَ نَشِيْطًا

اور انہوں نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے

باب رات میں اٹھنے کی ترغیب ۱؎

پہلی فصل روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کوئی سو جاتا ہے تو شیطان اس کے سر کی گدی پر تین گرہیں لگا دیتا ہے ہر گرہ پر یہ پھونک دیتا ہے کہ ابھی رات بہت ہے سو جا ۲؎ پھر اگر بندہ بیدار ہو جاوے تو اللہ کا ذکر کرے تو ایک گرہ کھل جاتی ہے ۳؎ پھر اگر وضو کرے تو دوسری گرہ کھل جاتی ہے پھر اگر نماز پڑھے تو تیسری گرہ کھل جاتی ہے ۴؎ اور

۱؎ نماز تہجد کے فضائل بے شمار ہیں وہ وقت رب تعالٰی کی خاص رحمتیں اترنے کا ہے صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ نماز تہجد میں جنت کی لذتیں ہیں جو دنیا میں ہیں ۲؎ یہاں گرہ کے ظاہری معنی ہی مراد ہیں جادو کی ضرورت نہیں جادوگر دھاگے یا بالوں میں کچھ دم کرکے گرہ لگا دیتے ہیں جس کا اثر مسحور پر ہو جاتا ہے ایسے ہی شیطان انسان کے بالوں میں یا دھاگے میں صبح کے وقت غفلت کی تین گرہیں لگا دیتا ہے اسی لیے صبح کے وقت بڑے مزے کی نیند آتی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم انہیں گرہوں کے کھولنے کے لیے یہ عمل ارشاد فرمانے ۳؎ یعنی یہ لفظ کہہ کر دم کرتا ہے اور گرہ لگا دیتا ہے جس کے اثر سے انسان پر غفلت طاری ہو جاتی ہے مشائخ اللہ کا ذکر کرکے دھاگے پر پھونکتے اور گرہ لگاتے ہیں پھر مریض کے گلے میں ڈال دیتے ہیں یہ اس کا ماخذ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے معلوم ہوا کہ گنڈا حق ہے جو گنڈا کہ حدیث شریف میں منع آیا ہے وہ وہ گنڈا ہے جس پر شرکیہ الفاظ پڑھ کر دم کیا جائے ۴؎ یہاں اللہ کے ذکر سے وہ ذکر مراد ہے جو فرشتے یا مومن کرتا ہے جس کا ذکر پہلے ہو چکا یہ ذکر اس جادو کا اتار ہے خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر اور آپ پر درود شریف بھی اللہ کا ذکر ہے اگر درود پاک پڑھ لے تب بھی یہی فائدہ ہوگا ۵؎ ظاہر یہ ہے کہ یہاں نماز سے تہجد کی نماز مراد ہے اسی لیے صاحب مشکوٰۃ یہ حدیث تہجد کے باب میں لائے اور اگر کوئی نماز فجر کے لیے اٹھے اور یہ عمل کرے تب بھی ان شاء اللہ یہ فوائد ہوں گے بعض روایات میں اسی جگہ عُقَد ہے عقدہ کی جمع معنی یہ ہوئے کہ اگر نماز پڑھے تو ساری گرہیں کھل جاتی ہیں کیونکہ جب تیسری گرہ کھل گئی تو سب ہی کھل گئیں یا چونکہ نمازی آدمی وضو بھی کرتا ہے ذکر اللہ بھی لہذا نماز میں یہ دونوں چیزیں آگئیں۔ خیال رہے کہ حیض والی عورتوں کو نماز معاف ہے تو بھی حیض کے زمانہ میں جلد جاگیں اللہ کا ذکر کریں وضو کر لیں تو بہت اچھا ہے تاکہ گرہ کھل جاوے

طَيِّبَ النَّفْسِ وَاِلَّا اَصْبَحَ خَبِيْثَ النَّفْسِ كَسْلَانَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ، وَعَنِ الْمُغِيْرَةِ قَالَ قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى تَوَرَّمَتْ قَدَمَاهُ فَقِيْلَ لَهٗ لِمَ تَصْنَعُ هٰذَا وَقَدْ غُفِرَ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ قَالَ اَفَلَا اَكُوْنُ عَبْدًا شَكُوْرًا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ، وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ ذُكِرَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ فَقِيْلَ لَهٗ مَا زَالَ نَائِمًا حَتّٰى اَصْبَحَ مَا قَامَ اِلَى الصَّلٰوةِ قَالَ ذٰلِكَ رَجُلٌ بَالَ الشَّيْطَانُ فِيْ اُذُنِهٖ اَوْ قَالَ فِيْ اُذُنَيْهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ، وَعَنْ

وہ خوش دل پاک نفس صبح کرتا ہے ورنہ پلید طبیعت اور سست صبح پاتا ہے (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت مغیرہ سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں تک قیام فرمایا کہ آپ کے قدم سوج گئے ۱؎ آپ سے عرض کیا گیا کہ ایسا کیوں کرتے ہیں آپ کے تو اگلے پچھلے بخش دیئے گئے ۲؎ تو فرمایا کیا میں شکر گزار بندہ نہ ہوں ۳؎ (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص کا ذکر کیا گیا آپ سے عرض کیا گیا وہ صبح تک سوتا رہا نماز کے لیے نہ اٹھا ۴؎ آپ نے فرمایا کہ اس شخص کے کان میں شیطان نے پیشاب کر دیا یا فرمایا دونوں کانوں میں ۵؎ (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت

۱؎ یعنی نماز تہجد کی برکت سے دل میں خوشی، نفس میں پاکی نصیب ہوتی ہے جو اس سے محروم ہے وہ ان دونوں کے کمال سے محروم ہے۔ (مرقاۃ) اور جو نماز فجر سے غافل رہا اسے سستی بہت ہی ہوتی ہے جس کا منشا تندرستی کی اصل ہے صبح سوتے رہنا بیماریوں کی جڑ ہے اسی لیے سمجھ دار کفار بھی اندھیرے منہ جاگتے ہیں ۲؎ دراز قیام کے باعث یعنی تہجد میں آپ اتنا دراز قیام فرمایا کہ کھڑے کھڑے قدم پر ورم آگیا یہ حدیث شب بیدار پڑھنے والوں اور اولیاء صوفیاء کی دلیل ہے جو تمام رات نماز پڑھتے ہیں جیسے حضور غوث پاک اور امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہم اجمعین ان بزرگوں پر اعتراض نہ کرو ۳؎ یعنی یا حبیب اللہ یہ تہجد کا قیام ہم لوگ کریں تو مناسب ہے کہ ہم گنہگار ہیں اللہ تعالٰی اس کی برکت سے ہمارے گناہ بخش دے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے اگلے پچھلے گناہ بخش دیئے گئے پھر اتنی مشقت کیوں اٹھاتے ہیں خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اگلے پچھلے گناہ، بخشش کی بہت توجیہیں عرض کی جا چکی ہیں جن میں سے ایک یہ ہے جو ابھی عرض کی گئی ۴؎ یعنی میری یہ نماز مغفرت کے لیے نہیں بلکہ مغفرت کے شکریہ کے لیے ہے۔ خیال رہے کہ ہم لوگ عبد ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم عبدہ ہیں ہم لوگ شاکر ہو سکتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم شکور ہیں یعنی ہر طرح ہر وقت ہر قسم کا اعلیٰ شکر کرنے والے مقبول بندے حضرت علی فرماتے ہیں کہ جنت کی لالچ میں عبادت کرنے والے تاجر ہیں۔ دوزخ کے خوف سے عبادت کرنے والے غلام ہیں مگر شکر کی عبادت کرنے والے احرار ہیں (ربیع الابرار و مرقاۃ) ۵؎ نماز تہجد کے لیے یا نماز فجر کے لیے پہلے معنی زیادہ مناسب ہیں کیونکہ صحابہ کرام نماز فجر قضا نہ کرتے تھے اور ممکن ہے کسی منافق کا واقعہ ہو جو فجر میں دیر سے آتے تھے معلوم ہوا کہ نماز فجر میں رہ جانا بڑی نحوست ہے یہ ذکر تابعی کی غیبت نہیں بلکہ اصلاح کی شکایت ہے اصلاح کی غرض سے کرنا جائز ہے غیبت نہیں۔

اُمِّ سَلَمَۃَ قَالَتْ اِسْتَیْقَظَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْلَۃً فَزِعًا یَقُوْلُ سُبْحٰنَ اللّٰہِ مَاذَا اُنْزِلَ اللَّیْلَۃَ مِنَ الْخَزَائِنِ وَمَاذَا اُنْزِلَ مِنَ الْفِتَنِ مَنْ یُّوْقِظُ صَوَاحِبَ الْحُجُرٰتِ یُرِیْدُ اَزْوَاجَہٗ لِکَیْ یُصَلِّیْنَ رُبَّ کَاسِیَۃٍ فِی الدُّنْیَا عَارِیَۃٌ فِی الْاٰخِرَۃِ رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَنْزِلُ رَبُّنَا تَبَارَکَ وَتَعَالٰی کُلَّ لَیْلَۃٍ اِلَی السَّمَآءِ الدُّنْیَا حِیْنَ یَبْقٰی ثُلُثُ اللَّیْلِ الْاٰخِرُ یَقُوْلُ مَنْ یَّدْعُوْنِیْ فَاَسْتَجِیْبَ لَہٗ مَنْ یَّسْئَلُنِیْ فَاُعْطِیَہٗ مَنْ یَّسْتَغْفِرُنِیْ فَاَغْفِرَ لَہٗ

ام سلمہ سے فرماتی ہیں کہ ایک رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم گھبرائے ہوئے بیدار ہوئے کہ فرماتے تھے سبحان اللہ اس رات کتنے خزانے اترے ہیں اور کتنے فتنے نازل ہوئے ہیں ۱؎ ان حجرے والیوں کو کون اٹھائے ۲؎ آپ کی بیویوں کو کہ نماز پڑھیں بہت سی دنیا میں ڈھکی ہوئی آخرت میں ننگی ہوں گی ۳؎ (بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہر رات جب آخری تہائی رات رہتی ہے تو ہمارا رب تعالٰی دنیا کے آسمان کی طرف نزول فرماتا ہے ۴؎ ارشاد فرماتا ہے کہ کون ہے جو مجھ سے دعا کرے کہ میں قبول کروں کون مجھ سے مانگتا ہے کہ میں اسے دوں کون ہے جو مجھ سے مغفرت طلب کرتا ہے کہ میں اسے بخش دوں ۵؎

۸؎ حدیث بالکل ظاہری معنی پر ہے تاویل کی کوئی ضرورت نہیں شیطان کھاتا بھی ہے پیتا بھی ہے۔ قے بھی کرتا ہے گوز بھی مارتا ہے لہذا پیشاب بھی کرتا ہے چونکہ کان ہی سے اذان کی آواز سنی جاتی ہے اس لیئے وہ خبیث غافل کے کان ہی میں موتتا ہے یعنی اسے ذلیل بھی کرتا ہے اور غافل بھی (لمعات) احتمال ہے کہ یہ حکم ان لوگوں کے لیئے ہے جو اپنی کوتاہی کی وجہ سے صبح کو نہ جاگیں۔ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کا تعریس کی رات صبح کو نہ جاگنا رب کی طرف سے تھا تاکہ امت کو نماز فجر قضا پڑھنے کے احکام معلوم ہوں۔

۱؎ یعنی اس رات فاسقوں کے لیئے فتنے اترے ہیں اور عابدوں کے لیئے اللہ کی رحمتیں۔ مرقاۃ نے فرمایا کہ فتنوں سے مراد صحابہ کرام کی آپس کی جنگیں ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رات اپنی آنکھوں سے ملاحظہ فرمائیں اور ہوسکتا ہے کہ قیامت تک جو فتنے اور جنگیں دنیا میں آئیں گی حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے آج ہی اپنی آنکھوں سے ملاحظہ فرمائیں جیسے ہم خواب یا خیال میں پوشیدہ واقعات دیکھ لیتے ہیں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی نگاہ ہمارے خواب وخیالات سے زیادہ تیز ہے ۲؎ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کلمات اتنی آواز سے فرمائے کہ ازواج مطہرات نے بھی سن لیئے اور تمام تہجد کے لیئے اٹھ بیٹھیں آپ کا فرمانا کہ کون اٹھائے انہیں اٹھانے ہی کے لیئے تھا ۳؎ یعنی جسم کا لباس کپڑا ہے روح کا لباس اعمال بہت سی مالدار اور عیاش عورتیں جو یہاں لباس فاخرہ پہنتی ہیں وہ قیامت میں اعمال سے خالی ہوں گی لہذا اے بیبیو وہاں کے لباس کی تیاری کرو ۴؎ یعنی اس کی رحمت اس کا کرم ادھر توجہ فرماتا ہے کیونکہ اللہ تعالٰے اترنے چڑھنے سے پاک ہے (لمعات) اس سے معلوم ہوا کہ رات دن سے افضل ہے کیونکہ قبولیت کی ساعت ہفتے میں ایک دن یعنی جمعہ میں آتی ہے اور وہ بھی مبہم ہے چھپی ہوتی ہے۔ مگر رات میں روزانہ قبولیت کی ایک

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ ثُمَّ يَبْسُطُ يَدَيْهِ وَيَقُوْلُ مَنْ يُقْرِضُ غَيْرَ عَدُوْمٍ وَّلَا ظَلُوْمٍ حَتّٰى يَنْفَجِرَ الْفَجْرُ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ فِي اللَّيْلِ لَسَاعَةً لَا يُوَافِقُهَا رَجُلٌ مُسْلِمٌ يَسْأَلُ اللّٰهَ فِيْهَا خَيْرًا مِّنْ اَمْرِ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ اِلَّا اَعْطَاهُ اِيَّاهُ وَذٰلِكَ كُلَّ لَيْلَةٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَبُّ الصَّلٰوةِ اِلَى اللّٰهِ صَلٰوةُ دَاوٗدَ وَاَحَبُّ الصِّيَامِ اِلَى اللّٰهِ صِيَامُ دَاوٗدَ وَكَانَ يَنَامُ نِصْفَ اللَّيْلِ وَيَقُوْمُ

(مسلم بخاری) اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ پھر اپنے ہاتھ پھیلاتا ہے اور فرماتا ہے کون قرض دیتا ہے اسے جو نہ فقیر ہے نہ ظالم۲ حتیٰ کہ فجر چمک جاتی ہے۔ روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ رات میں ایک گھڑی ہے نہیں پاتا اسے کوئی مسلمان کہ اللہ سے اس میں دنیا و آخرت کی بھلائی مانگے مگر رب اسے دیتا ہے اور یہ گھڑی ہر رات میں ہے۳ (مسلم) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ کو پیاری نماز داؤد علیہ السلام کی ہے اور اللہ کو پیارے روزے داؤد علیہ السلام کے ہیں۱ کہ آپ آدھی رات سوتے تھے اور

ساعت مل جاوے بہت سی ساعتیں ہوتی ہیں رب اس وقت مانگنے کی توفیق دے ۵؎ اگرچہ رب کا یہ فرمان براہ راست ہم نہیں سنتے لیکن جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمان ہم تک پہنچا دیا تو گویا ہم نے سن ہی لیا لہذا حدیث پر اعتراض نہیں کہ اس فرمانے سے فائدہ کیا خیال رہے کہ رات کا آخری تہائی دنیا کے ہر حصے میں مختلف اوقات میں ہے مثلاً ہندوستان میں رات کے نو بجے ہوں تو مکہ معظمہ میں رات کے تین ہوں جس حصے میں جس وقت تہائی رات باقی رہے گی اس حصے میں اسی وقت یہ توجہ کرم ہوگی۔

۱؎ یہ جملہ متشابہات سے ہے اللہ تعالٰی ہاتھ اور ہاتھ پھیلانے سے پاک ہے لہذا اس سے مراد اپنی رحمت و کرم کا وسیع فرمانا ہے ۲؎ یعنی تمہاری نیکیاں ہم پر گویا قرض ہوں گی جن کا عوض ہم ضرور دیں گے جیسے قرض خواہ کو خوشی اور دل مقروض کی طرف سے قرضہ ملنے کا اطمینان ہو جاتا ہے خیال رہے کہ فقیر تو اپنی حاجت روائی کے لیے قرض لیتے ہیں اور غنی و سلاطین رعایا کی حاجت روائی کیلیے قرض لیتے ہیں شاہی بنک پبلک کا روپیہ اس لیے اپنے پاس رکھتے ہیں یا ملازمین کا فنڈ کاٹتے ہیں تاکہ یہ لوگ اپنی کمائی برباد نہ کریں۔ پھر اسے قرض کہتے ہیں اور بوقت ضرورت مع سود واپس کرتے ہیں رب تعالٰی کا یہ قرض طلب فرمانا دوسری قسم کا ہے اور اسے قرض کہنا اظہار کرم اور بندے کے اطمینان کے لیے ہے ۳؎ بعض علماء نے فرمایا کہ روزانہ شب کی یہ ساعت قبولیت پوشیدہ ہے جیسے جمعہ کی ساعت مگر حق یہ ہے کہ پوشیدہ نہیں کیونکہ گزشتہ حدیث میں بتا دی گئی ہے یعنی رات کا آخری تہائی خصوصاً اس تہائی کا آخری حصہ جو ساری رات کا آخری چھٹا حصہ ہے یعنی صبح صادق سے متصل ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اس وقت مومن کی دعا قبول ہوتی ہے نہ کہ کافر کی اگر قبولیت چاہتے ہو تو ایمان کامل کرو

ثُلُثَهٗ وَيَنَامُ سُدُسَهٗ وَيَصُوْمُ يَوْمًا وَيُفْطِرُ يَوْمًا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ❁ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ تَعْنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنَامُ اَوَّلَ اللَّيْلِ وَيُحْيِيْ اٰخِرَهٗ ثُمَّ اِنْ كَانَتْ لَهٗ حَاجَةٌ اِلٰى اَهْلِهٖ قَضٰى حَاجَتَهٗ ثُمَّ يَنَامُ فَاِنْ كَانَ عِنْدَ النِّدَاءِ الْاَوَّلِ جُنُبًا وَثَبَ فَاَفَاضَ عَلَيْهِ الْمَآءَ وَاِنْ لَمْ يَكُنْ جُنُبًا تَوَضَّاَ لِلصَّلٰوةِ ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ❁ اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ ❁ عَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ قَالَ قَالَ

تہائی رات کھڑے رہتے پھر چھٹا حصہ سوتے[1] اور ایک دن روزہ رکھتے ایک دن افطار کرتے[2] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اول رات سوتے تھے اور آخر رات جاگتے تھے پھر اگر آپ کو اپنے اہل سے حاجت ہوتی تو حاجت پوری فرماتے پھر سو جاتے[3] پھر اگر پہلی اذان کے وقت جنابت میں ہوتے جلدی کھڑے ہو کر اپنے پر پانی بہاتے اور اگر جنبی نہ ہوتے تو نماز کے لیئے وضو کرتے پھر دو رکعتیں پڑھتے[4] (مسلم بخاری) تیسری فصل روایت ہے

حضرت ابو امامہ سے فرماتے ہیں

[1] یہاں تہائی رات سے تہجد کی نماز مراد ہے اور [2] روزے سے نفل روزے جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دیگر انبیائے کرام بھی تہجد اور نفلی روزے ادا کرتے تھے مگر ان کے طریقے اور تھے حضرت داؤد علیہ السلام کا یہ طریقہ تھا جو یہاں مذکور ہے[1] یعنی دو تہائی رات سونے اور ایک تہائی رات جاگتے تھے اور اس جاگنے اور نماز کو دو نیندوں کے درمیان کرتے اب بھی یہی چاہیئے[2] اسی طرح نوافل تہجد اور نفل روزوں کی محبوبیت کی چند وجہ ہیں ایک یہ کہ اس میں روح کا حق بھی ادا ہوتا ہے اور نفس کا حق بھی۔ تمام رات سوتے ہمیشہ افطار کرتے رہتے تو روح کا حق رہ گیا اور رات بھر جاگنے ہمیشہ روزے میں نفس کا حق مارا گیا دوسرے یہ کہ اس طرح تہجد و روزے نفس پر بھاری ہیں لہٰذا رب کو پیارے ہیں کیونکہ ہمیشہ روزے رکھنے میں روزہ عادت بن کر آسان معلوم ہونے لگتا ہے مگر اس طرح ہر روزے میں نئی لذت محسوس ہوتی ہے تیسرے یہ کہ اس میں جسمانی طاقت بحال رہتی ہے کمزوری نہیں طاقت ہی سے ساری عبادتیں ہوتی ہیں۔ خیال رہے کہ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف تیرھویں، چودھویں پندرھویں روزے رکھے کبھی یہ بھی کیا کہ چند تاریخوں میں مسلسل روزے کبھی مسلسل افطار تاکہ امت پر آسانی ہو نیز حضور صلے اللہ علیہ وسلم ابو الوقت ہیں جو عمل کریں وہ افضل ہے رات کی ہر ساعت کو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے نفل سے شرف حاصل ہوا اور مہینہ کی ہر تاریخ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روزے سے عزت ملی[3] اس سے معلوم ہوا بیوی سے قربت کا بہترین وقت آخری رات ہے۔ یعنی بعد تہجد کہ اس وقت معدہ خالی ہوتا ہے بھرے پیٹ صحبت نقصان دہ ہے اور اس وقت کی قربت سے جو اولاد ہوگی وہ ان شاء اللہ نیک و صالح ہوگی خصوصاً جب تہجد کے بعد قربت ہو صحبت صرف شہوت پوری کرنے کے لیئے نہیں بلکہ اس میں اور بھی مصلحتیں ہیں۔ ظاہر یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وضو کر کے سوتے تھے جیسا کہ دیگر روایات میں ہے اور یہ عمل بھی دائمی نہ تھا۔ بلکہ کبھی غسل کر کے سوتے تھے یہ عمل بیان جواز کے لیئے ہے اور وہ عمل بیان استحباب کے لیئے[4] یہ سنت فجر کی رکعتیں تھیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں ادا

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْكُمْ بِقِيَامِ اللَّيْلِ فَاِنَّهٗ دَاْبُ الصّٰلِحِيْنَ قَبْلَكُمْ وَهُوَ قُرْبَةٌ لَّكُمْ اِلٰى رَبِّكُمْ وَمَكْفَرَةٌ لِّلسَّيِّاٰتِ وَمَنْهَاةٌ عَنِ الْاِثْمِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ❁ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثَةٌ يَضْحَكُ اللّٰهُ اِلَيْهِمُ الرَّجُلُ اِذَا قَامَ بِاللَّيْلِ يُصَلِّيْ وَالْقَوْمُ اِذَا صَفُّوْا فِي الصَّلٰوةِ وَالْقَوْمُ اِذَا صَفُّوْا فِيْ قِتَالِ الْعَدُوِّ رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ ❁ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ عَبَسَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقْرَبُ مَا يَكُوْنُ الرَّبُّ مِنَ الْعَبْدِ

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم رات میں اٹھنا لازم پکڑو[1] کیونکہ یہ تم سے پہلے نیکوں کا طریقہ ہے[2] اور رب کی طرف قربت کا ذریعہ گناہوں کو مٹانے والا اور آئندہ گناہوں سے بچانے والا ہے[3] (ترمذی) روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تین شخص ہیں جن سے اللہ راضی ہوتا ہے آدمی جب رات میں نماز پڑھنے کھڑا ہو اور قوم جب کہ نماز میں صف باندھیں اور قوم جب کہ دشمن کی جنگ میں صف آرا ہوں[4] (شرح سنہ) روایت ہے حضرت عمرو ابن عبسہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ رب بندے سے آخری رات کے وسط میں بہت قریب ہوتا ہے[5]

فرماتے تھے اور فجر کے فرض باجماعت مسجد میں پڑھی سنت ہے اور اگر بعد سنت فجر ستر بار استغفار پڑھ لی جائے تو بہت ہی بہتر ہے۔

[1] یہ امر وجوب کے لیے نہیں بلکہ تاکید کے لیے ہے، تہجد واجب یا فرض نہیں بلکہ سنت مؤکدہ ہے وہ بھی علی الکفایہ۔ [2] یعنی گزشتہ انبیاء و اولیاء کا طریقہ ہے لہذا یہ فطرت ہے معلوم ہوا کہ سارے انبیاء و اولیاء نے تہجد پڑھی اور خاص دعائیں اس وقت مانگیں دیکھو یعقوب علیہ السلام نے اپنے فرزندوں سے کہا کہ ابھی نہیں بلکہ اور وقت تمہاری مغفرت کی دعا کروں گا یعنی تہجد پڑھ کر۔ اس حدیث میں اشارۃً فرمایا گیا کہ جو تہجد نہ پڑھے وہ کامل صالح نہیں خیال رہے کہ ہم گنہگاروں کی تہجد کیا ہاں اس میں اچھوں کی نقل ہے اللہ تعالٰی اس نقل کے طفیل اصل کو بھی قبول کر لیتا ہے جو صاحب تہجد پڑھیں انہیں فقیر کی وصیت ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے پڑھا کریں وہاں سے بہت ملے گا۔ [3] اس پر تجربہ بھی گواہ ہے کہ تہجد کی برکت سے گناہوں کی عادت چھوٹ جاتی ہے حضور سچے ان کی ہر بات سچی صلی اللہ علیہ وسلم۔ [4] اس میں اشارۃً فرمایا گیا کہ تہجد تنہا پڑھنا چاہیے اور فرائض نماز و جہاد جماعت سے چونکہ یہ کام اللہ کو پیارے ہیں لہذا ان کے لیے اٹھنا بھی اسے پیارا اور لطف والے بھی ظاہر یہ ہے کہ یہاں قیام سے مراد تہجد کے لیے اٹھنا ہے لہذا اس وقت جاگنا ضروریات سے فارغ ہونا وضو وغیرہ کرنا سبھی خدا کو پیارا ہے۔ [5] یعنی رب کی رحمت اور اس کے انوارات رات کے آخری چھٹے حصہ میں بندے سے بہت قریب ہوتی ہے خیال رہے کہ یہاں قربت اوقات مراد ہے اور سجدے سے قرب احوال مراد لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ بندہ سجدے میں زیادہ قریب ہوتا ہے اگر اس وقت بندہ سجدے میں گیا ہو تو اسے وقت کا قرب بھی حاصل ہوگا اور حال کا بھی۔

فِي جَوْفِ اللَّيْلِ الْآخِرِ فَإِنِ اسْتَطَعْتَ أَنْ تَكُونَ مِمَّنْ يَذْكُرُ اللّٰهَ فِي تِلْكَ السَّاعَةِ فَكُنْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ إِسْنَادًا؞ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَحِمَ اللّٰهُ رَجُلًا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ فَصَلَّى وَأَيْقَظَ امْرَأَتَهُ فَصَلَّتْ فَإِنْ أَبَتْ نَضَحَ فِي وَجْهِهَا الْمَاءَ رَحِمَ اللّٰهُ امْرَأَةً قَامَتْ مِنَ اللَّيْلِ فَصَلَّتْ وَأَيْقَظَتْ زَوْجَهَا فَصَلَّى فَإِنْ أَبَى نَضَحَتْ فِي وَجْهِهِ الْمَاءَ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ؞ وَعَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ قِيلَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَيُّ الدُّعَاءِ أَسْمَعُ قَالَ جَوْفُ اللَّيْلِ الْآخِرِ وَدُبُرَ الصَّلَوٰتِ الْمَكْتُوبَاتِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ

اگر تم یہ کرسکو کہ اس وقت اللہ کے ذاکرین میں سے ہو تو ہی جاؤ[1] (ترمذی) اور فرمایا کہ یہ حدیث اسناد میں حسن صحیح غریب ہے[2] روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ اس شخص پر رحم کرے جو رات میں اٹھ کر نماز پڑھے اور اپنی بیوی کو بھی جگائے کہ وہ بھی پڑھ لے اگر وہ انکار کرے تو اس کے منہ پر پانی چھڑک دے اللہ اس عورت پر رحم کرے جو رات میں اٹھ کر نماز پڑھے اور اپنے خاوند کو بھی جگائے کہ وہ بھی پڑھ لے اگر وہ نہ مانے تو اس کے منہ پر پانی چھڑک دے[3] (ابوداؤد، نسائی) روایت ہے حضرت ابو امامہ سے فرماتے ہیں عرض کیا گیا یارسول اللہ کون سی دعا زیادہ سنی جاتی ہے فرمایا آخری رات کے درمیان کی اور فرض نمازوں کے پیچھے[4] (ترمذی)

[1] اس میں خطاب حضرت عمرو ابن عبسہ سے ہے اور ان کے ذریعہ ہم سب لوگوں سے شیخ نے اشعۃ اللمعات میں لکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان عمرو ابن عبسہ کے ایمان لانے کے وقت تھا آپ بیت اللہ شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تہجد دیکھ کر فدا ہو گئے تھے اور اسی دم ایمان لے آئے آپ چوتھے مؤمن ہیں شعر۔ دیوانہ کنی ہر دو جہانش بخشی ٭ دیوانہ تو ہر دو جہاں را چہ کند [2] یعنی اس حدیث کی چند اسنادیں ہیں بعض اسنادوں میں غریب ہے بعض میں حسن بعض میں صحیح مرقاۃ نے یہاں فرمایا کہ غرابت اور صحت میں منافات نہیں۔ [3] بیوی کا یہ پانی چھڑکنا خاوند کی نافرمانی یا اس کی بے ادبی نہیں بلکہ اسے نیکی کی رغبت دینا اور اس پر امداد کرنا۔ رب تعالی فرماتا ہے وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى اس سے معلوم ہوا کہ کسی سے جبرًا نیکی کرانا ممنوع نہیں بلکہ مستحب ہے مرقاۃ۔ خیال رہے کہ لوگ عوام کی بزرگوں کی مشائخ کی دعا لینے کے لیے بڑے بڑے پاپڑ بیلتے ہیں۔ دوستو اگر جناب مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا لینی ہے تو خود بھی تہجد پڑھو اور اپنی بیویوں کو بھی پڑھاؤ بعض روایات میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ اس جوڑے کو ہرا بھرا رکھے۔ [4] آخر صفت لیل کی ہے مذکر جوف کی آخری تہائی حصہ اس تہائی کا درمیانی وقت یعنی رات کا چھٹا حصہ فرض نمازوں سے مراد نماز پنجگانہ ہے خواہ ان میں فرضوں کے بعد دعا کرے یا سنتوں اور نوافل سے فارغ ہو کر بعض بزرگ اہم دعائیں فرضوں کے بعد ہی مانگ لیتے ہیں سنتیں و نفل بعد میں پڑھتے ہیں۔

وَعَنْ اَبِیْ مَالِكٍ الْاَشْعَرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ فِی الْجَنَّةِ غُرَفًا
يُرٰى ظَاهِرُهَا مِنْ بَاطِنِهَا وَبَاطِنُهَا مِنْ ظَاهِرِهَا اَعَدَّهَا اللّٰهُ لِمَنْ اَلَانَ الْكَلَامَ
وَاَطْعَمَ الطَّعَامَ وَتَابَعَ الصِّيَامَ وَصَلّٰى بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ رَوَاهُ الْبَيْهَقِیُّ فِیْ شُعَبِ
الْاِيْمَانِ وَرَوَى التِّرْمِذِیُّ عَنْ عَلِیٍّ نَحْوَهٗ وَفِیْ رِوَايَتِهٖ لِمَنْ اَطَابَ الْكَلَامَ۔ اَلْفَصْلُ
الثَّالِثُ۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ لَا تَكُنْ مِثْلَ فُلَانٍ كَانَ يَقُوْمُ مِنَ اللَّيْلِ فَتَرَكَ قِيَامَ
اللَّيْلِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ وَعَنْ عُثْمَانَ بْنِ اَبِی الْعَاصِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

روایت ہے حضرت ابومالک اشعری سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جنت میں ایسے دریچے ہیں کہ جن کا باہر اندر سے اور اندر باہر سے دیکھا جاتا ہے ۱؎ اللہ نے ان کے لیئے بنائے جو بات نرم کریں اور کھانا کھلائیں ۲؎ اور متواتر روزے رکھیں اور جب لوگ سوتے ہوں تو رات میں نماز پڑھیں ۳؎ (بیہقی شعب الایمان) اور ترمذی نے حضرت علی سے اس کی مثل روایت کی اور ایک روایت میں ہے جو اچھا کلام کرے۔ تیسری فصل
روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو ابن عاص سے فرماتے ہیں مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عبداللہ فلاں کی طرح نہ ہونا جو رات کو اٹھتا تھا پھر رات کا اٹھنا چھوڑ دیا ۱؎ (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت عثمان ابن ابوالعاص سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۱؎ یعنے ان کی دیواریں اور کواڑ ایسے صاف اور شفاف کہ نگاہ کو نہیں روکتے جس کا نمونہ کچھ دنیا میں شیشے کی دیواروں اور کواڑوں میں نظر آتا ہے اس شفافی میں اس کے حسن وخوبی کی طرف اشارہ ہے ۲؎ یعنے وہ دریچے ان لوگوں کے لیئے ہیں جن میں یہ چار صفات جمع ہوں ہر مسلمان دوست یا دشمن سے نرمی سے بات کرنا کہ یہ سنت کلامی بھی عبادت ہے رب تعالٰی فرماتا ہے اَشِدَّآءُ عَلَی الْكُفَّارِ اور فرماتا ہے وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ ہر خاص وعام کو کھانا کھلانا اس میں مشائخ کے لنگروں کا ثبوت ہے بعض بزرگوں کے ہاں جو لنگر پکتا ہے اس کو جو پکانا پانی دیا جاتا ہے وہ طعام کو بہت عام کرتے ہیں ۳؎ یعنی ہمیشہ روزے رکھیں سوا ان پانچ دنوں کے جن میں روزہ حرام ہے یعنے شوال کی پہلی اور ذی الحجہ کی دسویں تا تیرھویں یہ حدیث ان لوگوں کی دلیل ہے جو ہمیشہ روزے رکھتے ہیں بعض نے فرمایا کہ اس کے معنی ہیں ہر مہینہ میں مسلسل تین روزے رکھے کیونکہ نماز تہجد ریا سے دور ہے اور تمام نمازوں کی زینت اس لیئے اس کے پڑھنے والے کو حوریں و دریچے دیئے گئے خلاصہ یہ ہے کہ جود وسجود کا اجتماع بہترین وصف ہے۔ شعر: شرف مرد بجود است وکرامت بسجود ہر کہ ایں ہر دو ندارد عدمش بہ زوجود ۱؎ یا عذر یا محض سستی کی وجہ سے اس سے معلوم ہوا کہ تہجد گزار کو تہجد چھوڑنا بہت برا ہے اشعۃ اللمعات میں ہے کہ عبداللہ ابن عمرو تمام رات عبادت کرتے تھے ان کے والد اس سے منع کرتے تھے مگر نہ مانتے تھے چنانچہ ان کے والد نے بارگاہ رسالت میں ان کی شکایت کی تب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا مقصد یہ ہے کہ تم میں سے یہ عبادت

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ كَانَ لِدَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنَ اللَّيْلِ سَاعَةٌ يُوقِظُ فِيهَا أَهْلَهُ يَقُولُ
يَا آلَ دَاوُدَ قُومُوا فَصَلُّوا فَإِنَّ هٰذِهِ سَاعَةٌ يَسْتَجِيبُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ فِيهَا الدُّعَاءَ
إِلَّا لِسَاحِرٍ أَوْ عَشَّارٍ رَوَاهُ أَحْمَدُ، وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ أَفْضَلُ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الْمَفْرُوضَةِ صَلٰوةٌ فِي جَوْفِ اللَّيْلِ رَوَاهُ
أَحْمَدُ، وَعَنْهُ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّ فُلَانًا
يُصَلِّي بِاللَّيْلِ فَإِذَا أَصْبَحَ سَرَقَ فَقَالَ إِنَّهُ سَيَنْهَاهُ مَا تَقُولُ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالْبَيْهَقِيُّ
فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ، وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ وَأَبِي هُرَيْرَةَ قَالَا قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

کو فرماتے سنا کہ داؤد علیہ السلام کی رات میں ایک گھڑی ایسی تھی جس میں اپنے گھر والوں کو جگاتے تھے ۱ فرماتے تھے
اے داؤد کے گھر والو اٹھو نماز پڑھو کیونکہ یہ وہ گھڑی ہے جس میں اللہ تعالٰی جادوگر یا محصولیوں کے سوا سب کی دعا
قبول فرماتا ہے ۲ (احمد) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے
سنا کہ فرائض کے بعد بہترین نماز درمیانی رات کی ہے ۳ (احمد) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں کہ ایک شخص نبی
صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو عرض کیا فلاں شخص رات میں تو نماز پڑھتا ہے جب صبح ہوتی ہے چوری کرتا ہے ۴ فرمایا
کہ اسے نماز اس چیز سے روک دے گی جو تو کہہ رہا ہے ۵ (احمد، بیہقی، شعب الایمان) روایت ہے حضرت ابوسعید و
ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

چھوڑ سکے گی اور تم اصل تہجد بھی چھوڑ بیٹھو گے شیخ ابن حجر فرماتے ہیں کہ بہت تلاش کے باوجود ان صاحب کا نام نہ ملا جو یہ قیام چھوڑ بیٹھے تھے۔ ۱ یعنی ساری بیویاں اور سارے بچوں کو کیونکہ لفظ اہل ان سب کو شامل ہے ۲ چونکہ یہ دونوں بڑے ظالم ہوتے ہیں کہ جادوگر لوگوں پر جادو کر کے بلاوجہ ظلم کرتا ہے اور چنگی والے ٹیکس وصول کرنے والے مالی ظلم بہت کرتے ہیں اور ان کے ذمہ حقوق العباد بہت ہوتے ہیں اس لیے ان کی تہجد کے وقت مانگی ہوئی دعا بھی قبول نہیں ہوتی کیونکہ لوگوں کی بددعائیں ان کے پیچھے پڑی ہوتی ہیں صوفیاء فرماتے ہیں دعا کی قبولیت چاہتے ہو تو بددعائیں نہ لو۔ عشار عشر سے بنا یعنی پیداوار کا دسواں حصہ جو حکومت لیتی ہے ۳ اس حدیث کی بنا پر بعض علماء نے فرمایا کہ سنن مؤکدہ سے نماز تہجد افضل ہے کسی نے جنید بغدادی کو بعد وفات خواب میں دیکھا پوچھا کیا گزری فرمایا عبادات ضائع ہو گئیں اشارات فنا ہو گئے تہجد کی رکعات کام آ گئیں ۴ یعنی رات کے آخری حصہ میں چوری کرتا ہے یا دن میں کم تولتا ہے یہ بھی ایک قسم کی چوری ہے ۵ یعنی نماز کی برکت سے وہ ان عیوب سے توبہ کرے گا یہ حدیث اس بات کی شرح ہے اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ خیال رہے کہ سارے صحابہ عادل ہیں کوئی فاسق نہیں بعد گناہ پر قائم کوئی نہ رہا۔ بعض تو پہلے ہی سے گناہوں سے محفوظ تھے جیسے ابوبکر صدیق اور بعض سے گناہ سرزد ہوئے اور بعد میں تائب ہو گئے جیسے یہ شخص جس کی شکایت ہوئی یہ بھی خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ تو اس چور کے ہاتھ اس وقت کٹوائے کیونکہ چوری کا ثبوت شرعی نہ ہوا نہ شکایت کرنے والے کو غیبت پھر کوئی تنبیہ فرمائی

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَيْقَظَ الرَّجُلُ أَهْلَهُ مِنَ اللَّيْلِ فَصَلَّيَا أَوْ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ جَمِيعًا كُتِبَا
فِي الذَّاكِرِينَ وَالذَّاكِرَاتِ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ. وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ
رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَشْرَافُ أُمَّتِي حَمَلَةُ الْقُرْآنِ وَأَصْحَابُ اللَّيْلِ رَوَاهُ
الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ. وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ أَبَاهُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ
كَانَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ مَا شَاءَ اللهُ حَتَّى إِذَا كَانَ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ أَيْقَظَ أَهْلَهُ لِلصَّلٰوةِ يَقُولُ
لَهُمُ الصَّلٰوةَ ثُمَّ يَتْلُوا هٰذِهِ الْآيَةَ وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا لَا نَسْأَلُكَ رِزْقًا

سے کہ جب کوئی شخص رات میں اپنے گھر والوں کو جگائے پھر وہ دونوں یا وہ اکیلا دو رکعتیں پڑھ لے تو وہ ذکر کرنے والوں یا والیوں میں لکھے جائیں گے [۱] (ابوداؤد، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میری امت کے بہترین لوگ قرآن اٹھانے والے اور شب بیداری کرنے والے ہیں [۲] (بیہقی شعب الایمان) روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ ان کے والد عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ رات میں جس قدر رب چاہتا نماز پڑھتے رہتے تھے حتی کہ جب آخری رات ہوتی تو اپنے گھر والوں کو نماز کے لیے جگاتے [۳] اور ان سے فرماتے نماز۔ پھر یہ آیت تلاوت فرماتے کہ اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دو اس پر قائم رہو ہم تم سے رزق نہیں مانگتے

کیونکہ وہ غیبت نہ کر رہے تھے بلکہ ان کی اصلاح کے خواہاں تھے جیسے شاگرد کی شکایت استاد سے بعض لوگ کہتے ہیں کہ جب تم فلاں گناہ کرتے ہو تو تمہیں داڑھی رکھنے یا نماز پڑھنے سے کیا فائدہ سخت غلط ہے ان شاء اللہ یہ نیکیاں گناہ چھڑا دیں گی گناہ کی وجہ سے نیکیوں کو نہ چھوڑو بلکہ نیکیوں کی وجہ سے گناہ چھوڑ دو۔

[۱] یعنی تہجد کی دو رکعتیں پڑھنے کی برکت سے تمام رات کی عبادت کا ثواب ملتا ہے اور اس وقت تھوڑے ذکر کی برکت سے انسان ہمیشہ ذکر کرنے والوں کے زمرے میں آ جاتا ہے حدیث شریف میں اس آیت کی طرف اشارہ ہے وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ الآیہ [۲] قرآن اٹھانے والوں سے مراد قرآن کے حافظ ہیں یا اس کے محافظ یعنی حفاظ یا علمائے کرام یا ان دونوں کے بڑے درجے ہیں، حدیث شریف میں ہے جس نے قرآن حفظ کیا اس نے نبوت کو اپنے دو پہلوؤں میں لے لیا حافظ الفاظ قرآن کی بقا کا ذریعہ ہیں، علماء معانی و مسائل قرآن کی بقا کا ذریعہ اور صوفیاء اسرار و رموز قرآنی کے بقا کا۔ رات والوں سے مراد تہجد گزار ہیں۔ سبحان اللہ جس شخص میں علم و عمل دونوں جمع ہو جائیں اس پر خدا کی خاص مہربانی ہے [۳] یعنی خود تو تہائی رات سے ہی نماز شروع کر دیتے ہیں۔ مگر بال بچے کو پچھلے حصے میں جگاتے اس سے معلوم ہوا کہ گھر کے بڑے کو بہت نیک ہونا چاہیے تاکہ چھوٹے بھی نیک بنیں پیر عالم اور بادشاہ و افسران اگر نیک ہوں تو ان کے ماتحت شاگرد و عوام و مرید بھی نیک ہو جائیں گے

نَحۡنُ نَرۡزُقُكَ وَالۡعَاقِبَةُ لِلتَّقۡوٰى رَوَاهُ مَالِكٌ

بَابُ الْقَصْدِ فِي الْعَمَلِ

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ عَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُفْطِرُ مِنَ الشَّهْرِ حَتّٰى يُظَنَّ اَنْ لَّا يَصُوْمَ مِنْهُ وَيَصُوْمُ حَتّٰى يُظَنَّ اَنْ لَّا يُفْطِرَ مِنْهُ شَيْئًا وَّكَانَ لَا تَشَاءُ اَنْ تَرَاهُ مِنَ اللَّيْلِ مُصَلِّيًا اِلَّا رَاَيْتَهُ وَلَا نَائِمًا اِلَّا رَاَيْتَهُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۔ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَبُّ الْاَعْمَالِ اِلَى اللهِ اَدْوَمُهَا وَاِنْ قَلَّ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُذُوْا مِنَ الْاَعْمَالِ مَا تُطِيْقُوْنَ فَاِنَّ اللهَ لَا يَمَلُّ حَتّٰى تَمَلُّوْا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ

ہم تمہیں روزی دیں گے[1] انجام پرہیزگاری کا ہے (مالک)

عمل میں میانہ روی کا باب[2]

پہلی فصل روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی مہینے میں اتنا افطار فرماتے کہ گمان ہوتا کہ آپ اس میں کوئی روزہ نہ رکھیں گے اور روزے رکھتے حتی کہ گمان ہوتا کہ آپ اس میں بالکل افطار نہ کریں گے[3] تم حضور کو رات میں نماز پڑھتا دیکھنا نہ چاہتے مگر دیکھ لیتے اور سوتا دیکھنا نہ چاہتے مگر دیکھ لیتے[4] (بخاری) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کو پیارا عمل دائمی ہے اگرچہ تھوڑا ہو[5] (مسلم، بخاری) انہی سے روایت ہے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بقدر طاقت اعمال اختیار کرو کیونکہ اللہ تعالٰی ثواب دینے سے نہیں تھکتا حتی کہ تم تھک جاؤ[6] (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت انس سے

۱؎ یعنی نماز خصوصًا تہجد کی برکت سے روزی میں برکت ہوتی ہے، بعض صالحین کو جب کبھی فقر و فاقہ پہنچتا تو گھر والوں سے کہتے نوافل شروع کرو اللہ رسول نے یہی حکم دیا ہے پھر یہ آیت پڑھتے (مرقاۃ) ۲؎ قصد کے معنی ارادہ بھی ہیں اور درمیانی رفتار بھی یہاں دوسرے معنی میں ہے خیال رہے کہ فرائض و واجبات تو رب تعالٰی کی طرف سے مقرر ہیں ان میں زیادتی یا کمی ہو سکتی ہی نہیں نوافل میں بندے کو اختیار دیا گیا ہے چاہیے کہ بندہ اتنے نفل اختیار کرے جو نباہ سکے نہ ایکدم زیادہ نہ بالکل کم اسی کا نام قصد ہے اور یہاں عمل سے مراد نفلی عمل ہیں درمیانی چال دین و دنیا میں مفید ہے ۳؎ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم رمضان شریف کے سوا کسی مہینہ میں سارا ماہ روزے نہ رکھتے تھے بلکہ کچھ تاریخوں میں مسلسل روزے اور کچھ میں مسلسل افطار خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ داؤدی کی تعریف فرمائی یعنی ہمیشہ ایک دن روزہ ایک دن افطار مگر خود اپنا یہ عمل ہے معلوم ہوا کہ روزہ داؤدی سنت قولی ہے اور اس طرح روزے سنت فعلی اس کا ثواب زیادہ اس عمل کا قرب زیادہ جیسے بیٹھ کر نفل کھڑے ہو کر پڑھنے کا ثواب زیادہ بیٹھ کر پڑھنے کا قرب زیادہ کہ یہ عمل ہے ۴؎ یعنی نہ تمام رات سوتے تھے نہ تمام رات جاگتے تھے اول رات سوتے اور آخر رات جاگتے اور بعد تہجد پھر سو جاتے ۵؎ دائمی عمل اگرچہ تھوڑا ہو اچھا ہے اور عارضی عمل اگرچہ زیادہ ہو اتنا اچھا نہیں صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ ورد و وظائف شروع کرکے چھوڑنے نہیں چاہئیں جب زبان بند ہو اور موت آنے تب یہ اعمال بند ہوں ان کا ماخذ یہ حدیث ہے ۶؎ خیال رہے کہ یہ تمام کلام نفلی

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِیُصَلِّ اَحَدُکُمْ نَشَاطَہٗ وَاِذَا فَتَرَ فَلْیَقْعُدْ
مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ. وَعَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا نَعَسَ
اَحَدُکُمْ وَھُوَ یُصَلِّیْ فَلْیَرْقُدْ حَتّٰی یَذْھَبَ عَنْہُ النَّوْمُ فَاِنَّ اَحَدَکُمْ اِذَا صَلّٰی وَھُوَ
نَاعِسٌ لَا یَدْرِیْ لَعَلَّہٗ یَسْتَغْفِرُ فَیَسُبُّ نَفْسَہٗ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ. وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ
قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ الدِّیْنَ یُسْرٌ وَّلَنْ یُّشَادَّ الدِّیْنَ
اَحَدٌ اِلَّا غَلَبَہٗ فَسَدِّدُوْا وَقَارِبُوْا وَاَبْشِرُوْا وَاسْتَعِیْنُوْا بِالْغَدْوَۃِ وَالرَّوْحَۃِ

ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے ہر شخص بقدر ذوق نماز پڑھے جب تھک جائے تو بیٹھ جائے لہ
(مسلم بخاری) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کوئی نماز پڑھتے
ہوئے اونگھے تو سو رہے لہ حتی کہ نیند جاتی رہے کیونکہ جب کوئی اونگھتے نماز پڑھے گا تو نہیں جانے گا کہ شاید
دعائے مغفرت کرے تو اپنے کو بددعا دے لے ۳ (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دین آسان ہے ۲ اور کوئی دین کو سخت نہ بنائے گا مگر دین اس پر غالب آجائیگا
۳ لہذا ٹھیک رہو خوش خبریاں دو ۳ اور صبح شام اور کچھ اندھیری رات

عبادات کے لیئے ہے کہ بقدر طاقت شروع کرو جو ہمیشہ کر سکو فرائض تو پورے ہی پڑھنے ہوں گے لہذا حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ اگر دو وقت
کی نماز ہی پڑھ سکو تو اتنی ہی پڑھ لیا کرو لہذا حدیث صاف ہے واجبات و سنن فرائض کے تابع ہیں انکی پابندی لازم ہے ۳
یہ ترجمہ نہایت موزوں ہے یعنے اگر تم خود ملال و مشقت والے کاموں کو اپنے پر لازم کر لو کہ روزانہ سو رکعت پڑھنے یا ہمیشہ روزہ رکھنے
کی نذر مان لو تو تم پر یہ چیزیں واجب ہو جائیں گی پھر تم مشقت میں پڑ جاؤ گے مگر یہ مشقت رب نے نہ ڈالی تم نے خود اپنے پر ڈالی یہ معنی نہیں
کہ اللہ ملال میں نہیں پڑتا معنی کہ تم ملال میں پڑو ورب تعالیٰ ملال کرنے سے پاک ہے پہلا تملوا باب افعال سے ہے دوسرا تفعل سے
یہ حدیث دین و دنیا کے مشاغل کو شامل ہے دنیاوی محنت کرنے والے ہمیشہ کامیاب ہیں۔
لہ یعنے اگر کھڑے کھڑے نوافل پڑھتے تھک گیا ہے تو بیٹھ کر پڑھ اس بیٹھنے میں انشاء اللہ قیام کا ثواب ملے گا یا اگر نماز نفل سے تھک
گیا ہے تو کچھ دیر آرام کے لیئے بیٹھ جائے اس آرام میں نفل کا ثواب ملے گا کیونکہ یہ آرام آیندہ نفل کی تیاری کے لیئے ہے جو عبادت
عبادت کی تیاری کے لیئے وہ عبادت ہے اسی لیئے کہا جاتا ہے کہ عالم کی نیند عبادت ہے کہ اس کے ذریعہ وہ بہت سے کام کرے گا وہ فرمان
۲ معلوم ہوا کہ اونگھتے ہوئے نماز پڑھنا مکروہ ممنوع ہے کہ جس کی وجہ آگے آرہی ہے ۳ مثلاً اونگھتے ہوئے بجائے اغفرلی کے اعفرلی
کہہ جائے عفر کے معنی ہیں مٹی میں ملانا ذلیل و خوار کرنا اور بعض ساعتیں قبولیت کی ہوتی ہیں کہ جو زبان سے نکلے وہ ہو جاتا
ہے اس لیئے بہت احتیاط چاہیئے۔ خیال رہے کہ بعض دفعہ مقتدی امام کے پیچھے اونگھ جاتے ہیں انہیں منہ دھو کر کھڑا ہونا چاہیئے مگر
اس اونگھ کی وجہ سے نماز یا جماعت نہ چھوڑنی چاہیئے۔ یہاں تہجد وغیرہ نوافل کے احکام بیان ہو رہے ہیں ۲ یعنے اسلام آسان

وَشَيْءٍ مِنَ اللَّيْلِ وَالدُّلْجَةِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۔ وَعَنْ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ مَنْ نَامَ عَنْ حِزْبِهٖ اَوْ عَنْ شَيْءٍ مِنْهُ فَقَرَأَهُ فِيْمَا بَيْنَ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَصَلٰوةِ
الظُّهْرِ كُتِبَ لَهٗ كَاَنَّمَا قَرَأَهُ مِنَ اللَّيْلِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔ وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ
قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلِّ قَائِمًا فَاِنْ لَّمْ تَسْتَطِعْ فَقَاعِدًا فَاِنْ لَّمْ
تَسْتَطِعْ فَعَلٰى جَنْبٍ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۔ وَعَنْهُ اَنَّهٗ سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کی تاریکی سے مدد لو (بخاری) روایت ہے حضرت عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو اپنے
وظیفہ یا اس کے کچھ حصے سے سو جائے پھر فجر و ظہر کے درمیان پڑھ لے تو ایسا ہی لکھا جائے گا گویا اس نے رات میں پڑھا
(مسلم) روایت ہے حضرت عمران ابن حصین سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نماز کھڑے ہو
کر پڑھو اگر طاقت نہ رکھو تو بیٹھ کر اگر طاقت نہ رکھو تو کروٹ پر ۳ (بخاری) روایت ہے انہی سے کہ انہوں نے
نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے

دین ہے اس میں یہودیت کی طرح سختیاں نہیں کہ ان کے ہاں ترک دنیا عبادت تھی ہمارے ہاں دنیاوی بھی عبادت ہے کہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے رب فرماتا ہے یُرِیْدُ اللّٰہُ بِکُمُ الْیُسْرَ ۲ یعنی جو شخص غیر ضروری عبادت کو اپنے لیے ضروری بنائے وہ مغلوب ہو کر تھک کر رہ جاوے گا اور پھر گنہگار ہوگا مثلاً کوئی عمر بھر روزے رکھنے کی نذر مان لے تو وہ کر سکے گا پھر اپنی نذر کی وجہ سے گنہگار ہوگا ۳ یعنی نیک اعمال کئے جاؤ شب سے قرب اختیار کرو اور لوگوں کو دین سے ڈراؤ نہیں بلکہ خوشخبریاں دے کر ادھر مائل کرو یا خود خوش و خرم رہو کہ اللہ تعالٰی ہماری کوتاہیوں سے درگزر فرمائے گا ہمیں اپنے فضل سے بخش دے گا یعنی دوسروں کو خوشخبریاں دو یا خود خوشخبریاں لو۔

۱ اس طرح کہ صبح کو بعد اشراق شام کو اوابین شب میں تہجد پڑھ لیا کرو اس سے سیر الی اللہ میں جلد مدد ملے گی۔ سالک کے لیے یہ عمل اچھے معاون ہیں ۲ اس سے بعض علماء نے فرمایا کہ اگر تہجد رہ گئی ہو تو دوپہر سے پہلے اتنے نفل پڑھ لے تو ان شاء اللہ تہجد کا ثواب مل جائے گا اس کی وجہ یہ ہے کہ رات کا خلیفہ دن ہے رب تعالٰی فرماتا ہے جَعَلَ اللَّیْلَ وَالنَّھَارَ خِلْفَۃً لہذا رات کے اعمال دن میں ہو سکتے ہیں نیز دن کے اول حصہ پر رات کے بعض احکام جاری ہیں اسی لیے نفل اور رمضان کے روزے کی نیت ضحوۂ کبریٰ سے پہلے ہو سکتی ہے گویا اس نے رات سے ہی نیت کی (از مرقاۃ وغیرہ) اسی طرح اگر دن کا وظیفہ رہ جائے تو رات میں ادا کرے کیونکہ دن کا خلیفہ رات ہے (لمعات وغیرہ) ۳ حضرت عمران ابن حصین کو سخت بواسیر کا مرض تھا جس سے وہ بعض اوقات نہ تو کھڑے ہو کر نماز پڑھ سکتے تھے نہ بیٹھ کر انہوں نے اپنے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مسئلہ پوچھا آپ نے یہ جواب فرمایا جیسا کہ مسلم کے سوا تمام صحاح میں ہے۔ خیال رہے کہ یہاں نماز سے فرض واجب وغیرہ تمام نمازیں مراد ہیں مجبور کے یہی احکام ہیں یہ بھی خیال رہے لیٹ کر نماز پڑھنے والے کے لیے بہتر ہے کہ چت لیٹے رو بقبلہ ہو اس طرح کہ پاؤں بھی قبلہ کی طرف ہوں تاکہ اس کا رکوع و سجدہ بھی قبلہ رخ ہو حضرت عمران ابن

عَنْ صَلٰوةِ الرَّجُلِ قَاعِدًا قَالَ اِنْ صَلّٰى قَائِمًا فَهُوَ اَفْضَلُ وَمَنْ صَلّٰى قَاعِدًا فَلَهٗ نِصْفُ اَجْرِ الْقَائِمِ وَمَنْ صَلّٰى نَائِمًا فَلَهٗ نِصْفُ اَجْرِ الْقَاعِدِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ ❀ عَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ اَوٰى اِلٰى فِرَاشِهٖ طَاهِرًا وَذَكَرَ اللّٰهَ حَتّٰى يُدْرِكَهُ النُّعَاسُ لَمْ يَتَقَلَّبْ سَاعَةً مِنَ اللَّيْلِ يَسْئَلُ اللّٰهَ فِيْهَا خَيْرًا مِنْ خَيْرِ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ اِلَّا اَعْطَاهُ اِيَّاهُ ذَكَرَهُ النَّوَوِيُّ فِيْ كِتَابِ الْاَذْكَارِ بِرِوَايَةِ ابْنِ السُّنِّيِّ ❀ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ

بیٹھ کر نماز پڑھنے کے بارے میں پوچھا آپ نے فرمایا اگر کھڑے ہوکر نماز پڑھے تو افضل ہے اور جو بیٹھ کر نماز پڑھے تو اسے کھڑے ہونے والے سے آدھا ثواب ہے[1] اور جو لیٹ کر نماز پڑھے تو اسے بیٹھنے والے سے آدھا ثواب[2] (بخاری)

دوسری فصل روایت ہے حضرت ابی امامہ سے فرماتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو اپنے بستر پر پاک ہوکر لیٹے اور اللہ کا ذکر کرتا رہے حتی کہ اسے نیند آجائے تو رات کی کسی گھڑی میں کروٹ نہ لے گا جس میں اللہ سے دنیا اور آخرت کی خیر مانگے مگر رب اسے یہ دے گا[3] اسے نووی نے کتاب الاذکار میں ابن سنی کی روایت سے ذکر کیا[4] روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ

حصین کو بواسیر تھی جس سے وہ چت بھی نہیں لیٹ سکتے اس لیئے انہیں داہنی کروٹ پر لیٹنے کا حکم دیا گیا (فتح القدیر) لہذا یہ حدیث احناف کے خلاف نہیں دار قطنی کی حدیث میں ہے وَاِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ صَلّٰى مُسْتَلْقِيًا رِجْلَاهُ مِمَّا يَلِي الْقِبْلَةَ یعنی اگر بیٹھ کر نماز نہ پڑھ سکے تو چت لیٹ کر پڑھے قبلہ کی طرف پاؤں کرکے یہ حدیث احناف کی دلیل ہے۔

[1] یہاں سوال نفل نماز کے بارے میں تھا جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص نفل نماز قیام پر قادر ہوتے ہوئے بیٹھ کر پڑھے تو اسے آدھا ثواب ملے گا فرض نماز بلا عذر بیٹھ کر نہیں ہوگی بلکہ جو فرض میں قیام فرض نہ مانے وہ کافر ہے کیونکہ اس کی فرضیت ضروریات دین سے ہے[2] اس حدیث کی بنا پر خواجہ حسن بصری وغیرہ علماء نے فرمایا کہ نفل نماز باوجود قیام پر قدرت ہونے کے لیٹ کر بھی جائز ہے مگر اسے ثواب بیٹھنے سے آدھا ملے گا یعنی قیام سے چہارم احناف کے نزدیک نفل نماز بھی بلا عذر لیٹ کر جائز نہیں۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو بیمار فرضی نماز بہ تکلف کھڑے ہوکر یا بیٹھ کر پڑھ سکے مگر پھر لیٹ کر پڑھے تو اگرچہ بیماری کی وجہ سے نماز تو ہو جائے گی لیکن قیام جیسا ثواب نہ ملے گا کیونکہ یہ رخصت ہے تکلف قیام یا قعود پر قادر تھا[3] گناہوں سے پاک ہوکر توبہ و استغفار کرکے یا ظاہری نجاستوں سے پاک ہوکر کہ جسم، کپڑے، بستر سب پاک ہوں یا باوضو سنت ہے پاک ہوکر وضو یا تیمم کرکے جیسا کہ پہلے گزر چکا[4] زبان سے ذکر کرتا ہوا سوئے یا دل سے یا سانس سے پاس انفاس کرتا ہوا تیسرے معنی زیادہ موزوں ہیں[5] یعنی ایسا آدمی اگر شب میں کروٹ لیتے ہوئے بھی دعا مانگے گا تو قبول ہوگی اگرچہ تہجد کے لیئے اٹھ بیٹھے اور پھر دعا کرے تو سبحان اللہ[6]

اسے ترمذی نے شہر ابن حوشب سے اور فرمایا کہ حدیث حسن ہے

(مرقاۃ)

اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَجِبَ رَبُّنَا مِنْ رَجُلَیْنِ رَجُلٍ ثَارَ عَنْ وِطَائِہٖ وَلِحَافِہٖ مِنْ بَیْنِ حِبِّہٖ وَاَھْلِہٖ اِلٰی صَلٰوتِہٖ فَیَقُوْلُ اللہُ لِمَلٰٓئِکَتِہٖ اُنْظُرُوْا اِلٰی عَبْدِیْ ثَارَ عَنْ فِرَاشِہٖ وَوِطَائِہٖ مِنْ بَیْنِ حِبِّہٖ وَاَھْلِہٖ اِلٰی صَلٰوتِہٖ رَغْبَۃً فِیْمَا عِنْدِیْ وَشَفَقًا مِّمَّا عِنْدِیْ وَرَجُلٍ غَزَا فِیْ سَبِیْلِ اللہِ فَانْھَزَمَ مَعَ اَصْحَابِہٖ فَعَلِمَ مَا عَلَیْہِ فِی الْاِنْھِزَامِ وَمَا لَہٗ فِی الرُّجُوْعِ فَرَجَعَ حَتّٰی ھُرِیْقَ دَمُہٗ فَیَقُوْلُ اللہُ لِمَلٰٓئِکَتِہٖ اُنْظُرُوْا اِلٰی عَبْدِیْ رَجَعَ رَغْبَۃً فِیْمَا عِنْدِیْ وَشَفَقًا مِّمَّا عِنْدِیْ حَتّٰی ھُرِیْقَ دَمُہٗ رَوَاہُ فِیْ شَرْحِ السُّنَّۃِ
اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ ☆ عَنْ عَبْدِ اللہِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ حُدِّثْتُ اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ

صلی اللہ علیہ وسلم کہ ہمارا رب دو شخصوں سے بہت راضی ہوتا ہے ایک وہ شخص جو اپنے بستر اپنے لحاف اپنے پیاروں اپنے گھر والوں کے درمیان سے کود کر نماز کے لیے کھڑا ہو[1] رب اپنے فرشتوں سے فرماتا ہے کہ میرے اس بندے کو دیکھو کہ اپنے بستر اور لحاف اپنے پیاروں اور گھر والوں کے درمیان سے نماز کے لیے اٹھ کھڑا ہوا میری نعمت کی رغبت اور میرے عذاب کے خوف سے[2] اور ایک وہ شخص جو اللہ کی راہ میں جہاد کرے تو اپنے ساتھیوں کے ساتھ بھاگ جائے پھر غور کرے کہ اس پر بھاگنے میں کیا عذاب ہے اور لوٹنے میں کیا ثواب ہے تو لوٹ پڑے حتی کہ اس کا خون بہا دیا جائے[3] تو رب تعالٰی فرشتوں سے فرماتا ہے کہ میرے بندے کو دیکھو میرے ثواب میں رغبت میرے عذاب سے خوف کرتے ہوئے لوٹ پڑا حتی کہ اس کا خون بہا دیا گیا[4] (شرح سنہ) تیسری فصل روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں مجھے خبر دی گئی کہ رسول اللہ صلی اللہ

۱؎ یعنی نماز تہجد کے لیے اپنا گرم و نرم بستر چھوڑے بال بچوں سے منہ موڑے مصلی پر آجائے کود کر کھڑے ہونے میں اس جانب اشارہ ہے کہ اونگھتا ہوا سستی سے نہ اٹھے بلکہ شکر کرتے ہوئے خوشی اور پھرتی سے اٹھے اور خدا کی توفیق کو غنیمت سمجھے سبحان اللہ یہاں جوش محبت دیکھا جاتا ہے اعمال نماز کا پابند دل کا جوش ہے ۲؎ یعنی دونوں وجہ سے نا امید ہے نہ مطمئن بلکہ کرتا ہے اور پھر ڈرتا ہے۔ مرقات نے فرمایا ایسے شخص کی ملکیت بشریت پر غالب ہے کہ باوجود نفس اور شیطان کے بہکانے پھر ایسے وقت بستر چھوڑ دیتا ہے جبکہ نیند بڑی پیاری ہوتی ہے ۳؎ خیال رہے کہ ایسی حالت میں جب سارے مجاہد میدان چھوڑ گئے ہوں اسے بھی بھاگ جانا رخصت تھا مگر ڈٹ کر لڑنا اور جان دے دینا عزیمت جس کا بڑا اجر ہے اور اگر مسلمان بزدلی کی وجہ سے بلا عذر بھاگے ہوں تو سب گنہگار سب پر جم کر لڑنا ایسی حالت میں فرض ہے یہاں شاید دوسری صورت مراد ہے جیسا کہ ما علیہ سے معلوم ہوا ہے ۴؎ یعنی یہ لوٹ پڑنا گزشتہ بھاگنے کے گناہ کا کفارہ بھی ہوگیا اور بلندی درجات کا ذریعہ بھی خیال رہے کہ عذاب کا خوف اور رحمت کی امید مومن کے لیے عبادت کا باعث تو ہے اس کی علت نہیں لہذا یہ حدیث صوفیا کے اس قول کے خلاف نہیں کہ عبادت محض جنت حاصل کرنے یا جہنم سے بچنے کے لیے نہ کرو بلکہ اللہ کے لیے کرو۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلوٰةُ الرَّجُلِ قَاعِدًا نِصْفُ الصَّلوٰةِ قَالَ فَاَتَيْتُهُ فَوَجَدْتُهُ يُصَلِّيْ
جَالِسًا فَوَضَعْتُ يَدِيْ عَلٰى رَأْسِهٖ فَقَالَ مَالَكَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو قُلْتُ حُدِّثْتُ
يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّكَ قُلْتَ صَلوٰةُ الرَّجُلِ قَاعِدًا عَلٰى نِصْفِ الصَّلوٰةِ وَاَنْتَ تُصَلِّيْ
قَاعِدًا قَالَ اَجَلْ وَلٰكِنِّيْ لَسْتُ كَاَحَدٍ مِّنْكُمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ٭ وَعَنْ سَالِمِ بْنِ اَبِي
الْجَعْدِ قَالَ قَالَ رَجُلٌ مِّنْ خُزَاعَةَ لَيْتَنِيْ صَلَّيْتُ فَاسْتَرَحْتُ فَكَاَنَّهُمْ عَابُوْا
ذٰلِكَ عَلَيْهِ فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقِمِ الصَّلوٰةَ يَا بِلَالُ اَرِحْنَا

علیہ وسلم نے فرمایا مرد کی نماز بیٹھ کر آدھی نماز ہے فرماتے ہیں کہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ کو بیٹھ کر نماز پڑھتے پایا تو میں نے اپنا ہاتھ آپ کے سر پر رکھا فرمایا اے عبداللہ ابن عمرو کیا ہے میں نے عرض کیا یارسول اللہ مجھے خبر دی گئی ہے کہ آپ نے فرمایا مرد کی نماز بیٹھ کر آدھی نماز ہے[1] اور آپ خود بیٹھ کر پڑھ رہے ہیں فرمایا ہاں لیکن میں تم میں سے کسی کی طرح نہیں ہوں[2] (مسلم) روایت ہے حضرت سالم ابن ابی الجعد سے فرماتے ہیں کہ خزاعہ کے ایک آدمی نے کہا کاش میں نماز پڑھ لیتا تو راحت پا جاتا شاید لوگوں نے اس بات کو عیب سمجھا تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اے بلال نماز کی تکبیر کہو ہمیں اس سے راحت پہنچاؤ[3]
(ابوداؤد)

[1] اس ساری حدیث میں نماز سے مراد نماز نفل ہے مرد کا ذکر اتفاقی ہے ورنہ عورت کا بھی یہی حکم ہے خیال رہے کہ یہاں حضرت عبداللہ کسی مجبوری سے سامنے حاضر نہ ہو سکے اور کچھ عرض نہ کر سکے اس لیے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لیے یہ عمل کیا لہٰذا یہ بے ادبی میں شمار نہیں یا یہ حضرت اس وقت آداب بارگاہ سے پورے واقف نہ تھے جیسے کہ بعض ناواقفوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دولت کدہ مبارک پر ہاتھ سے کھٹکھٹایا ایسے ناواقفوں کی بے ادبی معاف ہوتی ہے شعر۔ موسیا آداب دانا دیگر اند سوختہ جان و رواناں دیگر اند

[2] یعنی ثواب کی کانٹ چھانٹ تمہارے لیے ہے تم کو بیٹھ کر نفل پڑھنے میں وہ ثواب ملتا ہے جو تمہیں کھڑے ہو کر پڑھنے میں نہیں ملتا یا یہ معنی ہیں کہ مجھے جتنا ثواب کھڑے ہو کر پڑھنے میں ملتا ہے اتنا ہی بیٹھ کر یہ حدیث اس آیت کی تفسیر ہے قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وہاں ظاہر کا ذکر ہے یہاں حقیقت کا یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر کا چہرہ ہے جس میں شکل انسانی میں ہیں اور حقیقت و مراتب میں فرشتے کے قدم کو وہاں نہیں پہنچ سکتے اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو اس آیت کو آڑ بنا کر اپنے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مثل اور حضور کو اپنی مثل سمجھتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم جیسے لوگ ایمان کی وجہ سے ابوجہل کی مثل نہیں ہو سکتے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نبوت کے ہوتے ہوئے ہماری مثل کیسے ہو سکتے ہیں

[3] وہ یہ سمجھے کہ نماز تو ایک بوجھ ہے اور یہ کہہ رہے ہیں کہ میں نماز سے ہلکا ہو کر سو رہتا یہ معنی واقعی بُرے ہیں[4] یعنی نماز ہماری راحت کا ذریعہ ہے اس میں مشغول ہو کر چین ملتا ہے اسی لیے ارحنا فرمایا اس کی شرح وہ حدیث ہے کہ فرماتے ہیں کہ نماز میں میری آنکھ کی ٹھنڈک ہے، یہی مطلب ان صحابی کا تھا۔

بہا۔ رواہ ابوداؤد

بَابُ الْوِتْرِ

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ: عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةُ اللَّيْلِ مَثْنٰى مَثْنٰى فَاِذَا خَشِيَ اَحَدُكُمُ الصُّبْحَ صَلّٰى رَكْعَةً وَّاحِدَةً تُوْتِرُ لَهٗ مَا قَدْ صَلّٰى مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْوِتْرُ رَكْعَةٌ مِّنْ اٰخِرِ اللَّيْلِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ. وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ ثَلٰثَ عَشَرَةَ رَكْعَةً يُّوْتِرُ مِنْ ذٰلِكَ

وتر کا باب[1]

پہلی فصل: روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ رات کی نماز دو دو رکعتیں ہیں[2] پھر جب تم میں سے کوئی صبح کا خوف کرے[3] تو ایک رکعت اور پڑھ لے جو اس کی پڑھی ہوئی نماز کو طاق بنا دے گی[4] (مسلم، بخاری) اور روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ وتر آخری رات میں ایک رکعت ہے[5] (مسلم) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات میں تیرہ رکعتیں پڑھتے تھے ان میں سے پانچ رکعت وتر پڑھتے[6]۔

[1] وتر کے لغوی معنی ہیں طاق، عدد جفت یعنی شفع کا مقابل۔ رب تعالٰی فرماتا ہے "وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ"۔ شریعت میں وتر خاص نماز کا نام ہے جو عشاء کے بعد متصل یا تہجد کے ساتھ پڑھی جاتی ہے۔ وتر میں علماء کے پانچ اختلاف ہیں: ایک یہ کہ وتر سنت ہیں یا واجب، ہمارے ہاں واجب ہیں۔ دوسرے یہ کہ وتر ایک رکعت ہے یا تین، ہمارے ہاں تین رکعت۔ تیسرے یہ کہ اگر تین رکعت ہے تو دو سلام سے یا ایک سلام سے، ہمارے ہاں ایک سلام سے۔ چوتھے یہ کہ وتر میں دعائے قنوت ہمیشہ پڑھی جائے گی یا صرف رمضان کے آخری پندرہ دنوں میں، ہمارے ہاں ہمیشہ پڑھی جائے گی۔ خیال رہے کہ اس باب میں وتر کبھی صرف اس ایک رکعت کو کہا جائے گا جو وتر کے آخر میں ہوتی ہے، کبھی پوری تین رکعتوں کو، کبھی پوری تہجد کو، جہاں ارشاد ہوگا کہ وتر سات یا نو یا گیارہ رکعتیں پڑھیں وہاں پوری تہجد مراد ہے لہذا احادیث میں تعارض نہیں۔ وتر کی پوری بحث ہماری کتاب جاء الحق حصہ دوم میں مطالعہ فرماؤ۔ یہاں بھی احادیث کی شرح میں کچھ عرض کیا جائے گا ان شاء اللہ۔ [2] یعنی بہتر یہ ہے کہ نماز تہجد دو دو رکعتیں پڑھے چار چار یا زیادہ کی نیت نہ باندھے۔ یہ حدیث صاحبین اور امام شافعی کی دلیل ہے کہ رات کے نوافل دو دو کرکے پڑھنا افضل ہے۔ [3] یعنی تہجد پڑھنے والے وتر تہجد کے بعد پڑھیں مگر صبح صادق سے پہلے پہلے پڑھ لیں۔ اس حدیث میں اشارۃً ارشاد ہوا کہ تہجد کی نماز دراز پڑھے حتی کہ صبح کے وقت ختم کرے۔ [4] اس کے معنی یہ ہیں کہ ایک رکعت دو رکعتوں کے ساتھ پڑھے، یہ ایک رکعت تمام نماز کو طاق بنا دے گی۔ یہ مطلب نہیں کہ علیحدہ ایک رکعت پڑھے ورنہ یہ حدیث تین رکعت والی احادیث کے خلاف ہوگی جو آگے آرہی ہیں اور احادیث میں سخت تعارض ہوگا، لہذا یہ حدیث احناف کے خلاف نہیں۔ [5] یہاں وتر لغوی معنے میں ہے یعنی ساری تہجد کو وتر (طاق) بنانے والی وہ ایک رکعت ہے جو دو کے ساتھ ملا دی جائے، یہ مطلب نہیں کہ وتر کی ایک ہی رکعت ہوتی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بُتَیرا یعنی ناقص نماز سے منع فرمایا، ایک رکعت ناقص ہی ہے۔ نیز کوئی فرض نماز ایک رکعت نہیں یا دو رکعت ہیں یا چار یا تین، وتر

بِخَمْسٍ لَا يَجْلِسُ فِي شَيْءٍ إِلَّا فِي آخِرِهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَعَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ قَالَ
انْطَلَقْتُ إِلَى عَائِشَةَ فَقُلْتُ يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ أَنْبِئِينِي عَنْ خُلُقِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ أَلَسْتَ تَقْرَأُ الْقُرْآنَ قُلْتُ بَلَى قَالَتْ خُلُقُ نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
كَانَ الْقُرْآنَ قُلْتُ يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ أَنْبِئِينِي عَنْ وِتْرِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَقَالَتْ كُنَّا نُعِدُّ لَهُ سِوَاكَهُ وَطَهُورَهُ فَيَبْعَثُهُ اللّٰهُ مَا شَاءَ أَنْ يَبْعَثَهُ مِنَ اللَّيْلِ فَيَتَسَوَّكُ
وَيَتَوَضَّأُ وَيُصَلِّي تِسْعَ رَكَعَاتٍ لَا يَجْلِسُ فِيهَا إِلَّا فِي الثَّامِنَةِ فَيَذْكُرُ اللّٰهَ وَيَحْمَدُهُ

جن میں آخر کے سوا کہیں نہ بیٹھتے [1] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت سعد ابن ہشام [2] سے فرماتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ کے پاس گیا عرض کیا اے ام المومنین مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کی خبر دیجئے آپ نے فرمایا کیا تم قرآن نہیں پڑھتے میں نے کہا ہاں بولیں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا خلق قرآن تھا [3] میں نے عرض کیا اے ام المومنین مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وتر کی خبر دیجئے فرمایا ہم آپ کی مسواک اور طہارت کا پانی تیار کر دیتے تھے [4] تو رات میں جب اللہ چاہتا جگا دیتا تو آپ مسواک کرتے اور وضو کرتے اور نو رکعتیں پڑھتے جن میں آٹھویں کے سوا کہیں نہ بیٹھتے پھر اللہ کا ذکر کرتے اور

دو یا چار رکعت تو ہو نہیں سکتی تھی لہذا صرف تین ہی ہوگی۔ آخری رات فرما کر یہ بتایا کہ وتر کا وقت مستحب آخر شب ہے۔

[1] یعنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم شب میں آٹھ رکعت تہجد اور پانچ رکعت وتر پڑھتے تھے۔ اس طرح کہ ان پانچ رکعتوں میں درمیان میں سلام کے لیئے نہ بیٹھتے بلکہ سلام آخر میں ایک بار پھیرتے تھے یہاں بیٹھنے سے مراد سلام کے لیئے بیٹھنا ہے نہ کہ التحیات کے لیئے بیٹھنا۔ کیونکہ ہر وقت نماز میں ہر دو رکعت پر بیٹھنا التحیات پڑھنا تمام آئمہ کے ہاں واجب ہے خیال رہے کہ پانچ رکعت وتر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلا فعل شریف تھا جو بعد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوڑ دیا چنانچہ ام المومنین عائشہ صدیقہ کی روایات اسی باب میں تین رکعت وتر کی آرہی ہیں وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری عمل ہے جو اس عمل کا ناسخ ہے لہذا احادیث میں تعارض نہیں [2] آپ انصاری ہیں تابعی ہیں حضرت انس ابن مالک کے چچا زاد بھائی ہیں غزوہ ہند میں شریک ہوئے اور مکران میں شہید ہوئے خواجہ حسن بصری نے آپ سے روایات لیں (اشعہ) [3] یعنے قرآن کریم پر عمل آپ کی جبلی عادات کریمہ تھیں یہ خاموش قرآن ہے اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم بولتا ہوا قرآن، آپ کا ہر عمل قرآن کریم کی تفسیر ہے اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم بچپن شریف سے ہی قدرتی طور پر قرآن پر عامل تھے قرآن ہماری ہدایت کے لیئے آیا نہ کہ حضور کی صلے اللہ علیہ وسلم۔ اسی لیئے فرمایا گیا هُدًى لِلنَّاسِ اور فرمایا هُدًى لِلْمُتَّقِينَ قرآن لوگوں کا یا متقین کا ہادی ہے نہ کہ آپ کا آپ تو ازل ہی سے ہدایت یافتہ ہیں صلے اللہ علیہ وسلم [4] یعنے ہم حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی مسواک اور وضو کا پانی آپ کے سرہانے اول رات میں ہی رکھ دیتے تھے معلوم ہوا کہ یہ دونوں چیزیں سرہانے

وَيَدْعُوْهُ ثُمَّ يَنْهَضُ وَلَا يُسَلِّمُ فَيُصَلِّي التَّاسِعَةَ ثُمَّ يَقْعُدُ فَيَذْكُرُ اللّٰهَ وَيَحْمَدُهُ وَيَدْعُوْهُ ثُمَّ يُسَلِّمُ تَسْلِيْمًا يُسْمِعُنَا ثُمَّ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ مَا يُسَلِّمُ وَهُوَ قَاعِدٌ فَتِلْكَ إِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً يَا بُنَيَّ فَلَمَّا أَسَنَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَخَذَ اللَّحْمَ أَوْتَرَ بِسَبْعٍ وَصَنَعَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ مِثْلَ صَنِيْعِهِ فِي الْأُوْلٰى فَتِلْكَ تِسْعٌ يَا بُنَيَّ وَكَانَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلّٰى صَلٰوةً أَحَبَّ أَنْ يُدَاوِمَ عَلَيْهَا وَكَانَ إِذَا غَلَبَهُ نَوْمٌ أَوْ وَجَعٌ عَنْ قِيَامِ اللَّيْلِ صَلّٰى مِنَ النَّهَارِ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً وَلَا أَعْلَمُ نَبِيَّ

اس کی حمد کرتے اس سے دعا مانگتے پھر بغیر سلام پھیرے کھڑے ہوتے تو نویں رکعت پڑھ لیتے پھر بیٹھتے پھر اللہ کا ذکر اور اس کی حمد کرتے اور اس سے دعا مانگتے پھر اس طرح سلام پھیرتے کہ ہمیں سنا دیتے پھر سلام کے بعد دو رکعتیں بیٹھ کر پڑھتے اے بیٹے یہ گیارہ رکعتیں ہوئیں پھر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سن رسیدہ اور گوشت والے ہوگئے تو سات رکعتیں وتر پڑھنے لگے اور دو رکعتوں میں پہلی رکعتوں کا سا عمل کرتے تھے اے بیٹے یہ نو ہوئیں اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی نماز پڑھتے تو اس پر ہمیشگی کو پسند فرماتے اور جب آپ کو نیند یا تکلیف رات کو اٹھنے سے مانع ہوتی تو دن میں بارہ رکعتیں پڑھ لیتے اور مجھے خبر نہیں کہ نبی کریم صلے اللہ

رہ کر سونا سنت ہے اور یہ عادت بیوی کے ذمہ ہے۔ ۵؎ یہ سلام کے بیٹھنے نہ التحیات کے لیے بلکہ مسلسل آٹھ رکعتیں پڑھتے جیسا کہ اگلی عبارت سے معلوم ہو رہا ہے۔ ۶؎ یعنی آٹھویں رکعت پر بیٹھتے تو ذکر التحیات وغیرہ پڑھنے کے لیئے نہ کہ سلام پھیرنے کے لیئے۔ خیال رہے کہ ام المؤمنین نے یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری تہجد بیان فرمائی نہ کہ صرف وتر اور یہ حدیث بالاتفاق منسوخ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلا عمل تھا اب کسی کے نزدیک وتر تہجد سے ملا کر پڑھنا جائز نہیں اور کسی کے ہاں آٹھ رکعتیں مسلسل پڑھنا درست نہیں اگر آٹھ کی نیت باندھے تو ہر دو رکعت میں بیٹھنا اور التحیات پڑھنا واجب ہے لہذا یہ حدیث عائشہ صدیقہ کی تین رکعت والی وتر کی حدیث کے خلاف نہیں کہ یہاں پہلے عمل کا ذکر ہے اور وہاں آخری کا۔ ۷؎ اس سے معلوم ہوا کہ وتر کے بعد دو نفل پڑھنا مستحب ہے کھڑے ہو کر پڑھنا ثواب کی زیادتی کا باعث ہے اور بیٹھ کر قرب زیادہ کیونکہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل شریف ہے وہ جو حدیث میں آیا کہ رات میں وتر کو آخری نماز بناؤ وہاں تہجد سے مراد آخر ہے یعنی تہجد پہلے پڑھو وتر بعد میں یہ دو نفل تہجد نہیں ۸؎ اس طرح کہ چار رکعت تہجد اور تین رکعت وتر علیحدہ تحریمہ اور سلام سے جیسا کہ آگے ابن عباس کی روایت میں آرہا ہے اس کے مقابلے سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلا والا عمل بالکل منسوخ ہے ۹؎ یعنے آخر عمر شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تہجد و وتر میں تو تبدیلی واقع ہوگئی مگر وتر کے بعد نفلوں میں کوئی تبدیلی نہ ہوئی اسی طرح بیٹھ کر پڑھتے رہے اولیٰ سے مراد پہلی حالت ہے۔ ۱۰؎ زوال سے پہلے پہلے یا اس لیئے پڑھتے کہ آپ پر نماز تہجد فرض تھی اور فرض کی قضا ضروری ہے تب تو یہ قضا آپ کی خصوصیت ہے یا اس لیئے کہ جس کی تہجد رہ جائے اگر وہ زوال سے پہلے بارہ رکعتیں پڑھ لے تو تہجد کا ثواب پالے گا۔

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرء القرآن کلہ فی لیلۃ ولا لیلۃ الی الصبح ولا صام شہرا کاملا غیر رمضان رواہ مسلم ۔ وعن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اجعلوا اخر صلوتکم باللیل وترا رواہ مسلم ۔ وعنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم بادروا الصبح بالوتر رواہ مسلم ۔ وعن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من خاف ان لا یقوم من اخر اللیل فلیوتر اولہ ومن طمع ان یقوم اخرہ فلیوتر اخر اللیل فان صلوۃ اخر اللیل مشہودۃ وذلک افضل رواہ

علیہ وسلم نے سارا قرآن ایک رات میں پڑھا ہو اور نہ یہ کہ ساری رات صبح تک نماز پڑھی ہو اور نہ یہ کہ رمضان کے سوا کسی مہینے کا پورا روزہ رکھا ہو[۱] (مسلم) روایت ہے حضرت ابن عمر سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ آپ نے فرمایا اپنی رات کی آخری نماز وتر بناؤ[۲] (مسلم) روایت ہے انہی سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ آپ نے فرمایا صبح سے پہلے وتر پڑھ لو[۳] (مسلم) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو آخر رات میں نہ اٹھ سکنے کا خوف کرے وہ اول رات میں وتر پڑھ لے اور جسے آخر شب میں اٹھنے کی امید ہو وہ آخر شب میں وتر پڑھے کیونکہ آخر شب کی نماز میں ملائکہ حاضر ہوتے ہیں اور یہ بہتر ہے[۴]

۱ سبحان اللہ یہ حضرت عائشہ صدیقہ کا احتیاط والا بیان ہے کہ اپنے علم کی نفی فرما رہی ہیں یعنی ممکن ہے کہ آپ نے سفر میں یا دوسری بیوی کے ہاں یہ عمل کیے ہوں مگر میرے علم میں یہ بات نہ آئی عائشہ صدیقہ کی وہ روایت کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سارے شعبان کے روزے رکھتے تھے اس حدیث کے خلاف نہیں کیونکہ وہاں سارے ماہ سے اکثر مراد ہے یعنی قریبًا سارا ہمیں خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پورا قرآن پڑھنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ نزول قرآن کی تکمیل وفات شریف سے چند روز پہلے ہی ہوئی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ عمل امت کی آسانی کے لیے چھوڑا تاکہ ساری رات نماز اور سارے مہینے کے روزے سنت نہ ہو جائیں پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی حرج نہ تھا اس لیے بعض صحابہ کبھی ساری رات بھی نماز پڑھتے ہیں اور ایک رکعت میں ختم قرآن کیا ہے اور ہمیشہ صائم رہے ہیں ۲ اس کی شرح بھی عرض کی جا چکی ہے کہ یہ حدیث تہجد والوں کے لیے ہے کہ تہجد کے بعد وتر پڑھیں اور تہجد نہ پڑھنے والوں کے لیے عشاء کے بعد ہیں یعنی تہجد والے وتر تہجد سے پہلے نہ پڑھیں اور دوسرے لوگ وتر عشاء سے پہلے نہ پڑھیں لہذا یہ حدیث گزشتہ حدیث کے خلاف نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وتر کے بعد دو نفل پڑھتے تھے ۳ معلوم ہوا کہ وتر کا وقت عشاء کے بعد سے صبح تک ہے بعض علماء نے اس حدیث کی بنا پر فرمایا کہ وتر کی قضا نہیں مگر صحیح یہ ہے کہ قضا ہے حتی کہ اگر صاحب ترتیب کے وتر رہ گئے ہوں اور وہ صبح کی نماز پڑھ لے تو اس کی فجر نہ ہوگی یہی امام اعظم کا قول ہے حدیث شریف میں ہے کہ جو وتر سے سو جاوے وہ جاگنے کے بعد پڑھ لے اسی لیے امام شافعی بھی قضاء وتر کے قائل ہیں ۴ یہ امر استحبابی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ امر مستحب ہے حضرت ابوبکر صدیق اول شب میں وتر پڑھ لیتے تھے اور حضرت عمر فاروق آخر شب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ابوبکر تم نے احتیاط پر عمل کیا ہے اور عمر تم نے قوت پر اعتماد کیا یہ خیال رہے کہ یہاں مشہود سے مراد رحمت کے فرشتے ہیں جو آخر شب میں اللہ کی تجلی لے کر اترتے ہیں بعض شارحین نے فرمایا کہ مشہود کے معنی ہیں عظمت کی گواہی دی ہوئی۔

مُسْلِمٌ، وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مِنْ كُلِّ اللَّيْلِ أَوْتَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مِنْ أَوَّلِ اللَّيْلِ وَأَوْسَطِهِ وَآخِرِهِ وَانْتَهَى وِتْرُهُ إِلَى السَّحَرِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ
قَالَ أَوْصَانِي خَلِيلِي بِثَلَاثٍ صِيَامِ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ وَرَكْعَتَيِ الضُّحٰى وَأَنْ أُوتِرَ قَبْلَ
أَنْ أَنَامَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ، عَنْ غُضَيْفِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ قُلْتُ
لِعَائِشَةَ أَرَأَيْتِ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَغْتَسِلُ مِنَ الْجَنَابَةِ فِيْ أَوَّلِ
اللَّيْلِ أَمْ فِيْ آخِرِهِ قَالَتْ رُبَّمَا اغْتَسَلَ فِيْ أَوَّلِ اللَّيْلِ وَرُبَّمَا اغْتَسَلَ فِيْ آخِرِهِ قُلْتُ اللّٰهُ أَكْبَرُ

(مسلم) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کے ہر حصہ میں وتر پڑھے ہیں اول شب میں درمیانی میں اور آخری میں اور آپ کے وتر سحر پر منتہی ہوئے [1] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں مجھے میرے محبوب نے تین چیزوں کی وصیت کی ہر ماہ میں تین روزوں کی [2] چاشت کی دو رکعتوں کی اور یہ کہ سونے سے پہلے وتر پڑھا کروں [3] (مسلم بخاری) دوسری فصل روایت ہے حضرت غضیف ابن حارث سے [4] فرماتے ہیں میں نے حضرت عائشہ سے عرض کیا کہ فرمایئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غسل جنابت اول شب میں کرتے تھے یا آخر میں فرمایا اکثر اول شب میں غسل کرتے تھے اور اکثر آخر میں [5] میں نے کہا اللہ اکبر خدا کا شکر ہے اس

[1] سحر سے مراد رات کا آخری چھٹا حصہ ہے یعنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی عشاء کے وقت وتر پڑھ لیے اور کبھی عشاء پڑھ کر سوئے اور درمیان رات جاگ کر تہجد و وتر پڑھے مگر آخری عمل یہ رہا کہ صبح صادق کے قریب تہجد کے بعد وتر پڑھے مسلمان جس پر عمل کرے سنت کا ثواب پائیگا اگرچہ آخر رات میں پڑھنا افضل ہے [2] شروع مہینہ میں ایک روزہ درمیان میں ایک آخر میں ایک یا ہر عشرہ کے شروع میں ایک روزہ یا ہر مہینہ کی تیرھویں چودھویں پندرھویں کے روزے تیسرا احتمال زیادہ قوی ہے [3] اس لیئے کہ آپ بہت رات گئے تک دل کی سستی ہوتی حدیثیں یاد کرتے تھے . دیر میں سوتے تھا اس لیئے تہجد کو اٹھنا مشکل ہوتا تھا (مرقاۃ و اشعہ) اس سے معلوم ہوا کہ دینی علم کے لیئے بھی بعض رات گئے تک علم میں محنت کریں اور وتر عشاء کے ساتھ پڑھ لیا کریں ان کے لیئے سبق یاد کرنا تہجد سے افضل ہے خیال رہے کہ بعض صحابہ خصوصًا ابوہریرہ قرآن کی طرح احادیث یاد کرتے تھے [4] آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ شریف پایا ہے مگر صحبت پاک پانے میں اختلاف ہے، اسی لیئے بعض محدثین نے آپ کو صحابی کہا ہے اور بعض نے تابعی [5] یہ اکثریت اتفاقی نہیں بلکہ حقیقی ہے یعنی اول شب میں غسل کرلینا بھی بارہا تھا اور آخر میں بھی اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جنبی ہوتے ہی غسل
کرے ضروری بھی کہ رات بحر جنابت میں گزارے تہجد یا صبح کے وقت
غسل کرے مگر ایسی صورت میں مستحب یہ ہے کہ وضو
کرکے
سوئے

رات کو مطالعہ کرنا

الحمد لله الذي جعل في الامر سعة قلت كان يوتر اول الليل ام في اخره قالت ربما اوتر في اول الليل وربما اوتر في اخره قلت الله اكبر الحمد لله الذي جعل في الامر سعة قلت كان يجهر بالقراءة ام يخفت قالت ربما جهر به وربما خفت قلت الله اكبر الحمد لله الذي جعل في الامر سعة رواه ابوداؤد وروى ابن ماجة الفصل الاخير، وعن عبد الله بن ابي قيس قال سألت عائشة بكم كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يوتر قالت كان يوتر باربع وثلث وست وثلث وثمان وثلث وعشر وثلث ولم يكن يوتر بانقص من سبع ولا باكثر من ثلث عشرة رواه ابو داؤد، وعن ابي ايوب قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الوتر حق على كل

کا ہے جس نے گنجائش رکھی میں نے عرض کیا کہ اول رات میں وتر پڑھتے تھے یا آخر میں فرمایا بارہا اول رات میں وتر پڑھتے تھے بارہا آخر میں لہ میں نے کہا اللہ اکبر خدا کا شکر ہے جس نے اس معاملہ میں گنجائش دی کہ میں نے عرض کیا کہ بلند قرات کرتے تھے یا آہستہ فرمایا بارہا بلند کرتے تھے بارہا آہستہ۔ تو میں نے کہا اللہ اکبر خدا کا شکر ہے جس نے اس میں گنجائش دی (ابوداؤد) اور ابن ماجہ نے آخری بات روایت کی۔ روایت ہے حضرت عبداللہ ابن ابی قیس سے فرماتے ہیں میں نے حضرت عائشہ سے پوچھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کتنے وتر پڑھتے تھے فرمایا چار اور تین چھ اور تین آٹھ اور تین دس اور تین پڑھتے تھے ۲ سات سے کم نہ پڑھتے تھے اور تیرہ سے زیادہ نہ پڑھتے (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابو ایوب سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہر مسلمان پر وتر

لہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا اول شب میں وتر پڑھنا بیان جواز کے لیئے تھا اور آخر شب میں وتر پڑھنا بھی بیان جواز کے لیئے اول شب میں وتر پڑھنے کی وجہ یہ نہ تھی کہ آپ کو اپنے جاگنے پر بھروسہ نہ تھا بلکہ امت کی آسانی کے لیئے ۲ یعنی تہجد میں علما فرماتے ہیں کہ جہاں لوگوں کو تہجد کیلئے اٹھانا ہو وہاں تہجد بلند قرات کرے اور جہاں سونے والوں کو تکلیف سے بچانا مقصود ہو وہاں آہستہ کرے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خوشی کے موقع پر نعرہ تکبیر لگانا اور سبحان اللہ وغیرہ کہنا سنت صحابہ ہے ۳ عجیب لطف ہے کہ آپ کو مرقاۃ نے تابعی کہا اور اشعۃ اللمعات میں فرمایا کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری کا نام ہے جو جلیل القدر صحابی ہیں اپنی کنیت میں مشہور ہو گئے ۴ یہ حدیث گزشتہ حدیث کی تفسیر ہے جس میں حضرت عائشہ صدیقہ نے فرمایا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سات وتر اور دو نفل پڑھتے تھے اس حدیث نے بتایا کہ وہاں بھی یہی مراد ہے کہ چار رکعت تہجد اور تین رکعت وتر ۵ یعنی تہجد کم سے کم چار رکعت پڑھتے تھے اور زیادہ سے زیادہ دس رکعت یہ آپ کے عمل کے لحاظ سے ہے ورنہ دو رکعت بھی تہجد ثابت ہے اور بارہ رکعت بھی۔

مُسْلِمٍ فَمَنْ اَحَبَّ اَنْ يُّوْتِرَ بِخَمْسٍ فَلْيَفْعَلْ وَمَنْ اَحَبَّ اَنْ يُّوْتِرَ بِثَلٰثٍ فَلْيَفْعَلْ وَمَنْ
اَحَبَّ اَنْ يُّوْتِرَ بِوَاحِدَةٍ فَلْيَفْعَلْ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ ۔ وَعَنْ عَلِيٍّ
قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ وِتْرٌ يُّحِبُّ الْوِتْرَ فَاَوْتِرُوْا يَا اَهْلَ
الْقُرْاٰنِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ ۔ وَعَنْ خَارِجَةَ بْنِ حُذَافَةَ قَالَ
خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ اَمَدَّكُمْ بِصَلٰوةٍ هِيَ

لازم ہیں[1] جو پانچ وتر پڑھنا چاہے وہ پانچ پڑھے[2] جو تین پڑھنا چاہے وہ ایسا ہی کرے[3] جو ایک پڑھنا چاہے وہ ایسا ہی کرے[4] (ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ وتر ہے[5] وتر کو پسند فرماتا ہے[6] تو اے قرآن والو وتر پڑھا کرو[7] (ترمذی، ابوداؤد، نسائی) روایت ہے حضرت خارجہ ابن حذافہ سے[8] فرماتے ہیں ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا کہ اللہ نے ایک نماز سے تمہاری مدد فرمائی

[1] یہ حدیث امام اعظم کی دلیل ہے کہ وتر واجب ہے جس کے چھوڑنے کا اختیار نہیں اس کی تائید دوسری احادیث سے بھی ہوتی ہے جو آئندہ آرہی ہیں۔ [2] اس طرح کہ دو رکعت تہجد اور تین رکعت وتر۔ [3] اس طرح کہ تہجد نہ پڑھے صرف وتر ہی تین رکعت پڑھے۔ [4] یہ جملہ ان حالین کے بھی خلاف ہے کیونکہ ایک رکعت وتر پڑھنے والے یہ نہیں کہتے کہ ایک پڑھے یا تین یا پانچ وہ ایک ہی کو واجب کہتے ہیں اور حدیث سے اختیار ثابت ہو رہا ہے لہذا یہ جملہ ان کی دوسری احادیث کے مخالف ہے اور ناقابل عمل۔ خیال رہے کہ یہاں اس جملہ کے یہ معنی نہیں ہو سکتے کہ ایک رکعت دو سے ملاکر وتر بنالو کیونکہ یہ صورت تو پہلے بیان ہوچکی۔ [5] وتر فرد عدد کو کہتے ہیں جو تقسیم نہ ہو سکے اکیلا ہو رب تعالٰی عدد سے پاک ہے اسکے وتر ہونے کے یہ معنی ہیں کہ وہ ذات و صفات اور افعال میں اکیلا ہے نہ اس کا کوئی شریک ہے نہ اس کی صفات افعال قابل تقسیم اسی معنی سے اسے واحد اور احد کہتے ہیں لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ وتر و شفع ہونا عدد کی صفات ہیں اللہ تعالٰی عدد سے پاک ہے۔ [6] وتر نماز کو پسند کرتا ہے کہ وتر ہونے میں اسے رب تعالٰی سے نسبت ہے لہذا اس پر ثواب دے گا یا اس شخص کو پسند کرتا ہے جو دنیا سے اکیلا ہوکر رب کا ہو رہے جب رب تمہارا ہے تو تم بھی رب کے ہو جاؤ (از مرقات)۔ [7] یعنی اے قرآن ماننے والو مسلمانو تم نماز وتر پڑھا کرو اس پر بہت ثواب ہے یا اے قرآن ماننے والو دنیا سے منقطع ہوکر رب کے ہو رہو۔ بعض لوگوں نے اس حدیث کی بنا پر کہا کہ وتر ایک رکعت ہے کیونکہ یہاں وتر کو اللہ تعالٰی سے نسبت دی گئی اللہ تو ایک ہے وتر بھی ایک ہونی چاہیئے مگر یہ بات بہت کمزور ہے کیونکہ یہاں مناسبت صرف وتر یعنی طاق ہونے میں ہے علاوہ ازیں تین بھی تو طاق ہیں ایک ہونے میں نسبت نہیں ورنہ رب تعالٰی اجزاء سے پاک ہے اور وتر نماز اگرچہ ایک رکعت ہو اجزاء والی ہے۔ [8] آپ صحابی قرشی عدوی ہیں بڑے بہادر تھے آپ کو ایک ہزار سواروں کے برابر مانا جاتا تھا ایک بار حضرت عمرو ابن عاص نے حضرت عمر سے تین ہزار سواروں کی کمک مانگی تو آپ نے تین شخص بھیجے حضرت خارجہ، زبیر ابن عوام، مقداد ابن اسود رضی اللہ عنہم۔ آپ سن ۴۰ھ میں خوارج کے ہاتھوں عمرو ابن عاص کے دھوکے میں قتل ہوئے کیونکہ خوارج نے امیر معاویہ، علی مرتضٰی، عمرو ابن عاص کے قتل کی سازش کی تھی تو علی مرتضٰی شہید کر دیئے گئے، عمرو ابن عاص کے دھوکے میں آپ شہید کر دیئے گئے اور امیر معاویہ بچ گئے۔

خَيْرٌ لَّكُمْ مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ اَلْوِتْرُ جَعَلَهُ اللّٰهُ لَكُمْ فِيْمَا بَيْنَ صَلٰوةِ الْعِشَاءِ اِلٰى اَنْ يَّطْلُعَ الْفَجْرُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ ٭ وَعَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ نَّامَ عَنْ وِتْرِهٖ فَلْيُصَلِّ اِذَا اَصْبَحَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ مُرْسَلًا ٭ وَعَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ جُرَيْجٍ قَالَ سَاَلْنَا عَائِشَةَ بِاَيِّ شَيْءٍ كَانَ يُوْتِرُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ كَانَ يَقْرَءُ فِي الْاُوْلٰى بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى وَفِي الثَّانِيَةِ بِقُلْ يَا

جو تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے ۱؎ وہ وتر ہے اسے اللہ نے تمہارے لیے نماز عشاء و طلوع فجر کے درمیان رکھا ہے ۲؎ (ترمذی، ابوداؤد) روایت ہے حضرت زید ابن اسلم سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو وتر کے بغیر سو جائے وہ صبح ہوئے پر پڑھ لے ۳؎ (ترمذی مرسلًا) روایت ہے حضرت عبدالعزیز ابن جریج سے فرماتے ہیں ہم نے حضرت عائشہ سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کن سورتوں سے وتر پڑھتے تھے فرمایا پہلی رکعت میں سبح اسم ربک الاعلیٰ دوسری میں قل یا ایہا الکفرون

۱؎ یعنی نماز پنجگانہ کے علاوہ تمہیں نماز وتر اور دی گئی ان نمازوں کا ثمرہ اور تکملہ ہے اور تمہارے لیے دنیا کی تمام چیزوں حتی کہ سرخ اونٹوں سے بھی زیادہ بہتر ہے اہل عرب سرخ اونٹ کوہان سے زیادہ عزیز رکھتے تھے اس سے معلوم ہوا کہ وتر واجب ہیں امدکم کے ایک معنی یہ بھی کیے گئے ہیں کہ رب نے تمہیں ایک نماز یعنی وتر اور بھی زیادہ دی ۲؎ یعنی وتر کا وقت عشاء کا وقت ہے مگر اس کے لیے شرط یہ ہے کہ عشاء کے فرض کے بعد پڑھی جائے خیال رہے کہ بعض محدثین نے اس حدیث کو ضعیف کہا لیکن حاکم اور ابن سکن نے اس کی تصحیح کی ہے، ترمذی نے اسے غریب فرمایا مگر یہ ضعیف یا غرابت امام ابوحنیفہ کو مضر نہیں کیونکہ یہ چیزیں امام صاحب کے بعد پیدا ہوئیں، بہرحال حدیث صحیح ہے اور اس سے وتر کا وجوب ثابت ہے ۳؎ یعنی اگر عشاء پڑھ کر بلا وتر سو جائے اور تہجد کے وقت آنکھ نہ کھلے تو صبح کے بعد نماز فجر سے پہلے وتر قضا کرے، پھر فجر پڑھے صاحب ترتیب کے لیے وتر پہلے پڑھنا فرض ہے دوسرے کے لیے بہتر اس سے معلوم ہوا کہ وتر محض سنت نہیں بلکہ واجب ہیں کیونکہ صرف سنتوں کی قضا نہیں پڑھی جاتی یہ حدیث امام اعظم کی قوی دلیل ہے اگرچہ مرسل ہے کیونکہ زید ابن اسلم تابعی ہیں عمر فاروق کے غلام ہیں مگر چونکہ آپ بڑے ثقہ عالم فقیہ تھے
آپ کی مجلس علم میں چالیس سے زیادہ فقہاء بیٹھتے تھے حتی کہ امام زین العابدین بھی آپ کے
شاگرد ہیں اور امام مالک سفیان ثوری وغیرہ محدثین کے آپ شیخ ہیں
اس لیے آپ کی مرسل یقینًا قبول ہے (از اشعۃ اللمعات)
آپ کی وفات سنہ ۱۳۶ ہجری
میں ہوئی

أَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ وَفِي الثَّالِثَةِ بِقُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ وَالْمُعَوِّذَتَيْنِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُوْ دَاوُدَ
رَوَاهُ النَّسَائِيُّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبْزٰى وَرَوَاهُ أَحْمَدُ عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ وَالدَّارِمِيُّ
عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَلَمْ يَذْكُرِ الْمُعَوِّذَتَيْنِ ۞ وَعَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ عَلَّمَنِيْ رَسُوْلُ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلِمَاتٍ أَقُوْلُهُنَّ فِيْ قُنُوْتِ الْوِتْرِ اللّٰهُمَّ اهْدِنِيْ فِيْمَنْ هَدَيْتَ وَ
عَافِنِيْ فِيْمَنْ عَافَيْتَ وَتَوَلَّنِيْ فِيْمَنْ تَوَلَّيْتَ وَبَارِكْ لِيْ فِيْمَا أَعْطَيْتَ وَقِنِيْ شَرَّ مَا قَضَيْتَ
فَإِنَّكَ تَقْضِيْ وَلَا يُقْضٰى عَلَيْكَ إِنَّهُ لَا يَذِلُّ مَنْ وَّالَيْتَ تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ رَوَاهُ

اور تیسری میں قل ہو اللہ احد اور فلق و ناس سے ۱؎ (ترمذی، ابوداؤد) اور نسائی نے عبدالرحمان ابن ابزیٰ سے روایت کی اور احمد نے ابی ابن کعب سے اور دارمی نے ابن عباس سے اور انہوں نے فلق و ناس کا ذکر نہ کیا ۲؎ روایت ہے حضرت حسن ابن علی سے فرماتے ہیں مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند کلمات سکھائے جنہیں میں وتر کے قنوت میں پڑھا کروں الٰہی مجھے ان میں ہدایت دے جنہیں تو نے ہدایت دی اور عافیت والوں میں عافیت دے جن کا تو والی بنا ان میں میرا والی ہو ۳؎ اپنے دیئے میں مجھے برکت دے اور قضاء قدر کی برائی سے بچا ۴؎ کہ تو فیصلہ کرتا ہے تجھ پر فیصلہ نہیں کیا جاتا جس کا تو والی ہو وہ ذلیل نہیں ہوتا اے رب تو برکت و بلندی والا ہے ۵؎

۱؎ یعنی تیسری رکعت میں تینوں سورتیں پڑھتے تھے خیال رہے کہ یہ حدیث امام اعظم نے اپنی مسند میں یوں نقل کی ہے عن حماد عن ابراهيم عن الاسود عن عائشة [illegible] اس میں صرف قل ہو اللہ کا ذکر ہے اور حاکم نے بشرط مسلم بخاری حضرت عائشہ سے روایت نقل کی جس کے آخر میں ہے کہ آپ تین رکعت کے بعد سلام پھیرتے تھے، نسائی نے حضرت عائشہ سے روایت کی جس کے آخر میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی دو رکعتوں پر سلام نہیں پھیرتے تھے، امام طحاوی نے حضرت ابوالعالیہ سے روایت کی کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر مغرب کے فرضوں کی طرح پڑھتے تھے اور امام حسن نے فرمایا کہ اہل اسلام کا اس پر اجماع ہے کہ وتر تین رکعت ہیں ایک سلام سے غرضکہ یہ احادیث امام اعظم وغیرہم کے قوی دلائل ہیں کہ وتر تین رکعت ہیں اور ایک سلام سے اس کی پوری تحقیق اسی مقام پر مرقاۃ میں دیکھو یا ہماری کتاب جاء الحق حصہ دوم میں ۲؎ یہی امام ابوحنیفہ کا مذہب ہے کہ وتر کی تیسری رکعت میں صرف قل ہو اللہ کافی پڑھے خیال رہے کہ حدیث تین رکعت کے متعلق ایسی واضح اور صاف ہے جس میں کسی تاویل کی گنجائش نہیں ۳؎ ہمیشہ سارا سال نہ کہ صرف نصف آخر رمضان میں لہذا یہ حدیث امام اعظم کی قوی دلیل ہے کہ دعائے قنوت وتر میں ہمیشہ پڑھی جائے خیال رہے کہ امام حسن کی پیدائش رمضان ۳ھ میں ہے لہذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت آپ سات برس کے تھے اس عمر میں کی ہوئی روایت معتبر ہے ۴؎ یعنی مجھے اس جماعت میں داخل بنا جنہیں تو نے ہدایت عافیت اور ولایت بخشی بعض علماء فرماتے ہیں کہ ہدایت سے مراد ہے نیک اعمال کی رہبری اور عافیت سے مراد ہے بری بیماریوں، برے اخلاق اور بری خواہشات سے حفاظت ولایت سے مراد ہے اپنی امان میں لینا اور ہمیں نفس و شیطان کے حوالے نہ کر دینا ۵؎ یعنی جس کا متعلق ہے

الترمذی وابوداؤد والنسائی وابن ماجه والدارمی۔ وعن ابی بن کعب قال کان رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا سلم فی الوتر قال سبحن الملك القدوس رواه ابوداؤد والنسائی وزاد ثلث مرات يطيل وفی رواية للنسائی عن عبد الرحمن بن ابزی عن ابيه قال كان يقول اذا سلم سبحن الملك القدوس ثلثا ويرفع صوته بالثالثة۔ وعن علی ان النبی صلی الله علیه وسلم يقول فی اخر وتره اللهم انی اعوذ برضاك من سخطك وبمعافاتك من عقوبتك واعوذ بك منك لا احصی

(ترمذی و ابوداؤد و نسائی، ابن ماجہ دارمی) روایت ہے حضرت ابی ابن کعب سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب وتر کا سلام پھیرتے تو فرماتے سبحان الملک القدوس (ابوداؤد) اور نسائی نے زیادہ کیا تین بار دراز کرکے[1] اور نسائی کی عبد الرحمن بن ابزی کی روایت میں ہے وہ اپنے والد سے راوی فرمایا کہ جب سلام پھیرتے تو تین بار فرماتے سبحان الملک القدوس تیسری بار میں آواز کھینچتے[2] روایت ہے حضرت علی سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے آخری وتر میں فرماتے[3] الٰہی میں تیری ناراضی سے تیری رضا کی اور تیری سزا سے تیری عافیت کی پناہ مانگتا ہوں، تیری تجھ سے پناہ مانگتا ہوں[4] تیری تعریف نہیں کرسکتا

فیصلہ فرما چکے فیصلے کر[5] سبحان اللہ نہایت جامع دعا ہے اگر وتروں میں یہ پڑھی جائے تب بھی جائز و بہتر ہے۔

۱ اس طرح کہ قدوس کی دال کو خوب کھینچتے مگر آخری بار میں جیسا کہ اگلے کلام سے معلوم ہوا ہے بعض روایات میں ہے کہ اس کے بعد یہ بھی فرماتے ربّ الملٰئکة والروح اور روح کی رے کو بھی کھینچتے جیسا کہ دارقطنی اور ابن ابی شیبہ کی احادیث میں ہے اور مسلمانوں کا اس پر عمل ہے ۲ یعنی بلند آواز سے کہتے اور دراز کرتے اس حدیث کے ماتحت لمعات و مرقاۃ وغیرہ میں ہے کہ ذکر بالجہر بہت اچھی چیز ہے بشرطیکہ ریا سے خالی ہو کہ اس میں غافلوں کو ہوشیار کرنا ہے، سوتوں کو جگانا ہے، شیطان کو بھگانا ہے اور جہاں تک آواز پہنچے وہاں تک کے جانوروں درختوں اینٹ پتھروں کو اپنے ایمان پر گواہ بنانا ہے جن احادیث میں ذکر بالجہر سے ممانعت آئی ہے اس سے وہ جہر مراد ہے جس سے دوسروں کو تکلیف ہو یا ذاکر میں ریا ہو خیال رہے کہ بعض ذکروں میں جہر شرط ہے جیسے اذان تلبیہ اور بقر عید کے زمانہ میں نمازوں کے بعد تکبیر تشریق وغیرہ ۳ یعنی وتر سے فارغ ہونے کے بعد یہ دعا پڑھتے بعض نے فرمایا کہ آخری التحیات میں سلام سے پہلے بعض کے نزدیک آخری سجدے میں امام احمد ابن حنبل کے نزدیک تیسری رکعت کے قومہ میں یعنی رکوع سے اٹھ کر چنانچہ ان کے ہاں اس وقت یہ دعا پڑھی جاتی ہے ۴ یعنی تیری ذات سے تیری صفات کی پناہ یا تیرے غضب سے تیرے رحم کی پناہ، صوفیا فرماتے ہیں کہ ان تین پناہوں میں سے پہلی پناہ میں توحید صفات اور دوسری میں توحید افعال تیسری میں توحید ذات کی طرف اشارہ ہے۔

ثَنَاءً عَلَيْكَ اَنْتَ كَمَا اَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ ◦ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قِيْلَ لَهٗ هَلْ لَكَ فِيْ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ مُعَاوِيَةَ مَا اَوْتَرَ اِلَّا بِوَاحِدَةٍ قَالَ اَصَابَ اِنَّهٗ فَقِيْهٌ وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ ابْنُ اَبِيْ مُلَيْكَةَ اَوْتَرَ مُعَاوِيَةُ بَعْدَ الْعِشَاءِ بِرَكْعَةٍ وَعِنْدَهٗ مَوْلًى لِابْنِ عَبَّاسٍ فَاَتَى ابْنَ عَبَّاسٍ فَاَخْبَرَهٗ فَقَالَ دَعْهُ فَاِنَّهٗ قَدْ صَحِبَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ◦ وَعَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَلْوِتْرُ حَقٌّ فَمَنْ لَّمْ يُوْتِرْ فَلَيْسَ مِنَّا اَلْوِتْرُ حَقٌّ فَمَنْ لَّمْ يُوْتِرْ فَلَيْسَ مِنَّا اَلْوِتْرُ حَقٌّ فَمَنْ لَّمْ يُوْتِرْ فَلَيْسَ مِنَّا رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ ◦ وَعَنْ

تو ایسا ہی ہے جیسی تو نے خود اپنی حمد کی[1] (ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ) تیسری فصل روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ ان سے کہا گیا آپ کو امیر المؤمنین معاویہ میں میلان ہے؟ کہ وہ تو ایک ہی رکعت وتر پڑھتے ہیں[2] تو آپ نے فرمایا ٹھیک کرتے ہیں وہ فقیہ عالم ہیں[3] اور ایک روایت میں ہے کہ ابن ابی ملیکہ کہتے ہیں امیر معاویہ نے عشاء کے بعد ایک رکعت وتر پڑھی ان کے پاس حضرت ابن عباس کے غلام تھے وہ حضرت ابن عباس کے پاس آگئے انہیں یہ خبر دی تو فرمایا انہیں چھوڑ دو وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے ہیں[4] (بخاری) روایت ہے حضرت بریدہ سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ وتر لازم ہیں تو جو وتر نہ پڑھے وہ ہم سے نہیں وتر لازم ہیں جو وتر نہ پڑھے وہ ہم سے نہیں وتر لازم ہیں تو جو وتر نہ پڑھے وہ ہم سے نہیں۔[5] (ابوداؤد) روایت ہے

---

[1] کیونکہ تیری حمد و ثنا بندہ کے الفاظ محدود و بندہ کی طاقتیں محدود اور خدا کے کمالات غیر محدود، شعر؛ دفتر تمام گشت بپایاں رسید عمر ما ہمچناں در اول وصف تو ماندہ ایم۔ خیال رہے کہ جسے یہ دعا یاد نہ ہو وہ رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا الخ پڑھ لیا کرے بلکہ بعض بار اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ کہہ دے تو بھی جائز ہے (مرقاۃ)۔ [2] یعنی امیر معاویہ اتنی بڑی غلطی کرتے ہیں کہ وتر تین رکعت کے بجائے ایک رکعت ہی پڑھتے ہیں پھر بھی آپ کو ان سے محبت ہے آپ انہیں سمجھاتے نہیں۔ [3] یعنی ایک رکعت وتر پڑھنا ہے مگر امیر معاویہ عالم ہیں فقیہ ہیں مجتہد کو غلطی پر ثواب مل جاتا ہے۔ لہٰذا نہ میں انہیں سمجھا سکتا ہوں اور نہ تم ان پر اعتراض کرو۔ [4] یعنی اگرچہ ان کا یہ عمل غلط ہے لیکن بزرگوں خصوصًا صحابہ کی غلطی پکڑنا اور ان پر زبان طعن دراز کرنا سخت غلطی ہے یہ حدیث امام اعظم کی بہت قوی دلیل ہے کہ وتر تین رکعت ہیں اس سے معلوم ہوا کہ تین رکعت وتر پر صحابہ کا اجماع ہو چکا تھا صرف امیر معاویہ کسی غلط فہمی سے یا بے خبری سے ایک رکعت وتر پڑھتے تھے اسی لیے حضرت ابن عباس کے خادم کو اس پر تعجب ہوا اور انہوں نے حضرت ابن عباس سے شکایت کی اور حیرت کی کہ آپ انہیں مسئلہ بتاتے کیوں نہیں حضرت ابن عباس نے یہ نہ کہا کہ مسئلہ یا ان کا فعل صحیح ہے بلکہ صرف یہ فرمایا کہ وہ بوجہ صحابی اور مجتہد ہونے کے ملامت کے لائق نہیں اور اس بنا پر ان سے قطع تعلق کرنا ناجائز ہے۔ [5] یعنی وتر فرض عملی اور واجب اعتقادی ہیں (مرقاۃ) لہٰذا جو اس

أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ نَامَ عَنِ الْوِتْرِ أَوْ نَسِيَهُ فَلْيُصَلِّ إِذَا ذَكَرَ أَوْ إِذَا اسْتَيْقَظَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُوْ دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَعَنْ مَالِكٍ بَلَغَهُ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ ابْنَ عُمَرَ عَنِ الْوِتْرِ أَوَاجِبٌ هُوَ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ قَدْ أَوْتَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَوْتَرَ الْمُسْلِمُوْنَ فَجَعَلَ الرَّجُلُ يُرَدِّدُ عَلَيْهِ وَعَبْدُ اللّٰهِ يَقُوْلُ أَوْتَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَوْتَرَ الْمُسْلِمُوْنَ رَوَاهُ فِي الْمُوَطَّا وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوْتِرُ بِثَلٰثٍ يَقْرَأُ فِيْهِنَّ بِتِسْعِ سُوَرٍ مِّنَ الْمُفَصَّلِ يَقْرَأُ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ بِثَلٰثِ سُوَرٍ اٰخِرُهُنَّ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَعَنْ نَافِعٍ قَالَ كُنْتُ مَعَ ابْنِ عُمَرَ بِمَكَّةَ

حضرت ابی سعید سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو وتر سے سو جائے یا اسے بھول جائے تو جب یاد کرے یا جب جاگے تو پڑھ لے ۱؎ (ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت مالک سے انہیں خبر پہنچی کہ ایک شخص نے حضرت ابن عمر سے وتر کے متعلق پوچھا کہ کیا وہ واجب ہیں تو حضرت عبداللہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر پڑھے اور مسلمانوں نے وتر پڑھے تو وہ شخص آپ پر بار بار سوال کرنے لگا اور عبداللہ یہی کہتے رہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر پڑھے اور مسلمانوں نے وتر پڑھے ۲؎ (موطا) روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعت وتر پڑھتے تھے جن میں مفصل کی نو سورتیں پڑھتے تھے ہر رکعت میں تین سورتیں پڑھتے تھے جن کے آخر میں قل ھو اللہ احد تھی ۳؎ (ترمذی) روایت ہے حضرت نافع سے فرماتے ہیں کہ میں مکہ معظمہ میں حضرت ابن عمر کے ساتھ تھا آسمان

کے وجوب کا منکر و انکار کرے وہ ہمارے طریقے سے خارج یعنی گمراہ ہے اور جو اسے واجب جانتے ہوئے نہ پڑھے وہ جماعت سے بھی خارج ہے اور سخت گنہگار ہے یہ امام اعظم کی قوی دلیل ہے کہ وتر واجب ہیں خیال رہے کہ جو مجتہد تاویل سے اس کے وجوب کا انکار کرے اسے گمراہ کا حکم نہیں جیسا کہ تمام فرائض عملی اور واجبات کا حال ہے ہم امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنے کو سخت منع کرتے ہیں امام شافعی واجب فرماتے ہیں مگر کوئی کسی کو گمراہ نہیں کہہ سکتا۔

۱؎ یعنی اس کی قضا واجب ہے یہ امر وجوب کے لیے ہے یہ حدیث امام اعظم کی قوی دلیل ہے کہ وتر واجب ہیں۔ ۲؎ سبحان اللہ کیسا نفیس جواب ہے کہ آپ نے وتر کے وجوب کا نہ اقرار کیا نہ انکار کیونکہ آپ نے ہمیشہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور سارے صحابہ کو وتر پڑھتے دیکھا مگر وجوب کی احادیث شاید آپ تک نہ پہنچیں اس لیے فرمایا اس میں بحث نہیں کرتا پڑھو نگا ہمیشہ صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل پر بحث نہ کرو عمل کرو [illegible] فقیر کا خیال ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت کریمہ تھی کہ ہر عمل کو ضرور سے ذرا کم فرض ہے واجب ہے سنت ہے علمائے وقت نے [illegible] ثابت کی تاکہ امت کے لیے گنجائش رہے اور عمل [illegible] ۳؎ یعنی پہلی رکعت [illegible] سلام سے پڑھتے تھے [illegible] قضا [illegible] مفصل کی نو سورتیں [illegible] پڑھتے تھے کہ [illegible] یہ تینوں سورتیں [illegible] ظاہر ہیں

والسماء مغيمة فخشي الصبح فأوتر بواحدة ثم انكشف فرأى ان عليه ليلا فشفع بواحدة ثم صلى ركعتين ركعتين فلما خشي الصبح اوتر بواحدة رواه مالك وعن عائشة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يصلي جالسا فيقرء وهو جالس فاذا بقي من قراءته قدر ما يكون ثلاثين او اربعين اية قام وقرء وهو قائم ثم ركع ثم سجد ثم يفعل في الركعة الثانية مثل ذلك رواه مسلم وعن ام سلمة ان النبي صلى الله عليه وسلم كان يصلي بعد الوتر ركعتين رواه الترمذي وزاد ابن ماجة خفيفتين وهو جالس وعن عائشة رضي الله عنها قالت كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يوتر بواحدة ثم يركع ركعتين يقرء فيهما وهو جالس فاذا اراد ان يركع قام فركع رواه ابن ماجة

ابر آلود تھا آپ نے صبح کا خوف کیا تو ایک رکعت سے وتر پڑھی لے پھر بادل کھل گیا تو دیکھا کہ ابھی آپ پر رات ہے تو ایک رکعت سے شفع بنا دیا پھر دو دو رکعتیں پڑھتے رہے جب صبح کا خوف ہوا تو ایک رکعت سے وتر پڑھی (مالک) روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر نماز پڑھتے تھے تو بیٹھے ہوئے پڑھتے رہتے جب آپ کی قرات سے تیس چالیس آیتوں کی بقدر رہ جاتی تو کھڑے ہو کر قرات کرتے پھر رکوع کرتے پھر سجدہ کرتے پھر دوسری رکعت میں اسی کی طرح کرتے (مسلم) روایت ہے حضرت ام سلمہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم وتر کے بعد دو رکعتیں پڑھتے تھے ۔ (ترمذی) ابن ماجہ نے زیادہ کیا کہ ہلکی پڑھتے تھے بیٹھ کر روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک رکعت سے وتر پڑھتے تھے پھر دو رکعتیں پڑھتے جن میں قرات بیٹھے ہوئے کرتے جب رکوع کرنا چاہتے تو کھڑے ہو جاتے پھر رکوع کرتے (ابن ماجہ)

تیسری رکعت ... وتر میں پڑھتے ... آخری صورت ... شارحین نے اس حدیث کے اور بھی مطلب بیان کیے مگر یہ مطلب زیادہ ظاہر ہے ... دو رکعت سے ایک رکعت ملا دی جس سے وہ نماز وتر بن گئی اور اگر یہ معنی ہیں کہ ایک رکعت وتر پڑھی تھی ... اپنا اجتہاد ... حضرت عمر رضی اللہ عنہ ... تیسری رکعت میں انہیں پتہ لگا کہ ابھی رات زیادہ ہے تو اس ہی ایک رکعت اور ملا کر چار رکعت پڑھ لیں یہ تہجد کے نفل ہو گئے یہ بھی حضرت عمر کا اجتہاد ہے ... نفل نہیں بنایا جا سکتا ... وتر آخری نماز ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان پر عمل ہو جائے ... ایک شب میں دو وتر ... جو ممنوع ہے بلکہ پہلی بار کے وتر تو نفل بنا دیئے تھے ... آپ نے ایک رکعت ... ملا کر ... وتر پڑھے ... استعانت ... یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آخر حیات شریف کا ذکر ہے جب آپ پر ضعف غالب ہو گیا تھا تہجد ... قرات کرنا چاہتے تھے مگر ... قیام پر قدرت نہ تھی اس لیے یہ عمل فرماتے ... خیال رہے کہ نفل بیٹھ کر شروع کرنا اور کھڑے ہو کر رکوع سجود کرنا تمام کے نزدیک بلا کراہت جائز ہے اسی حدیث کی وجہ

وعن ثوبان عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان ھذا السھر جھد وثقل فاذا اوتر احدکم فلیرکع رکعتین فان قام من اللیل والا کانتا لہ رواہ الدارمی وعن ابی امامۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یصلیھما بعد الوتر وھو جالس یقرء فیھما اذا زلزلت وقل یایھا الکفرون رواہ احمد

باب القنوت

الفصل الاول عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا اراد ان یدعوا

روایت ہے حضرت ثوبان سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ آپ نے فرمایا یہ جاگنا مشقت اور بوجھ ہے جب تم میں سے کوئی وتر پڑھے تو دو رکعتیں پڑھ لے اگر رات میں اٹھ بیٹھا تو خیر ورنہ یہ رکعتیں اسے کافی ہیں (دارمی) روایت ہے حضرت ابو امامہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ دو رکعتیں وتر کے بعد بیٹھ کر پڑھتے تھے جن میں اذا زلزلت اور قل یا ایہا الکافرون پڑھتے تھے (احمد)

قنوت کا باب

پہلی فصل

روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی پر بددعا یا دعا کرنے کا ارادہ کرتے تو رکوع

ے یعنی اس کے برعکس بیٹھے کھڑے ہو کر شروع کرنا پھر بلا عذر بیٹھ جانا یہ امام اعظم کے نزدیک بلا کراہت جائز ہے صاحبین کے ہاں مکروہ دیکھو مرقاۃ اشعہ اس کی تحقیق پہلے ہو چکی یہ نفل بیٹھ کر پڑھتے تھے ۲؎ اسی طرح خود امام الوہابیہ کی دوسری روایات میں گزر چکی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعت وتر پڑھتے تھے لہذا اس کے معنی یہ ہی ہو سکتے ہیں کہ ایک رکعت سے گزشتہ شفع کو وتر بناتے تھے تاکہ احادیث متعارض نہ ہوں ۳؎ خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وتر کے بعد کے نفلوں میں کبھی قرأت مختصر کرتے تھے کبھی دراز مختصر کی حدیث حضرت ام سلمہ کی اور دراز کی روایت حضرت عائشہ صدیقہ سے لہذا یہ حدیث گزشتہ حدیث کے خلاف نہیں مختصر قرات میں رکوع بیٹھ کر ہی کرتے تھے اور دراز قرات میں کبھی کھڑے ہو کر کبھی بیٹھے بیٹھے (مرقات)

۱؎ یعنی جسے تہجد میں جاگنے کی امید نہ ہو وہ سونے سے پہلے وتر پڑھ لے اگر تہجد کے لیے جاگ گیا تو تہجد بھی پڑھ لے ورنہ ان شاء اللہ ان دو نفلوں کا ثواب تہجد کے برابر ہو جائیگا یہ رب تعالیٰ کی اس امت مرحومہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ کرم نوازی ہے ۲؎ ظاہر یہ ہے کہ یہ نفل وتر کے متصل ہوتے تھے یعنی کی نماز سے پہلے جن کی پہلی رکعت میں اذا زلزلت اور دوسری میں قل یا ایہا الکافرون پڑھتے تھے ۳؎ عربی میں قنوت کے معنی اطاعت خاموشی دعا نماز کا قیام ہیں یہاں اس سے خاص دعا مراد ہے قنوت تین ہیں وتر کے قنوت جو ہمیشہ وتر کی تیسری رکعت میں رکوع سے پہلے پڑھے جاتے ہیں اور قنوت نازلہ جو کسی خاص مصیبت میں وبائی امراض اور کفار سے جہاد کے موقعہ پر فجر کی نماز میں دوسری رکعت کے رکوع کے بعد آہستہ پڑھے جاتے ہیں اس باب میں یہ دونوں قنوتوں کا ذکر آئیگا احناف کے ہاں وتر کی دعائے قنوت مقرر ہے اللھم انا نستعینک الخ جیسا کہ طبرانی نے [illegible] ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز میں قبیلہ مضر پر بددعا کرتے تھے تو جبریل امین نے عرض کیا کہ رب نے آپ کو دعا کرنے کے لیے بھیجا اور پھر یہ دعا سکھائی اللھم انا نستعینک الخ یہ روایت جلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب عمل الیوم واللیلہ میں بھی نقل کی ہے نیز فتح القدیر نے

عَلٰی اَحَدٍ اَوْ یَدْعُوْ لِاَحَدٍ قَنَتَ بَعْدَ الرُّکُوْعِ فَرُبَّمَا قَالَ اِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ اَللّٰھُمَّ اَنْجِ الْوَلِیْدَ بْنَ الْوَلِیْدِ وَسَلَمَۃَ بْنَ ھِشَامٍ وَعَیَّاشَ ابْنَ اَبِیْ رَبِیْعَۃَ اَللّٰھُمَّ اشْدُدْ وَطْاَتَکَ عَلٰی مُضَرَ وَاجْعَلْھَا سِنِیْنَ کَسِنِیْ یُوْسُفَ یَجْھَرُ بِذٰلِکَ وَکَانَ یَقُوْلُ فِیْ بَعْضِ صَلٰوتِہٖ اَللّٰھُمَّ الْعَنْ فُلَانًا وَّفُلَانًا لِاَحْیَاءٍ مِّنَ الْعَرَبِ حَتّٰی اَنْزَلَ اللّٰہُ لَیْسَ لَکَ مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ اَلْاٰیَۃَ، وَعَنْ عَاصِمٍ الْاَحْوَلِ قَالَ سَاَلْتُ اَنَسَ بْنَ

کے بعد قنوت پڑھتے ۱؎ بارہا جب سمع اللہ لمن حمدہ ربنا لک الحمد کہتے تو کہتے الٰہی ولید ابن ولید سلمہ ابن ہشام عیاش ابن ربیعہ کو نجات دے ۲؎ الٰہی سخت پامالی ڈال مضر پر اور اسے یوسف علیہ السلام کی قحط سالیوں کی طرح قحط سالی بنا دے ۳؎ یہ باآواز بلند کہتے تھے اور اپنی بعض نمازوں میں فرماتے الٰہی فلاں فلاں عربی قبیلوں پر لعنت کر ۴؎ حتی کہ رب نے یہ آیت نازل فرمائی لیس لک من الامر شیء ۵؎ (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت عاصم احول سے فرماتے ہیں میں نے انس ابن مالک سے

ابوداؤد سے بھی روایت کی ہے۔ ۱؎ قنوت نازلہ جو فجر کے دوسرے رکوع کے بعد کسی خاص مصیبت کے موقع پر پڑھی جاتی ہے احناف بھی اسے ضرورۃً جائز کہتے ہیں۔ ۲؎ اس جملہ میں دعا کا ذکر ہے، آگے میں بددعا کا، یہ چاروں صحابہ مکہ معظمہ میں کفار کے ہاتھوں قید تھے، ولید ابن ولید مخزومی قرشی تھے خالد ابن ولید کے بھائی جنگ بدر میں مسلمانوں کی قید میں آگئے تو حضرت خالد اور ہشام نے چار ہزار درہم دے کر چھڑا لیا، جب یہ چھوٹ کر مکہ معظمہ پہنچے تو اسلام لائے اور فرمایا کہ میں نے قید میں اسلام اس واسطے نہ لایا کہ لوگ یہ سمجھیں کہ میں قید سے ڈر کر اسلام لایا اس بنا پر ان کے بھائیوں نے انہیں قید کردیا اور سخت ایذائیں دیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لیے دعا کرتے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے یہ چھوٹ کر مدینہ منورہ آگئے۔ سلمہ ابن ہشام ابن مغیرہ ابوجہل کے حقیقی بھائی تھے جو قدیم الاسلام صحابی تھے اور اسلام کی وجہ سے مکہ معظمہ میں سخت مصیبت میں گرفتار تھے آخر کار بھاگ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گئے اور [illegible] میں جہاد میں شہید ہوئے، عیاش ابن ابی ربیعہ ابوجہل کے سوتیلے بھائی تھے پرانے مومن تھے پہلے حبشہ پھر مدینہ پاک کی طرف ہجرت کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے پہلے ابوجہل ماں کی بیماری کا بہانہ بنا کر دھوکہ سے انہیں مکہ معظمہ لے گیا اور وہاں بھاری قیدوں میں گرفتار کر دیا، آخر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے یہ بھاگ کر مدینہ پہنچے اور غزوہ تبوک میں شہید ہوئے (لمعات) ۳؎ یہ پکڑ کی تفسیر ہے یعنی انہیں یوں پکڑ کہ ان پر قحط سالی مسلط کر دے تاکہ تنگ آکر اسلام لے آئیں، مشرکین مکہ اس بددعا کی وجہ سے سخت قحط سالی میں گرفتار ہوئے خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو اپنی نفسانی وجہ سے بددعا نہ دی، اپنے ظالموں کو معاف کیا اور دعائیں دیں، ہاں دینی دشمنوں کو بددعائیں دیں جیسا یہاں اسی بددعا کا ذکر ہے لہذا یہ حدیث نہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رحمۃ للعالمین ہونے کے خلاف ہے اور نہ ان احادیث کے جن میں ارشاد ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو بددعا نہ کرتے تھے۔ ۴؎ قنوت نازلہ کا بلند آواز سے پڑھنا منسوخ ہے جیسا کہ آگے آرہا ہے اب اگر پڑھنا پڑے تو آہستہ پڑھے ۵؎ شروع میں آپ بعض قبیلوں رعل و ذکوان وغیرہم کا نام لے کر ان پر لعنت فرماتے تھے بعض

مَالِكٌ عَنِ الْقُنُوْتِ فِي الصَّلٰوةِ كَانَ قَبْلَ الرُّكُوْعِ اَوْ بَعْدَهٗ قَالَ قَبْلَهٗ اِنَّمَا قَنَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ الرُّكُوْعِ شَهْرًا اِنَّهٗ كَانَ بَعَثَ اُنَاسًا يُقَالُ لَهُمُ الْقُرَّاءُ سَبْعُوْنَ
رَجُلًا فَاُصِيْبُوْا فَقَنَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ الرُّكُوْعِ شَهْرًا يَدْعُوْ عَلَيْهِمْ
مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَنَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ شَهْرًا مُتَتَابِعًا فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ وَالْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ وَصَلٰوةِ الصُّبْحِ اِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ

نماز میں قنوت کے متعلق پوچھا کہ رکوع سے پہلے تھی یا بعد میں تو فرمایا پہلے تھی لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع کے بعد تو صرف ایک ماہ قنوت پڑھی کہ آپ نے ایک لشکر بھیجا تھا جنہیں قُرّاء کہا جاتا تھا ستر مرد تھے وہ شہید کر دیئے گئے تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع کے بعد ایک ماہ قنوت پڑھی ان پر بددعا کرتے ہوئے (مسلم بخاری)

دوسری فصل۔ روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ماہ مسلسل ظہر عصر مغرب عشاء اور نماز فجر میں قنوت پڑھی تا جب آخری رکعت میں سمع اللہ

نمازوں سے مراد نماز فجر ہے جیسا کہ دوسری روایات میں ہے: ہاں اگر فجر کے سوا اور نمازیں مراد ہیں تو یہ بھی منسوخ ہے۔ لہ یعنے اس آیت کے نازل ہونے سے قنوت نازلہ منسوخ ہو گئی معلوم ہوا کہ قرآن شریف سے حدیث منسوخ ہو سکتی ہے خیال رہے کہ قنوت نازلہ کیا فجر میں منسوخ ہے یا ہمیشہ پڑھنا منسوخ ورنہ مصیبت کے وقت اب بھی پڑھی جا سکتی ہے اس حدیث کی تفسیر اور نسخ کی وجہ ہماری تفسیر حاشیۃ القرآن نور العرفان میں ملاحظہ فرماؤ۔

لہ یعنے وتر کی دعائے قنوت ہمیشہ رکوع سے پہلے رہی کبھی رکوع کے بعد نہ پڑھی گئی رکوع کے بعد والی قنوت یعنے قنوت نازلہ جو فجر میں تھی وہ صرف ایک ماہ رہی پھر منسوخ ہو گئی لہذا یہ حدیث امام اعظم کی دلیل ہے۔ لہ یعنے قنوت نازلہ کی وجہ ان ستر قاریوں کی شہادت تھی جو بیر معونہ پر شہید کیے گئے تھے یہ حضرات فقراء صحابہ تھے جو دن کو لکڑیاں جمع کر کے فروخت کرتے اور اس سے اصحاب صفہ کے لیے کھانا تیار کرتے تھے رات عبادت میں گزارتے انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نجدیوں کی تبلیغ کے لیے بھیجا جب یہ بیر معونہ پہنچے جو کہ مکہ معظمہ و عسفان کے درمیان ہے جہاں بنی ہزیل رہتے تھے تو عامر بن طفیل نے قبیلہ بنی سلیم عصیہ رعل و ذکوان قوم کے ساتھ ان لوگوں کو گھیر لیا اور سب کو شہید کر دیا صرف حضرت کعب ابن زید انصاری بچے جنہیں دشمن یہ سمجھ کر کہ مر گئے زخمی حالت میں چھوڑ گئے، پھر یہ غزوہ خندق میں شہید ہوئے یہ واقعہ صفر سنہ ۴ھ میں ہوا انہیں شہداء میں عامر ابن فہیرہ بھی تھے جنہیں فرشتوں نے دفن کیا، کسی کو ان کی نعش نہ ملی اس واقعہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت صدمہ ہوا جس پر آپ نے ایک ماہ تک قنوت نازلہ پڑھی (مرقاۃ) اسی واقعہ پر ایک واقعہ یہ بھی ہوا کہ قبیلہ عضل اور قارہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا ہم مسلمان ہو چکے ہیں، ہماری تعلیم کے لیے کچھ علماء دیجیئے تو آپ نے چھ صحابہ کو ان کے ساتھ بھیج دیا جن کا امیر حضرت عاصم ابن ثابت کو بنایا ان کفار نے مقام رجیع میں پہنچ کر حضرت عاصم کو قتل کر دیا اور حضرت خبیب و زید ابن دثنہ کو قید کر کے مکہ معظمہ فروخت کر دیا، پہلے واقعہ کا نام بیر معونہ ہے اور اس کا نام واقعہ رجیع ہے دونوں واقعات ایک ہی مہینہ میں ہوئے یعنے ماہ صفر ہجرت سے ۳۶ ماہ بعد ان دونوں واقعات کی بنا پر قنوت نازلہ پڑھی گئی اسی وجہ سے بعض احادیث میں بیر معونہ کا تذکرہ بیان کیا گیا ہے۔

لِمَنْ حَمِدَهُ مِنَ الرَّكْعَةِ الْآخِرَةِ يَدْعُو عَلَى أَحْيَاءٍ مِنْ بَنِي سُلَيْمٍ عَلَى رِعْلٍ وَذَكْوَانَ وَعُصَيَّةَ وَيُؤَمِّنُ مَنْ خَلْفَهُ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ ۔ وَعَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَنَتَ شَهْرًا ثُمَّ تَرَكَهُ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ ۔ وَعَنْ أَبِي مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ قَالَ قُلْتُ لِأَبِي يَا أَبَتِ إِنَّكَ قَدْ صَلَّيْتَ خَلْفَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ وَعَلِيٍّ هٰهُنَا بِالْكُوفَةِ نَحْوًا مِنْ خَمْسِ سِنِينَ أَكَانُوا يَقْنُتُونَ قَالَ أَيْ بُنَيَّ مُحْدَثٌ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَهْ ۔ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ ۔ عَنِ الْحَسَنِ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ جَمَعَ

لمن حمدہ تو بنی سلیم کے کچھ قبیلوں رعل و ذکوان اور عصیہ پر بددعا کرتے اور پیچھے والے آمین کہتے ۱؎ (ابوداؤد)
روایت ہے حضرت انس سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ماہ قنوت پڑھی پھر چھوڑ دی ۲؎ (ابوداؤد، نسائی)
روایت ہے حضرت ابو مالک اشجعی سے ۳؎ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے کہا کہ ابا جان آپ نے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر، عمر، عثمان اور علی کے پیچھے اور یہاں کوفہ میں حضرت علی کے پیچھے قریبًا پانچ سال تک نمازیں پڑھی ہیں کیا یہ لوگ قنوت پڑھتے تھے فرمایا بیٹے یہ بدعت ہے ۴؎ (ترمذی، نسائی، ابن ماجہ) تیسری فصل
روایت ہے حضرت حسن سے کہ حضرت عمر ابن خطاب نے لوگوں کو

بعض میں ترجیح کا جھگڑا ان دونوں میں تعارض نہیں بعض شارحین کو دھوکا لگا اور احادیث میں تعارض مان بیٹھے (مرقاۃ) ۲؎ یعنی پانچوں نمازوں میں آخری رکعت کے رکوع کے بعد قنوت نازلہ پڑھی غالب یہ ہے کہ جہری نمازوں میں قنوت نازلہ بھی آواز سے پڑھی اور آہستہ نمازوں میں قنوت نازلہ بھی آہستہ مگر یہ سب کچھ منسوخ ہو چکا۔

۱؎ معلوم ہوا کہ قنوت نازلہ صرف امام پڑھتا تھا مقتدی صرف آمین ہی کہتے تھے اب بھی اگر پڑھنا پڑ جائے تو یہی ہوگا ۲؎ یعنی ہمیشہ کو نمازوں میں ترک کر دی شوافع کے ہاں اس کا مطلب یہ ہے کہ فجر کے سوا باقی چار نمازوں میں چھوڑ دی بہرحال چار نمازوں میں قنوت نازلہ بالاتفاق منسوخ ہے البتہ فجر میں اختلاف ہے، ہمارے ہاں منسوخ ہے شوافع کے ہاں نہیں اس لیے اگر کوئی ان چار نمازوں میں قنوت نازلہ پڑھے تو بالاتفاق فاسد ہوگی ۳؎ آپ کا نام سعد ابن طارق ابن اشیم ہے خود تابعی ہیں والد صحابی ہیں ۴؎ یعنی چار سال کچھ مہینے آپ کی خلافت کے ہیں ۵؎ یہ حدیث حنفیوں کی قوی دلیل ہے یعنی ہمیشہ قنوت نازلہ کسی نماز میں پڑھنا بدعت سیئہ ہے۔ نہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل نہ کسی صحابی کا، خیال رہے کہ یہاں ہمیشہ قنوت نازلہ پڑھنا مراد ہے ورنہ علی مرتضٰی نے جنگ صفین کے موقعہ پر قنوت نازلہ پڑھی ہے۔

النَّاسَ عَلٰى اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ فَكَانَ يُصَلِّيْ بِهِمْ عِشْرِيْنَ لَيْلَةً وَلَا يَقْنُتُ اِلَّا فِي النِّصْفِ الْبَاقِيْ فَاِذَا كَانَتِ الْعَشْرُ الْاَوَاخِرُ تَخَلَّفَ فَصَلّٰى فِيْ بَيْتِهٖ فَكَانُوْا يَقُوْلُوْنَ اَبَقَ اُبَيٌّ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَسُئِلَ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ عَنِ الْقُنُوْتِ فَقَالَ قَنَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ الرُّكُوْعِ وَفِيْ رِوَايَةٍ قَبْلَ الرُّكُوْعِ وَبَعْدَهٗ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ

ابی ابن کعب پر جمع کیا تو آپ انہیں بیس راتیں نماز پڑھاتے تھے باقی آدھے کے علاوہ دعا قنوت نہ پڑھتے جب آخری عشرہ ہوتا تو رہ جاتے اپنے گھر میں پڑھا کرتے تو لوگ کہتے ابی بھاگ گئے (ابوداؤد) اور حضرت انس ابن مالک سے قنوت کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع کے بعد قنوت پڑھی اور ایک روایت میں کہ رکوع سے پہلے اور اس کے بعد (ابن ماجہ)

۱؎ کیونکہ ابی ابن کعب افضل الصحابہ ہیں سب سے پہلے جنہوں نے سارا قرآن شریف حفظ کیا تھا اور آپ سید القراء ہیں اسی لیے تراویح کی امامت کے لیے آپ کا ہی انتخاب ہوا آپ زمانہ رسالت میں پورے قرآن کے حافظ تھے (مرقاۃ) ۲؎ اس حدیث کی بنا پر بعض بزرگ آئمہ فرماتے ہیں کہ وتر میں دعائے قنوت صرف آخری پندرہ رمضان میں پڑھی جائے مگر امام اعظم کے ہاں سارا سال پڑھنی چاہیئے یہاں قنوت سے مراد وتر کی دعائے قنوت نہیں بلکہ کفار پر کوئی خاص بددعا مراد ہے چونکہ اس زمانہ میں جہاد بہت ہوتے تھے اس لیے رمضان کے آخر نصف میں جبکہ یہ شب قدر بھی ہے مسلمان وتروں میں کفار کے لیے خاص بددعا کرتے تھے اگر یہاں وتر کے قنوت مراد ہوں تو اس میں حسب ذیل عیوب یہاں لازم ہوں گے، ایک یہ کہ حدیث ان تمام احادیث کے خلاف ہو گی جن میں ہمیشہ سال قنوت پڑھنے کا ذکر ہے جیسا کہ ہم پہلے عرض کر چکے امام محمد نے کتاب الآثار میں بروایت امام ابوحنیفہ عن حماد عن ابراہیم النخعی عن ابن مسعود روایت کی کہ آپ ہمیشہ وتر میں ہمیشہ رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے، نیز دار قطنی اور بیہقی نے سوید ابن غفلہ سے روایت کی کہ حضرات خلفائے راشدین آخر وتر میں قنوت پڑھا کرتے تھے نیز ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ نے حضرت علی سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم آخر وتر میں قنوت پڑھا کرتے تھے امام حسن کی روایت پہلے ہی گزر چکی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں وتر پڑھنے کے لیے دعائے قنوت سکھائی دوسرے یہ کہ اس حدیث سے دعائے قنوت صرف پانچ دن ثابت ہو گی کیونکہ حضرت ابی ابن کعب پندرھویں رمضان سے جماعت میں قنوت شروع کرتے تھے اور بیسویں کے بعد جماعت چھوڑ دیتے تھے تو پانچ ہی دن قنوت رہی ۳؎ یا اس لیے کہ تراویح چند روز جماعت سے پڑھنا پھر اکیلے پڑھنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل شریف تھا آپ اس سنت پر عمل کرتے تھے یا اس لیے کہ رمضان کے آخری عشرہ میں خلوت میں عبادات کرتے تھے بعض علوم میں جلوت سے افضل ہوتی ہیں یا کسی اور عذر کی وجہ سے خیال رہے کہ حضرت ابی کا یہ پہلا عمل تھا جب حضرت عمر نے آپ کو تراویح پڑھانے کا باقاعدہ حکم دے دیا تو پورا مہینہ پڑھاتے تھے لہذا احادیث میں تعارض نہیں ۴؎ یہ لفظ حضرت ابی کی شان میں گستاخی کی نیت سے نہ تھا بلکہ افسوس کے لیے تھا یعنی افسوس کہ ہم چھوٹ گئے رب تعالٰی حضرت یونس علیہ السلام کے بارے میں فرماتا ہے اِذْ اَبَقَ اِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ (لمعات) اور امام کا احترام لازم ہے ۵؎ یعنی قنوت نازلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ماہ پڑھی اور بعد میں چھوڑ دی، قنوت وتر مراد نہیں ہے۔

بَابُ قِيَامِ شَهْرِ رَمَضَانَ

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اتَّخَذَ حُجْرَةً فِي الْمَسْجِدِ مِنْ حَصِيْرٍ فَصَلّٰى فِيْهَا لَيَالِيَ حَتّٰى اجْتَمَعَ عَلَيْهِ نَاسٌ ثُمَّ فَقَدُوْا صَوْتَهُ لَيْلَةً وَظَنُّوْا اَنَّهُ قَدْ نَامَ فَجَعَلَ بَعْضُهُمْ يَتَنَحْنَحُ لِيَخْرُجَ اِلَيْهِمْ فَقَالَ مَا زَالَ بِكُمُ الَّذِيْ رَاَيْتُ مِنْ صَنِيْعِكُمْ حَتّٰى خَشِيْتُ اَنْ يُّكْتَبَ عَلَيْكُمْ وَلَوْ كُتِبَ عَلَيْكُمْ مَا قُمْتُمْ بِهٖ فَصَلُّوْا اَيُّهَا النَّاسُ فِيْ بُيُوْتِكُمْ فَاِنَّ اَفْضَلَ صَلٰوةِ الْمَرْءِ فِيْ بَيْتِهٖ اِلَّا

ماہ رمضان میں قیام کا باب[1]

پہلی فصل. روایت ہے زید ابن ثابت سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں چٹائی کا حجرہ بنایا[2] اس میں چند راتیں نماز پڑھی حتی کہ آپ پر لوگ جمع ہو گئے[3] پھر ایک شب لوگوں نے آپ کی آواز نہ پائی سمجھے کہ آپ سو گئے تو بعض لوگ کھنکارنے لگے تاکہ آپ تشریف لے آئیں[4] تو حضور نے ارشاد فرمایا میں نے جو تمہارا کام دیکھا وہ تم پر دائمی رہا حتی کہ میں نے یہ خوف کیا کہ تم پر یہ نماز فرض کر دی جائے گی اور اگر تم پر فرض کر دی جاتی تو تم قائم نہ کر سکتے[5] اے لوگو اپنے گھروں میں نماز پڑھو کیونکہ مرد کی نماز فرائض کے سوا گھر میں

[1] یعنی تراویح کا باب۔ اس میں پندرھویں شعبان کی عبادت کا ذکر بھی ہوگا خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تراویح پڑھی بھی ہیں اور اس کا حکم بھی دیا ہے مگر تعداد رکعات کے متعلق کوئی یقینی روایت نہ ملی اس لیے کہا جائے گا کہ اصل تراویح سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور بیس رکعت پڑھنا ہمیشہ پڑھنا، باجماعت پڑھنا سنت صحابہ ہے اس کی پوری بحث ہماری کتاب جاء الحق حصہ دوم میں دیکھو اور اس باب میں بھی کچھ عرض کیا جائے گا ہم نے بیس تراویح پر ایک مستقل رسالہ لمعات المصابیح بھی لکھا ہے۔ [2] ماہ رمضان میں بحالت اعتکاف اس طرح کہ اپنے اردگرد مسجد کے ایک گوشہ میں چٹائی کھڑی کر لی تاکہ خلوت میں خلوص عبادت کریں اس سے معلوم ہوا کہ معتکف مسجد میں چادر، ٹاٹ وغیرہ کا عارضی حجرہ اپنے لیے بنا سکتا ہے مگر اتنا وسیع نہ بنائے کہ نمازیوں پر جگہ تنگ ہو جائے (مرقاۃ وغیرہ) [3] ظاہر یہ ہے کہ یہ نماز تراویح تھی اور اس طرح ادا ہوتی تھی کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اس حجرے کے اندر سے امامت فرماتے اور صحابہ اس حجرے کے باہر آپ کی اقتداء کرتے بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہ نماز تہجد تھی وہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی تراویح پڑھی ہی نہیں تراویح سنت صحابہ ہے مگر پہلی بات زیادہ قوی ہے [4] روش کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ گزشتہ راتوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قرات اور تکبیریں باواز بلند ادا کیں جن پر صحابہ نے اقتداء کی آج چونکہ آواز نہ تھی لہذا اقتداء نہ کر سکے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صحابہ کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نیند کے لیے جگاتے نہ تھے بے ادبی سمجھتے تھے اور اکیلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر پڑھتے بھی نہ تھے کہ اس سے محروم رہ جاتے غرضیکہ ہر طرح شوق اور عشق تھا باہر تشریف لانے کی رغبت کا اظہار اور اس کے لیے کھانسنا کھنکارنا کافی دیر تک رہا ہم محروم رہے تھے [5] اس فرمان سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جانتے تھے کہ اگر آج جماعت سے تراویح پڑھا دی گئی تو تراویح بھی پنجگانہ نماز

الصلوٰۃ المکتوبۃ متفق علیہ وعن ابی ھریرۃ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یرغب فی قیام رمضان من غیر ان یامرھم فیہ بعزیمۃ فیقول من قام رمضان ایمانا واحتسابا غفر لہ ما تقدم من ذنبہ فتوفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والامر علی ذلک فی خلافۃ ابی بکر وصدرا من خلافۃ عمر علی ذلک رواہ مسلم وعن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قضی احدکم الصلوٰۃ فی مسجدہ فلیجعل لبیتہ نصیبا من صلوٰتہ فان اللہ جاعل فی بیتہ

بہتر ہے۱ (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیام رمضان کی ترغیب دیتے انہیں اس کا تاکیدی حکم نہ فرماتے۲ فرماتے تھے کہ جو رمضان میں ایمان کے ساتھ طلب اجر کے لیے قیام کرے تو اس کے گزشتہ گناہ بخش دیئے جائیں گے۳ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی اور معاملہ یوں ہی رہا پھر خلافت صدیقی اور شروع خلافت فاروقی۴ میں یہ معاملہ اسی طرح رہا۵ (مسلم) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کوئی مسجد میں نماز پڑھے تو اپنی نماز کا کچھ حصہ اپنے گھر کے لیے بھی رکھے کہ اللہ اس کی نماز کی برکت سے اس کے گھر میں

کی طرح فرض ہو جائیں گی دوسرے یہ کہ آپ کو یہ بھی خبر تھی کہ اگر تراویح فرض کر دی گئی تو میری امت پر بھاری پڑے گی وہ اس پر پابندی نہ کر سکیں گے یہ دونوں چیزیں علوم غیبیہ میں سے ہیں۔ تیسرے یہ کہ جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں کاموں پر شرعی احکام مرتب ہو جاتے ہیں کہ ہاں فرما دیں تو شے فرض ہو جائے نہ فرماویں تو فرض نہ ہو جیسا کہ کتاب الحج میں آئے گا کہ اگر ہم یہاں کہہ دیتے تو حج ہر سال فرض ہو جاتا ایسے ہی کبھی آپ کے عمل پر بھی شرعی احکام مرتب ہو جاتے ہیں کہ اگر آج تراویح پابندی سے پڑھا دیتے تو فرض ہو جاتیں نہ پڑھائیں فرض نہ ہوئیں یہ ہے میری سرکار کی سلطنت خداداد اس کی پوری بحث ہماری کتاب سلطنت مصطفےٰ میں دیکھو چوتھے یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت پر رحیم و کریم ہیں اس رحمت کی وجہ سے آج تراویح نہ پڑھائیں پانچویں یہ کہ تراویح سنت مؤکدہ ہے کیونکہ صحابہ نے ہمیشہ پڑھیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ نہ پڑھنے کا عذر بیان فرمایا اس عذر سے ہمیشہ نہ پڑھنا تراویح کو غیر مؤکدہ نہ بنا دیگا۔ ہاں تراویح کی جماعت سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے۔

۱ یہاں عام نوافل کا ذکر ہے ورنہ نماز اشراق نماز سفر، نماز کسوف، نماز استسقا وغیرہ نوافل مسجد میں افضل ہیں اور اب تراویح بھی مسجد میں افضل کیونکہ اس کی جماعت سے اب کوئی مانع نہیں ۲ یعنی تراویح کو فرض یا واجب نہ قرار دیا لہذا اس سے یہ لازم نہیں کہ یہ سنت مؤکدہ بھی نہ ہوں ۳ یعنی تراویح کی پابندی کی برکت سے سارے صغیرہ گناہ معاف ہو جائیں گے کیونکہ گناہ کبیرہ توبہ سے اور حقوق العباد حق والے کے معاف کرنے سے معاف ہوتے ہیں اس کا ذکر بارہا کر چکا ۴ کہ لوگ باقاعدہ پابندی سے تراویح کی جماعت نہ کرتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عذر تو معلوم ہو چکا صدیق اکبر کے مختصر سے زمانہ خلافت میں جہادوں سے فراغت نہ پائی عہد فاروقی میں اس کا باقاعدہ انتظام ہو گیا۔ جیسا کہ آئندہ آ رہا ہے۔

مِنْ صَلٰوتِهٖ خَيْرًا رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔ اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ قَالَ صُمْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَقُمْ بِنَا شَيْئًا مِّنَ الشَّهْرِ حَتّٰى بَقِيَ سَبْعٌ فَقَامَ بِنَا حَتّٰى ذَهَبَ ثُلُثُ اللَّيْلِ فَلَمَّا كَانَتِ السَّادِسَةُ لَمْ يَقُمْ بِنَا فَلَمَّا كَانَتِ الْخَامِسَةُ قَامَ بِنَا حَتّٰى ذَهَبَ شَطْرُ اللَّيْلِ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ نَفَّلْتَنَا قِيَامَ هٰذِهِ اللَّيْلَةِ فَقَالَ اِنَّ الرَّجُلَ اِذَا صَلّٰى مَعَ الْاِمَامِ حَتّٰى يَنْصَرِفَ حُسِبَ لَهٗ قِيَامُ لَيْلَةٍ فَلَمَّا كَانَتِ الرَّابِعَةُ لَمْ يَقُمْ بِنَا حَتّٰى بَقِيَ ثُلُثُ اللَّيْلِ فَلَمَّا كَانَتِ الثَّالِثَةُ جَمَعَ اَهْلَهٗ وَنِسَاءَهٗ وَالنَّاسَ فَقَامَ بِنَا حَتّٰى خَشِيْنَا اَنْ يَّفُوْتَنَا الْفَلَاحُ قُلْتُ وَمَا الْفَلَاحُ قَالَ السُّحُوْرُ ثُمَّ لَمْ يَقُمْ بِنَا بَقِيَّةَ الشَّهْرِ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ

خیر و برکت رکھے گا (مسلم) دوسری فصل روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ روزے رکھے آپ نے مہینے میں ہمارے ساتھ بالکل قیام نہ فرمایا حتی کہ سات دن باقی رہ گئے تب ہمارے ساتھ قیام کیا یہاں تک کہ تہائی رات گزر گئی پھر جب چھٹی رات ہوئی تو ہمارے ساتھ قیام نہ کیا پھر جب پانچویں رات ہوئی تو ہم کو نماز پڑھائی حتی کہ رات آدھی گزر گئی تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کاش کہ آپ ان راتوں کا قیام ہمارے لیے زیادہ فرمادیتے تو حضور نے فرمایا کہ انسان جب امام کے ساتھ نماز پڑھے حتی کہ فارغ ہوجائے تو اس کے لیے ساری رات قیام شمار کیا جاتا ہے پھر جب چوتھی رات ہوئی تو ہمیں نماز نہ پڑھائی حتی کہ رات تہائی باقی رہ گئی پھر جب تیسری رات ہوئی تو اپنے گھر والوں اپنی بیویوں اور لوگوں کو جمع فرمایا ہمیں نماز پڑھائی حتی کہ ہم نے خوف کیا کہ ہم سے فلاح جاتی رہے گی میں نے کہا فلاح کیا چیز ہے فرمایا سحری پھر بقیہ مہینہ

۱؎ مصنف یہ حدیث تراویح کے باب میں یہ بتانے لائے کہ اس حکم میں تراویح بھی داخل ہے لہذا تراویح گھر میں پڑھنا افضل (مرقاۃ) بعض نے فرمایا کہ تراویح اس حکم سے خارج ہے صحابہ کا اس پر اجماع ہوگیا کہ تراویح مسجد میں اور جماعت سے پڑھنا افضل ہے نبوی زمانہ میں گھر میں پڑھنا افضل تھا جس کی وجہ پہلے گزر چکی ۲؎ یعنی خود تو تراویح پڑھتے رہے ہمیں جماعت سے نہ پڑھائیں جیسا کہ عبارت سے ظاہر ہے ۳؎ یعنی آپ نے تیئسویں رمضان کو ہمیں تہائی رات تک تراویح پڑھائیں اور چوبیسویں کو آدھی رات تک ۴؎ یعنی رمضان میں ہم پر تراویح فرض فرمادیتے معلوم ہوا کہ صحابہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو مالک احکام جانتے تھے ۵؎ یعنی عشاء جماعت سے پڑھ لینے سے تمام رات نوافل پڑھنے کا ثواب ہے لہذا تم تراویح نہ پڑھنے پر غم نہ کرو اس کی بحث پوری گزر چکی کہ اب تراویح سنت مؤکدہ ہے ۶؎ یعنی چھبیسویں رمضان کو ہم نے تہائی رات تک آپ کی تشریف آوری کا انتظار کیا لیکن آپ تشریف نہ لائے اور ہم کو تراویح نہ پڑھائیں۔ اس کے سوا اس جملے کا اور مطلب نہیں ہوسکتا ۷؎ یعنی ستائیسویں رات چونکہ شب قدر ہے اپنے آپ نے خود بھی اس رات تمام رات عبادت کی اور اپنے گھر والوں و صحابہ کرام کو بھی جگایا اور آج دراز تراویح پڑھی کہ سحری کا وقت ہی ختم کیا خیال رہے کہ جمع کے معنی یہ ہیں کہ مسجد میں ان سب کو جمع کیا اس طرح کہ عورتیں علیحدہ عورتوں کی صفیں علیحدہ اور مرد بالکل علیحدہ اگرچہ اہل میں بیویاں بھی داخل تھیں مگر اظہار خصوصیت کے لیے ان کا ذکر علیحدہ ہوا بعض شارحین نے اسے نماز تہجد سمجھا ہے مگر صحیح یہ ہے کہ یہ نماز تراویح تھی۔ ال تمام

وَالنَّسَائِيُّ وَرَوَى ابْنُ مَاجَةَ نَحْوَهُ إِلَّا أَنَّ التِّرْمِذِيَّ لَمْ يَذْكُرْ ثُمَّ لَمْ يَقُمْ بِنَا بَقِيَّةَ الشَّهْرِ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ فَقَدْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً فَإِذَا هُوَ بِالْبَقِيعِ فَقَالَ أَكُنْتِ تَخَافِينَ أَنْ يَحِيفَ اللّٰهُ عَلَيْكِ وَرَسُولُهُ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنِّي ظَنَنْتُ أَنَّكَ أَتَيْتَ بَعْضَ نِسَائِكَ فَقَالَ إِنَّ اللّٰهَ تَعَالَى يَنْزِلُ لَيْلَةَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا فَيَغْفِرُ لِأَكْثَرَ مِنْ عَدَدِ شَعْرِ غَنَمِ كَلْبٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَزَادَ رَزِينٌ مِمَّنِ اسْتَحَقَّ النَّارَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ سَمِعْتُ مُحَمَّدًا يَعْنِي الْبُخَارِيَّ يُضَعِّفُ هٰذَا

نماز نہ پڑھائی (ابوداؤد، ترمذی، نسائی) اور ابن ماجہ نے اس کی مثل روایت کی مگر ترمذی نے ثم لم یقم بنا کا ذکر نہ کیا۔ روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ میں نے ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گم پایا دیکھا کہ آپ جنت البقیع میں تھے ۱ تو آپ نے فرمایا کیا تم اس سے خوف کرتی تھیں کہ تم پر اللہ و رسول ظلم کریں گے ۲ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے خیال ہوا کہ آپ اپنی کسی اور بیوی کے پاس تشریف لے گئے ۳ تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ پندرھویں شعبان کی رات آسمان دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے تو قبیلہ بنو کلب کی بکریوں کے بالوں سے زیادہ کو بخش دیتا ہے ۴ (ترمذی، ابن ماجہ) اور رزین نے یہ بھی زیادہ کیا کہ جو آگ کے مستحق ہو چکے ہیں ۵ ترمذی فرماتے ہیں کہ میں نے امام بخاری کو سنا کہ اس حدیث کو

احادیث میں تراویح کی رکعات کا ذکر نہیں، اس کا ذکر اشارۃً تیسری فصل میں آ رہا ہے ان شاء اللہ وہاں ہی ذکر کیا جائے گا۔

۱ یعنی ایک دفعہ شعبان کی پندرہ تاریخ تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی باری میرے مکان پر تھی اور آپ میرے ہاں تشریف فرما تھے میں رات کو اٹھی تو آپ کا بستر خالی پایا، آپ کو ڈھونڈنے مدینہ کے گلی کوچوں میں نکل حتی کہ بستی سے باہر گئی تو مدینہ کے قبرستان میں آپ کو ذکر و دعا میں مشغول پایا۔ ۲ اس طرح کہ ہم تمہاری باری میں کسی اور بیوی کے ہاں رات کو قیام فرمائیں، جو بظاہر حق تلفی اور تم پر ظلم ہے۔ خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر ازواج کی باری اور مہر شرعاً واجب نہ تھا مگر آپ نے خود اپنے کرم سے ان کی باریاں مقرر فرما دی تھیں اب اس کے خلاف کرنا اپنے وعدہ کے خلاف ہوگا اس لیے اسے ظلم فرمایا، نیز چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر عمل رب کی طرف سے ہے اس لیے اس ظلم کو رب کی طرف بھی منسوب کیا لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں۔ ۳ کیونکہ آپ پر باری فرض نہیں اور آپ اس معاملہ میں مختار ہیں ہاں مجھے غیرت سے تردد تھی کہ میری باری اور بیوی نے کیوں لے لی۔ اس غیرت میں کئی علماء فرماتے ہیں کہ غیرت عورتوں کی فطری چیز ہے اس پر کوئی پکڑ نہیں۔ ۴ یعنے اس رات رب کی رحمت خاص دنیا کی طرف متوجہ ہوتی ہے اور قبیلہ کلب جن کے پاس بہت بکریاں ہیں ان بکریوں کے جسم پر جس قدر بال ہیں اتنے گناہگاروں کی مغفرت ہوتی ہے اسی سے معلوم ہوا کہ شب برأت میں عبادات کرنا قبرستان جانا سنت ہے خیال رہے کہ اس رات کو بھی شب قدر کہتے ہیں یعنے تمام سال کے انتظامی امور کے فیصلے کی رات تقدیر بمعنی اندازہ رب تعالیٰ فرماتا ہے فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ اور ستائیسویں رمضان کو بھی شب قدر کہتے ہیں یعنے بزرگی کی رات، قدر بمعنی بزرگی۔ اس میں فرشتے اتنے نازل ہوتے ہیں کہ زمین تنگ ہو جاتی ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے تَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ فِيهَا شب برأت کے فضائل و اعمال جاری کتاب

الحدیث: وعن زید بن ثابت قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوۃ المرء فی بیتہ افضل من صلوتہ فی مسجدی ھذا الا المکتوبۃ رواہ ابوداؤد والترمذی

الفصل الثالث: عن عبد الرحمن بن عبد القاری قال خرجت مع عمر بن الخطاب لیلۃ الی المسجد فاذا الناس اوزاع متفرقون یصلی الرجل لنفسہ ویصلی الرجل فیصلی بصلوتہ الرھط فقال عمر انی لو جمعت ھؤلاء علی قاری واحد لکان امثل ثم عزم فجمعھم علی ابی بن کعب قال ثم خرجت معہ لیلۃ اخری والناس یصلون بصلوۃ قارئھم قال عمر نعمت البدعۃ ھذہ والتی تنامون عنھا افضل من التی

روایت ہے حضرت زید ابن ثابت سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مرد کی نماز اپنے گھر میں میری اس مسجد میں نماز سے افضل ہے سوائے فرض کے لہ (ابوداؤد، ترمذی) تیسری فصل روایت ہے حضرت عبدالرحمان ابن عبد القاری سے لہ فرماتے ہیں کہ میں ایک رات حضرت عمر ابن خطاب کے ساتھ مسجد کو گیا لوگ متفرق ٹولیوں میں الگ الگ تھے کوئی اکیلے نماز پڑھ رہا تھا اور کسی کے ساتھ کچھ جماعت پڑھ رہی تھی ٹہ حضرت عمر نے فرمایا کہ اگر میں ان لوگوں کو ایک قاری پر جمع کر دیتا تو بہتر تھا پھر آپ نے ارادہ کر ہی لیا تو انہیں ابی ابن کعب پر جمع کر دیا ٹہ فرماتے ہیں کہ پھر میں دوسری رات آپ کے ساتھ گیا تو لوگ اپنے قاری کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے حضرت عمر نے فرمایا یہ بڑی اچھی بدعت ہے ٹہ اور وہ نماز جس سے تم سو رہتے ہو اس سے افضل ہے جس کو تم قائم کرتے ہو

[illegible] اور اسلامی زندگی میں دیکھو ٹہ یعنی مومن گنہگار ہو کر [illegible] ممکن ہے کہ کفر پر مر جائیں

لہ کوئی حرج نہیں کیونکہ فضائل اعمال میں حدیث ضعیف بھی قبول ہے ٹہ اس کی شرح ابھی گزر چکی کہ اس حکم سے نماز عیدین تحیۃ المسجد وغیرہ بہت سے نوافل مستثنیٰ ہیں شیخ نے لمعات میں فرمایا کہ گھر میں نماز پڑھنے کی ترغیب کے لیے یا تو خوف ہے اگر لوگ مسجد ہی میں [illegible] کے پیچھے تو [illegible] گھر [illegible] لہ [illegible] کی صفت ہے [illegible] کا مضاف الیہ اور یہ قبیلہ قارہ کی طرف منسوب ہے آپ تابعی ہیں حضرت عمر فاروق کی طرف سے بیت المال پر عامل تھے ٹہ یعنی رمضان کی راتوں میں سے ایک رات میں مسجد نبوی میں داخل ہوئے تو لوگوں کو اس طرح متفرق طور پر تراویح پڑھتے دیکھا کوئی جماعت سے پڑھ رہا ہے کوئی اکیلے خیال رہے کہ فرائض کی جماعت اولیٰ کے وقت مسجد میں علیحدہ نماز پڑھنا منع ہے تراویح کا یہ حکم نہیں اب بھی پیچھے آنے والے تراویح کی جماعت کے وقت فرائض اور بقیہ تراویح پڑھتے رہتے ہیں ٹہ اس طرح کہ حضرت ابی ابن کعب کو حکم دیا کہ صحابہ کو تراویح پڑھایا کریں اور صحابہ کو حکم دیا کہ ان کے پیچھے تراویح پڑھا کریں خیال رہے کہ فرائض کے امام خود عمر فاروق تھے اس سے معلوم ہوا کہ فرائض اور تراویح کا امام الگ الگ ہونا جائز ہے [illegible] فرض جماعت سے نہ پڑھے [illegible] نہیں پڑھنا [illegible] وقت [illegible] تراویح کی [illegible]

تَقُوْمُوْنَ يُرِيْدُ اٰخِرَ اللَّيْلِ وَكَانَ النَّاسُ يَقُوْمُوْنَ أَوَّلَهٗ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ، وَعَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ أَمَرَ عُمَرُ أُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ وَتَمِيْمًا الدَّارِيَّ أَنْ يَّقُوْمَا لِلنَّاسِ فِيْ رَمَضَانَ بِإِحْدٰى عَشَرَةَ رَكْعَةً فَكَانَ الْقَارِئُ يَقْرَأُ بِالْمِئِيْنَ حَتّٰى كُنَّا نَعْتَمِدُ عَلَى الْعَصَا مِنْ طُوْلِ الْقِيَامِ فَمَا كُنَّا نَنْصَرِفُ إِلَّا فِيْ فُرُوْعِ الْفَجْرِ رَوَاهُ مَالِكٌ، وَعَنِ الْأَعْرَجِ قَالَ مَا أَدْرَكْنَا النَّاسَ إِلَّا وَهُمْ يَلْعَنُوْنَ الْكَفَرَةَ فِيْ رَمَضَانَ قَالَ وَكَانَ الْقَارِئُ يَقْرَأُ سُوْرَةَ الْبَقَرَةِ فِيْ ثَمَانِ رَكَعَاتٍ فَإِذَا قَامَ بِهَا

آخر رات کی اور لوگ اول رات میں پڑھتے تھے (بخاری) روایت ہے حضرت سائب ابن یزید سے فرماتے ہیں کہ حضرت عمر نے ابی ابن کعب اور تمیم داری کو حکم دیا کہ لوگوں کو رمضان میں گیارہ رکعتیں پڑھائیں تو امام مئین سورتیں پڑھتا تھا حتی کہ ہم درازی قیام کی وجہ سے لاٹھی پر ٹیک لگا لیتے تھے تو شروع فجر سے پہلے فارغ نہ ہوتے تھے (مالک) روایت ہے حضرت اعرج سے فرماتے ہیں کہ ہم نے لوگوں کو رمضان میں کافروں پر لعنت کرتے پایا ۔ فرماتے ہیں کہ قاری آٹھ رکعتوں میں سورہ بقر پڑھتا تھا اور جب وہ بارہ رکعتوں میں پڑھنے لگے تو لوگوں نے سمجھا

چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ نفس تراویح سنت رسول اللہ ہے مگر اس پر ہمیشگی، جماعت اور اہتمام سے ادا کرنا سنت فاروقی ہے یعنی بدعت حسنہ ہے دوسرے یہ کہ ایجادات صحابہ شرعًا بدعت ہیں اگرچہ انہیں لغۃً سنت کہا جاتا ہے اسی لحاظ سے حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ لہٰذا دونوں حدیثیں متعارض نہیں۔ تیسرے یہ کہ ہر بدعت بری نہیں بعض اچھی بھی ہوتی ہیں مگر فرضی قرآن کریم کے اعراب اور سیپارے حدیثوں کو کتابی شکل میں جمع کرنا بدعت ہیں مگر فرض۔ چوتھے یہ کہ قیامت تک تراویح کی رسوم حضرت فاروق کی یادگار ہے ۔ [1] یعنی تم لوگ تراویح تو پڑھ لیتے ہو مگر تہجد چھوڑ دیتے ہو حالانکہ وہ بہت افضل ہے وہ بھی پڑھا کرو یا یہ مطلب ہے کہ میں کسی عذر کی وجہ سے تمہارے ساتھ تراویح میں شریک نہیں ہوتا کیونکہ تہجد پڑھتا ہوں جو بڑی فضیلت سے تمہارا یہ خیال ہے کہ تراویح ہی تمام سنت ہیں اسکو یہ ہے ۔ [2] اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کا عمل تراویح اول رات میں پڑھنے کا تھا خیال رہے کہ تراویح سو کر اٹھ کر نہ پڑھے بلکہ سونے سے پہلے پڑھے خواہ آخری رات تک پڑھتا رہے جیسا کہ شبینہ میں ہوتا ہے صحابہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عمل کیا یا پڑھ کر سوئے ۔ [3] آٹھ رکعتیں تراویح اور تین وتر کبھی ابی ابن کعب پڑھاتے اور کبھی تمیم داری یا تراویح ابی ابن کعب نے پڑھائیں اور وتر تمیم داری نے اس حدیث سے غیر مقلد آٹھ تراویح پر دلیل پکڑتے ہیں مگر یہ ان کے بھی خلاف ہے کیونکہ وہ وتر ایک رکعت پڑھتے ہیں اور اس میں تین کا ثبوت ہے اس حدیث میں چند طرح گفتگو ہے ایک یہ کہ یہ حدیث صحیح نہیں بلکہ مضطرب ہے اس کے راوی محمد ابن یوسف ہیں انہوں نے یہاں گیارہ کی روایت کی اور محمد ابن نصر سے تیرہ کی، عبدالرزاق نے انہیں سے اکیس رکعتیں نقل کیں (فتح الباری) ابن عبدالبر نے فرمایا کہ یہ روایت وہم ہے صحیح یہ ہے کہ آپ نے لوگوں کو بیس رکعت کا حکم دیا اور دوسرے یہ ہو سکتا ہے کہ اولًا آٹھ تراویح پڑھی گئی ہوں پھر بارہ پھر بیس یہ دونوں منسوخ ہوں لہٰذا احادیث میں تعارض نہیں اس کی پوری بحث ہماری کتاب جاء الحق حصہ دوم میں دیکھو۔ [4] مئین وہ سورتیں کہلاتی ہیں جن کی آیات سو سے زیادہ ہوں جیسے سورہ بقر آل عمران یعنی آٹھ رکعتوں میں سے

فِیْ ثِنْتَیْ عَشْرَةَ رَكْعَةً رَأَى النَّاسُ اَنَّهٗ قَدْ خُفِّفَ رَوَاهُ مَالِكٌ ۝ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ بَكْرٍ قَالَ سَمِعْتُ اُبَیًّا يَقُوْلُ كُنَّا نَنْصَرِفُ فِیْ رَمَضَانَ مِنَ الْقِيَامِ فَنَسْتَعْجِلُ الْخَدَمَ بِالطَّعَامِ مَخَافَةَ فَوْتِ السَّحُوْرِ وَفِیْ اُخْرٰى مَخَافَةَ الْفَجْرِ رَوَاهُ مَالِكٌ ۝ وَعَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هَلْ تَدْرِيْنَ مَا فِیْ هٰذِهِ اللَّيْلَةِ يَعْنِیْ لَيْلَةَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ قَالَ مَا فِيْهَا يَا رَسُوْلَ

کو آسانی ہو گئی ہے (مالک) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن ابی بکر سے فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابی کو فرماتے سنا کہ ہم رمضان میں نماز سے فارغ ہوتے تھے تو خدام سے جلد کھانا مانگتے تھے سحری جاتے رہنے کے خوف سے دوسری روایت میں ہے فجر کے خوف سے (مالک) روایت ہے حضرت عائشہ سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ فرمایا کیا تم جانتی ہو کہ اس رات یعنی پندرھویں شعبان میں کیا ہے عرض کیا یا رسول اللہ

لمبی سورتیں پڑھی جاتیں تھیں تو ہم تھک کر اپنی بغل میں لاٹھی دبا کر ٹیک لگاتے تھے اگر یہ حدیث صحیح ہو تو اس سے معلوم ہوگا کہ لاٹھی پر ٹیک لگا کر نماز پڑھنا جائز ہے اور یہ سنت ہے۔ ۵ یہ حدیث گزشتہ اس حدیث کی شرح ہے جس میں فرمایا گیا تھا کہ صحابہ آخر پندرہ رمضان میں وتر میں قنوت پڑھتے تھے اس سے معلوم ہوا کہ وہ قنوت، قنوت نازلہ تھی جیسا ہم پہلے کہہ چکے ہیں وتر کی قنوت تو ہمیشہ پڑھی جاتی ہے اعرج کا نام عبدالرحمان ہے مشہور ثقہ تابعی ہیں اور لوگوں سے مراد صحابہ ہیں۔ ۲ خیال رہے کہ صحابہ کرام نے اولاً آٹھ تراویح پڑھی پھر بارہ جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہوا پھر بیس تراویح پر تمام صحابہ کا اتفاق ہو گیا جیسا کہ مرقاۃ، لمعات وغیرہ میں ہے نیز طبرانی، بیہقی، ابن ابی شیبہ، البغوی، مالک، ابن منیع وغیرہم نے حضرت ابن عباس، سائب ابن یزید، یزید ابن رومان، ابی ابن کعب، ابو عبدالرحمان سلمی وغیرہم سے روایتیں کیں، بلکہ طبرانی، بیہقی، عبد ابن حمید، ابن ابی شیبہ وغیرہم نے حضرت ابن عباس سے روایت کی کہ خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سوائے وتر کے بیس رکعت پڑھتے تھے اگرچہ اس کی اسناد میں عثمان ابن ابراہیم راوی پر جرح ہے مگر چونکہ یہ امام اعظم سے بہت عرصہ بعد پیدا ہوا لہٰذا یہ حدیث امام اعظم کو صحیح ہو کر ملی بعد کا ضعف پہلے والوں کو مضر نہیں۔ طبرانی، ابن حبان میں حضرت جابر سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں آٹھ رکعت پڑھتے تھے اس میں اولاً تو عیسٰی ابن جاریہ راوی سخت ضعیف ہے لہٰذا حدیث ناقابل عمل اور اگر صحیح بھی ہو تو وہاں نماز تہجد مراد ہے نہ کہ تراویح اسی لیے طبرانی نے یہ حدیث باب قیام اللیل یعنی تہجد کے باب میں نقل کی غرض کہ بیس والی روایتوں میں تراویح ہی مراد ہے اور آٹھ والی میں تہجد کا احتمال اسی لیے امام ترمذی فرماتے ہیں کہ اہل مکہ بیس تراویح پڑھتے تھے اور اہل مدینہ چالیس، آٹھ تراویح پر کبھی کسی کا عمل نہیں ہوا اب تو سارے حرمین شریف میں بیس تراویح پڑھی جاتی ہیں بلکہ بیس تراویح کے حساب سے قرآن کریم کے رکوع یعنی پانچسو چالیس (۵۴۰) صحیح ہوئے ہیں کہ رکوع کہتے ہیں اس کو ہیں جسے پڑھ کر صحابہ تراویح میں رکوع کرتے تھے اگر تراویح آٹھ ہوں تو قرآن کے رکوع ۲۱۶ ہوتے اس کی پوری تحقیق جاء الحق حصہ دوم میں دیکھو۔ ۳ آپ عبداللہ ابن ابی بکر ابن محمد ابن عمرو ابن حزم انصاری مدنی ہیں آپ علمائے مدینہ میں سے تھے ستر سال کی عمر ہوئی ۱۳۵ھ میں وفات پائی (مرقاۃ، اکمال) انہیں حضرت شیخ نے اشعۃ اللمعات میں صدیق اکبر کا

اللہِ فَقَالَ فِيهَا اَنْ يُّكْتَبَ كُلُّ مَوْلُودٍ بَنِيْ اٰدَمَ فِيْ هٰذِهِ السَّنَةِ وَفِيْهَا اَنْ يُّكْتَبَ كُلُّ هَالِكٍ مِنْ بَنِيْ اٰدَمَ فِيْ هٰذِهِ السَّنَةِ وَفِيْهَا تُرْفَعُ اَعْمَالُهُمْ وَفِيْهَا تَنْزِلُ اَرْزَاقُهُمْ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا مِنْ اَحَدٍ يَّدْخُلُ الْجَنَّةَ اِلَّا بِرَحْمَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى فَقَالَ مَا مِنْ اَحَدٍ يَّدْخُلُ الْجَنَّةَ اِلَّا بِرَحْمَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى ثَلٰثًا قُلْتُ وَلَا اَنْتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَوَضَعَ يَدَهٗ عَلٰى هَامَتِهٖ فَقَالَ وَلَا اَنَا اِلَّا اَنْ يَّتَغَمَّدَنِيَ اللّٰهُ مِنْهُ بِرَحْمَتِهٖ يَقُوْلُهَا ثَلٰثَ مَرَّاتٍ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي الدَّعَوَاتِ

اس میں کیا ہے تو فرمایا اس رات میں اس سال پیدا ہونے والے انسان کے بچے لکھ دیئے جاتے ہیں اور اس سال مرنے والے سارے انسان لکھ دیئے جاتے ہیں اور اس رات میں ان کے اعمال اٹھائے جاتے ہیں اور ان کے رزق اتارے جاتے ہیں تب انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا کوئی اللہ کی رحمت کے بغیر جنت میں نہیں جائیگا تو آپ نے تین بار فرمایا کہ کوئی اللہ تعالیٰ کی رحمت کے بغیر جنت میں نہیں جاسکتا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ بھی نہیں تو آپ نے اپنا ہاتھ شریف اپنے سر پر رکھا اور فرمایا میں بھی نہیں مگر یہ کہ اللہ مجھے اپنی رحمت میں چھپالے تین بار فرمایا (بیہقی دعوات کبیر)۔

بڑا تو دعا قبول ہوگئی کہ وہ تو جنگ طائف میں شہید ہوگئے ۳؎ یعنی اول شب سے تراویح شروع کرتے تو سحری تک پڑھتے ہی رہتے سوکر پھر اٹھ کر نہیں پڑھتے تھے اب شریف بھی یہی ہوتا ہے۔ ۴؎ یعنی اس رات کو فرشتے لوح محفوظ سے سال بھر کے ہونے والے واقعات اس رات صحیفوں میں نقل کر دیتے ہیں اور پھر وہ ان فرشتوں کے حوالے کر دیتے ہیں جن کے ذمہ کام ہے چنانچہ مرنے والوں کی فہرست ملک الموت کو اور پیدا کرنے والوں کی فہرست بچہ بنانے والے فرشتے کو، رزقوں کی فہرست حضرت میکائیل کو دے دی جاتی ہے اسی لیے اسے شب قدر کہتے ہیں یعنی اندازے کی رات۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان فرشتوں کو سال میں پیدا ہونے والے، مرنے والے لوگوں کا اور گرنے والے بارش کے قطرات اور ملنے والی روزیوں کا پورا علم ہوتا ہے یہ علوم خمسہ ہیں جو ان فرشتوں کو دے گئے ہیں تو بھلا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا پوچھنا ۵؎ یعنی سال بھر کے اعمال جو روزانہ صحیفوں میں لکھے جاتے رہے وہ تمام یہ تو کل ایک جگہ ہوکر رب تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کیے جاتے ہیں اور اگلے سال میں جس کو جتنی روزی ملنے والی ہے اندازے سے پانی کے قطرے، سانس وغیرہ سب کا تخمینہ کیا جاتا ہے نزول سے مراد اس کا تعین کرنا ہے (مرقاۃ) اس حدیث میں وہ لوگ غور کریں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کے انکاری ہیں لوح محفوظ کے فرشتوں کو ذرہ ذرہ کی خبر ہے ۶؎ خیال رہے کہ نیک اعمال جنت ملنے کا سبب ظاہری ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سبب حقیقی لہٰذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ بلکہ نیک اعمال کی توفیق اور ان کی قبولیت اللہ کی رحمت سے ہے عمل تخم ہیں اور رب تعالیٰ کا فضل بارش اور دھوپ ۷؎ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سر پر ہاتھ رکھنا تواضع کیلئے تھا اس میں فرمایا گیا کہ جب میں سید الانبیاء ہونے کے باوجود اللہ کی رحمت سے بے نیاز نہیں پھر اس سے کون بے نیاز ہو سکتا ہے خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سب کچھ رب تعالیٰ کے لحاظ سے فرمایا امت کے لحاظ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب کی پناہ ہیں رب کو اللہ ا۔ رحمت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ملتی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ابر رحمت ہیں جس میں پانی رب کے حکم سے آتا ہے

الکبیر ۔ وَعَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی لَیَطَّلِعُ فِیْ لَیْلَۃِ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ فَیَغْفِرُ لِجَمِیْعِ خَلْقِہٖ اِلَّا لِمُشْرِکٍ اَوْ مُشَاحِنٍ رَوَاہُ ابْنُ مَاجَۃَ وَرَوَاہُ اَحْمَدُ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ وَفِیْ رِوَایَتِہٖ اِلَّا اثْنَیْنِ مُشَاحِنٍ وَقَاتِلِ نَفْسٍ ۔ وَعَنْ عَلِیٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا کَانَتْ لَیْلَۃُ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ فَقُوْمُوْا لَیْلَہَا وَصُوْمُوْا یَوْمَہَا فَاِنَّ اللّٰہَ یَنْزِلُ فِیْہَا لِغُرُوْبِ الشَّمْسِ اِلَی السَّمَاءِ الدُّنْیَا فَیَقُوْلُ اَلَا مِنْ مُّسْتَغْفِرٍ فَاَغْفِرَ لَہٗ اَلَا مُسْتَرْزِقٌ فَاَرْزُقَہٗ اَلَا مُبْتَلًی فَاُعَافِیَہٗ اَلَا کَذَا اَلَا کَذَا حَتّٰی یَطْلُعَ الْفَجْرُ رَوَاہُ ابْنُ مَاجَۃَ ۔

بَابُ صَلٰوۃِ الضُّحٰی

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ ۔ عَنْ اُمِّ ہَانِئٍ قَالَتْ اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دَخَلَ بَیْتَہَا یَوْمَ فَتْحِ

روایت ہے حضرت ابو موسیٰ اشعری سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ پندرھویں شعبان کی شب میں توجہ کرم فرماتا ہے تو کافر یا کینہ والے کے سوا اپنی سب مخلوق کو بخش دیتا ہے (ابن ماجہ) اور احمد نے عبداللہ ابن عمرو ابن عاص سے روایت کی احمد کی روایت میں ہے دو کے سوا کینہ ور اور قاتل نفس ۱؎ روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب پندرھویں شعبان کی رات ہو تو رات میں قیام کرو دن میں روزہ رکھو کیونکہ اس رات میں اللہ تعالیٰ سورج ڈوبتے ہی آسمان دنیا کی طرف نزول رحمت فرماتا ہے کہتا ہے کہ کوئی معافی مانگنے والا ہے کہ میں اسے بخش دوں کیا کوئی روزی مانگنے والا ہے کہ میں اسے روزی دوں کیا کوئی بیمار ہے کہ میں اسے آرام دوں کیا کوئی ایسا ہے کیا کوئی ایسا ہے طلوع فجر تک ۲؎ (ابن ماجہ)

چاشت کی نماز کا باب ۳؎

فصل پہلی روایت ہے حضرت ام ہانی سے فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن ان کے گھر تشریف لائے

تمام جہان کو پانی اس بادل سے ملتا ہے اس بادل کے فیض سے سمندر میں موتی ہوتے ہیں اور خشکی میں دانے پھل وغیرہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض سے صحابہ کے سینوں میں معرفت کے موتی پیدا ہوئے عام مسلمانوں کے سینوں میں ایمان و تقویٰ ۔ ۱؎ کینہ سے مراد دنیوی کینے اور عداوتیں ہیں اور قتل سے مراد ظلماً قتل ہے ورنہ کفار سے کینہ رکھنا اور جہاد میں کفار کا قتل مذکورہ کینہ اور قاتل نفس کا قتل عبادت ہے بعض جگہ شب برات کے دن ایک دوسرے کو حلوہ وغیرہ کے تحفے بھیجتے ہیں اپنے قصوروں کی آپس میں معافی چاہتے ہیں ان سب کی اصل یہ حدیث ہے کہ عداوت و کینہ والا اس رات کی رحمتوں سے محروم ہے اور یہ تحفہ کینے دفع کرنے کا ذریعہ ہے [illegible] عبادتوں کی اور خیرات بلکہ [illegible] بھی عبادت ہیں ان چیزوں کو روکنا اور شرک کہنا بڑی جہالت ہے ۲؎ بہتر یہ ہے کہ ساری رات جاگ کر عبادت کرے اور اگر ہو سکے تو اول رات سوئے آخر رات میں تہجد پڑھے اور زیارت قبور کرے اور تین دن روزے رکھے تیرھویں چودھویں پندرھویں کہ ایک نفلی روزہ رکھنا بہتر نہیں تمام افضل راتوں کے احکام ہماری کتاب اسلامی زندگی میں دیکھو ۳؎ یعنی صلوٰۃ الضحیٰ کے احکام اور فضائل

مَكَّةَ فَاغْتَسَلَ وَصَلّٰى ثَمَانِيَ رَكَعَاتٍ فَلَمْ اَرَ صَلٰوةً قَطُّ اَخَفَّ مِنْهَا غَيْرَ اَنَّهٗ يُتِمُّ الرُّكُوْعَ وَ
السُّجُوْدَ وَقَالَتْ فِيْ رِوَايَةٍ اُخْرٰى وَذٰلِكَ ضُحًى مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ مُعَاذَةَ قَالَتْ سَئَلْتُ
عَائِشَةَ كَمْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ صَلٰوةَ الضُّحٰى قَالَتْ اَرْبَعَ رَكَعَاتٍ
وَيَزِيْدُ مَا شَاءَ اللّٰهُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ اَبِيْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصْبِحُ
عَلٰى كُلِّ سُلَامٰى مِنْ اَحَدِكُمْ صَدَقَةٌ فَكُلُّ تَسْبِيْحَةٍ صَدَقَةٌ وَكُلُّ تَحْمِيْدَةٍ صَدَقَةٌ وَكُلُّ
تَكْبِيْرَةٍ صَدَقَةٌ وَاَمْرٌ بِالْمَعْرُوْفِ صَدَقَةٌ وَنَهْيٌ عَنِ الْمُنْكَرِ صَدَقَةٌ وَيُجْزِئُ مِنْ ذٰلِكَ
رَكْعَتَانِ يَرْكَعُهُمَا مِنَ الضُّحٰى رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ اَنَّهٗ رَاٰى قَوْمًا يُصَلُّوْنَ مِنَ

آپ نے غسل کیا اور آٹھ رکعتیں پڑھیں[1] میں نے اس سے زیادہ ہلکی نماز کوئی نہ دیکھی بجز اس کے کہ آپ رکوع اور سجدے پورے کرتے تھے[2] اور دوسری روایت میں فرمایا یہ چاشت کا وقت تھا[3] (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت معاذہ سے فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ سے پوچھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز چاشت کتنی پڑھتے تھے فرمایا چار رکعتیں اور جو اللہ چاہتا وہ زیادہ پڑھتے تھے[4] (مسلم) روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم میں سے ہر ایک کے ہر جوڑ پر صدقہ ہوتا ہے[5] پس ہر تسبیح صدقہ ہے اور ہر حمد صدقہ ہے اور ہر تکبیر صدقہ ہے[6] اچھی بات کا حکم دینا صدقہ ہے اور برائی سے روکنا صدقہ ہے اور ان سب کی طرف سے چاشت کی دو رکعتیں کافی ہیں جسے انسان پڑھ لے[7] (مسلم) روایت ہے حضرت زید ابن ارقم سے کہ انہوں نے ایک قوم کو چاشت کی نماز

دیں مگر اس رات شروع ہونے سے پہلے ہی مبارک ہیں وہ لوگ جو اس رات عبادتیں کر لیں اور بدنصیب ہیں وہ جو اس رات آتشبازیوں اور بیہودگیوں میں گزاریں

[1] ضحیٰ صبح کے بعد ہے دن کی بلندی یا آفتاب کی شعاع رب تعالیٰ فرماتا ہے والشمس وضحٰها عرف میں نماز اشراق اور نماز چاشت دونوں کو نماز ضحیٰ کہا جاتا ہے نماز اشراق کا وقت سورج کے چمکنے کے بیس منٹ بعد سے سورج کے چہارم آسمان پر پہنچنے تک اور نماز چاشت کا وقت چہارم دن سے دوپہر یعنی ضحوہ کبریٰ تک ہے کبھی نماز اشراق کو بھی نماز چاشت کہہ دیا جاتا ہے حق یہ ہے کہ یہ دونوں نمازیں سنت مستحبہ ہیں نماز اشراق مسجد میں ادا کرنا بہتر ہے اور چاشت گھر میں اشراق کی دو رکعتیں ہیں اور چاشت کی چار [2] یہ حدیث نماز چاشت کی بڑی قوی دلیل ہے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ نماز گھر میں پڑھنا بہتر ہے خیال رہے کہ ام ہانی کا نام فاختہ یا عاتکہ بنت ابی طالب ہے علی مرتضیٰ کی حقیقی بہن ہیں آپ حضور انور کے ساتھ ہجرت نہ کر سکی تھیں [3] یعنی یہ نماز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری نمازوں سے ہلکی رکوع یا سجدے تو ویسے ہی پورے ادا کئے مگر قیام اور قعدہ ہلکا تھا لہذا اس حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ آپ نے قیام و قعدہ پورا ادا کیا [4] یعنی یہ نماز فتح مکہ کے شکرانہ وغیرہ کی نہ تھی بلکہ چاشت کی تھی [5] یعنی آپ نے ہمیشہ چار رکعت سے کبھی کم نہ پڑھی ہاں کبھی زیادہ کر دیتے امام غزالی نے احیاء العلوم میں فرمایا کہ ان رکعتوں میں والشمس، والیل، والضحیٰ، الم نشرح پڑھے [6] یعنی ان سب میں صدقہ نفل کا ثواب ہے اور یہ بدن کے جوڑوں کی سلامتی کا شکریہ بھی ہے

اَلضُّحٰى فَقَالَ لَقَدْ عَلِمُوْا اَنَّ الصَّلٰوةَ فِيْ غَيْرِ هٰذِهِ السَّاعَةِ اَفْضَلُ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلٰوةُ الْاَوَّابِيْنَ حِيْنَ تَرْمَضُ الْفِصَالُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ. اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ عَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ وَاَبِيْ ذَرٍّ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى اَنَّهُ قَالَ يَا ابْنَ اٰدَمَ ارْكَعْ لِيْ اَرْبَعَ رَكَعَاتٍ مِّنْ اَوَّلِ النَّهَارِ اَكْفِكَ اٰخِرَهٗ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَرَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالدَّارِمِيُّ عَنْ نُعَيْمِ بْنِ هَمَّارٍ الْغَطْفَانِيِّ وَاَحْمَدُ عَنْهُمْ. وَعَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فِي الْاِنْسَانِ ثَلٰثُ مِائَةٍ

پڑھتے دیکھا[1] تو فرمایا کہ یہ حضرات جانتے ہیں کہ اس کے علاوہ دوسری گھڑی و ساعت میں یہ نماز افضل ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اوابین کی نماز جب ہے جب کہ اونٹنی کا بچہ گرم ہوجاتا ہے[2] (مسلم) دوسری فصل روایت ہے حضرت ابو درداء و ابوذر سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رب تعالیٰ سے روایت کرتے ہوئے فرمایا کہ رب فرماتا ہے کہ اے انسان تو شروع دن میں میرے لیئے چار رکعتیں پڑھ لے تو میں آخر دن تک تیرے لیئے کافی ہوں گا[3] (ترمذی، ابوداؤد اور دارمی نے نعیم ابن ہمار غطفانی سے روایت کی اور احمد نے ان سب سے۔ روایت ہے حضرت بریدہ سے[4] فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ انسان میں تین سو

اگر کوئی انسان روزانہ تین سو ساٹھ نفل نیکیاں کرے تو صرف جوڑوں کا شکر ادا کریگا باقی نعمتیں بہت دور ہیں[1] یہاں چاشت سے مراد اشراق ہی ہے اس نماز کے بڑے فضائل ہیں بہتر یہ ہے کہ نماز فجر پڑھ کر مصلے پر ہی بیٹھا رہے تلاوت یا ذکر خیر کرتا رہے پھر رکعتیں پڑھ کر مسجد سے نکلے انشاء اللہ حج کا ثواب پائے گا اشراق سے متصل چہارم دن گزرنے سے پہلے جیسا کہ اگلی عبارت سے معلوم ہورہا ہے[2] بعض علماء نے فرمایا کہ چاشت کا وقت بھی طلوع آفتاب سے شروع ہوتا ہے اور نصف النہار پر ختم ہوتا ہے مگر بہتر یہ ہے کہ چہارم دن گزرنے پر پڑھے یہ حدیث ہے کیونکہ زید ابن ارقم نے افضل فرمایا نہ کہ یہ نماز وقت سے پہلے پڑھ رہے ہیں چونکہ اس زمانہ میں گھڑی نہ تھی اس لیئے اوقات کا ذکر علامات سے ہوتا تھا آپ نے دوپہر کو اسی علامت سے بیان فرمایا کہ اونٹ کے بچے اون کی وجہ سے جب گرم ہوجائیں یعنی خوب دن چڑھ جائے وقت گرمی ہوجائے چونکہ اس وقت دل آرام کرنا چاہتا ہے اس لیئے اس وقت نماز بہتر ہے[3] فجر کی یا چاشت کی دوسرے معنی زیادہ ظاہر ہیں اسی لیئے مؤلف اس کو نوافل کے باب میں لائے یعنی میری رضا کے لیئے نماز پڑھ لے[4] یعنی شام تک تیری حاجتیں پوری کروں گا تیری مصیبتیں دفع کروں گا **خلاصہ** یہ کہ تو اول دن میں اپنا دل میرے لیئے فارغ کردے میں آخر دن تک تیرا دل غموں سے فارغ رکھوں گا سبحان اللہ دل کی فراغت بڑی نعمت ہے دوسری روایت میں ہے کہ جو اللہ کا ہوجاتا ہے اللہ اس کا ہوجاتا ہے یہ حدیث اس کی شرح ہے[5] آپ مشہور صحابی ہیں آپ کا نام بریدہ ابن حصیب اسلمی ہے حق یہ ہے کہ مدینہ ہجرت کی حالت میں راستہ میں ایمان لائے بصرہ میں قیام رہا خراسان کے جہادوں میں شریک رہے یزید ابن معاویہ کے زمانہ میں مقام مرو میں ۶۲ھ میں وفات پائی شیخ فرماتے ہیں کہ مرو میں آپ کی قبر کی زیارت ہوتی ہے برکتیں حاصل کی جاتی ہیں۔

وَسِتُّوْنَ مَفْصَلًا فَعَلَيْهِ اَنْ يَّتَصَدَّقَ عَنْ كُلِّ مَفْصَلٍ مِّنْهُ بِصَدَقَةٍ قَالُوْا وَمَنْ يُّطِيْقُ ذٰلِكَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ قَالَ النُّخَاعَةُ فِي الْمَسْجِدِ تَدْفِنُهَا وَالشَّيْءُ تُنَحِّيْهِ عَنِ الطَّرِيْقِ فَاِنْ لَّمْ تَجِدْ فَرَكْعَتَا الضُّحٰى تُجْزِئُكَ رَوَاهُ اَبُوْ دَاؤدَ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّى الضُّحٰى ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً بَنَى اللّٰهُ قَصْرًا مِّنْ ذَهَبٍ فِي الْجَنَّةِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ اَنَسٍ الْجُهَنِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَعَدَ فِي

ساٹھ جوڑ ہیں[۱] لہذا اس پر لازم ہے کہ ہر جوڑ کی طرف سے ایک صدقہ دے[۲] لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ طاقت کس میں ہے[۳] فرمایا مسجد کا تھوک دفن کردو تکلیف دہ چیز رستے سے ہٹا دو[۴] اگر یہ نہ پاؤ تو چاشت کی دو رکعتیں تمہیں کافی ہیں[۵] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو چاشت کی بارہ رکعتیں پڑھے تو اللہ اس کے لیے جنت میں سونے کا محل بنائے گا[۶] (ترمذی، ابن ماجہ) ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث غریب ہے جسے ہم صرف اسی اسناد سے پہچانتے ہیں[۷] روایت ہے حضرت معاذ ابن انس جہنی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص جب نماز فجر سے فارغ ہو تو اپنے مصلے

۱؎ ان میں سے آدھے جوڑ حرکت کرتے رہتے ہیں آدھے ساکن رہتے ہیں اگر حرکت والے ساکن ہو جائیں یا ساکن متحرک ہو جائیں تو جسم کا نظام بگڑ جائے انسان کی زندگی دشوار ہو جائے (مرقاۃ) ۲؎ یعنی روزانہ تین سو ساٹھ صدقے کرنا لازم تو کیا خاص کی طاقت سے باہر ہے لہذا شکریہ قریباً ممکن ہے اور رب تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے ۳؎ یعنی صدقے سے مراد مالی خیرات ہی نہیں ہے بلکہ نفلی نیکیاں مراد ہیں کیونکہ ہر نیکی پر صدقہ کا ثواب ملتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ حدیث میں علیہ وجوب یا لزوم کے لیے نہیں چونکہ مسجد کی صفائی راستہ کی صفائی سے افضل ہے اس لیے پہلے اس کا ذکر فرمایا ہر مسلمان کو یہ کام کرنے چاہئیں کام معمولی ہیں مگر ان پر ثواب بڑا ہے ۴؎ یہاں ضحٰی سے مراد چاشت کے نفل ہیں یعنی دو رکعت پڑھ لینے سے تین سو ساٹھ جوڑوں کا شکریہ ادا ہو جاتا ہے اس سے دو شکل کلام معلوم ہوا ہے کہ مسجد کی صفائی راستوں سے تکلیف دہ چیزوں کا ہٹانا ان نوافل سے افضل ہے کیونکہ دو نفل پڑھنا آسان ہیں مگر وہ کام نفس پر گراں ہیں اور اگر کوئی یہ نفل بھی پڑھا کرے اور یہ کام بھی کیا کرے تو زہے نصیب۔ امام جعفر فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آنکھ میں کھاری پانی رکھا ہے تاکہ آنکھ کی چربی محفوظ رہے پگھل نہ جائے کان کے پردے میں کڑوا پن رکھا تاکہ کوئی کیڑا اس راستے سے دماغ میں نہ جائے ناک کے نتھنوں میں گرمی رکھی تاکہ ہوا صاف ہو کر دماغ میں پہنچے (مرقاۃ) ۵؎ یعنی جو بارہ رکعت چاشت پڑھنے کا عادی ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے نام جنت میں ایک سونے کا بے نظیر محل کر دیگا کیونکہ وہاں مکانات تو پہلے سے بنے ہوئے ہیں یا یہ مطلب ہے کہ جنت کے محلات میں اس کے لیے سونے کا محل بنا دیگا کیونکہ جنت میں کچھ خالی جگہ بھی ہے جس میں باغ و مکانات انسان کے اعمال کے بعد بنائے جاتے ہیں ۶؎ اسی لیے علماء فرماتے ہیں کہ چاشت کی نماز آٹھ رکعت تک ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل شریف ہے نیز اتنی کی عدد مشہور ہے

مُصَلَّاهُ حِيْنَ يَنْصَرِفُ مِنْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ حَتّٰى يُسَبِّحَ رَكْعَتَيِ الضُّحٰى لَا يَقُوْلُ اِلَّا خَيْرًا غُفِرَ لَهٗ
خَطَايَاهُ وَاِنْ كَانَتْ اَكْثَرَ مِنْ زَبَدِ الْبَحْرِ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ ۔ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ ۔ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ
قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَافَظَ عَلٰى شُفْعَةِ الضُّحٰى غُفِرَتْ لَهٗ ذُنُوْبُهٗ
وَاِنْ كَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ ۔ وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا
كَانَتْ تُصَلِّي الضُّحٰى ثَمَانِيَ رَكَعَاتٍ ثُمَّ تَقُوْلُ لَوْ نُشِرَ لِيْ اَبَوَايَ مَا تَرَكْتُهَا رَوَاهُ مَالِكٌ ۔ وَ
عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الضُّحٰى حَتّٰى نَقُوْلَ لَا يَدَعُهَا وَ
يَدَعُهَا حَتّٰى نَقُوْلَ لَا يُصَلِّيْهَا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ۔ وَعَنْ مُوَرِّقٍ الْعِجْلِيِّ قَالَ قُلْتُ لِابْنِ عُمَرَ يُصَلِّي

میں بیٹھا رہے حتی کہ اشراق کے نفل پڑھ لے سوائے خیر کے کچھ نہ بولے تو اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے اگرچہ سمندر کے جھاگ سے زیادہ ہوں (ابوداؤد) تیسری فصل روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو اشراق کی دو رکعتوں پر پابندی کرے تو اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے اگرچہ سمندر جھاگ جتنے ہوں (احمد، ترمذی، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ آپ چاشت کی آٹھ رکعتیں پڑھتی تھیں پھر فرماتیں کہ اگر میرے ماں باپ اٹھا بھی دیئے جائیں تو میں یہ رکعتیں نہ چھوڑوں (مالک) روایت ہے حضرت ابوسعید سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چاشت پڑھتے رہتے حتی کہ ہم کہتے اب نہ چھوڑیں گے اور نہیں چھوڑے رہتے حتی کہ ہم کہتے کہ اب آپ نہ پڑھیں گے (ترمذی) روایت ہے حضرت مورق عجلی سے فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر سے عرض کیا

صحیح منقول ہے یار کی روایت غریب۔ ۱؎ یعنی جہاں فجر کے فرض پڑھے مسجد میں یا گھر تو بعد فرض مصلے پر ہی بیٹھا رہے خواہ خاموش بیٹھے یا تلاوت و ذکر کرے ۲؎ یعنی اس کے گناہ صغیرہ کتنے ہی ہوں اس نماز اشراق پڑھنے اور مصلے پر رہنے کی برکت سے معاف ہو جائیں گے شیخ شہاب الدین سہروردی فرماتے ہیں کہ اس نماز سے دل میں نور پیدا ہوتا ہے جو دل کا نور چاہے وہ اشراق کی پابندی کرے (اشعہ) بعض روایات میں ہے کہ اسے حج کامل و مقبول کا ثواب ملتا ہے (مرقاۃ) یہ احادیث اگرچہ ضعیف ہیں مگر فضائل اعمال میں ضعیف حدیث مقبول ہے نیز ضعیف حدیث جب بہت اسنادوں سے روایت ہو جائے تو حسن بن جاتی ہے ۳؎ یہاں شفعہ سے مراد اشراق کے نفل ہیں محافظت سے مراد انہیں ہمیشہ پڑھنا ہے یہاں تک کہ سفر اگر اتنی دیر مصلے پر نہ بیٹھ سکے تو سفر جاری کر دے اور سورج چڑھ جانے پر یہ نفل پڑھ لے اللہ تعالٰی اس پابندی کی برکت سے گناہ بخش دیگا اس سے معلوم ہوا کہ نفل پر ہیشگی کرنا منع نہیں ہاں انہیں فرض و واجب سمجھ کر ہیشگی کرنا ممنوع ہے لہذا جو لوگ بارھویں تاریخ کو ختم رکھتے ہیں یا ہمیشہ گیارھویں کو فاتحہ کرتے ہیں وہ اس ہیشگی کی وجہ سے گنہگار نہیں ۴؎ یعنی اگر اشراق کے وقت مجھے خبر ملے کہ میرے والدین زندہ ہو کر آ گئے ہیں تو میں ان کی ملاقات کے لیے یہ نفل نہ چھوڑوں بلکہ پہلے یہ نفل پڑھوں پھر ان کی قدم بوسی کروں اس کی اور بھی شرحیں کی گئی ہیں مگر یہ زیادہ مناسب ہے ۵؎ ان احادیث سے معلوم ہوا کہ نماز چاشت کی احادیث بہت ہیں اس کی راوی صرف ام ہانی نہیں حضرت عائشہ صدیقہ سے جو منقول ہے کہ آپ چاشت نہیں پڑھتے تھے اس سے

الضُّحٰى قَالَ لَا قُلْتُ فَعُمَرُ قَالَ لَا قُلْتُ فَاَبُوْبَكْرٍ قَالَ لَا قُلْتُ فَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا اِخَالُهٗ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۔

بَابُ التَّطَوُّعِ

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِبِلَالٍ عِنْدَ صَلٰوةِ الْفَجْرِ يَا بِلَالُ حَدِّثْنِيْ بِاَرْجٰى عَمَلٍ عَمِلْتَهٗ فِي الْاِسْلَامِ فَاِنِّيْ سَمِعْتُ دَفَّ نَعْلَيْكَ بَيْنَ يَدَيَّ فِي الْجَنَّةِ قَالَ مَا

کہ کیا آپ چاشت پڑھتے ہیں فرمایا نہیں میں نے عرض کیا عمر فاروق فرمایا نہیں میں نے عرض کیا ابوبکر صدیق فرمایا نہیں میں نے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا مجھے آپ کا خیال نہیں (بخاری)

نوافل کا باب ۲

پہلی فصل روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کے وقت بلال سے فرمایا کہ اے بلال مجھے اپنے امید افزا کام کی خبر دو جو تم نے اسلام میں کیا کیونکہ میں نے تمہارے نعلین کی آہٹ جنت میں اپنے آگے سنی ۳ فرمایا میں نے

مطلب یہ ہے کہ ہمیشہ نہیں پڑھتے تھے کبھی کبھی پڑھتے تھے یا مسجد میں نہیں پڑھتے تھے خیال رہے کہ ہم کو نوافل پر ہمیشگی چاہیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اکثر نوافل پر ہمیشگی نہ فرماتے تھے تاکہ امت پر یہ واجب نہ ہو جائے یا امت کے لیے سنت مؤکدہ نہ بن جائے آپ کے لیے وہ لازم نہیں ہو جاتے تھے اور مرقاۃ نے فرمایا کہ چاشت کی نماز آپ پر واجب تھی مگر ہر دن نہیں کبھی کبھی واللہ اعلم۔ لہٰذا یہاں ہمیشگی کی نفی ہے یا مسجد میں ادا کرنے کی ورنہ یہ حضرات چاشت پڑھتے تھے لہٰذا احادیث میں تعارض نہیں ۔ بعض روایات میں ہے کہ حضرت ابن عمر نے نماز چاشت کو بدعت فرمایا وہاں مسجد میں لوگوں میں اعلان کرکے ادا کرنا مراد ہے یعنی نماز گھروں میں ادا کرنا مستحب ہے اور ممکن ہے کہ آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چاشت پڑھنے کی خبر نہ ہوئی ہو آپ نے گمان پر اسے بدعت فرما دیا ہو حق یہ ہے کہ چاشت سنت ہے اور اس پر ہمیشگی مستحب ہے (مرقاۃ) ۲ تطوع طوع یا طاعت سے بنا بمعنی فرمانبرداری اب اصطلاح میں نفلی عبادت کو تطوع کہا جاتا ہے یعنی جس عبادت کا شریعت نے مکلف نہ کیا ہو بندہ اپنی خوشی سے کرے یہ لفظ ہر نفلی عبادت پر بولا جاتا ہے مگر یہاں نفل نماز مراد ہے کیونکہ مصنف اسے کتاب الصلوٰۃ میں لائے ۳ ظاہر یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی شب خواب میں معراج ہوئی تب اس کے سویرے کو حضرت بلال سے یہ سوال فرمایا کیونکہ جسمانی معراج کے سویرے تو نماز فجر جماعت سے پڑھی گئی تھی بلکہ سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جسمانی معراج میں ملاحظہ فرمایا تھا مگر یہ سوال کسی اور دن فجر کی نماز کے بعد فرمایا یہی معنی زیادہ ظاہر ہیں ۴ حضرت بلال کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے جنت میں جانا ایسا ہے جیسے نوکر چاکر بادشاہوں کے آگے چلو بچو کرتے ہوئے چلتے ہیں یہ عظمت ہے کہ اے بلال تم نے ایسا کونسا عمل کیا جس کی وجہ سے تم کو یہ خدمت میسر ہوئی خیال رہے کہ معراج کی رات نہ تو حضرت بلال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنت میں گئے نہ آپ کو معراج ہوئی بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رات وہ واقعہ ملاحظہ فرمایا جو قیامت کے بعد ہوگا کہ تمام خلق سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم جنت میں داخل ہوں گے اس طرح کہ حضرت بلال خادمانہ حیثیت سے آگے آگے ہوں گے اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگوں کے انجام پر خبردار کیا کہ کون جنتی ہے اور کون دوزخی اور کون کس درجہ کا جنتی اور دوزخی ہے یہ علوم خمسہ میں سے ہیں دوسرے یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کان و آنکھ لاکھوں برس بعد

عَمِلْتُ عَمَلًا اَرْجٰی عِنْدِیْ اِنِّیْ لَمْ اَتَطَهَّرْ طُهُوْرًا فِیْ سَاعَةٍ مِّنْ لَیْلٍ وَّلَا نَهَارٍ اِلَّا صَلَّیْتُ
بِذٰلِكَ الطُّهُوْرِ مَا كُتِبَ لِیْ اَنْ اُصَلِّیَ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی
اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُعَلِّمُنَا الْاِسْتِخَارَةَ فِی الْاُمُوْرِ كَمَا یُعَلِّمُنَا السُّوْرَةَ مِنَ الْقُرْاٰنِ یَقُوْلُ اِذَا
هَمَّ اَحَدُكُمْ بِالْاَمْرِ فَلْیَرْكَعْ رَكْعَتَیْنِ مِنْ غَیْرِ الْفَرِیْضَةِ ثُمَّ لِیَقُلِ اللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُكَ
بِعِلْمِكَ وَاَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ وَاَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِیْمِ فَاِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ
وَلَا اَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ خَیْرٌ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ

اپنے نزدیک کوئی امید افزا کام نہیں کیا بجز اس کے کہ دن اور رات کی کسی گھڑی میں وضو نہیں کیا مگر اس وضو سے اس قدر نماز پڑھی جو میرے مقدر میں تھی[1] (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں سارے کاموں میں استخارہ اس طرح سکھاتے تھے جیسے قرآن کی سورۃ سکھاتے تھے[2] فرماتے تھے کہ جب تم میں سے کوئی کسی کام کا ارادہ کرے[3] تو فرض کے سوا دو رکعتیں پڑھے[4] پھر کہے الٰہی میں تیرے علم کی مدد سے تجھ سے خیر مانگتا ہوں اور تیری قدرت کے وسیلہ تجھ سے قدرت مانگتا ہوں[5] اور تیرا بڑا فضل مانگتا ہوں تو قادر ہے اور میں قادر نہیں تو جانتا ہے میں نہیں جانتا تو غیبوں کا جاننے والا ہے الٰہی اگر تو جانتا ہو کہ یہ کام میرے لیے دین و دنیا اور انجام کار میں

والے واقعات کو سن لیتے ہیں، دیکھ لیتے ہیں، یہ واقعہ اس تاریخ سے کئی لاکھ سال بعد ہوگا مگر قربان ان کانوں کے آج ہی سن رہے ہیں خیر یہ ہے کہ انسان جس حال میں زندگی گزارے گا اسی حال میں وہاں ہوگا حضرت بلال نے اپنی زندگی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گزاری وہاں بھی خادم ہو کر ہی اٹھے اللہ تعالٰی حضرت بلال کے صدقے مجھے نصیب کرے کہ وہاں بھی اپنے پیارے محبوب کے گن گاؤں ان کی نعتیں لکھوں اور پڑھوں شعر صبا وہ چلے کہ باغ پھلے وہ پھول کھلے کہ دن ہوں بھلے لوا کے تلے ثنا میں کھلے رضا کی زبان تمہارے لیے

[1] یعنی دن رات میں جب بھی میں نے وضو یا غسل کیا تو دو نفل تحیۃ الوضو پڑھ لیے مگر یہاں اوقات غیر مکروہ میں پڑھنا مراد ہے تاکہ یہ حدیث ممانعت کی احادیث کے خلاف نہ ہو خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت بلال سے یہ پوچھنا اسی لیے تھا تاکہ آپ یہ جواب دیں اور امت اس پر عمل کرے ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو ہر شخص کے ہر چھپے کھلے عمل سے واقف ہیں نیز یہ درجہ حضرت بلال کو ان نوافل کا ہے ہزارہا آدمی یہ نوافل پڑھیں گے یا پابندی کریں گے مگر انہیں یہ خصوصیت نصیب نہیں [2] یعنی نماز استخارہ ایسے اہتمام سے سکھاتے تھے جیسے قرآن مجید کی سورت۔ استخارہ کے معنی ہیں خیر مانگنا یا کسی سے بھلائی کا مشورہ کرنا چونکہ اس دعا و نماز میں بندہ اللہ سے گویا مشورہ کرتا ہے کہ فلاں کام کروں یا نہ کروں اسی لیے اسے استخارہ کہتے ہیں [3] بشرطیکہ وہ کام نہ حرام ہو نہ فرض و واجب اور نہ روزمرہ کا عادی کام لہٰذا نماز پڑھنے حج کرنے یا کھانا کھانے پانی پینے پر استخارہ نہیں یہ بھی ضروری ہے کہ اس کام کا پورا ارادہ نہ کیا ہو صرف خیال ہو جیسے کوئی کاروبار شادی یا مکان کی تعمیر وغیرہ کا معمولی ارادہ ہو اور تردد ہو کہ نہ معلوم اس میں بھلائی ہوگی یا نہیں تو استخارہ کرے (لمعات) [4] خاص استخارہ کے لیے دن میں یا رات میں مکروہ اوقات کے علاوہ

وَعَاقِبَةِ أَمْرِي أَوْ قَالَ فِي عَاجِلِ أَمْرِي وَآجِلِهِ فَاقْدُرْهُ لِي وَيَسِّرْهُ لِي ثُمَّ بَارِكْ لِي فِيهِ وَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هٰذَا الْأَمْرَ شَرٌّ لِي فِي دِينِي وَمَعَاشِي وَعَاقِبَةِ أَمْرِي أَوْ قَالَ فِي عَاجِلِ أَمْرِي وَآجِلِهِ فَاصْرِفْهُ عَنِّي وَاصْرِفْنِي عَنْهُ وَاقْدُرْ لِيَ الْخَيْرَ حَيْثُ كَانَ ثُمَّ أَرْضِنِي بِهِ قَالَ وَيُسَمِّي حَاجَتَهُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ الْفَصْلُ الثَّانِي عَنْ عَلِيٍّ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو بَكْرٍ وَصَدَقَ أَبُو بَكْرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَا مِنْ رَجُلٍ يُذْنِبُ ذَنْبًا ثُمَّ يَقُومُ فَيَتَطَهَّرُ

یا فرمایا میرے لیے اس جہان اور اُس جہان میں بہتر ہو ۵ تو اسے میرے لیے مقدر فرمادے اور مجھ پر آسان کردے پھر مجھے برکت دے ۶ اور اگر تو جانتا ہو کہ یہ کام میرے دین و دنیا میں اور انجام کار میں یا فرمایا کہ میرے لیے اس جہان اور اس جہان میں شر ہو تو اسے مجھ سے پھیر دے اور مجھے اس سے ۷ اور میرے لیے بھلائی مقدر کر جہاں ہو ۸ پھر مجھے اس پر راضی کردے فرمایا اور اپنی حاجت کا نام لے ۹ (بخاری) دوسری فصل: روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت ابو بکر نے خبر دی اور ابو بکر سچے ہیں ۱ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ ایسا کوئی شخص نہیں جو گناہ کرے پھر اٹھے وضو کرے

میں پہلی رکعت میں قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ پڑھے دوسری میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ کہ یہ آسان ہے (مرقاۃ) ۵ یعنی اپنی علم و قدرت کے صدقے مجھے اس کام کے انجام سے بھی خبردار کرے اور اگر خیر ہو تو مجھے اس پر قادر بھی کردے معلوم ہوا کہ اللہ کے صفات سے امداد طلب کرنا سنت ہے ۶ مگر تیرے جاننے سے جانتا ہوں (مرقاۃ) یعنی اگر تو مجھے اس کام کا انجام بتادے تو میں بھی جان لوں۔ ۷ خیال رہے کہ یہاں اللہ کے علم میں شک نہیں کہ یہ تو کفر ہے بلکہ شک و تردد اس میں ہے کہ اس کام کی بہتری اللہ کے علم میں ہے یا بدتری لہٰذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں اور الفاظ میں شک راوی کی طرف سے ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا میں یہ الفاظ فرمائے یا وہ اب بہتر یہ ہے کہ پڑھنے والا دونوں الفاظ پڑھ دیا کرے ۸ یعنی مجھے اس کام پر قدرت بھی دے اسے آسان بھی کردے اور انجام کار برکت بھی نصیب کر یہ معنی نہیں کہ میری تقدیر میں لکھ دے کہ تقدیر کی تحریر تو پہلے ہوچکی ہے ۹ یعنی مجھے اس کام پر قدرت بھی نہ دے اور میرے دل میں اس سے نفرت بھی پیدا فرمادے کہ چھوٹ جانے پر مجھے رنج و غم بھی نہ ہو پھیرنے کے یہ معنی بہت مناسب ہیں اس جملے کے اور معانی بھی ہوسکتے ہیں ۱۰ یعنی اس شر کام سے بچا کر اس کے عوض کوئی اور خیر کام عطا فرمادے اور اس نکاح یا تجارت سے بچا کر دوسری جگہ نکاح یا دوسرا کاروبار عطا فرما ۱۱ یعنی ہذا الامر کی جگہ اپنے کام کا نام لے ہذا النکاح یا ہذہ التجارۃ یا ہذا السفر کہے حدیث شریف میں ہے جو استخارہ کرلیا کرے وہ نقصان میں نہ رہے گا اور جو استخارہ کرلیا کرے وہ نادم نہ ہوگا اس استخارہ کے بعد جس طرف دل متوجہ ہو وہ کرے ان شاء اللہ کامیابی ہوگی بعض صوفیا فرماتے ہیں کہ اگر سوتے وقت دو رکعتیں پڑھ کر یہ دعا پڑھے پھر باوضو قبلہ رو ہوجائے تو اگر خواب میں سبزی یا سفیدی جاری پانی یا روشنی دیکھے تو کامیابی کی علامت ہے اور اگر سیاہی یا گدلا پانی یا اندھیرا دیکھے تو ناکامی اور مراد نہ ملنے کی علامت ہے سات دن یہ عمل کرے ان شاء اللہ اس دوران میں خواب میں اشارہ ہوجائے گا استخارہ کے اور بہت طریقے اس جگہ مرقاۃ

ثُمَّ يُصَلِّيْ ثُمَّ يَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ اِلَّا غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ ثُمَّ قَرَءَ وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ اِلَّا اَنَّ ابْنَ مَاجَةَ لَمْ يَذْكُرِ الْاٰيَةَ ، وَعَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا حَزَبَهٗ اَمْرٌ صَلّٰى رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ ، وَعَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ اَصْبَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَعَا بِلَالًا فَقَالَ بِمَا سَبَقْتَنِيْ اِلَى الْجَنَّةِ مَا دَخَلْتُ الْجَنَّةَ قَطُّ اِلَّا سَمِعْتُ خَشْخَشَتَكَ اَمَامِيْ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا اَذَّنْتُ قَطُّ اِلَّا صَلَّيْتُ رَكْعَتَيْنِ وَمَا اَصَابَنِيْ حَدَثٌ قَطُّ اِلَّا تَوَضَّأْتُ

پھر نماز پڑھے پھر اللہ سے معافی چاہے مگر اللہ اسے بخش دیتا ہے [1] پھر یہ آیت پڑھی اور وہ لوگ کہ جب برائی کریں یا اپنی جانوں پر ظلم کر ڈالیں تو اللہ کو یاد کریں اور اپنے گناہوں کی معافی چاہیں [2] (ترمذی، ابن ماجہ) ابن ماجہ نے آیت کا ذکر نہیں کیا [3] روایت ہے حضرت حذیفہ سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی معاملہ پیش آتا تو نماز پڑھتے [4] (ابو داؤد) روایت ہے حضرت بریدہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی تو بلال کو بلایا فرمایا کہ تم کس وجہ سے جنت میں مجھ پر سبقت لے گئے میں جنت میں کبھی بھی نہ گیا مگر اپنے سامنے تمہاری آہٹ سنی [5] عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے کبھی اذان نہ کہی مگر دو رکعتیں پڑھ لیں اور مجھے کبھی حدث نہ ہوا مگر اسی وقت میں نے وضو کر لیا [6]

تعریف بھی فرمایا کہ جیسے بہت جلد کہہ بیٹھ تو وہ صرف یہ کہہ دے اَللّٰهُمَّ خِرْ لِيْ وَاخْتَرْ لِيْ وَلَا تَجْعَلْ لِيْ الْخِيَرَةَ انشاءاللہ اس کام میں خیر و برکت ہوگی [1] حضرت علی جب کسی صحابی سے کوئی حدیث سنتے تو ان سے قسم لیتے تھے کہ واقعی تم نے یہ حدیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے سوائے ابوبکر صدیق کے ان کے کلام حافظہ تعبیر و ترتیب حدیث پر آپ کو پورا اعتماد تھا نیز حضرت ابوبکر روایت حدیث میں بہت ہی محتاط تھے اسی لیئے آپ سے روایات بہت کم منقول ہیں جو اسی لیئے فرماتے ہیں کہ ابوبکر سچے ہیں۔ [2] اس نماز کا نام نماز توبہ ہے بہتر یہ ہے کہ اس کی پہلی رکعت میں سورہ کافرون اور دوسری میں سورۂ اخلاص پڑھے یا پہلی رکعت میں وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اور دوسری میں وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ الآیۃ پڑھے بہتر ہے کہ نماز سے پہلے غسل کرے اور دھلے کپڑے پہنے۔ [3] یا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی یا صدیق اکبر نے حدیث کی تائید کے لیئے تلاوت کی فاحشہ سے مراد گناہ کبیرہ ہیں جیسے کفر و زنا وغیرہ اور ظلم سے مراد چھوٹے گناہ جیسے عام جھوٹ اور غیبت وغیرہ ذکر اللہ سے مراد اللہ کے عذاب اور اس کی پکڑ کو یاد کرنا ہے یا نماز توبہ دونوں معنی ظاہر ہیں کیونکہ نماز توبہ کے موقعہ پر یہ آیت ارشاد فرمائی گئی۔ استغفار کی حقیقت یہ ہے کہ جرم گزشتہ پر نادم ہو اور آئندہ کے نہ کرنے کا عہد کرے اگر حقوق سے توبہ کرتا ہے تو ادا کرے گناہ پر قائم رہتے ہوئے منہ سے توبہ توبہ کرنا استغفار کی حقیقت نہیں [4] یعنی جب کوئی سخت تنگی مصیبت پیش آتی تو نماز استعانت ادا فرماتے اس نماز کا نام نماز التجا بھی ہے۔ اس آیت کریمہ پر عمل ہے اِسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ اس سے معلوم ہوا کہ نماز رفع مصیبت حل مشکلات اور دفع بلیات کے لیئے اکسیر ہے۔ اسی لیئے چاند سورج کے گرہن پر نماز کسوف بارش بند ہو جانے پر نماز استسقاء پڑھی جاتی ہے [illegible] [5] معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جنت میں بارہا تشریف لے گئے شب معراج [illegible] کے علاوہ روحانی طور پر [illegible] مگر جب بھی تشریف لے گئے حضرت بلال کو خادم اور خود پیاپے آگے پایا

عِنْدَهَا وَرَأَيْتُ أَنَّ لِلّٰهِ عَلَيَّ رَكْعَتَيْنِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهِمَا. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ. وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي أَوْفٰى قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَتْ لَهُ حَاجَةٌ إِلَى اللّٰهِ إِلٰى أَحَدٍ مِنْ بَنِي آدَمَ فَلْيَتَوَضَّأْ فَلْيُحْسِنِ الْوُضُوْءَ ثُمَّ لِيُصَلِّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ لِيُثْنِ عَلَى اللّٰهِ تَعَالٰى فَلْيُصَلِّ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ لِيَقُلْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيمُ الْكَرِيمُ سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِينَ أَسْأَلُكَ مُوجِبَاتِ رَحْمَتِكَ وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِكَ وَالْغَنِيمَةَ مِنْ كُلِّ بِرٍّ وَالسَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ إِثْمٍ لَا تَدَعْ لِي ذَنْبًا إِلَّا غَفَرْتَهُ وَلَا هَمًّا

اور میں نے سمجھ لیا کہ مجھ پر اللہ کے لیے دو رکعتیں لازم ہیں تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انہی کی وجہ سے ۱ (ترمذی) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن ابی اوفیٰ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس کو اللہ سے یا کسی انسان سے حاجت ہو ۲ تو وہ اچھی طرح وضو کرے پھر دو رکعتیں پڑھے پھر اللہ کی حمد کرے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے ۳ پھر کہے رب کے سوا کوئی معبود نہیں حلم والا ہے کرم والا ہے اللہ پاک ہے بڑے عرش کا مالک ہے ۴ سب تعریفیں جہانوں کے مالک اللہ کی ہیں الٰہی میں تجھ سے تیری رحمت کے اسباب اور تیری بخشش کے اعمال اور ہر نیکی میں سے غنیمت اور ہر گناہ سے سلامتی مانگتا ہوں ۵ میرا کوئی گناہ بغیر بخشے اور کوئی غم بغیر دور کیے نہ چھوڑ

ایسا ہی ان شاء اللہ بعد قیامت جنت میں داخلے کے وقت ہوگا ۔ شعر دستی میں ہمیشہ باوضو رہتا ہوں اور ہر وضو کے بعد دو نفل تحیۃ الوضو اور ہر اذان کے بعد دو رکعتیں تحیۃ المسجد پڑھ لیتا ہوں مگر اس سے مکروہ وقت علیحدہ ہیں جیسے اذان مغرب وغیرہ ۲ یعنی ان دو رکعتوں یا ان دو عملوں کی وجہ سے تم نے یہ درجہ پایا اس سے معلوم ہوا کہ جو کوئی نفل عبادت کو واجب کی طرح ہمیشہ ادا کرے تو اس سے نفل حرام نہیں ہوجاتے جیسے کہ علمائے دیوبند سمجھ کر ہمیشہ بعض کو شرعی بدعت کہہ دیتے ہیں ۔ خیال رہے کہ حقیقتاً حاجت روا اللہ تعالیٰ ہی ہے لیکن بعض حاجتیں بلا واسطہ اس سے مانگی جاتی ہیں اور بعض کسی مخلوق کے ذریعہ سے ، اس سے معلوم ہوا کہ بعض بندے حاجت روا بھی ہیں اور انہیں مجازی حاجت روا جان کر مشکل کشائی کے لیے ان کے پاس جانا شرک نہیں (مرقاۃ) ۔ نے یہاں فرمایا کہ حاجت سے مراد دینی و دنیاوی ساری حاجتیں ہیں ۳ اس نماز کا نام نماز حاجت ہے اس کی ترکیب اور بھی وارد ہیں ۴ حلیم کو کسرہ یعنی زیر بھی پڑھا گیا ہے اور پیش بھی یعنی اللہ عظمت والے عرش کا مالک ہے یا عرش کا مالک ہے اور عظمت والا ہے ۵ یعنی مجھے ایسے اعمال کی توفیق دے جو تیری رحمت کے ملنے کا ذریعہ ہیں اور ایسی توبہ کی ہدایت دے جو تیری مغفرت کا سبب ہیں اور مجھے توفیق دے کہ ہر نیک عمل کر سکوں چونکہ نیکی میں روح اور روح کا لشکر نفس اور نفس کے لشکر پر غالب رہتا ہے چونکہ نیکی کرتا ہے اس لیے اسے غنیمت فرمایا گیا۔

(حاشیہ صفحہ نمبر ۳۰۵) ۱ کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ فضائل اعمال اور دعاؤں میں حدیث ضعیف بھی قبول ہے ۲ یعنی یہ تسبیح کی نماز کا بیان ہے چونکہ اس نماز میں ہر رکن میں تیسرا کلمہ سبحان اللہ والحمد للہ عشر پڑھا جاتا ہے اس لیے اسے صلوٰۃ التسبیح کہتے ہیں ۳ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ چند الفاظ جو قریباً ہم معنی ہیں انہیں شوق دلانے کے لیے ارشاد فرمائے تاکہ حضرت عباس اس پر عمل کریں ۴ ظاہر یہ ہے

إِلَّا فَرَّجْتَهُ وَلَا حَاجَةً هِيَ لَكَ رِضًا إِلَّا قَضَيْتَهَا يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ ابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ ؞

صَلوٰةُ التَّسْبِيْح

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِلْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ يَا عَبَّاسُ يَا عَمَّاهُ أَلَا أُعْطِيكَ أَلَا أَمْنَحُكَ أَلَا أُخْبِرُكَ أَلَا أَفْعَلُ بِكَ عَشْرَ خِصَالٍ إِذَا أَنْتَ فَعَلْتَ ذٰلِكَ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ ذَنْبَكَ أَوَّلَهُ وَآخِرَهُ قَدِيمَهُ وَحَدِيثَهُ خَطَأَهُ وَعَمْدَهُ صَغِيرَهُ وَ كَبِيرَهُ سِرَّهُ وَعَلَانِيَتَهُ أَنْ تُصَلِّيَ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ تَقْرَأُ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ فَاتِحَةَ الْكِتَابِ وَسُورَةً فَإِذَا فَرَغْتَ مِنَ الْقِرَاءَةِ فِي أَوَّلِ رَكْعَةٍ وَأَنْتَ قَائِمٌ قُلْتَ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ خَمْسَ عَشْرَةَ مَرَّةً ثُمَّ تَرْكَعُ فَتَقُولُهَا وَأَنْتَ رَاكِعٌ عَشْرًا ثُمَّ تَرْفَعُ رَأْسَكَ مِنَ الرُّكُوعِ

جو تیری رضا کا باعث ہے مگر اسے پوری کر دے اے رحم کرنے والوں سے بڑا رحم کرنیوالے (ترمذی و ابن ماجہ) و ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث غریب ہے لہ ؞

تسبیح کی نماز کے

روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس ابن عبدالمطلب سے فرمایا کہ اے عباس اے چچا کیا میں تمہیں کچھ نہ دوں کچھ عطا نہ کروں کچھ نہ بتاؤں کیا تمہارے ساتھ دس بھلائیاں نہ کروں کہ جب تم وہ کر لو تو اللہ تمہارے اگلے پچھلے نئے پرانے دانستہ نادانستہ چھوٹے بڑے چھپے کھلے گناہ معاف کر دے گا تم چار رکعتیں پڑھو ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ اور کوئی سورۃ پڑھو لہ جب تم پہلی رکعت میں قرأت سے فارغ ہو تو کھڑے ہوکر پندرہ بار کہو سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر تہ پھر رکوع کرو تو رکوع میں دس بار یہ کہو پھر رکوع سے سر اٹھاؤ

کہ اس سے گناہ صغیرہ مراد ہیں کیونکہ گناہ کبیرہ اور حقوق العباد بغیر توبہ اور حق ادا کیئے معاف نہیں ہوتے اور کبیرہ سے مراد اضافی کبیرہ ہیں کیونکہ گناہ صغیرہ میں بھی بعض گناہ بعض سے بڑے ہوتے ہیں اور ممکن ہے اس سے یہ مراد ہو کہ نماز تسبیح کی برکت سے اللہ تعالیٰ اسے گناہ کبیرہ سے توبہ کی توفیق عطا فرمادے گا جس سے وہ بھی معاف ہو جائیں گے تہ حضرت ابن عباس سے پوچھا گیا کہ اس نماز میں کون سی سورتیں پڑھنا افضل ہیں تو فرمایا اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ، وَالْعَصْرِ، قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ اور قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ (رد المختار) تہ ترمذی شریف میں بروایت عبداللہ ابن مبارک یوں ہے کہ سبحان اللہ پڑھ کر پندرہ بار یہ تسبیح کہے پھر قرأت سے فارغ ہوکر دس بار یعنی قیام میں پچیس بار کہے پندرہ بار قرأت سے پہلے اور دس بار اس کے بعد ہر رکعت میں یوں ہی کرے۔ احناف کے نزدیک اسی پر عمل ہے۔ دوسرے سجدے سے اٹھتے وقت دس بار نہ کہے تاکہ رکوع میں زیادہ تاخیر نہ ہو

تَقُولُهَا عَشْرًا ثُمَّ تَهْوِيْ سَاجِدًا فَتَقُولُهَا وَاَنْتَ سَاجِدٌ عَشْرًا ثُمَّ تَرْفَعُ رَأْسَكَ مِنَ السُّجُوْدِ فَتَقُولُهَا عَشْرًا ثُمَّ تَسْجُدُ فَتَقُولُهَا عَشْرًا ثُمَّ تَرْفَعُ رَأْسَكَ فَتَقُولُهَا عَشْرًا فَذٰلِكَ خَمْسٌ وَّسَبْعُوْنَ فِيْ كُلِّ رَكْعَةٍ تَفْعَلُ ذٰلِكَ فِيْ اَرْبَعِ رَكَعَاتٍ اِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تُصَلِّيَهَا فِيْ كُلِّ يَوْمٍ مَرَّةً فَافْعَلْ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَفِيْ كُلِّ جُمُعَةٍ مَرَّةً فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَفِيْ كُلِّ سَنَةٍ مَرَّةً فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَفِيْ عُمْرِكَ مَرَّةً رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي الدَّعْوَاتِ الْكَبِيْرِ وَرَوَى التِّرْمِذِيُّ عَنْ اَبِيْ رَافِعٍ نَحْوَهٗ ٭ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ اَوَّلَ مَا يُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنْ عَمَلِهٖ صَلٰوتُهٗ فَاِنْ صَلُحَتْ فَقَدْ اَفْلَحَ وَاَنْجَحَ وَاِنْ فَسَدَتْ فَقَدْ خَابَ وَخَسِرَ فَاِنْ

تو دس بار کہو پھر سجدہ میں جاؤ تو دس بار سجدہ میں کہو پھر سجدہ سے اپنا سر اٹھاؤ تو دس بار کہو پھر سجدہ کرو تو دس بار کہو پھر سجدہ سے اپنا سر اٹھاؤ تو دس بار کہو[1] لہذا یہ ایک رکعت میں پچھتر بار ہوئے ایسا چار رکعتوں میں کرو[2] اگر کرسکو تو ہر دن میں یہ نماز ایک بار پڑھو[3] اگر نہ کرسکو تو ہر ہفتہ میں ایک بار[4] اگر یہ بھی نہ کرسکو تو ہر سال میں ایک بار[5] اگر یہ بھی نہ کرسکو تو عمر میں ایک بار (ابوداؤد، ابن ماجہ، بیہقی، دعوات کبیر) اور ترمذی نے ابو رافع سے اس کی مثل روایت کی[6] اور روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ بندے کا وہ عمل جس کا قیامت کے دن پہلے حساب ہوگا وہ اس کی نماز ہے[7] اگر نماز ٹھیک ہوگئی تو بندہ کامیاب ہوگیا اور نجات پاگیا اور اگر نماز بگڑ گئی تو محروم رہ گیا اور نقصان

[1] یعنے دوسرے سجدے کے بعد قیام سے پہلے۔ مگر احناف کے ہاں اس موقعہ پر نہ پڑھے یہ دس بار قیام میں ادا ہو چکے اس طریقہ کی حدیث ترمذی شریف میں موجود ہے [2] تاکہ کل تین سو بارہ ہو جائیں۔ اگر کسی رکن میں تسبیح پڑھنا بھول گیا یا کم پڑھیں تو اس سے متصل دوسرے رکن میں تعداد پوری کر دے اور اگر اس نماز میں سجدہ سہو کرنا پڑ گیا تو اس سجدے میں تسبیح نہ پڑھے (ردالمحتار) [3] جس وقت چاہو غیر مکروہ وقت میں ادا کرو بہتر ہے کہ ظہر سے پہلے پڑھو [4] جس دن چاہو مگر بہتر یہ ہے کہ جمعہ کے دن بعد زوال نماز سے پہلے پڑھے کیونکہ اس دن کی ایک نیکی ستر گنا ہوتی ہے سیدنا عبداللہ ابن عباس کا یہی قول ہے اور آپ کا اس پر عمل بھی تھا [5] جب چاہو لیکن اگر ماہ رمضان میں خصوصًا جمعہ کے دن یا ستائیسویں رمضان پڑھے تو بہت بہتر ہے [6] بعض لوگوں نے اس حدیث کو موضوع بتایا مگر یہ غلط ہے اسے ابن خزیمہ اور حاکم نے صحیح کہا امام عسقلانی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے۔ دارقطنی نے فرمایا کہ سورتوں کے فضائل میں یہ حدیث صحیح ترین ہے عبداللہ ابن مبارک فرماتے ہیں کہ نماز تسبیح رغبت کی بہترین نماز ہے اس پر عمل چاہیے شیخ فرماتے ہیں کہ ابن جوزی کا اس حدیث کو ضعیف یا موضوع کہنا بے جا ہے انہوں نے اسے ضعیف کہا کیا خیال ہے کہ عبادات ہیں

انْتَقَصَ مِنْ فَرِيْضَتِهٖ شَيْءٌ قَالَ الرَّبُّ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى اُنْظُرُوْا هَلْ لِعَبْدِيْ مِنْ تَطَوُّعٍ فَيُكَمَّلُ بِهَا مَا انْتَقَصَ مِنَ الْفَرِيْضَةِ ثُمَّ يَكُوْنُ سَائِرُ عَمَلِهٖ عَلٰى ذٰلِكَ وَفِيْ رِوَايَةٍ ثُمَّ الزَّكٰوةُ مِثْلُ ذٰلِكَ ثُمَّ تُؤْخَذُ الْاَعْمَالُ عَلٰى حَسْبِ ذٰلِكَ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَرَوَاهُ اَحْمَدُ عَنْ رَجُلٍ

وَعَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَذِنَ اللّٰهُ لِعَبْدٍ فِيْ شَيْءٍ اَفْضَلَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ يُصَلِّيْهِمَا وَاِنَّ الْبِرَّ لَيُذَرُّ عَلٰى رَاْسِ الْعَبْدِ مَا دَامَ فِيْ صَلٰوتِهٖ وَمَا تَقَرَّبَ

پاگیا اگر بندے کے فرضوں میں کمی ہوگی تو رب تعالٰی فرمائے گا کہ دیکھو کیا میرے بندے کے پاس کچھ نفل ہیں ان سے فرض کی کمی پوری کردی جائے گی۱؎ پھر بقیہ اعمال اسی طرح ہوں گے اور ایک روایت میں ہے کہ پھر زکوۃ اسی طرح ہے پھر دوسرے اعمال اسی طرح کیے جائیں گے۲؎ (ابوداؤد) اور احمد نے ایک صحابی سے روایت کی۔ روایت ہے حضرت ابو امامہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالٰی نے بندے کو دو رکعتوں سے جنہیں وہ ادا کرلے زیادہ کسی افضل چیز کا اذن نہ دیا۳؎ اور جب تک بندہ نماز میں رہتا ہے بھلائی اس کے سر پر نثار ہوتی رہتی ہے۴؎ اور بندہ رب کی طرف کسی چیز سے

پہلے نماز کا حساب ہوگا اور حقوق العباد میں پہلے قتل و خونریزی کا، یا نیکیوں میں پہلے نماز کا حساب ہے اور گناہوں میں پہلے قتل کا، لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں جس میں فرمایا گیا کہ پہلے قتل و خونریزی کا حساب ہوگا۔ ۲؎ یعنی اگر نماز کے حساب میں بندہ ٹھیک نکلا تو آگے حساب ان شاء اللہ تعالٰی آسان ہوں گے اور اگر اس میں بندہ پھنس بھی جائے گا تو رب تعالٰی نمازوں کی برکتوں سے اس کے چھٹکارے کی سبیل پیدا فرما دے گا مثلًا اگر اس کے ذمہ حقوق العباد ہیں تو حق والے کو جنت دے کر اس سے معاف کرادے گا اور اگر حقوق اللہ ہیں تو انہیں رحم خسروانہ اور الطاف شاہانہ سے بخش دے گا۔ یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ نماز کے پابند کو گناہوں سے بچنے اور دوسری نیکیاں کرنے کی دنیا ہی میں توفیق مل جاتی ہے لہذا وہاں جس کی نمازیں ٹھیک نکلیں اس کے دوسرے اعمال خود بخود ٹھیک نکلیں گے۔ غرضکہ حدیث بالکل صاف ہے اس پر چکڑالویوں کو کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا۔

۱؎ یہاں کمی سے ادا میں کمی مراد نہیں بلکہ طریقہ ادا میں کمی مراد ہے یعنی اگر کسی نے فرض ناقص طریقہ سے ادا کیے ہوں گے تو وہ کمی نوافل سے پوری کردی جائے گی یہ مطلب نہیں کہ جو بندہ فرض نماز نہ پڑھے نفل پڑھتا رہے اور وہاں نفل فرض بن جائیں (از لمعات) لہذا حدیث پر چکڑالویوں کا اعتراض نہیں پڑسکتا۔ ۲؎ کہ فرض کی کمی سنتوں اور نوافل سے پوری کی جائے گی کیونکہ سنتیں بھی عرض کیے جاچکے کیوں نہ ہو کہ سنتوں کا محبوب صلی اللہ علیہ وسلم بندہ کی کمی پوری کرنے ہی تشریف لائے ہیں گرتوں کو اٹھانا اور بگڑتوں کا بنانا انہیں کا کام ہے۔ ۳؎ یعنی سارے احکام الٰہیہ میں نماز سب سے افضل ہے کیوں نہ ہو کہ یہ تلاوت قرآن، تسبیح، تکبیر، رکوع و سجود کا مجموعہ ہے۔ خیال رہے کہ نماز کی تیاری، نماز کا انتظار، نماز کے بعد ذکر و وظیفے سب نماز ہی میں داخل ہیں جیسا کہ گزشتہ روایات میں گزر چکا لہذا ان تمام اوقات میں نمازی پر رحمتیں نچھاور ہوتی رہیں گی۔ اس نچھاور میں لطیف اشارہ اس جانب ہو رہا ہے کہ نمازی کے پاس بیٹھنے والے اور نمازی کے خدمت گار بھی محروم نہیں ہوتے

الْعِبَادُ إِلَى اللّٰهِ بِمِثْلِ مَا خَرَجَ مِنْهُ يَعْنِي الْقُرْاٰنَ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ ۔

بَابُ صَلٰوةِ السَّفَرِ

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الظُّهْرَ بِالْمَدِيْنَةِ اَرْبَعًا وَصَلَّى الْعَصْرَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْنِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ حَارِثَةَ بْنِ وَهْبٍ الْخُزَاعِيِّ قَالَ صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ اَكْثَرُ مَا كُنَّا قَطُّ وَاٰمَنُهُ بِمِنًى رَكْعَتَيْنِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ يَعْلَى بْنِ اُمَيَّةَ قَالَ قُلْتُ

اتنا قرب حاصل نہیں کرتے جتنا اپنے منہ سے ادا کیے ہوئے یعنی قرآن سے[1] (احمد و ترمذی) ۔

سفر کی نماز کا باب[2]

پہلی فصل ۔ روایت ہے حضرت انس سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں ظہر چار رکعتیں پڑھیں اور ذی الحلیفہ میں عصر دو رکعتیں پڑھیں[3] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت حارثہ ابن وہب خزاعی سے فرماتے ہیں کہ ہم کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منیٰ میں دو رکعتیں پڑھائیں حالانکہ ہم اتنے زیادہ اور اتنے امن میں تھے جتنے کبھی نہ ہوئے تھے[4] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت یعلیٰ ابن امیہ سے[5] فرماتے ہیں کہ

وطہ اکر بگیر ہوائی اوفتد زیں شعر ۔ بچہ رسد خرد ۔ مے خواہی در شب زندہ دار الخ ۔ کہ رسید کی بخت از بخت بیدار الخ شو پیدا ۔

[1] یعنی بندے کے منہ سے جس طرح بھی قرآن کی ادا ہو جائے وہ قرب الٰہی کا بہترین ذریعہ ہے اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ بغیر سمجھے ہوئے قرآن پڑھنا بھی ثواب ہے دوسرے یہ کہ اگر بلا ارادہ تلاوت الفاظ قرآنیہ پاک منہ سے نکل جائیں جب بھی ثواب ملے گا اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ما خرج فرمایا یعنی جیسے بھی ادا ہو جائے [2] سفر کے لغوی معنی ہیں کھلنا ظاہر ہونا اسی لیے صبح کے اجیالے کو اسفار کہتے ہیں اور کتابوں کے ذخیرہ کو اسفار اس کا مقلوب فسر ہے اس کے معنی بھی یہی ہیں اس سے تفسیر بنا چونکہ سفر میں دوسرے مقامات کے حالات معلوم ہوتے ہیں اس لیے اسے سفر کہتے ہیں اصطلاح شریعت میں راستہ طے کرنے کی مخصوص صورت کا نام سفر ہے خیال رہے کہ سفر کے متعلق ائمہ دین میں چند اختلاف ہیں ایک یہ کہ سفر کا فاصلہ کیا ہے ہمارے امام صاحب کے ہاں تین دن کی راہ یعنی ستاون میل دوسرے یہ کہ قصر واجب ہے یا جائز ہمارے ہاں واجب تیسرے یہ کہ اقامت کی کم مدت کیا ہے جس سے مسافر مقیم بن جائے ہمارے ہاں پندرہ دن [3] یہ واقعہ حجۃ الوداع کے سفر کا واقعہ ہے چونکہ آپ مکہ معظمہ کے ارادے سے روانہ ہوئے تھے اس لیے آبادی مدینہ سے نکلتے ہی مسافر ہو گئے ذوالحلیفہ جو وہاں سے تین میل کے فاصلہ پر ہے وہاں قصر پڑھی اس زمانہ کے بعض غیر مقلدوں نے اس کا مطلب یوں سمجھا کہ انسان اگر سیر کرنے یا اپنا کھیت دیکھنے شہر سے باہر جائے تو مسافر ہے یہ محض غلط ہے اس کی تردید اگلے صفحات میں صراحۃً آرہی ہے خیال رہے کہ ذوالحلیفہ کا نام آج بیر علی ہے یہ اہل مدینہ کا میقات ہے فقیر نے اس کی زیارت کی ہے وہاں علی مرتضیٰ کی مسجد ایک کنواں ہے اور چھوٹا سا گاؤں آباد ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہاں حضرت علی نے جنات سے جنگ کی ہے اسی لیے اسے بیر علی کہتے ہیں مگر یہ غلط ہے (مرقاۃ) [4] یعنی حجۃ الوداع میں ہم مسلمان ایک لاکھ سے زیادہ تھے ہماری اچھی خاصی شان و شوکت تھی مگر اس کے باوجود ہم نے قصر کیا لہٰذا قرآن شریف میں جو قصر کے لیے خوف کفار کی

لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اِنَّمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ يَّفْتِنَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَقَدْ اَمِنَ النَّاسُ قَالَ عُمَرُ عَجِبْتُ مِمَّا عَجِبْتَ مِنْهُ فَسَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ صَدَقَةٌ تَصَدَّقَ اللّٰهُ بِهَا عَلَيْكُمْ فَاقْبَلُوْا صَدَقَتَهٗ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمَدِيْنَةِ اِلٰى مَكَّةَ فَكَانَ يُصَلِّىْ رَكْعَتَيْنِ رَكْعَتَيْنِ حَتّٰى رَجَعْنَا اِلَى الْمَدِيْنَةِ قِيْلَ لَهٗ اَقَمْتُمْ بِمَكَّةَ شَيْئًا قَالَ اَقَمْنَا بِهَا عَشْرًا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَافَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَفَرًا فَاَقَامَ تِسْعَةَ عَشَرَ يَوْمًا يُصَلِّىْ رَكْعَتَيْنِ رَكْعَتَيْنِ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَنَحْنُ نُصَلِّىْ فِيْمَا

میں نے حضرت عمر ابن خطاب سے عرض کیا اللہ تعالٰی نے فرمایا ہے کہ اگر تمہیں کفار کے فتنے کا خوف ہو تو نماز قصر پڑھو اب تو لوگ امن میں ہو گئے ۱ حضرت عمر نے فرمایا کہ جس سے تمہیں تعجب ہے مجھے بھی ہوا تھا تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تھا حضور نے فرمایا کہ یہ رب کا صدقہ ہے جو تم پر کیا لہذا اس کا صدقہ قبول کرو ۲ (مسلم) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ گئے تو آپ مدینہ منورہ لوٹنے تک دو دو رکعتیں پڑھتے رہے ۳ ان سے کہا گیا کیا تم مکہ میں کچھ دیر ٹھہرے بھی تھے فرمایا دس دن ٹھہرے تھے ۴ (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر کیا تو انیس دن ٹھہرے دو دو رکعتیں پڑھتے رہے ۵ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ ہم نے اپنے

لیکن یہ متفق علیہ ہے اور ترمذی میں ہے اس سے معلوم ہوا کہ مسافر اپنے چھوٹے بڑے وطن میں پہنچ کر مسافر ہوگا اور قصر کرے گا دیکھو مکہ معظمہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پیدائشی وطن تھا مگر آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہاں مسافر ہی رہے قصر پڑھتے رہے یہی بعض شافعی کہتے ہیں کہ وطن میں بھی مسافر ہی رہے مسافر کو مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں مقیم ہو کر رہنا سنت ہے ۵ یہ صحابی بدری ہیں خندق کے بعد والے غزوات میں شریک ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ صفین میں شہید ہوئے۔

۱ یعنی قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف سفر قصر کا سبب نہیں بلکہ سفر میں کفار کا خوف قصر کا باعث ہے اب خوف تو ہے نہیں تو چاہیئے کہ قصر بھی نہ ہو ۲ یعنی قرآن شریف میں خوف کی قید کا ذکر اتفاقاً ہے کیونکہ اس زمانہ میں عموماً سفروں میں خوف ہوتا تھا تم ہر حال میں قصر کرو خوف ہو یا نہ ہو یہ حدیث امام اعظم کی بہت قوی دلیل ہے کہ سفر میں قصر واجب ہے کیونکہ فاقبلوا امر ہے امر وجوب کے لیے ہوتا ہے ۳ یعنی جاتے آتے راستہ میں بھی اور مکہ مکرمہ میں بھی کیونکہ وہاں آپ نے مکہ معظمہ میں پندرہ دن قیام کی نیت نہ فرمائی تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسافر راستہ میں قصر ہی کرے گا اتمام نہیں کر سکتا۔ ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کبھی تو سفر میں ایک آدھ بار اتمام کر کے دکھاتے سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم امت کے لیے کبھی مستحبات پر بھی عمل کیا ہے ۴ معلوم ہوا کہ دس دن کے قیام پر نماز پوری نہ کی جاوے گی۔ بلکہ پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت پر جیسا کہ طحاوی شریف میں حضرت عبداللہ ابن عباس سے روایت ہے کہ اگر تم کہیں پندرہ دن قیام کی نیت کرو

بَيْنَنَا وَبَيْنَ مَكَّةَ تِسْعَةَ عَشَرَ رَكْعَتَيْنِ رَكْعَتَيْنِ فَإِذَا أَقَمْنَا أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ صَلَّيْنَا أَرْبَعًا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَعَنْ حَفْصِ ابْنِ عَاصِمٍ قَالَ صَحِبْتُ ابْنَ عُمَرَ فِي طَرِيْقِ مَكَّةَ فَصَلّٰى لَنَا الظُّهْرَ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ جَاءَ رَحْلَهُ وَجَلَسَ فَرَأَى نَاسًا قِيَامًا فَقَالَ مَا يَصْنَعُ هٰؤُلَاءِ قُلْتُ يُسَبِّحُوْنَ قَالَ لَوْ كُنْتُ مُسَبِّحًا أَتْمَمْتُ صَلٰوتِي صَحِبْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ لَا يَزِيْدُ فِي السَّفَرِ عَلٰى رَكْعَتَيْنِ وَأَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ كَذٰلِكَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

اور مکے کے درمیان انیس دن تک دو دو رکعتیں پڑھتے رہے جب اس سے زیادہ ٹھہرتے ہیں تو چار پڑھتے ہیں[1] (بخاری) اور روایت ہے حضرت حفص ابن عاصم سے[2] فرماتے ہیں کہ میں مکہ معظمہ کے راستے میں حضرت ابن عمر کے ساتھ تھا آپ نے ہمیں ظہر دو رکعتیں پڑھائیں پھر اپنی منزل میں آئے اور بیٹھے تو کچھ لوگوں کو کھڑے دیکھا فرمایا یہ لوگ کیا کر رہے ہیں میں نے کہا نفل پڑھ رہے ہیں[3] فرمایا اگر میں نفل پڑھتا تو اپنی نماز ہی پوری کر لیتا میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہا تو آپ سفر میں دو رکعتوں پر زیادتی نہ کرتے تھے اور ابوبکر و عمر و عثمان کو ایسے ہی دیکھا گیا (مسلم، بخاری)۔

تو چار پڑھو ورنہ قصر کرو۔ اس کی پوری بحث ہماری کتاب جاء الحق حصہ دوم میں دیکھو۔ خیال رہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چوتھی ذی الحجہ کی صبح کو مکے سے فارغ ہوکر وہاں سے واپس ہوئے یہ حدیث امام شافعی کے بالکل خلاف ہے کیونکہ ان کے ہاں چار دن کے قیام پر نماز پوری پڑھی جاتی ہے۔ یہ سفر مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ کی طرف فتح مکہ کے لیے تھا (اشعۃ اللمعات) اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس زمانہ میں پندرہ دن کی نیت سے مقیم نہ ہوئے تھے یہی ارادہ رہا کہ آج جائیں کل جائیں اور اتفاقاً انیس روز گزر گئے آپ قصر ہی کرتے رہے چنانچہ عبدالرزاق نے اپنی مسند میں امام محمد نے کتاب الآثار میں حضرت ابن عمر سے روایت کی کہ ہم ایک دفعہ آذربائیجان میں برف میں گھر گئے تو چھ ماہ وہاں ٹھہرے مگر قصر ہی پڑھتے رہے نیز حضرت انس عبدالملک ابن مروان کے ساتھ شام میں ایک جگہ دو برس تک ٹھہرے قصر ہی پڑھتے رہے خلاصہ یہ ہے کہ اگر مسافر بلا ارادہ کسی جگہ مہینوں ٹھہر جائے تو قصر ہی پڑھے گا۔

[1] یہ حضرت ابن عباس کا اجتہاد ہے جو انہوں نے فتح مکہ کے واقعہ سے کیا ظاہر یہ ہے کہ بعد میں اس پر عمل چھوڑ دیا کیونکہ طحاوی میں انہی سے روایت آتی ہے کہ اگر تم سفر میں پندرہ دن قیام کی نیت کرو تو نماز پوری کرو ورنہ قصر۔ ابن حجر شافعی فرماتے ہیں کہ انیس دن کا قول صرف ابن عباس کا ہے اس میں کوئی فقیہ ان کے ساتھ نہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ واقعہ غزوہ طائف یا غزوہ حنین میں تھا اور ظاہر یہ ہے کہ اس وقت آپ کا منتظر رہنا ہے کہ کب فتح ہو اور کب لوٹوں۔ لہٰذا اس واقعہ سے استدلال قوی نہیں (مرقاۃ)۔ [2] آپ حفص ابن عاصم ابن عمر ابن خطاب ہیں قرشی عدوی جلیل القدر تابعی ہیں سیدنا عبداللہ ابن عمر کے بھتیجے ہیں بہت احادیث کے راوی ہیں۔ [3] غالباً یہ سفر سفر حج تھا کسی منزل میں سب نے جمع ہوکر باجماعت نماز پڑھی پھر اپنے اپنے خیموں پر آگئے وہاں آپ نے لوگوں کو اہتمام کے ساتھ باقاعدہ کھڑے ہوکر اپنے ڈیروں پر نماز پڑھتے دیکھا سفر میں جلدی تھی۔ یہ نوافل سواری پر بھی پڑھے جاسکتے تھے۔ ان حضرات کے ان نفلوں کی وجہ سے منزل کھوٹی ہو رہی تھی تب آپ نے ناراض ہوکر یہ فرمایا لہٰذا یہ حدیث سفر میں اتر کر اہتمام سے

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْمَعُ بَيْنَ صَلٰوةِ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ اِذَا كَانَ عَلٰى ظَهْرِ سَيْرٍ وَّيَجْمَعُ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ فِي السَّفَرِ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ حَيْثُ تَوَجَّهَتْ بِهٖ يُوْمِیْٓ اِيْمَآءً صَلٰوةَ اللَّيْلِ اِلَّا الْفَرَائِضَ وَيُوْتِرُ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر میں چلتے ہوتے تو ظہر اور عصر جمع کرتے اور مغرب اور عشاء جمع فرماتے[1] (بخاری) اور روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں فرائض کے سوا رات کی نماز سواری پر پڑھتے جدھر بھی اس کا منہ ہوتا[2] اشارے سے پڑھتے تھے اور سواری پر وتر پڑھتے تھے[3]

(مسلم، بخاری)

اور سفر روک کر صرف دو فرض ہی پڑھتے تھے نوافل کے لیے اتنا اہتمام کرنا ہوتا تو فرض ہی پورے کیوں نہ پڑھے جاتے فقیر کی اس توجیہ سے یہ حدیث بالکل واضح اور صاف ہوگئی اور کسی آئندہ حدیث کے خلاف نہ رہی اگر یہ معنی کیے جائیں کہ سفر میں نفل مطلقًا نہ پڑھیں تو مسلم بخاری ترمذی وغیرہم نے انہی حضرت ابن عمر سے سفر میں نوافل کی بہت احادیث نقل کی ہیں جن میں سے کچھ اسی مشکوٰۃ شریف میں بھی آرہی ہیں۔ بعض غیر مقلدوں نے اس حدیث کی بنا پر سفر میں نفل بلکہ سنن و واجبات کو بھی منع کیا یہ سخت غلطی ہے۔

۱؎ یعنی سفر کرنے کی حالت میں ظہر و عصر اسی طرح مغرب اور عشاء یوں جمع فرماتے کہ ظہر آخری وقت میں پڑھتے اور عصر اول وقت یوں ہی مغرب آخری وقت اور عشاء اول وقت یعنی ہر نماز اپنے وقت میں ادا ہوتی۔ صورۃً جمع ہوتی ہیں۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ عصر ظہر کے وقت میں پڑھ لیتے اور عشاء مغرب کے وقت میں یعنی جمع حقیقی مراد نہیں، ورنہ یہ حدیث قرآن شریف کے بھی خلاف ہوگی رب تعالٰی فرماتا ہے۔ اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا یعنی نماز مسلمانوں پر اپنے اوقات میں فرض ہے اور دیگر احادیث کے بھی مخالف چنانچہ طبرانی نے حضرت ابن مسعود سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں مغرب و عشاء اس طرح جمع فرماتے کہ مغرب اس کے آخر وقت میں پڑھتے اور عشاء اول وقت میں، اور بخاری نے حضرت سالم سے ایک طویل حدیث نقل کی جس میں یہ ہے کہ حضرت ابن عمر کو جب سفر میں جلدی ہوتی تو مغرب پڑھتے پھر تھوڑی دیر ٹھہر کر عشاء پڑھتے۔ نسائی نے حضرت نافع سے طویل حدیث نقل کی کہ حضرت ابن عمر مغرب کی نماز کے لیے جب اترے جب کہ شفق قریب غروب تھی مغرب پڑھی تو شفق غائب ہوگئی۔ شفق غائب ہوتے ہی عشاء پڑھ لی۔ وہ حدیثیں اس حدیث کی شرح ہیں، اور احناف کے بالکل خلاف نہیں بلکہ حق میں ہیں۔ اس کی پوری تحقیق جاء الحق حصہ دوم میں دیکھو۔ ۲؎ یعنی سفر میں نوافل سواری پر ادا فرماتے۔ ان کے لیے سفر نہ توڑتے اور اس کی پرواہ نہ کرتے کہ رخ قبلہ کو ہو یا نہ ہو۔ وہاں اس آیت پر عمل تھا فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ۔ یہ حدیث گزشتہ حدیث کی شرح ہے۔ جس میں حضرت ابن عمر نے سفر میں نفل پڑھنے والوں پر ناراضی کا اظہار کیا، معلوم ہوا کہ وہاں مراد سفر توڑ کر نفل پڑھنا تھا۔ ۳؎ یہ حکم اس وقت تھا جب وتر واجب نہ ہوئے تھے صرف سنت تھے، اب چونکہ وتر واجب ہیں لہٰذا وہ سواری پر نہیں پڑھے جاسکتے چنانچہ حضرت

الفصل الثانی ❁ عن عائشة قالت كل ذلك قد فعل رسول الله صلی الله علیه وسلم قصر الصلوة واتم رواه فی شرح السنة ❁ وعن عمران بن حصین قال غزوت مع النبی صلی الله علیه وسلم وشهدت معه الفتح فاقام بمكة ثمانی عشرة لیلة لا یصلی الا ركعتین یقول یا اهل البلد صلوا اربعا فانا سفر رواه ابو داود ❁ وعن ابن عمر قال صلیت مع النبی صلی الله علیه وسلم الظهر فی السفر ركعتین وبعدها ركعتین وفی روایة قال صلیت مع النبی صلی الله علیه وسلم فی الحضر والسفر فصلیت معه فی الحضر الظهر اربعا وبعدها ركعتین وصلیت معه فی السفر الظهر ركعتین وبعدها ركعتین

دوسری فصل روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کا قصر اور اتمام سب کچھ کیا ۱؎ (شرح سنہ) روایت ہے حضرت عمران ابن حصین سے فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ کیا اور آپ کے ساتھ فتح مکہ میں حاضر ہوا تو آپ نے مکہ معظمہ میں اٹھارہ شب قیام کیا دو رکعتیں ہی پڑھتے رہے فرماتے تھے اے شہر والو تم چار پڑھو ہم مسافر ہیں ۲؎ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں ظہر دو رکعت پڑھیں اور اس کے بعد دو رکعتیں ۳؎ اور ایک روایت میں ہے کہ فرمایا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضر و سفر میں نماز پڑھی آپ کے ساتھ حضر میں ظہر چار رکعتیں پڑھیں اور اس کے بعد دو رکعتیں پڑھیں اور آپ کے ساتھ سفر میں ظہر دو رکعتیں پڑھیں اور اس کے بعد دو رکعتیں ۴؎

العظم سے روایت ہے کہ آپ وتر کیلئے زمین پر اترتے تھے اور فرماتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسا کیا کرتے تھے یہاں وتر سے مراد تہجد ہے جو بعد عشاء کا۔ (مرقاۃ)

۱؎ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر میں چار رکعت والی نمازوں میں قصر کیا اور دو رکعت والیوں میں اتمام یا بحالت سفر قصر کیا اور جہاں پندرہ دن قیام ہوا وہاں اتمام، اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ نے سفر میں چار رکعت والی نمازوں میں کبھی قصر کیا کبھی اتمام ورنہ یہ حدیث حضرت عائشہ کی اس روایت کے خلاف ہوگی جو بحوالہ مسلم بخاری پہلی فصل میں آ رہی ہے کہ سفر کی نماز پہلے فریضہ پر رہی گئی ۲؎ نیز اسے شافعی اور بیہقی نے بھی روایت کیا مگر اس کی ساری اسنادوں میں ابراہیم ابن یحیی ہے جو سخت ضعیف ہے لہذا یہ حدیث سخت ضعیف ہے قابل حجت نہیں (لمعات و اشعہ و مرقاۃ) ۲؎ اس کی شرح پہلے گزر چکی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اٹھارہ روز کی مستقل نیت نہ کی تھی جیسا کہ غازی بہار میں مذبذب رہتے ہیں کہ کب لوٹیں، ایسے ہی آپ بھی مذبذب میں رہے۔ خیال رہے کہ یہاں اٹھارہ دن کا ذکر ہے اور حدیث ابن عباس میں جو ابھی گزر گئی انیس دن کا ذکر تھا۔ یعنی رات اٹھارہ اور دن انیس تھے یا وہاں غزوہ طائف وغیرہ کا ذکر ہے۔ بہرحال حدیث میں تعارض نہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسافر امام کو چاہیئے بعد نماز اپنے مسافر ہونے کا اعلان کردے تاکہ مقیم مقتدی اپنی چار رکعتیں پوری کرلیں ۳؎ اس سے صاف معلوم ہوا کہ سفر میں صرف فرض ہی میں قصر ہوگا۔ سنتوں میں نہ قصر ہے نہ ان کی معافی یہ حدیث گزشتہ حدیث ابن عمر کی شرح ہے جس میں یہ فرمایا گیا تھا کہ حضرت ابن عمر سفر میں نماز نفل پڑھنے والوں پر

وَالْعَصْرِ رَكْعَتَيْنِ وَلَمْ يُصَلِّ بَعْدَهَا شَيْئًا وَالْمَغْرِبَ فِي الْحَضَرِ وَالسَّفَرِ سَوَاءً ثَلٰثَ رَكَعَاتٍ
وَلَا يَنْقُصُ فِي حَضَرٍ وَلَا سَفَرٍ وَهِيَ وِتْرُ النَّهَارِ وَبَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ۔ وَعَنْ
مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ إِذَا زَاغَتِ الشَّمْسُ
قَبْلَ أَنْ يَرْتَحِلَ جَمَعَ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ وَإِنِ ارْتَحَلَ قَبْلَ أَنْ تَزِيغَ الشَّمْسُ أَخَّرَ الظُّهْرَ
حَتّٰى يَنْزِلَ لِلْعَصْرِ وَفِي الْمَغْرِبِ مِثْلُ ذٰلِكَ إِذَا غَابَتِ الشَّمْسُ قَبْلَ أَنْ يَرْتَحِلَ جَمَعَ بَيْنَ
الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ وَإِنِ ارْتَحَلَ قَبْلَ أَنْ تَغِيبَ الشَّمْسُ أَخَّرَ الْمَغْرِبَ حَتّٰى يَنْزِلَ لِلْعِشَاءِ ثُمَّ
يَجْمَعُ بَيْنَهُمَا رَوَاهُ أَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ ۔ وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

اور عصر دو رکعتیں پڑھیں اور پھر اس کے بعد کچھ نہ پڑھا اور مغرب حضر و سفر میں برابر تین رکعتیں ہی پڑھیں نہ حضر میں کم کیں اور نہ سفر میں یہ دن کے وتر ہیں اور اس کے بعد دو رکعتیں ۱؎ (ترمذی) روایت ہے حضرت معاذ ابن جبل سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک میں تھے جب کوچ سے پہلے سورج ڈھل جاتا تو ظہر اور عصر جمع کرلیتے ۲؎ اور اگر سورج ڈھلنے سے پہلے کوچ کردیتے تو ظہر پیچھے کرتے حتی کہ عصر کے لیے اترتے ۳؎ یونہی مغرب میں جب کوچ سے پہلے سورج چھپ جاتا تو مغرب اور عشاء جمع کرلیتے اور اگر سورج چھپنے سے پہلے کوچ کرتے تو مغرب میں دیر لگاتے حتی کہ عشاء کیلئے اترتے پھر ان دونوں کو جمع فرمالیتے ۴؎ (ابوداؤد، ترمذی) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ

ناراض ہوئے۔

۱؎ یعنی مغرب کے فرض دن کے وتر ہیں ان میں قصر نہیں کہ قصر چار رکعت میں ہوتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ رات کے وتر بھی تین ہیں۔

۲؎ اس طرح کہ عصر ظہر کے وقت میں پڑھ لیتے اس کا نام جمع تقدیم ہے یعنی نماز اپنے وقت سے پہلے ادا کرلینا ۳؎ اور ظہر عصر کے وقت میں پڑھتے اس کا نام جمع تاخیر ہے یعنی نماز کا وقت کے بعد پڑھنا ۴؎ یہاں جمع حقیقی ہی مراد ہے۔ جمع صوری کا اس میں احتمال نہیں یہ حدیث امام شافعی کی انتہائی دلیل ہے کہ سفر میں جمع تقدیم بھی جائز ہے اور جمع تاخیر بھی۔ اس کے متعلق چند طرح گفتگو ہے۔ اولاً یہ کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ ابوداؤد نے فرمایا کہ جمع تقدیم کے بارے میں کوئی حدیث صحیح نہ ملی (از مرقاۃ) دوسرے یہ کہ مسلم بخاری میں حضرت ابن مسعود کی روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی غیر وقت میں نماز پڑھتے نہ دیکھا۔ حالانکہ آپ غزوہ تبوک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور آپ کے ساتھ باجماعت نمازیں اس موقعہ پر ادا کرتے رہے۔ چونکہ حضرت ابن مسعود معاذ ابن جبل سے زیادہ فقیہ بھی ہیں اور زیادہ حافظ بھی۔ اس لیئے ان کی حدیث کو زیادہ ترجیح ہوگی۔ تیسرے یہ کہ یہ حدیث آیت قرآنی جو ہم پیش کرچکے اور ان متواتر احادیث کے خلاف ہے جن میں نماز کے اوقات کا ذکر ہے لہذا یہ حدیث ہرگز قابل عمل نہیں۔ خیال رہے کہ عرفہ اور مزدلفہ میں نمازیں اپنے وقت سے نہ ہٹیں۔ بلکہ وقت اپنی حد سے ہٹ گئے اس طرح کہ عرفہ میں وقت عصر ظہر میں آگیا نہ کہ نماز عصر وقت ظہر میں اور مزدلفہ میں وقت مغرب عشاء میں پہنچ گیا نہ کہ مغرب وقت

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَافَرَ وَاَرَادَ اَنْ يَّتَطَوَّعَ اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ بِنَاقَتِهٖ فَكَبَّرَ ثُمَّ صَلّٰى حَيْثُ وَجَّهَهٗ رِكَابُهٗ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ۔ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ بَعَثَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَاجَتِهٖ فَجِئْتُ وَهُوَ يُصَلِّيْ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ نَحْوَ الْمَشْرِقِ وَيَجْعَلُ السُّجُوْدَ اَخْفَضَ مِنَ الرُّكُوْعِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ۔ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِنًى رَكْعَتَيْنِ وَاَبُوْبَكْرٍ بَعْدَهٗ وَعُمَرُ بَعْدَ اَبِيْ بَكْرٍ وَعُثْمَانُ صَدْرًا مِّنْ خِلَافَتِهٖ ثُمَّ اِنَّ عُثْمَانَ صَلّٰى بَعْدُ اَرْبَعًا فَكَانَ ابْنُ عُمَرَ اِذَا صَلّٰى مَعَ الْاِمَامِ صَلّٰى اَرْبَعًا وَاِذَا صَلَّاهَا وَحْدَهٗ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ فُرِضَتِ الصَّلٰوةُ

علیہ وسلم جب سفر کرتے اور نفل پڑھنا چاہتے تو اپنی اونٹنی پر قبلہ رو ہو جاتے پھر تکبیر کہتے پھر نماز پڑھتے رہتے اب آپ کو سواری جدھر بھی متوجہ کر دے۱ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کسی کام میں بھیجا جب میں آیا تو آپ اپنی سواری پر مشرق کی طرف نماز پڑھ رہے تھے اور سجدہ رکوع سے زیادہ پست کرتے تھے۲ (ابوداؤد) تیسری فصل روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منیٰ میں دو رکعتیں پڑھیں آپ کے بعد ابوبکر نے اور حضرت ابوبکر کے بعد حضرت عمر نے حضرت عثمان نے اپنی شروع خلافت میں۳ پھر اس کے بعد حضرت عثمان نے چار پڑھیں۴ تو ابن عمر جب امام کے ساتھ نماز پڑھتے تو چار پڑھتے اور جب اکیلے نماز پڑھتے تو دو رکعتیں پڑھتے۵ (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ نماز دو دو رکعتیں

عشا میں حتی کہ اگر کوئی حاجی اس دن مغرب عشا کے وقت سے پہلے پڑھ لے تو ہوگی ہی نہیں نیز وہ احادیث متواتر المعنی ہیں یہ فرق خیال میں بہت باریک ہے۔

۱؎ یعنی تکبیر تحریمہ کے وقت رو بقبلہ ہو جاتے پھر بعد میں رخ بدل جانے کی پرواہ نہ کرتے اب بھی سفر میں نوافل کا یہی حکم ہے۔ خیال رہے کہ سرکار اونٹنی کو قبلہ کی طرف نہ پھیرتے تھے ورنہ سفر غلط ہو جاتا بلکہ اونٹنی کا رخ جانب سفر رہتا اپنا رخ جانب قبلہ۔ ۲؎ یعنی قبلہ جانب جنوب تھا مگر آپ کی نماز جانب مشرق ادا ہو رہی تھی اور رکوع سجدہ اشارے سے کر رہے تھے۔ اس طرح کہ رکوع کے لیے سر کم جھکاتے اور سجدے کے لیے زیادہ۔ ۳؎ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات شیخین نے منیٰ میں تشریف لا کر ہمیشہ نماز قصر ہی پڑھی کبھی پوری نہ پڑھی اور حضرت عثمان نے شروع خلافت میں ہمیشہ قصر ہی پڑھی کبھی پوری نہ پڑھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسافر کو قصر و اتمام کا اختیار نہیں بلکہ اس پر قصر پڑھنا ہی فرض ہے ورنہ وہ حضرات کبھی اتمام بھی کیا کرتے۔ ۴؎ یعنی آخر خلافت میں حضرت عثمان صرف منیٰ میں ہمیشہ چار پڑھنے لگے۔ منیٰ کے علاوہ اور سفر میں کبھی اتمام نہ کیا اور منیٰ میں آ کر کبھی قصر نہ کیا اگر آپ مسافر کو اختیار مانتے تو اس زمانہ میں کبھی قصر کرتے کبھی اتمام۔ خیال رہے کہ آپ کے منیٰ میں اتمام کرنے کی وجہ یہ ہے کہ عہد عثمانی کے نو مسلموں نے آپ کو منیٰ میں قصر کرتے دیکھا تو سمجھے کہ اسلام میں نماز کی دو ہی رکعتیں ہیں۔ اسی وہم کو دور کرنے کے لیے آپ نے مکہ معظمہ میں اپنا ایک گھر بنایا وہاں اپنی ایک بیوی کی

رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ هَاجَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَفُرِضَتْ اَرْبَعًا وَتُرِكَتْ صَلٰوةُ السَّفَرِ عَلَى الْفَرِيْضَةِ الْاُوْلٰى قَالَ الزُّهْرِيُّ قُلْتُ لِعُرْوَةَ مَا بَالُ عَائِشَةَ تُتِمُّ قَالَ تَاَوَّلَتْ كَمَا تَاَوَّلَ عُثْمَانُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ فَرَضَ اللّٰهُ الصَّلٰوةَ عَلٰى لِسَانِ نَبِيِّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْحَضَرِ اَرْبَعًا وَفِي السَّفَرِ رَكْعَتَيْنِ وَفِي الْخَوْفِ رَكْعَةً رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْهُ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَا سَنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةَ السَّفَرِ رَكْعَتَيْنِ

فرض کی گئی تھی پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کی تو چار رکعتیں فرض ہو گئیں اور نماز سفر پہلے ہی فریضہ پر رکھی گئی[1] زہری فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عروہ سے پوچھا کہ حضرت عائشہ کا کیا خیال ہے کہ پوری کرتی ہیں[2] فرمایا کہ حضرت عثمان کی تاویل کی طرح انہوں نے بھی تاویل کر لی[3] (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ اللہ نے تمہارے نبی کی زبان پر صلی اللہ علیہ وسلم نماز حضر میں چار رکعتیں سفر میں دو رکعتیں اور خوف میں ایک رکعت فرض کی (مسلم) اور روایت ہے انہی سے اور حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر کی نماز میں دو دو رکعتیں شروع کیں

کو مقیم کر کے رکھا اب اگر ایک دن کے لیے بھی آپ مکہ معظمہ آتے تو نماز پوری کرتے تھے (مسند امام احمد، عبد الرزاق، دار قطنی، مرقاۃ، فتح القدیر وغیرہ) اس کی تحقیق ہماری کتاب جاء الحق حصہ دوم میں ملاحظہ کرو۔ ۵ یعنی حضرت ابن عمر مکہ معظمہ میں جب عثمان غنی یا کسی اور مقیم امام کے پیچھے نماز پڑھتے تو پوری پڑھتے۔ اکیلے پڑھتے تو قصر کرتے۔ حکم بھی یہی ہے کہ مسافر مقیم امام کے پیچھے تمام پوری پڑھے

[1] یعنی ہجرت سے پہلے ہر نماز دو دو رکعت تھی بعد ہجرت فجر تو دو رکعت رکھی گئی مغرب تین باقی نمازیں سفر میں وہی دو دو رکعتیں رہیں اور حضر میں چار رکعتیں کر دی گئیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اب سفر میں قصر کرنا اسی طرح فرض ہے۔ جیسے اقامت میں پوری پڑھنا یہ حدیث وجوب قصر کی نہایت قوی دلیل ہے جس میں کوئی تاویل نہیں ہو سکتی اور مسلم بخاری کی ہے۔ اسے ضعیف نہیں کہا جا سکتا [2] یعنی حضرت عائشہ صرف منیٰ و مکہ معظمہ میں ہمیشہ پوری نماز پڑھتی ہیں کبھی قصر نہیں کرتیں باقی سفروں میں ہمیشہ قصر کرتی ہیں آپ اتمام نہیں کرتیں اس سفر منیٰ میں کیا خصوصیت ہے [3] یعنی جیسے عثمان غنی نے اتمام کی کوئی وجہ نکال لی ایسے ہی حضرت ام المؤمنین نے بھی کوئی وجہ اس اتمام کی نکالی ہوگی مجھے اس کی خبر نہیں امام نووی نے فرمایا اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت عثمان و حضرت عائشہ صدیقہ سفر میں قصر و اتمام دونوں جائز سمجھتے تھے لہذا یہ امام شافعی کی دلیل ہے فقیر کہتا ہے کہ یہ غلط ہے چند وجہ سے ایک یہ کہ حضرت ام المؤمنین خود ہی تو روایت فرماتی ہیں کہ نماز سفر پہلے فریضہ پر رکھی گئی یعنی دو دو رکعتیں تو خود اپنی روایت کے خلاف یہ رائے کیسے قائم کر سکتی ہیں دوسرے یہ کہ اگر آپ قصر و اتمام دونوں جائز سمجھتیں تو ہر سفر میں کبھی قصر کرتیں کبھی اتمام مگر ایسا نہ کیا صرف منیٰ میں اتمام کیا اور ہمیشہ کیا یہاں کبھی قصر نہ پڑھا اور دیگر سفروں میں ہمیشہ اتمام کیا تیسرے یہ کہ اگر ان کا یہ مذہب ہوتا تو حضرت زہری اسے تاویل نہ فرماتے بلکہ اسے ان کا مذہب قرار دیتے معلوم ہوا کہ آپ کا مذہب تو وجوب قصر کا تھا مگر منیٰ میں کسی تاویل کی بنا پر اتمام فرماتیں وہ تاویل کیا تھی سب جانتے ہیں ظاہر یہ ہے کہ آپ مکہ معظمہ میں چند دن قیام کی نیت کر لیتی ہوں گی اور آپ کا خیال یہ ہوگا کہ مہاجرین کو پندرہ دن مکہ معظمہ

وَهُمَا تَمَامٌ غَيْرُ قَصْرٍ وَالْوِتْرُ فِي السَّفَرِ سُنَّةٌ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ ۔ وَعَنْ مَالِكٍ بَلَغَهُ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ كَانَ يَقْصُرُ الصَّلٰوةَ فِي مِثْلِ مَا يَكُوْنُ بَيْنَ مَكَّةَ وَالطَّائِفِ وَفِي مِثْلِ مَا بَيْنَ مَكَّةَ وَعُسْفَانَ وَفِي مِثْلِ مَا بَيْنَ مَكَّةَ وَجُدَّةَ قَالَ مَالِكٌ وَذٰلِكَ اَرْبَعَةُ بُرُدٍ رَوَاهُ فِي الْمُوَطَّا ۔ وَعَنِ الْبَرَاءِ قَالَ صَحِبْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ سَفَرًا فَمَا رَاَيْتُهُ تَرَكَ رَكْعَتَيْنِ اِذَا زَاغَتِ الشَّمْسُ قَبْلَ الظُّهْرِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ

وہ دونوں پوری ہیں کوتاہ نہیں [1] اور وتر سفر میں سنت اسلام ہے [2] (ابن ماجہ) روایت ہے حضرت مالک سے انہیں خبر پہنچی کہ حضرت ابن عباس اس قدر مسافت میں نماز قصر کرتے تھے جو مکہ اور طائف مکہ اور عسفان اور مکہ جدے کے درمیان ہے [3] امام مالک فرماتے ہیں کہ یہ مسافت چار برید ہے [4] (موطا) روایت ہے حضرت براء سے فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اٹھارہ سفروں میں رہا میں نے آپ کو نہ دیکھا کہ آپ نے سورج ڈھلنے کے بعد ظہر کے پہلے کی دو رکعتیں چھوڑی ہوں [5] (ابوداؤد، ترمذی)

میں عصر یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات شریف میں منع تھا آپ کی وفات کے بعد جائز ہے یا یہ ممانعت مہاجر مردوں کے لیئے تھی عورتوں کے لیئے نہیں یا ان کے لیئے تھی جو بوقت ہجرت بالغ تھے میں اس وقت نابالغ تھی (واللہ ورسولہ اعلم) [2] اس طرح کہ غازی مسافر سخت خوف کی حالت میں امام کے پیچھے صرف ایک رکعت پڑھے گا اور ایک رکعت اکیلے جیسا کہ قرآن شریف سے معلوم ہو رہا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سفر میں قصر کرنا ایسے ہی فرض ہے جیسے حضر میں پوری پڑھنا قصر و اتمام کا اختیار نہیں۔

[1] یعنی سفر میں دو رکعتیں ہی مشروع ہیں چار رکعتیں غیر مشروع یعنی خلاف شرع اور یہ دو رکعتیں ایسی ہی مکمل ہیں جیسے حضر میں چار اور انہیں چار پڑھنا ایسا ہی برا ہے جیسے فجر کے چار فرض یا مغرب یا ظہر کے چھ فرض پڑھنا یا یہ مطلب ہے کہ یہ دو رکعتیں تعداد میں قصر ہیں ثواب میں نہیں ان پر ثواب پوری چار رکعتوں کا ملے گا (لمعات) [2] یہاں سنت سے مراد واجب کا مقابل نہیں یہ مطلب نہیں کہ سفر میں وتر پڑھنا سنت ہے ورنہ وہاں تو نوافل اور دیگر سنتیں پڑھنا بھی سنت ہیں وتر کی کیا خصوصیت ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ سفر میں وتر پڑھنا اسلام کا باقی طریقہ ہے (لمعات) [3] یعنی اس سے کم مسافت میں قصر نہ کرتے تھے معلوم ہوا کہ سفر کے لیئے سفر کی حد مقرر ہے فقط گھر سے نکل جانے پر سفر نہیں ہو جاتا جیسا بعض غیر مقلدوں نے سمجھا، خیال رہے کہ عسفان مکہ معظمہ سے مدینہ کی راہ پر دو منزل ہے اور جدہ بڑا شہر ہے مکہ معظمہ سے تقریبًا ۶۵ میل ہے یہ فقط تشبیہ ہے تعیین نہیں [4] ایک برید چار کوس کا ہے لہٰذا چار برید سولہ کوس ہوئے اور عرب کا ایک کوس تین میل عربی ہے لہٰذا سولہ کوس ۴۸ میل عربی ہوئے ایک میل چھ ہزار گز کا ایک گز چوبیس انگل کا (لمعات) اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق یہ ہے کہ انگریزی میل سے یہ مسافت ۵۷ میل بنتی ہے [5] یعنی تحیۃ الوضو کے نفل اس سے ظاہر ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں نفل نہیں چھوڑتے تو سنت موکدہ کیسے چھوڑتے ہوں گے اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو سفر میں سنت و نفل پڑھنے کے سخت دشمن ہیں۔

وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ۔ وَعَنْ نَافِعٍ قَالَ اِنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ كَانَ يَرٰى ابْنَهٗ عُبَيْدَ اللهِ يَتَنَفَّلُ فِي السَّفَرِ فَلَا يُنْكِرُ عَلَيْهِ رَوَاهُ مَالِكٌ۔

بَابُ الْجُمُعَةِ

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ السَّابِقُوْنَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ بَيْدَ اَنَّهُمْ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِنَا وَاُوْتِيْنَاهُ مِنْ بَعْدِهِمْ ثُمَّ هٰذَا يَوْمُهُمُ الَّذِيْ فُرِضَ عَلَيْهِمْ يَعْنِيْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَاخْتَلَفُوْا فِيْهِ

اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے روایت ہے حضرت نافع سے فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن عمر اپنے بیٹے عبیداللہ کو سفر میں نفل پڑھتے دیکھتے تھے تو ان پر اعتراض نہ کرتے تھے۱؎ (مالک)

جمعہ کا باب۲؎

پہلی فصل روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہم دنیا میں پیچھے ہیں قیامت کے دن آگے ہوں گے۳؎ بجز اس کے کہ انہیں کتاب ہم سے پہلے دی گئی اور ہمیں ان کے بعد۴؎ پھر یہ یعنی جمعہ ان کا دن بھی تھا جو ان پر فرض کیا گیا تھا وہ اس میں اختلاف کر بیٹھے۔

۱؎ کیونکہ سفر میں نفل پڑھنا سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے آپ کے صاحبزادے سواری پر ہی نفل پڑھتے تھے یا زمین پر جب پڑھتے جب وقت میں گنجائش ہوتی اس لیے آپ اعتراض نہ کرتے تھے جنہوں نے اعتراض کیا ہے وہ وہ حضرات تھے جو نفل کی وجہ سے منزل کھوتی کر رہے تھے۔ تتمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے موزوں پر مسح کی مدت مسافر کے لیے تین دن مقرر فرمائی نیز عورت کو بغیر محرم تین دن کی مسافت پر جانا حرام کیا۔ ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سفر کی مسافت تین دن کی راہ ہے یہی احناف کا مذہب ہے۔ ۲؎ جمعہ ج اور م کے پیش سے جمع سے بنا بمعنی مجتمع ہونا اکٹھا ہونا چونکہ اس دن میں تمام مخلوقات وجود میں مجتمع ہوئی کہ تکمیل خلق اسی دن ہوئی نیز حضرت آدم علیہ السلام کی مٹی اسی دن ہی جمع ہوئی نیز اس دن میں لوگ نماز جمعہ جمع ہو کر ادا کرتے ہیں۔ ان وجوہ سے اسے جمعہ کہتے ہیں اسلام سے پہلے اہل عرب اسے عروبہ کہتے تھے چنانچہ انکے ہاں ہفتہ کے دنوں کے نام حسب ذیل تھے۔ اول، اَہْوَن، جُبار، دُبار، مونس، عروبہ، شیار۔ نماز جمعہ فرض ہے شعار اسلام میں سے ہے اسکی فرضیت کا منکر کافر ہے مگر اسکی فرضیت کیلئے کچھ شرائط ہیں چنانچہ ہر بینا مسلمان مرد عاقل بالغ آزاد تندرست شہری پر فرض ہے اسکی ادا کیلئے جماعت کا ہونا جگہ شہر اور خطبہ شرط ہیں دیہاتوں اور گاؤں والوں پر جمعہ فرض نہیں اور گاؤں میں جمعہ نا جائز اسکے مکمل دلائل ہماری فتاوی نعیمیہ میں دیکھو۔ ۳؎ یعنی ہم اور ہماری امت یہاں دنیا میں پیچھے آئے کہ ہم آخری نبی اور یہ امت آخری امت اور وہاں محشر میں پہلے ہوں گے کہ سب سے پہلے ہماری امت کا فیصلہ ہوگا اور ساری امتوں سے پہلے یہی جنت میں جائیگی۔ ۴؎ یعنی یہود و نصاریٰ کو توریت و انجیل ہم سے پہلے مل گئی۔ جیسا قرآن بعد میں دیا گیا تا کہ قرآن ناسخ ہو ان کتابوں کا اور ہم ان کے عیوب کو معلوم ہوں اور اس امت کے عیوب پوشیدہ رہیں۔ اس حدیث میں بھی اللہ کی رحمت ہے۔

فهدانا الله له والناس لنا فيه تبع اليهود غدا والنصارى بعد غد متفق عليه وفي رواية لمسلم قال نحن الآخرون الأولون يوم القيامة ونحن أول من يدخل الجنة بيد أنهم وذكر نحوه إلى آخره وفي أخرى له عنه وعن حذيفة قالا قال رسول الله صلى الله عليه وسلم في آخر الحديث نحن الآخرون من أهل الدنيا والأولون يوم القيامة المقضي لهم قبل الخلائق وعن أبي هريرة قال قال

ہمیں اللہ نے اس کی ہدایت دے دی لہٰذا اس میں لوگ ہمارے تابع ہیں یہودی کل ہیں عیسائی پرسوں [1] (مسلم بخاری) مسلم کی روایت میں ہے کہ ہم پچھلے ہیں اور قیامت کے دن اگلے جنت میں ہم پہلے جائیں گے [2] اور ان کے سوا کہ انہیں الخ اور اس کی دوسری روایت میں انہیں سے اور حضرت حذیفہ سے ہے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث کے آخر میں یہ ہے کہ ہم دنیا والوں سے پیچھے ہیں اور قیامت کے دن پہلے ہوں گے کہ ہمارا فیصلہ مخلوق سے پہلے ہوگا [3] روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا

[1] یعنی عظمت والا دن اللہ تعالٰی کے نزدیک جمعہ ہی ہے رب تعالٰی چاہتا تھا کہ میرے بندے یہ دن میری عبادت کے لیے خالی رکھیں۔ مگر یہود و نصارٰی کو بتایا نہ گیا بلکہ انہیں اختیار دیا گیا کہ تم جو دن چاہو اپنی عبادت کے لیے چن لو یہود نے ہفتہ منتخب کر لیا نصارٰی نے اتوار۔ جمعہ کی طرف کسی کا خیال نہ گیا اللہ تعالٰی نے یہ انتخاب ہم پر نہ چھوڑا بلکہ ہمیں خود جمعہ بتا دیا گیا۔ تاکہ ہم انتخاب میں غلطی نہ کریں بلکہ مرقات نے ابن سیرین سے روایت فرمائی کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے پہلے مدینہ کے انصار نے سوچا کہ جب یہودیوں اور عیسائیوں کا عبادت کا دن مقرر ہے تو ہم بھی کوئی دن کیوں نہ مقرر کر لیں۔ انہوں نے جمعہ کے دن حضرت سعد ابن زرارہ کو امام بنا کر ان کے پیچھے دو رکعتیں ادا کیں۔ اور اس دن کا نام بجائے عروبہ کے جمعہ رکھا اس کی تائید ابن خزیمہ کی اس حدیث سے ہوتی ہے کہ انصار کہتے ہیں سعد ابن زرارہ وہ ہیں جنہوں نے ہجرت سے پہلے ہمیں مدینہ میں جمعہ پڑھایا اس بنا پر یہاں ھدٰی اللہ کے معنی یہ ہوں گے کہ رب تعالٰی نے میری امت کے خیال کو صحیح فرمایا خیال رہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ سوموار کو پہنچے اور جمعرات تک قبا شریف میں مقیم رہے پھر وہاں سے جمعہ کے دن بنی سالم ابن عوف میں تشریف لائے اور اس مسجد میں جمعہ پڑھا جو بطن وادی میں ہے یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلا جمعہ تھا اس مسجد میں ادا ہوا فقیر نے اس کی زیارت کی ہے اور وہاں دو نفل پڑھے ہیں۔ مسجد قبا کے راستہ میں ہے خستہ حال ہے [2] یعنی ہفتہ کا پہلا دن جمعہ ہمیں ملا اور دوسرا دن یعنی شنبہ یہودیوں کو اور تیسرا دن اتوار عیسائیوں کو۔ جیسے ہمارا دن ان کے دنوں سے پہلے ہے ایسے ہی ہم بھی ان پر مقدم۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہفتہ جمعہ سے شروع ہوتا ہے اور پنجشنبہ پر ختم۔ [3] اس طرح کہ نبیوں سے پہلے جنت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم جائیں گے اور امتوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پہلے جائے گی پھر دوسری امتیں [4] یہ حدیث گزشتہ حدیث کی شرح ہے جس نے بتایا کہ پیچھے ہونے سے یہ مراد اور پہلے ہونے سے یہ مطلب خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت

رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُ يَوْمٍ طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ يَوْمُ الْجُمُعَةِ فِيهِ خُلِقَ آدَمُ وَفِيهِ أُدْخِلَ الْجَنَّةَ وَفِيهِ أُخْرِجَ مِنْهَا وَلَا تَقُومُ السَّاعَةُ إِلَّا فِي يَوْمِ الْجُمُعَةِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ فِي الْجُمُعَةِ لَسَاعَةً لَا يُوَافِقُهَا عَبْدٌ مُسْلِمٌ يَسْأَلُ اللّٰهَ فِيهَا خَيْرًا إِلَّا أَعْطَاهُ إِيَّاهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَزَادَ مُسْلِمٌ قَالَ وَهِيَ سَاعَةٌ خَفِيفَةٌ وَفِي رِوَايَةٍ لَهُمَا قَالَ إِنَّ فِي الْجُمُعَةِ لَسَاعَةً لَا يُوَافِقُهَا مُسْلِمٌ قَائِمٌ يُصَلِّي يَسْأَلُ اللّٰهَ خَيْرًا إِلَّا أَعْطَاهُ إِيَّاهُ ۔ وَعَنْ أَبِي بُرْدَةَ بْنِ أَبِي مُوسٰى

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بہترین دن جس میں سورج نکلے وہ جمعہ کا دن ہے اسی میں حضرت آدم پیدا ہوئے اسی دن جنت میں گئے اسی دن وہاں سے بھیجے گئے اور قیامت بھی جمعہ کے دن ہی ہوگی ۱؎ (مسلم) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جمعہ میں ایک گھڑی ہے جسے بندہ مومن نہیں پاتا کہ اس میں اللہ سے خیر مانگے مگر اللہ اسے وہ ضرور دیتا ہے ۲؎ (مسلم، بخاری) مسلم نے زیادہ کیا فرمایا وہ چھوٹی سی گھڑی ہے اور مسلم بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ فرمایا جمعہ میں ایک ساعت ہے جسے مسلمان نہیں پاتا کہ کھڑا ہوا نماز پڑھتا ہو اللہ سے خیر مانگے مگر اللہ اسے ضرور دیتا ہے ۳؎ روایت ہے حضرت ابوبردہ ابن ابوموسیٰ سے فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کو فرماتے سنا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جمعہ کی ساعت کے بارے میں فرماتے سنا کہ

قیامت اسی روز قعر پاک گئے رہے گی کیونکہ جو کر اصل مقصود دیدار حضرت ہے باقی اس کے تابع (مرقاۃ)

۱؎ یعنی پہلے بھی بڑے بڑے واقعات اسی دن میں ہوئے اور آئندہ نہایت اہم اور سنگین واقعہ وقوع قیامت کا اسی دن ہوگا۔ اس لیے یہ دن بڑی عظمت والا ہے۔ خیال رہے کہ آدم علیہ السلام کا جنت سے جانا بھی اللہ کی رحمت تھی اور یہاں تشریف لانا بھی کیونکہ وہاں بھیجے گئے تھے یہاں سکھانے اور خلافت کرنے آئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس دن میں دینی اہم واقعات ہو چکے ہوں وہ دن تا قیامت افضل ہو جاتا ہے اور اس دن میں خوشیاں منانا عبادتیں کرنا بہتر ہوتا ہے دیکھو ماہ رمضان و شب قدر اسی لیے افضل ہیں کہ ان میں قرآن شریف نازل ہوا اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ شب ولادت شب معراج وغیرہ بہت افضل راتیں ہیں ان میں عبادت کرنا خوشیاں منانا بہتر ہے اس کا ماخذ یہ حدیث ہے ۲؎ یعنی وہ ساعت قبولیت دعا کی ہے رات میں روزانہ وہ ساعت آتی ہے مگر دن میں صرف جمعہ کے دن یقیناً نہیں معلوم کہ وہ ساعت کب ہے غالب یہ ہے کہ دو خطبوں کے درمیان یا مغرب سے کچھ پہلے ۳؎ یعنی اس ساعت میں مسلمان کی دعا قبول ہوتی ہے نہ کہ کافر کی۔ نمازی متقی کی دعا مقبول ہوتی ہے نہ کہ فاسق و فاجر کی۔ جو جمعہ تک دنیا میں

صرف دعا کی ہی نہ ہو دینی بیٹھے میں اس جانب اشارہ ہے ورنہ نماز کی حالت
میں دعا کیسے مانگی جائے
گی

الْجُمُعَةِ هِيَ مَا بَيْنَ أَنْ يَجْلِسَ الْإِمَامُ إِلَى أَنْ تُقْضَى الصَّلٰوةُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۞ اَلْفَصْلُ الثَّانِي ۞ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ خَرَجْتُ إِلَى الطُّوْرِ فَلَقِيْتُ كَعْبَ الْأَحْبَارِ فَجَلَسْتُ مَعَهٗ فَحَدَّثَنِي عَنِ التَّوْرٰةِ وَحَدَّثْتُهٗ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ فِيْمَا حَدَّثْتُهٗ أَنْ قُلْتُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُ يَوْمٍ طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ يَوْمُ الْجُمُعَةِ فِيْهِ خُلِقَ اٰدَمُ وَفِيْهِ أُهْبِطَ وَفِيْهِ تِيْبَ عَلَيْهِ وَفِيْهِ مَاتَ وَفِيْهِ تَقُوْمُ السَّاعَةُ وَمَا مِنْ دَابَّةٍ إِلَّا وَهِيَ مُصِيْخَةٌ يَوْمَ الْجُمُعَةِ مِنْ حِيْنَ تُصْبِحُ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ شَفَقًا مِنَ السَّاعَةِ إِلَّا

وہ امام کے بیٹھنے سے ادائے نماز کے درمیان ہے ۱؎ (مسلم) دوسری فصل روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں میں طور کی طرف گیا ۲؎ تو کعب احبار ۳؎ سے ملا ان کے پاس بیٹھا انہوں نے مجھے توریت کی باتیں سنائیں ۴؎ اور میں نے انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں ۵؎ جو حدیثیں میں نے انہیں سنائیں ان میں یہ بھی تھا کہ میں نے کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہترین وہ دن جس پر سورج طلوع ہوتا ہے جمعہ کا دن ہے اسی میں آدم علیہ السلام پیدا ہوئے اسی میں اتارے گئے اسی میں ان کی توبہ قبول ہوئی اسی میں وفات پائی اسی میں قیامت قائم ہوگی ۶؎ ایسا کوئی جانور نہیں جو جمعہ کے دن صبح سے آفتاب نکلنے تک قیامت کا ڈرتے ہوئے منتظر ہو ۷؎

۱؎ یعنی جس وقت سے امام منبر پر خطبہ کے لیے بیٹھے اس وقت سے نماز جمعہ ختم ہونے تک قبولیت کا وقت ہے مگر اس وقت میں تیاری نماز ہوتی ہے نہ کہ دعا لہٰذا یہ دعا بالدل ہوگی نہ بزبان قال کیونکہ اس وقت نماز کلام سب حرام خیال رہے کہ اس ساعت کے متعلق علماء کے چالیس قول ہیں جن میں دو قول زیادہ قوی ہیں ایک اس وقت کا دوسرے آفتاب ڈوبتے وقت کا۔ حضرت فاطمہ زہراء اس وقت خود حجرے میں بیٹھتیں اور اپنی خادمہ فضہ کو باہر کھڑا کرتیں جب آفتاب ڈوبنے لگتا تو خادمہ آپ کو خبر دیتیں اس کی خبر پر سرکار اپنے ہاتھ اٹھاتیں صَلَوٰتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهٗ عَلٰی اَبِیْهَا وَعَلَیْهَا وَعَلٰی سَائِرِ اَهْلِ بَیْتِ النُّبُوَّۃِ ۲؎ ظاہر یہ ہے کہ طور سے مراد وہ مشہور طور پہاڑ ہی ہے جہاں موسیٰ علیہ السلام رب تعالٰی سے ہم کلام ہوتے تھے ۳؎ آپ کا نام کعب ابن ماتع کنیت ابو اسحاق قبیلہ حمیر سے ہیں۔ یہود کے بڑے مشہور عالم تھے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا مگر ملاقات نہ کرسکے عہد فاروقی میں ایمان لائے اور خلافت عثمانی ۳۲ھ میں مقام حمص میں وفات پائی لہٰذا آپ تابعین میں سے ہیں ۴؎ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم علمائے بنی اسرائیل سے توریت شریف کی وہ آیات سنا کرتے تھے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت میں ہیں تاکہ ان سے ایمان تازہ اور دل روشن ہو جن احادیث میں توریت پڑھنے سے حضرت عمر کو منع فرمایا گیا وہ توریت کی وہ آیات مراد ہیں جو اسلام کے خلاف ہیں یا اس سے ہدایت لینے کے لیے پڑھنا مراد ہے اب ہدایت صرف قرآن و حدیث میں ہے لہٰذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں ۶؎ معلوم ہوا کہ اللہ تعالٰی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کا علم دیا۔ دوسری روایت میں ہے کہ عاشورہ کے دن ہوگی مگر اس کا سن جانے کی اجازت نہیں ۷؎ یعنی جمعہ کے دن ہر جانور منتظر ہوتا ہے کہ شاید آج قیامت ہو جب بخیریت سورج نکل آتا ہے تب سمجھتا ہے کہ

الْجِنَّ وَالْإِنْسَ وَفِيهِ سَاعَةٌ لَا يُصَادِفُهَا عَبْدٌ مُسْلِمٌ وَهُوَ يُصَلِّي يَسْأَلُ اللّٰهَ شَيْئًا إِلَّا أَعْطَاهُ إِيَّاهُ قَالَ كَعْبٌ ذٰلِكَ فِي كُلِّ سَنَةٍ يَوْمٌ فَقُلْتُ بَلْ فِي كُلِّ جُمُعَةٍ فَقَرَأَ كَعْبٌ التَّوْرٰىةَ فَقَالَ صَدَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ لَقِيْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ سَلَامٍ فَحَدَّثْتُهُ بِمَجْلِسِي مَعَ كَعْبِ الْأَحْبَارِ وَمَا حَدَّثْتُهُ فِي يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَقُلْتُ لَهُ قَالَ كَعْبٌ ذٰلِكَ فِي كُلِّ سَنَةٍ يَوْمٌ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ كَذَبَ كَعْبٌ فَقُلْتُ لَهُ ثُمَّ قَرَأَ كَعْبٌ التَّوْرٰىةَ فَقَالَ بَلْ هِيَ فِي كُلِّ جُمُعَةٍ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ صَدَقَ كَعْبٌ ثُمَّ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ قَدْ عَلِمْتُ أَيَّةَ سَاعَةٍ هِيَ قَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ فَقُلْتُ أَخْبِرْنِي بِهَا وَلَا تَضِنَّ عَلَيَّ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ هِيَ آخِرُ سَاعَةٍ فِي يَوْمِ الْجُمُعَةِ قَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ فَقُلْتُ وَكَيْفَ تَكُوْنُ

جن وانس کے اور اس میں ایک ایسی ساعت ہے جسے کوئی مسلمان نماز پڑھتے ہوئے نہیں پاتا کہ اللہ سے کچھ مانگے مگر رب اسے دیتا ہے کعب بولے کہ یہ ہر سال میں ایک بار ہے میں نے کہا بلکہ ہر جمعہ میں ہے تو کعب نے توریت پڑھی تو بولے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا[1] ابوہریرہ کہتے ہیں کہ میں عبداللہ ابن سلام سے ملا تو میں نے انہیں کعب کے پاس بیٹھنے اور جو کچھ میں نے ان سے جمعہ کے بارے میں گفتگو کی سنائی، میں نے کہا کہ کعب بولے یہ ہر سال میں ایک دن ہے تو عبداللہ ابن سلام نے فرمایا کہ کعب نے غلط کہا[2] تب میں نے ان سے کہا پھر کعب نے توریت پڑھی تو فرمایا بلکہ وہ ہر جمعہ میں ہے تب عبداللہ ابن سلام بولے کہ کعب نے سچ کہا[3] پھر عبداللہ ابن سلام نے فرمایا میں جانتا ہوں کہ وہ کونسی ساعت ہے ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا وہ مجھے بتا دیجئے اور بخل نہ کیجئے[4] عبداللہ ابن سلام نے فرمایا کہ وہ جمعہ کے دن کی آخری گھڑی ہے[5] ابوہریرہ فرماتے ہیں میں بولا کہ وہ

آئی قیامت نہیں، اس سے معلوم ہوا کہ جانوروں کو بھی یہ معلوم ہے کہ قیامت جمعہ کو آوے گی اور ابھی نہیں، ہمارے دلوں کی بہت بے خبری ہے کہ آج فلاں دن ہے۔ [1] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس بگڑی ہوئی توریت میں بھی جمعہ کے فضائل اور اس میں قبولیت کی ساعت کا ذکر تھا مگر حضرت کعب کی یاد نے غلطی کی کہ وہ سمجھے توریت میں یہ ہے کہ سال کے ایک جمعہ میں قبولیت کی ساعت ہوتی ہے۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بڑا معجزہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی چیزوں کی خبر دی جو توریت کے چوٹی کے عالم پر بھی چھپی رہیں اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی نے بتادیں۔ [2] یہاں کذب بمعنی جھوٹ نہیں ہے بلکہ بمعنی بھول جانا یا غلطی کرنا ہے اس سے معلوم ہوا کہ ایک عالم کے غلط فتوے کو دوسرا عالم درست کرکے سائل کو بتا سکتا ہے کہ وہ غلط تھا۔ [3] سبحان اللہ یہ حضرات بالکل بے نفس تھے انہیں کسی کی ذات سے عناد نہ تھا اصل مسئلے سے بحث تھی امام بخاری نے بخاری شریف میں جو امام ابوحنیفہ پر سخت بے جا اعتراضات کئے لیکن انہیں بھی امام اعظم سے عناد نہ تھا وہ سمجھے کہ یہ مسائل خلاف حدیث ہیں یا پہلے اسی طرح اعتراضات کر گئے ان کا ماخذ یہ حدیث ہے لہذا اب ہم امام بخاری کو برا نہیں کہہ سکتے۔ [4] یعنی حضور سے بتا

آخِرُ سَاعَةٍ فِيْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُصَادِفُهَا عَبْدٌ مُسْلِمٌ وَهُوَ يُصَلِّيْ فِيْهَا فَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ سَلَامٍ أَلَمْ يَقُلْ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ جَلَسَ مَجْلِسًا يَنْتَظِرُ الصَّلٰوةَ فَهُوَ فِيْ صَلٰوةٍ حَتّٰى يُصَلِّيَ قَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ فَقُلْتُ بَلٰى قَالَ فَهُوَ ذٰلِكَ رَوَاهُ مَالِكٌ وَأَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَرَوٰى أَحْمَدُ إِلٰى قَوْلِهٖ صَدَقَ كَعْبٌ ۔ وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْتَمِسُوا السَّاعَةَ الَّتِيْ تُرْجٰى فِيْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ بَعْدَ الْعَصْرِ إِلٰى غَيْبُوْبَةِ الشَّمْسِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ۔ وَعَنْ أَوْسِ بْنِ أَوْسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ مِنْ أَفْضَلِ أَيَّامِكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فِيْهِ خُلِقَ

جمعہ کی آخری ساعت کیسے ہو سکتی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان بندہ اسے نماز پڑھتے ہوئے پائے [1] عبداللہ ابن سلام بولے کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ جو کسی جگہ نماز کے انتظار میں بیٹھے تو وہ نماز پڑھنے تک نماز ہی میں ہے ابوہریرہ فرماتے ہیں میں نے کہا فرمایا وہ یہی ہے [2] (مالک، ابوداؤد، ترمذی، نسائی) اور احمد نے صدق کعب تک روایت کی [3] روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ وہ ساعت جس کی جمعہ کے دن میں امید کی جاتی ہے وہ عصر کے بعد سے آفتاب ڈوبنے تک ڈھونڈو [4] (ترمذی) روایت ہے حضرت اوس ابن اوس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تمہارے بہترین دنوں میں سے جمعہ کا دن ہے [5] اس میں حضرت آدم پیدا کیے گئے اور

یعنی بخل سے منع فرماتا ہے وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ خیال رہے کہ مال کے بخل سے علم کا بخل زیادہ برا کیونکہ علم خرچ کرنے سے گھٹتا نہیں ہاں یہ ضروری ہے کہ نا اہل سے علم کے اسرار چھپائے کہ وہ غلط فہمی میں مبتلا ہو جائے گا [6] غالب یہ ہے کہ آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر یہ فرمایا ہوگا اور ہو سکتا ہے کہ توریت میں دیکھ کر یا اپنے بزرگوں سے سن کر فرمایا ہو مگر پہلا احتمال زیادہ قوی ہے کیونکہ آپ کو اسلام لانے کے بعد توریت پر اعتماد نہ رہا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان پر ایسا جزم کر سکتے تھے۔

[1] یعنی اس وقت نماز مکروہ ہے کہ نہ فرض جائز نہ نفل اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ بندہ اسے نماز پڑھتا ہوا پاتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ وقت نماز کا ہے لہذا آپ کا قول اس حدیث کے خلاف معلوم ہوتا ہے [2] یعنی تمہاری حدیث میں نماز سے حقیقی نماز مراد نہیں بلکہ حکمی نماز مراد ہے چونکہ اس وقت مغرب قریب ہوتی ہے لوگ مسجد میں نماز کے انتظار میں بیٹھتے ہیں تو نماز ہی میں ہوتے ہیں اب اگر دعا مانگیں تو نماز میں بھی ہیں اور دعا بھی مانگ رہے ہیں۔ خیال رہے کہ اکثر علماء کا یہی قول ہے کہ یہ ساعت مغرب کے قریب ہوتی ہے بہتر یہ ہے کہ دو خطبوں کے درمیان بھی دعا مانگے اور خطبہ اور نماز کے درمیان بھی اور اس وقت بھی ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ اس ساعت کے بارے میں چالیس قول ہیں [3] خیال رہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اس ساعت سے خبردار ہیں آپ پر کون سی چیز چھپے گی، یہ ساعت بلکہ ساری ساعتیں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے صدقہ سے ہیں چونکہ یہ اسرار الٰہیہ میں سے ہے اس لیے اس کا اظہار نہ فرمایا جیسے شب قدر تاکہ لوگ اس کی تلاش میں عبادتیں زیادہ کریں۔ مرقاۃ نے فرمایا کہ شاید مسجد میں قبولیت

آدَمُ وَفِيهِ قُبِضَ وَفِيهِ النَّفْخَةُ وَفِيهِ الصَّعْقَةُ فَأَكْثِرُوا عَلَيَّ مِنَ الصَّلٰوةِ فِيهِ فَإِنَّ صَلٰوتَكُمْ مَعْرُوضَةٌ عَلَيَّ قَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ وَكَيْفَ تُعْرَضُ صَلٰوتُنَا عَلَيْكَ وَقَدْ أَرِمْتَ قَالَ يَقُولُونَ بَلِيتَ قَالَ إِنَّ اللهَ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي الدَّعَوَاتِ الْكَبِيرِ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اسی میں وفات دیئے گئے اور اسی میں صور پھونکنا ہے اور اسی میں بیہوشی ہے لہذا اس دن میں مجھ پر درود زیادہ پڑھو ۲ کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش ہوتا ہے لوگ بولے یارسول ہمارا درود آپ پر کیسے پیش ہوگا آپ تو ریزہ ہو چکے ہونگے (یعنی گلی ہڈی) ۳ فرمایا کہ اللہ نے زمین پر انبیاء کے جسم حرام کردیئے ہیں ۴ (ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، دارمی، بیہقی دعوات کبیر) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

کی ساعتیں بہت ہیں مگر شاندار ساعت پوشیدہ ہے یا گھومتی رہتی ہے کسی جمعہ میں کسی وقت اور کسی جمعہ میں دوسرے وقت۔

۱؎ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ جس تاریخ اور جس دن میں کوئی اہم واقعہ کبھی ہو جائے وہ دن اور تاریخ تا قیامت اہم بن جاتی ہے۔ دوسرے یہ کہ اس دن اور اس تاریخ میں ان واقعات کی یادگاریں قائم کرنا بہتر ہے۔ تیسرے یہ کہ وہ یادگاریں عبادات سے قائم کی جائیں نہ کہ لہو و کھیل کود سے۔ یعنی اس دن زیادہ عبادتیں کی جائیں۔ میلاد شریف، گیارھویں شریف، عید معراج، عرس بزرگاں کا یہی مقصد ہے اور ان سب کی اصل یہ حدیث اور قرآن شریف کی یہ آیتیں ہیں دیکھو جاء الحق حصہ اول۔

۲؎ یعنی جمعہ کا دن تمام دنوں سے افضل کہ اس میں ایک نیکی کا ثواب ستر گنا ہے اور درود دوسری عبادتوں سے افضل، لہذا افضل دن میں افضل عبادت کرو کیونکہ اس دن کا درود خصوصی طور پر ہماری بارگاہ میں پیش ہوتا ہے اور ہم قبول فرماتے ہیں یہ خیال رہے کہ ہمیشہ ہی درود شریف حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش ہوتا ہے مگر جمعہ کے دن خصوصی پیشی ہوتی ہے خصوصی قبولیت (مرقاۃ)۔

۳؎ یہ سوال انکار کے لیے نہیں بلکہ کیفیت پوچھنے کے لیے ہے یعنی آپ کی وفات کے بعد ہمارے درودوں کی پیشی فقط آپ کی روح شریف پر ہوگی یا روح مع الجسم پر جیسے زکریا علیہ السلام نے رب تعالٰی کی طرف سے بیٹے کی خوشخبری پاکر عرض کیا تھا۔ خدایا میرے بیٹا کیسے ہوگا میں بوڑھا ہوں میری بیوی بانجھ یہ سوال بھی کیفیت پوچھنے کے لیے ہے نہ کہ انکار لہذا اس پر روافض کوئی اعتراض نہیں کرسکتے خیال رہے کہ اولاد کے اعمال ماں باپ پر پیش ہوتے ہیں مرید کے شیخ پر مگر وہاں پیشی کبھی کبھی ہوتی ہے۔ وہ بھی فقط روح پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ پیشی ہر وقت ہوتی ہے اور روح مع الجسم پر (مرقاۃ)۔ ۴؎ لہذا ان کے اجسام زمین کھا سکتی ہی نہیں اور وہ گلنے سے محفوظ ہیں۔ قرآن کریم فرماتا ہے کہ حضرت سلیمان بعد وفات چھ ماہ یا ایک سال نماز کی ہیئت پر لکڑی کے سہارے کھڑے رہے پھر دیمک نے آپ کی لاٹھی تو کھائی لیکن آپ کا پاؤں شریف نہ کھایا۔ اس حدیث کی بنا پر بعض علماء فرماتے ہیں کہ ایوب علیہ السلام کے زخموں پہ جراثیم نہ تھے اور نہ انہوں نے آپ کا گوشت کھایا کوئی اور بیماری تھی کیونکہ پیغمبر کا جسم کیڑا نہیں کھا سکتی جنہوں نے یہ واقعہ درست مانا ہے وہ فرماتے ہیں کہ یہ حکم بعد وفات ہے زندگی میں امتحانًا یہ ہوسکتا ہے۔ جیسے تلوار چاقو اور زنگ ان پر اثر کردیتے ہیں۔ شیخ نے فرمایا اس حدیث کے معنی یہ ہیں کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں وہ زندگی بھی دنیاوی ہے۔

الْيَوْمُ الْمَوْعُوْدُ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ وَالْيَوْمُ الْمَشْهُوْدُ يَوْمُ عَرَفَةَ وَالشَّاهِدُ يَوْمُ الْجُمُعَةِ مَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ وَلَا غَرَبَتْ عَلٰى يَوْمٍ اَفْضَلَ مِنْهُ فِيْهِ سَاعَةٌ لَا يُوَافِقُهَا عَبْدٌ مُؤْمِنٌ يَدْعُو اللّٰهَ بِخَيْرٍ اِلَّا اسْتَجَابَ اللّٰهُ لَهٗ وَلَا يَسْتَعِيْذُ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا اَعَاذَهٗ مِنْهُ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَا يُعْرَفُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ مُوْسَى بْنِ عُبَيْدَةَ وَهُوَ يُضَعَّفُ ؂

الْفَصْلُ الثَّالِثُ عَنْ اَبِيْ لُبَابَةَ بْنِ عَبْدِ الْمُنْذِرِ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کہ یوم موعود قیامت کا دن ہے اور یوم مشہود عرفے کا دن ہے اور شاہد جمعے کا دن ہے[1] جمعے سے بہتر کسی دن پر آفتاب طلوع نہیں ہوا[2] اس میں ایک ایسی ساعت ہے جسے کوئی مومن اللہ سے دعائے خیر کرتے ہوئے نہیں پاتا مگر اللہ اسے قبول کرتا ہے اور کسی چیز سے پناہ نہیں مانگتا مگر اللہ اسے پناہ دیتا ہے[3] (احمد ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث غریب ہے موسیٰ ابن عبیدہ کے سوا کسی حدیث سے پہچانی نہ گئی اور وہ ضعیف مانے جاتے ہیں[4]۔ تیسری فصل۔ روایت ہے حضرت ابولبابہ ابن عبدالمنذر سے[5] فرماتے ہیں فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

اور حق یہ ہے کہ شہیدوں کی طرح صرف معنوی اور روحانی اس کی پوری تحقیق "جذب القلوب" اور "تاریخ مدینہ" میں ملاحظہ کیجئے۔ (اشعۃ) اور علامہ جلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب "شرح الصدور فی احوال القبور" میں حیات انبیاء پر بہت ہی نفیس بحث فرمائی ہے وہ فرماتے ہیں کہ یہ حضرات اپنی قبروں میں فرشتوں کی طرح کھانے پینے سے بے نیاز ہیں مگر نماز پڑھتے ہیں قرآن کی تلاوت کرتے ہیں۔ ذکر اللہ کی لذت پاتے ہیں (مرقاۃ) [5] اس روایت کو ابن حبان، ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں نقل کیا، حاکم نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ علی شرط بخاری ہے۔ نووی کہتے ہیں کہ اس کی اسناد صحیح ہیں۔

[1] یعنی سورۂ بروج میں جو فرمایا گیا کہ "وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ" اس میں یہ تینوں دن مراد ہیں کہ قیامت مومنوں کے وعدوں کا دن ہے اور کافروں کی وعیدوں کا اور بقرعید کی نویں یعنی عرفہ وہ دن ہے جو سب مسلمانوں کو عرفات میں بلاتا ہے اور جمعہ خود مومنوں کے گھروں میں پہنچ جاتا ہے لہذا عرفہ مشہود ہوا اور جمعہ شاہد اس کی اور بہت تفسیریں ہیں جو ہم نے اپنی تفسیر نور العرفان میں بیان کیں، وہاں مطالعہ کیجئے۔ [2] یعنی تمام دنوں سے جمعہ بہتر ہے حضرت امام مالک جو فرماتے ہیں کہ سوموار افضل ہے ان کی مراد جزئی فضیلت ہے لہذا ان کا وہ فرمان اس حدیث کے خلاف نہیں ان کا مطلب یہ ہے کہ دو شنبہ کے طفیل ہمیں جمعہ ملا [3] یہاں مومن فرمایا گیا پچھلی احادیث میں مسلم پتہ لگا کہ یہ دونوں لفظ یہاں ہم معنی ہیں [4] مگر چونکہ اس کو گزشتہ احادیث سے قوت پہنچ گئی لہذا اب یہ حسن لغیرہ ہے نیز فضائل اعمال میں حدیث ضعیف بھی قبول ہوتی ہے [5] آپ کا نام رفاعہ ہے انصاری ہیں اوس میں بیعت العقبہ میں حاضر ہوئے بدر میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے مدینہ میں رہے غنیمت میں آپ کا حصہ رکھا گیا۔ خلافت مرتضوی میں وفات پائی (اکمال)۔

اِنَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ سَيِّدُ الْاَيَّامِ وَاَعْظَمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَهُوَ اَعْظَمُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ يَوْمِ الْاَضْحٰى وَيَوْمِ الْفِطْرِ فِيْهِ خَمْسُ خِلَالٍ خَلَقَ اللّٰهُ فِيْهِ اٰدَمَ وَاَهْبَطَ اللّٰهُ فِيْهِ اٰدَمَ اِلَى الْاَرْضِ وَفِيْهِ تَوَفَّى اللّٰهُ اٰدَمَ وَفِيْهِ سَاعَةٌ لَا يَسْاَلُ الْعَبْدُ فِيْهَا شَيْئًا اِلَّا اَعْطَاهُ مَا لَمْ يَسْئَلْ حَرَامًا وَفِيْهِ تَقُوْمُ السَّاعَةُ مَا مِنْ مَلَكٍ مُقَرَّبٍ وَلَا سَمَاءٍ وَلَا اَرْضٍ وَلَا رِيَاحٍ وَلَا جِبَالٍ وَلَا بَحْرٍ اِلَّا هُوَ مُشْفِقٌ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَرَوٰى اَحْمَدُ عَنْ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ اَنَّ رَجُلًا مِنَ الْاَنْصَارِ اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَخْبِرْنَا عَنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ مَاذَا فِيْهِ مِنَ الْخَيْرِ قَالَ فِيْهِ خَمْسُ خِلَالٍ وَسَاقَ اِلٰى اٰخِرِ الْحَدِيْثِ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قِيْلَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

کہ جمعہ کا دن اللہ کے نزدیک تمام دنوں کا سردار اور تمام سے بڑا ہے اور وہ اللہ کے نزدیک عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دنوں سے بھی بڑا ہے۱؎ اس دن میں پانچ اوصاف ہیں اللہ نے حضرت آدم کو اس میں پیدا کیا اور اللہ نے اس میں حضرت آدم کو زمین کی طرف اتارا اسی میں اللہ نے حضرت آدم کو وفات دی اور اس میں ایک ساعت ایسی ہے جس میں بندہ کوئی شے نہیں مانگتا مگر رب اسے دیتا ہے جب تک کہ حرام چیز نہ مانگے۲؎ اسی میں قیامت قائم ہوگی کوئی مقرب فرشتہ آسمان زمین ہوائیں پہاڑ دریا ایسے نہیں جو جمعہ کے دن سے خوف کرتے ہوں۳؎ (ابن ماجہ) سعد ابن معاذ سے یوں روایت کی کہ ایک انصاری نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے عرض کیا ہمیں جمعہ کے دن کے بارے میں خبر دیجئے کہ اس میں کیا خوبیاں ہیں تو فرمایا اس میں پانچ صفتیں ہیں اور آخر حدیث تک نقل کی۴؎ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں عرض کیا گیا رسول

۱؎ چنانچہ اگر حج جمعہ کو ہو تو اس کا ثواب ستر حجوں کا ہے اور حج اکبر کہلاتا ہے اور اگر شب قدر جمعہ کی شب میں ہو تو بہت بہتر ہے۔ خیال رہے کہ یہاں کلی فضیلت کا ذکر ہے جزئی فضیلت عیدین کو اس پر حاصل ہے۔ خیال رہے کہ یہاں دنوں کا مقابلہ ہے ورنہ شب قدر تمام دن راتوں سے بہت بہتر ہے یعنی دن جمعہ سب دنوں سے افضل۔ لہٰذا یہ حدیث قرآن کے خلاف نہیں ۲؎ حرام یا تو سوال کا مقابل ہے یعنی اس ساعت میں ناجائز دعائیں قبول نہیں جو ہیں یا بمعنی ممنوع اور ناممکن ہے رب تعالٰی فرماتا ہے وَحَرٰمٌ عَلٰى قَرْيَةٍ یعنی ناممکن دعا قبول نہیں ہوتی بلکہ ناممکن دعا مانگنی بھی جائز نہیں جیسے کوئی کہے خدایا تو مجھے نبی یا فرشتہ بنا دے (مرقاۃ) بہتر ہے کہ اس ساعت میں جامع دعا مانگے جیسے رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۳؎ اس کے فوائد پہلے بیان کیے جا چکے ہیں۔ اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ غافل انسان حیوانات جمادات سے بھی بدتر ہے کہ وہ جمعہ جیسا برکت والا دن غفلت میں گزارتا ہے۔ مقرب فرشتوں کو اس دن خوف طبعی ہوتا ہے خیال رہے کہ یہاں پانچ کا ذکر حصر کے لیے نہیں۔ جمعہ کے فضائل بے شمار ہیں جن میں سے بہت کچھ ہم نے اپنی تفسیر میں بیان کیے۔ اس جگہ مرقاۃ نے بھی بہت کچھ بیان کیا ۴؎ اس سوال و جواب سے معلوم ہو رہا ہے کہ فتوی لینا اور دینا صرف فقہی احکام کا نہیں ہوتا بلکہ اس کے علاوہ اور امور کا بھی ہوتا ہے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم صرف مسائل ہی میں محدود نہیں۔ اللہ نے آپ کو سارے علوم بخشے۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَيِّ شَيْءٍ سُمِّيَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ قَالَ لِاَنَّ فِيْهَا طُبِعَتْ طِيْنَةُ اَبِيْكَ اٰدَمَ وَفِيْهَا
الصَّعْقَةُ وَالْبَعْثَةُ وَفِيْهَا الْبَطْشَةُ وَفِيْ اٰخِرِ ثَلٰثِ سَاعَاتٍ مِّنْهَا سَاعَةٌ مَنْ دَعَا اللّٰهَ
فِيْهَا اسْتُجِيْبَ لَهٗ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَعَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ اَكْثِرُوا الصَّلٰوةَ عَلَيَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَاِنَّهٗ مَشْهُوْدٌ تَشْهَدُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَاِنَّ اَحَدًا
لَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ اِلَّا عُرِضَتْ عَلَيَّ صَلٰوتُهٗ حَتّٰى يَفْرُغَ مِنْهَا قَالَ قُلْتُ وَبَعْدَ الْمَوْتِ

کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ کس وجہ سے اس دن کا نام جمعہ رکھا گیا فرمایا اس لیے کہ اس میں تمہارے والد حضرت آدم کی مٹی جمع کی گئی ۱؎ اسی میں بیہوشی اور اٹھنا ہے اسی میں پکڑ ہے ۲؎ اور اس کی آخری تین گھڑیوں میں ایسی گھڑی ہے جو اس میں اللہ سے دعا مانگے اس کی قبول ہو ۳؎ (احمد) روایت ہے حضرت ابو درداء سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جمعہ کے دن درود زیادہ پڑھو کیونکہ یہ حاضری کا دن ہے جس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں ۴؎ اور جو مجھ پر کوئی درود نہیں پڑھتا مگر اس کا درود مجھ پر پیش ہوتا ہے حتی کہ اس سے فارغ ہو جائے ۵؎ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا کیا موت

۱؎ اس طرح کہ حضرت ملک الموت نے ہر قسم کی مٹی میں سے ایک ایک مٹھی لی اور اسے ہر قسم کے پانی سے گوندھا۔ جس دن اس گوندھنے اور خمیر کرنے سے آپ فارغ ہوئے وہ دن جمعہ تھا اسی لیے بعض شارحین نے طُبِعَتْ کے معنی خُمِّرَتْ کیے ہیں اور بعض نے جُمِعَتْ دونوں درست ہیں خیال رہے کہ یہ سارے واقعات بعد میں ہونے والے تھے مگر رب تعالٰی نے ازل ہی سے اس کا نام جمعہ رکھا چنانچہ قرآن کریم نے فرمایا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ جیسے کہ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریفیں آئندہ ہونے والی تھیں تو رب تعالٰی نے ازل ہی سے آپ کا نام محمد اور احمد رکھا۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ حضرت آدم کی پیدائش کے بعد اس کا نام جمعہ ہوا۔ لہذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں فرمایا گیا کہ اس دن میں تمام چیزیں خلقت میں جمع ہوئیں ۲؎ یعنی قیامت کا پہلا نفخہ بھی جمعہ کو ہوگا جس پر سب فنا یا بیہوش ہوں گے اور دوسرا نفخہ بھی جمعہ کو ہوگا جس میں سب اٹھیں گے اور رب تعالٰی کا غضب والا فیصلہ کفار کے جہنم میں جانے کا بھی جمعہ کو ہی ہوگا پکڑنے سے یہ مراد ہے یا جنگ بدر جمعہ کو ہوئی جو کفار کی پکڑ تھی خیال رہے کہ قیامت میں نہ سورج ہوگا نہ دن رات لیکن اگر یہ ہوتا اور دن رات ہوتے رہتے تو یہ اٹھنا اور پکڑ وغیرہ جمعہ کو ہوتی لہذا احادیث پر کچھ اعتراض نہیں کر سکتے ۳؎ یہاں صاف فرمادیا کہ قبولیت کی گھڑی مغرب سے کچھ پہلے ہے تین گھڑیاں فرمانے کا منشا یہ ہے کہ انسان پہلے سے دعا کی تیاری کرے ۴؎ یعنی اس دن میں رحمت و برکت کے فرشتے اترتے ہیں اور مسلمانوں کے گھروں ان کی مجلسوں میں پہنچتے ہیں تاکہ ان کے ساتھ ذکر میں مشغول ہوں اور قیامت میں ان کے ایمان اور تقوے کی گواہی دیں ۵؎ یعنی یہ نہیں ہوتا کہ درود پہنچانے والا فرشتہ سارے درودوں کا تھیلا ایک دم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچائے بلکہ اگر کوئی سو بار درود شریف پڑھے تو یہ فرشتہ سو بار اس کے اور گنبد خضری کے درمیان چکر لگائے گا اور ہر درود علیحدہ علیحدہ پیش کرے گا (مرقات)

اس سے اس فرشتے کی قوت رفتار معلوم

ہوئی۔

قَالَ اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى الْاَرْضِ اَنْ تَاْكُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِيَاءِ فَنَبِيُّ اللّٰهِ حَيٌّ يُّرْزَقُ رَوَاهُ ابْنُ

کے بعد بھی فرمایا کہ اللہ نے زمین پر نبیوں کے جسموں کا کھانا حرام کر دیا ہے[1] لہذا اللہ کے نبی زندہ ہیں روزی دیئے جاتے ہیں[2]

۱؎ اس جواب سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حیات النبی بیان فرما رہے ہیں یعنی انبیاء بعد وفات زندہ ہی رہتے ہیں لہذا تمہارے درود مجھ پر جیسے اب پیش ہوتے ہیں ایسے ہی بعد وفات بھی پیش ہوتے رہیں گے۔ یہاں مرقاۃ نے فرمایا کہ اولیاء اللہ مرتے نہیں بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر کی طرف منتقل ہو جاتے ہیں اسی لیے ان کی موت کو انتقال یا وفات کہتے ہیں اور ان کی موت کے دن کو عرس۔ کہ وہ دولہا کی طرح یہاں سے وہاں منتقل ہو جاتے ہیں۔ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ نبی کے جسم کو مٹی کھا سکتی ہے نہ کوئی جانور۔ یعقوب علیہ السلام کا فرمانا میں ڈرتا ہوں کہ یوسف کو بھیڑیا کھا جائے گا۔ ظاہر یہ ہے کہ وہاں بھیڑیے سے مراد خود ان کے بھائی ہیں ورنہ پیغمبر کے جسم کو مٹی نہیں کھاتی۔ ۲؎ ظاہر یہ ہے کہ یہ فرمان بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اور نبی سے مراد جنس نبی ہیں۔ مرقاۃ نے یہاں فرمایا کہ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں نمازیں پڑھتے ہیں۔ امام بیہقی فرماتے ہیں کہ یہ حضرات بعد وفات مختلف وقتوں میں مختلف جگہ تشریف فرماتے ہیں یہ نقلاً عقلاً ہر طرح ثابت ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے وَاسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُّسُلِنَا یعنی اے محبوب اپنے سے پہلے انبیاء سے مسئلہ پوچھو۔ معلوم ہوا کہ گزشتہ انبیاء حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں زندہ ہیں کہ آپ ان سے بات چیت و سوال جواب بھی کر سکتے ہیں اور فرماتا ہے وَلَا اَنْ تَنْكِحُوْا اَزْوَاجَهٗ مِنْ بَعْدِهٖ اَبَدًا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں سے ان کی وفات کے بعد کبھی نکاح نہ کرو۔ اس آیت نے بتایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ان کی بیویاں بدستور ان کے نکاح میں رہتی ہیں بیوہ نہیں ہوتیں ورنہ اَزْوَاجَهٗ نہ فرمایا جاتا نیز ان سے نکاح کی حرمت ماں ہونے کی وجہ سے نہیں وہ بیویاں احترام میں مائیں ہیں نہ کہ احکام میں ورنہ ان کی میراث امت کو ملتی۔ ماں کی اولاد سے نکاح حرام ہوتا۔ یہ آیت حیات النبی کی کھلی دلیل ہے۔ شب معراج حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے موسیٰ علیہ السلام کو ان کی قبر میں نماز پڑھتے دیکھا۔ جب سرکار بیت المقدس پہنچے تو انہیں اور سارے پیغمبروں کو وہاں نماز کا منتظر پایا اور پھر جب آسمانوں پر تشریف لے گئے تو چھٹے آسمان پر موسیٰ علیہ السلام کو اور مختلف آسمانوں پر دیگر انبیاء کو اپنا منتظر دیکھا۔ ان قرآنی آیات اور احادیث سے پتہ چلا کہ انبیائے کرام بعد وفات زندہ ہوتے ہیں بلکہ ان پر زندوں کے بعض احکام جاری ہوتے ہیں کہ ان کی بیویاں دوسرا نکاح نہیں کر سکتیں ان کی میراث تقسیم نہیں ہوتی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر نمازی سلام عرض کرتا ہے ہم کلمہ میں پڑھتے ہیں محمد رسول اللہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اگر وہ زندہ نہ ہوتے تو کہا جاتا کہ اللہ کے رسول تھے۔ غرضکہ اس حدیث کی تائید قرآنی آیات سے بھی اور دیگر عقلی و نقلی دلائل سے بھی۔ خیال رہے کہ آیت کریمہ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ۔ اس حدیث کے خلاف نہیں کیونکہ وہاں موت سے مراد حسی موت ہے۔ جس پر بعض احکام موت کے جاری ہو جاتے ہیں۔ جیسے غسل، کفن، دفن وغیرہ اور یہاں زندگی سے حقیقی زندگی مراد ہے۔ نیز وہاں آیت میں موت سے مراد ہے روح کا جسم سے علیحدہ ہو جانا۔ اور یہاں زندگی سے مراد ہے روح کا جسم وغیرہ میں تصرف کرنا۔ جیسے ہماری سلطانی روح نیند میں جسم سے نکل کر جسم کو زندہ رکھتی ہے یونہی ان کی مقامی روح بوقت وفات جسم سے نکل کر بھی زندگی باقی رکھتی ہے۔ لہذا نہ تو آیات متعارض ہیں اور نہ حدیث و قرآن میں کچھ تعارض۔ اسی لیے اس آیت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے میت الگ بولا گیا اور دوسروں کے لیے میتون

ماجة ۹ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَمُوْتُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اَوْ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ اِلَّا وَقَاهُ اللّٰهُ فِتْنَةَ الْقَبْرِ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَ

ابن ماجہ نے ۹ روایت کی۔ حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کوئی مسلمان نہیں کہ جو جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات فوت ہو مگر اسے اللہ عذاب قبر سے محفوظ رکھتا ہے لہ (احمد و

علیہ۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات بھی دوسروں کی طرح ہوتی تو یوں فرمایا جاتا اِنَّكَ مَیِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّیِّتُوْنَ اس حیات کی مفصل تحقیق ہماری تفسیر نعیمی پارہ دوم میں دیکھیں۔ صوفیا فرماتے ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم روح ہیں سارا عالم جسم ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم جڑ ہیں سارا عالم درخت ہے۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم فنا ہو گئے ہوتے تو عالم بھی ختم تھا۔ جیسے درخت کی سبز شاخیں جڑ کی زندگی کا پتہ دیتی ہیں اور جسم کی حس و حرکت روح کا پتہ دیتی ہے ایسے عالم کا قیام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات کا پتہ دے رہا ہے دیکھو جسم کا سوکھا ہوا عضو مثلاً انگلی جس کی ابھی روح سے وابستگی ہے اگرچہ بے کار ہو گیا ہے۔ ایسے ہی ہم گنہگاروں پر عذاب الٰہی نہیں آتا اگرچہ ہم بے کار ہیں مگر دامن مصطفیٰ پاک سے وابستہ ہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے مَا كَانَ اللّٰهُ لِیُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِیْهِمْ اگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں نہ ہوتے تو ہم پر عذاب آجانا چاہیے تھا۔ ہماری بدکاریوں کے سبب حضرت سلیمان کے متعلق رب فرماتا ہے مَا دَلَّهُمْ عَلٰى مَوْتِهٖۤ اِلَّا دَآبَّةُ الْاَرْضِ تَاْكُلُ مِنْسَاَتَهٗ یعنی حضرت سلیمان بعد وفات عصا پر ٹیک لگا کھڑے رہے بہت عرصہ کے بعد دیمک نے لاٹھی کھائی تب آپ کا جسم زمین پر آیا اس عرصہ میں نہ جسم بگڑا نہ دیمک نے کھایا۔ وہ شہدا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کے غلام ہیں۔ حبیب اللہ پر فدا ہو کر زندہ جاوید ہو گئے تو خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کیسی اہم ہے رزق سے مراد رزق حسی ہے۔ یعنی جنتی میوے ان کی خدمت میں پیش ہوتے ہیں جس سے وہ ہرا بھرا رہتے ہیں جب ان کے غلام یعنی شہدا کی روحیں جنت میں پہنچتی ہیں۔ وہاں کے پھل کھاتی ہیں اور جب مریم کو دنیا میں جنت کے پھل دیئے گئے اور انہوں نے کھائے (قرآن مجید) تو انبیائے کرام خصوصاً سید الانبیاء کے رزق کا کیا پوچھنا۔ اصحاب کہف اور ان کا کتا صدہا سال سے سو رہے ہیں انہیں غیبی رزق بھی برابر پہنچ رہا ہے۔ سورج ان پر دھوپ نہیں ڈالتا، دسمبر، جنوری اور جون و جولائی ان پر سردی گرمی نہیں پہنچاتی حضرات انبیاء بعد وفات الی اعلیٰ حسی والی زندگی رکھتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر بعد وفات اپنی ازواج کا نان نفقہ واجب ہے جیسے زندگی شریف میں تھا۔ چنانچہ بخاری وغیرہ کتب احادیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ ہم کسی کے وارث نہ کوئی ہمارا وارث۔ ہمارے بعد ہماری ازواج کے نفقہ اور عمال کی تنخواہ کے علاوہ جو بچے وہ صدقہ ہے حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ جب تک میرے حجرے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق دفن رہے میں بے حجاب وہاں جاتی تھی مگر جب سے جناب عمر دفن ہوئے میں بے حجاب جاتے ہوئے شرماتی ہوں اگر وہ حضرات زندہ نہیں تو یہ شرم کس سے ہے بعض اولیاء کے اجسام صدہا برس کے بعد اب بھی درست دیکھے جاتے ہیں اگر وہ بالکل مردے ہیں تو جسم گلتا کیوں نہیں۔ حیات نبی پر بارہ دلائل ہیں اس کی تحقیق ہماری کتاب درس القرآن میں دیکھو۔

لہ مرقاۃ نے فرمایا کہ اس کی اسناد نہایت صحیح اور قوی ہے اور یہ حدیث بہت اسنادوں سے مختلف الفاظ میں منقول ہے لہ یعنی ۔ کا شب یا جمعہ کے دن مرنے والے مومن سے حساب قبر ہو نہ عذاب قبر کیونکہ اس دن کی موت شہادت کی موت ہے اور شہید

الترمذي وقال هذا حديث غريب وليس اسناده بمتصل ۔ وعن ابن عباس انه قرأ اليوم اكملت لكم دينكم الاية وعنده يهودي فقال لو انزلت هذه الاية علينا لاتخذناها عيدا فقال ابن عباس فانها نزلت في يوم عيدين في يوم جمعة ويوم عرفة رواه الترمذي وقال هذا حديث حسن غريب ۔ وعن انس قال كان

ترمذی (ترمذی) نے فرمایا کہ یہ حدیث غریب ہے کہ اس کی اسناد متصل نہیں۔ روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ آپ نے یہ آیت پڑھی الیوم اکملت لکم دینکم الایۃ آپ کے پاس ایک یہودی تھا وہ بولا اگر یہ آیت ہم پر اترتی تو ہم اسے عید بنالیتے حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ یہ آیت دو عیدوں کے دن میں اتری یعنی جمعہ اور عرفہ کے دن (ترمذی) اور فرمایا کہ یہ حدیث غریب ہے اور روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں

حساب و عذاب سے محفوظ ہے جیسا کہ دیگر روایات میں ہے ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ آٹھ شخصوں سے حساب قبر نہیں ہوتا جن میں سے ایک یہ بھی ہے ۱ امام جلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب جمع الجوامع میں اس حدیث کو بہت اسنادوں سے نقل فرمایا اور فرمایا کہ اسے احمد ترمذی ابن ابی الدنیا ابن وہب بیہقی نے قوی اسنادوں سے نقل کیا ابو نعیم نے حلیہ میں حضرت جابر سے کچھ تھوڑے سے اختلاف کے ساتھ روایت کیا اور حمید نے کتاب الترغیب میں ایاس ابن بکیر سے مرفوعًا روایت کیا کہ جو جمعہ کے دن فوت ہو جائے اسے شہید کا ثواب ہے اور عذاب قبر سے نجات ہے ابن جریج نے عطا سے مرفوعًا روایت کیا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو مسلمان جمعہ کے دن یا رات میں وفات پائے وہ عذاب قبر اور فتنہ قبر سے محفوظ رہے گا۔ رب تعالٰے سے اس طرح ملے گا کہ اس کے ذمہ کوئی حساب نہ ہوگا اور قیامت میں ایسے آئے گا کہ اس کے ساتھ گواہ ہوں گے اور اس کے چہرے پر نورانی مہر ہوگی (از مرقاۃ و لمعات و اشعۃ) لہذا یہ حدیث نہایت قوی ہے اور دوسری اسنادوں سے اسے قوت حاصل ہے امام ترمذی کو جو اسناد ملی وہ متصل نہ ہوگی اور اگر حدیث ضعیف بھی ہوتی تو بھی فضائل میں قبول کی جاتی چہ جائے کہ یہ حدیث تو بہت قوی ہے ۲ یہودی نے یہ اعتراض کیا کہ مسلمان ناقدرے ہیں اور ہم قدرداں ہیں کہ ان کے قرآن میں ایسی عظیم الشان آیت ہے جس میں اسلام کے مکمل اور غیر منسوخ ہونے کی خبر دی گئی لیکن انہوں نے اس کے نزول پر کوئی خوشی نہ منائی ہم ایسے قدرداں ہیں کہ اگر یہ آیت ہماری توریت میں ہوتی تو ہم اس کے نزول کے دن تا قیامت عید مناتے آپ کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ بے وقوف جس دن یہ آیت اتری ہے اس دن قدرتی طور پر اسلام کی دو عیدیں جمع تھیں عرفہ کا دن وہ عید اور جمعہ بھی عید۔ خیال رہے کہ یہ آیت حج اکبر کے دن عرفات کے میدان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اتری اس سے معلوم ہوا کہ جن تاریخوں میں اللہ کی نعمت ملے انہیں عید منانا شرعًا اچھا ہے مرقاۃ نے فرمایا کہ یہ سوال کرنے والے حضرت کعب احبار اور ان کی جماعت تھی جنہوں نے قبول اسلام سے پہلے یہ سوال کیا تھا

رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ رَجَبُ قَالَ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي رَجَبٍ وَشَعْبَانَ وَبَلِّغْنَا رَمَضَانَ قَالَ وَكَانَ يَقُولُ لَيْلَةُ الْجُمُعَةِ لَيْلَةٌ أَغَرُّ وَيَوْمُ الْجُمُعَةِ يَوْمٌ أَزْهَرُ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي الدَّعْوَاتِ الْكَبِيرِ

بَابُ وُجُوبِهَا

الْفَصْلُ الْأَوَّلُ عَنْ ابْنِ عُمَرَ وَأَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُمَا قَالَا سَمِعْنَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ عَلَى أَعْوَادِ مِنْبَرِهِ لَيَنْتَهِيَنَّ أَقْوَامٌ عَنْ وَدْعِهِمُ الْجُمُعَاتِ أَوْ لَيَخْتِمَنَّ اللّٰهُ عَلَى قُلُوبِهِمْ ثُمَّ لَيَكُونُنَّ مِنَ الْغَافِلِينَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ. الْفَصْلُ الثَّانِي عَنْ أَبِي الْجَعْدِ الضَّمْرِيِّ

کہ جب رجب آتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے الٰہی ہمیں رجب اور شعبان میں برکت دے اور ہمیں رمضان تک پہنچا[۱] فرماتے ہیں کہ حضور فرماتے تھے جمعہ کی رات روشن رات ہے اور جمعہ کا دن چمکدار دن ہے[۲] (بیہقی دعوات کبیر)

جمعہ واجب ہونے کا باب[۳]

پہلی فصل: روایت ہے حضرت ابن عمر و ابوہریرہ سے وہ دونوں فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس منبر کی لکڑیوں پر فرماتے سنا کہ لوگ جمعہ چھوڑنے سے باز رہیں ورنہ اللہ ان کے دلوں پر مہر کردے گا پھر وہ غافلوں سے ہو جائیں گے[۴] (مسلم) دوسری فصل: روایت ہے حضرت ابوالجعد ضمری سے[۵]

۱؎ صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ رجب تخم بونے کا مہینہ ہے، شعبان پانی دینے اور رمضان کاٹنے کا، لہذا رجب میں نوافل میں خوب کوشش کرو، شعبان میں اپنے گناہوں پر روؤ اور رمضان میں رب تعالٰی کو راضی کرکے اس کھیت کو خیریت سے کاٹو۔ ان کے اس قول کا ماخذ یہ حدیث ہے یعنی رجب میں ہماری عبادتوں میں برکت دے اور شعبان میں خشوع و خضوع دے۔ اور رمضان کا پانا اس میں روزے اور قیام نصیب کر۔ ۲؎ لہذا اس رات میں بھی خوب عبادت کرو اور دن میں بھی۔ ۳؎ واجب سے مراد فرض ہے فتح القدیر نے فرمایا کہ جمعہ دائمی فریضہ اسلام ہے۔ اور اس کی فرضیت ظہر سے زیادہ تاکیدی ہے جس کا منکر بالاتفاق کافر ہے۔ بعض بے خبروں نے اسے فرض کفایہ کہا یہ غلط محض ہے فرض کفایہ وہ ہے کہ سب پر فرض ہو مگر بعض کی ادا سے سب بری الذمہ ہو جائیں۔ جمعہ میں یہ بات نہیں، جمعہ دیہاتیوں وغیرہ پر فرض ہی نہیں اور جن پر فرض ہے ان سب کو پڑھنا پڑے گا جیسے نماز پنجگانہ حائضہ اور نفاس والی عورت پر فرض ہی نہیں مگر جن پر فرض ہے وہ سب پڑھیں، لہذا نہ نماز پنجگانہ کو فرض کفایہ کہہ سکتے ہیں اور نہ جمعہ کو۔ ۴؎ یعنی جو سستی سے جمعہ ادا نہ کرے اس کے دل پر غفلت کی مہر لگ جائے گی جس کی وجہ سے ان کے دل گناہ پر دلیر ہوں گے اور نیکیوں میں سست۔ خیال رہے کہ یہاں روئے سخن یا تو ان منافقوں کی طرف ہے جو جمعہ میں حاضر نہ ہوتے تھے یا آئندہ آنے والے مسلمانوں کی طرف ہے ورنہ کوئی صحابی تارک جمعہ نہ تھے۔ ۵؎ بعض لوگوں نے کہا کہ آپ کا نام وہب ہے کنیت ابوالجعد قبیلہ بنی ضمرہ ابن بکر ابن عبد مناف سے ہیں۔ ان کے نام میں بڑا اختلاف ہے آپ صحابی ہیں اور آپ سے ایک ہی حدیث منقول ہے۔ جنگ جمل میں شہید ہوئے۔

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَرَكَ ثَلٰثَ جُمَعٍ تَهَاوُنًا بِهَا طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قَلْبِهٖ
رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ وَرَوَاهُ مَالِكٌ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ
سُلَيْمٍ وَاَحْمَدُ عَنْ اَبِيْ قَتَادَةَ ۞ وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَرَكَ الْجُمُعَةَ مِنْ غَيْرِ عُذْرٍ فَلْيَتَصَدَّقْ بِدِيْنَارٍ فَاِنْ لَّمْ يَجِدْ
فَبِنِصْفِ دِيْنَارٍ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ ۞ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِيِّ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْجُمُعَةُ عَلٰى مَنْ سَمِعَ النِّدَاءَ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ ۞ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ
عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْجُمُعَةُ عَلٰى مَنْ اٰوَاهُ اللَّيْلُ اِلٰى اَهْلِهٖ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ
قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ اِسْنَادُهٗ ضَعِيْفٌ ۞ وَعَنْ طَارِقِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو تین جمعے سستی سے چھوڑ دے اللہ اس کے دل پر مہر کردے گا ۱؎ (ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، دارمی) اور مالک نے صفوان ابن سلیم سے احمد نے ابو قتادہ سے روایت کی۔ روایت ہے حضرت سمرہ ابن جندب سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو بلاوجہ جمعہ چھوڑ دے تو ایک دینار خیرات کرے اور اگر نہ پائے تو آدھا دینار ۲؎ (احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ فرمایا جمعہ اس پر ہے جو اذان سنے ۳؎ (ابوداؤد) ۴؎ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ فرمایا جمعہ اس پر ہے جسے رات اسکے گھر میں جگہ دیدے ۵؎ (ترمذی) اور فرمایا کہ اس حدیث کی اسناد ضعیف ہے۔ روایت ہے حضرت طارق ابن شہاب سے

۱؎ سستی کی قید سے معلوم ہوا کہ معذور کا یہ حکم نہیں۔ مہر سے مراد غفلت کی مہر ہے نہ کہ کفر کی کیونکہ جمعہ چھوڑنا فسق ہے کفر نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ بعض گناہ دل کی سختی کا باعث ہیں اور گناہ صغیرہ بار بار کرنے سے گناہ کبیرہ بن جاتا ہے ۲؎ اس کی اصل یہ ہے کہ صدقہ کی برکت سے غضب الٰہی کی آگ بجھ جاتی ہے۔ ورنہ اس صدقہ سے جمعہ کا ثواب نہ مل سکتا۔ اس زمانہ میں بعض مفتی مجرموں پر کچھ کفارے کا فتویٰ دیتے ہیں ان کی اصل یہ حدیث ہے ۳؎ یعنی مضافات شہر میں جہاں تک آذان کی آواز پہنچے ان پر جمعہ فرض ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ شہر کے آس پاس رہنے والوں پر بھی جمعہ فرض ہے جسے فناء شہر کہتے ہیں یا یہ مطلب ہے کہ جس شہری نے جمعہ کی آذان سن لی وہ اب بغیر جمعہ پڑھے سفر کو نہ جائے یا یہ مطلب ہے کہ آذان سنتے ہی دنیوی کاروبار چھوڑ دو، جمعہ کی تیاری کرو یہاں آذان سے دوسری آذان مراد ہے کیونکہ پہلی آذان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھی ہی نہیں۔ بعض نے فرمایا کہ اس سے آذان اول مراد ہے جو زمانہ عثمانی میں پیدا ہوئی جس کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے احکام آج بیان فرمادیئے ۴؎ شیخ ابن حجر فرماتے ہیں یہ حدیث ضعیف ہے مگر بیہقی نے اس کی تائید دوسری حدیث سے کی لہٰذا اب یہ حدیث حسن لغیرہ ہے ۵؎ یعنے جو لوگ شہر سے اتنے فاصلہ پر ہوں کہ صبح اپنے

اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْجُمُعَةُ حَقٌّ وَاجِبٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ فِيْ جَمَاعَةٍ اِلَّا اَرْبَعَةً عَبْدٌ مَمْلُوْكٌ اَوِ امْرَاَةٌ اَوْ صَبِيٌّ اَوْ مَرِيْضٌ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَفِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ بِلَفْظِ الْمَصَابِيْحِ عَنْ رَجُلٍ مِّنْ بَنِيْ وَائِلٍ ۞

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ ۞ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِقَوْمٍ يَتَخَلَّفُوْنَ عَنِ الْجُمُعَةِ لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ اٰمُرَ رَجُلًا يُّصَلِّيْ بِالنَّاسِ ثُمَّ اُحَرِّقَ عَلٰى رِجَالٍ يَتَخَلَّفُوْنَ عَنِ الْجُمُعَةِ بُيُوْتَهُمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۞ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَرَكَ الْجُمُعَةَ مِنْ غَيْرِ ضَرُوْرَةٍ كُتِبَ مُنَافِقًا فِيْ كِتَابٍ لَا يُمْحٰى وَلَا يُبَدَّلُ وَفِيْ بَعْضِ الرِّوَايَاتِ ثَلٰثًا رَوَاهُ الشَّافِعِيُّ ۞ وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَعَلَيْهِ الْجُمُعَةُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اِلَّا مَرِيْضٌ اَوْ مُسَافِرٌ اَوِ امْرَاَةٌ اَوْ صَبِيٌّ اَوْ مَمْلُوْكٌ فَمَنِ اسْتَغْنٰى بِلَهْوٍ اَوْ

فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جمعہ ہر مسلمان پر باجماعت حق ہے فرض ہے سوائے چار شخصوں کے مملوک غلام، عورت، بچہ، بیمار [1] (ابوداؤد) اور شرح سنہ میں بالفاظ مصابیح بنی وائل کے ایک شخص سے ۞ تیسری فصل ۞ روایت ہے حضرت ابن مسعود سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قوم کے متعلق فرمایا جو جمعہ سے پیچھے رہ جاتے ہیں کہ میں چاہتا ہوں کسی شخص کو حکم دوں جو لوگوں کو نماز پڑھا دے پھر ان لوگوں پر جو جمعہ سے پیچھے رہ جاتے ہیں ان کے گھروں میں آگ لگادوں [2] (مسلم) ۞ روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو بلا عذر جمعہ چھوڑ دے وہ اس کتاب میں منافق لکھا جائے گا جس میں نہ محو ہے نہ تبدیلی اور بعض روایات میں ہے کہ تین فرمایا [3] (شافعی) ۞ روایت ہے حضرت جابر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو اس پر جمعہ کے دن نماز فرض ہے سوا بیمار یا مسافر یا عورت یا بچہ یا غلام کے [4] جو کھیل کود یا تجارت

وطن سے جائیں شہر پہنچیں، پھر وہاں جمعہ پڑھ کر چلیں اور شام سے پہلے اپنے گھر آجائیں چونکہ یہ حدیث ضعیف ہے اس لیئے اس کے خلاف پر ہمارے امام اعظم ابوحنیفہ نے عمل کیا صرف شہر والوں اور مضافات شہر والوں پر جمعہ فرض مانا۔

[1] آپ قبیلہ احمس سے ہیں کوفی ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے مگر زمانہ بہت کم تھے، زمانہ صدیقی وفاروقی میں ۳۴ غزووں میں شریک ہوئے ۸۳ھ میں وفات پائی [2] بیمار سے وہ بیمار مراد ہے جسے مسجد میں آنے میں حرج ہو یہ مطلب نہیں کہ سر میں درد ہو تو جمعہ چھوڑ دو خیال رہے کہ حصر اضافی ہے ورنہ مجنون، مسافر، نابینا اور گاؤں والوں پر بھی جمعہ فرض نہیں لیکن اگر یہ لوگ جمعہ پڑھ لیں تو ان کا فرض ادا ہو جائے گا اور ظہر واجب نہ ہوگی۔ خیال رہے کہ جمعہ کے لیئے جماعت شرط ہے یعنی امام کے علاوہ تین آدمی [3] اس سے معلوم ہوا کہ جمعہ فرض ہے یہاں وہ لوگ مراد ہیں جو بلا عذر جمعہ نہیں پڑھتے جیسے اس زمانہ کے منافقین اور آج کل کے بہت سے غافل مسلمان [4] اس حدیث کی شرح جماعت کے بیان میں گزر چکی [5] یعنے جو تین جمعے بلا عذر چھوڑے، وہ منافق عمل ہوگا اور یہ نفاق اس پر ایسا لازم ہوگا کہ پھر اس سے نکلنا مشکل ہوگا۔ اس حدیث کا مطلب ہے کیونکہ جمعہ چھوڑنا منافقوں کا کام ہے۔

تِجَارَةٍ اِسْتَغْنَى اللّٰهُ عَنْهُ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ

بَابُ التَّنْظِيْفِ وَالتَّبْكِيْرِ

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ عَنْ سَلْمَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَغْتَسِلُ رَجُلٌ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَيَتَطَهَّرُ مَا اسْتَطَاعَ مِنْ طُهْرٍ وَيَدَّهِنُ مِنْ دُهْنِهٖ اَوْ يَمَسُّ مِنْ طِيْبِ بَيْتِهٖ ثُمَّ يَخْرُجُ فَلَا يُفَرِّقُ بَيْنَ اثْنَيْنِ ثُمَّ يُصَلِّيْ مَا كُتِبَ لَهٗ ثُمَّ يُنْصِتُ اِذَا تَكَلَّمَ الْاِمَامُ اِلَّا

کی وجہ سے لاپرواہ ہو جائے تو اللہ اس سے لاپرواہ ہو جائے گا اللہ بے پرواہ لائق حمد ہے (دار قطنی)

صفائی کرنے اور جلدی جانے کا باب ۱؎

پہلی فصل: روایت ہے حضرت سلمان سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں ہو سکتا کہ کوئی شخص ۲؎ جمعہ کے دن غسل کرے اور بقدر طاقت صفائی کرے اور اپنے تیل میں سے کچھ لگائے یا اپنے گھر کی خوشبو لے ۳؎ پھر مسجد جائے تو دو شخصوں کو الگ نہ کرے ۴؎ پھر جو تقدیر میں لکھی ہے وہ نماز پڑھے ۵؎ پھر جب امام خطبہ پڑھے تو خاموش رہے ۶؎

۱؎ یہاں مسافر کا ذکر بھی ہو گیا مسافر خواہ سفر کر رہا ہو یا سفر میں کسی جگہ عارضی طور پر ٹھہرا ہو، دونوں کا یہی حکم ہے ہاں جمعہ کے دن نماز سے پہلے سفر کرنا مکروہ ہے ۲؎ جو کام نماز سے روکے وہ کھیل کود ہے خواہ بظاہر کتنا ہی اہم ہو اسی لیئے اسلام میں جمعہ کے دن دفتر کاروبار بازار بند رہتے ہیں تاکہ ان دنیوی مشغولیت کی وجہ سے لوگ نماز سے غافل نہ ہو جائیں ۳؎ تنظیف نظافت سے بنا بمعنی صفائی و پاکیزگی۔ اس میں بدن، کپڑے، دونوں کی صفائی داخل ہے اور بدن کی صفائی سے مراد غسل، مسواک، حجامت، زیر ناف کے بال لینا، خوشبو استعمال کرنا وغیرہ ہے کہ یہ تمام کام جمعہ کے دن سنت ہیں تبکیر باکورہ سے بنا بمعنی ہر چیز کا اگلا حصہ۔ اسی لیئے شروع دن کو بکرہ اور کنواری لڑکی کو باکرہ کہتے ہیں، یہاں مراد ہے نماز جمعہ کے اول وقت میں مسجد میں پہنچ جانا۔ بعض صوفیا جمعہ کے دن فجر سے ہی مسجد میں آ جاتے تھے یہ تبکیر کا افضل درجہ ہے یہ حضرات غسل و حجامت وغیرہ نماز فجر سے پہلے کر لیتے تھے۔ علماء فرماتے ہیں کہ جو اول خطبہ پالے اس نے تبکیر پر عمل کر لیا ۲؎ یہاں صرف مردوں کا ذکر ہوا کیونکہ نماز جمعہ صرف مردوں پر فرض ہے عورتوں پہ نہیں اور بعض احادیث میں عورتوں کا ذکر ہے وہاں عبارت یہ ہے مَنْ اَتَى الْجُمُعَةَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ اس لیئے جمعہ میں عورتوں کو آنا بھی مستحب ہے مگر اب زمانہ خراب ہے عورتیں مسجدوں میں نہ آئیں (مرقاۃ) اس کا مطلب یہ نہیں کہ عورتیں سینما، فلم، بازاروں، کھیل تماشوں، سکولوں، کالجوں میں جائیں صرف مسجد میں نہ جائیں گھروں میں رہیں بلا ضرورت شرعیہ گھر سے باہر نہ نکلیں اسی لیئے فقیر کا یہ فتویٰ ہے کہ اب عورتوں کو بے پردہ مسجدوں میں آنے سے روکو اگر ہم نہیں روکیں گے تو دیکھا جو مرزائیوں دیو بندیوں : سابقین تو ضعیفی میں ہیں جیسا کہ تجربہ ہوا ان لوگوں نے عورتوں کے لیئے پردے سے انتظامات اپنی مسجدوں میں کیئے ہوئے ہیں عورتوں کو گھر مکھ سے ان کے خاوندوں اور بچوں کو بہکاتے ہیں ۵؎ اس سے معلوم ہوا کہ گھر میں خوشبو عطر وغیرہ رکھنا اور کبھی ملتے رہنا خصوصاً جمعہ کو ملنا سنت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشبو

غُفِرَ لَهٗ مَا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الْاُخْرٰى رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ❊ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ اغْتَسَلَ ثُمَّ اَتَى الْجُمُعَةَ فَصَلّٰى مَا قُدِّرَ لَهٗ ثُمَّ اَنْصَتَ حَتّٰى
يَفْرُغَ مِنْ خُطْبَتِهٖ ثُمَّ يُصَلِّيْ مَعَهٗ غُفِرَ لَهٗ مَا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الْاُخْرٰى وَفَضْلُ
ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ❊ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَوَضَّاَ
فَاَحْسَنَ الْوُضُوْءَ ثُمَّ اَتَى الْجُمُعَةَ فَاسْتَمَعَ وَاَنْصَتَ غُفِرَ لَهٗ مَا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ وَ
زِيَادَةُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ وَمَنْ مَسَّ الْحَصٰى فَقَدْ لَغَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ ❊ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

اور اس کے دوسرے جمعہ تک اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے (بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے وہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں کہ جو غسل کرے پھر جمعہ کو آئے[1] پھر جو مقدر میں ہو[2] نماز پڑھے پھر خاموش بیٹھے حتی
کہ امام خطبہ سے فارغ ہو جائے پھر اس کے ساتھ نماز پڑھے تو اس جمعہ اور دوسرے جمعہ کے درمیان اور تین دن زیادہ کے گناہ
بخش دیئے جائیں گے[3] (مسلم) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو وضو کرے تو
اچھا کرے[4] پھر جمعہ میں آوے تو خاموش رہے اور کان لگائے رہے[5] تو اس جمعہ اور دوسرے جمعہ کے درمیان کے گناہ مع تین دن کی
زیادتی کے بخش دیئے جائیں گے جو کنکری چھوئے اس نے لغو کیا[6] (مسلم) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ

بہت پسند تھی۔ لہٰذا اس طرح کرو تو لوگوں کی گردنیں پھلانگتے اور دو ساتھیوں کو چیر کر ان کے درمیان بیٹھے بلکہ جہاں جگہ ملے وہاں بیٹھ جائے
بعض لوگ مسجد میں پیچھے پہنچتے ہیں اور پہلی صف میں بیٹھنے کی کوشش کرتے ہیں وہ اس سے سبق لیں۔ [2] تحیۃ المسجد کے نفل یا سنت
جمعہ پہلے معنی زیادہ قوی ہیں کیونکہ جمعہ کی پہلی چار سنتیں گھر میں پڑھنا بہتر ہے غرضکہ اس سے جمعہ کے فرض مراد نہیں کیونکہ آئندہ خطبہ
سننے کا ذکر ہے فرض جمعہ خطبہ کے بعد ہوتے ہیں۔ [3] اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ خطبہ کے وقت خاموش رہنا فرض ہے۔ لہٰذا
اس وقت نفل پڑھنا بات کرنا کھانا پینا سب حرام ہے دوسرے یہ کہ جس تک خطبہ کی آواز نہ پہنچتی ہو وہ بھی خاموش رہے کیونکہ یہاں خاموشی کو سننے
پر موقوف نہ فرمایا۔

[4] دوسرے جمعہ سے مراد آئندہ جمعہ ہے یا گزشتہ دوسرے معنی زیادہ قوی ہیں جیسا کہ ابن خزیمہ بلکہ ابوداؤد کی روایات میں ہے معلوم ہوا کہ
بعض نیکیاں گناہوں کا کفارہ ہو جاتی ہیں رب تعالٰی فرماتا ہے اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ۔ [5] بعض علماء فرماتے ہیں کہ غسل جمعہ نماز کے لیے
مسنون ہے نہ کہ روز جمعہ کے لیے لہٰذا جن پر جمعہ کی نماز نہیں ان کے لیے یہ غسل سنت نہیں ان کی دلیل یہ حدیث ہے۔ بعض فرماتے ہیں کہ جمعہ کا غسل
نماز جمعہ سے قریب کرو حتی کہ اس کے وضو سے جمعہ پڑھو مگر حق یہ ہے کہ غسل جمعہ کا وقت طلوع فجر سے شروع ہو جاتا ہے۔ [6] یعنی دس دن کے
گناہ کیونکہ ایک نیکی کا ثواب دس گنا ہوتا ہے پچھلی حدیث میں آٹھ دن کا ذکر تھا یہاں دس کا مگر دونوں درست ہیں۔ جیسا خشوع زیادہ ویسا ثواب زیادہ
یا اللہ تعالٰی کی بخشش کا وعدہ تھا پھر دس دن کا وعدہ ہوا۔ [7] اس طرح کہ وضو کے فرائض سنتیں مستحبات سب ادا کرے اس سے معلوم ہوا کہ جمعہ کا غسل
واجب نہیں سنت ہے جو صرف وضو ہی کرے وہ گنہگار نہیں امام مالک کے ہاں یہ غسل واجب ہے یہ حدیث ان کے خلاف ہے۔ [8] اس طرح کہ اگر دور ہو تو

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ وَقَفَتِ الْمَلَائِكَةُ عَلٰى بَابِ الْمَسْجِدِ يَكْتُبُوْنَ الْأَوَّلَ فَالْأَوَّلَ وَمَثَلُ الْمُهَجِّرِ كَمَثَلِ الَّذِيْ يُهْدِيْ بَدَنَةً ثُمَّ كَالَّذِيْ يُهْدِيْ بَقَرَةً ثُمَّ كَبْشًا ثُمَّ دَجَاجَةً ثُمَّ بَيْضَةً فَإِذَا خَرَجَ الْإِمَامُ طَوَوْا صُحُفَهُمْ وَيَسْتَمِعُوْنَ الذِّكْرَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قُلْتَ لِصَاحِبِكَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ أَنْصِتْ وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ فَقَدْ لَغَوْتَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ

صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب جمعہ کا دن ہوتا ہے تو فرشتے مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو جاتے ہیں ۱ آگے پیچھے آنے والوں کو لکھتے ہیں ۲ اور دوپہری میں وہاں پہنچنے ۳ والے کی مثال اس کی سی ہے جو اونٹ کی بدنی بھیجے ۴ پھر اس کی سی جو گائے کی بدنی بھیجے پھر دنبے کی پھر مرغی کی پھر انڈے کی خیرات کرے ۵ پھر جب امام نکلتا ہے تو فرشتے اپنے دفتر لپیٹ لیتے ہیں اور خطبہ غور سے سنتے ہیں ۶ (مسلم،بخاری) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اگر جمعہ کے دن اپنے ساتھی سے کہے کہ چپ رہو جبکہ امام خطبہ پڑھتا ہو تب بھی تم نے بیہودہ کام کیا ۷ (مسلم،بخاری) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا

صرف خاموش رہے اور اگر امام سے قریب ہو کہ خطبہ کی آواز نہ آتی ہو تو کان لگا کر سنے ۸ یعنی خطبہ کے وقت صرف زبان سے خاموشی کافی نہیں بلکہ سکون و اطمینان سے بیٹھنا بھی ضروری ہے کیونکہ پتھروں سے کھیلنا بھی ممنوع ہے اسی لیے علماء فرماتے ہیں کہ خطبہ کے وقت دامن یا پنکھے سے ہوا کرنا بھی منع ہے اگرچہ گرمی ہو اس وقت بدن خطبہ کی طرف متوجہ ہونا ضروری ہے۔

۱ یہ فرشتے مخصوص ہیں جن کی ڈیوٹی جمعہ کو لگتی ہے اعمال لکھنے والے نہیں۔ بعض نے فرمایا کہ جمعہ کی طلوع فجر سے کھڑے ہوتے ہیں بعض کے نزدیک آفتاب چمکنے سے مگر حق یہ ہے کہ سورج ڈھلنے سے شروع ہوتے ہیں کیونکہ اسی وقت سے وقت جمعہ شروع ہوتا ہے ۲ معلوم ہوا کہ وہ فرشتے سب آنے والوں کے نام جانتے ہیں خیال رہے کہ اگر اولاً سو آدمی ایک ساتھ مسجد میں آئیں تو وہ سب اول ہیں ۳ یعنی جو سورج ڈھلتے ہی وقت جمعہ داخل ہوتے ہی مسجد میں آ جائے اسے مکہ معظمہ اونٹ کی بدنی بھیجنے والے کا ثواب ہے ۴ اس میں اشارۃً بتایا گیا کہ حج صرف امیروں پر فرض ہے اسی لیے ان کی بدنی صرف اونٹ گائے کی ہوگی مگر جمعہ غریبوں پر بھی فرض ہے اسی لیے ان کی یہ بدنی مرغی کے انڈے کی بھی قبول ہے لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ بدنی تو صرف اونٹ گائے بکری کی ہوتی ہے یہاں مرغی انڈے کا ذکر کیوں ہوا۔ خیال رہے کہ بدنی قربانی کا وہ جانور ہے جو مکہ معظمہ ذبح کیلئے بھیجا جائے کہ وہاں ثواب زیادہ ملتا ہے ۵ یعنی جب امام خطبہ کے لیے منبر پر آتا ہے تو یہ فرشتے اپنے دفتر لپیٹ کر انسانوں کے ساتھ خطبہ سننے لگتے ہیں اب جو اس وقت آئے گا نہ اس کا نام ان کے دفتر میں لکھا جائے گا نہ اسے جلد آنے کا ثواب ملے گا ۶ اس سے معلوم ہوا کہ خطبہ کے وقت دینی بات کرنا بھی منع ہے دیکھو اس وقت خاموشی کا حکم دینا امر بالمعروف ہے مگر منع ہے لہذا اس وقت تلاوت قرآن، سنت و نفل نماز سب ہی منع ہے کہ یہ چیزیں امر بالمعروف سے کم ہیں علماء فرماتے ہیں کہ اس حالت میں بولنے والوں کو ہاتھ سے خاموشی کا اشارہ کرے خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بحالت خطبہ ایک شخص کو سنتیں پڑھنے کا حکم دیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم آتی دیر خاموش رہے جیسے حضرت سلیک کی آمد پر آپ نے

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یُقِیْمَنَّ اَحَدُکُمْ اَخَاہُ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ ثُمَّ یُخَالِفُ اِلٰی مَقْعَدِہٖ فَیَقْعُدُ فِیْہِ وَلٰکِنْ یَقُوْلُ اِفْسَحُوْا رَوَاہُ مُسْلِمٌ ۔ اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ ۔ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ وَاَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنِ اغْتَسَلَ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ وَلَبِسَ مِنْ اَحْسَنِ ثِیَابِہٖ وَمَسَّ مِنْ طِیْبٍ اِنْ کَانَ عِنْدَہٗ ثُمَّ اَتَی الْجُمُعَۃَ فَلَمْ یَتَخَطَّ اَعْنَاقَ النَّاسِ ثُمَّ صَلّٰی مَا کَتَبَ اللّٰہُ لَہٗ ثُمَّ اَنْصَتَ اِذَا خَرَجَ اِمَامُہٗ حَتّٰی یَفْرُغَ مِنْ صَلٰوتِہٖ کَانَتْ

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جمعہ کے دن تم میں سے کوئی اپنے بھائی کو نہ اٹھائے کہ پھر اس کی جگہ جاکر بیٹھ جائے۔ ہاں یہ کہے کہ جگہ میں گنجائش کردو۔ (مسلم) دوسری فصل روایت ہے حضرت ابوسعید و ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ جو جمعہ کے دن غسل کرے و اپنے بہترین کپڑے پہنے[۲] اور اگر اس کے پاس خوشبو ہو لگائے[۳] پھر جمعہ میں آئے تو لوگوں کی گردنیں نہ پھلانگے پھر جو اس کے مقدر میں لکھا ہے نماز پڑھے پھر جب امام نکلے تو خاموش رہے حتی کہ نماز سے فارغ ہوجائے[۴] تو

خطبہ بند کردیا انہیں گود میں لے لیا لہٰذا یہ احادیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ یہاں خطبہ جاری رہنے کی حالت مراد ہے یہ بھی خیال رہے کہ خطیب خطبہ روک کر کسی سے کلام کرسکتا ہے جیسا کہ حضرت عمر فاروق نے حضرت عثمان سے خطبہ کی حالت میں پوچھا کہ دیر میں کیوں پہنچے صرف وضو کرکے کیوں آگئے غسل کیوں نہیں کیا غرضکہ سامعین کا اور حکم ہے خطیب کا اور حکم اور خطیب بھی تبلیغی کلام کرسکتا ہے۔
دیوبندی نہیں مرقات نے فرمایا کہ خطبہ سے پہلے موذن کا لوگوں کو یہ حدیث پڑھ کر سنانا بدعت حسنہ ہے لیکن خطیب کا منبر پر پہنچ کر لوگوں کو سلام کرنا ناجائز ہوتی خطبہ کے دوران میں دعا یہ کلمات پر موذن کا اونچی آواز سے آمین کہنا منع خیال رہے کہ روافض اپنے خطبوں میں خلفائے راشدین کو گالیاں دیا کرتے تھے ان کے مقابلہ میں اہلسنت اللہ اکبر امام سے کہ اولیٰ پر درود بھیجتے ہیں حضرت عمر ابن عبد العزیز نے بعض لوگوں کو دیکھا کہ وہ اہل بیت اطہار کو خطبہ میں گالیاں دیتے تھے تو انہیں نے یہ آیت تلاوت فرمائی اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ الخ یہ سب بدعتیں ہیں مگر چونکہ انہیں مسلمان اچھا جانتے ہیں۔ اس لیئے اچھی ہیں (مرقاۃ) اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو ہر بدعت کو حرام کہتے ہیں۔

[۱] کسی کو اٹھا کر اس کی جگہ بیٹھنا ہمیشہ ہی منع ہے خصوصاً جمعہ میں زیادہ منع کہ اس دن ایک گناہ کا عذاب بھی ستر گنا ہے ہاں اگر کوئی خود ہی اپنے استاذ یا شیخ کے لیئے جگہ چھوڑ دے تو ثواب کا مستحق ہے کہ دینی پیشوا کا احترام عبادت ہے حضرت صدیق اکبر نے عین نماز کی حالت میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے لیئے مصلی چھوڑ دیا اور مقتدی بن گئے [۲] بعض علماء فرماتے ہیں کہ مرد کے لیئے سفید کپڑے بہتر ہیں عورت کے لیئے رنگین مرد کے لیئے سرخ و پیلے کپڑے منع ہیں خواہ بننے کے بعد رنگے گئے ہوں یا رنگے ہوئے سوت سے بنے گئے ہوں (مرقاۃ) [۳] صرف مرد لگائے عورتوں کو خوشبو لگا کر نکلنا منع ہے اس میں اشارۃً فرمایا گیا کہ یہ خوشبو لوگوں سے مانگے نہیں کہ سوال منع ہے [۴] صاحبین کے ہاں خطبہ شروع ہونے سے کلام سلام منع ہے ان کی دلیل پچھلی حدیث ہے امام اعظم کے نزدیک امام کے

كَفَّارَةً لِمَا بَيْنَهَا وَبَيْنَ جُمُعَةِ الَّتِيْ قَبْلَهَا رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ ۔ وَعَنْ اَوْسِ بْنِ اَوْسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ غَسَّلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَاغْتَسَلَ وَبَكَّرَ وَابْتَكَرَ وَمَشٰى وَلَمْ يَرْكَبْ وَدَنَا مِنَ الْاِمَامِ وَاسْتَمَعَ وَلَمْ يَلْغُ كَانَ لَهٗ بِكُلِّ خُطْوَةٍ عَمَلُ سَنَةٍ اَجْرُ صِيَامِهَا وَقِيَامِهَا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ ۔ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا عَلٰى اَحَدِكُمْ اِنْ وَجَدَ اَنْ يَتَّخِذَ ثَوْبَيْنِ لِيَوْمِ الْجُمُعَةِ سِوٰى ثَوْبَيْ مِهْنَتِهٖ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَرَوَاهُ مَالِكٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ ۔ وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُحْضُرُوا الذِّكْرَ وَادْنُوْا مِنَ الْاِمَامِ فَاِنَّ الرَّجُلَ لَا يَزَالُ يَتَبَاعَدُ حَتّٰى يُؤَخَّرَ فِي الْجَنَّةِ وَاِنْ دَخَلَهَا رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ

اس جمعہ اور اگلے جمعہ کے درمیان کا کفارہ ہوگا (ابوداؤد) روایت ہے حضرت اوس ابن اوس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو جمعہ کے دن نہلائے اور نہائے [1] اور جلدی آئے اور جلدی کام کرے [2] اور پیدل آئے سوار نہ ہو [3] اور امام سے قریب بیٹھے اور کان لگا کر سنے [4] اور کوئی بیہودگی نہ کرے تو اسے ہر قدم کے عوض ایک سال کے عمل روزوں اور شب بیداریوں کا ثواب ملے گا [5] (ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن سلام سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے کسی پر کیا دشوار ہے کہ اگر ممکن ہو تو جمعہ کے دن کے لیے دو کپڑے کام کاج کے کپڑوں کے سوا بنالے [6] (ابن ماجہ) اور مالک نے یحیی ابن سعید سے روایت کی [7] روایت ہے حضرت سمرہ ابن جندب سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ خطبہ میں حاضر ہو امام کے قریب بیٹھو کیونکہ انسان دور ہوتا رہتا ہے حتی کہ جنت میں پیچھے بھیجا جائے گا اگرچہ داخل ہو جائے [8] (ابوداؤد)

خطبہ کے بیچ نکلنے سے کلام و سلام حرام ہو جاتا ہے ان کی دلیل یہ حدیث ہے مگر مذہب امام اعظم قوی ہے کہ اس میں احتیاط بھی ہے اور دونوں حدیثوں پر عمل بھی

[1] یعنی نماز سے پہلے بیوی سے صحبت کرے تاکہ وہ بھی نہائے اور یہ بھی نہائے اور جمعہ کے وقت دل میں سکون رہے نگاہیں نیچی رہیں، بعض نے فرمایا ان دو لفظوں کے معنی یہ ہیں کہ کپڑے دھوئے اور خود نہائے بعض کے نزدیک یہ معنی ہیں کہ خطمی وغیرہ سے سر دھوئے اور نہائے [2] یعنی مسجد میں بہت جلد حاضر ہو اور جو نیکیاں کرنی ہوں ذکر، تلاوت، صدقہ، خیرات وہ سب جلدی کرے اسی لیے بعض حضرات زیارت قبور بھی نماز سے پہلے ہی کر لیتے ہیں ان کا ماخذ یہ حدیث ہے [3] تاکہ ہر قدم پر نیکیاں ملیں عید کے دن عیدگاہ کو پیدل جانا بھی بہتر ہے [4] تاکہ خطبہ سنے بھی اور خاموش بھی رہے کیونکہ دور والا خاموش تو رہے گا سن نہ سکے گا کوشش کرے کہ صف اول میں بیٹھے [5] حدیث بالکل ظاہری معنے پر ہے اس میں کسی تاویل کی ضرورت نہیں یہ مسجد میں آنے کا ثواب ہے پچھلی حدیثوں کا مضمون اس کے خلاف نہیں اجر بقدر عمل ملتا ہے [6] یہ بھی مستحب ہے کہ جمعہ کا جوڑا الگ رکھے جو بوقت نماز پہن لیا کرے اور بعد میں اتار دیا کرے امام زین العابدین تو نماز تہجد کیلئے الگ جوڑا

وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ اَنَسٍ الْجُهَنِيِّ عَنْ اَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَخَطّٰى
رِقَابَ النَّاسِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اتَّخَذَ جِسْرًا اِلٰى جَهَنَّمَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيثٌ
غَرِيبٌ ۔ وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الْحُبْوَةِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ
وَالْاِمَامُ يَخْطُبُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُو دَاوُدَ ۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا نَعَسَ اَحَدُكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَلْيَتَحَوَّلْ مِنْ مَجْلِسِهِ ذٰلِكَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ
اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ عَنْ نَافِعٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقُولُ نَهٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ اَنْ يُقِيمَ الرَّجُلُ الرَّجُلَ مِنْ مَقْعَدِهِ وَيَجْلِسَ فِيهِ قِيلَ لِنَافِعٍ فِي الْجُمُعَةِ

روایت ہے حضرت معاذ ابن انس جہنی سے وہ اپنے والد سے راوی ۱؎ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ
جس نے جمعہ کے دن لوگوں کی گردنیں پھلانگیں اس نے دوزخ کی طرف پل بنالیا ۲؎ (ترمذی) اور فرمایا کہ یہ حدیث
غریب ہے۔ روایت ہے حضرت معاذ ابن انس سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن گوٹ مار کر بیٹھنے سے منع فرمایا جبکہ امام
خطبہ پڑھتا ہو ۳؎ (ترمذی، ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
کہ جب تم میں سے کوئی جمعہ کے دن اونگھے تو اپنی جگہ سے ہٹ جائے ۴؎ (ترمذی) دوسری فصل روایت ہے
حضرت نافع سے فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عمر کو فرماتے سنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ کوئی کسی کو
اس جگہ سے اٹھائے اور وہاں خود بیٹھ جائے ۵؎ نافع سے کہا گیا کہ کیا جمعہ میں

رکھتے تھے ۶؎ خیال رہے کہ بارگاہ الٰہی میں اخلاص اور اس کا جوش مقبول ہے نہ کہ فقط ظاہری عمل لہذا جو جمعہ میں سستی سے آئے اور پیچھے
بیٹھے اگرچہ اس کا جمعہ تو ہو جائے گا مگر وہ ثواب نہ ملے گا جو جلدی پہنچنے والے کو ملتا ہے اس افصح الفصحاء صلی اللہ علیہ وسلم
نے کس نفیس طریقے سے سمجھایا کہ ایسا آدمی اگرچہ جنت میں جائے گا مگر جلدی کا حاضر ہونے والوں سے پیچھے۔

۱؎ مرقاۃ میں ہے کہ مؤلف سے اس نام میں بھول ہوئی کیونکہ معاذ ابن انس کے والد یعنی انس جہنی صحابی نہیں حق یہ ہے کہ عبارت یوں چاہیے
عَنْ سَهْلِ بْنِ مُعَاذٍ عَنْ اَبِيهِ یہاں عن ابیہ درست نہیں واللہ اعلم ۲؎ یعنی یہ پھلانگنا سخت گناہ ہے اور دوزخ میں جانے
کا ذریعہ کیونکہ اس میں مسلمانوں کی توہین بھی ہے اور ایذا بھی، ہاں اگر اگلی صفوں میں جگہ ہو اور لوگ سستی سے پیچھے بیٹھ گئے ہوں تو اس
جگہ کو پر کرنے کے لیئے یہ آگے جا سکتا ہے کیونکہ یہاں قصور ان بیٹھنے والوں کا ہے نہ کہ اس کا ۳؎ کیونکہ اس بیٹھک میں نیند بھی آتی
ہے اور ریح نکلنے کا بھی اندیشہ ہوتا ہے بزرگان دین تو فرماتے ہیں کہ دو زانو بیٹھ کر خطبہ سنے پہلے خطبہ میں ہاتھ باندھے دوسرے میں
دو زانوں پر ہاتھ رکھے تو ان شاء اللہ دو رکعت کا ثواب ملے گا کیونکہ خطبہ فرض ظہر کے دو رکعتوں کے قائم مقام ہے ۴؎ یہ حکم استحبابی
ہے اور دفع کرنے کے لیئے یا یہ مطلب ہے کہ یہاں سے اٹھ جائے دوسری جگہ جا کر بیٹھ جائے یا یہ مطلب ہے کہ وضو کی جگہ جا کر ہاتھ منہ
دھو آئے مقصود تو نیند دفع کرنا ہے جیسے بھی ہو جائے ۵؎ حدیث کی عبارت سے معلوم ہوا ہے کہ یہ دونوں کام الگ منع ہیں جو صرف اٹھائے
مگر اس جگہ بیٹھے نہیں تو ایک گناہ کا مرتکب ہے اور جو بیٹھ بھی جائے وہ دو گناہ کا۔ اس حکم سے وہ صورتیں علیحدہ ہیں جہاں شرعًا اٹھانا جائز

قَالَ فِی الْجُمُعَۃِ وَغَیْرِھَا مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَحْضُرُ الْجُمُعَۃَ ثَلٰثَۃُ نَفَرٍ فَرَجُلٌ حَضَرَھَا بِلَغْوٍ فَذٰلِکَ حَظُّہٗ مِنْھَا وَرَجُلٌ حَضَرَھَا بِدُعَاءٍ فَھُوَ رَجُلٌ دَعَا اللّٰہَ اِنْ شَآءَ اَعْطَاہُ وَاِنْ شَآءَ مَنَعَہٗ وَرَجُلٌ حَضَرَھَا بِاِنْصَاتٍ وَسُکُوْتٍ وَلَمْ یَتَخَطَّ رَقَبَۃَ مُسْلِمٍ وَلَمْ یُؤْذِ اَحَدًا فَھِیَ کَفَّارَۃٌ اِلَی الْجُمُعَۃِ الَّتِیْ تَلِیْھَا وَزِیَادَۃِ ثَلٰثَۃِ اَیَّامٍ وَذٰلِکَ بِاَنَّ اللّٰہَ یَقُوْلُ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَۃِ فَلَہٗ عَشْرُ اَمْثَالِھَا رَوَاہُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ تَکَلَّمَ

فرمایا جمعہ میں یا اور خطبہ میں ؎۱ (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جمعہ میں تین طرح کے شخص آتے ہیں جو وہاں بیہودگی کے لیے گیا تو اس کا یہی حصہ ہے ؎۲ اور جو شخص وہاں دعا کے لیے حاضر ہوا تو یہ ایسا شخص ہے جس نے اللہ سے دعا مانگی اگر چاہے عطا دے چاہے منع کردے ؎۳ اور وہ شخص جو وہاں سننے اور خاموشی کے لیے گیا نہ کسی مسلمان کی گردن پھلانگی اور نہ کسی کو ایذا دی تو یہ جمعہ اگلے جمعہ اور تین دن زیادہ کے لیے کفارہ ہے ؎۴ یہ اس لیے ہے کہ رب تعالٰی فرماتا ہے کہ جو نیکی لایا اس کے لیے دس گنا ہے (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جمعہ کے دن

ہو امام اپنے مصلے سے موذن اپنی تکبیر کی جگہ سے دوسرے کو ہٹا سکتا ہے، ایسے ہی اگر یہ جگہ پہلے سے کسی اور آدمی کی تھی وہ اپنا رومال یا پگڑی رکھ کر وضو کرنے گیا دوسرا اس کی جگہ بیٹھ گیا وہ اسے اٹھا سکتا ہے۔

؎۱ دوسری مجلسوں میں بھی خیال رہے کہ کسی کے گھر جاکر اس کی عزت کی جگہ نہ بیٹھو اگر تم بیٹھ گئے تو صاحب خانہ تمہیں وہاں سے اٹھا سکتا ہے کیونکہ یہ جگہ اس کی اپنی ہے اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مِنْ مَقْعَدِہٖ فرمایا یعنی بیٹھنے کی جگہ سے جو اس کی اپنی جگہ ہو اس سے نہ ہٹاؤ اور یہاں یہ جگہ اس کی مقرری نہیں ؎۲ یعنی بعض لوگ جمعہ میں محض شغل کے لیے جاتے ہیں اور مسجد و نماز کے آداب کا لحاظ نہیں رکھتے وہ بجائے ثواب گنہگار ہو کر لوٹتے ہیں۔ اس میں بہت صورتیں داخل ہیں۔ عورتوں کی تاک جھانک کرنے جانا یا محض جلسہ دیکھنے کو مسجد میں دوستوں سے خوش گپیاں کرنے وغیرہ کے لیے وہاں جانا یا نمازی حکام سے عرض معروض کرنے کہ یہاں بآسانی ان سے ملاقات ہو جائے گی یا مالداروں سے بھیک مانگنے غرضکہ کسی فاسد نیت سے جمعہ میں جانا محرومی کا ذریعہ ہے ؎۳ یہ جملہ تصوف کی جڑ ہے کہ عبادات محض دعاؤں یا حاجت روائی یا مشکل کشائی کے لیے نہ کرو رب کو راضی کرنے کے لیے کرو اگر اس کی رضا نصیب ہو گئی سب کچھ مل جائے گا۔ خیال رہے کہ خطبہ میں زبان سے دعا مانگنا حرام ہے ؎۴ یعنی ان لوگوں کی نیت صرف اطاعت اور عبادت ہے نہ کہ محض دعا مانگنا یہ دعا بھی مانگتے ہیں تو اس لیے کہ رب کا حکم ہے یہ لوگ بہت کامیاب لوٹتے ہیں۔ خیال رہے کہ یہاں انصات اور سکوت علیحدہ معنی میں ہے امام سے دور فقط خاموش رہے پاس والا بھی خاموش رہے اور سنے بھی

يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ فَهُوَ كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ أَسْفَارًا وَالَّذِي يَقُولُ لَهُ أَنْصِتْ لَيْسَ لَهُ رَوَاهُ أَحْمَدُ ۔ وَعَنْ عُبَيْدِ بْنِ السَّبَّاقِ مُرْسَلًا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي جُمُعَةٍ مِنَ الْجُمَعِ يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِينَ إِنَّ هٰذَا يَوْمٌ جَعَلَهُ اللّٰهُ عِيدًا فَاغْتَسِلُوا وَمَنْ كَانَ عِنْدَهُ طِيبٌ فَلَا يَضُرُّهُ أَنْ يَمَسَّ مِنْهُ وَعَلَيْكُمْ بِالسِّوَاكِ رَوَاهُ مَالِكٌ وَرَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ عَنْهُ وَهُوَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ مُتَّصِلًا ۔ وَعَنِ الْبَرَاءِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَقًّا عَلَى الْمُسْلِمِينَ أَنْ يَغْتَسِلُوا يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَلْيَمَسَّ أَحَدُهُمْ مِنْ طِيبِ أَهْلِهِ فَإِنْ لَمْ

امام کے خطبہ پڑھتے ہوئے باتیں کرے وہ اس گدھے کی طرح ہے جو کتابوں کا دفتر اٹھائے ہو[1] اور جو اس سے کہتا ہے خاموش رہو اس کا جمعہ نہیں[2] (احمد) روایت ہے حضرت عبید ابن سباق سے (ارسالاً)[3] فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعوں میں سے ایک جمعہ میں فرمایا اے مسلمانوں کے گروہ یہ وہ دن ہے جسے اللہ نے عید بنایا لہٰذا نہاؤ[4] اور جس کے پاس خوشبو ہو تو اسے لگانے میں حرج نہیں[5] اور مسواک لازم پکڑو[6] (مالک) اور ابن ماجہ نے ان سے اور انہوں نے ابن عباس سے متصلاً روایت کی روایت ہے حضرت براء سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مسلمانوں پر لازم ہے کہ جمعہ کے دن غسل کریں[7] اور اپنے گھر کی خوشبو سے لگائیں

[1] جیسے بوجھ کتابوں کے علم سے فائدہ نہیں اٹھاتا صرف بوجھ میں مرتا ہے ایسے ہی یہ شخص خطبہ سے فائدہ نہیں اٹھاتا محض آنے جانے کی تکلیف برداشت کرتا ہے یہ حدیث امام اعظم کی قوی دلیل ہے کہ بحالت خطبہ دینی و دنیوی کوئی گفتگو جائز نہیں امام احمد نے دور والے سامعین کو جہاں خطبہ کی آواز نہ پہنچتی ہو ذکر کی اجازت دی یہ حدیث ان کے خلاف ہے کیونکہ یہاں کلام مطلق ہے [2] یعنی اس کا جمعہ کامل نہیں کیونکہ یہ اپنی نصیحت پر خود عامل نہیں کہ اوروں کو تو خاموش کرا رہا ہے خود بول رہا ہے خیال رہے کہ بعض دفعہ صحابہ نے بحالت خطبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بارش کی دعا کرائی ہے بعض نے قیامت کے بارے میں کچھ پوچھا ہے ان کی وہ عرض و معروض یا خطبہ شروع ہونے سے پہلے تھی یا ختم ہونے کے بعد یا وہ سب کچھ اس حدیث سے منسوخ ہے یا ان بزرگوں کی خصوصیات ہے لہٰذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں ممانعت کلام کی حدیث کی تائید قرآن پاک سے ہو رہی ہے رب تعالٰی فرماتا ہے وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا الخ [3] کیونکہ عبید تابعی ہیں وہ بغیر صحابی کا ذکر کیے حدیث بیان فرما رہے ہیں اسی کا نام ارسال ہے [4] یعنی جمعہ بقرعید کی طرح ہے اس میں خوشی و جشن اور مسلمانوں کا اجتماع ہوتا ہے اگر میلے کچیلے گئے تو کپڑوں اور جسم کی بدبو سے لوگوں کو تکلیف ہوگی بعض حضرات عید میلاد و عرس بزرگان میں نہا کر صاف کپڑے پہن کر جاتے ہیں ان کی اصل یہ حدیث ہے جب مسلمانوں کے مجمع میں جانا ہو وہاں اچھے لباس اور پاکیزہ جسم سے جانا چاہیے اسی لیے عرفات میں غسل کرنا صاف کپڑے پہننا سنت ہے [5] نقصان نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ عطر و خوشبو عورتوں کے لیے خاص نہیں جیسا کہ اس زمانہ میں لوگوں کا خیال تھا اور اس سے مبعوث چلے جاتے ہیں جیسا کہ مشرکین ہند کا عقیدہ ہے کہ ایسے پرانے ہندو عطر نہیں ملتے تھے [6] یعنی جمعہ کے وضو میں مسواک کرو یہ مطلب نہیں کہ نماز پڑھتے وقت مسواک

يَجِدُ فَالْمَاءُ لَهُ طِيبٌ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

بَابُ الْخُطْبَةِ وَالصَّلٰوةِ

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي الْجُمُعَةَ حِيْنَ تَمِيْلُ الشَّمْسُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ مَا كُنَّا نَقِيْلُ وَلَا نَتَغَدّٰى اِلَّا بَعْدَ الْجُمُعَةِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ

اگر نہ پائیں تو پانی ہی اس کے لیے خوشبو ہے ۱؎ (احمد ترمذی) اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے

خطبے اور نماز کا باب ۲؎

پہلی فصل ۔ روایت ہے حضرت انس سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آفتاب ڈھل جانے پر جمعہ پڑھتے تھے ۳؎ (بخاری) روایت ہے حضرت سہل ابن سعد سے فرماتے ہیں ہم دوپہر کا کھانا اور آرام جمعہ کے بعد ہی کرتے کرتے تھے ۴؎ (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم

کیونکہ مسواک سنت وضو ہے نہ کہ سنت نماز جیسا کہ وضو کی بحث میں عرض کیا جا چکا ۔ ۲؎ حق یہ ہے کہ اگر وجوب کے لیے ہے تو منسوخ ہے کیونکہ شروع میں جب مسلمانوں پر غریبی تھی موٹا پہنتے تھے محنت مزدوری کام کرتے تھے تب جمعہ کا غسل فرض تھا پھر فرضیت منسوخ ہوگئی سنت باقی ہے اور اگر سنت مراد ہے تو حدیث محکم ہے بعض علماء کے نزدیک غسل جمعہ ہر مسلمان کیلئے سنت ہے نماز کو آئے یا نہ آئے ان کا ماخذ یہ حدیث ہے مگر یہ دلیل کمزور ہے کیونکہ یہاں خطاب جمعہ پڑھنے والوں کیلئے ہے غیر ان کے ہاں بھی جمعہ پڑھنے والوں کیلئے خوشبو لگانا سنت نہیں ۔

۳؎ یعنی اگر عطر خریدنے کی طاقت نہ ہو مگر اس کی تمنا ہو تو وقت غسل میں ہی اس کا ثواب بھی مل جائے گا مقصد یہ ہے کہ عطر کسی سے مانگو مت گھر میں ہو تو لگاؤ ورنہ خیر ۴؎ خطبہ کے لغوی معنی ہیں لوگوں سے خطاب کرنا شریعت میں اس کلام کو خطبہ کہا جاتا ہے جس میں شہادتین نصیحتیں وغیرہ ہوں خطبہ جمعہ کی نماز کے لیے شرط ہے عیدین کے لیے سنت، نکاح وغیرہ سے پہلے بھی سنت ہے ۔ مسنون یہ ہے کہ خطبہ جمعہ نماز سے کم ہو عربی کے سوا اور زبان میں اذان تکبیر خطبہ پڑھنا بدعت قبیحہ ہے کیونکہ خلفائے راشدین نے فارس روم اور حبشہ وغیرہ ایسے ملک فتح کیے جہاں کی زبان عربی نہ تھی لیکن کہیں ثابت نہیں کہ ان ملکوں میں یہ چیزیں غیر عربی میں پڑھی گئی ہوں خطبہ سے مراد صرف وعظ و نصیحت مراد نہیں تاکہ سامعین کا سمجھنا ضروری ہو بلکہ اس کا مقصود اللہ کا ذکر ہے جس کے لیے زبان عربی موزوں ہے قرآن کریم نے خطبہ کو ذکر اللہ فرمایا وعظ نہیں کہا رب تعالٰی فرماتا ہے فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ سامعین کو وعظ خطبہ سے پہلے سنا دو خطبہ میں فارسی یا اردو داخل کر کے شعار اسلامی کیوں بگاڑتے ہو ۵؎ یعنی زوال سے پہلے یا زوال کے وقت جمعہ نہیں پڑھتے تھے بلکہ ظہر کے وقت میں ادا کرتے تھے چونکہ جمعہ ظہر کا قائم مقام ہے اس لیے اسی وقت میں ادا ہوگا یہ حدیث امام اعظم کی قوی دلیل ہے کہ جمعہ آفتاب ڈھلنے سے پہلے جائز نہیں امام احمد کے ہاں وقت جمعہ سورج نکلنے سے شروع ہو جاتا ہے یہ حدیث ان کے خلاف ہے ۶؎ یعنی جمعہ کے دن ہم دوپہر کا آرام بھی نہ کرتے تھے اور کھانا بھی نہ کھاتے تھے وہ وقت تیاری جمعہ میں گزارتے تھے یہ دونوں کام نماز جمعہ کے بعد کرتے تھے ۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ نماز جمعہ سویرے ہی پڑھ لیتے تھے جس کے بعد ناشتہ اور قیلولہ کا وقت آجاتا تھا کہ یہ معنی گزشتہ حدیث کے خلاف ہیں لہذا

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اشْتَدَّ الْبَرْدُ بَكَّرَ بِالصَّلٰوةِ وَإِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ أَبْرَدَ بِالصَّلٰوةِ يَعْنِي الْجُمُعَةَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَعَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ كَانَ النِّدَاءُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ أَوَّلُهُ إِذَا جَلَسَ الْإِمَامُ عَلَى الْمِنْبَرِ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِي بَكْرٍ وَّعُمَرَ فَلَمَّا كَانَ عُثْمَانُ وَكَثُرَ النَّاسُ زَادَ النِّدَاءَ الثَّالِثَ عَلَى الزَّوْرَاءِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَعَنْ

صلی اللہ علیہ وسلم جب سخت سردی ہوتی تو نماز جلدی پڑھ لیتے اور جب سخت گرمی ہوتی تو نماز ٹھنڈی کرتے یعنی جمعہ کی ۱؎ (بخاری) روایت ہے حضرت سائب ابن یزید سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر صدیق و عمر فاروق کے زمانہ میں جمعہ کی پہلی اذان جب ہوتی تھی جب امام منبر پر بیٹھتا ۲؎ جب حضرت عثمان کا زمانہ ہوا اور لوگ بڑھ گئے تو آپ نے مقام زوراء پر تیسری اذان زیادہ کی ۳؎ (بخاری) روایت ہے حضرت

یہ حدیث حنفیوں کے مخالف نہیں یعنی کھانے کی وجہ سے نماز آگے نہ کرتے تھے بلکہ نماز کی وجہ کھانا اور آرام پیچھے کر دیتے تھے چونکہ جمعہ کے بعد کا یہ کھانا اور آرام ناشتہ اور قیلولہ کا قائم مقام تھا اس لیئے اسے ناشتہ اور قیلولہ کہہ دیا گیا ورنہ دوپہر کے آرام کا نام قیلولہ ہے اور یہ کھانا ناشتہ۔ خیال رہے کہ یہ حدیث ان بزرگوں کی انتہائی دلیل ہے جو زوال سے پہلے نماز جمعہ جائز مانتے ہیں۔ فقیر کی اس تقریر سے حدیث واضح ہو گئی۔

۱؎ یہ حدیث امام اعظم کی بہت قوی دلیل ہے کہ نماز جمعہ ظہر کی طرح سردیوں میں جلدی پڑھو اور گرمیوں میں دیر سے، امام شافعی کہتے ہیں کہ جمعہ ہمیشہ جلدی پڑھنا سنت ہے لیکن یہ حدیث ان کے سخت خلاف ہے اس کی کوئی تاویل بھی نہیں ہو سکتی ۲؎ یعنی پہلی اذان وہ خطبہ کی ہوتی ہے اور دوسری اذان خطبہ کے بعد یعنی تکبیر شریعت میں تکبیر کو بھی اذان کہا جاتا ہے اس حدیث کی بنا پر بعض لوگوں نے کہا کہ خطبہ کی اذان سے تجارتیں اور دنیاوی کاروبار حرام ہوتے ہیں کیونکہ آیت کریمہ اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ الخ جب نازل ہوئی تو پہلی اذان تھی ہی نہیں ۳؎ زوراء کے معنی دور بھی ہیں اور ٹیڑھا بھی اہل عرب کہتے ہیں قَوْسٌ زَوْرَاءُ ٹیڑھی کمان اور کہتے ہیں اَرْضٌ زَوْرَاءُ دور کی زمین یہاں مدینہ منورہ کی وہ جگہ مراد ہے جو مسجد سے دور اور مسجد کے مقابل سے ہٹی ہوئی بازار میں تھی چونکہ یہ اذان ایجاد کے لحاظ سے تیسری ہے اسی لیئے اسے ثالث فرمایا گیا ہشام ابن عبدالملک کے زمانہ تک یہ اذان مسجد سے دور ہوتی رہی ہشام نے اسے داخل مسجد کیا (مرقاۃ) اب تک یہی رواج ہے اسی لیئے اس اذان کو حضرت ابن عمر بدعت فرماتے ہیں یعنی بدعت حسنہ اس حدیث سے اشارۃً معلوم ہوتا ہے کہ خطبہ کی اذان بھی مسجد سے باہر ہو مگر امام کے مقابل کیونکہ جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پہلی اذان تھی ہی نہیں تو اگر یہ اذان بھی تکبیر کی طرح اندرون مسجد آہستہ آہستہ ہو جاتی ہو تو باہر والوں کو نماز کی اطلاع کیسے ہو سکتی تھی۔ خیال رہے فتویٰ اس پر ہے کہ تجارتیں اور کاروبار بند کرنا اذان اول پر فرض ہے کیونکہ اِذَا نُوْدِیَ مطلق ہے آیت کے معنی یہ ہیں کہ جب جمعہ کی ندا ہو جائے کاروبار چھوڑ دو خواہ خطبہ کے وقت ہو یا اس سے پہلے۔

جابر بن سمرة قال كانت للنبي صلى الله عليه وسلم خطبتان يجلس بينهما يقرأ القرآن ويذكر الناس فكانت صلوته قصدا وخطبته قصدا رواه مسلم وعن عمار قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول ان طول صلوة الرجل وقصر خطبته مئنة من فقهه فاطيلوا الصلوة واقصروا الخطبة وان من البيان سحرا رواه مسلم وعن جابر قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا خطب احمرت عيناه وعلا صوته واشتد غضبه حتى كانه منذر جيش يقول صبحكم ومساكم ويقول بعثت انا والساعة كهاتين ويقرن بين اصبعيه

جابر ابن سمرہ سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دو خطبے تھے جن کے درمیان آپ بیٹھتے تھے[1] قرآن پڑھتے تھے اور لوگوں کو نصیحت فرماتے تھے آپ کی نماز بھی درمیانی تھی اور خطبہ بھی درمیانی (مسلم) روایت ہے حضرت عمار سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ مرد کا نماز کو لمبا کرنا اور خطبے کو مختصر کرنا اس کے عالم ہونے کی علامت ہے لہذا نماز دراز کرو اور خطبہ مختصر[2] بعض بیان جادو ہیں[3] (مسلم) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب خطبہ پڑھتے تو آپ کی آنکھیں سرخ ہوجاتیں اور آواز شریف بلند ہوجاتی اور آپ کا غضب سخت ہوجاتا ایسا معلوم ہوتا گویا آپ کسی لشکر سے ڈرا رہے ہیں[4] فرماتے ہیں کہ صبح کو تم پر لشکر پڑیگا یا شام کو[5] اور فرماتے کہ میں اور قیامت ان دو کی طرح بھیجا گیا ہوں اپنی کلمے اور بیچ کی

---

[1] اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ جمعہ کے لیئے خطبے دو پڑھے جائیں دوسرے یہ کہ خطبہ میں قرآن کریم کی آیت بھی تلاوت کی جائے تیسرے یہ کہ خطبے میں وعظ و نصیحت کے الفاظ بھی ہونا چاہئیں چوتھے یہ کہ خطبہ نہ بہت دراز ہو نہ بہت مختصر پانچویں یہ کہ دو خطبوں کے درمیان منبر پر بیٹھ کر فاصلہ کرے خیال رہے کہ خلفاء اور صحابہ و اہل بیت رضی اللہ عنہم کا ذکر نہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے نہ سنت صحابہ بلکہ بدعت حسنہ ہے جس کی وجہ ہم پہلے عرض کرچکے ہیں یہ ضرور کی جائے جو لوگ ہر بدعت کو حرام کہتے ہیں وہ اس کو کیا کہیں گے۔ [2] یعنی فرض جمعہ خطبہ جمعہ سے بڑے ہوں کیونکہ نماز مقصود ہے خطبہ اس کے تابع نیز خطبہ میں خلق سے خطاب ہے اور نماز میں خالق سے عرض معروض لہذا یہ دراز چاہیئے۔ مگر خطبہ اتنا مختصر بھی نہ ہو کہ اس کی سنتیں رہ جائیں [3] یعنی بعض خطبے اور وعظ دلوں پر جادو سا اثر رکھتے ہیں لہذا اسے دراز نہ کرو تاکہ ریا و فخر پیدا نہ ہو یا یہ مطلب ہے کہ بعض بیان جادو کا اثر رکھتے ہیں کہ پڑھنے میں مختصر اور اثر میں زیادہ لہذا خطبہ چھوٹا ہو مگر موثر ہو [4] یعنے خطبہ کی نصائح کا اثر خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے قلب شریف پر ہوتا تھا جس کی علامتیں آپ کی آواز اور آنکھوں سے نمودار ہوتی تھیں تبلیغ بھی موثر ہوتی ہے جس کا اثر مبلغ کے دل میں ہو خیال رہے کہ یہاں غضب سے مراد جلال الہی اور عظمت ربانی کی تجلیات کا آپ کے چہرے پر ظاہر ہونا ہے نہ کسی پر ناراض ہونا [5] لشکر سے مراد حضرت ملک الموت کا لشکر ہے یعنے موت قریب ہے تیاری کرو [6] بیچ کے

السَّبَّابَةِ وَالْوُسْطٰى رَوَاهُ مُسْلِمٌ ❊ وَعَنْ يَعْلَى بْنِ أُمَيَّةَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ عَلَى الْمِنْبَرِ وَنَادَوْا يَا مَالِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ❊ وَعَنْ أُمِّ هِشَامٍ بِنْتِ حَارِثَةَ بْنِ النُّعْمَانِ قَالَتْ مَا أَخَذْتُ قٓ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ إِلَّا عَنْ لِسَانِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَؤُهَا كُلَّ جُمُعَةٍ عَلَى الْمِنْبَرِ إِذَا خَطَبَ النَّاسَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ❊ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ قَدْ أَرْخَى طَرَفَيْهَا بَيْنَ كَتِفَيْهِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ❊ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَخْطُبُ إِذَا جَاءَ أَحَدُكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالْإِمَامُ

انگلی کو ملاکر ۱؎ (مسلم) روایت ہے حضرت یعلیٰ ابن امیہ سے فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر یہ آیت پڑھتے سنا وَنَادَوْا یٰمٰلِکُ الخ ۲؎ (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ام ہشام بنت حارثہ ابن النعمان سے فرماتی ہیں کہ میں نے سورۂ قٓ والقرآن المجید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پاک سے ہی یاد کی جسے آپ ہر جمعہ کو منبر پر پڑھتے تھے جب کہ لوگوں کو خطبہ فرماتے ۳؎ (مسلم) روایت ہے حضرت عمرو ابن حریث سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن اس حال میں خطبہ دیا کہ آپ پر سیاہ عمامہ تھا جس کے دونوں کنارے آپ نے دونوں کندھوں کے بیچ لٹکائے تھے ۴؎ (مسلم) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ پڑھتے ہوئے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی جمعہ کے دن اس حال میں آئے کہ امام خطبہ پڑھ رہا ہو

وقت شام کی امید نہ کرو اور شام کے وقت صبح کی

۱؎ یعنی جیسے ان دو انگلیوں کے درمیان فاصلہ نہیں ایسے ہی میرے اور قیامت کے درمیان کسی نبی کا فاصلہ نہیں یا مراد یہ ہے کہ قیامت سے یا جیسے یہ دو انگلیاں بہت ہی قریب ہیں ایسے ہی قیامت اب بہت ہی قریب ہے دنیا کی عمر کا بہت حصہ گزر چکا۔ تھوڑا باقی ہے یا جیسے یہ دو انگلیاں ایک دوسرے پر ظاہر ہیں ایسے ہی قیامت مجھ پر ظاہر ہے میں اس کے حالات اور اس کے آنے کی تاریخ سے خبردار ہوں ۲؎ اس آیت میں اس پکار کا ذکر ہے جو جہنمی عذاب سے تنگ آکر مالک سے فریاد کریں گے اس سے معلوم ہوا کہ خطبہ میں ڈرانے والی آیتیں پڑھنا زیادہ بہتر ہے کہ ان سے دل نرم ہوتا ہے ۳؎ اس طرح کہ کسی خطبہ میں سورۂ قٓ کی کوئی آیت اور کسی میں دوسری آیت کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری سورۂ قٓ کسی خطبہ میں نہیں پڑھی یہ چونکہ جمعہ میں حاضر رہتی تھیں اس لیے سنتے سنتے اس سورۃ کی حافظہ ہوگئیں ۴؎ اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ خطبہ و نماز عمامہ سے بہتر ہے ایک ضعیف حدیث میں ہے کہ عمامہ کی نماز ستر نمازوں سے افضل ہے دوسرے یہ کہ سیاہ عمامہ بھی سنت ہے تیسرے یہ کہ بغیر شملہ کا عمامہ سنت کے خلاف ہے شملہ ضرور رہنا چاہیے چوتھے یہ کہ عمامہ کے دو شملے ہونا افضل ہے اور دونوں پشت پر پڑے ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمامہ سات ہاتھ کا تھا اور شملہ ایک بالشت سے کچھ زیادہ، امیر معاویہ اور حضرت ابو درداء اکثر سیاہ عمامہ باندھتے تھے اسی سنت کی بنا پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عبدالرحمان ابن عوف کے سیاہ عمامہ باندھا تھا یہ واقعہ جو یہاں مذکور ہوا آپ کے مرض وفات کے خطبہ کا ہے۔

يَخْطُبُ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ وَلْيَتَجَوَّزْ فِيْهِمَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَدْرَكَ رَكْعَةً مِّنَ الصَّلٰوةِ مَعَ الْاِمَامِ فَقَدْ اَدْرَكَ الصَّلٰوةَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ خُطْبَتَيْنِ كَانَ يَجْلِسُ اِذَا صَعِدَ الْمِنْبَرَ حَتّٰى يَفْرُغَ اُرَاهُ الْمُؤَذِّنُ

چاہتا ہو تو دو رکعتیں پڑھ لے اور ان میں اختصار کرے[1] (مسلم) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس نے امام کے ساتھ ایک رکعت نماز کی پالی اس نے نماز پالی[2] (مسلم، بخاری)

دوسری فصل روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دو خطبے پڑھتے تھے جب منبر پر چڑھتے تو اولاً بیٹھتے تھے[3] حتی کہ فارغ ہو جاتے یعنی

[1] ان دو رکعتوں سے مراد تحیۃ المسجد کے نفل ہیں یخطب کے معنی ارادۂ خطبہ ہیں نہ کہ خطبہ پڑھنا کیونکہ خطبہ کی حالت میں کلام، وظیفہ، نماز، نفل سب حرام ہیں چنانچہ موطا امام مالک میں حضرت زہری سے مروی ہے کہ امام کا نکلنا نماز کو ختم کر دیتا ہے اور امام کا بولنا کلام کو بند کر دیتا ہے اور ابن ابی شیبہ میں ہے کہ حضرت علی و ابن عباس امام نکلنے کے بعد نماز و کلام سب مکروہ کہتے تھے نیز ابن ابی شیبہ نے حضرت عروہ سے روایت کی کہ جب امام منبر پر بیٹھ جائے تو نماز جائز نہیں اور امام زہری سے روایت کی کہ جو جمعہ کے دن خطبہ کی حالت میں آئے وہ بیٹھ جائے نماز نہ پڑھے۔ امام شافعی و امام احمد نے اس حدیث کی بنا پر فرمایا کہ جمعہ کے دن تحیۃ المسجد واجب ہے اور بحالت خطبہ پڑھی جائیں۔ مگر یہ دلیل کمزور ہے کیونکہ تحیۃ المسجد جب کبھی بھی واجب نہیں تو جمعہ کے دن کیوں واجب ہوں گی۔ نیز اس معنے سے یہ حدیث ان تمام احادیث کے خلاف ہو جائے گی جو ہم نے عرض کیں، نیز جمہور صحابہ و تابعین اس وقت نفل ناجائز کہتے ہیں، لہذا وہی معنے حدیث کے لیے جائیں جو ہم نے کیے تاکہ یہ حدیث دو آیت قرآنی کے خلاف ہو نہ دیگر احادیث کے (ماخوذ از لمعات)۔ [2] ظاہر یہ ہے کہ یہاں نماز سے مراد نماز جمعہ ہے اگرچہ الفاظ حدیث میں جمعہ کا ذکر نہیں اور مطلب یہ ہے کہ جماعت کی ایک رکعت ملنے سے ثواب کامل ملتا ہے ورنہ مسئلہ یہ ہے کہ جو امام کو التحیات یا سجدہ سہو میں پالے اس نے بھی جمعہ پالیا کیونکہ دوسری جگہ حدیث میں یہ ہے کہ جس قدر تمہیں امام کے ساتھ نماز مل جائے وہ پڑھ لو اور باقی قضا کر لو اسی لیے اگر مسافر مقیم امام کے ساتھ آخری التحیات میں شریک ہو تو وہ چار رکعتیں پڑھے گا معلوم ہوا کہ اس نے جماعت پالی۔ [3] مکہ معظمہ کے علاوہ اور جگہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر خطبہ پڑھتے تھے اور مکہ مکرمہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین نے دروازہ کعبہ پر خطبہ پڑھا ہے وہاں منبر امیر معاویہ کی ایجاد ہے جسے صحابہ نے بغیر اعتراض منظور کیا اور جب سے اب تک وہاں بھی خطبہ منبر پر ہی ہو رہا ہے وہاں منبر پر خطبہ سنت امیر معاویہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر کی تین سیڑھیاں تھیں اور آپ تیسری پر کھڑے ہوتے تھے یہی سنت ہے اب تو دلان کثیر کی بہت سیڑھیاں ہیں۔

ثُمَّ يَقُوْمُ فَيَخْطُبُ ثُمَّ يَجْلِسُ وَلَا يَتَكَلَّمُ ثُمَّ يَقُوْمُ فَيَخْطُبُ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ ❊ وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اسْتَوٰى عَلَى الْمِنْبَرِ اِسْتَقْبَلْنَاهُ بِوُجُوْهِنَا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ لَا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ مُحَمَّدِ بْنِ الْفَضْلِ وَهُوَ ضَعِيْفٌ ذَاهِبُ الْحَدِيْثِ ❊ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ ❊ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ قَائِمًا ثُمَّ يَجْلِسُ ثُمَّ يَقُوْمُ فَيَخْطُبُ قَائِمًا فَمَنْ نَبَّاَكَ اَنَّهٗ كَانَ يَخْطُبُ جَالِسًا فَقَدْ كَذَبَ فَقَدْ وَاللّٰهِ صَلَّيْتُ مَعَهٗ اَكْثَرَ مِنْ اَلْفَيْ صَلٰوةٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ❊ وَعَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ اَنَّهٗ دَخَلَ الْمَسْجِدَ

مؤذن پھر کھڑے ہوتے تو خطبہ پڑھتے پھر بیٹھتے اور کلام نہ کرتے پھر کھڑے ہوتے خطبہ پڑھتے ۱؎ (ابوداؤد) ❊ روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب منبر پر کھڑے ہوتے تو ہم آپ کی طرف اپنے منہ کرلیتے ۲؎ (ترمذی) ❊ اور ترمذی نے فرمایا کہ اس حدیث کو ہم صرف محمد ابن فضل کی حدیث سے ہی پہچانتے ہیں اور وہ ضعیف ہے حدیث بھول جاتا ہے ❊ تیسری فصل ❊ روایت ہے حضرت جابر ابن سمرہ سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوکر خطبہ پڑھتے تھے ۳؎ پھر بیٹھ جاتے تھے پھر کھڑے ہوتے تو کھڑے کھڑے خطبہ پڑھتے جو تمہیں خبر دے کہ آپ بیٹھ کر خطبہ پڑھتے تھے وہ جھوٹا ہے خدا کی قسم میں نے تو آپ کے ساتھ دو ہزار نمازوں سے زیادہ نمازیں پڑھی ہیں ۴؎ (مسلم) ❊ روایت ہے حضرت کعب ابن عجرہ سے کہ آپ مسجد میں آئے

۱؎ یہی سنت ہے کہ امام پہلے منبر پر بیٹھے پھر اس کے سینے کے مقابل خارج مسجد مؤذن اذان کہے پھر امام کھڑا ہوکر دو خطبے دے جن کے درمیان بیٹھے مگر اس حال میں بھی دنیوی کلام نہ کرے خاموش رہے یا دل میں کوئی قرآنی آیت پڑھے (مرقات) خیال رہے کہ آج کل جو بادشاہوں کے نام لیتے ہیں اور انہیں عادل کہتے ان کی تعریفیں کرتے ہیں خطبہ بولا ہیں روا ہے یہ حرام ہے کیونکہ اب بادشاہ ظالم ہیں اور ظالم کو عادل کہنا کفر ہے اور ان کی تعریفیں کرنا جھوٹ اور خوشامد حتی کہ بعض امام فرماتے ہیں کہ خطیب سے دور بیٹھے تاکہ یہ جھوٹ اور فاسقوں کی تعریفیں نہ سنے۔ ۲؎ اس طرح کہ آپ کے سامنے والے تو رو بقبلہ رہتے اور داہنے بائیں والے قبلہ سے کچھ پھر کر بیٹھتے تاکہ ان کا منہ امام کی طرف ہوجائے لیکن اب سب ہی رو بقبلہ بیٹھتے ہیں تاکہ صفیں سیدھی کرتے وقت دشواری نہ ہو۔ خیال رہے کہ یہاں امام کا منبر پر پہنچ کر مقتدیوں کو سلام کرنا منع ہے کیونکہ اس وقت مقتدی جواب نہ دے سکیں گے امام شافعی کے ہاں جائز ہے۔ ۳؎ ہر خطبہ کیلئے کھڑا ہونا سنت ہے خواہ خطبہ جمعہ و عیدین ہو یا خطبہ وعظ یا خطبہ نکاح جو شہر جہاد سے فتح ہوئے ہیں وہاں تلوار لے کر خطبہ پڑھے اور جو بغیر جنگ مسلمان ہوگئے وہاں خالی ہاتھ پڑھے (مرقات) دوسرے خطبہ کی آواز پہلے خطبہ سے کچھ کم ہو۔ ۴؎ یعنی نماز پنجگانہ اتنی پڑھیں نہ کہ نماز جمعہ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تقریبًا پانچ سو جمعے پڑھے ہیں اس لیے کہ جمعہ بعد ہجرت شروع ہوا جس کے بعد دس سال آپ کی زندگی شریف رہی اس عرصہ میں جمعے اتنے ہی ہوتے ہیں (لمعات)۔

وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنِ اُمِّ الْحَکَمِ یَخْطُبُ قَاعِدًا فَقَالَ اُنْظُرُوْا اِلٰی ھٰذَا الْخَبِیْثِ یَخْطُبُ قَاعِدًا وَقَالَ اللہُ تَعَالٰی وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَۃً اَوْ لَھْوَا نِ انْفَضُّوْا اِلَیْھَا وَتَرَکُوْکَ قَائِمًا رَوَاہُ مُسْلِمٌ وَعَنْ عُمَارَۃَ بْنِ رُوَیْبَۃَ اَنَّہٗ رَاٰی بِشْرَ ابْنَ مَرْوَانَ عَلَی الْمِنْبَرِ رَافِعًا یَدَیْہِ فَقَالَ قَبَّحَ اللہُ ھَاتَیْنِ الْیَدَیْنِ لَقَدْ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا یَزِیْدُ عَلٰی اَنْ یَّقُوْلَ بِیَدِہٖ ھٰکَذَا وَاَشَارَ بِاِصْبَعِہِ الْمُسَبِّحَۃِ رَوَاہُ مُسْلِمٌ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ لَمَّا اسْتَوٰی رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ عَلَی الْمِنْبَرِ قَالَ اجْلِسُوْا فَسَمِعَ ذٰلِکَ ابْنُ

اور عبدالرحمان ابن ام حکم بیٹھ کر خطبہ پڑھ رہا تھا انہوں نے فرمایا کہ اس خبیث کو دیکھو بیٹھ کر خطبہ پڑھ رہا ہے حالانکہ رب تعالٰی نے فرمایا کہ جب وہ تجارت یا کھیل کود دیکھتے ہیں تو ادھر دوڑ جاتے ہیں اور آپ کو کھڑا چھوڑ دیتے ہیں (مسلم)۱؎ روایت ہے حضرت عمارہ ابن رویبہ سے کہ آپ نے بشر ابن مروان کو منبر پر اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے دیکھا تو فرمایا کہ ان دونوں ہاتھوں کو خدا خراب کرے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ اس سے زیادہ نہ کرتے تھے کہ اپنے ہاتھ سے یوں اشارہ کریں اور اپنی کلمے کی انگلی سے اشارہ کیا۲؎ (مسلم) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ جمعے کے دن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہوئے تو فرمایا بیٹھ جاؤ۳؎ یہ حضرت ابن مسعود نے سن لیا

۱؎ یہ شخص امیر مدینہ سے تھا اور ان کی طرف سے مقرر کردہ خطیب (اشعہ) ۲؎ یعنی خطبہ کھڑے ہو کر پڑھنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمیشہ کا عمل شریف بھی ہے اور قرآن شریف سے بھی ثابت ہے اس لیئے کہ یہاں آیت میں قائما سے مراد خطبہ کا قیام ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ پڑھ رہے تھے کہ تجارتی قافلہ کی آمد کا اعلان ہوا سوائے بارہ صحابہ کے تمام لوگ خریداری کے لیئے چلے گئے جس کے متعلق یہ آیت کریمہ اتری لہذا یہ شخص قرآن و حدیث دونوں کی مخالفت کر رہا ہے۔ خیال رہے کہ علامہ ابن حجر نے فتح الباری میں فرمایا کہ امیر معاویہ جب بہت بوڑھے اور کمزور ہو گئے تو پہلا خطبہ بیٹھ کر پڑھتے تھے اور دوسرا کھڑے ہو کر نیز عثمان غنی بھی دوران خطبہ میں تھک کر بیٹھ جاتے تھے کچھ دیر بیٹھ کر خطبہ دیتے پھر کھڑے ہو جاتے ان دونوں بزرگوں کے یہ عمل مجبوراً تھے اموی بادشاہوں نے ان کو دیکھ کر بلا ضرورت بیٹھ کر خطبہ دینا شروع کر دیا اسی بنا پر یہ بزرگ ناراض ہوئے خطبہ میں قیام سنت ہے فرض نہیں، اسی لیئے انہوں نے خطبہ لوٹانے کا حکم نہ دیا (اشعہ) ۳؎ اس حدیث سے موجودہ واعظین عبرت پکڑیں جو ہاتھ نچا نچا کر بلکہ خود بھی گھوم ناچ کر وعظ کرتے ہیں صرف داہنے ہاتھ کی کلمے کی انگلی سے اشارہ کرنا چاہیئے کہ یہ سنت ہے۔ ۴؎ اس وقت بعض حضرات سنتیں پڑھتے کھڑے ہوئے تھے بعض حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری پر تعظیماً کھڑے ہوئے انہیں فرمایا بیٹھ جاؤ (مرقات و لمعات) اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ بوقت خطبہ سنتیں پڑھنا منع ہیں جیسا کہ ہمارا مذہب ہے دوسرے یہ کہ مقتدی مسجد میں امام کی تعظیم کے لیئے اس کی آمد کے وقت کھڑے ہو سکتے ہیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بیٹھنے کا حکم دیا آئندہ قیام سے منع نہیں کیا تیسرے یہ کہ خطیب کا کھڑا ہونا سنت ہے اور سامعین کا بیٹھنا۔

مَسْعُوْدٍ فَجَلَسَ عَلٰی بَابِ الْمَسْجِدِ فَرَاٰهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ تَعَالَ یَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَسْعُوْدٍ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَدْرَكَ مِنَ الْجُمُعَةِ رَكْعَةً فَلْیُصَلِّ اِلَیْهَا اُخْرٰی وَمَنْ فَاتَتْهُ الرَّكْعَتَانِ فَلْیُصَلِّ اَرْبَعًا اَوْ قَالَ الظُّهْرَ رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِیُّ ٭

بَابُ صَلٰوةِ الْخَوْفِ

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ اَبِیْهِ

تو آپ مسجد کے دروازے پر ہی بیٹھ گئے انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو فرمایا کہ اے عبداللہ ابن مسعود آ جاؤ[1] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو جمعے کی ایک رکعت پالے تو اس کے ساتھ دوسری ملالے اور جس کی دونوں رکعتیں جاتی رہیں وہ چار پڑھے یا فرمایا ظہر پڑھے[2] (دارقطنی)

خوف کی نماز کا باب[3]

پہلی فصل: روایت ہے حضرت سالم ابن عبداللہ ابن عمر سے وہ اپنے والد سے راوی

[1] سبحان اللہ یہ ہے صحابہ کی اطاعت جیسے کہ حضرت ابن مسعود مسجد میں داخل ہو رہے تھے دروازے سے پرے آواز سنی تو وہیں آپ جوتوں پر بیٹھ گئے تب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کرم کیا ان سے فرمایا کہ ہمارا روئے سخن اور لوگوں سے تھا نہ کہ تم سے اس ادب اور اطاعت کا نتیجہ یہ ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کے حق میں جس چیز سے ابن مسعود راضی اس سے میں راضی اسی لئے ہمارے امام اعظم سراج الامت ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ خلفائے راشدین کے بعد آپ کے قول کو تمام صحابہ کے قول پر ترجیح دیتے ہیں صوفیا فرماتے ہیں اس کے معنی یہ ہیں کہ تَعَالَ مِنْ صَفِّ النِّعَالِ اِلٰی مَقَامِ الرِّجَالِ حضرت ابن مسعود اس اطاعت کی بنا پر اب تک حبیب تھے اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب ہو گئے اب تک طالب تھے اب مطلوب ہو گئے۔

شعر: ہر کجا درد عشق صادق آمدہ است ٭ بر سر معشوق عاشق آمدہ است

[2] یہ حدیث امام محمد کی دلیل ہے کہ جسے جمعہ کی التحیات ملے بلکہ دوسری رکعت کا سجدہ وہ ظہر ادا کرے اس نے جمعہ نہیں پایا حضرات شیخین کے نزدیک جو سلام سے پہلے مل جائے وہ جمعہ ہی پڑھے ان کی دلیل وہ حدیث ہے جو صحاح ستہ نے بروایت ابوسلمہ و ابوہریرہ نقل کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب جماعت کھڑی ہو تو بھاگتے ہوئے نہ آؤ اطمینان سے آؤ جو پالو وہ پڑھ لو جو رہ جائے پوری کر لو اس میں نماز جمعہ وغیرہ سب داخل ہیں یہ حدیث اولاً ضعیف ہے جیسا کہ امام نووی نے فرمایا اور اگر صحیح بھی ہو تو یہاں دو رکعتوں کے رہ جانے کا مطلب یہ ہے کہ نمازی کو کوئی حصہ نہ ملے سلام کے بعد یا سلام کی حالت میں پہنچے۔ نوٹ: نماز جمعہ صرف شہر یا اطراف شہر میں ہو سکتی ہے گاؤں یا جنگل میں ناجائز ہے یہ مسئلہ نہایت معرکہ کا ہے مگر چونکہ اس کے متعلق کوئی حدیث مشکوٰۃ شریف میں نہیں آئی اس لئے ہم بھی چھوڑ دیتے ہیں اگر کسی کو شوق ہو تو ہماری کتاب فتاویٰ نعیمیہ میں دیکھے جہاں ہم نے قرآن و احادیث سے اس کا نہایت نفیس ثبوت دیا ہے اور

قَالَ غَزَوْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِبَلَ نَجْدٍ فَوَازَيْنَا الْعَدُوَّ فَصَافَفْنَا لَهُمْ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ لَنَا فَقَامَتْ طَائِفَةٌ مَعَهٗ وَاَقْبَلَتْ طَائِفَةٌ عَلَى الْعَدُوِّ وَرَكَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَنْ مَعَهٗ وَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ انْصَرَفُوْا مَكَانَ الطَّائِفَةِ الَّتِيْ لَمْ تُصَلِّ فَجَاؤُا فَرَكَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهِمْ رَكْعَةً وَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ فَقَامَ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمْ فَرَكَعَ لِنَفْسِهٖ رَكْعَةً وَّسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ وَرَوَاهُ نَافِعٌ نَحْوَهٗ وَزَادَ فَاِنْ كَانَ خَوْفٌ هُوَ اَشَدُّ مِنْ ذٰلِكَ صَلُّوْا رِجَالًا قِيَامًا

فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نجد کی طرف جہاد کیا ہم دشمن کے مقابل کھڑے ہوئے اور ان کے سامنے صفیں بنائیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں نماز پڑھانے کھڑے ہوئے ایک جماعت آپ کے ساتھ کھڑی ہوگئی اور دوسری جماعت دشمن کے مقابل رہی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ رکوع کیا اور دو سجدے کیے پھر یہ لوگ اس جماعت کی جگہ سے چلے گئے جس نے نماز نہ پڑھی تھی وہ ادھر آگئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایک رکعت پڑھادی اور دو سجدے کیے پھر آپ نے سلام پھیر دیا پھر ان میں سے ہر ایک کھڑا ہوا اور اپنی ایک رکعت پڑھ لی اور دو سجدے کیے حضرت نافع نے یونہی روایت کی یہ زیادہ کیا کہ اگر خوف اس سے بھی زیادہ ہو تو نمازی پیدل اپنے قدموں پر کھڑے کھڑے یا سوار نماز

اور مخالفین کے تمام اعتراضات کے نہایت قوی جواب دیئے ہیں ٣ یعنی جب بحالت جہاد یہ خوف ہو کہ اگر سب لشکر باجماعت نماز میں مشغول ہو تو کفار ہمیں مار دیں گے تب نماز باجماعت کس طرح پڑھی جائے اور اس پر قریبًا ساری امت کا اجماع ہے کہ صلوٰۃ خوف تاقیامت باقی ہے اس طریقہ ادا میں اختلاف ہے اور یہ اختلاف بھی افضلیت میں ہے ورنہ جتنے طریقے احادیث میں آگئے ہیں جس طرح ادا کرے گا ہو جائے گی۔

اور حضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چار جگہ نماز خوف پڑھی غزوات الرقاع بطن نخل عسفان ذی قرد

١ نجد کے لغوی معنی ہیں اونچی جگہ لیکن اصطلاح میں عرب کے ایک صوبہ کا نام ہے جس کے متعلق حضور نے فرمایا کہ یہاں بڑے زلزلے اور جھگڑے ہوں گے ذکر نجد میں ٢ یعنی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر صحابہ کے دو حصے کئے ایک کو اپنے پیچھے کھڑا کیا ایک کو دشمن کے مقابل کسی کو علیحدہ نماز پڑھنے کی اجازت نہ دی کہ دوسری جماعت کر لیں، دوسرے امام کی اقتدا میں تاکہ سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا کا فیض پائیں اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ جماعت ایسی اہم چیز ہے جو ایسے نازک موقع پر بھی چھوڑی نہ گئی افسوس ان لوگوں پر جو بلاعذر نماز باجماعت چھوڑ دیں دوسرے یہ کہ نفل والے کے پیچھے فرض نماز جائز نہیں ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کو دو بار نماز پڑھا دیتے اول جماعت کو فرض کی نیت سے اور دوسری کو نفل کی نیت سے تیسرے یہ کہ جماعت واجب ہے محض سنت نہیں ٣ خلاصہ یہ ہے کہ پہلی جماعت نے پہلی رکعت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھی اور پھر دشمن کے مقابل ہوگئے اور دوسرے گروہ نے دوسری رکعت حضور کے ساتھ پڑھی اور دشمن کے مقابل کھڑے ہوگئے۔ اب پہلی جماعت نے اپنی دوسری رکعت بطریق لاحق پوری کرلی پھر دوسری جماعت نے بطریق مسبوق رکعت اول پوری کی یہی امام ابوحنیفہ کا قول ہے ان کا ماخذ یہ حدیث ہے ٤ اسی ترتیب سے جو ابھی فقیر نے عرض کیا کہ پہلے جماعت اول نے رکعت اپنی قضا کی پھر جماعت دوم نے جیسا کہ امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں یہ طریقہ قرآن کریم کی اس

عَلٰی اَقْدَامِهِمْ اَوْ رُکْبَانًا مُسْتَقْبِلِی الْقِبْلَةِ اَوْ غَیْرَ مُسْتَقْبِلِیْهَا قَالَ نَافِعٌ لَا اُرٰی ابْنَ عُمَرَ
ذَکَرَ ذٰلِکَ اِلَّا عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ ۔ وَعَنْ یَزِیْدَ بْنِ
رُوْمَانَ عَنْ صَالِحِ بْنِ خَوَّاتٍ عَمَّنْ صَلّٰی مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَوْمَ
ذَاتِ الرِّقَاعِ صَلٰوةَ الْخَوْفِ اَنَّ طَائِفَةً صَفَّتْ مَعَهٗ وَطَائِفَةٌ وِجَاهَ الْعَدُوِّ فَصَلّٰی بِالَّتِیْ
مَعَهٗ رَکْعَةً ثُمَّ ثَبَتَ قَائِمًا وَاَتَمُّوْا لِاَنْفُسِهِمْ ثُمَّ انْصَرَفُوْا فَصَفُّوْا وِجَاهَ الْعَدُوِّ وَجَاءَتِ
الطَّائِفَةُ الْاُخْرٰی فَصَلّٰی بِهِمُ الرَّکْعَةَ الَّتِیْ بَقِیَتْ مِنْ صَلٰوتِهٖ ثُمَّ ثَبَتَ جَالِسًا وَاَتَمُّوْا

پڑھو یعنی قبلے کو منہ ہو یا نہ ہو نافع کہتے ہیں میں یہی سمجھتا ہوں کہ حضرت ابن عمر نے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی روایت کی (بخاری) روایت ہے حضرت یزید ابن رومان سے وہ صالح ابن خوات سے راوی وہ ان سے راوی جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ذات الرقاع کے دن نماز خوف پڑھی کہ ایک ٹولا آپ کے ساتھ صف آرا ہوا اور دوسرا ٹولہ دشمن کے مقابل رہا آپ نے اپنے ساتھ والے ٹولے کو ایک رکعت پڑھائی پھر یوں ہی کھڑے رہے انہوں نے اپنی نماز پوری کرلی پھر چلے گئے اور دشمن کے مقابل صف بستہ ہوگئے پھر دوسرا ٹولہ آیا آپ نے انہیں رکعت پڑھائی جو آپ کی نماز سے باقی تھی پھر آپ یوں ہی بیٹھے رہے ان صاحبوں نے اپنی نماز پوری کرلی

آیت کے بہت موافق ہے جو صلوۃ خوف کے بارے میں آئی ہے یعنی سخت خوف کے موقعہ پر جب اس طرح نماز پڑھنا بھی ممکن نہ ہو تو نمازی نماز قضا نہ کریں بھاگتے دوڑتے پیدل یا سوار جیسے ہو سکے پڑھ لیں مگر پڑھیں وقت میں۔ خیال رہے کہ غزوہ خندق میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پانچ نمازیں قضا فرمادینا اس خوف کی بنا پر نہ تھا کیونکہ وہاں اس وقت دشمن موجود نہ تھا وقت تنگ تھا کھدائی زیادہ تھی۔ سارا وقت کھدائی میں صرف ہوا، لہذا واقعہ خندق نہ منسوخ ہے نہ اس کے مخالف کیونکہ جنگ میں غازیوں کو صرف اپنی جانوں کا خطرہ ہوتا ہے اور جنگ خندق میں سارا مدینہ خطرے میں تھا۔ کیونکہ صحابی کا وہ قول جو عقل سے وراء ہو حدیث مرفوع کے حکم میں ہوتا ہے۔ اس کی تائید قرآن کریم کی آیت سے بھی ہو رہی ہے رب تعالٰی فرماتا ہے فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُکْبَانًا۔ یہ دونوں بزرگ تابعی ہیں ثقہ ہیں، خوات صحابی ہیں جنگ احد وغیرہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔ غزوہ ذات الرقاع ۴ھ میں واقع ہوا چونکہ اس غزوہ میں صحابہ پیدل اور ننگے پاؤں تھے۔ سفر کرتے کرتے ان کے ناخن جھڑ گئے اور پاؤں پھٹ گئے انہوں نے پھٹے ہوئے پاؤں پر چیتھڑے لپیٹے چیتھڑے کو رقعہ کہتے ہیں اس لیے اس کا نام ذات الرقاع یعنی چیتھڑوں والا اور پیوندوں والا غزوہ، نیز اس کے رستہ میں ایک ایسا پہاڑ اور جنگل پڑا تھا جس میں رنگ برنگے پتھر اور رنگ برنگی زمینیں تھیں اس لیے بھی ذات الرقاع کہا گیا۔ یعنی پہلی جماعت اپنی دو رکعتیں پوری کرکے ایک رکعت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ادا اور ایک رکعت تنہا پھر دشمن کے مقابل گئی جب کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اتنی دیر تک خاموش منتظر کھڑے رہے۔ یہ حدیث پہلی روایت کے مقابل مرجوح ہے کہ آیت قرآنیہ سے بعید ہے نیز امام کا مقتدیوں کے انتظار میں کھڑا رہنا خلاف اصول ہے اسی لیے امام اعظم نے

لِاَنْفُسِہِمْ ثُمَّ سَلَّمَ بِہِمْ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ وَاَخْرَجَہُ الْبُخَارِیُّ بِطَرِیْقٍ اٰخَرَ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ صَالِحِ بْنِ خَوَّاتٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ اَبِیْ حَثْمَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ اَقْبَلْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَتّٰی اِذَا کُنَّا بِذَاتِ الرِّقَاعِ قَالَ کُنَّا اِذَا اَتَیْنَا عَلٰی شَجَرَۃٍ ظَلِیْلَۃٍ تَرَکْنَاھَا لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ فَجَآءَ رَجُلٌ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ وَسَیْفُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مُعَلَّقٌ بِشَجَرَۃٍ فَاَخَذَ سَیْفَ نَبِیِّ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاخْتَرَطَہٗ فَقَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَتَخَافُنِیْ قَالَ لَا قَالَ فَمَنْ یَّمْنَعُکَ مِنِّیْ قَالَ اللّٰہُ یَمْنَعُنِیْ مِنْکَ قَالَ فَتَہَدَّدَہٗ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَغَمَدَ السَّیْفَ وَعَلَّقَہٗ قَالَ فَنُوْدِیَ بِالصَّلٰوۃِ فَصَلّٰی

پھر حضور نے ان سب کے ساتھ سلام پھیرا (مسلم، بخاری) بخاری نے دوسری اسناد سے قاسم سے انہوں نے صالح ابن خوات سے انہوں نے سہل ابن ابی حثمہ سے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔ روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے حتی کہ جب ذات الرقاع میں پہنچے فرماتے ہیں کہ جب ہم کبھی کسی سایہ دار درخت پر پہنچتے تھے تو وہ درخت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے چھوڑ دیتے تھے [2] فرماتے ہیں کہ کفار کا ایک شخص آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار درخت سے لٹکی ہوئی تھی تو اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار سونت لی [3] اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگا کیا آپ مجھ سے ڈرتے ہیں فرمایا نہیں وہ بولا مجھ سے آپ کو کون بچائے گا فرمایا مجھے تجھ سے اللہ بچائے گا [4] فرماتے ہیں کہ اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے دھمکایا تو اس نے تلوار میان میں کر کے لٹکا دی [5] فرماتے ہیں کہ پھر نماز کی اذان ہوئی تو آپ نے ایک

پہلی روایت کو لیا۔

[1] اس طرح کہ سلام میں صرف یہ دوسرا گروہ شریک ہوا تاکہ پہلے گروہ کو تحریمہ کی فضیلت مل جائے اور اس کو سلام کی۔ نماز خوف کا یہ واقعہ امام شافعی و مالک نے اختیار کیا اور امام اعظم نے پہلا طریقہ، اس کی وجہ ترجیح ہم پہلے عرض کر چکے [2] تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے سایہ میں آرام کریں، باقی لوگ اور درختوں کے نیچے دوپہر گزارتے تھے کیونکہ ان کے ساتھ خیمے اور چھولداریاں نہ تھیں جب پیٹ کے لیے جوتے نہ تھے تو خیمے وغیرہ کہاں سے آتے۔ یہاں بھی حسب دستور ایک درخت کے نیچے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آرام کیا صحابہ نے اور درخت کے نیچے [3] کیونکہ اس وقت سرکار یا سو رہے تھے یا اس طرف سے بے توجہ تھے [4] یہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا توکل رب تو پر کھیل نہ جنا رب تعالیٰ نے آپ سے وعدہ کر لیا تھا وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ۔ اس واقعہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شجاعت کہ ایسی تکلیفوں پر صبر جاہلوں پر علم سب کچھ معلوم ہو جاتا ہے [5] علامہ واقدی نے اس جگہ لکھا کہ اسے قدرتی طور پر ایسی بیماری ہو گئی جس سے تلوار اس کے ہاتھ سے گر گئی اور وہ خود بھی گر گیا بعض روایات میں ہے کہ وہ مسلمان ہو گیا، اور اس سے بہت خلقت نے ہدایت پائی۔ مگر ابو عوانہ وغیرہ

بِطَائِفَةٍ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ تَأَخَّرُوْا وَصَلّٰى بِالطَّائِفَةِ الْاُخْرٰى رَكْعَتَيْنِ قَالَ فَكَانَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْبَعُ رَكَعَاتٍ وَّلِلْقَوْمِ رَكْعَتَانِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْهُ قَالَ صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةَ الْخَوْفِ فَصَفَفْنَا خَلْفَهٗ صَفَّيْنِ وَالْعَدُوُّ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ فَكَبَّرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَبَّرْنَا جَمِيْعًا ثُمَّ رَكَعَ وَرَكَعْنَا جَمِيْعًا ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهٗ مِنَ الرُّكُوْعِ وَرَفَعْنَا جَمِيْعًا ثُمَّ انْحَدَرَ بِالسُّجُوْدِ وَالصَّفُّ الَّذِيْ

ٹولے کو دو رکعتیں پڑھا دیں وہ پیچھے ہٹ گئے اور دوسرے ٹولے کو دو رکعتیں پڑھا دیں تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چار رکعتیں ہوئی اور قوم کی دو دو رکعتیں [1] (مسلم، بخاری) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں ہم کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز خوف پڑھائی ہم نے حضور کے پیچھے دو صفیں بنائیں دشمن ہمارے اور قبلہ کے درمیان تھا [2] تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر کہی ہم سب نے تکبیر کہی پھر حضور نے رکوع کیا اور ہم سب نے رکوع کیا پھر حضور نے رکوع سے سر اٹھایا اور ہم سب نے اٹھایا پھر آپ اور وہ صف جو آپ سے متصل تھی سجدے میں گئے

ہیں وہ اسلام تو نہ لایا لیکن آئندہ کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابل نہ ہوا آپ کے اخلاق کریمانہ دیکھ کر کیونکہ وہ تو قتل کا مستحق ہو چکا تھا مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے معاف کر دیا ہو سکتا ہے کہ اسے صحابہ نے دھکا دیا ہو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیبت بھی اس پر طاری ہو گئی ہو جس سے پہلے وہ گر گیا، بعد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تسلی دینے پر اٹھ کر تلوار اس نے خود ہی تھامی ہو (از مرقات)۔

[1] یہ حدیث مشکلات میں سے ہے کیونکہ اس سے پہلے ذات الرقاع میں دو رکعتیں پڑھنے کا ذکر ہو چکا ہے اور یہاں چار کا اس لیے علماء فرماتے ہیں کہ پچھلی حدیث میں نماز فجر کا ذکر تھا اور یہاں نماز ظہر کا ذکر ہے کیونکہ ابھی یہاں دو صف میں امام کرنے کا ذکر ہو چکا ہے نیز یہ حدیث امام شافعی کے بھی مخالف ہے کیونکہ ان کے نزدیک اگر امام چار رکعتیں پڑھے گا تو مقتدیوں کو چار رکعتیں ہی لازماً پڑھنی پڑیں گی اور یہاں ذکر ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چار رکعتیں پڑھیں اور قوم نے دو دو اس کی توجیہ صرف یہی ہو سکتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں چند دن ٹھہر کر کفار کے محاصرے کی نیت فرمائی ہو اور اس بنا پر تمام صحابہ نے اور آپ نے چار رکعتیں ہی پڑھیں مگر صحابہ کی ہر جماعت نے دو رکعتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پڑھیں اور دو علیحدہ یہاں دو رکعتیں پڑھنے سے یہی مراد ہے اس کے علاوہ اور کوئی توجیہ اشکال سے خالی نہ ہوگی بعض نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی جماعت کے ساتھ فرض ادا کیے اور دوسری جماعت کے ساتھ نفل مگر یہ خطا ہے ورنہ پھر درمیان میں سلام پھیرنا چاہیے تھا نیز پھر صحابی یہ فرماتے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چار رکعتیں ہوئیں کیونکہ اب تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دو نمازیں ہوئیں نہ کہ ایک نماز کی چار رکعتیں، بعض نے فرمایا کہ اس وقت قصر کے احکام آئے نہ تھے اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو چار پڑھائیں، دو اپنی اقتداء میں اور دو علیحدہ مگر یہ بھی درست نہیں کیونکہ ذات الرقاع کا غزوہ ۴ھ میں ہے، بعض نے کہا ۷ھ میں ہے کیونکہ اس غزوہ میں ابو موسیٰ اشعری بھی شریک تھے اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں

يَلِيهِ وَقَامَ الصَّفُّ الْمُؤَخَّرُ فِي نَحْرِ الْعَدُوِّ فَلَمَّا قَضَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السُّجُودَ وَقَامَ الصَّفُّ الَّذِي يَلِيهِ انْحَدَرَ الصَّفُّ الْمُؤَخَّرُ بِالسُّجُودِ ثُمَّ قَامُوا ثُمَّ تَقَدَّمَ الصَّفُّ الْمُؤَخَّرُ وَتَأَخَّرَ الْمُقَدَّمُ ثُمَّ رَكَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَكَعْنَا جَمِيعًا ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ وَرَفَعْنَا جَمِيعًا ثُمَّ انْحَدَرَ بِالسُّجُودِ وَالصَّفُّ الَّذِي يَلِيهِ الَّذِي كَانَ مُؤَخَّرًا فِي الرَّكْعَةِ الْأُولَى وَقَامَ الصَّفُّ الْمُؤَخَّرُ فِي نَحْرِ الْعَدُوِّ فَلَمَّا قَضَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السُّجُودَ وَالصَّفُّ الَّذِي يَلِيهِ انْحَدَرَ الصَّفُّ الْمُؤَخَّرُ بِالسُّجُودِ فَسَجَدُوا ثُمَّ سَلَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَلَّمْنَا جَمِيعًا رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔ اَلْفَصْلُ الثَّانِي ۔ عَنْ

اور پچھلی صف دشمن کے مقابل کھڑی رہی [1] تو جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ پورا کر لیا اور آپ سے متصل صف بھی کھڑی ہو گئی تو پچھلی صف سجدہ میں گر گئی پھر یہ لوگ کھڑے ہوئے پھر پچھلی صف آگے ہو گئی اور اگلی صف پیچھے چلی گئی پھر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اور ہم سب نے رکوع کیا پھر حضور نے اور ہم سب نے رکوع سے سر اٹھایا پھر حضور اور وہ صف جو آپ سے متصل تھی اور جو رکعت اولیٰ میں پچھلی صف تھی سجدہ میں گئے اور پچھلی دشمن کے مقابل کھڑی رہی [2] پھر جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اور آپ سے متصل صف نے سجدہ پورا کر لیا تو پچھلی صف سجدہ میں چلی گئی اور انہوں نے سجدہ کر لیا پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اور ہم سب نے اکٹھے سلام پھیرا [3] (مسلم) دوسری فصل روایت ہے

فتح خیبر کے بعد آئے ہیں اور فتح خیبر ۷ھ میں ہے بعض مورخین نے فرمایا کہ غزوۂ ذات الرقاع دو بار ہوا ہے ایک بار ۴ھ میں اور ایک بار ۷ھ میں پہلی بھی نماز خوف ۴ھ سے پہلے آ چکی تھی۔ واللہ اعلم۔ فقیر نے پہلے عرض کیا وہ ہی زیادہ قوی ہے [2] سارے صحابہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کھڑے ہو گئے، یعنی کی لمبی لمبی دو صفیں ہو گئیں تکبیر تحریمہ قیام، رکوع اور قومہ سب نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا مگر سجدے میں فرق ہو گیا

[3] یعنی اس صف نے سجدہ نہ کیا تاکہ دشمن فرصت نہ پڑ سکے بلکہ اپنی دشمن کے مقابل کھڑی رہی۔ خیال رہے کہ اس صورت میں سارے صحابہ ہتھیار بند نماز پڑھ رہے تھے چونکہ دشمن جانب قبلہ میں تھا اس لیے ایک جماعت کو کہیں جانے کی ضرورت نہ پڑی اکٹھے دراصل صرف دشمن کی نگرانی کر رہا تھا مگر اس وقت حملہ ہوتا تو یہ سجدے والوں کو خبر کر دیتا اور سب ایک دم مقابلہ کرتے، یہ ہو سکتا کہ سجدے والوں کے ارد گرد کر ان کا مقابلہ کرتے [4] بعض شارحین نے کہا کہ ان صفوں کا آگے پیچھے ہٹنا دو دو قدموں سے تھا نہ کہ زمین سے، ورنہ نماز جاتی رہتی مگر یہ غلط ہے کیونکہ نماز خوف میں چلنے پھرنے کی اجازت دی گئی ہے۔ یہ تو بڑی خطرناک حالت ہوتی ہے اگر نماز میں وضو ٹوٹ جائے تو نمازی وضو کے لیے چل بھی سکتا ہے کعبے سے پھر سکتا ہے [5] اس صورت میں تمام مقتدیوں کو دونوں رکعتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل گئیں اور سب تکبیر تحریمہ اور سلام میں امام کے ساتھ شریک رہے، یہ واقعہ مقام عسفان کا ہے اور نماز خوف کا یہ بھی ایک طریقہ ہے جبکہ دشمن جانب قبلہ ہو، مگر ترجیح پہلے طریقہ کو ہو گی کیونکہ وہ

جابر اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یُصَلِّیْ بِالنَّاسِ صَلٰوۃَ الظُّهْرِ فِی الْخَوْفِ بِبَطْنِ
نَخْلٍ فَصَلّٰی بِطَائِفَةٍ رَکْعَتَیْنِ ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ جَآءَ طَائِفَةٌ اُخْرٰی فَصَلّٰی بِهِمْ رَکْعَتَیْنِ ثُمَّ
سَلَّمَ رَوَاہُ فِیْ شَرْحِ السُّنَّةِ ۔ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ ۔ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی
اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَزَلَ بَیْنَ ضَجْنَانَ وَعُسْفَانَ فَقَالَ الْمُشْرِکُوْنَ لِهٰؤُلَآءِ صَلٰوۃٌ
هِیَ اَحَبُّ اِلَیْهِمْ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَبْنَآئِهِمْ وَهِیَ الْعَصْرُ فَاَجْمِعُوْا اَمْرَکُمْ فَتَمِیْلُوْا عَلَیْهِمْ مَیْلَةً
وَّاحِدَةً وَاَنَّ جِبْرَائِیْلَ اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَمَرَہٗ اَنْ یُّقْسِمَ اَصْحَابَہٗ

حضرت جابر سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو بطن نخل میں نماز خوف پڑھاتے تھے ؎ تو آپ نے ایک ٹولہ کو دو رکعتیں پڑھائیں پھر سلام پھیر دیا۔ پھر دوسرا ٹولہ آیا تو انہیں دو رکعتیں پڑھائیں پھر سلام پھیرا ؎ (شرح سنہ) تیسری فصل روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضجنان و عسفان کے درمیان اترے ؎ تو مشرکین بولے کہ ان کی ایک نماز ہے جو انہیں اپنے باپ بیٹوں سے زیادہ پیاری ہے یعنی عصر تو اپنی طاقت جمع کر لو اور ان پر ایک دم ٹوٹ پڑو ؎ ادھر حضرت جبریل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اپنے صحابہ کو دو گروہوں میں

آیت قرآنی کے زیادہ موافق ہے۔ ؎ یہ کَانَ یُصَلِّیْ ماضی بعید کے معنی میں ہے کیونکہ ایک ہی ظہر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی پڑھائی۔ بطن نخل مکہ معظمہ اور طائف کے درمیان ہے فقیر نے وہاں کی زیارت کی ہے، بعض نے کہا کہ بطن نخل نجد کے غطفان کا ایک حصہ ہے، بعض مؤرخین کہتے ہیں کہ بطن نخل مدینہ منورہ کا ایک باغ ہے مگر صحیح یہ ہے کہ ان تینوں مقام کا نام بطن نخل ہے لیکن یہ واقعہ طائف کے راستہ کا ہے ؎ امام شافعی اس حدیث کے متعلق فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی بار فرض کی نیت کی اور دوسری بار نفل کی، چونکہ ان کے ہاں نفل والے کے پیچھے فرض نماز ہو سکتی ہے، اس لیے ان صحابہ کے فرض ادا ہو گئے، احناف کہتے ہیں کہ شروع اسلام میں ایک فرض نماز دو بار پڑھ لی جاتی تھی، یہ واقعہ اس وقت کا ہے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں دفعہ فرض ہی پڑھائے، امام طحاوی نے اسی جواب کو اختیار کیا، یا یہ واقعہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے ہے ہر صحابی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پوری نماز پڑھنا چاہتے تھے تب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ عمل فرمایا (از مرقات)

؎ ضجنان مکہ معظمہ کے پاس ایک پہاڑ ہے جس میدان میں یہ پہاڑ واقع ہے اس کو بھی ضجنان کہتے ہیں اور عسفان مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک مشہور مقام ہے جو کہ مکہ معظمہ سے دو منزل فاصلہ پر ہے، پہلے حجاج اسی راستہ سے مدینہ منورہ جاتے تھے۔

؎ یہ ان کا آپس کا مشورہ تھا یعنی یہ مسلمان مرنا قبول کرتے ہیں مگر اس نماز کو نہیں چھوڑ سکتے، یہ راز یا تو منافقین نے انہیں بتایا ہوگا جو مسلمانوں کی خبریں خفیہ طور پر مشرکوں کو پہنچاتے رہتے تھے یا کسی اور ذریعہ انہیں پتہ لگ گیا ہوگا، اسی کو قرآن حکیم اس طرح بیان فرماتا ہے وَدَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَوْ تَغْفُلُوْنَ عَنْ اَسْلِحَتِکُمْ وَاَمْتِعَتِکُمْ فَیَمِیْلُوْنَ عَلَیْکُمْ مَّیْلَةً وَّاحِدَةً ؎

شَطْرَيْنِ فَيُصَلِّي بِهِمْ وَتَقُوْمُ طَائِفَةٌ أُخْرٰى وَرَاءَهُمْ وَالْيَاخُذُوْا حِذْرَهُمْ وَأَسْلِحَتَهُمْ فَتَكُوْنُ لَهُمْ رَكْعَةٌ وَلِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَانِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ

بَابُ صَلٰوةِ الْعِيْدَيْنِ

اَلْفَصْلُ الْأَوَّلُ ۔ عَنْ أَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ يَوْمَ الْفِطْرِ وَالْأَضْحٰى إِلَى الْمُصَلّٰى فَأَوَّلُ شَيْءٍ يَبْدَأُ بِهِ الصَّلٰوةُ ثُمَّ يَنْصَرِفُ فَيَقُوْمُ مُقَابِلَ النَّاسِ وَالنَّاسُ جُلُوْسٌ عَلٰى صُفُوْفِهِمْ

بانٹ دیں انہیں اس طرح نماز پڑھائیں کہ دوسری ٹولی ان کے پیچھے رہے جو اپنا بچاؤ اور ہتھیار لیے رہیں ۱ تو ان سب کی ایک ایک رکعت ہوگی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دو رکعتیں ۲ (ترمذی، نسائی)

عیدین کی نماز کا باب ۳

پہلی فصل ۔ روایت ہے حضرت ابو سعید خدری سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر کے دن عید گاہ تشریف لے جاتے تھے تو پہلی چیز جس سے شروع فرماتے نماز ہوتی پھر لوگ فارغ ہوتے تو لوگوں کے سامنے کھڑے ہوتے اور لوگ اپنی صفوں میں بیٹھے رہتے ۴

۱ یعنی یہ دونوں جماعتیں الگ الگ تکبیر تحریمہ کہیں پہلی جماعت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کے اور دوسری جماعت دوسری رکعت میں۔ بعض شارحین نے سمجھا کہ سب ایک ساتھ تحریمہ کہیں مگر یہ قرآن کریم کی آیت کے خلاف ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے وَلْتَأْتِ طَائِفَةٌ أُخْرٰى لَمْ يُصَلُّوْا فَلْيُصَلُّوْا مَعَكَ خیال رہے کہ ان کے پیچھے رہنے سے مراد دشمن کے مقابلے میں کھڑا ہونا ہے لہذا حدیث واضح ہے ۲ یہ حدیث وہی ہے جو شروع باب میں آچکی، یہی ظاہر قرآن کے بہت موافق ہے اسی طریقہ کو امام اعظم ابو حنیفہ نے اختیار فرمایا الحمد للہ کہ باب کی شروع اور آخری حدیث مذہب احناف کی دلیل ہے ۳ عید عود سے بنا بمعنی لوٹنا چونکہ یہ خوشی کا دن ہے اس لیے نیک فال کے لیے اسے عید کہا گیا یعنی بار بار لوٹنے والی، اب ہر خوشی کے اجتماع کو عید کہتے ہیں جیسے عید میلاد، عید معراج، ایک شاعر کہتا ہے شعر عِيْدٌ وَعِيْدٌ وَعِيْدٌ صِرْنَ مُجْتَمِعًا ۔ وَجْهُ الْحَبِيْبِ وَيَوْمُ الْعِيْدِ وَالْجُمُعَةِ ۔ قرآن شریف میں ہے تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا لِّأَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا نماز عید واجب ہے عید الفطر علامت رمضان کی توفیق ملنے کے شکریے کی ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے وَلِتُكَبِّرُوا اللهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ اور بقر عید حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما الصلوۃ والسلام کی کامیابی کے شکریہ میں، ابن حبان وغیرہ میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ۲ھ میں جبکہ شعبان میں روزہ رمضان فرض ہوئے، پہلے نماز عید پڑھی پھر … اور خطبہ عید نماز کے
بعد عید نماز عید کے شرائط جمعہ کے سے ہیں، ہاں خطبہ جمعہ فرض ہے اور خطبہ عید سنت، خطبہ جمعہ نماز سے پہلے ہے

۴ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عید الفطر کبھی نہ چھوڑی، بقر عید میں چھوٹی، کیونکہ حاجی پر نماز بقر عید نہیں۔ عیدگاہ جو شہر سے باہر جگہ تھی اس سے معلوم ہوا کہ نماز عید جنگل میں افضل ہے، صرف ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی میں نماز عید پڑھی، حالانکہ وہ جگہ تمام مسجدوں سے بہتر ہے سوا مسجد حرام کے۔ مدینہ پاک کی عیدگاہ مشہور ہے

فَيَعِظُهُمْ وَيُوْصِيْهِمْ وَيَأْمُرُهُمْ وَاِنْ كَانَ يُرِيْدُ اَنْ يَّقْطَعَ بَعْثًا قَطَعَهٗ اَوْ يَاْمُرَ بِشَيْءٍ اَمَرَ بِهٖ ثُمَّ يَنْصَرِفُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِيْدَيْنِ غَيْرَ مَرَّةٍ وَّلَا مَرَّتَيْنِ بِغَيْرِ اَذَانٍ وَّلَا اِقَامَةٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ. وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبُوْ بَكْرٍ وَّعُمَرُ يُصَلُّوْنَ الْعِيْدَيْنِ قَبْلَ الْخُطْبَةِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَسُئِلَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَشَهِدْتَّ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِيْدَ قَالَ نَعَمْ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى ثُمَّ خَطَبَ وَلَمْ يَذْكُرْ اَذَانًا وَّلَا اِقَامَةً ثُمَّ اَتَى النِّسَآءَ فَوَعَظَهُنَّ وَذَكَّرَهُنَّ وَاَمَرَهُنَّ بِالصَّدَقَةِ فَرَاَيْتُهُنَّ

انہیں نصیحت اور وصیت فرماتے انہیں احکام دیتے اور لشکر چھانٹنے کا ارادہ ہوتا تو وہاں ہی چھانٹ لیتے یا کچھ حکم کرنا چاہتے تو اس کا حکم کرتے پھر واپس ہوتے ۱؎ (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت جابر ابن سمرہ سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک دو عید سے زیادہ پڑھیں بغیر اذان کے اور بغیر تکبیر کے ۲؎ (مسلم) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور جناب ابوبکر و عمر عیدین کی نماز خطبے سے پہلے پڑھتے تھے ۳؎ (مسلم، بخاری) حضرت ابن عباس سے پوچھا گیا کہ کیا آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عید میں حاضر ہوئے فرمایا ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے تو نماز پڑھی پھر خطبہ دیا اذان اور تکبیر کا آپ نے ذکر نہ فرمایا پھر عورتوں میں تشریف لے گئے تو انہیں وعظ و نصیحت کی اور صدقے کا حکم دیا ۴؎

۱؎ یعنی نماز سے پہلے پڑھتے خطبہ عید میں، کہ خطبہ عید منبر پر نہ تھا کیونکہ اس زمانہ میں نہ تو عیدگاہ میں منبر بنا نہ مسجد نبوی سے وہاں پہنچایا گیا، اسی لیے علماء فرماتے ہیں کہ عیدگاہ کا منبر بدعت حسنہ ہے فتح القدیر میں ہے کہ وہاں منبر بنانا جائز مگر شہر سے لے جانا ممنوع یا مکروہ، وہاں کے منبر کا موجد مروان ابن حکم ہے۔ سبحان اللہ ہماری مسجدیں اور عیدگاہ سیاست و عبادت کا مرکز تھیں یہیں سے غازی بنتے تھے وہیں سے غازی روانہ ہوتے، مطلب یہ ہے کہ عیدگاہ میں ہی سپاہیوں کی بھرتی ہو جاتی اور وہاں سے ہی لشکر اسلام کی روانگی کی تاریخیں مقرر ہو جاتیں، مگر یہ تمام کام خطبے کے بعد ہوتے نہ کہ دوران خطبہ میں ۲؎ چونکہ بعض امراء کے زمانہ میں زیاد نے عیدین میں اذان شروع کر دی تھی اس کی تردید کے لیے صحابہ کرام بار بار یہ فرمایا کرتے تھے تاکہ لوگ اس سے باز رہیں الحمدللہ کہ زیاد کی یہ بدعت چلی نہیں، خیال رہے کہ اگر نماز عید کی اطلاع گھڑیال یا اعلان سے کردی جائے کوئی مضائقہ نہیں مگر اذان و تکبیر سوائے نماز پنجگانہ و جمعہ کسی نماز کے لیے نہیں ۳؎ اگرچہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بھی یونہی عمل کیا مگر چونکہ یہ دو حضرات صحابہ کی نگاہ میں بہت ہی عظمت والے مشائخ میں سمجھے اس لیے خصوصیت سے ان کا ذکر کیا، بعض شارحین نے سمجھا ہے کہ حضرت عثمان نے خطبہ نماز سے پہلے پڑھا، بعض نے کہا کہ خلافت عثمانی میں مروان نے یہ حرکت کی مگر اس کا ثبوت نہیں یہ ہی مشہور ہے کہ مروان جب امیر معاویہ کی طرف سے مدینہ کا حاکم تھا تب اس نے ایسا کیا تھا اور وہ بھی اس لیے کہ بعد نماز لوگ خطبہ سنتے نہ تھے، جانے میں جلدی کرتے تھے، پھر بھی صحابہ نے اس پر سخت اعتراضات کیے آخر کار وہ طریقہ مٹ ہی گیا، اللہ اپنے حبیب کی سنتوں کا حافظ ہے (از مرقاۃ وغیرہ) ۴؎ چونکہ عورتوں کی صفیں مردوں سے پیچھے ہوتی

يُهْوِيْنَ إِلَى آذَانِهِنَّ وَحُلُوقِهِنَّ يَدْفَعْنَ إِلَى بِلَالٍ ثُمَّ ارْتَفَعَ هُوَ وَبِلَالٌ إِلَى بَيْتِهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى يَوْمَ الْفِطْرِ رَكْعَتَيْنِ لَمْ يُصَلِّ قَبْلَهُمَا وَلَا بَعْدَهُمَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ أُمِرْنَا أَنْ نُخْرِجَ الْحُيَّضَ يَوْمَ الْعِيدَيْنِ وَذَوَاتِ الْخُدُورِ فَيَشْهَدْنَ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِينَ وَدَعْوَتَهُمْ وَ

میں نے عورتوں کو دیکھا کہ اپنے کانوں اور گلے کی طرف ہاتھ بڑھاتی ہیں اور بلال کی طرف زیور پھینک دیتی ہیں پھر آپ اور بلال اپنے گھر واپس ہوئے ۱؎ (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فطر کے دن دو رکعتیں پڑھیں نہ ان سے پہلے کوئی نماز پڑھی نہ ان کے بعد ۲؎ (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ام عطیہ سے ۳؎ فرماتی ہیں کہ ہم کو حکم دیا گیا تھا کہ ہم عیدوں میں حائضہ اور پردے والی عورتوں کو (عیدگاہ) لے جائیں ۴؎ تاکہ وہ مسلمانوں کی جماعت اور دعاؤں میں حاضر ہوں ۵؎

تھی اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبہ کی آواز وہاں تک نہ پہنچتی تھی اس لیے یہاں سے فارغ ہو کر ان میں جا کر علیحدہ وعظ فرماتے تھے انہیں خصوصیت سے صدقہ خیرات کا حکم دیتے تھے جس کی وجہ اگلی احادیث میں آرہی ہے۔ خیال رہے کہ یہاں صدقہ سے مراد فطرہ نہیں ہے کیونکہ وہ تو نماز عید سے پہلے ادا کیا جاتا ہے نیز ان بیبیوں نے یہ حکم سن کر اپنے زیور پیش کئے ہیں اگر فطرہ یا زکوٰۃ ہوتی تو حساب سے دی جاتی۔ غالب یہ ہے کہ یہ صدقہ اسلامی فوجوں کے لیے تھا۔

۱؎ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم صدقہ کا حکم دیتے اور حضرت بلال وصول کرتے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت بغیر خاوند کی اجازت خیرات کر سکتی ہے اپنے مال سے تو ہر حال اور خاوند کے مال سے جب جبکہ اسے عرفی اجازت ہو۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ مسجد و عیدگاہ میں چندہ کرنا جائز ہے اور اپنے لیے سوال کرنا حرام۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پردہ کرنا عورتوں پر فرض نہ تھا۔ کیونکہ آپ ان کے لیے مثل والد کے تھے حضرت بلال غالبًا اپنا منہ ڈھکے ہوتے ہوں گے۔ خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ وعظ خطبہ نہ تھا۔ وہ تو ہو چکا تھا بلکہ نصیحت کے طور پر تھا۔ ان بزرگوں کی ذیل عید ہوتی ہوگی ایک عید دوسرے جناب مصطفےٰ کی دید صلی اللہ علیہ وسلم ۲؎ اس حدیث کی بنا پر احناف فرماتے ہیں کہ نماز عید سے پہلے نفل مکروہ ہیں حتی کہ اس دن اشراق والے اشراق بھی نہ پڑھیں ہاں اگر کسی کی فجر قضا ہو گئی ہو تو وہ گھر میں قضا پڑھے نہ کہ عیدگاہ میں تنہا نفل پڑھتے ہیں کہ قضا نماز مسجد میں پڑھنا منع ہے تاکہ لوگوں پر اپنا عیب ظاہر نہ ہو ۳؎ آپ کا نام نسیبہ بنت کعب یا بنت حارث ہے کنیت ام عطیہ انصاریہ ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بہت غزوات میں رہیں زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں ۴؎ یعنی تمام عورتوں کو عیدگاہ لاؤ جو نماز کے قابل ہیں وہ نماز عید پڑھ لیں اور جو نماز کے قابل نہ ہوں وہ دعا میں شریک ہوں علماء فرماتے ہیں کہ اب عورتوں کو مسجدوں عیدگاہوں وغیرہ سے روک دیا گیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کے موجودہ حالات ملاحظہ فرماتے تو آپ بھی منع فرما دیتے جب اس وقت یہ حال تھا تو اس زمانہ کا کیا پوچھنا۔ مگر خیال رہے کہ اب دنیا دار زمانہ کو دیکھتے ہوئے عورتوں کو بے پردہ ان مجالس میں آنے کی اجازت دو۔ کیونکہ جب تم انہیں کلب، بازاروں، سینماؤں سے نہیں روک سکتے تو یہاں سے روک دینا ان کے لیے

تَعْتَزِلُ الْحُيَّضُ عَنْ مُصَلَّاهُنَّ قَالَتِ امْرَأَةٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِحْدَانَا لَيْسَ لَهَا جِلْبَابٌ
قَالَ لِتُلْبِسْهَا صَاحِبَتُهَا مِنْ جِلْبَابِهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ
دَخَلَ عَلَيْهَا وَعِنْدَهَا جَارِيَتَانِ فِي أَيَّامِ مِنًى تُدَفِّفَانِ وَتَضْرِبَانِ وَفِي رِوَايَةٍ تُغَنِّيَانِ بِمَا
تَقَاوَلَتِ الْأَنْصَارُ يَوْمَ بُعَاثٍ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَغَشٍّ بِثَوْبِهِ فَانْتَهَرَهُمَا
أَبُوْ بَكْرٍ فَكَشَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ وَجْهِهِ فَقَالَ دَعْهُمَا يَا أَبَا بَكْرٍ فَإِنَّهَا

حیض والیاں عیدگاہ سے الگ رہیں[1] ایک عورت نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم میں سے بعض کے پاس چادر نہیں ہے فرمایا اس کی سہیلی اسے اپنی چادروں میں سے اوڑھا دے[2] (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ حضرت ابوبکر ان کے پاس منیٰ کے زمانہ میں آئے جبکہ ان کے پاس دو بچیاں[3] دف بجا رہی تھیں اور ایک روایت میں ہے کہ وہ گیت گا رہی تھیں جو انصار نے جنگ بعاث کے بارے میں بنائے تھے[4] اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کپڑا اوڑھے لیٹے تھے حضرت صدیق نے ان بچیوں کو جھڑکا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا چہرہ انور کھولا فرمایا اے ابوبکر انہیں چھوڑ دو کیونکہ یہ دن

تباہی کے اسباب جمع کردینا ہیں، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عیدگاہ اور اچھی مجلسوں میں سمجھدار بچوں کو بھی لے جانا چاہیئے، (از مرقاۃ) [2] یعنی اگر نماز نہ پڑھیں گی تو مسلمانوں کی دعاؤں سے تو فائدہ اٹھائیں گی، اپنے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وعظ سے شرعی احکام معلوم کریں گی، عید کی رونق بڑھائیں گی، کیونکہ اس وقت مسلمانوں کی تعداد بہت تھوڑی تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ ذکر کی مجلسوں، صالحین کی صحبتوں میں حاضری دینا اور ان سے برکت حاصل کرنا سنت سے ثابت ہے۔

[1] یعنی نمازی عورتوں کی صفوں سے کچھ ہٹ کر بیٹھیں کیونکہ اس زمانہ میں باقاعدہ عیدگاہ نہ بنی تھی اور اب بھی عیدگاہوں پر مسجدوں کے سارے احکام جاری نہیں وہ جنگل کے حکم میں ہے جیسا کہ کتب فقہیہ میں مذکور ہے [2] یعنی اگر اس کے پاس دو چادریں ہوں تو ایک چادر تھوڑی دیر کے لیے عاریتًا اس غریب سہیلی کو دے دے اور اگر ایک بڑی چادر ہو تو کچھ حصے سے اسے ڈھانپ لے، بہر حال اسے عیدگاہ پہنچانے کی کوشش کرے [3] وہ دونوں بچیاں انصار کی تھیں ایک حضرت حسان ابن ثابت کی بیٹی تھی اور دوسری کسی اور کی، دونوں نہ تو بالغہ تھیں اور نہ قریب بلوغ (مرقات) بلکہ بہت چھوٹی بچیاں تھیں، حضرت شیخ نے فرمایا کہ تَضْرِبَانِ کے معنی ناچ رہی تھیں جیسے کب سے مشتق ہے، جیسے اب بھی بچیاں خوشی سے گایا ناچا کرتی ہیں، بعض نے کہا تالیاں بجا رہی تھیں [4] یعنی گندے یا عشقیہ گیت نہ تھے بلکہ شجاعت اور بہادری کے گیت تھے بُعاث مدینہ منورہ کے قریب بنی قریظہ کے علاقہ میں ایک جگہ تھی، جہاں انصار کے دو قبیلوں اوس اور خزرج میں بڑی خونریز جنگ ہوئی تھی جس کی عداوت ایک سو بیس سال تک رہی تھی، پھر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں قبیلوں کو شیر و شکر کردیا، اسی کا ذکر اس آیت کریمہ میں ہے اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ یہ گیت قبائلی بہادری کو یاد کرنے کے لیے گائے جاتے تھے، خیال رہے کہ گانے والی بچیاں تھیں، گیت بھی فحش نہ تھے آج کل کے فحش گانے قطعًا حرام ہیں خصوصًا جوان لڑکیوں کے لیے۔

أَيَّامُ عِيدٍ وَفِي رِوَايَةٍ يَا أَبَا بَكْرٍ إِنَّ لِكُلِّ قَوْمٍ عِيدًا وَهٰذَا عِيدُنَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ❊ وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَغْدُو يَوْمَ الْفِطْرِ حَتّٰى يَأْكُلَ تَمَرَاتٍ وَيَأْكُلُهُنَّ وِتْرًا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ❊ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ يَوْمُ عِيدٍ خَالَفَ الطَّرِيقَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ❊ وَعَنِ الْبَرَاءِ قَالَ خَطَبَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ النَّحْرِ فَقَالَ إِنَّ أَوَّلَ مَا نَبْدَأُ بِهِ فِي يَوْمِنَا هٰذَا أَنْ نُصَلِّيَ

عید کے دن ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ اے ابوبکر ہر قوم کی عید ہوتی ہے یہ ہماری عید ہے ٢ (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر کے دن عیدگاہ نہ جاتے تھے حتی کہ کچھ چھوہارے کھا لیتے طاق کھاتے تھے ٣ (بخاری) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ جب عید کا دن ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم عیدگاہ کے رستے میں اختلاف کرتے تھے ٤ (بخاری) روایت ہے حضرت براء سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بقر عید کے دن ہمیں خطبہ سنایا تو فرمایا کہ آج اس دن میں جس چیز سے ہم شروع کریں گے وہ یہ ہے کہ ہم نماز

١ حضرت ابوبکر صدیق یہ سمجھے کہ یہ گیت بھی ناجائز ہیں، عائشہ صدیقہ کو مسئلہ نہیں معلوم اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سوتے ہیں اس لیے انہیں جھڑکا، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ یہ گیت ہماری اجازت سے گائے جا رہے ہیں ناجائز نہیں، اس میں خوشی کا اظہار ہے، اس سے معلوم ہوا کہ عید، شادی، عقیقہ، ختنہ وغیرہ خوشی کے موقعوں پر بچیوں کے ایسے گیت گانا جائز ہیں، مگر آج کل کے عشقیہ گیت، گندے گندے ناجائز ہیں ٢ یعنی ہر قوم اپنی عیدوں میں اظہار خوشی کرتی ہے، تو ہم کیوں نہ کریں، علماء فرماتے ہیں کہ کفار کی عیدوں کا احترام کرنا اس دن پر جیسے بڑے دن خوشی کرنا کفر ہے، اپنی عیدوں پر جائز خوشیاں منانا سنت، پنجاب میں نماز عید کے بعد عورتیں عیدگاہ پہنچ کر کھیل کود کرتی ہیں یہ ناجائز ہے نیز دف اور تاشہ، اعلان نکاح یا عید کی خوشی کے لیے بجانا جائز ہے، مگر باجا مطلقًا ناجائز اس کی پوری بحث ان شاء اللہ کتاب الادب میں آئے گی۔

٣ یہ کھانا اس لیے تھا تاکہ رمضان کے طریقہ کی تبدیلی ہو جائے، سنت یہ ہے کہ عید کی نماز کو کچھ کھا کر جائے، اب مسلمان سویاں، شیر خرمہ وغیرہ کھاتے ہیں جن میں چھوہارے بھی ہوتے ہیں ان کا ماخذ یہ حدیث ہے، ادائے سنت کے لیے چھوہارے ضرور ہونے چاہئیں، افسوس ہے کہ دیوبندی اسے بھی حرام کہتے ہیں نہ معلوم ان کا ماخذ کون سی حدیث ہے، مگر لطف یہ ہے کہ کھا وہابی لیتے ہیں ملاں کے ہاں کھانا حرام ہے اور کھا نا جائز ٤ یعنی عیدگاہ جاتے تھے اور راستے سے واپس ہوتے دوسرے راستہ سے، تاکہ دونوں راستوں کو برکت حاصل ہو اور دونوں طرف کے باشندے آپ سے فیض پائیں، اور ہر طرف کے منافقین مسلمانوں کے اژدہام کو دیکھ کر جلیں، اور راستوں میں بھیڑ کم ہو، دونوں راستوں کے فقراء پر خیرات ہو، اہل قرابت کی قبور کی زیارتیں ہوں جو ان راستوں میں واقع ہیں، اور دونوں راستے ہماری نماز و ایمان کے گواہ بن جائیں، لیکن جاتے وقت دراز راستہ اختیار فرماتے اور لوٹتے وقت مختصر، تاکہ جاتے ہوئے قدم زیادہ پڑیں اور ثواب زیادہ ملے، معلوم ہوا کہ عیدگاہ پیدل جانا، اور جاتے آتے راستہ بدلنا

ثُمَّ نَرْجِعُ فَنَنْحَرُ فَمَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ فَقَدْ اَصَابَ سُنَّتَنَا وَمَنْ ذَبَحَ قَبْلَ اَنْ نُّصَلِّيَ فَاِنَّمَا هُوَ شَاةُ لَحْمٍ عَجَّلَهٗ لِاَهْلِهٖ لَيْسَ مِنَ النُّسُكِ فِيْ شَيْءٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ جُنْدُبِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ الْبَجَلِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلٰوةِ فَلْيَذْبَحْ مَكَانَهَا اُخْرٰى وَمَنْ لَّمْ يَذْبَحْ حَتّٰى صَلَّيْنَا فَلْيَذْبَحْ عَلَى اسْمِ اللّٰهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنِ الْبَرَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلٰوةِ فَاِنَّمَا يَذْبَحُ لِنَفْسِهٖ وَمَنْ ذَبَحَ بَعْدَ الصَّلٰوةِ فَقَدْ تَمَّ نُسُكُهٗ وَاَصَابَ سُنَّةَ الْمُسْلِمِيْنَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْبَحُ وَيَنْحَرُ بِالْمُصَلّٰى

پڑھیں پھر لوٹیں تو قربانی کریں ۱؎ جس نے ایسا کیا اس نے ہماری سنت کو پالیا اور جس نے ہماری نماز سے پہلے ذبح کرلیا وہ گوشت کی بکری ہے جسے اس نے اپنے گھر والوں کیلیے ذبح کرلیا وہ قربانی نہیں ۲؎ (مسلم،بخاری) اور روایت ہے حضرت جندب ابن عبداللہ بجلی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو نماز سے پہلے ذبح کرے وہ اس کی جگہ دوسری ذبح کرے اور جس نے ہمارے نماز پڑھنے تک ذبح نہ کیا ہو وہ اللہ کے نام پر ذبح کرے ۳؎ (مسلم،بخاری) اور روایت ہے حضرت براء سے فرماتے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو نماز سے پہلے ذبح کرے وہ اپنے لیے ذبح کرتا ہے جو نماز کے بعد ذبح کرے اس کی قربانی پوری ہوگئی اور اس نے مسلمانوں کا طریقہ پالیا ۴؎ (مسلم،بخاری) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عیدگاہ میں ذبح اور نحر فرماتے تھے ۵؎

سنت ہے۔

۱؎ یعنی بقر عید کے دن مقصودی عبادتیں دو ہیں نماز اور قربانی، جن میں نماز پہلے ہے اور قربانی بعد میں، لہذا حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ اس دن غسل بھی نہ کرے ۲؎ علماء فرماتے ہیں کہ شہر جہاں نماز بقر عید ہوتی ہو وہاں نماز سے پہلے قربانی جائز نہیں، گاؤں جہاں نماز بقر عید نہیں ہوسکتی وہاں پو پھٹتے ہی قربانی جائز ہے اور قربانی کرنے والے کا نماز عید پڑھنا ضروری نہیں بلکہ شہر میں کسی جگہ نماز ہوجانا کافی ہے اسی لیے سرکار نے نصلی فرمایا یصلی غائب کے صیغہ سے نہ فرمایا۔ لہذا اگر کہیں اول وقت نماز عید ہوگئی اس کے بعد ہم نے قربانی کی پھر عید پڑھنے عیدگاہ گئے تو جائز ہے، یہ تمام مسائل اس حدیث سے لیے گئے یہ حدیث امام اعظم کی قوی دلیل ہے کہ نماز سے پہلے قربانی ہوتی ہی نہیں، امام شافعی کے ہاں ہوجاتی ہے مگر بہتر نہیں ۳؎ یعنی نماز کے بعد اس کی قربانی درست ہے اس سے پہلے درست نہیں۔ احناف کے ہاں پہلے والی قربانی کا اعادہ واجب ہے امام شافعی کے ہاں مستحب، یہ حدیثیں ان کے مخالف ہیں ۴؎ یعنی نماز سے پہلے کا ذبح عبادت نہیں اور بعد نماز ذبح عبادت، اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر نماز کے بعد خطبہ سے پہلے قربانی ہوجائے تو درست ہوگی ۵؎ تاکہ لوگ آپ کو قربانی کرتے دیکھیں اور اس کا طریقہ سیکھ لیں اور جو لوگ فقراء وہاں جمع ہیں ان میں تقسیم کرنے میں آسانی ہو خیال رہے کہ حلقوم اور گلے کی رگوں کو چیرنا ذبح ہے اور قربانی کی جگہ نیزہ مارنا نحر، نحر صرف اونٹ کا ہوتا ہے کہ اسے کھڑا کرکے ایک پاؤں ان سے باندھ دیتے ہیں، پھر برچھی والا نیزہ گردن کے کنارے

رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ. اَلْفَصْلُ الثَّانِي ❊ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ وَلَهُمْ يَوْمَانِ يَلْعَبُوْنَ فِيْهِمَا فَقَالَ مَا هٰذَانِ الْيَوْمَانِ قَالُوْا كُنَّا نَلْعَبُ فِيْهِمَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اَبْدَلَكُمُ اللّٰهُ بِهِمَا خَيْرًا مِّنْهُمَا يَوْمَ الْاَضْحٰى وَيَوْمَ الْفِطْرِ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ ❊ وَعَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَخْرُجُ يَوْمَ الْفِطْرِ حَتّٰى يَطْعَمَ وَلَا يَطْعَمُ يَوْمَ الْاَضْحٰى حَتّٰى يُصَلِّيَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ ❊ وَعَنْ كَثِيْرِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَبَّرَ فِي الْعِيْدَيْنِ

(بخاری) دوسری فصل ❊ روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینے میں تشریف لائے[1] اہل مدینہ کے دو دن تھے جن میں وہ کھیلتے تھے فرمایا یہ دو دن کیسے ہیں وہ بولے کہ ہم ان دونوں میں زمانہ جاہلیت میں کھیلتے تھے[2] تب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے تمہیں ان کے عوض ان سے بہتر دو دن دیئے ہیں بقر عید اور عید الفطر[3] (ابوداؤد) ❊ روایت ہے حضرت بریدہ سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر کے دن نہ جاتے تھے حتی کہ کچھ کھا لیتے اور بقر عید کے دن نہ کھاتے حتی کہ نماز پڑھ لیتے[4] (ترمذی، ابن ماجہ، دارمی) ❊ روایت ہے حضرت کثیر ابن عبداللہ سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی[5] کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

پڑھاتے ہیں اور سے کھینچے ہوئے بیدہ تک لے جاتے ہیں، اونٹ میں نحر سنت ہے اور گائے بکری وغیرہ میں ذبح۔

[2] ان میں سے ایک کا نام نیروز تھا یعنی سال کا پہلا دن، یہ فارسی لفظ ہے نو روز سے بنا اور دوسرے کا نام مہرجان تھا، غالباً نیروز جنوری کی پہلی تاریخ ہوتا ہوگا، اور مہرجان جولائی میں، واللہ اعلم۔ ان لوگوں نے یہ دن مجوسیوں سے لیے ہوں گے جو اصل میں فارسی تھے۔ [3] یعنی تم ان دنوں میں کھیلنے کودنے کے عوض ان دو دنوں میں اللہ تعالٰی کی عبادتیں کرکے خوشی مناؤ۔ خیال رہے کہ اب بھی کفار اپنے بڑے دنوں میں جوئے کھیلتے ہیں شرابیں پیتے ہیں ایک دوسرے پر رنگ ڈالتے ہیں انسانیت سوز اور بے حیائی کے کام کرکے خوشیاں مناتے ہیں، اسلام میں ہر کام انسانیت بلکہ روحانیت کا ہے۔ مرقات نے یہاں فرمایا کہ عاشورہ کے دن خوشی کرنا خارجیوں کا طریقہ ہے اور رنج و غم کرنا، سینہ کوٹنا رافضیوں کی حرکتیں، تم ان دونوں سے بچو، الحمد للہ حرمین شریفین میں اس دن میں یہ کچھ نہیں ہوتا۔ روافض نیروز کے دن خوشی مناتے ہیں، بہانہ یہ کرتے ہیں کہ اس دن عثمان غنی شہید ہوئے تھے مگر درحقیقت یہ مجوسیوں کی نقل ہے علماء فرماتے ہیں کہ اگر نیروز کے دن کسی مجوسی کو ایک انڈا بھی ہدیۃً دیا اس دن کی تعظیم کے لیے تو دینے والا کافر ہوگیا، اور اس کے سارے اعمال ضبط ہوگئے۔ [4] معلوم ہوا کہ عید کے دن کھا کر جانا اور بقر عید کے دن آکر کھانا سنت ہے بہتر یہ ہے کہ پہلے قربانی ہی کا گوشت کھائے۔ مرقات اور فتح القدیر میں ہے بہتر یہ ہے کہ عید کے دن کوئی میٹھی چیز کھا کر جائے، لہذا سویاں یا کھیر خرما وغیرہ کھا لینے سے بھی یہ سنت ادا ہوجائے گی، بعض علماء فرماتے ہیں بہتر یہ ہے کہ بقر عید کے دن صرف قربانی والے ہی نماز سے پہلے کچھ نہ کھائیں۔

[5] ان کا نام عمرو ابن عوف مزنی ہے، خیال رہے کہ کثیر ابن عبداللہ نہایت ضعیف راوی ہیں، بعض محدثین نے فرمایا کہ یہ کچھ نہیں، بعض نے فرمایا

عِيدَيْنِ فِي الْأُوْلٰى سَبْعًا قَبْلَ الْقِرَاءَةِ وَفِي الْآخِرَةِ خَمْسًا قَبْلَ الْقِرَاءَةِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ ۔ وَعَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ مُرْسَلًا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ كَبَّرُوْا فِي الْعِيْدَيْنِ وَالْاِسْتِسْقَاءِ سَبْعًا وَخَمْسًا وَصَلَّوْا قَبْلَ الْخُطْبَةِ وَجَهَرُوْا بِالْقِرَاءَةِ رَوَاهُ الشَّافِعِيُّ ۔ وَعَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْعَاصِ قَالَ سَأَلْتُ اَبَا مُوْسٰى وَحُذَيْفَةَ كَيْفَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكَبِّرُ فِي الْاَضْحٰى وَالْفِطْرِ فَقَالَ اَبُوْ مُوْسٰى كَانَ يُكَبِّرُ اَرْبَعًا تَكْبِيْرَهُ عَلَى الْجَنَائِزِ فَقَالَ حُذَيْفَةُ صَدَقَ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ ۔ وَعَنِ الْبَرَاءِ

نماز عیدین کی پہلی رکعت میں قرأت سے پہلے سات تکبیریں کہیں اور دوسری میں قرأت سے پہلے پانچ ۱؎ (ترمذی، ابن ماجہ، دارمی) ۲؎۔ روایت ہے حضرت جعفر ابن محمد سے (ارسالاً) ۳؎ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات ابوبکر و عمر نے عیدوں اور استسقاء میں سات اور پانچ تکبیریں کہیں اور خطبے سے پہلے نماز پڑھی اور قرأت اونچی کی ۴؎ (شافعی)۔ روایت ہے حضرت سعید ابن العاص سے ۵؎ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوموسیٰ اور حذیفہ سے پوچھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز عید و بقرعید میں تکبیریں کیسے کہتے تھے تو ابوموسیٰ نے فرمایا کہ آپ نماز جنازہ کی طرح چار تکبیریں کہتے تھے ۶؎ حضرت حذیفہ نے کہا سچے ہیں (ابوداؤد)۔ روایت ہے حضرت براء سے

کہ یہ منکر الحدیث ہے بلکہ اکثر ائمہ حدیث نے ان پر طعن کیا ہے (اشعۃ اللمعات)۔

۱؎ یعنی تکبیر تحریمہ اور تکبیر رکوع کے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عید کی تکبیریں پہلی رکعت میں سات ہیں دوسری میں پانچ اور دونوں رکعتوں میں قرأت سے پہلے ہیں۔ امام شافعی کا یہی مذہب ہے، ہمارے ہاں دونوں رکعتوں میں تکبیر عیدین تین تین ہیں پہلی رکعت میں قرأت سے پہلے اور دوسری میں قرأت کے بعد، ہماری دلیل آگے آرہی ہے۔ ۲؎ تعجب ہے کہ ترمذی نے اس حدیث کو حسن کیسے کہہ دیا کہ کثیر ابن عبداللہ کو تمام محدثین ضعیف کہتے ہیں، چنانچہ ابوداؤد نے کہا یہ کذاب ہے، امام شافعی نے فرمایا یہ جھوٹ کا ستون ہے، ابن حبان نے کہا کہ یہ مجبور ہے، ابو حاتم نے کہا کہ یہ متین نہیں، ابن عدی نے فرمایا کہ اس کی روایتوں پر کوئی دھیان نہیں دیتا، ظاہر یہ ہے کہ حدیث ضعیف ہے قابل استدلال نہیں (مرقاۃ)۔ ۳؎ آپ کا نام جعفر لقب صادق ہے، آپ کے والد محمد لقب باقر ابن زین العابدین علی ابن حسین یعنی امام زین العابدین۔ لہٰذا آپ امام حسین کے پڑپوتے ہیں رضی اللہ عنہم۔ ۴؎ یہ حدیث بھی امام شافعی کی دلیل ہے، مگر دو طرح مجروح ہے ایک یہ کہ امام جعفر صادق تابعی نہیں بلکہ تبع تابعین کے بھی بعد ہیں لہٰذا ان کی یہ حدیث مرسل نہیں ہو سکتی، نیز آپ نے حضرت صدیق و فاروق کو بھی نہیں دیکھا، دوسرے یہ کہ بعض سندوں میں امام جعفر صادق کی یہ حدیث حضرت علی پر موقوف ہے مرفوع ہے ہی نہیں، بہرحال حدیث موقوف ہو یا مرفوع اس میں کئی راوی چھوٹے ہوئے ہیں کیونکہ امام جعفر صادق نے علی مرتضیٰ کی ملاقات بھی نہیں کی (از مرقاۃ)۔ ۵؎ آپ اموی ہیں قرشی ہیں اللہ نے آپ کو اعلیٰ درجے کی شرافت و فصاحت بخشی، عثمان غنی کے لیے مصحف قرآنی جمع کرنے والے آپ بھی تھے، آپ کا لب و لہجہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت مشابہ تھا، جنگ بدر سے پہلے پیدا ہوئے تابعی ہیں۔ ۶؎ اس طرح کہ رکعت اول میں ایک تکبیر تحریمہ اور تین تکبیر

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُوِّلَ يَوْمَ الْعِيدِ قَوْسًا فَخَطَبَ عَلَيْهِ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ • وَعَنْ عَطَاءٍ مُرْسَلًا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا خَطَبَ يَعْتَمِدُ عَلَى عَنَزَتِهِ اعْتِمَادًا رَوَاهُ الشَّافِعِيُّ • وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ شَهِدْتُ الصَّلٰوةَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي يَوْمِ عِيدٍ فَبَدَأَ بِالصَّلٰوةِ قَبْلَ الْخُطْبَةِ بِغَيْرِ أَذَانٍ وَلَا إِقَامَةٍ فَلَمَّا قَضَى الصَّلٰوةَ قَامَ مُتَّكِئًا عَلَى بِلَالٍ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ وَوَعَظَ النَّاسَ وَذَكَّرَهُمْ وَحَثَّهُمْ عَلَى طَاعَتِهِ وَمَضَى إِلَى النِّسَاءِ وَمَعَهُ بِلَالٌ فَأَمَرَهُنَّ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَوَعَظَهُنَّ وَذَكَّرَهُنَّ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ

کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عید کے دن کمان حاضر کی گئی آپ نے اس پر خطبہ پڑھا ۱؎ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت عطا سے ارسالًا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب خطبہ پڑھتے تو اپنی لاٹھی پر ٹیک لگاتے تھے ۲؎ (شافعی) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ میں عید کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز میں حاضر ہوا تو آپ نے خطبہ سے پہلے بغیر اذان و تکبیر نماز شروع کی جب نماز پوری کرلی تو حضرت بلال پر ٹیک لگا کر کھڑے ہوگئے ۳؎ اور اللہ کی حمد و ثنا کی لوگوں کو وعظ و نصیحت فرمائی اور انہیں رب کی اطاعت پر رغبت دی اور عورتوں کی طرف تشریف لے گئے آپ کے ساتھ بلال تھے ۴؎ انہیں اللہ سے ڈرنے کا حکم دیا اور انہیں وعظ و نصیحت فرمائی (نسائی)

عید اور دوسری رکعت میں تین تکبیر عید اور ایک تکبیر رکوع، یہی امام اعظم کا مذہب ہے۔ ابن ہمام نے فرمایا کہ اس موقعہ پر ابو موسیٰ اشعری کو بھی بصرہ میں ایسی ہی تکبیریں کہا کرتا ہوں۔ خیال رہے کہ یہ حدیث درحقیقت دو حدیثوں کا مجموعہ ہے، کیونکہ حضرت حذیفہ کا تصدیق کرنا مستقل حدیث ہے نیز حضرت ابن مسعود ہمیشہ چار تکبیریں کہتے تھے، آپ کا یہی مذہب ہے۔ خیال رہے کہ تکبیرات عید میں مختلف روایتیں ہیں اسی لیے اس میں اماموں کے مذہب مختلف ہیں چنانچہ امام مالک احمد کے ہاں اول رکعت میں چھ دوسری میں چار، امام شافعی کے ہاں اول میں سات دوسری میں پانچ، ہمارے ہاں دونوں میں تین تین، ہمارے امام سیدنا ابن مسعود ہیں اور امام شافعی کے مقتدا عبداللہ ابن عباس، امام اعظم فرماتے ہیں کہ تکبیر اور رفع یدین خلاف مقصود ہے اس لیے ہم نے کم کی روایت پر عمل کیا (اشعۃ اللمعات وغیرہ)۔

۱؎ یعنی کمان ہاتھ میں لے کر خطبہ پڑھا، اس کی تحقیق پہلے کی جاچکی ہے کہ جو شہر جنگ سے فتح ہوئے ہوں وہاں کمان یا تلوار پر خطبہ پڑھنا بہتر ہے اور جو شہر صلح سے حاصل ہوں وہاں عصا پر خطبہ پڑھا جائے لہذا یہ واقعہ مدینہ پاک کا نہیں ہے۔ ۲؎ یعنی مدینہ منورہ میں جمعہ یا عید کا خطبہ لاٹھی ہاتھ میں لے کر پڑھتے تھے، کیونکہ یہ شہر جنگ سے فتح نہ ہوا تھا۔ ۳؎ یعنی ان کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر خطبہ پڑھا نہ لاٹھی لی نہ تلوار کمان وغیرہ، یہ بھی جائز ہے۔ ۴؎ اگر یہ واقعہ پردہ آنے سے پہلے کا ہے تو حضرت بلال بے حجاب عورتوں کے سامنے رہے اور اگر پردہ کے احکام آنے کے بعد کا ہے تو ظاہر یہ ہے کہ حضرت بلال اس طرح کھڑے ہوئے کہ نہ عورتوں کو آپ دیکھ سکیں نہ عورتیں آپ کو۔ سرکار کے عورتوں میں تشریف لے جانے کی وجہ پہلے عرض کی جاچکی ہے کہ مردوں کے وعظ میں شاید انہیں پوری آواز نہ پہنچی تھی اور عورتوں کے وعظ میں کچھ زیادتی

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا خَرَجَ يَوْمَ الْعِيدِ فِي طَرِيقٍ
رَجَعَ فِي غَيْرِهِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَعَنْهُ أَنَّهُ أَصَابَهُمْ مَطَرٌ فِي يَوْمِ عِيدٍ فَصَلَّى بِهِمُ
النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلوٰةَ الْعِيدِ فِي الْمَسْجِدِ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَهْ وَعَنْ
أَبِي الْحُوَيْرِثِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَتَبَ إِلَى عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ وَهُوَ بِنَجْرَانَ عَجِّلِ
الْأَضْحٰى وَأَخِّرِ الْفِطْرَ وَذَكِّرِ النَّاسَ رَوَاهُ الشَّافِعِيُّ وَعَنْ أَبِي عُمَيْرِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ عُمُومَةٍ

روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عید کے دن جب ایک راستے سے تشریف لے جاتے تو دوسرے راستے سے لوٹتے [1] (ترمذی، دارمی) انہی سے روایت ہے انہیں ایکبار عید کے دن بارش ہوگئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں نماز عید مسجد میں پڑھائی [2] (ابوداؤد، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت ابوحویرث سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو ابن حزم کو لکھا [3] جب کہ وہ نجران میں تھے کہ بقرعید جلدی پڑھو اور عید الفطر دیر سے اور لوگوں کو وعظ کرو [4] (شافعی) [5] روایت ہے حضرت عمیر ابن انس سے وہ اپنے چچاؤں سے

[1] اس حدیث کی شرح اور راستہ تبدیل کرنے کی حکمتیں پہلے بیان ہوچکیں۔ خیال رہے کہ عید کے دن امام اور تمام نمازی عیدگاہ کے راستہ میں آہستہ تکبیر تشریق کہتے جائیں اور بقرعید میں بلند آواز سے، لیکن اگر عوام عید میں بلند آواز سے تکبیر کہیں تو منع نہ کرو کیونکہ وہ پہلے ہی سے ذکر اللہ میں کم رغبت رکھتے ہیں (مرقاۃ) کسی نے امام اعظم سے پوچھا کہ لوگ بقرعید کے زمانہ میں بازاروں میں تکبیریں کہتے پھرتے ہیں، فرمایا مت روکو۔ ذکر بالجہر کی پوری تحقیق ہماری کتاب جاء الحق حصہ اول میں دیکھو۔

[2] یعنی آپ ہمیشہ نماز عید جنگل میں پڑھاتے تھے لیکن ایک بار بارش ہوگئی تو لوگوں پر جنگل جانا بھی گراں تھا اور وہاں کوئی جگہ سایہ دار بھی نہ تھی اس لیے مسجد نبوی ہی میں عید پڑھائی گئی۔ علماء فرماتے ہیں کہ ہمیشہ ہر جگہ نماز عید جنگل ہی میں پڑھنا بہتر ہے سوائے بارش کے، ہاں مکہ معظمہ میں یہ نماز بھی حرم شریف میں افضل، مسلمانوں کا اسی پر ہمیشہ سے عمل رہا، صحابہ اور دیگر علماء نے اس پر کبھی اعتراض نہ کیا حتی کہ نماز جنازہ، استسقاء وغیرہ بھی حرم شریف میں بلاکراہت جائز ہیں، دوسری مساجد میں نماز جنازہ مکروہ ہے۔ امام سیوطی نے درمنثور میں فرمایا کہ آدم علیہ السلام کی نماز جنازہ دروازہ کعبہ کے پاس پڑھی گئی۔ (از مرقاۃ)

[3] ابوالحویرث کو بعض نے صحابی مانا ہے اور بعض نے تابعی، صحیح یہ ہے کہ آپ تابعی ہیں۔ عمرو ابن حزم صحابی ہیں انصاری ہیں غزوہ خندق وغیرہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یمن کے مشہور شہر نجران کا حاکم بنا کر بھیجا جبکہ آپ کی عمر صرف ۱۷ سال تھی۔

[4] وجہ ظاہر ہے کہ عید کے دن فطرہ نماز سے پہلے دیا جاتا ہے اور بقرعید کے دن قربانی نماز کے بعد ہوتی ہے، نیز عید میں کھانا نماز سے پہلے کھایا جاتا ہے اور بقرعید میں نماز کے بعد اس لیے نماز عید کچھ دیر سے پڑھنا بہتر ہے اور بقرعید جلدی۔ خیال رہے کہ نماز عیدین کا وقت آفتاب چمکنے سے بیس منٹ بعد شروع ہوتا ہے اور نصف النہار تک رہتا ہے۔

[5] خیال رہے کہ اس حدیث کی اسناد میں ابراہیم ابن محمد ہیں جو محدثین کے نزدیک قوی نہیں، ابن حجر نے فرمایا کہ حدیث ضعیف ہے۔

لَهُ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ رَكْبًا جَاءُوْا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَشْهَدُوْنَ أَنَّهُمْ رَأَوُا الْهِلَالَ بِالْأَمْسِ فَأَمَرَهُمْ أَنْ يُّفْطِرُوْا وَإِذَا أَصْبَحُوْا أَنْ يَّغْدُوْا إِلٰى مُصَلَّاهُمْ رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ ❊ الْفَصْلُ الثَّالِثُ ❊ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ عَطَاءٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَجَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَا لَمْ يَكُنْ يُؤَذَّنُ يَوْمَ الْفِطْرِ وَلَا يَوْمَ الْأَضْحٰى ثُمَّ سَأَلْتُهُ يَعْنِيْ عَطَاءً بَعْدَ حِيْنٍ عَنْ ذٰلِكَ فَأَخْبَرَنِيْ قَالَ أَخْبَرَنِيْ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ أَنْ لَا أَذَانَ لِلصَّلٰوةِ يَوْمَ الْفِطْرِ حِيْنَ يَخْرُجُ الْإِمَامُ وَلَا بَعْدَ مَا يَخْرُجُ وَلَا إِقَامَةَ وَلَا نِدَاءَ وَلَا شَيْءَ لَا نِدَاءَ يَوْمَئِذٍ وَلَا إِقَامَةَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ❊ وَعَنْ أَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَخْرُجُ يَوْمَ الْأَضْحٰى وَيَوْمَ الْفِطْرِ فَيَبْدَأُ بِالصَّلٰوةِ

راوی جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں کہ ایک قافلہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا انہوں نے گواہی دی کہ انہوں نے کل چاند دیکھ لیا ہے حضور نے حکم دیا کہ روزہ افطار کرلیں اور کل صبح عیدگاہ چلیں [1] (ابوداؤد، نسائی) تیسری فصل روایت ہے ابن جریج سے [2] فرماتے ہیں مجھے عطا نے حضرت ابن عباس اور جابر ابن عبداللہ سے خبر دی ان دونوں نے فرمایا کہ عید فطر کے دن اذان نہ کہی جاتی تھی پھر کچھ عرصہ بعد میں نے عطا سے اس بارے میں پوچھا [3] تو انہوں نے مجھے بتایا کہ مجھے جابر ابن عبداللہ نے خبر دی کہ عید کے دن امام کے نکلتے وقت اور نکلنے کے بعد نہ تو نماز کی اذان ہے نہ تکبیر نہ عام اعلان نہ کچھ اور چیز اس دن ندا ہے نہ تکبیر [4] (مسلم) روایت ہے حضرت ابو سعید خدری سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید کے دن تشریف لے جاتے تو نماز سے ابتدا کرتے

لیکن فضائل و مستحبات میں ضعیف حدیث قبول و قابل عمل ہوتی ہے، کیونکہ یہاں وقت مستحب کا ذکر ہے۔ آپ کا نام عبداللہ ہے، انس ابن مالک کے بیٹے ہیں انصاری ہیں بہت کم عمر تابعی ہیں، اپنے والد حضرت انس کے بعد بہت عرصہ زندہ رہے۔

[1] طحاوی، دار قطنی اور ابن ماجہ نے فرمایا کہ یہ گواہی بعد زوال ہوئی تھی، اور انتیسویں رمضان کو گرد و غبار تھا، یہ حدیث امام اعظم کی بہت بڑی دلیل ہے کہ نماز عید کا وقت زوال سے پہلے تک ہے نہ کہ شام تک کیونکہ اگر مغرب تک وقت ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم آج ہی نماز پڑھا دیتے۔ خیال رہے کہ عید الفطر کی نماز ایسے عذر میں دوسرے روز ہوسکتی ہے مگر تیسرے دن نہیں ہوسکتی، لیکن نماز بقر عید تین روز تک پڑھی جا سکتی ہے دسویں، گیارھویں، بارھویں۔ (کتب فقہ)

[2] آپ کا نام عبدالملک ابن عبدالعزیز ابن جریج ہے فقیہ ہیں مکی ہیں قرشی ہیں، اسلام میں پہلے مصنف ہیں ۱۵۰ھ میں مکہ معظمہ میں وفات پائی آپ خود بھی تابعی ہیں اور آپ کے والد بھی۔ [3] یعنی اس مسئلہ کی تفصیل پوچھی کیونکہ اجمالاً علم تو پہلے ہو چکا تھا۔ [4] حق یہ ہے کہ ان حوالوں میں ندا سے مراد اذان ہی ہے، اور یہ جملہ گزشتہ کی تفسیر ہے کیونکہ نماز عید کے لیے اعلان کردینا تو حضور سے ثابت ہے بالاتفاق

فَاِذَا صَلّٰى صَلٰوتَهٗ قَامَ فَاَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ وَهُمْ جُلُوْسٌ فِيْ مُصَلَّاهُمْ فَاِنْ كَانَتْ لَهٗ حَاجَةٌ بِبَعْثٍ ذَكَرَهٗ لِلنَّاسِ اَوْ كَانَتْ لَهٗ حَاجَةٌ بِغَيْرِ ذٰلِكَ اَمَرَهُمْ بِهَا وَكَانَ يَقُوْلُ تَصَدَّقُوْا تَصَدَّقُوْا تَصَدَّقُوْا وَكَانَ اَكْثَرُ مَنْ يَتَصَدَّقُ النِّسَاءَ ثُمَّ يَنْصَرِفُ فَلَمْ يَزَلْ كَذٰلِكَ حَتّٰى كَانَ مَرْوَانُ بْنُ الْحَكَمِ فَخَرَجْتُ مُخَاصِرًا مَرْوَانَ حَتّٰى اَتَيْنَا الْمُصَلّٰى فَاِذَا كَثِيْرُ بْنُ الصَّلْتِ قَدْ بَنٰى مِنْبَرًا مِنْ طِيْنٍ وَلَبِنٍ فَاِذَا مَرْوَانُ يُنَازِعُنِيْ يَدَهٗ كَاَنَّهٗ يَجُرُّنِيْ نَحْوَ الْمِنْبَرِ وَاَنَا اَجُرُّهٗ نَحْوَ الصَّلٰوةِ فَلَمَّا رَاَيْتُ ذٰلِكَ مِنْهُ قُلْتُ اَيْنَ الْاِبْتِدَاءُ بِالصَّلٰوةِ فَقَالَ لَا يَا اَبَا سَعِيْدٍ قَدْ

جب نماز پڑھ چکتے تو لوگوں پر متوجہ ہوتے لوگ اپنے مقام پر بیٹھے ہوتے اگر سرکار کو لشکر بھیجنے کی ضرورت ہوتی تو لوگوں سے ذکر فرمادیتے یا آپ کو اس کے سوا کوئی اور ضرورت ہوتی تو اس کا حکم فرمادیتے تھے اور فرماتے تھے خیرات کرو خیرات کرو خیرات کرو زیادہ خیرات کرنے والی عورتیں ہوتی تھیں ۱؎ پھر آپ واپس ہوتے معاملہ یونہی رہا حتی کہ مروان ابن حکم کا زمانہ آیا ۲؎ تو میں مروان کی کمر میں ہاتھ ڈالے نکلا حتی کہ ہم عیدگاہ پہنچے تو دیکھا کہ کثیر ابن صلت نے کچی اینٹ مٹی سے منبر بنایا ہے ۳؎ اور مروان مجھ سے اپنا ہاتھ کھینچنے لگا شاید مجھے منبر کی طرف کھینچتا تھا اور میں اسے نماز کی طرف کھینچتا تھا جب میں نے اس کی یہ حرکت دیکھی تو میں بولا کہ نماز سے ابتداء کرنا کہاں گیا وہ بولا نہیں اے ابوسعید جو

جائز ہے، صرف اذان و تکبیر منع ہے۔ ۱؎ یہ حدیث مع شرح پہلے گزر چکی، پہلے عرض کیا جا چکا کہ نماز عیدین کے لیے نہ اذان ہے نہ تکبیر، اور اس کا خطبہ بعد نماز ہوگا، اور عیدگاہ میں دینی کام کے انتظامات کئے جاسکتے ہیں۔ ۲؎ ظاہر یہ ہے کہ تاکید کے لیے تین بار خیرات کا حکم دیتے تھے اور یہ فرمان دوران خطبہ میں ہوتا تھا یا ایک بار سامنے والوں سے فرماتے، دوسری بار داہنے والوں سے تیسری بار بائیں والوں سے، یا یہ مطلب ہے کہ اپنی دنیا کے لیے خیرات کرو، اپنے مُردوں کے لیے، اور اپنی آخرت کے لیے خیرات کرو یا یہ کہ زکوۃ دو فطرہ دو صدقہ نفلی دو عورتیں زیادہ خیرات اس لیے کرتی تھیں کہ وہ سن چکی تھیں کہ دوزخ میں ہم زیادہ دیکھی گئی ہیں۔ ۳؎ یعنی خلفائے راشدین بھی خطبہ نماز عید کے بعد ہی رکھا۔ خیال رہے کہ مروان ابن حکم ۲ھ میں یا خندق کے سال پیدا ہوا، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھ سکا، لہٰذا وہ صحابی نہیں، یہ امیر معاویہ کے زمانہ میں مدینہ کا حاکم تھا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان غنی نے اپنے آخر خلافت میں اور امیر معاویہ نے خطبہ عید نماز سے پہلے پڑھا، مگر یہ غلط ہے جیسا کہ اس حدیث سے صراحۃً معلوم ہو رہا ہے، نیز حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت صدیق و فاروق و عثمان و علی رضی اللہ عنہم کے ساتھ نماز عید پڑھی یہ سب حضرات خطبہ سے پہلے نماز پڑھتے تھے، لہٰذا اس بدعت کا موجد مروان ہی تھا۔ ۴؎ یعنی اس سے قبل عیدگاہ میں منبر نہ تھا، مروان نے پہلے تو منبر رسول اللہ عیدگاہ میں لانا شروع کیا، اس پر اعتراضات ہوئے، تو اس نے وہاں ہی منبر بنوایا لہٰذا یہ حدیث اس روایت کے خلاف نہیں، کہ مروان مسجد نبوی سے منبر منگواتا تھا، خیال رہے کہ کثیر ابن صلت ابن معدیکرب کندی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پیدا ہوئے، ان کا نام قلیل تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بدل کر کثیر رکھا۔

تَرَكَ مَا تَعْلَمُ قُلْتُ كَلَّا وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَا تَأْتُوْنَ بِخَيْرٍ مِّمَّا أَعْلَمُ ثَلٰثَ مِرَارٍ ثُمَّ انْصَرَفَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

بَابٌ فِي الْاُضْحِيَّةِ

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ ۝ عَنْ اَنَسٍ قَالَ ضَحّٰى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَبْشَيْنِ اَمْلَحَيْنِ اَقْرَنَيْنِ ذَبَحَهُمَا بِيَدِهٖ وَسَمّٰى وَكَبَّرَ قَالَ

تمہارے علم میں ہے وہ اب چھوڑ دی گئی۱؎ میں نے کہا ہرگز نہیں اس کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے جو چیز میرے علم میں ہے تم اس سے بہتر کوئی چیز نہیں لا سکتے۲؎ (مسلم)

قربانی کا باب۳؎

پہلی فصل ۝ روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو چت کبرے سینگ والے بکروں کی قربانی کی کہ انہیں اپنے ہاتھ سے ذبح کیا بسم اللہ و تکبیر کہی فرمایا

۱؎ یعنی میں جانتا ہوں کہ سنت یہی ہے کہ خطبہ نماز سے پیچھے ہو لیکن اب مصلحت اور حکمت یہ ہے کہ نماز سے پہلے ہو کیونکہ اب لوگ نماز کے بعد خطبہ کے لیے بیٹھتے نہیں، اسی لیے اس نے خیرٌ مما تعلمون کہا … ۲؎ یعنی ان معمولی عذروں کی وجہ سے یہ سنت نہیں چھوڑی جاسکتی عام لوگ بیٹھیں یا نہ بیٹھیں تم خطبہ بعد میں ہی پڑھو، اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ حضرت عثمان یا امیر معاویہ نے خطبہ ہرگز پہلے نہ پڑھا ورنہ ابو سعید خدری ان سے یہ گفتگو نہ کرتے، دوسرے یہ کہ زمانہ کی مصلحتوں کی وجہ سے سنتیں نہیں چھوڑی جاسکتیں اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو آج کہہ رہے ہیں کہ خطبہ اذان تکبیر بلکہ نماز بھی اردو زبان میں پڑھو کیونکہ لوگ عربی نہیں سمجھتے ۳؎ اضحیہ ضحٰی سے بنا بمعنی دن چڑھنا، اسی لیے نماز چاشت کو ضحٰی کہا جاتا ہے چونکہ قربانی بقرعید کے دن شہروں میں قریبًا دوپہر کو ہوتی ہے اس لیے اسے اضحیہ کہتے ہیں اس کی جمع اضاحی بھی ہے اور ضحایا بھی قربانی صرف شریعت کی اصطلاح میں بہ نیت عبادت جانور ذبح کرنے کا نام ہے حج کے ذبیحے خواہ ہدی کے ہوں یا قران و تمتع کا خون یا حج کے جرموں کا کفارہ ان میں سے کوئی قربانی نہیں کیونکہ حاجی مسافر ہوتے ہیں اور مسافر پر قربانی نہیں، اسی لیے ان ذبیحوں کے نام جو حدیث میں آئے ہیں دم قران دم تمتع دم جنایت ہدی وغیرہ شریعت میں انہیں اضحیہ کہیں نہیں کہا گیا، نیز یہ تمام جانور صرف حرم شریف میں ذبح ہو سکتے ہیں اور قربانی ہر جگہ۔ حنفیوں کے نزدیک ہر مسلمان آزاد، مالدار مقیم پر قربانی واجب ہے بعض اماموں کے ہاں سنت مؤکدہ ہے امام کے ہاں غنی پر واجب ہے فقیر پر سنت، مگر مذہب حنفی نہایت قوی ہے کیونکہ رب تعالٰی نے فرمایا فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ یعنی آپ نماز پڑھیں اور قربانی کریں، انحر صیغہ امر ہے جو وجوب کے لیے آتا ہے نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں ہمیشہ قربانی کی، نیز قربانی نہ کرنے والوں پر سخت ناراضی کا اظہار فرمایا لہٰذا حق یہ ہے کہ قربانی واجب ہے۔ اس زمانہ کے بعض بے دین بد مذہب نام نہاد مسلمان ہزار حیلے بہانوں سے پاکستان میں قربانی روکنا چاہتے ہیں، کبھی کہتے ہیں قربانی صرف مکہ میں ہے حالانکہ رب نے فرمایا فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ نماز مکہ سے خاص نہیں تو قربانی مکہ معظمہ سے خاص کیوں ہوگی، کبھی کہتے ہیں کہ اس میں قوم کا پیسہ بہت برباد ہوتا ہے یہ رقم کالجوں اسکولوں پر خرچ کی جائے، یعنی سینما شادی بیاہ کی حرام رسوم، بیڑی سگریٹ کے شوق تو قوم کو برباد نہیں کرتے قربانی کرتی ہے، بہت ممکن ہے کہ یہ بے دین آئندہ اس عبادت کو بھی بند کر دیں … اصل حقیقت یہ ہے کہ انہیں حکومت گائے کی قربانی بند کر چکی ہے اب اس کا منشا یہ ہے کہ اصل قربانی جو شعار اسلامی ہے ختم کر دیا جائے پھر نماز و اذان بند کرنے کی باری آئے گی، مگر انہیں خدا کا خوف … چند خرید … گندم …

رَأَيْتُهُ وَاضِعًا قَدَمَهُ عَلٰى صِفَاحِهِمَا وَيَقُوْلُ بِسْمِ اللهِ وَاللهُ اَكْبَرُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ
عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ بِكَبْشٍ اَقْرَنَ يَطَأُ فِيْ سَوَادٍ وَيَبْرُكُ فِيْ
سَوَادٍ وَيَنْظُرُ فِيْ سَوَادٍ فَاُتِيَ بِهٖ لِيُضَحِّيَ بِهٖ قَالَ يَا عَائِشَةُ هَلُمِّي الْمُدْيَةَ ثُمَّ قَالَ اشْحَذِيْهَا
بِحَجَرٍ فَفَعَلَتْ ثُمَّ اَخَذَهَا وَاَخَذَ الْكَبْشَ فَاَضْجَعَهٗ ثُمَّ ذَبَحَهٗ ثُمَّ قَالَ بِسْمِ اللهِ اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ
مِنْ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ وَّمِنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ ثُمَّ ضَحّٰى بِهٖ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ
رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَذْبَحُوْا اِلَّا مُسِنَّةً اِلَّا اَنْ يَعْسُرَ عَلَيْكُمْ فَتَذْبَحُوْا

کہ میں نے آپ کو ان بکروں کی گردنوں پر اپنا قدم رکھے دیکھا آپ فرماتے تھے بسم اللہ اللہ اکبر (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سینگ والے بکرے کا حکم دیا جو سیاہی میں چلے سیاہی میں بیٹھے سیاہی میں دیکھے؎۱ آپ کی خدمت میں حاضر کیا گیا تاکہ اس کی قربانی کریں فرمایا عائشہ چھری ادھر لاؤ پھر فرمایا اسے پتھر پر تیز کرو میں نے کرلیا پھر آپ نے چھری پکڑی اور بکرا پکڑ کر لٹایا پھر اسے ذبح کیا پھر فرمایا بسم اللہ؎۲ الٰہی اسے محمد و آل محمد و امت محمد کی طرف سے قبول فرما؎۳ پھر اس کی قربانی کی؎۴ (مسلم) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سال سے کم جانور ذبح نہ کرو مگر جب کہ دشوار ہو تو بھیڑ کا

پاکستان میں اعتراض اٹھایا تھا کہ اگر یہاں بند ہو جائے تو ملک آسانی سے بند ہو سکے گا مگر ان شاء اللہ تعالیٰ دین مصطفوی کا چراغ ہمیشہ روشن رہے گا دیگر مروان کی کوشش سے خطبہ عید نماز سے پہلے نہ ہو سکا؎۲ ایک اپنی طرف سے اور ایک اپنے غریب امتیوں کی طرف سے جو قربانی پر قادر نہ ہوں جیسا کہ آگے آرہا ہے ایک قربانی سارے غریبوں کی طرف سے کافی ہونا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک سجدہ ان شاء اللہ تعالیٰ ہم جیسے لاکھوں گنہگاروں کا بیڑا پار لگائے گا قربانی اگرچہ ایک ہے مگر کس کی ہے جو ساری مخلوق میں یکتا ہے؎۳ اس طرح کہ جانور کو قبلہ رو لٹا کر اپنا داہنا پاؤں اس کے داہنے کندھے پر رکھا بائیں ہاتھ سے اس کا سر پکڑا اور داہنے ہاتھ سے چھری چلائی۔ خیال رہے کہ ذبح پر بِسْمِ اللہِ کہنا فرض ہے اور وَاللہُ اَکْبَرُ کہنا مستحب اور اس وقت درود شریف پڑھنا ہمارے ہاں مکروہ ہے، امام شافعی کے ہاں سنت (مرقاۃ) بہتر یہ ہے کہ جانور اپنے ہاتھ سے ذبح کرے اور اگر ذبح کرنا نہ جانتا ہو تو ذبح اور سے کرائے مگر سامنے موجود ہو بہتر ہے؎۱ یعنی اس کے پاؤں سر پیٹ اور آنکھیں سیاہ ہوں باقی جسم کا سپید رہے؎۲ یہ تشریح بتاخیر ہے نہ کہ واقعی اس کا یہ مطلب نہیں کہ ذبح پہلے کرلیا اور بسم اللہ بعد میں پڑھی (مرقاۃ) یہاں ذبحہ کے معنی ہیں ذبح کا ارادہ فرمایا (اشعہ) خیال رہے کہ جانور کو لٹا کر چھری تیز نہ کی جائے؎۳ یعنی قربانی کے ثواب میں انہیں بھی شریک فرما۔ اس سے معلوم ہوا کہ اپنے فرائض و واجبات کا ثواب دوسروں کو بخش سکتے ہیں اس میں کمی نہیں آسکتی یہ حدیث کھانا سامنے رکھ کر ایصال ثواب کرنے کی قوی دلیل ہے کہ بکری سامنے ہے اور حضور اس کا ثواب اپنی آل اور امت کو بخش رہے ہیں؎۴ یعنی اس کا گوشت پکا کر لوگوں کی دعوت کی لغت میں ضحٰی کے معنی ہیں دوپہر کا کھانا کھلایا، یہاں لغوی معنی میں ہے

جَذَعَةً مِنَ الضَّأْنِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْطَاهُ غَنَمًا يَقْسِمُهَا عَلَى صَحَابَتِهِ ضَحَايَا فَبَقِيَ عَتُودٌ فَذَكَرَهُ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ضَحِّ بِهِ أَنْتَ وَفِي رِوَايَةٍ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَصَابَنِي جَذَعٌ قَالَ ضَحِّ بِهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْبَحُ وَيَنْحَرُ بِالْمُصَلّٰى رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَعَنْ جَابِرٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْبَقَرَةُ عَنْ سَبْعَةٍ وَالْجَزُورُ عَنْ سَبْعَةٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَأَبُو دَاوُدَ وَاللَّفْظُ لَهُ وَعَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ

چھ ماہ کا بچہ ذبح کرو[1] (مسلم) روایت ہے حضرت ابن عامر سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کچھ بکریاں صحابہ میں قربانی کے لیے تقسیم فرمانے کو دیں[2] تو ایک سال بھر کا بچہ بچ گیا اس کا ذکر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا آپ نے فرمایا اس کی قربانی تم کر لو ایک روایت میں ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے چھ ماہ کا ملا فرمایا قربانی کر لو[3] (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عیدگاہ میں ذبح و نحر فرماتے تھے[4] (بخاری) روایت ہے حضرت جابر سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گائے سات کی طرف سے ہے اور اونٹ سات کی طرف سے[5] (مسلم، ابوداؤد) الفاظ ابوداؤد کے ہیں روایت ہے حضرت ام سلمہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی

[1] یعنی بہت مجبوری ہو کیونکہ بکری ایک سال سے کم، گائے دو سال سے کم اور اونٹ پانچ سال سے کم کا جائز نہیں ان عمروں میں ان سب جانوروں کا نام مسنہ ہوتا ہے، بھیڑ کا چھ ماہ کا بچہ اگر موٹا تازہ ہو جو ایک سال کی بکریوں سے مل جائے تو قربانی جائز ہے، خیال رہے کہ معز بکری بھیڑ دنبہ سب کو شامل ہے غنم صرف بکری کا نام ہے اور ضان بھیڑ اور دنبہ کا، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایک سال کی بکری کی قربانی چھ مہینہ کی بھیڑ کی قربانی سے افضل ہے، مرقاۃ نے یہاں فرمایا کہ افضل قربانی اونٹ کی ہے پھر گائے کی پھر بکری کی پھر بھیڑ کی۔ [2] معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ میں قربانی کے جانور تقسیم فرماتے تھے لہٰذا اب بھی اگر کوئی امیر لوگوں میں جانور تقسیم کرے اور لوگ اس کی قربانی کریں تو جائز ہے۔ لطیفہ: اس زمانہ کی قربانی بند کرنے والوں نے حکومت پاکستان کو مشورہ دیا ہے کہ وہ بذریعہ حکومت ملک میں قربانی بند کرا دے ہم مؤدبانہ اہل حکومت سے عرض کرتے ہیں کہ وہ ہر سال اپنے بجٹ سے قربانی کے جانور مسلمانوں میں تقسیم کیا کرے اس کے لیے ایک فنڈ رکھے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی بند نہیں کی تقسیم کی ہے۔ [3] عتود چھ ماہ بکری کو بھی کہتے ہیں اور چھ ماہ بھیڑ کو بھی، یہاں بکری مراد ہے اسی لیے حضرت عقبہ نے تعجب سے پوچھا کہ میں یہ قربانی کیسے کروں، نیز ابو بردہ کی روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ قربانی صرف تمہیں جائز ہوگی اوروں کو نہیں، یہاں شیخ نے اشعہ میں فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو احکام شرعیہ سپرد کر دیئے گئے جس پر جو چاہیں حکم جاری فرما دیں جیسے آپ یعطی لمن یشاء مالک احکام ہیں اس کی تحقیق ہماری کتاب سلطنت مصطفےٰ میں دیکھیے۔ [4] تاکہ لوگوں کو قربانی کا طریقہ آ جائے اور قربانی شائع ہو جائے، خیال رہے کہ عیدگاہ مدینہ پاک تھی نہ کہ مکہ معظمہ کی کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ میں کبھی عید پڑھی نہ

اختیار مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ وَأَرَادَ بَعْضُكُمْ أَنْ يُضَحِّيَ فَلَا يَمَسَّ مِنْ شَعْرِهِ وَبَشَرِهِ شَيْئًا وَفِي رِوَايَةٍ فَلَا يَأْخُذَنَّ شَعْرًا وَلَا يُقَلِّمَنَّ ظُفْرًا وَفِي رِوَايَةٍ مَنْ رَأَى هِلَالَ ذِي الْحِجَّةِ وَأَرَادَ أَنْ يُضَحِّيَ فَلَا يَأْخُذْ مِنْ شَعْرِهِ وَلَا مِنْ أَظْفَارِهِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ. وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ أَيَّامٍ الْعَمَلُ الصَّالِحُ فِيهِنَّ أَحَبُّ إِلَى اللهِ مِنْ هٰذِهِ الْأَيَّامِ الْعَشْرَةِ قَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ وَلَا الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللهِ قَالَ وَلَا

اللہ علیہ وسلم نے کہ جب عشرہ آجائے تو تم میں سے کوئی قربانی کرنا چاہے تو اپنے بال کھال کو بالکل ہاتھ نہ لگائے ؎۱ اور ایک روایت میں ہے نہ بال نہ ناخن کاٹے ایک روایت میں ہے کہ جو بقر عید کا چاند دیکھے اور قربانی کرنا چاہے تو نہ اپنے بال نہ ناخن ؎۲ (مسلم) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ زمانہ کوئی نہیں جن میں نیکیاں رب کو اس دن سے زیادہ پیاری ہوں ؎۳ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ نہ اللہ کی راہ میں جہاد فرمایا نہ

عید کی قربانی کی اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو کہتے ہیں کہ قربانی صرف مکہ معظمہ میں ہے ؎۵ یعنے گائے اور اونٹ کی قربانی میں سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں خواہ ان میں سے کوئی گوشت یا تجارت گوشت کے لیے شریک ہو یا سارے قربانی کرنے والے ہوں یا بعض عقیقہ والے، خیال رہے کہ حنفی اور شافعی سب اس پر متفق ہیں کہ گائے اور اونٹ میں سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں صرف اسحق ابن راہویہ کہتے ہیں کہ اونٹ میں دس آدمی شریک ہو سکتے ہیں یہ حدیث احناف اور شوافع کی دلیل ہے۔

؎۱ یعنے جو امیر وجوبًا یا فقیر نفلًا قربانی کا ارادہ کرے وہ بقر عید کا چاند دیکھنے سے قربانی کرنے تک ناخن بال اور مردار کھال وغیرہ نہ کاٹے نہ کٹوائے تاکہ حاجیوں سے قدرے مشابہت ہو جائے کہ وہ لوگ احرام میں حجامت نہیں کرا سکتے اور تاکہ قربانی ہر بال ناخن کا فدیہ بن جائے، یہ حکم استحبابی ہے وجوبی نہیں، لہٰذا قربانی والے کو حجامت نہ کرانا بہتر ہے لازم نہیں، اس سے معلوم ہوا کہ اچھوں سے مشابہت بھی اچھی ہے ؎۲ بلکہ جو قربانی نہ کر سکے وہ بھی اس عشرہ میں حجامت نہ کرائے، بقر عید کے دن بعد نماز حجامت کرائے تو ان شاء اللہ ثواب پائے گا جیسا کہ بعض روایات میں ہے، خیال رہے کہ مَنْ اَرَادَ سے بعض شوافع فرماتے ہیں کہ قربانی واجب نہیں صرف سنت ہے ورنہ یہ کیوں فرمایا جاتا کہ جو قربانی کرنا چاہے وہ حجامت نہ کرائے اور کہتے ہیں کہ حضرت صدیق و فاروق قربانی نہیں کرتے تھے تاکہ لوگ اسے واجب نہ سمجھ جاویں، مگر یہ دلیل بہت کمزور ہے کیونکہ حدیث شریف میں نماز جمعہ کے اور حج کے لیے بھی مَنْ اَرَادَ ارشاد ہوا ہے کہ فرمایا جو جمعہ پڑھنا چاہے وہ غسل کرے، جو حج کرنا چاہے وہ جلدی کرے حالانکہ جمعہ بھی فرض ہے اور حج بھی، چونکہ جمعہ و حج ہر شخص پر فرض نہیں اور قربانی ہر شخص پر واجب نہیں اسی لیے اس طرح ارشاد ہوا، اور حضرت صدیق و فاروق کا قربانی نہ کرنا کہیں ثابت نہیں (مرقاۃ) ؎۳ یعنے بقر عید کے پہلے عشرہ میں رب تعالٰی کو بندوں کے نیک عمل بہت پیارے ہیں جن پر بہت ثواب دے گا کیونکہ یہ زمانہ حج کا ہے اور اسی عشرہ میں عرفہ کا دن ہے جو تمام دنوں سے بہتر ہے ماہ رمضان کی آخری دس راتیں

الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللهِ إِلَّا رَجُلٌ خَرَجَ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ فَلَمْ يَرْجِعْ مِنْ ذٰلِكَ بِشَيْءٍ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ

الْفَصْلُ الثَّانِي عَنْ جَابِرٍ قَالَ ذَبَحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الذَّبْحِ كَبْشَيْنِ أَقْرَنَيْنِ أَمْلَحَيْنِ مَوْجُوْئَيْنِ فَلَمَّا وَجَّهَهُمَا قَالَ إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ عَلٰى مِلَّةِ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِينَ لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ اللّٰهُمَّ مِنْكَ وَ

اللہ کی راہ میں جہاد سوائے اس کے جو اپنی جان و مال لے کر نکلا اور کچھ واپس نہ لایا ۲؎ (بخاری) دوسری فصل روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو خصی چتکبرے سینگ والے بکرے بقر عید کے دن ذبح کیے ۳؎ جب انہیں قبلہ رو لٹایا تو فرمایا کہ میں نے اپنے کو اس کی طرف متوجہ کیا جس نے آسمان و زمین پیدا کیے دین ابراہیمی پر ہوں سب بے دینی سے الگ مشرکوں میں سے نہیں ہوں ۴؎ یقینًا میری نماز میری قربانی میری زندگی اور میری موت رب العلمین کے لیے ہے اس کا کوئی شریک نہیں مجھے اسی کا حکم ملا اور میں مطیعین سے ہوں ۵؎ الٰہی یہ تجھ سے ہے اور

میں نیکیاں بہت قبول ہیں کہ یہ زمانہ اعتکاف کا ہے اور اس میں شب قدر ہے رب تعالٰی نے فرمایا وَلَيَالٍ عَشْرٍ دس راتوں کی قسم خیال رہے کہ دن تو بقر عید کے اول عشرہ کے افضل ہیں اور راتیں رمضان کے آخری عشرہ کی افضل، اسی لیے یہاں ایام فرمایا گیا اور قرآن شریف میں لیال، لہذا قرآن و حدیث متعارض نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ افضل دنوں میں عبادت بھی افضل ہے، اسی لیے شب معراج، شب برات، شب میلاد میں عبادات افضل ہیں کہ یہ افضل راتیں ہیں۔

۲؎ یعنی بقر عید کے پہلے عشرہ کے اعمال، دوسرے زمانہ کے جہاد سے افضل ہیں، ہاں یہ جہاد جس میں غازی جان و مال سب کچھ قربان کردے یہ اس عشرہ کی نیکیوں سے افضل ہے، معلوم ہوا کہ اس عشرہ کا جہاد تو بہت ہی افضل ہوگا۔ ۳؎ مدینہ منورہ میں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کے موقعہ پر تو سو اونٹ ذبح کیے تھے نہ دو بکرے اور مکہ معظمہ کی دوسری قربانیاں حضرت جابر نے دیکھی نہیں کیونکہ آپ انصاری ہیں مدینہ منورہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات دیکھتے تھے اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو کہتے ہیں کہ قربانی صرف مکہ مکرمہ میں چاہیے اور کہیں نہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خصی جانور کی قربانی جائز ہے کہ خصی ہونا عیب نہیں بلکہ کمال ہے کہ خصی کا گوشت اعلٰی ہوتا ہے، یوں ہی خصی بیل خصی بھینسے کی بھی قربانی درست ہے۔ ۴؎ علماء فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالٰی نے ہمیشہ یعنی نبوت کے ظہور سے پہلے اور بعد شرک و کفر اور گناہ سے محفوظ رکھا، اور آپ اول عمر ہی سے عابد و زاہد تھے کسی عبادت میں کسی دوسرے نبی کی اتباع نہ کی بلکہ ظہور نبوت سے پہلے دین ابراہیمی کی عبادتیں کرتے تھے جو اسلامی عبادات کے مطابق تھیں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر پہلی وحی آئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم غار حرا میں اعتکاف و عبادات کر رہے تھے (شامی وغیرہ) ۵؎ یہ قرآن کریم کی آیت ہے جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ نماز شروع کرتے وقت اور قربانی کرتے وقت پڑھا یہاں نسک سے مراد قربانیاں ہیں ورنہ اس موقعہ پر یہ آیت پڑھنا درست نہ ہوتا اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو کہتے ہیں کہ قربانی کا ثبوت قرآن سے نہیں۔ خیال رہے کہ نسک

لَكَ عَنْ مُحَمَّدٍ وَّاُمَّتِهٖ بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ ثُمَّ ذَبَحَ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاؤدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ ۵
وَفِيْ رِوَايَةٍ لِاَحْمَدَ وَاَبِيْ دَاؤدَ وَالتِّرْمِذِيِّ ذَبَحَ بِيَدِهٖ وَقَالَ بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُمَّ هٰذَا
عَنِّيْ وَعَمَّنْ لَّمْ يُضَحِّ مِنْ اُمَّتِيْ ۝ وَعَنْ حَنَشٍ قَالَ رَاَيْتُ عَلِيًّا يُضَحِّيْ بِكَبْشَيْنِ فَقُلْتُ لَهٗ مَا
هٰذَا فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْصَانِيْ اَنْ اُضَحِّيَ عَنْهُ فَاَنَا اُضَحِّيْ عَنْهُ رَوَاهُ
اَبُوْدَاؤدَ وَرَوَى التِّرْمِذِيُّ نَحْوَهٗ ۝ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
اَنْ نَّسْتَشْرِفَ الْعَيْنَ وَالْاُذُنَ وَاَنْ لَّا نُضَحِّيَ بِمُقَابَلَةٍ وَّلَا مُدَابَرَةٍ وَّلَا شَرْقَاءَ وَلَا خَرْقَاءَ
رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاؤدَ وَالنَّسَائِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَانْتَهَتْ رِوَايَتُهٗ اِلَى ۱

تیرے لیے ہے محمد مصطفےٰ اور ان کی امت کی طرف سے[۱] بسم اللہ واللہ اکبر پھر ذبح فرمایا (احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ، دارمی) اور احمد، ابوداؤد و ترمذی کی دوسری روایت میں ہے کہ اپنے ہاتھ سے ذبح فرمایا اور کہا بسم اللہ واللہ اکبر الٰہی یہ میری طرف سے اور میرے اس امتی کی طرف سے جو قربانی نہ کرسکے[۲] روایت ہے حضرت حنش سے فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علی کو دیکھا کہ آپ دو دنبے قربانی دیتے تھے میں نے عرض کیا کیا یہ؟ فرمایا مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی کہ میں آپ کی طرف سے بھی قربانی کیا کروں لہذا میں حضور کی طرف سے قربانی کرتا ہوں[۳] (ابوداؤد) اور ترمذی نے اس کی مثل۔ روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ہم آنکھ، کان دیکھ لیں[۴] نہ اگلے کان کٹے کی قربانی کریں نہ پچھلے کی نہ کان چیرے کی نہ کان پھٹے کی[۵] (ترمذی، ابوداؤد، نسائی، دارمی، ابن ماجہ) ابن ماجہ کی روایت اذن پر ختم ہوگئی

جمع ہے نسیکہ کی اس کے معنی اعمال حج بھی ہیں اور قربانیاں بھی، مگر یہاں قربانی مراد ہے اس کی تفسیر وہ آیت ہے فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ [۱] یعنی خدایا یہ قربانی تیری توفیق سے تیرے راضی کرنے کے لیے کر رہا ہوں، اسے میرے اور میری امت کی طرف سے قبول فرما، اس کی شرح ہوچکی ہے [۲] یعنی تاقیامت فقرائے امت کی طرف سے میری یہ دوسری قربانی ہے، اب امرائے امت کو چاہیئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بھی قربانی کیا کریں، اس سے اشارۃً معلوم ہوتا ہے کہ قربانی واجب ہے اور مالی عبادات میں نیابت جائز [۳] ظاہر یہ ہے کہ حضرت علی تین بکرے قربان کرتے تھے دو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مطابق آپ کی حیات شریف کے اور ایک اپنی طرف سے، اس سے معلوم ہوا کہ بعد وفات مرحوم کی طرف سے قربانی دینا جائز ہے، ہاں اگر میت کی قربانی ہو تو اس کا سارا گوشت خیرات کردیا جائے، اگر وارث اپنی جانب سے محض ثواب کے لیے میت کی طرف سے قربانی کرے تو خود بھی کھائے اور فقیر و امیر سب کو کھلائے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کی قربانی تو تبرک ہے مسلمان برکت کے لیے کھائیں، آج بھی بعض خوش نصیب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے قربانی کرتے ہیں ان کی اصل یہ حدیث ہے [۴] آنکھ کان سے مراد سارے اعضاء ظاہری ہیں قربانی کے لیے وہ جانور خریدا جائے جس کے کسی عضو میں کوئی ایسا عیب نہ ہو جو اس کے حسن میں کمی پیدا کرے یا جسم میں نقصان، لہذا اندھا، کانا، لنگڑا، دم کٹا، بہت دبلا وغیرہ جانور قربان نہ کیا جائے ان عیوب کی تفصیل کتب فقہ میں دیکھو [۵] لمبائی میں چیرے کان

قولہ والأذن، وعنہ قال نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم أن نضحي بأعضب القرن والأذن رواه ابن ماجة. وعن البراء بن عازب أن رسول الله صلى الله عليه وسلم ماذا يُتقى من الضحايا فأشار بيده فقال أربعًا العرجاء البيّن ظلعها والعوراء البيّن عورها والمريضة البيّن مرضها والعجفاء التي لا تنقي رواه مالك وأحمد والترمذي وأبو داود والنسائي وابن ماجة والدارمي. وعن أبي سعيد قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يضحي بكبش أقرن فحيل ينظر في سواد ويأكل في سواد ويمشي في سواد رواه الترمذي وأبو داود والنسائي وابن ماجة.

روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ ہم ٹوٹے سینگ اور کٹے کان والے کی قربانی کریں [1] (ابن ماجہ) روایت ہے حضرت براء ابن عازب سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کن قربانیوں سے بچنا چاہیے تو آپ نے ہاتھ کے اشارے سے فرمایا چار سے [2] لنگڑے سے جس کا لنگ ظاہر ہو کانے سے جس کا کانا پن ظاہر ہو [3] بیمار سے جس کی بیماری ظاہر ہو اور دبلے سے جو ہڈیوں میں مینگ نہ رکھتا ہو [4] (مالک، احمد، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، دارمی) روایت ہے حضرت ابوسعید سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سینگ والے بکرے کی قربانی کرتے تھے جو سیاہی میں دیکھے سیاہی میں کھائے اور سیاہی میں چلے [5]
(ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ)

کو کتر سکتے ہیں اور جو تہائی یا چوتھے کان کو ترشتا۔ اس میں اکثر کان کا اعتبار ہے یعنی اگر آدھے سے زیادہ کان سلامت ہے اور آدھے سے کم چرا پھٹا یا کٹا ہے تو اس کی قربانی جائز ہے اور اس کے برعکس کی ناجائز، یونہی سینگ ٹوٹنے کا بھی حال ہے۔
[2] کیونکہ اس سے جانور کے حسن میں کمی ہوتی ہے۔ خیال رہے کہ بے کنے اور بے سینگے جانور کی قربانی جائز ہے، یعنی جس کے پیدائشی سینگ نہ ہوں یا کان چھوٹے ہوں کیونکہ اعضب وہ کہلاتا ہے جس کے کان یا سینگ کٹے ہوں جس کے سینگوں کا چھلکا اتر گیا ہو مغز باقی ہو اس کی قربانی جائز ہے کیونکہ وہ بھی اعضب نہیں۔ [3] یہ چار اصولی عیب ہیں جن میں بہت سے فروعی عیب شامل ہیں، لہذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں زیادہ عیوب کا ذکر ہے۔ [4] یعنی وہ لنگڑا جانور جو قربان گاہ تک نہ جا سکے اور وہ کانا جس کی ایک آنکھ کی روشنی بالکل جاتی رہی ہو اس سے کم لنگ اور ایک آنکھ میں معمولی پھلی وغیرہ کا ہونا مضر نہیں۔ [5] مرض ظاہر ہونے کے یہ معنے ہیں کہ چارہ نہ کھائے اور مینگ نہ ہونے کی علامت یہ ہے کہ وہ دبلے پن کی وجہ سے کھڑی نہ ہو سکے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قربانی کے اندرونی عیب جو محسوس نہ ہوں مضر نہیں، فقہاء فرماتے ہیں کہ دیوانہ جانور جس کی دیوانگی ظاہر ہو اس کی قربانی نہ کی جائے۔ [6] کیونکہ ایسا جانور بہت حسین ہوتا ہے۔ علماء فرماتے ہیں کہ موٹے اور سرگیں آنکھ والے بکرے کی قربانی افضل ہے اور قربانی میں زیادہ گوشت دیکھو زیادہ قیمت پر نظر رکھو، ایک موٹے بکرے کی قربانی دو دبلوں کی قربانی سے افضل ہے۔

وَعَنْ مُجَاشِعٍ مِنْ بَنِي سُلَيْمٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ إِنَّ الْجَذَعَ يُوَفِّي مِمَّا يُوَفِّي مِنْهُ الثَّنِيُّ رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ ۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ نِعْمَتِ الْأُضْحِيَّةُ الْجَذَعُ مِنَ الضَّأْنِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَحَضَرَ الْأَضْحٰى فَاشْتَرَكْنَا فِي الْبَقَرَةِ سَبْعَةٌ وَفِي الْبَعِيْرِ عَشَرَةٌ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ ۔ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا عَمِلَ ابْنُ اٰدَمَ مِنْ عَمَلٍ

روایت ہے حضرت مجاشع سے جو بنی سلیم سے ہیں[1] کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ بھیڑ کا ششماہہ بچہ اس میں کفایت کرتا ہے جس میں بکری کا ایک سالہ کافی ہو[2] (ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا بھیڑ کے ششماہے بچہ کی قربانی اچھی ہے[3] (ترمذی) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے[4] کہ بقرعید آگئی تو ہم گائے میں سات اور اونٹ میں دس آدمی شریک ہوگئے[5] (ترمذی، نسائی، ابن ماجہ) ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ انسان بقرعید کے دن کوئی ایسی نیکی نہیں کرتا

[1] آپ کا نام مجاشع ابن مسعود ابن ثعلبہ ابن وہب سلمی ہے، صحابی ہیں، مہاجر ہیں، حضرت مجالد کے بھائی ہیں۔ [2] یعنی بھیڑ اور دنبہ کے ششماہہ موٹے بچے کی قربانی جائز ہے اگر ایک سالہ کے قریب معلوم ہو، اس کی شرح پہلے گزر چکی، جذع اور ثنی کے معنی کی تحقیق پہلے کی جا چکی۔ [3] یہ اس لیے فرمایا کہ لوگ اس کی قربانی میں تامل اور تردد نہ کریں، کیونکہ بظاہر اس کی قربانی ناجائز معلوم ہوتی تھی اس حدیث کی بنا پر تمام علماء بلکہ صحابہ کرام کا اتفاق ہے کہ ششماہہ دنبہ یا بھیڑ کی قربانی جائز ہے (لمعات)

[4] اس طرح کہ کسی جگہ پندرہ روز کی نیت سے ٹھہر گئے تھے، ورنہ مسافر پر قربانی واجب نہیں، یا یہ قربانی استحبابًا کی گئی، جیسے بعض حجاج اپنے اور اپنے مرحوم عزیزوں کی طرف سے کہ سفر میں قربانی دے دیتے ہیں

[5] اسحاق ابن راہویہ کا یہی مذہب ہے ان کے علاوہ باقی تمام امام اس پر متفق ہیں کہ اونٹ کی قربانی میں بھی سات ہی آدمی شریک ہو سکتے ہیں، یہ حدیث اس گزشتہ حدیث سے منسوخ ہے جو پہلے گزر گئی کہ گائے اور اونٹ سات سات کی طرف سے جائز ہے۔ لمعات مرقات نے فرمایا کہ عبداللہ ابن عباس کی بعض روایات میں یوں بھی ہے کہ ہم اونٹ میں سات یا دس شریک ہوئے، لہذا شک کی بنا پر یہ حدیث قابل عمل نہیں، نیز یہ حدیث حسن غریب ہے اور سات کی روایت نہایت صحیح لہذا اس کے مقابل یہ حدیث متروک ہے۔

يَوْمَ النَّحْرِ أَحَبَّ إِلَى اللهِ مِنْ إِهْرَاقِ الدَّمِ وَإِنَّهُ لَيَأْتِي يَوْمَ الْقِيٰمَةِ بِقُرُونِهَا وَأَشْعَارِهَا
وَأَظْلَافِهَا وَإِنَّ الدَّمَ لَيَقَعُ مِنَ اللهِ بِمَكَانٍ قَبْلَ أَنْ يَقَعَ بِالْأَرْضِ فَطِيبُوا بِهَا نَفْسًا
رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ ◦ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ مَا مِنْ أَيَّامٍ أَحَبُّ إِلَى اللهِ أَنْ يُتَعَبَّدَ لَهُ فِيهَا مِنْ عَشْرِ ذِي الْحِجَّةِ يَعْدِلُ صِيَامُ
كُلِّ يَوْمٍ مِنْهَا بِصِيَامِ سَنَةٍ وَقِيَامُ كُلِّ لَيْلَةٍ مِنْهَا بِقِيَامِ لَيْلَةِ الْقَدْرِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ
ابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ إِسْنَادُهُ ضَعِيفٌ ◦ الْفَصْلُ الثَّالِثُ ◦ عَنْ
جُنْدُبِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ شَهِدْتُ الْأَضْحٰى يَوْمَ النَّحْرِ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

خون بہانے سے خدا کو زیادہ پیاری ہو[1] اور یہ قربانی قیامت میں اپنے سینگوں بالوں اور کھروں کے ساتھ آئے گی[2] اور خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ کے ہاں قبول ہو جاتا ہے لہٰذا خوش دلی سے قربانی کرو[3] (ترمذی، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کوئی زمانہ ایسا نہیں جس میں خدا تعالیٰ کو اپنی بقرعید کے عشرہ کی عبادت سے زیادہ پیاری ہو اس زمانہ کے ہر دن کا روزہ ایک سال کے روزوں کے برابر ہوتا ہے اور اس کی ہر رات کا قیام شب قدر کے قیام کے برابر[4] (ترمذی، ابن ماجہ) ترمذی فرماتے ہیں کہ اس کی اسناد ضعیف ہے[5] تیسری فصل: روایت ہے حضرت جندب ابن عبداللہ سے فرماتے ہیں کہ میں بقرعید یعنی قربانی کے دن حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حاضر ہوا

[1] اس سے معلوم ہوا کہ قربانی میں مقصود خون بہانا ہے گوشت کھانا یا کھلانا نہیں۔ لہٰذا اگر کوئی شخص قربانی کی قیمت ادا کر دے یا اس سے دگنا گوشت خیرات کر دے تو قربانی ہرگز ادا نہ ہوگی اور کیوں نہ ہو کہ قربانی حضرت خلیل اللہ کی نقل ہے انہوں نے خون بہایا تھا گوشت خیرات نہ کیے تھے اور نقل وہی درست ہوتی ہے جو مطابق اصل ہو خیال رہے کہ اسلام سے پہلے قربانی کا گوشت کھانا حرام تھا اسے غیبی آگ جلا جاتی تھی مگر قربانی کا حکم تھا اب کتنے بے وقوف ہیں وہ لوگ جو کہتے ہیں آج قربانیاں نہ کرو جن کا گوشت نہ کھایا جا سکے [2] اور قربانی کرنے والے کے نیکیوں کے پلے میں رکھی جائے گی جس سے نیکیاں بھاری ہوں گی (لمعات) پھر اس کے لیے سواری بنے گی جس کے ذریعہ یہ شخص آسانی سے پل صراط سے گزرے گا اور اس کا ہر عضو مالک کے ہر عضو کا فدیہ بنے گا (مرقاۃ) [3] یعنی اور اعمال تو کرنے کے بعد قبول ہوتے ہیں اور قربانی کرنے سے پہلے لہٰذا قربانی کو بیکار جان کر یا تنگ دلی سے نہ کرو ہر جگہ عقلی گھوڑے نہ دوڑاؤ [4] یہ حدیث بالکل اپنے ظاہری معنی پر ہے کسی تاویل کی ضرورت نہیں اتنے ثواب بخش دینا رب تعالیٰ کے کرم سے بعید نہیں کیوں نہ ہو کہ ان دنوں میں حضرت خلیل نے اپنے فرزند کی قربانی دی تھی اور حاجی حج بھی انہی ایام میں کرتے ہیں انہیوں کی نسبت سے زمان اور زمین بھی اچھے بن جاتے ہیں خیال رہے کہ اس حدیث سے دسواں بقرعید خارج ہے کہ اس دن روزہ حرام ہے [5] کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ فضائل اعمال میں حدیث ضعیف قبول ہے نیز بیہقی وغیرہ نے حضرت عبداللہ ابن عباس سے اسی کی مثل روایت کی، اس کی وجہ سے یہ حدیث حسن لغیرہ ہے۔

فَلَمْ يَعْدُ اَنْ صَلّٰى وَفَرَغَ مِنْ صَلٰوتِهٖ وَسَلَّمَ فَاِذَا هُوَ يَرٰى لَحْمَ اَضَاحِيَّ قَدْ ذُبِحَتْ
قَبْلَ اَنْ يَفْرُغَ مِنْ صَلٰوتِهٖ فَقَالَ مَنْ كَانَ ذَبَحَ قَبْلَ اَنْ يُصَلِّيَ اَوْ نُصَلِّيَ فَلْيَذْبَحْ
مَكَانَهَا اُخْرٰى وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ النَّحْرِ ثُمَّ خَطَبَ ثُمَّ
ذَبَحَ وَقَالَ مَنْ كَانَ ذَبَحَ قَبْلَ اَنْ يُصَلِّيَ فَلْيَذْبَحْ اُخْرٰى مَكَانَهَا وَمَنْ لَمْ يَذْبَحْ فَلْيَذْبَحْ
بِاسْمِ اللّٰهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ، وَعَنْ نَافِعٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ قَالَ الْاَضْحٰى يَوْمَانِ بَعْدَ يَوْمِ الْاَضْحٰى
رَوَاهُ مَالِكٌ وَقَالَ بَلَغَنِيْ عَنْ عَلِيِّ ابْنِ اَبِيْ طَالِبٍ مِثْلُهٗ ، وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ اَقَامَ رَسُوْلُ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِيْنَةِ عَشْرَ سِنِيْنَ يُضَحِّيْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ، وَعَنْ زَيْدِ بْنِ

تو ابھی آپ نماز سے آگے نہ بڑھے تھے نماز سے فارغ ہوئے ہی تھے سلام ہی پھیرا تھا کہ قربانیوں کے گوشت دیکھے جو آپ کے نماز سے فارغ ہونے سے پہلے ذبح کر دی گئی تھیں[1] تو فرمایا کہ جس نے نماز سے پہلے یا ہماری نماز سے پہلے ذبح کر لیا ہو تو وہ اس کی جگہ دوسرا جانور ذبح کرے اور ایک روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بقر عید کے دن نماز پڑھی پھر خطبہ پڑھا پھر قربانی کی اور فرمایا کہ جس نے نماز سے پہلے قربانی کر لی وہ اس کی جگہ دوسری قربانی کرے اور جس نے قربانی نہ کی ہو تو وہ اللہ کے نام پر قربانی کرے[2] (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت نافع سے کہ حضرت ابن عمر نے فرمایا قربانی بقر عید کے بعد دو دن تک ہے (مالک) اور فرمایا کہ مجھے حضرت علی ابن ابی طالب سے اس کی مثل روایت پہنچی[3] روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ شریف دس سال قیام کیا قربانی کرتے رہے[4] (ترمذی) روایت ہے حضرت زید ابن

[1] غالباً یہ جانور ان لوگوں نے ذبح کیے ہوں گے جن پر نماز عید نہ تھی یا نماز عید شروع ہونے سے پہلے ذبح کر دی گئی ہوں گی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد نماز انہیں دیکھا ہوگا لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ ان ذبح کرنے والوں نے نماز عید کیوں نہ پڑھی، یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ لوگ پہلے ہی اور جگہ نماز عید پڑھ چکے ہوں گے کیونکہ اس زمانہ میں یہ نماز صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ہوتی تھی، نیز اگر ایسا ہوتا تو سرکار قربانی لوٹانے کا حکم نہ دیتے [2] اس کی شرح پہلے گزر چکی کہ شہر میں جہاں نماز عید ضروری ہوتی ہے وہاں قربانی کا وقت نماز عید کے بعد شروع ہوتا ہے اور گاؤں میں نماز عید جائز نہیں، وہاں دسویں تاریخ کی پو پھٹنے سے شروع ہو جاتا ہے اور بارھویں کے آفتاب ڈوبنے تک رہتا ہے، یعنی شہر اور گاؤں ابتداء میں علیحدہ ہیں انتہا میں یکساں [3] یہ حدیث امام ابوحنیفہ و مالک و احمد کی قوی دلیل ہے کہ قربانی بارھویں کے آفتاب ڈوبنے تک ہے، امام شافعی کے ہاں تیرھویں کی عصر تک، یہ حدیث اگرچہ موقوف ہے مگر مرفوع کے حکم میں ہے، کیونکہ یہ بات عقل سے نہیں کہی جا سکتی، تیرھویں تاریخ کی کوئی روایت صحیح نہیں تھی اگر ہوتی بھی تو قابل عمل نہ ہوگی کیونکہ بارھویں تک قربانی کا یقین ہے اور تیرھویں میں شبہ [4] ہر سال، اس حدیث سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ قربانی واجب ہے ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کبھی تو بیان جواز کے لیے قربانی چھوڑتے، دوسرے یہ کہ قربانی صرف مکہ معظمہ میں ہی نہیں ہر جگہ ہوگی۔ اس سے آج کل کے ہندو نواز مسلمانوں کو عبرت چاہیے۔

أرقم قال قال أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم يا رسول الله ما هذه الأضاحي قال سنة أبيكم إبراهيم عليه السلام قالوا فما لنا فيها يا رسول الله قال بكل شعرة حسنة قالوا فالصوف يا رسول الله قال بكل شعرة من الصوف حسنة رواه أحمد وابن ماجة

باب العتيرة

الفصل الأول عن أبي هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم قال لا فرع ولا عتيرة قال والفرع أول نتاج كان ينتج لهم كانوا يذبحونه لطواغيتهم والعتيرة في رجب متفق عليه. الفصل الثاني عن مخنف بن سليم قال كنا وقوفا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم بعرفة

ارقم سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ قربانیاں کیا ہیں فرمایا تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۱؎ عرض کیا کہ ان میں ہمیں کیا ملے گا فرمایا ہر بال کے عوض نیکی عرض کیا کہ اون یا رسول اللہ تو فرمایا کہ اون کے ہر بال کے عوض نیکی ہے۲؎ (احمد، ابن ماجہ)

عتیرہ کا باب۳؎

پہلی فصل روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ فرمایا نہ فرع ہے نہ عتیرہ فرماتے ہیں کہ فرع وہ پہلا بچہ تھا جانور کا جو ان کے ہاں پیدا ہوتا تھا اپنے بتوں کے لیے ذبح کرتے تھے اور عتیرہ رجب میں تھا (مسلم، بخاری) دوسری فصل روایت ہے حضرت مخنف ابن سلیم سے فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عرفہ میں ٹھہرے تھے

۱؎ جس کی ابتداء فرزند کے ذبح سے ہوئی اور آپ یا ختنہ کرتے رہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال طیبہ کو سنت کہتے ہیں اور گزشتہ انبیاء کے طریقہ کو فطرت لہذا قربانی سنت و فطرت ہے۔ ۲؎ پوچھنے والوں کو خیال ہوا کہ اون کے بال تو بہت زیادہ ہوتے ہیں اتنی نیکیاں ایک قربانی میں کیسے مل جائیں گی جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ رب تعالیٰ اپنے کرم سے اس سے بھی زیادہ دے تو کون اسے روک سکتا ہے اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قربانی کی بجائے قیمت یا بازار سے گوشت خرید کر خیرات نہیں کر سکتے کیونکہ پھر ثواب کے لیے بال کہاں سے آئیں گے۔ ۳؎ عتیرہ اس ذبیحہ جانور کا نام ہے جو اہل عرب ماہ رجب میں بتوں کے نام پر ذبح کرتے تھے، شروع اسلام میں مسلمان بھی ماہ رجب میں اللہ کے لیے ذبح کرتے تھے جسے رجبیہ کہتے تھے، قربانی سے عتیرہ کی سنت منسوخ ہو گئی اباحت اب بھی باقی ہے کہ ماہ رجب میں اللہ کے نام پر اللہ کے لیے جانور ذبح کرو مگر [illegible] اسلام میں فرع تو بالکل حرام ہے اور عتیرہ کا ثواب نہیں کیونکہ فرع تو بتوں کے لیے ہی ذبح ہوتا تھا اگر عتیرہ کفار بتوں کے لیے کرتے تھے، مسلمان اللہ کے لیے فرع کی تفسیر خود حدیث میں آگے آرہی ہے کہ کفار بتوں کے نام پر ذبح کرتے تھے اور اس کا گوشت بتوں پر [illegible] مسلمان اللہ کے لیے [illegible]
[illegible]

فَسَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ يَا اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ عَلٰى كُلِّ اَهْلِ بَيْتٍ فِيْ كُلِّ عَامٍ اُضْحِيَّةً وَّعَتِيْرَةً هَلْ تَدْرُوْنَ مَا الْعَتِيْرَةُ هِيَ الَّتِيْ تُسَمُّوْنَهَا الرَّجَبِيَّةَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَهْ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ ضَعِيْفُ الْاِسْنَادِ وَقَالَ اَبُوْدَاوٗدَ وَالْعَتِيْرَةُ مَنْسُوْخَةٌ

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُمِرْتُ بِيَوْمِ الْاَضْحٰى عِيْدًا جَعَلَهُ اللّٰهُ لِهٰذِهِ الْاُمَّةِ قَالَ لَهٗ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَيْتَ اِنْ لَّمْ اَجِدْ اِلَّا مَنِيْحَةً اُنْثٰى اَفَاُضَحِّيْ بِهَا قَالَ لَا وَلٰكِنْ خُذْ مِنْ شَعْرِكَ وَاَظْفَارِكَ وَتَقُصُّ شَارِبَكَ وَتَحْلِقُ عَانَتَكَ فَذٰلِكَ تَمَامُ اُضْحِيَّتِكَ عِنْدَ اللّٰهِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ

کہ میں نے آپ کو فرماتے سنا اے لوگو ہر گھر والے پر ہر سال ایک قربانی ہے اور ایک عتیرہ فرمایا کیا جانتے ہو عتیرہ کیا ہے یہ وہی ہے جسے تم رجبیہ کہتے ہو [1] (ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے، اسناد ضعیف ہے [2] اور ابوداؤد نے فرمایا کہ عتیرہ منسوخ ہے [3]

تیسری فصل

روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مجھے بقر عید کے دن عید منانے کا حکم ملا جسے اللہ نے اس امت کے لیے مقرر کیا [4] ایک شخص نے آپ سے عرض کیا یا رسول اللہ فرمائیے تو اگر میں عاریۃً کا مادہ جانور ہی پاؤں تو کیا اس کی قربانی کردوں فرمایا نہیں [5] لیکن اپنے بال اور ناخن کتر لو مونچھیں کتر دو زیر ناف کے بال صاف کرو تمہارے یہی مکمل قربانی ہے [6] (ابوداؤد، نسائی)

[3] مرقات میں ہے کہ اس کا وجوب یا سنیت منسوخ ہے اباحت باقی ہے۔

[1] اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عتیرہ قربانی کی طرح واجب ہے، قربانی سے منسوخ ہوا کیونکہ حجۃ الوداع کے بعد کوئی اسلامی حکم منسوخ نہیں ہوا، لیکن یہ حدیث بالکل ضعیف ہے، نیز احادیث صحیحہ کے مخالف ہے، ابھی مسلم بخاری کی حدیث گذر چکی کہ نہ فرع ہے نہ عتیرہ بلکہ ہر گھر والے پر تو قربانی بھی واجب نہیں، وہ بھی امیروں پر ہی واجب ہے، اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایک پر واجب ہے

[2] کیونکہ مخنف ابن سلیم سے روایت کرنے والے صرف ابو رملہ ہیں اور وہ محدثین کے نزدیک بالکل مجہول ہیں، عتیرہ کے متعلق ابوداؤد وغیرہ میں روایات ہیں جن سے اس کا جواز معلوم ہوتا ہے

[4] کہ اس دن لوگ کپڑے بدلیں خوشبو ملیں نماز بقر عید پڑھیں اور خوشیاں منائیں اور قربانیاں کریں، خیال رہے کہ یہ سارے احکام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری امت کے لیے ہیں سوائے نماز بقر عید کے کہ وہ گاؤں والوں کے لیے نہیں مگر اس کا خوشی کا دن ہونا سب کے لیے ہے، لہذا یہ جملہ بالکل صحیح ہے اس میں کسی قسم کی تاویل کی ضرورت نہیں

[5] منیحہ منح سے بنا بمعنی دینا، اب اصطلاح میں منیحہ وہ جانور کہلاتا ہے جو کچھ دنوں کے لیے کسی کو عاریۃً دے دیا جائے تاکہ وہ اسے چارہ بھی کھلائے اور اس کے دودھ اون سے فائدہ بھی اٹھائے پھر مالک کو واپس کردے چونکہ یہ شخص غریب بھی ہے اور یہ جانور بھی اس کا اپنا نہیں دوسرے کا ہے اس لیے اس کی قربانی سے منع کر دیا گیا

[6] یعنی غریب آدمی

بابُ صلوةِ الخسوف

الفصل الاول ۝ عن عائشة قالت ان الشمس خسفت على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم فبعث مناديا الصلوة جامعة فتقدم فصلى اربع ركعات في ركعتين واربع سجدات قالت عائشة

گرہن کی نماز کا باب

پہلی فصل ۱؎ روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں سورج گرہن لگا تو آپ نے اعلانچی بھیجا کہ نماز تیار ہے پھر آپ امام ہوئے تو دو رکعتوں میں چار رکوع اور چار سجدے کیے ۲؎

اس عشرہ میں جماعت ہو کہ اسے، بقر عید کے دن بعد نماز عید جماعت کرائے تو ان شاء اللہ قربانی کا ثواب پائے گا، اس سے معلوم ہوا کہ قربانی صرف امیروں پر ہے غریبوں پر نہیں یہ حدیث گذشتہ قربانی کی احادیث کی شرح ہے خیال رہے کہ صاحب مشکوٰۃ اس حدیث کو عتیرہ کے باب میں لائے تاکہ پتہ لگے کہ عتیرہ کوئی شے نہیں، کیونکہ سرکار نے سائل سے یہ فرمایا کہ تو قربانی تو نہ کر، اور اگر جب تک تیرے پاس مال آجائے تو عتیرہ کر دینا ۱؎ خسوف یا خسف کے معنی ہیں دھنس جانا، اہل عرب کہتے ہیں خسفت العين في الراس آنکھ سر میں دھنس گئی اور کہا جاتا ہے خسف القارون في الارض قارون زمین میں دھنس گیا، رب تعالٰی فرماتا ہے فخسفنا به وبداره الارض اب اصطلاح میں چاند گرہن کو خسوف اور سورج گرہن کو کسوف کہتے ہیں، کیونکہ اس وقت چاند سورج دھنسا ہوا محسوس ہوتا ہے خیال رہے کہ یہاں خسوف سے مطلقًا گرہن مراد ہے چاند کا ہو یا سورج کا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج گرہن کی نماز بھی پڑھی ہے اور چاند گرہن کی بھی، کیونکہ ۵ھ میں چاند گرہن لگا تھا، جامع الاصول میں، جیسا کہ ابن حبان وغیرہ میں۔ نماز کسوف باجماعت ہوگی، اور چاند گرہن کی نماز علیحدہ علیحدہ، یہ دونوں نمازیں سنت ہیں، دو دو رکعتیں ہیں عام نمازوں کی طرح پڑھی جائیں گی، ہاں ان میں قیام رکوع وغیرہ بہت دراز ہوگا ۲؎ جس دن حضرت ابراہیم ابن رسول اللہ کی وفات ہوئی، بعض علماء فرماتے ہیں کہ وہ چاند کی دس تاریخ تھی لہذا فلاسفہ کا یہ قول باطل ہے کہ سورج گرہن چاند کی بالکل آخری تاریخوں میں ہی لگ سکتا ہے خیال رہے کہ کفار عرب اور مشرکین ہند کے اس گرہن کے متعلق عجیب خیالات ہیں، کفار عرب کہتے تھے کہ کسی بڑے آدمی کی پیدائش یا بڑے آدمی کی وفات پر گرہن لگتا ہے مشرکین ہند کا عقیدہ ہے کہ چاند اور سورج پہلے انسان تھے انہوں نے بھنگیوں چماروں سے کچھ قرض لیا ادا نہ کیا اس سزا میں انہیں گرہن لگتا ہے، چنانچہ ہندو گرہن کے وقت بھنگیوں کو خیرات دیتے ہیں، اور مانگنے والے بھنگی بھی کہتے ہیں کہ سورج مہاراج کا قرض چکا دو اسلام ان لغویات سے علیحدہ ہے وہ فرماتا ہے کہ یہ اللہ کی قدرت کی نشانیاں ہیں جب چاہے چاند سورج کو نورانی کر دے اور جب چاہے ان کا نور چھین لے چونکہ یہ قہر خداوندی کے ظہور کا وقت ہے اس لیے اس وقت نماز پڑھو، دعائیں مانگو، صدقہ دو، غلام آزاد کرو تاکہ رحم کیے جاؤ ۳؎ یعنی ہر رکعت میں دو رکوع اور دو سجدے اس حدیث کی بنا پر امام شافعی نماز کسوف میں ہر رکعت میں دو رکوع مانتے ہیں ہمارے امام صاحب کے ہاں ہر رکعت میں ایک رکوع جو کہ اور دو سجدے

مَا رَكَعْتُ رُكُوْعًا قَطُّ وَلَا سَجَدْتُ سُجُوْدًا قَطُّ كَانَ اَطْوَلَ مِنْهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْهَا قَالَتْ جَهَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ صَلٰوةِ الْخُسُوْفِ بِقِرَاءَتِهٖ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ انْخَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ مَعَهٗ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيْلًا نَحْوًا مِّنْ قِرَاءَةِ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلًا ثُمَّ رَفَعَ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيْلًا وَهُوَ دُوْنَ الْقِيَامِ الْاَوَّلِ ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلًا وَهُوَ دُوْنَ الرُّكُوْعِ الْاَوَّلِ ثُمَّ رَفَعَ

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں نے اس سے دراز رکوع و سجدے کبھی نہ کیے [1] (مسلم، بخاری) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے گرہن کی نماز میں اونچی قرأت کی [2] (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں سورج گہن گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے ساتھ نماز پڑھی آپ نے دراز قیام کیا سورۂ بقر کی قرأت کے بقدر [3] پھر دراز رکوع کیا پھر اٹھے تو بہت دراز قومہ کیا جو پہلے قیام سے کچھ کم تھا پھر دراز رکوع کیا جو پہلے رکوع سے کم تھا پھر اٹھے

اس لیے کہ حاکم نے باسناد صحیح جو مسلم بخاری کی شرط پر ہے حضرت ابوبکرہ سے روایت کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چاند سورج کے گرہن کے وقت دو رکعتیں پڑھیں جو عام نمازوں کی طرح تھیں نیز حضرت عبداللہ ابن عمر سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز گرہن پڑھی پھر کچھ خطبہ فرمایا جس کے آخری الفاظ یہ ہیں فَاِذَا رَاَيْتُمُوْهَا فَصَلُّوْا صَلٰوةً كَاَحْدَثِ صَلٰوةٍ صَلَّيْتُمُوْهَا مِنَ الْمَكْتُوْبَةِ یعنی جب تم گرہن دیکھو تو جیسے ابھی فرض نماز پڑھی ہو ویسی طرح اس وقت بھی نفل پڑھ لیا کرو، حدیث قولی اور فعلی سے معلوم ہوا کہ گرہن نفل اور نمازوں کی طرح ہے زیادہ رکوع والی احادیث سخت مضطرب ہیں، چنانچہ ایک رکعت دو سجدے تین رکوع چار رکوع پانچ رکوع احادیث میں آئے ہیں لہذا ان میں سے کوئی حدیث قابل عمل نہیں، نیز زیادہ رکوع کی اکثر احادیث یا حضرت عائشہ صدیقہ سے مروی ہیں یا حضرت عبداللہ ابن عباس سے حضرت عائشہ صدیقہ لا بی بی تھیں اور حضرت ابن عباس بچے تھے یہ دونوں نماز میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت دور رہتے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رکوع سجدے جیسے اگلی صف والوں پر ظاہر ہوں گے ویسے ان پر نہیں ہو سکتے، اور مردوں کی روایت ایک رکوع کی ہے لہذا تعارض کے وقت ان کی روایت قوی ہوگی نیز چند رکوع والی حدیثیں قیاس شرعی کے بھی خلاف ہیں اور ایک رکوع والی حدیث قیاس کے مطابق، اس لیے تعارض کے وقت ایک رکوع والی حدیث کو ترجیح ہوگی، اس بنا پر امام صاحب نے ان روایتوں پر عمل نہ کیا۔

[1] آپ کا فرمان اپنے متعلق ہے یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نماز باجماعت بہت دراز پڑھائی ورنہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز تہجد اس سے بھی دراز پڑھتے تھے [2] بعض شارحین نے فرمایا کہ یہاں چاند گرہن کی نماز مراد ہے کیونکہ مطلقاً خسوف چاند گرہن پر ہی بولا

ثُمَّ سَجَدَ ثُمَّ قَامَ قِيَامًا طَوِيلًا وَهُوَ دُونَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا وَهُوَ دُونَ
الرُّكُوعِ الْأَوَّلِ ثُمَّ رَفَعَ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيلًا وَهُوَ دُونَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا وَ
هُوَ دُونَ الرُّكُوعِ الْأَوَّلِ ثُمَّ رَفَعَ ثُمَّ سَجَدَ ثُمَّ انْصَرَفَ وَقَدْ تَجَلَّتِ الشَّمْسُ فَقَالَ إِنَّ
الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللّٰهِ لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ فَإِذَا رَأَيْتُمْ
ذٰلِكَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ رَأَيْنَاكَ تَنَاوَلْتَ شَيْئًا فِي مَقَامِكَ هٰذَا ثُمَّ
رَأَيْنَاكَ تَكَعْكَعْتَ فَقَالَ إِنِّي رَأَيْتُ الْجَنَّةَ فَتَنَاوَلْتُ مِنْهَا عُنْقُودًا وَلَوْ أَخَذْتُهُ لَأَكَلْتُمْ
مِنْهُ مَا بَقِيَتِ الدُّنْيَا وَرَأَيْتُ النَّارَ فَلَمْ أَرَ كَالْيَوْمِ مَنْظَرًا قَطُّ أَفْظَعَ

پھر سجدہ کیا پھر قیام کیا تو بہت دراز قیام فرمایا جو پہلے قیام سے کم تھا پھر دراز رکوع کیا جو پہلے رکوع سے کم
تھا پھر سر اٹھایا تو دراز قیام فرمایا جو پہلے قیام سے کم تھا پھر دراز رکوع کیا جو پہلے رکوع سے کم تھا پھر
سر اٹھایا پھر سجدہ کیا[1] پھر فارغ ہوئے جب کہ سورج صاف ہو چکا تھا[2] پھر فرمایا کہ سورج چاند
اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں نہ تو کسی کی موت کی وجہ سے گہتے ہیں نہ کسی کی زندگی کی وجہ سے تو
جب تم یہ دیکھو تو اللہ کا ذکر کرو[3] لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم نے آپ کو دیکھا کہ آپ نے اپنی اس جگہ میں کچھ لیا
پھر دیکھا کہ آپ پیچھے ہٹے فرمایا میں نے جنت ملاحظہ کی[4] تو اس سے خوشہ لینا چاہا اگر لے لیتا تو تم رہتی دنیا
تک کھاتے رہتے[5] اور میں نے آگ دیکھی تو آج کی طرح گھبراہٹ والا منظر کبھی نہ دیکھا

ہوتا ہے، سورج گرہن کے بارے میں عنقریب احادیث آرہی ہیں کہ آپ نے آہستہ قرأت کی، چونکہ چاند گرہن کی نماز رات میں ہوتی ہے لہٰذا
وہاں جہر مناسب ہے اور سورج گرہن کی نماز دن میں ہوتی ہے وہاں آہستہ پڑھنا بہتر۔ خیال رہے کہ اس حدیث میں جماعت کا ذکر
نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چاند گرہن کی یہ نماز جماعت سے پڑھی[2] یعنی اندازاً اتنا قیام، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرأت
آہستہ تھی ورنہ آپ قیام کا اندازہ نہ لگاتے کسی صحابی سے پوچھ لیتے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کون سی سورۃ پڑھی۔

[1] یہاں دونوں جگہ سجدے سے مراد ہیں جو عام طور پر نماز کی ہر رکعت میں کیے جاتے ہیں لہٰذا اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ نے ایک سجدہ کیا یعنی حضور
صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعتیں پڑھیں اور ہر رکعت میں دو دو رکوع اور دو سجدے کیے دو رکوع کی بحث ابھی گزر چکی[2] یعنی گرہن کا پورا
وقت لمبی نماز میں گزارا، یا اگر وقت کچھ بچ رہا تو دعا میں گزارتے

[3] اس کلام شریف میں اس جاہلانہ عقیدہ کا رد ہے جو اہل عرب میں پھیلا ہوا تھا اور اتفاقاً اس دن حضرت ابراہیم کا انتقال بھی ہوا تھا
اس سے ان کے خیالات میں اور پختگی ہونے کا اندیشہ تھا اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا[4] کہ اگر نصف النہار کا وقت نہ ہو تو نماز
گرہن پڑھو ورنہ تسبیح، تکبیر، استغفار اور باقی ذکر کرو، سبحان اللہ کیا جامع کلام ہے[5] یعنی جنت میرے سامنے آگئی یا جنت کے پاس ہم پہنچ گئے
اور اس کے انگور کے خوشہ کو ہاتھ بھی لگا دیا، قریباً توڑ بھی لیا تھا، ارادہ یہ تھا کہ اس کا خوشہ تمہیں اور قیامت تک کے مسلمانوں کو

وَرَأَيْتُ أَكْثَرَ أَهْلِهَا النِّسَاءَ قَالُوْا بِمَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ بِكُفْرِهِنَّ قِيْلَ يَكْفُرْنَ بِاللّٰهِ قَالَ يَكْفُرْنَ الْعَشِيْرَ وَيَكْفُرْنَ الْإِحْسَانَ وَلَوْ أَحْسَنْتَ إِلٰى إِحْدَاهُنَّ الدَّهْرَ ثُمَّ رَأَتْ مِنْكَ شَيْئًا قَالَتْ مَا رَأَيْتُ مِنْكَ خَيْرًا قَطُّ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ
وَعَنْ عَائِشَةَ نَحْوَ حَدِيْثِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَقَالَتْ ثُمَّ سَجَدَ فَأَطَالَ السُّجُوْدَ ثُمَّ انْصَرَفَ وَقَدِ انْجَلَتِ الشَّمْسُ فَخَطَبَ النَّاسَ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ إِنَّ

میں نے زیادہ دوزخی عورتیں دیکھیں[1] لوگوں نے عرض کیا یا رسول یہ کیوں فرمایا۔ ان کے کفر کی وجہ سے عرض کیا گیا کیا اللہ کی کافر ہیں فرمایا خاوند کی ناشکری ہیں احسان کی منکر ہیں اگر تم ان سے زمانہ بھر تک بھلائی کرو پھر تمہاری طرف سے کچھ ذرا سی بات دیکھ لیں تو کہیں کہ میں نے تجھ سے کبھی بھلائی نہ دیکھی (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت عائشہ سے حضرت ابن عباس کی مثل ام المومنین نے فرمایا کہ پھر سجدہ کیا تو دراز کیا پھر فارغ ہوئے جب کہ آفتاب کھل چکا تھا پھر لوگوں پر خطبہ پڑھا اللہ کی حمد و ثنا کی پھر فرمایا کہ

اور کھا دیں اور کھلا دیں، اگر خیال رہے کہ پھر جنت غائب نہ رہے گی یا ایمان بالغیب نہ رہے گا۔ خیال رہے کہ جنت کے پھلوں کو فنا نہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے "اُكُلُهَا دَآئِمٌ" لہٰذا اگر وہ خوشہ دنیا میں آ جاتا تو تمام دنیا کھاتی رہتی وہ ویسا ہی رہتا، دیکھو چاند سورج کا نور سمندر کا پانی ہزاروں سال سے استعمال میں آ رہا ہے ان میں کچھ کمی نہیں آئی۔ اس حدیث سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جنت اور وہاں کے پھلوں وغیرہ کے مالک ہیں کہ خوشہ توڑنے سے رب نے منع نہ کیا خود توڑا کیوں نہ ہو کہ رب تعالیٰ فرماتا ہے "اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ" اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو کوثر کا پانی بارہا پلایا۔ دوسرے یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو رب تعالیٰ نے وہ طاقت دی ہے کہ مدینہ میں کھڑے ہو کر جنت میں ہاتھ ڈال سکتے ہیں اور وہاں تصرف کر سکتے ہیں، جن کا ہاتھ مدینہ سے جنت میں پہنچ سکتا ہے، کیا ان کا ہاتھ ہم جیسے گنہگاروں کی دستگیری کے واسطے نہیں پہنچ سکتا، اور اگر یہ کہو کہ جنت قریب آگئی تھی تو جنت اور وہاں کی نعمتیں ہر جگہ حاضر ہوئیں، بہرحال اس حدیث سے یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر ماننا پڑے گا یا جنت کو۔

[1] یعنی ہم نے یہیں سے دوزخ کو بھی ملاحظہ فرمایا اور وہاں کے عذابوں اور عذاب پانے والے بندوں کو بھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ آئندہ واقعات کو دیکھ لیتی ہے کیونکہ دوزخیوں کا دوزخ میں جانا قیامت کے بعد ہوگا جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم آج ہی دیکھ رہے ہیں جیسے ہم خواب و خیال میں آئندہ واقعات کو دیکھ لیتے ہیں۔ خیال رہے کہ پہلے دوزخ میں عورتیں زیادہ ہوں گی اور جنت میں مرد زیادہ مگر بعد میں عورتیں زیادہ ہو جائیں گی اس طرح کہ دوزخی عورتیں معافی سے یا سزا بھگت کر جنت میں پہنچ جائیں گی اگرچہ مرد معافی پا کر آئیں گے مگر ان کی تعداد عورتوں سے تھوڑی ہوگی لہٰذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں جس میں فرمایا گیا کہ جنت میں ادنیٰ جنتی کے نکاح میں دو دنیا کی عورتیں ہوں گی (طبرانی) کیونکہ یہاں ابتداء کا ذکر ہے اور

الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ اٰيَتَانِ مِنْ اٰيَاتِ اللّٰهِ لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَلَا لِحَيٰوتِهٖ فَاِذَا رَاَيْتُمْ
ذٰلِكَ فَادْعُوا اللّٰهَ وَكَبِّرُوْا وَصَلُّوْا وَتَصَدَّقُوْا ثُمَّ قَالَ يَا اُمَّةَ مُحَمَّدٍ وَاللّٰهِ مَا مِنْ اَحَدٍ اَ
غْيَرُ مِنَ اللّٰهِ اَنْ يَّزْنِيَ عَبْدُهٗ اَوْ تَزْنِيَ اَمَتُهٗ يَا اُمَّةَ مُحَمَّدٍ وَاللّٰهِ لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ
لَضَحِكْتُمْ قَلِيْلًا وَّلَبَكَيْتُمْ كَثِيْرًا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۞ وَعَنْ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ
فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَزِعًا يَخْشٰى اَنْ تَكُوْنَ السَّاعَةُ فَاَتَى الْمَسْجِدَ فَصَلّٰى

سورج اور چاند اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں کسی کی موت و زندگی کی وجہ سے نہیں گہنتے جب تم یہ دیکھو تو اللہ سے دعا کرو تکبیریں کہو نماز پڑھو خیرات کرو[1] پھر فرمایا اے محمد مصطفےٰ کی امت رب کی قسم اللہ سے زیادہ کوئی اس پر غیرت مند نہیں کہ اس کا غلام یا لونڈی زنا کرے[2] اے محمد مصطفےٰ کی امت رب کی قسم اگر تم وہ جانتے جو میں جانتا ہوں تو تم ہنستے کم اور روتے زیادہ[3] (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ابوموسیٰ سے فرماتے ہیں کہ سورج گہن گیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گھبرائے ہوئے کھڑے ہوئے[4] اس خوف سے کہ قیامت آگئی[5] تو مسجد میں تشریف لائے

اس حدیث میں اشارۃً فرمایا گیا کہ عورت کی فطرت میں یہ بات ہے کہ کسی کا احسان یاد نہیں رکھتی، برائی یاد رکھتی ہے۔ یہ اسلام کے خلاف ہے۔ شکریہ کا حکم قرآن شریف میں دیا گیا ہے جو بندوں کا شکر نہیں کر سکتا وہ خدا کا شکر بھی نہیں کر سکتا۔

۱؎ مضمون دونوں حدیثوں کا تقریباً یکساں ہے صرف الفاظ میں کچھ فرق ہے۔ یہاں خطاب مالداروں سے ہے کیونکہ گرہن کے وقت صدقہ دینے کا انہی کو حکم ہے۔ ملا علی قاری نے فرمایا کہ اکثر دنیا میں عذاب مالداروں کی وجہ سے آتا ہے اور رحمتیں فقراء کی وجہ سے، کیونکہ زیادہ گناہ مالدار ہی کرتے ہیں۔ کہ وہ مال کی وجہ سے بہت گناہوں پر قادر ہوتے ہیں لہذا ہر مصیبت میں انہیں زیادہ ڈرنا چاہیے۔ ۲؎ یعنی جیسے ایک شریف آدمی کو یہ گوارا نہیں کہ اس کا غلام یا لونڈی زنا کرے وہ اس پر ان کو سخت سزا دیتا ہے۔ ایسے ہی رب کا غضب بندوں کے زنا پر جوش میں آتا ہے۔ خیال رہے کہ کفر کے بعد بدترین گناہ زنا ہے۔ جس پر سخت عذاب آتے ہیں، اسی لیے شریعت میں اس کی سزا قتل کی سزا سے بدتر ہے یعنی سنگسار کرنا۔ ۳؎ یعنی اللہ کے عذاب اور غضب جو میرے علم و مشاہدہ میں ہیں۔ اگر تمہارے علم و مشاہدہ میں آجاتے تو ہنسنا بھول جاتے۔ یہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا تحمل ہے کہ دونوں جہان کو جانتے ہوئے ہیں، سب کچھ دیکھتے بھالتے دنیا میں بھی شاغل ہیں۔ ۴؎ یہ بطور تمثیل حضرت ابوموسیٰ نے فرمایا یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کا سا خوف ہوا۔ ورنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جانتے تھے کہ ابھی قیامت کا وقت نہیں خود ہی تو علامات قیامت بے شمار بیان فرمائی ہیں۔ رب تعالٰی نے سارے جہان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کے پھیلانے کا وعدہ کیا ہے۔ جس کی اطلاع اس سے پہلے سرکار بارہا دے چکے ہیں۔ کیونکہ حضرت موسیٰ اشعری فتح خیبر کے سال ایمان لائے اور سورۂ فتح اس سے کہیں پہلے نازل ہوچکی تھی جس میں یہ تمام وعدے ہیں۔ ۵؎ ڈر خوف دل کے حالات ہیں۔ دوسرا شخص علامات سے معلوم کر سکتا ہے حقیقت حال سے خبردار نہیں ہو سکتا۔ حضرت ابوموسیٰ نے اندازۃً یہ بیان کیا۔ (لمعات) لہذا اس حدیث

بِأَطْوَلِ قِيَامٍ وَرُكُوعٍ وَسُجُودٍ مَا رَأَيْتُهُ قَطُّ يَفْعَلُهُ وَقَالَ هٰذِهِ الْآيَاتُ الَّتِي يُرْسِلُ
اللّٰهُ لَا تَكُونُ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيٰوتِهٖ وَلٰكِنْ يُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهَا عِبَادَهٗ فَإِذَا رَأَيْتُمْ شَيْئًا
مِنْ ذٰلِكَ فَافْزَعُوا إِلٰى ذِكْرِهٖ وَدُعَائِهٖ وَاسْتِغْفَارِهٖ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ
اِنْكَسَفَتِ الشَّمْسُ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ مَاتَ إِبْرَاهِيمُ ابْنُ
رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى بِالنَّاسِ سِتَّ رَكَعَاتٍ بِأَرْبَعِ سَجَدَاتٍ رَوَاهُ
مُسْلِمٌ ۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ صَلّٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ كَسَفَتِ
الشَّمْسُ ثَمَانَ رَكَعَاتٍ فِي أَرْبَعِ سَجَدَاتٍ وَعَنْ عَلِيٍّ مِثْلُ ذٰلِكَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔ وَعَنْ

بہت دراز قیام اور رکوع اور سجدے سے نماز پڑھی کہ ایسا کرتے میں نے آپ کو کبھی نہ دیکھا تھا[1] اور فرمایا یہ نشانیاں ہیں جن
کو اللہ بھیجتا ہے کسی کی موت و زندگی کی وجہ سے نہیں ہوتیں لیکن اللہ ان سے اپنے بندوں کو ڈراتا ہے[2] تو جب تم
ان میں سے کچھ دیکھو تو اللہ کے ذکر و دعا و استغفار کی طرف گھبرا کر جاؤ[3] (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت جابر سے
فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جس دن حضور علیہ السلام کے فرزند ابراہیم نے وفات پائی[4] سورج
گہن گیا تو آپ نے لوگوں کو چھ رکوع اور چار سجدوں میں نماز پڑھائی[5] (مسلم) روایت ہے حضرت ابن
عباس سے فرماتے ہیں کہ جب سورج گرہن لگا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار سجدوں میں آٹھ
رکوع سے نماز پڑھائی[6] اسی طرح حضرت علی سے مروی ہے (مسلم) روایت ہے حضرت

یہ نہیں کہا جا سکتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قیامت سے بالکل بے خبر تھے۔ [1] اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
نے اس نماز کی ہر رکعت میں ایک رکوع دو سجدے کیے۔ مگر بہت دراز کیے۔ چونکہ ابو موسیٰ اشعری اس وقت بچے نہ تھے
اس لیے آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس نماز سے بہت ہی خبردار تھے۔ لہذا آپ کی یہ روایت حضرت ابن عباس و عائشہ صدیقہ
کی احادیث پر راجح ہے اور یہ حدیث امام اعظم کی دلیل ہے۔ [2] اس میں کفار عرب کے مذکورہ بالا عقیدے کی تردید ہے اور آج کل
کے فلاسفروں کی بھی کہ خسوف و کسوف محض چاند سورج کی حرکات سے ہوتے ہیں۔ نہیں بلکہ قیامت یاد دلاتے اور رب کی قدرت
ظاہر کرنے کے لیے ہوتے ہیں۔ [3] اس جملہ سے معلوم ہوا کہ گرہن پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا گھبرانا ہماری تعلیم کے لیے تھا۔ اور خدا کی
ہیبت سے ڈر کا نپ جانا بھی یا خدا کے وعدوں پر بے اعتباری کی وجہ سے گرہن میں جیسے نماز پڑھنا سنت اختیاری ہے
ایسے ہی دل کی گھبراہٹ بے اختیاری سنت ہے۔ [4] حضرت ابراہیم ذی الحجہ ۸ھ میں مدینہ پاک میں پیدا ہوئے۔ سولہ یا اٹھارہ
مہینے زندہ رہے۔ اور دوشنبہ کے دن دس ربیع الاول یا جمادی الاولیٰ ۱۰ھ میں وفات پائی۔ اس دن سورج کو گرہن لگا (لمعات
و مرقات) اس سے معلوم ہوا کہ ریاضی دانوں کا یہ کہنا غلط ہے کہ سورج گرہن چاند کی ۲۷، ۲۸ یا ۲۹ ہی ہو سکتا ہے۔ [5]
یعنی دو رکعتیں پڑھائیں جس کی ہر رکعت میں تین رکوع اور دو سجدے کیے۔ اس سے پہلے گزر چکا کہ ہر رکعت میں دو دو رکوع

عبد الرحمٰن بن سمرة قال كنت أرتمي بأسهم لي بالمدينة في حيوة رسول الله صلى الله عليه وسلم إذ كسفت الشمس فنبذتها فقلت والله لأنظرن إلى ما حدث لرسول الله صلى الله عليه وسلم في كسوف الشمس فأتيته وهو قائم في الصلوة رافع يديه فجعل يسبح ويهلل ويكبر ويحمد ويدعو حتى حسر عنها فلما حسر عنها قرأ سورتين وصلى ركعتين رواه مسلم في صحيحه عن عبد الرحمٰن بن سمرة وكذا في شرح السنة عنه وفي نسخ المصابيح عن جابر بن سمرة ۔ وعن أسماء بنت أبي بكر

عبدالرحمٰن ابن سمرہ سے [1] فرماتے ہیں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی شریف میں مدینہ میں تیر اندازی کر رہا تھا کہ سورج گرہن ہو گیا میں نے تیر تو پھینک دیئے اور سوچا کہ رب کی قسم میں دیکھوں گا کہ سورج گرہن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا واقعہ پیش آیا [2] فرماتے ہیں میں حاضر آیا تو حضور نماز میں ہاتھ اٹھائے کھڑے تھے [3] تو آپ تسبیح تہلیل تکبیر اور حمد کر رہے تھے دعا مانگ رہے تھے [4] حتی کہ سورج سے گرہن کھل گیا جب گرہن کھل گیا تو آپ نے دو سورتیں پڑھیں اور دو رکعت نماز ادا کی [5] اسے مسلم نے اپنی صحیح میں عبدالرحمٰن ابن سمرہ سے روایت کیا اسی طرح شرح سنہ میں انہیں سے اور مصابیح کے نسخوں میں حضرت جابر ابن سمرہ سے [6] روایت ہے حضرت اسماء بنت ابی بکر سے

ٹ یعنی دو رکعتیں پڑھائیں ہر رکعت میں چار رکوع اور دو سجدے اسی حضرت ابن عباس کی دو رکوعوں والی روایت اس سے پہلے گزر گئی۔ ان کی احادیث میں تعارض ہے۔ لہذا کوئی روایت قابل عمل نہیں جیسا کہ تعارض میں ہوتا ہے۔ خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ شریف میں صرف ایک بار سورج گرہن ہوا ہے۔ اور ایک ہی بار چاند گرہن، اس لیے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ مختلف واقعوں کا ذکر ہے جن میں کوئی تاویل نہیں ہو سکتی۔

[1] آپ کی کنیت ابو سعید القرشی ہے آپ عبد الشمس ابن عبد مناف کی اولاد سے ہیں۔ آپ کا اصلی نام عبد الکعبہ تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عبدالرحمٰن رکھا، خلافت عثمانیہ میں سجستان اور کابل آپ ہی نے فتح کیا (اشعۃ اللمعات) فتح مکہ کے دن ایمان لائے بصرہ میں قیام رہا ۵۰ھ میں وفات پائی (اکمال)۔ [2] یعنی آپ اس وقت کیا کر رہے ہیں اور کیا کر رہے تاکہ میں خود بھی وہ عمل کیا کروں اور لوگوں کو تبلیغ بھی کروں۔ [3] یعنی زیر ناف ہاتھ باندھے، کیونکہ اس وقت ہاتھ چھوٹے اور لٹکے ہوئے نہیں ہوتے بلکہ اٹھے اور بندھے ہوئے ہیں۔ [4] یا صلوۃ سے مراد دعا ہے یعنی آپ نماز سے فارغ ہو چکے تھے یا تیاری نماز میں تھے ہاتھ اٹھائے دعا مانگ رہے تھے ورنہ نماز گرہن کے قیام میں ہاتھ اٹھانے کا کوئی موقع نہیں اور نہ کسی کا یہ مذہب ہے [5] یعنی پوری کی خلاصہ یہ ہے کہ آپ نے نماز گرہن میں دیر تک تسبیح و تہلیل وغیرہ کی پھر سورۃ فاتحہ وغیرہ پڑھ کر رکوع سجدہ وغیرہ کر کے سلام پھیر دیا اس حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر رکعت میں ایک ہی رکوع اور دو سجدے کیے نماز کو زیادہ رکوعوں سے دراز نہیں کیا بلکہ زیادہ ذکروں سے یہ حدیث بھی امام اعظم کی دلیل ہے [6] یعنی مصابیح میں بجائے عبدالرحمٰن کے جابر ہے۔ میں نے درست کر کے مشکوٰۃ میں عبدالرحمٰن کر

قَالَتْ لَقَدْ أَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْعَتَاقَةِ فِي كُسُوفِ الشَّمْسِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔ اَلْفَصْلُ الثَّانِي عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي كُسُوفٍ لَا نَسْمَعُ لَهُ صَوْتًا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ۔ وَعَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ قِيلَ لِابْنِ عَبَّاسٍ مَاتَتْ فُلَانَةُ بَعْضُ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَرَّ سَاجِدًا فَقِيلَ لَهُ تَسْجُدُ فِي هٰذِهِ السَّاعَةِ فَقَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَأَيْتُمْ آيَةً فَاسْجُدُوا وَأَيُّ آيَةٍ أَعْظَمُ مِنْ ذَهَابِ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ۔ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ عَنْ

فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج گرہن میں غلام آزاد کرنے کا حکم دیا[1] (بخاری) دوسری فصل روایت ہے حضرت سمرہ ابن جندب سے فرماتے ہیں کہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج گرہن کی نماز پڑھائی تو ہم آپ کی آواز نہیں سنتے تھے[2] (ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت عکرمہ سے فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس سے کہا گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی فلاں بیوی وفات پا گئیں تو آپ سجدہ میں گر گئے[3] آپ سے کہا گیا کہ کیا اس گھڑی سجدہ کرتے ہیں تو فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب تم کوئی نشانی دیکھو تو سجدہ کرو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کے تشریف لے جانے سے بڑی کون سی نشانی ہے[4] (ابوداؤد، ترمذی) تیسری فصل روایت ہے

دیا، اس جگہ مرقات نے ترمذی، بخاری، ابوداؤد، نسائی، اور حاکم کی احادیث بروایت ابن عمر، عبداللہ ابن عمرو، سمرہ ابن جندب، نعمان ابن بشیر، قبیصہ ہلالی، ابی بکرہ وغیرہم سے بہت احادیث نقل کیں جن میں نماز گرہن کی ہر رکعت میں ایک رکوع اور دو سجدوں کا ذکر ہے۔ اور فرمایا کہ چند رکوع والی احادیث مضطرب متعارض ہیں۔ ہم وہ تفصیل یہاں چھوڑتے ہیں۔ اگر کسی کو شوق ہو تو اس جگہ مرقاۃ کا مطالعہ کرے۔

[1] کہ اس وقت غلام آزاد کیے جائیں۔ کیونکہ اعتاق اور تمام قسم کی خیرات سے عذاب دفع ہوتا ہے [2] یعنی اس نماز میں آہستہ قراءت کی یہی امام اعظم کا مذہب ہے۔ بعض روایات میں جہری قراءت کا بھی ذکر ہے۔ جب جہر و اخفاء میں تعارض ہوا تو اخفاء کی روایات کو ترجیح ہوگی کیونکہ دن کی نمازوں میں اخفاء اصل ہے۔ [3] یہ سجدہ ہیبت کا تھا کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اور بیویاں تمام امت کے لیے امن و امان ہیں ان کی وفات امن کا اٹھنا ہے اور ان کا جانا مصیبتوں کا آنا ہے۔ خیال رہے کہ یہ بی بی صاحبہ حضرت صفیہ ہیں۔ بعض نے کہا کہ حضرت حفصہ مگر پہلا قول قوی ہے اور عکرمہ حضرت ابن عباس کے غلام ہیں۔ عکرمہ ابن ابوجہل اور ہیں۔ [4] مرقات و لمعات نے اس جگہ فرمایا کہ یہ حضرات بابرکت ہیں جن کے دم سے عذاب رکا رہتا ہے اب ان کی رحلت آفت آنے کی علامت ہے ان کی وفات پر ذکر اللہ تعالیٰ، نوافل اور سجدے زیادہ کرو کیونکہ ان کی حیات کی برکت تو جاتی رہی اب عذاب اللہ کے ذکر

أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ انْكَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى بِهِمْ فَقَرَأَ بِسُوْرَةٍ مِنَ الطُّوَلِ وَرَكَعَ خَمْسَ رَكَعَاتٍ وَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ قَامَ الثَّانِيَةَ فَقَرَأَ بِسُوْرَةٍ مِنَ الطُّوَلِ ثُمَّ رَكَعَ خَمْسَ رَكَعَاتٍ وَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ جَلَسَ كَمَا هُوَ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ حَتّٰى انْجَلٰى كُسُوْفُهَا رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ قَالَ كُسِفَتِ الشَّمْسُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ يُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ رَكْعَتَيْنِ وَيَسْأَلُ عَنْهَا حَتّٰى انْجَلَتِ الشَّمْسُ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَفِيْ رِوَايَةِ النَّسَائِيِّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى حِيْنَ انْكَسَفَتِ الشَّمْسُ مِثْلَ صَلٰوتِنَا يَرْكَعُ وَ

حضرت ابی ابن کعب سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں سورج گھر گیا تو آپ نے لوگوں کو نماز پڑھائی طوال کی کوئی سورۃ پڑھی[1] اور پانچ رکوع کیے اور دو سجدے پھر دوسری رکعت میں کھڑے ہوئے تو طوال کی کوئی سورت پڑھی پھر پانچ رکوع کیے اور دو سجدے پھر بیٹھے تھے ویسے ہی قبلے کو منہ کیے بیٹھے دعا مانگتے رہے حتی کہ اس کا گرہن کھل گیا[2] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت نعمان ابن بشیر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں سورج گھر گیا تو دو دو رکعتیں پڑھتے رہے اور سورج کے بارے میں پوچھتے جاتے تھے حتی کہ سورج کھل گیا[3] (ابوداؤد) اور نسائی کی ایک روایت میں ہے کہ جب سورج گہنا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری تمام نمازوں کی طرح نماز پڑھی کہ رکوع اور سجدے

کی برکت سے عذاب دور ہے۔ خیال رہے کہ ازواج مطہرات کی وفات کی طرح سورج گرہن بھی اللہ کی نشانی ہے۔ لہٰذا اس وقت بھی ذکر و نفل اور سجود چاہیے۔ اس لیے یہ حدیث اس باب میں لائی گئی۔

[1] سورۂ حجرات سے بروج تک کی سورتیں طوال یا طول کہلاتی ہیں۔ حضرت ابی ابن کعب کا یہ فرمانا اندازے سے ہے۔ نہ کہ سن کر اسی لیے آپ نے سورۃ کا نام نہیں لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قراءت آہستہ تھی۔ جیسا کہ پہلے گزر چکا یعنی اتنی لمبی رکعت ادا کی کہ شاید طوال کی سورۃ پڑھی [2] اس حدیث میں فی رکعت پانچ رکوع ثابت ہوئے۔ چار تین دو ایک کی روایتیں گزر چکیں ان احادیث میں مطابقت ناممکن ہے اسی لیے ایک رکوع کی روایت قابل عمل ہے۔ خیال رہے کہ گرہن کے بعد دعا مانگنا بھی سنت ہے بیٹھ کر مانگے یا کھڑے ہو کر قبلہ رو ہو یا قوم کی طرف رخ کرے۔ امام دعا مانگے لوگ آمین کہیں گے کھڑے ہو کر دعا مانگے۔ گمان پر ٹیک لگانا بہتر ہے (مرقات و اشعۃ اللمعات وغیرہ) [3] شارحین نے اس کی شرح میں بہت دشواری محسوس کی ہے کیونکہ گزشتہ احادیث میں صرف دو رکعتوں کا ذکر تھا اور یہاں زیادہ کا۔ بعض نے فرمایا کہ جب گرہن جلدی کھل گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعتیں پڑھیں اور جب دیر میں کھلا تو زیادہ پڑھیں۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں صرف ایک ہی دفعہ سورج گرہن ہوا ہے اس لیے یہ توجیہ نہیں بنتی ایسی اب بھی کہا جا سکتا ہے۔ یہ ایک روایت بے شمار مذکورہ روایتوں کے خلاف ہے یہ ناقابل قبول

يَسْجُدُ وَلَهُ فِي أُخْرَى أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ يَوْمًا مُسْتَعْجِلًا إِلَى الْمَسْجِدِ وَقَدِ انْكَسَفَتِ الشَّمْسُ فَصَلَّى حَتَّى انْجَلَتْ ثُمَّ قَالَ إِنَّ أَهْلَ الْجَاهِلِيَّةِ كَانُوا يَقُولُونَ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَنْخَسِفَانِ إِلَّا لِمَوْتِ عَظِيمٍ مِنْ عُظَمَاءِ أَهْلِ الْأَرْضِ وَإِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَنْخَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ وَلٰكِنَّهُمَا خَلِيقَتَانِ مِنْ خَلْقِهِ يُحْدِثُ اللهُ فِي خَلْقِهِ مَا شَاءَ فَأَيُّهُمَا انْخَسَفَ فَصَلُّوا حَتَّى يَنْجَلِيَ أَوْ يُحْدِثَ اللهُ أَمْرًا ۔

بَابٌ فِي سُجُوْدِ الشُّكْرِ

وَهٰذَا الْبَابُ خَالٍ عَنِ الْفَصْلِ الْأَوَّلِ وَالثَّالِثِ ۔ اَلْفَصْلُ

کرتے تھے۱؎ اور اس کی دوسری روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن جلدی جلدی مسجد کی طرف آئے سورج گہن گیا تھا تو نماز پڑھی حتی کہ کھل گیا پھر فرمایا کہ جاہلیت والے کہتے تھے کہ سورج اور چاند زمین کے کسی بڑے آدمی کے مرنے پر گہنتے ہیں۲؎ حالانکہ سورج چاند نہ کسی کی موت پر گہیں نہ کسی کی زندگی پر یہ تو خلق الٰہی میں سے دو مخلوق ہیں اللہ اپنی مخلوق میں جو چاہے جاری کرے۳؎ لہذا تم نماز پڑھا کرو حتی کہ سورج کھل جائے یا اللہ کوئی واقعہ پیدا کردے۴؎

سجدۂ شکر کا باب۵؎

یہ باب پہلی اور تیسری فصل سے خالی ہے ۔ پہلی فصل

۱؎ یعنی جیسے اور نفل پڑھے جاتے ہیں کہ ہر رکعت میں ایک رکوع اور دو سجدے ایسے ہی یہ نماز گرہن بھی پڑھی گئی یہ حدیث امام اعظم کی دلیل ہے کہ نماز گرہن میں ہر رکعت میں ایک رکوع اور دو سجدے ہیں۔ اس کی پوری بحث ہم اس باب میں پہلے کر چکے ہیں۔ اس حدیث کی تائید دوسری بہت سی احادیث سے ہو رہی ہے اور قیاس شرعی بھی اس کے موافق ہے۔ لہذا یہی قابل عمل ہے۲؎ اتفاقًا آج حضرت ابراہیم کا انتقال بھی ہوا ہے تو اس واقعہ سے ان کے خیال اور پختہ ہو جانے کا اندیشہ ہے اس لیے کہا گیا۳؎ کہ سورج گہن ایسے بارشوں اور آندھیوں کا آنا زمین میں زلزلے کسی کے مرنے جینے سے نہیں بلکہ رب کی قدرت کے اظہار کے لیے ہیں۔ ایسے ہی چاند سورج کا گہن کسی کی موت زندگی کی وجہ سے نہیں۴؎ اس طرح نصف النہار کا وقت آجائے یا سورج گہنے کی حالت میں غروب ہو جائے یا چاند کے گہن کی حالت میں سویرا ہو جائے تو نماز چھوڑ دو کہ ان وقتوں میں نماز منع ہے یہ مطلب نہیں کہ قیامت آجائے کیونکہ اس وقت دنیا میں کوئی مسلمان نہیں ہوگا پھر نماز کیسی اور کون پڑھے گا لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں۵؎ یعنی دینی یا دنیوی خوشی کی خبر سن کر سجدے میں گر جانا اسے سجدۂ شکر کہا جاتا ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہ سجدہ بدعت و ممنوع ہے۔ بعض کے ہاں سنت ہے امام اعظم کا یہی قول ہے۔ بعض علماء نے مکروہ فرمایا وہ یہ فرماتے ہیں کہ سجدۂ شکر کی احادیث میں سجدہ سے نماز مراد ہے یعنی جیسے

الثانی ۞ عَنْ اَبِیْ بَکْرَةَ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا جَآءَہٗ اَمْرٌ سُرُوْرًا اَوْ یُسَرُّ بِہٖ خَرَّ سَاجِدًا شَاکِرًا لِلّٰہِ تَعَالٰی رَوَاہُ اَبُوْدَاؤدَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَقَالَ ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ غَرِیْبٌ ۞ وَعَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَاٰی رَجُلًا مِّنَ النُّغَاشِیِّیْنَ فَخَرَّ سَاجِدًا رَوَاہُ الدَّارَقُطْنِیُّ مُرْسَلًا وَفِیْ شَرْحِ السُّنَّةِ لَفْظُ الْمَصَابِیْحِ ۞ وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ قَالَ

روایت ہے حضرت ابوبکرہ سے فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی خوشی کی خبر پہنچتی یا آپ خوش ہوتے ۱؎ تو اللہ تعالیٰ کا شکر کرتے ہوئے سجدہ میں گر جاتے ۲؎ (ابوداؤد، ترمذی) ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن غریب ہے روایت ہے حضرت ابوجعفر سے ۳؎ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ناقص الخلقت لوگوں میں سے کسی کو دیکھا تو آپ سجدے میں گر گئے ۴؎ (دارقطنی) ارسالًا ۵؎ شرح سنہ میں مصابیح کے الفاظ ہیں روایت ہے حضرت سعد ابن ابی وقاص سے فرماتے ہیں

کل (لمعات) مگر قول صحیح ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوجہل کے قتل، صدیق اکبر نے مسیلمہ کذاب کے قتل اور سیدنا علی مرتضٰی نے ذوالثدیہ خارجی کے قتل کی خبریں سن کر سجدہ شکر ادا کیے اور کعب ابن مالک قبول توبہ کی بشارت پر سجدے میں گر گئے (مرقات و اشعہ) ۲؎ یعنی صاحب مصابیح نے اس باب کی فصل اول نہیں قائم کی کیونکہ انہیں صحیحین میں اس کی کوئی روایت نہ ملی حیرت ہے کہ ابن مالک کا قبول توبہ پر سجدہ شکر کرنا صحیحین میں موجود ہے۔ مگر مصنف کا ادھر خیال نہ گیا میں نے تیسری فصل قائم نہ کی، جیسے اس کی زیادہ ضرورتیں نہ ملیں ۳؎ اس عبارت میں راوی کو شک ہے کہ صحابی نے اَمْرٌ سُرُوْرًا فرمایا یا یُسَرُّ بِہٖ خیال رہے کہ سُرُوْرًا یا اَمْرٌ کی تمیز ہے یا اَعْنِیْ فعل پوشیدہ کا مفعول یا لام جارہ ہٹا دیا گیا ہے یعنی منصوب بنزع الخافض ہے طلباء، علماء اس کے زبر سے دھوکا نہ کھائیں ۳؎ چنانچہ ابوجہل کا سر آپ کی خدمت میں لایا گیا تو آپ سجدہ شکر میں گر گئے ۴؎ آپ کا نام محمد ابن علی ابن حسین ابن علی ابن ابی طالب ہے کنیت ابو جعفر لقب باقر ہے یعنی آپ امام زین العابدین کے بیٹے ہیں، امام جعفر آپ کے بیٹے ہیں آپ تابعی ہیں، حضرت جابر ابن عبداللہ سے ملاقات ہے ۵۶ھ میں پیدائش اور ۱۱۷ھ میں وفات ہے، جنت البقیع میں دفن ہیں فقیر آپ کے مزار پر حاضر ہوا ہے ۵؎ خدایا تیرا شکر ہے کہ تو نے مجھے اعضاء صحیح بخشے اور اس مصیبت سے بچایا، یہ شکریہ اپنی حفاظت کا ہے نہ کہ اس کی آفت میں مبتلا ہونے کا ۶؎ کیونکہ ابوجعفر نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ پایا مگر دوسری روایات سے اس حدیث کو قوت ملتی ہے حدیث شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بونے کو دیکھ کر سجدہ کیا دوسری روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لنگڑے لولے کو دیکھ کر سجدہ کیا (مرقات) نغاش نُغَش سے بنا بمعنی بہت پست قد ضعیف الحرکت ناقص الخلقت انسان، علماء فرماتے ہیں کہ دینی آفت زدہ کو دیکھ کر بھی خدا کا شکر کرنا چاہیئے حضرت شبلی نے ایک دنیا میں پھنسے آدمی کو دیکھا تو سجدے میں گر گئے اور آپ نے یہ دعا پڑھی اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ عَافَانِیْ مِمَّا ابْتَلَاکَ بِہٖ وَفَضَّلَنِیْ عَلٰی کَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِیْلًا یہ دعا ہر دینی و دنیاوی مصیبت زدہ کو دیکھ کر پڑھی جائے تو ان شاء اللہ پڑھنے والا اس مصیبت سے دور رہے گا دنیاوی مصیبت والے کو دیکھ کر

خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ مَّکَّةَ نُرِیْدُ الْمَدِیْنَةَ فَلَمَّا کُنَّا قَرِیْبًا مِنْ عَزْوَزَاءَ نَزَلَ ثُمَّ رَفَعَ یَدَیْہِ فَدَعَا اللّٰہَ سَاعَةً ثُمَّ خَرَّ سَاجِدًا فَمَکَثَ طَوِیْلًا ثُمَّ قَامَ فَرَفَعَ یَدَیْہِ سَاعَةً ثُمَّ خَرَّ سَاجِدًا فَمَکَثَ طَوِیْلًا ثُمَّ قَامَ فَرَفَعَ یَدَیْہِ سَاعَةً ثُمَّ خَرَّ سَاجِدًا قَالَ اِنِّیْ سَئَلْتُ رَبِّیْ وَشَفَعْتُ لِاُمَّتِیْ فَاَعْطَانِیْ ثُلُثَ اُمَّتِیْ فَخَرَرْتُ سَاجِدًا لِرَبِّیْ شُکْرًا ثُمَّ رَفَعْتُ رَاْسِیْ فَسَئَلْتُ رَبِّیْ لِاُمَّتِیْ فَاَعْطَانِیْ ثُلُثَ اُمَّتِیْ فَخَرَرْتُ سَاجِدًا لِرَبِّیْ شُکْرًا ثُمَّ رَفَعْتُ رَاْسِیْ فَسَئَلْتُ رَبِّیْ لِاُمَّتِیْ فَاَعْطَانِی الثُّلُثَ الْاٰخَرَ فَخَرَرْتُ سَاجِدًا لِرَبِّیْ شُکْرًا رَوَاہُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاؤدَ

بَابُ الْاِسْتِسْقَاءِ

کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ معظمہ سے چلے، مدینہ پاک کا ارادہ کرتے تھے جب ہم عزوزاء کے قریب پہنچے[1] تو حضور اتر پڑے پھر اپنے ہاتھ اٹھائے ایک گھڑی اللہ سے دعا مانگی پھر سجدے میں گر گئے اس میں بہت ٹھہرے پھر اٹھے تو ایک گھڑی اپنے ہاتھ اٹھائے رہے پھر سجدے میں گر گئے وہاں بہت ٹھہرے پھر اٹھے ایک گھڑی اپنے ہاتھ اٹھائے پھر سجدے میں گر گئے فرمایا کہ میں نے اپنے رب سے اپنی امت کے لیے سوال کیا اور شفاعت کی[2] تو رب نے مجھے تہائی امت دے دی میں رب کا شکر کرتے سجدے میں گر گیا پھر میں نے اپنا سر اٹھایا اپنے رب سے اپنی امت کا سوال کیا مجھے تہائی امت اور دے دی میں رب کا شکر کرتے سجدے میں گر گیا پھر میں نے اپنا سر اٹھایا اپنے رب سے اپنی امت کے لیے سوال کیا اس نے مجھے آخری تہائی بھی دے دی تو میں رب کا شکر کرتے سجدے میں گر گیا (احمد، ابوداؤد)

بارش مانگنے کا باب

آہستہ چلے، وفاق ویدکار کو دیکھ کر آواز سے پڑھے تاکہ اسے عبرت ہو۔

[1] عزوزاء اور مقام جحفہ میں ایک خشک پہاڑی کا نام ہے چونکہ یہاں پتھریلی اور سخت زمین ہے پانی بہت کم ہے اس لیے اسے عزوزاء کہتے ہیں۔ اور عزوزاء اونٹنی ہے جس کا دودھ مشکل سے دوہا جاتا ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ عزوزاء میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اترنا ٹھہرنے کے ارادے سے نہ تھا بلکہ بذریعہ وحی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا گیا کہ یہ جگہ برکت والی ہے یہاں دعا کریں لہٰذا دعا کے لیے اترے خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہاں پہلا سجدہ دعا کے لیے تھا کیونکہ سجدے میں دعا جلد قبول ہو جاتی ہے باقی سجدے دعا کے لیے بھی تھے اور شکریہ کے بھی، آخری سجدہ صرف شکریہ کا تھا۔ اسی لیے یہ حدیث اس باب میں لائی گئی۔ یا یہ سب سجدے شکر کے تھے۔ دعائیں تو بغیر سجدہ ہاتھ اٹھا کر مانگی گئیں، دوسرا احتمال قوی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ دعا میں ہاتھ اٹھانا اور آہستہ مانگنا سنت ہے

[2] یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے گناہوں کی مغفرت ان کی عیب پوشی اور بلندی مراتب وغیرہ تمام چیزوں کی دعائیں کی سب نے ترتیب وار تمام امت کی بخشش وغیرہ کا وعدہ فرمایا پہلی بار میں سَابِقٌ بِالْخَیْرَاتِ دوسری بار میں مُقْتَصِدٌ تیسری میں ہم جیسے ظالمین عاصین گنہگار بخشے گئے اب مومن کے لیے جہنم میں ہمیشگی نہ ہوگی اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ کوئی بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے بغیر رب کی رحمت نہیں پاسکتا جو ملے گا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ زَیْدٍ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِالنَّاسِ اِلَی الْمُصَلّٰی یَسْتَسْقِیْ فَصَلّٰی بِہِمْ رَکْعَتَیْنِ جَہَرَ فِیْہِمَا بِالْقِرَاءَۃِ وَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَۃَ یَدْعُوْ وَرَفَعَ یَدَیْہِ وَحَوَّلَ رِدَاءَہٗ حِیْنَ اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَۃَ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَرْفَعُ یَدَیْہِ فِیْ شَیْءٍ مِّنْ دُعَائِہٖ اِلَّا فِی الْاِسْتِسْقَاءِ

فصل اول روایت ہے حضرت عبداللہ ابن زید سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو دعائے بارش کیلئے عیدگاہ لے گئے تو انہیں دو رکعتیں پڑھائیں جن میں آواز سے قرأت کی اور دعا مانگتے ہوئے قبلہ رو ہوئے اپنے ہاتھ اٹھائے اور جب قبلہ کو منہ کیا اپنی چادر الٹی [۱] (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم استسقاء کے سوا کسی دعا میں بہت اونچے ہاتھ نہ اٹھاتے تھے [۲] استسقاء میں

اس دعا کا صدقہ ملے گا، نیک ابرار کو پہلی دعا کا صدقہ، مخلوط اعمال والوں کو دوسری دعا کا توسل، بدکار و فجار کو تیسری دعا سے حصہ ملے گا، دوسرے یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے ایسے محبوب ہیں کہ ضد کرکے ناز کرکے اپنی امت بخشا لیتے ہیں، ہم گنہگاروں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس محبوبیت پر ناز ہے۔ شعر: چہ غم دیوار امت راکہ دارد چوں تو پشتی باں ٭ چہ باک از موج بحر آں راکہ دارد نوح کشتی باں ٭ ہم برے ہیں مگر بفضلہ تعالیٰ اسی اچھے کے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔ خیال رہے کہ پہلی بار والے بغیر حساب و کتاب جنتی ہیں دوسری بار والے کچھ جھڑک و عتاب کے بعد، تیسری بار والے یا کچھ عذاب پاکر یا معافی پاکر۔ [۲] استسقاء کے معنی ہیں بارش یا سیرابی مانگنا، شریعت میں دعائے بارش کو استسقاء کہتے ہیں جو ضرورت کے وقت کی جائے، استسقاء کی تین صورتیں ہیں: صرف دعائے بارش کرنا، نوافل پڑھ کر دعا کرنا، باقاعدہ جنگل میں جاکر نماز باجماعت پڑھنا بعد نماز خطبہ اور بعد خطبہ دعا مانگنا، چادر الٹی کرنا، یہ تینوں طریقے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں، یہ نماز تین دن تک پڑھی جائے۔ خیال رہے کہ حضرت امام اعظم نے نماز استسقاء کا انکار نہیں کیا، بلکہ حصر کا انکار کیا ہے کہ استسقاء صرف نماز سے ہی نہیں ہوتا اور دوسرے طریقے سے بھی ہوتا ہے۔

[۱] یہ عبداللہ ابن زید ابن عاصم ابن مازنی انصاری ہیں خود بھی صحابی ہیں اور والدین بھی صحابی، آپ بدر میں شریک نہ تھے احد میں تھے آپ نے وحشی کے ساتھ مل کر مسیلمہ کذاب کو قتل کیا، یہ عبداللہ ابن زید وہ نہیں جو عبدربہ کے بیٹے ہیں جنہوں نے اذان خواب میں دیکھی تھی وہ بھی انصاری ہیں مگر وہ بیعت عقبہ اور جنگ بدر وغیرہ میں شریک ہوئے (مرقات) [۲] اس سے معلوم ہوا کہ نماز استسقاء نماز عید کی طرح جنگل میں پڑھی جائے باجماعت ہو قرأت بلند آواز سے، بہتر یہ ہے کہ پہلی رکعت میں سورۂ ق اور دوسری میں غاشیہ پڑھی جائے بعد میں خطبہ بعد پھر قبلہ رخ ہوکر دعا مانگی جائے اور دعا میں اپنی چادر الٹی کی جائے کہ فال ہے کہ جیسے چادر کا رخ بدل گیا ایسے ہی موسم کا رخ بدل جائے یہ تمام چیزیں سنت ہیں، سنت موکدہ نہیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی یہ نماز ادا کی ہے کبھی صرف دعا مانگی، امام اعظم کے سنیت سے انکار کا یہی مطلب ہے۔ خیال رہے کہ حضور صلی اللہ

فَاِنَّهٗ يَرْفَعُ حَتّٰى يُرٰى بَيَاضُ اِبْطَيْهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِسْتَسْقٰى فَاَشَارَ بِظَهْرِ كَفَّيْهِ اِلَى السَّمَاءِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا رَاَى الْمَطَرَ قَالَ اَللّٰهُمَّ صَيِّبًا نَافِعًا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ اَصَابَنَا وَنَحْنُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَطَرٌ قَالَ فَحَسَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَوْبَهٗ حَتّٰى اَصَابَهٗ مِنَ الْمَطَرِ فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لِمَ صَنَعْتَ هٰذَا قَالَ لِاَنَّهٗ حَدِيْثُ عَهْدٍ بِرَبِّهٖ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ

اس قدر ہاتھ اٹھاتے کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی دیکھی جاتی (مسلم، بخاری) اور روایت ہے انہی سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بارش کی دعا کی تو اپنے ہاتھوں کی پشت سے آسمان کی طرف اشارہ کیا (مسلم) روایت ہے حضرت عائشہ صدیقہ سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بارش دیکھتے اور عرض کرتے الٰہی بہت اور نافع بارش ہو (بخاری) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ بارش برسی فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا کپڑا شریف ہٹا دیا تاکہ آپ پر کچھ بارش پہنچے ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے یہ کیوں کیا فرمایا کہ یہ ابھی اپنے رب کے پاس سے آئی ہے (مسلم) دوسری فصل

علیہ وسلم کی چادر شریف چار گز لمبی اور دو گز ایک بالشت چوڑی تھی، بعض روایات میں آیا ہے کہ آپ نے رکعت اول میں سات تکبیریں کہیں اور دوسری میں پانچ وہ سب ضعیف ہیں کیونکہ ان سب میں محمد ابن عبدالعزیز ابن عمر ابن عبدالرحمن ابن عوف ہے، جسے بخاری نے منکر حدیث فرمایا اور نسائی نے متروک الحدیث کہا، ابوحاتم نے ضعیف الحدیث قرار دیا، اسی لیے ان احادیث پر کسی نے عمل نہیں کیا، نماز استسقاء کی ہر رکعت میں ایک ہی تکبیر ہوگی دیگر نوافل کی طرح۔ ۲؎ یہاں ہاتھ اٹھانے کی نفی نہیں بلکہ سر سے اونچے ہاتھ اٹھانے کی نفی ہے جیسا کہ آگے آرہا ہے، یعنی اور دعاؤں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سینے تک ہاتھ اٹھاتے تھے اور اس دعا میں سر سے اونچے۔ ۳؎ یعنی اگر چادر یا قمیص نہ پہنے ہوتے تو بغل شریف کی سفیدی دیکھی جاتی لہذا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آپ بغیر قمیص نماز پڑھاتے تھے۔ ۴؎ یعنی سر سے اونچے ہاتھ اٹھائے جن کی ہتھیلی زمین کی طرف تھی گویا بادل کا پیٹ زمین کی طرف کردے تاکہ وہ اپنا پانی اس پر بہا دے۔ ظاہر یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ساری دعا یونہی مانگی، بعض کا خیال ہے کہ پہلے ہتھیلیاں آسمان کی طرف کرے پھر زمین کی طرف، مرقات و لمعات وغیرہ میں ہے کہ رحمت مانگنے کے لیے ہتھیلیاں آسمان کی طرف کرے اور بلا و آفت ٹالنے کے لیے زمین کی طرف، چونکہ اس دعا میں بلاء قحط ٹالنے کی درخواست ہوتی ہے اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں دعا مانگی۔ ۵؎ صَیِّبًا صوب سے بنا بمعنی بہنا، اصل میں صیوب تھا مبالغہ کا صیغہ ہے یعنی خدایا بہنے والا مینہ پانی برسا اور اسے نفع بخش بنا کیونکہ کبھی زیادہ بارش سے زمین سرسبز نہیں ہوتی اور مضر پانی سے سیلاب آجاتے ہیں۔ ۶؎ یعنی اپنا سر اور سینہ مبارک کھول کر کچھ قطرے ان اعضاء پر لیے اور وجہ یہ بیان فرمائی کہ یہ پانی ابھی عالم قدس سے آیا ہے جیسے

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْمُصَلّٰى
فَاسْتَسْقٰى وَحَوَّلَ رِدَاءَهٗ حِيْنَ اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ فَجَعَلَ عِطَافَهُ الْأَيْمَنَ عَلٰى عَاتِقِهِ
الْأَيْسَرِ وَجَعَلَ عِطَافَهُ الْأَيْسَرَ عَلٰى عَاتِقِهِ الْأَيْمَنِ ثُمَّ دَعَا اللّٰهَ رَوَاهُ أَبُوْ دَاوٗدَ ؞ وَعَنْهُ
أَنَّهٗ قَالَ اسْتَسْقٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ خَمِيْصَةٌ لَّهٗ سَوْدَاءُ فَأَرَادَ
أَنْ يَّأْخُذَ أَسْفَلَهَا فَيَجْعَلَهٗ أَعْلَاهَا فَلَمَّا ثَقُلَتْ قَلَبَهَا عَلٰى عَاتِقِهِ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُوْ دَاوٗدَ ؞
وَعَنْ عُمَيْرٍ مَوْلٰى آبِي اللَّحْمِ أَنَّهٗ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَسْقِيْ عِنْدَ أَحْجَارِ
الزَّيْتِ قَرِيْبًا مِّنَ الزَّوْرَاءِ قَائِمًا يَدْعُوْ يَسْتَسْقِيْ رَافِعًا يَدَيْهِ قِبَلَ وَجْهِهٖ لَا

روایت ہے حضرت عبداللہ ابن زید سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عیدگاہ تشریف لے گئے اور وہاں دعائے بارش کی اور جب قبلہ رو ہوئے تو اپنی چادر پلٹی کہ اس کا داہنا کنارہ اپنے بائیں کندھے پر ڈال دیا اور بایاں کنارہ داہنے کندھے شریف پر پھر اللہ سے دعا کی (ابوداؤد) ؞ روایت ہے انہی سے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعائے بارش کی آپ پر کالا کمبل تھا آپ نے چاہا کہ اسکا نچلا حصہ لے کر اوپر کرلیں جب یہ بھاری پڑا تو اسے اپنے کندھوں پر پلٹ لیا ۱ (احمد، ابوداؤد) ؞ روایت ہے حضرت عمیر سے جو آبی اللحم کے مولیٰ ہیں ۲ کہ انہوں نے زوراء کے قریب احجار الزیت کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دعائے بارش کرتے دیکھا ۳ آپ کھڑے ہوئے دعائیں کر رہے تھے اپنے چہرہ پاک کے سامنے ہاتھ اٹھائے بارش

اس عالم کے اجزاء ابھی تک نہیں ملے، لہٰذا برکت والا ہے اس سے برکت حاصل کرو بعض حضرات حج سے آنے والوں کے ہاتھ پاؤں چومتے ہیں اور ان کے بدن سے اپنے کپڑے لگاتے ہیں بعض صوفیاء بیماروں کے لیے نقش لکھ کر بارش کے پانی سے دھلوا کر پلواتے ہیں ان سب کی اصل یہ حدیث ہے۔ بارش کے وقت اور کعبہ کو دیکھ کر مانگی دعا مستجاب ہے

۱ اس حدیث میں صرف دو کاموں کا ذکر ہے نیک فال کے لیے اپنی اوڑھی ہوئی چادر الٹی کرنا تاکہ موسم کا حال الٹا ہو جائے خشکی جاتے تری آئے گرانی جائے ارزانی آئے۔ دوسرے دعا مانگنا، معلوم ہوا کہ آپ نے نماز استسقاء نہ پڑھی، لہٰذا یہ حدیث امام اعظم کی دلیل ہے کہ استسقاء میں نماز شرط نہیں صرف دعا سے بھی ہو سکتا ہے۔ ۲ اس حدیث کی بنا پر علماء فرماتے ہیں کہ اگر چادر فراخ ہو تو اس طرح پلٹے کہ نچلا حصہ اوپر کرے اور اگر تنگ ہو تو صرف داہنا کنارہ ہی بائیں طرف ڈال لے۔ خیال رہے کہ چادر پلٹنا صرف امام کا کام ہے مقتدی یہ نہ کریں گے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو اس کا حکم نہ دیا اور نہ انہوں نے یہ کام کیا، مرقاۃ نے فرمایا کہ دوسرے خطبہ میں چادر الٹے، اور اگر نماز و خطبہ ادا نہیں کیا ہے تو دعا میں۔ ۳ آبی اللحم کا نام عبداللہ ابن عبدالملک ہے چونکہ یہ زمانہ جاہلیت میں بھی بتوں کے نام ذبیحہ کا گوشت نہیں کھاتے تھے اس لیے آپ کا لقب آبی اللحم ہوا یعنی اس گوشت کے انکاری آپ بہت پرانے صحابی ہیں غزوہ حنین میں شہید ہوئے، عمیر آپ کے آزاد کردہ غلام ہیں یہ دونوں حضرات صحابی ہیں ۴ احجار الزیت

يُجَاوِزُ بِهِمَا رَأْسَهُ رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ نَحْوَهُ ۞ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْنِيْ فِي الْاِسْتِسْقَاءِ مُتَبَذِّلًا مُتَوَاضِعًا مُتَخَشِّعًا مُتَضَرِّعًا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ ۞ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اسْتَسْقَى قَالَ اللّٰهُمَّ اسْقِ عِبَادَكَ وَبَهِيْمَتَكَ وَانْشُرْ رَحْمَتَكَ وَأَحْيِ بَلَدَكَ الْمَيِّتَ رَوَاهُ مَالِكٌ وَأَبُوْدَاوُدَ ۞ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوَاكِيْ فَقَالَ اللّٰهُمَّ اسْقِنَا غَيْثًا مُغِيْثًا مَرِيْئًا مَرِيْعًا نَافِعًا غَيْرَ ضَارٍّ عَاجِلًا غَيْرَ آجِلٍ قَالَ فَأَطْبَقَتْ عَلَيْهِمْ

مانگ رہے تھے ان ہاتھوں کو سر سے اونچا کرتے تھے ۱ (ابوداؤد) اور ترمذی و نسائی نے اس کی مثل روایت کی۔ روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دعائے بارش کے لیے سادہ کپڑے زیب تن کیے عاجزی کرتے تواضع اور زاری کرتے تشریف لے گئے ۲ (ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب بارش کی دعا کرتے تو کہتے الٰہی اپنے بندوں اپنے جانوروں کو سیراب کر اپنی رحمت پھیلا اپنے مردہ شہر کو زندہ کر دے ۳ (مالک، ابوداؤد) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہاتھ اٹھائے دیکھا فرماتے تھے الٰہی ہمیں ایسے بادل سے سیراب کر جو بسر کرنے والا نقصان سے خالی فراخی والا ہریالا کرنے والا نفع بخش بے ضرر ہو فوراً آئے دیر سے نہ آئے فرمایا کہ فوراً ہی

مدینہ منورہ کے حرہ کا ایک حصہ ہے چونکہ وہاں کے پتھر کالے چکنے اور چمکدار ہیں گویا ان پر تیل مل دیا گیا ہے اس لیے اسے احجار الزیت کہتے ہیں یعنی تیل لے ہوئے پتھر، زوراء کی تحقیق باب الجمعہ میں ہو چکی۔

۲ یعنی اس وقت نماز نہ پڑھی، صرف دعا مانگی اور ہاتھ سر کے مقابل رکھے۔ خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی ہاتھ مبارک سر کے برابر رکھے ہیں کبھی سر سے بھی اونچے اٹھائے ہیں لہٰذا یہ حدیث سر سے اونچے اٹھانے کی حدیث کے خلاف نہیں کہ کبھی وہ عمل تھا کبھی یہ۔ ۳ یعنی استسقاء کے لیے دولت خانہ شریف سے نکلتے وقت یہ حال تھا کہ لباس عاجزانہ تھا زبان پر الفاظ انکسار کے تھے یعنی متواضع دل میں خشوع خضوع تھا دماغ (متخشع) ذکر الٰہی میں مشغول تھے آنکھیں تر تھیں (متضرع) اب بھی سنت یہی ہے کہ استسقاء کیلئے جاتے وقت امیر بھی فقیرانہ لباس پہن کر جائیں کہ بھکاریوں کی وردی یہی ہے راستہ میں یہ سارے کام کرتے ہوئے جائیں ان شاء اللہ دعا ضرور قبول ہوگی۔ ۴ اگرچہ بندوں میں جانور بھی داخل تھے مگر چونکہ یہ بے گناہ ہیں ہم گنہگار ان کی بے گناہی سے ہم پر رحمتیں آتی ہیں ہمارے گناہوں سے انہیں تکلیف ہوتی ہے اس لیے خصوصیت سے ان کا ذکر کیا، رحمت پھیلانے سے مراد جنگل کو ہرا بھرا کر دینا ہے اور مردہ شہر کو زندہ کرنے سے مراد خشک زمین کو تر کرنا ہے کہ کنوئیں پانی سے بھر جائیں تالاب لبریز ہو جائیں، سبحان اللہ کیا جامع دعا ہے ۵ مواکات توکی اتکاء یہ سب ایک ہی مادہ سے

السماء رواہ ابوداؤد۔ **الفصل الثالث** عن عائشۃ قالت شکا الناس الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قحوط المطر فامر بمنبر فوضع لہ فی المصلی ووعد الناس یوما یخرجون فیہ قالت عائشۃ فخرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حین بدا حاجب الشمس فقعد علی المنبر فکبر وحمد اللہ ثم قال انکم شکوتم جدب دیارکم واستیخار المطر عن ابان زمانہ عنکم وقد امرکم اللہ ان تدعوہ ووعدکم ان یستجیب لکم ثم قال الحمد للہ رب العلمین الرحمن الرحیم مالک یوم الدین لا

ہی پر آسمان گھر گیا۔ (ابوداؤد) تیسری فصل روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بارش رک جانے کی شکایت کی [۱] تو منبر کا حکم دیا جو عید گاہ میں بچھا دیا گیا اور لوگوں سے ایک دن کا وعدہ کیا جب لوگ نکلیں [۲] حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب سورج کا کنارہ چمکا تو تشریف لے گئے منبر پر بیٹھے اللہ کی تکبیر و حمد کی پھر فرمایا کہ تم لوگوں نے اپنے شہر کے قحط کی بارش کے وقت سے ہٹ جانے کی شکایت کی اللہ نے تمہیں دعا مانگنے کا حکم دیا اور تم سے دعا کی قبولیت کا وعدہ فرمایا [۳] یعنی فرمایا تمام تعریفیں اللہ رب العلمین کی ہیں جو مہربان رحم والا ہے قیامت کے دن مالک ہے اللہ کے

بنے ہیں جس کے معنی ہیں اعتماد کرنا، ٹیک لگانا، اٹھانا، پھیلانا یہاں آخری دو معنی میں ہے یعنی آپ ہاتھ اٹھائے اور پھیلائے ہوئے تھے۔ [۱] یہ ہے دعائے محبوبانہ اور وہ ہے قبولیت حبیبانہ، محبوب نے کہا بارش میں دیر نہ لگے چاہنے والے رب نے فرمایا کہ فوراً لو۔ جن احادیث میں ہے کہ انسان دعا میں جلدی نہ کرے وہاں عبدیت کی تعلیم ہے یا یہ مطلب ہے کہ ظہور قبولیت میں اگر دیر لگے تو دعا سے بددل نہ ہو اور لوگوں سے رب کی شکایت نہ کرے، لہٰذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں۔ [۲] یعنی بارش کا زمانہ ہے اور نہیں آتی، اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ قحط کی شکایت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کر سکتے ہیں تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سفارش کریں اور ہماری بگڑی بن جائے، رب تعالیٰ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بندوں کی شکایت کرتا ہے فرماتا ہے اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ دوسرے یہ کہ صحابہ کبار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بارگاہ الٰہی میں اپنا بڑا وسیلہ جانتے تھے وہ سمجھتے تھے کہ ہمارے اعمال کی مقبولیت یقینی نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم یقیناً مقبول ہیں، اسی لیے وہ ایسے موقعوں پر خود نمازیں اور دعائیں ادا نہ کر لیتے تھے بلکہ دوڑے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں آتے تھے، حالانکہ انہوں نے قرآن میں یہ آیت پڑھی تھی اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو کہتے ہیں کہ انبیاء و اولیاء کے وسیلہ کی کوئی ضرورت نہیں اپنے اعمال کا وسیلہ پکڑو گویا ان کے نزدیک ان کے اعمال حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مقبول ہیں۔ [۳] کہ فلاں دن تم سب جمع ہو کر جاؤ ہم بھی پہنچ جائیں گے شاید قبولیت کی گھڑی اسی دن میں ہو گی جیسے کہ یعقوب علیہ السلام نے اپنے لڑکوں سے فرمایا تھا سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ یعنی تمہارے لیے دعائے مغفرت ابھی نہیں بلکہ پھر کروں گا [۴] لہٰذا تم میرے وسیلہ سے دعا کرو ہے

اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الْغَنِيُّ وَنَحْنُ الْفُقَرَاءُ اَنْزِلْ عَلَيْنَا الْغَيْثَ وَاجْعَلْ مَا اَنْزَلْتَ لَنَا قُوَّةً وَبَلَاغًا اِلٰى حِيْنٍ ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ فَلَمْ يَتْرُكِ الرَّفْعَ حَتّٰى بَدَا بَيَاضُ اِبْطَيْهِ ثُمَّ حَوَّلَ اِلَى النَّاسِ ظَهْرَهٗ وَقَلَبَ اَوْحَوَّلَ رِدَاءَهٗ وَهُوَ رَافِعٌ يَدَيْهِ ثُمَّ اَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ وَنَزَلَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ فَاَنْشَاَ اللّٰهُ سَحَابَةً فَرَعَدَتْ وَبَرَقَتْ ثُمَّ اَمْطَرَتْ بِاِذْنِ اللّٰهِ فَلَمْ يَاْتِ مَسْجِدَهٗ حَتّٰى سَالَتِ السُّيُوْلُ فَلَمَّا رَاٰى سُرْعَتَهُمْ اِلَى الْكِنِّ ضَحِكَ حَتّٰى بَدَتْ نَوَاجِذُهٗ فَقَالَ اَشْهَدُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ وَاَنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ كَانَ اِذَا قَحَطُوْا

سوا کوئی معبود نہیں جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے الٰہی تو اللہ ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو بے پرواہ ہے ہم فقیر ہیں ہم پر بارش برسا اور جو تو اتارے اسے ہمارے لیے قوت اور مطلوب تک پہنچنے کا ذریعہ بنا ۱؎ پھر اپنے ہاتھ اٹھائے تو اٹھاتے رہے حتی کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی ظاہر ہوگئی پھر لوگوں کی طرف اپنی پشت کی اور اپنی چادر پلٹی حالانکہ ہاتھ اٹھائے ہوئے تھے پھر لوگوں پر توجہ کی منبر سے اترے دو رکعتیں پڑھیں ۲؎ اللہ نے ایک بادل پیدا کیا جو اللہ کے حکم سے گرجا چمکا پھر برسا آپ مسجد تک نہ آنے پائے تھے کہ پانی بہہ گئے جب حضور نے لوگوں کا پناہ کی طرف دوڑنا دیکھا تو ہنسے حتی کہ آپ کے دندان مبارک ظاہر ہوگئے ۳؎ پھر فرمایا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں ۴؎ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت انس سے کہ جب لوگ قحط میں مبتلا ہوتے تو حضرت عمر ابن خطاب

میں تمہارے لیے دعا اور شفاعت کرتا ہوں۔ اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن یوں نہ کہلوا دیا کہ جاؤ خود دعائیں کر لو میرے پاس کیوں آئے۔

۱؎ اس سے معلوم ہوا کہ دعا سے پہلے اللہ کی حمد، اپنی فقیری اور نیازمندی کا اظہار سنت ہے۔ خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بارگاہ الٰہی میں اپنے لیے جو کلمے چاہیں استعمال کریں لیکن اگر کوئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فقیر کہے تو کافر ہوگا۔ داتا گیری میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو وہ غنی داتا ہیں جن کی گلیوں میں تاجدار بھیک مانگتے پھرتے ہیں۔ شعر۔ اس گلی کا گدا ہوں میں جس میں مانگتے تاجدار پھرتے ہیں۔ یہ وہ غنی ہیں جن کو اللہ غنی کر چکا ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ۔ انہیں غنی بنانے کی شان ہے اس کے سبب فقیر ہیں۔ ۲؎ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آج خطبہ اور دعا پہلے پڑھی اور نماز بعد میں، غالباً اس لیے کہ جب آپ جنگل پہنچے ہیں تو سورج نکل رہا تھا وقت مکروہ تھا ورنہ خطبہ استسقاء اور دعا نماز کے بعد ہوتی ہے جیسا کہ گزشتہ روایات سے معلوم ہوا۔ ۳؎ ہنسنے سے مراد تبسم اور مسکرانا ہے نہ کہ ٹھٹھا مارنا اور قہقہہ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قہقہہ مار کر کبھی نہ ہنسے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ تبسم خوشی اور تعجب کا تھا کہ ابھی تو یہ لوگ بارش مانگ رہے تھے جب آئی تو بھاگ رہے ہیں۔ نواجذ، جمع ناجذہ کی ہے۔ ناجذہ دانتوں کی کیلیوں کو بھی کہتے ہیں اور آخری داڑھ کو بھی یعنی عقل داڑھ۔ ۴؎ معلوم ہوا کہ بارش

اِسْتَسْقٰی بِالْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَ اللّٰھُمَّ اِنَّا کُنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّنَا فَتَسْقِیْنَا وَاِنَّا نَتَوَسَّلُ
اِلَیْکَ بِعَمِّ نَبِیِّنَا فَاسْقِنَا فَیُسْقَوْا رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی
اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ خَرَجَ نَبِیٌّ مِّنَ الْاَنْبِیَآءِ بِالنَّاسِ یَسْتَسْقِیْ فَاِذَا ھُوَ بِنَمْلَۃٍ رَافِعَۃٍ بَعْضَ
قَوَائِمِھَا اِلَی السَّمَآءِ فَقَالَ ارْجِعُوْا فَقَدِ اسْتُجِیْبَ لَکُمْ مِّنْ اَجْلِ ھٰذِہِ النَّمْلَۃِ رَوَاہُ الدَّارَقُطْنِیُّ

جناب عباس ابن عبدالمطلب کے توسل سے دعائے بارش کرتے تھے اور عرض کرتے الٰہی ہم تیری بارگاہ میں اپنے نبی کا وسیلہ پکڑتے تھے
تو تو بارش بھیجتا تھا اور اب ہم تیرے نبی کے چچا کا وسیلہ پکڑتے ہیں ہم پر بارش بھیج تو لوگ سیراب کیے جاتے تھے (بخاری) روایت ہے
حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جماعت انبیاء میں سے کسی نبی دعائے بارش کیلئے لوگوں کو باہر لے گئے
ایک چیونٹی دیکھی جو اپنے پاؤں آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے تھی آپ نے فرمایا لوٹ چلو اس چیونٹی کی وجہ سے تمہاری دعا قبول ہوگئی
(دار قطنی)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ بھی تھی اور آپ کی نبوت کی دلیل یعنی آج حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نبوت صحابہ کو آنکھوں سے
دکھا دی اس کی حیثیت گواہی دلی عینیتی ہے۔ تاکہ معلوم ہو کہ صرف نبی کا ہی وسیلہ نہیں ہوتا بلکہ ان کی امت کے اولیاء کا وسیلہ بھی ہو سکتا ہے
انہی کی برکت سے رحمتیں آتی ہیں حضرت عمر جناب عباس کا وسیلہ اس طرح لیتے کہ ان کے توسل سے بارگاہ الٰہی میں دعا کی
جیسا کہ آگے آرہا ہے اور حضرت عباس یوں عرض کرتے کہ خدایا یہ لوگ تیرے محبوب کی نسبت کی وجہ سے میرا وسیلہ لے رہے
ہیں خدایا اس بڑھاپے میں مجھے رسوا و شرمندہ نہ کر یہ کہتے ہی بارش آتی تھی (اشعۃ اللمعات) ۳ یعنی تیرے نبی کی ظاہری
حیات میں ہم اس طرح ان کا وسیلہ لیتے تھے کہ ان سے بارش کی دعا کراتے تھے ان کے سامنے جا کر نماز استسقاء پڑھتے ان کے چہرہ
انور کی طرف اشارہ کرکے کہتے تھے کہ مولیٰ اس نورانی چہرہ کی برکت سے بارش بھیج۔ شعر۔ وَاَبْیَضُ یُسْتَسْقَی الْغَمَامُ بِوَجْھِہٖ ثِمَالُ
الْیَتَامٰی عِصْمَۃٌ لِّلْاَرَامِلِ اب ان کی ظاہری حیات شریف کی برکت سے یہ اشعار مطابق نہ ہوئے ان کی دعاؤں والا وسیلہ ناممکن ہوگیا تو اب ان
کے چچا کے وسیلہ سے بارش بھیج۔ خیال رہے کہ حضرت عمر نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کا وسیلہ لیا اس لیے عرض کیا کہ نبی کے
چچا کے توسل سے دعا کرتے ہیں معلوم ہوا کہ جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت ہو جائے اس کا وسیلہ درست ہے شعر بزرگوں کی نسبت
بڑی چیز ہے۔ خدا کی یہ نعمت بڑی چیز ہے ۳ اس حدیث کی بنا پر بعض بے عقل عالموں نے کہا ہے کہ زندہ بزرگوں کا وسیلہ پکڑنا جائز ہے مردوں
کا ناجائز دیکھو جناب عمر نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کا وسیلہ چھوڑ دیا مگر یہ غلط ہے چند وجہ سے ایک یہ کہ اس حدیث میں چھوڑنے
کا ایک لفظ بھی نہیں آتا یعنی حضرت فاروق نے یہ نہیں کہا کہ اب ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ چھوڑ دیا، دوسرے
یہ کہ اگر حدیث کا یہ مطلب ہو تو یہ حدیث قرآنی آیات کے بھی خلاف ہوگی اور دوسری احادیث کے بھی رب تعالیٰ فرماتا ہے
وَکَانَ اَبُوْھُمَا صَالِحًا ان یتیم بچوں کے دادا کی برکت سے ان بچوں پر اللہ کی یہ رحمت ہوئی کہ ان کی ٹوٹی دیوار بنانے کے واسطے دو
نبی بھیجے گئے حضرت موسیٰ و ہارون کے تبرکات کے وسیلہ سے بنی اسرائیل جنگوں میں فتح پا گئے تھے رب تعالیٰ فرماتا ہے کہ
وَبَقِیَّۃٌ مِّمَّا تَرَکَ اٰلُ مُوْسٰی وَاٰلُ ھٰرُوْنَ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے پہلے اہل کتاب آپ کے وسیلہ سے جنگوں میں فتح پاتے تھے

بَابٌ فِي الرِّيَاحِ

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُصِرْتُ بِالصَّبَا وَاُهْلِكَتْ عَادٌ بِالدَّبُوْرِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَاحِكًا حَتّٰى اَرٰى مِنْهُ لَهَوَاتِهٖ اِنَّمَا كَانَ يَتَبَسَّمُ فَكَانَ اِذَا رَاٰى غَيْمًا اَوْ رِيْحًا عُرِفَ فِيْ وَجْهِهٖ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَعَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا عَصَفَتِ

ہواؤں کا باب[۲]

پہلی فصل: روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ پروا کے ذریعہ میری مدد کی گئی اور پچھوا کے ذریعہ قوم عاد ہلاک کی گئی[۳] (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح ہنستا نہ دیکھا کہ آپ کے حلق شریف دیکھ لیتی آپ صرف مسکرایا کرتے تھے آپ جب بادل یا ہوا دیکھتے تو آپ کے چہرہ میں اثر خوف معلوم ہوتا (مسلم، بخاری) روایت ہے انہی سے فرماتی ہیں کہ جب تیز ہوا چلتی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

رب تعالیٰ فرماتا ہے "وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا" اسی مشکوٰۃ باب الکرامات میں آئے گا کہ حضرت عائشہ صدیقہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور سے روضہ کی چھت ہٹوا دی اور قبر انور کے وسیلہ سے دعائے بارش کی تو بارش آئی یہاں جناب عمر کے فرمانے کا منشاء یہ ہے کہ وہ اشارہ دل والا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز استسقاء پڑھنے والا وسیلہ جاتا رہا یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مسلمانوں وسیلہ اولیاء بھی درست ہے۔ اسی جگہ مرقات میں ہے کہ امیر معاویہ قحط میں حضرت یزید ابن اسود کے وسیلہ سے بارش کی دعا کرتے تھے اور ان سے بھی کہتے تھے کہ وہ بھی ہاتھ اٹھائیں فوراً بارش آتی تھی۔

[۱] یہ نبی حضرت سلیمان علیہ السلام تھے آپ نے چیونٹی کو ہاتھ اٹھائے دیکھا اور یہ دعا کرتے سنا کہ خدایا تو نے ہمیں پیدا کیا ہمیں روزی دے ورنہ ہم ہلاک ہو جائیں گی ہم بھی تیری مخلوق ہیں انسانوں کے گناہوں سے ہمیں برباد نہ کر (مرقاۃ) معلوم ہوا کہ نماز استسقاء کے موقعہ پر جانوروں کو بھی ساتھ لے جاؤ ان کی اصل یہ حدیث ہے۔ [۲] ریاح ریح کی جمع ہے جو روح سے بنا بمعنی رحمت، رب تعالیٰ فرماتا ہے "لَا تَيْاَسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ" چونکہ ہوا خود بھی رحمت ہے اور ہزارہا رحمتوں کا ذریعہ اس لیے اسے ریح کہتے ہیں۔ قرآن شریف میں اکثر قہر کی ہوا کو ریح اور رحمت کی ہوا کو ریاح کہا گیا ہے۔ [۳] صبا وہ ہوا ہے جو مشرق سے مغرب کو چلے یہ تیز ہوتی ہے اکثر بارش لاتی ہے اور دبور وہ ہوا ہے جو مغرب سے مشرق کو جائے یہ گرم و خشک ہوتی ہے اشیاء کو خشک کرتی ہے اور اکثر بادل کو پھاڑ دیتی ہے۔ بارش کو دور کرتی ہے۔ غزوۂ خندق میں جب سارے کفار عرب نے مدینہ پاک کو گھیر لیا تھا تو ایک رات پروا ہوا تیز چلی جس سے کفار کے خیمے اڑ گئے دیگچیاں ٹوٹ گئیں، جانور بھاگ گئے، ان کے منہ میں ریت

الرِّيحُ قَالَ اللّٰهُمَّ اِنِّي اَسْئَلُكَ خَيْرَهَا وَخَيْرَ مَا فِيهَا وَخَيْرَ مَا اُرْسِلَتْ بِهٖ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ مَا فِيهَا وَشَرِّ مَا اُرْسِلَتْ بِهٖ وَاِذَا تَخَيَّلَتِ السَّمَآءُ تَغَيَّرَ لَوْنُهٗ وَخَرَجَ وَدَخَلَ وَاَقْبَلَ وَاَدْبَرَ فَاِذَا مُطِرَتْ سُرِّيَ عَنْهُ فَعَرَفَتْ ذٰلِكَ عَائِشَةُ فَسَاَلَتْهُ فَقَالَ لَعَلَّهٗ يَا عَائِشَةُ كَمَا قَالَ قَوْمُ عَادٍ فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا وَفِيْ رِوَايَةٍ وَيَقُوْلُ اِذَا رَاَى الْمَطَرَ رَحْمَةً مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ اِبْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَفَاتِيْحُ الْغَيْبِ خَمْسٌ ثُمَّ قَرَاَ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ

عرض کرتے الٰہی میں تجھ سے اس ہوا کی خیر اور جو اس میں ہے اس کی خیر اور جو چیز ہوا لے کر بھیجی گئی اس کی خیر مانگتا ہوں اور تیری پناہ اس کے شر اور جو اس میں ہے اس کے شر سے اور جو چیز لے کر ہوا بھیجی گئی اس کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور جب آسمان ابر آلود ہوتا آپ کا رنگ بدل جاتا باہر جاتے اندر آتے آگے جاتے پیچھے جاتے پھر جب بارش برستی تو یہ کیفیت دور ہو جاتی حضرت عائشہ نے یہ پہچان لیا تو آپ سے اس بارے میں پوچھا فرمایا اے عائشہ شاید یہ ایسا ہی ہو جیسے قوم عاد نے کہا تھا کہ جب جنگلوں کی طرف بادل آتے دیکھا تو بولے یہ بادل ہم پر برسے گا اور ایک روایت میں ہے جب بارش دیکھتے تو فرماتے خدایا رحمت ہو (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ غیب کی کنجیاں پانچ ہیں پھر یہ آیت تلاوت کی کہ اللہ کے پاس ہی قیامت کا علم ہے

سے بچ گئے آپ نے سب کو بھاگ کر بچا لیا مدینہ کو ان سے بچایا حضرت ہود علیہ السلام کی قوم عاد پر ہوا سے ہلاک ہوئی اس حدیث میں اسی جانب اشارہ ہے غرضکہ ہوا و بارش کفار کے لیے عذاب اور مومنوں کے لیے رحمت ہو جاتی ہیں، دیکھو نیل کا پانی قبطیوں پر عذاب بنی اسرائیل پر رحمت تھا کہ تفسیرات تھا اس کی جگہ ہے، اللہ والوں کی ہر چیز کو بھی کہتے ہیں حق میں یہ ہوا ہے بلکہ اس کے ٹکڑے کرتے کہ آخر کار سے کوئی بھی آپ ایسا سمجھے جیسے کہ آپ کا رنگ بدل جاتا تھا یعنی بادل یا تیز ہوا ہونے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور پر خوف کے آثار ظاہر ہونے لگتے کہ کہیں بارش سے لوگوں کو نقصان نہ پہنچے جس قدر رب تعالیٰ سے قرب زیادہ اسی قدر خوف زیادہ۔

۱؎ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آندھی کے وقت یہ دعا پڑھتے تھے اب بھی پڑھنی چاہیے یعنی اے مولیٰ میں اس ہوا کی عمومی بھلائی بھی مانگتا ہوں اور خصوصی بھلائی بھی اور اس کے عمومی اور خصوصی شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں ۲؎ یعنی اے عائشہ رب پر امن نہ چاہیے ہمیشہ اس سے ڈرتے رہنا چاہیے بادل کبھی عذاب بھی لاتا ہے قوم عاد پر عذاب بادل ہی کی شکل میں آیا تھا خیال رہے کہ اللہ کی ہیبت و خوف ایمان کی دلیل ہے اور اللہ کے وعدوں پر بے اطمینانی کفار کا طریقہ ہے اور سخت کفر ہے، مایوسی خدا سے امید ایمان کا رکن ہے، مطلق امن کفر ہے، یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلی قسم کا خوف ہوتا تھا یعنی ہیبت خداوندی اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ رب تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ فرمایا تھا کہ تمہارے ہوتے کافروں پر بھی عذاب نہ آئے گا، مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وعدے پر اطمینان نہ تھا اس لیے ڈرتے تھے کہ کہیں رب نے وعدہ خلافی کی اور عذاب بھیج دیا جیسا کہ بعض احمقوں نے سمجھا ۳؎ یہاں اس آیت کی طرف اشارہ ہے وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا اِلَّا هُوَ اس آیت کی تحقیق مرآت کے شروع میں کی جا چکی نیز ہماری تفسیر نور العرفان میں ملاحظہ کرو یعنی یہ پانچ چیزیں کہ قیامت کب ہوگی بارش کب آئے گی عورت کے پیٹ

وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ الْاٰيَةَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَتِ السَّنَةُ بِاَنْ لَا تُمْطَرُوْا وَلٰكِنَّ السَّنَةَ اَنْ تُمْطَرُوْا وَتُمْطَرُوْا وَلَا تُنْبِتُ الْاَرْضُ شَيْئًا رَوَاهُ مُسْلِمٌ اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الرِّيْحُ مِنْ رَوْحِ اللّٰهِ تَاْتِيْ بِالرَّحْمَةِ وَبِالْعَذَابِ فَلَا تَسُبُّوْهَا وَسَلُوا اللّٰهَ مِنْ خَيْرِهَا وَعُوْذُوْا بِهٖ مِنْ شَرِّهَا رَوَاهُ الشَّافِعِيُّ وَاَبُوْ دَاؤُدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي الدَّعَوَاتِ الْكَبِيْرِ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَجُلًا لَعَنَ الرِّيْحَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا تَلْعَنُوا الرِّيْحَ فَاِنَّهَا مَاْمُوْرَةٌ وَاِنَّهٗ مَنْ لَعَنَ شَيْئًا

بارش برساتا ہے آلایہ (بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قحط سالی یہ نہیں کہ تم پر بارش نہ ہو لیکن قحط یہ ہے کہ تم پر بارش ہو اور خوب بارش ہو مگر زمین کچھ نہ اگائے[1] (مسلم) دوسری فصل روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ ہوا اللہ کی رحمت ہے رحمت بھی لاتی ہے عذاب بھی لہٰذا اسے برا نہ کہو اللہ سے اس کی خیر مانگو اور اس کی شر سے اللہ کی پناہ مانگو[2] (شافعی، ابوداؤد، ابن ماجہ، بیہقی، دعوات کبیر) روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہوا پر لعنت کی تو فرمایا ہوا پر لعنت نہ کرو یہ تو زیر فرمان ہے اور جو کسی ایسی چیز کو لعنت کرے

میں لڑکا ہے یا لڑکی، کہاں مرے گا، کل کیا کرے گا، یہ غیب کی کنجیاں ہیں جن سے ہزارہا غیب کا پتہ چلتا ہے، یہ چیزیں بذریعہ حساب وغیرہ کسی عقلی علم سے معلوم نہیں ہو سکتیں صرف رب تعالیٰ جانتا ہے یا جسے وہ بتائے وہ جانتا ہے اسی لیے انہیں مفاتح فرمایا گیا یعنی چابیاں اور ظاہر ہے کہ قفل و چابیاں میں وہ چیزیں رکھی جاتی ہیں جن کا قفل کسی کو دینا ہو ورنہ وہ کھلی جاتی ہے سب تعالیٰ نے یہ علوم بعض فرشتوں، انبیاء، اولیاء کو بخشے۔

[1] یعنی سخت قحط یہ ہے کہ باوجود بارش کے پیداوار نہ ہو کہ اس کے بعد یاس سخت ہوتی ہے اور اس سے سخت قحط وہ ہے کہ پیداوار بھی خوب ہو پھر انسانی تنگی ہو جیسا کہ بعض احادیث میں ہے، آج کل یہ تیسری قسم کا قحط ہے اللہ کرم کرے پیداوار نہ ہونے کی بہت صورتیں ہیں، زمین کچھ اگائے ہی نہیں، اگائے مگر برباد ہو جائے، درخت پھول کر پھل نہ لگے[2] یعنی اگر کسی ہوا سے کوئی نقصان یا تکلیف پہنچے تو ہوا کو گالیاں نہ دو کیونکہ وہ تو حکم الٰہی سے چلائی گئی ہے یہ خیال رہے کہ ہوا رحمت ہے مگر کافروں پر عذاب لاتی ہے مومنوں کے لیے رحمت ہے ایسے غافلوں کی گوشمالی کرتی ہے یہ بھی رحمت ہے لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ جب ہوا رحمت ہے تو عذاب کیوں لاتی ہے ہوائیں آٹھ ہیں چار رحمت کی ناشرات، ذاریات، مرسلات، مبشرات اور چار عذاب کی عاصف، قاصف، صرصر، عقیم، پہلی دو سمندر میں ہیں عذاب کی پچھلی آخری دو خشکی میں (مرقاۃ)۔

لَیْسَ لَهٗ بِاَهْلٍ رَجَعَتِ اللَّعْنَةُ عَلَیْهِ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ۔ وَعَنْ اُبَیِّ ابْنِ كَعْبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تَسُبُّوا الرِّیْحَ فَاِذَا رَاَیْتُمْ مَا تَكْرَهُوْنَ فَقُوْلُوا اللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ مِنْ خَیْرِ هٰذِهِ الرِّیْحِ وَخَیْرِ مَا فِیْهَا وَخَیْرِ مَا اُمِرَتْ بِهٖ وَنَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ هٰذِهِ الرِّیْحِ وَشَرِّ مَا فِیْهَا وَشَرِّ مَا اُمِرَتْ بِهٖ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَا هَبَّتْ رِیْحٌ قَطُّ اِلَّا جَثَا النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلٰی رُكْبَتَیْهِ وَقَالَ اللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا رَحْمَةً وَّلَا تَجْعَلْهَا عَذَابًا اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا رِیَاحًا وَّلَا تَجْعَلْهَا رِیْحًا قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فِیْ كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰی اِنَّا اَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ رِیْحًا صَرْصَرًا وَّاَرْسَلْنَا عَلَیْهِمُ الرِّیْحَ الْعَقِیْمَ وَاَرْسَلْنَا الرِّیَاحَ لَوَاقِحَ وَاَنْ یُّرْسِلَ الرِّیَاحَ مُبَشِّرَاتٍ رَوَاهُ الشَّافِعِیُّ وَالْبَیْهَقِیُّ فِی الدَّعْوَاتِ الْكَبِیْرِ۔ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَبْصَرْنَا شَیْئًا مِّنَ

ہوا اس کے لائق نہ ہو تو لعنت خود کرنے والے پر لوٹتی ہے ۱؎ (ترمذی) ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے روایت ہے حضرت ابی ابن کعب سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہوا کو گالی نہ دو ۲؎ جب تم کوئی ناپسند چیز دیکھو تو کہو الٰہی ہم تجھ سے اس ہوا کی بھلائی اور جو اس ہوا میں ہے اس کی بھلائی اور جس کا اسے حکم ہے اس کی بھلائی مانگتے ہیں اور اس ہوا کی شر سے اور جو کچھ اس میں ہے اور جس کا اسے حکم ہے اس کے شر سے تیری پناہ مانگتے ہیں ۳؎ (ترمذی) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ ایسا کبھی نہ ہوا کہ ہوا چلے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھٹنوں شریف پر نہ بیٹھ کر یہ نہ کہیں کہ الٰہی اسے رحمت بنا اسے عذاب نہ بنا الٰہی اسے ریاح بنا ریح نہ بنا ۴؎ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ اللہ کی کتاب میں ہے کہ ہم نے ان پر تیز ہوا آندھی بھیجی اور ہم نے ان پر بانجھ ہوا بھیجی اور ہم نے حاملہ ہوائیں بھیجیں اور یہ کہ خوشخبریاں دینے والی ہوائیں بھیجیں ۵؎ (شافعی، بیہقی، دعوات کبیر) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب آسمان پر کوئی شے

۱؎ یعنی جو لعنت کی مستحق نہیں اب جو اس پر لعنت کرے گا تو یہ لعنت خود اس کی اپنی ذات پر پڑے گی اس سے معلوم ہوا کہ جانور، ہوا پر لعنت یا زمانہ کو برا کہنا جیسا کہ مولوی محمود حسن صاحب نے کہا سب ناجائز ہے ۲؎ یعنی ہوا کو گالی دینے سے فائدہ تو کوئی نہ ہوگا تم مجرم اور گنہگار ہو جاؤ گے اس دعا کے پڑھ لینے سے ثواب بھی پاؤ گے امن بھی اور کوئی نقصان نہ ہوگا۔ امام غزالی فرماتے ہیں کہ لعنت کے اسباب تین ہیں کفر، بدعت، فسق۔ جو ایسا کوئی نہیں تو پھر اس پر لعنت کیسی ۳؎ دونوں پنڈلیاں بچھا کر رانوں پر بیٹھے ہوئے یہ زانو تھے اس طرح بیٹھنا انتہائی عجز کا اظہار ہے خصوصی دعاؤں کے وقت ایسی نشست قبولیت کا ذریعہ ہے ۴؎ حضرت ابن عباس نے اس حدیث کی شرح قرآنی آیات سے فرمائی کہ قرآن کریم میں ریح تو عذاب کی ہوا کو کہا گیا ہے اور ریاح رحمت کی ہوا کو اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے ریح نہ بنا، ریاح بنا۔ خیال رہے کہ قرآن کریم میں بھی ریاح رحمت کی ہوا کہا گیا

السَّمَاءِ تَعْنِي السَّحَابَ تَرَكَ عَمَلَهُ وَاسْتَقْبَلَهُ وَقَالَ اللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا فِيْهِ فَاِنْ كَشَفَهُ حَمِدَ اللّٰهَ وَاِنْ مَطَرَتْ قَالَ اللّٰهُمَّ سَقْيًا نَافِعًا رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَ ابْنُ مَاجَةَ وَالشَّافِعِيُّ وَاللَّفْظُ لَهُ ۞ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا سَمِعَ صَوْتَ الرَّعْدِ وَالصَّوَاعِقِ قَالَ اللّٰهُمَّ لَا تَقْتُلْنَا بِغَضَبِكَ وَلَا تُهْلِكْنَا بِعَذَابِكَ وَعَافِنَا قَبْلَ ذٰلِكَ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ ۞ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ ۞ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ اَنَّهُ كَانَ اِذَا سَمِعَ الرَّعْدَ تَرَكَ الْحَدِيْثَ وَ قَالَ سُبْحٰنَ الَّذِيْ يُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ رَوَاهُ مَالِكٌ ۞

یعنی بادل نمودار دیکھتے تو اپنے کام کاج چھوڑ دیتے اور ادھر متوجہ ہو جاتے[1] اور کہتے الٰہی جو کچھ اس میں ہے اس کی شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں پھر اگر کھل جاتا تو اللہ کا شکر کرتے اور اگر بارش ہوتی تو کہتے الٰہی اسے نفع بخش بارش بنا[2] (ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، شافعی، یہ لفظ شافعی کے ہیں) روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب گرج و کڑک کی آواز سنتے تو کہتے کہ الٰہی ہمیں اپنے غضب سے نہ مار اور اپنے عذاب سے ہمیں ہلاک نہ کر اس سے پہلے ہمیں عافیت دے (احمد، ترمذی) اور ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب ہے۔ فصل تیسری روایت ہے حضرت عبداللہ ابن زبیر سے کہ جب آپ گرج سنتے تو بات چیت چھوڑ دیتے اور کہتے پاک ہے وہ جس کی تسبیح و حمد کرتی ہے گرج[3] اور فرشتے اس کے خوف سے[4] (مالک)

ہے اگر کسی صفت کے ساتھ ہو جیسے رب کا فرمان وَجَرَيْنَ بِهِمْ بِرِيْحٍ طَيِّبَةٍ ۔ [1] یعنی غیر ضروری کام چھوڑ دیتے جیسے کھانا پینا کسی سے بات چیت، یہ مطلب نہیں کہ نماز وغیرہ عبادات چھوڑ دیتے، اس سے معلوم ہوا کہ دعا کے وقت تمام الجھنوں سے دل کا فارغ ہونا بہت مفید ہے، اگرچہ مشغولیت میں بھی دعائیں مانگی جائیں۔ [2] یعنی اگر بغیر بارش برسے بادل چھٹ کر غائب ہو جاتا تو بارش نہ ہونے پر نہیں بلکہ مصیبت نہ آنے پر شکر کرتے تھے اور اگر برسنے لگتا تو یہ دعا فرماتے، اب بھی یہ دعائیں یاد کرنی چاہئیں اور ان موقعوں پر پڑھنی چاہئیں۔ [3] رعد اس فرشتہ کا نام ہے جو بادلوں پر مقرر ہے اور صاعقہ اس کا کوڑا ہے جس سے وہ بادلوں کو ہانکتا چلاتا ہے کبھی اس کوڑے کی آواز سنی جاتی ہے، حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ رعد فرشتہ اس وقت تسبیح کرتا ہے، یہ آواز اس کی تسبیح کی ہوتی ہے اس آواز پر سارے فرشتے تسبیح میں مشغول ہو جاتے ہیں، ہم کو بھی اس وقت سارے کام و کلام بند کر کے ذکر کرنا چاہیے۔ مرقاۃ نے فرمایا رعد معنی میں آتی ہے اور صاعقہ کڑک بجلی ہی المذاہب سننے سے مراد اس کا فرمانا ہے۔ حدیث پر کوئی اعتراض نہیں۔ خیال رہے کہ صاعقہ کے معنی ہیں بے ہوش کرنے والی چیز چونکہ اس کڑک سے بھی کبھی لوگ بے ہوش ہو جاتے ہیں اس لیے صاعقہ کہی جاتی ہے۔ [4] یعنی اللہ کے خوف سے یا رعد فرشتے کے خوف سے تسبیح کرنے لگتے ہیں۔ حضرت عبداللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ جو شخص گرج کے وقت یہ آیت پڑھ لے وہ بفضلہ تعالیٰ اس سے ہلاک نہیں ہو سکتا، اگر ہلاک ہو جائے تو اس کی

كِتَابُ الْجَنَائِزِ

بَابُ عِيَادَةِ الْمَرِيضِ وَثَوَابِ الْمَرَضِ

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ ۞ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَطْعِمُوا الْجَائِعَ وَعُوْدُوا الْمَرِيْضَ وَفُكُّوا الْعَانِیَ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ ۞ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَی الْمُسْلِمِ خَمْسٌ رَدُّ السَّلَامِ وَعِيَادَةُ الْمَرِيْضِ وَاتِّبَاعُ الْجَنَائِزِ وَاِجَابَةُ الدَّعْوَةِ وَتَشْمِيْتُ الْعَاطِسِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

جنازوں کی کتاب [1]

بیمار پرسی اور بیماری کے ثواب کا باب

پہلی فصل روایت ہے حضرت ابو موسیٰ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھوکوں کو کھلاؤ [2] بیماروں کی مزاج پرسی کرو قیدی کو چھڑاؤ [3] (بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مسلمان کے مسلمان پر پانچ حق ہیں [4] سلام کا جواب دینا بیمار کی عیادت کرنا جنازوں کے ساتھ جانا دعوت قبول کرنا [5] چھینک کا جواب دینا [6] (مسلم، بخاری) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

خون بہا میرے ذمہ ہے گویا آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان پر اس قدر اعتماد تھا (مرقاۃ)

[1] لغت میں جنازہ وہ تخت ہے جس پر میت کو سلایا جائے یا وہ چارپائی جس پر میت کو قبرستان پہنچایا جائے اب خود میت کو جنازہ کہنے لگے، بعض فرماتے ہیں کہ جنازہ جیم کے فتح سے تخت یا چارپائی ہے اور جیم کے کسرہ سے میت یا اس کے برعکس، یہاں میت کے معنی میں ہے۔ خیال رہے کہ بیماری بیمار پرسی کا ذریعہ ثواب کا باعث ہے [2] بھوکوں کو کھانا کھلانا سنت ہے اور بھوک سے مرتا ہو تو فرض کفایہ بلکہ کبھی فرض عین۔ جیسا کہ بھوک میں انسان جانور سبھی داخل ہیں، بعض گنہگار پیاسے کتے کو پانی پلانے میں بخشے گئے (حدیث) [3] یہاں قیدی کا سے مراد غلام یا مقروض ہے اور چھوڑانے سے مراد آزاد کرانا یا قرضہ ادا کرنا ہے یا یہ مطلب ہے کہ جو مسلمان کفار کے ہاتھوں ظلماً قید ہو گئے ہیں انہیں کوشش سے آزاد کراؤ یہ مطلب نہیں کہ چور و بدمعاش کو جیل سے نکلوا دو تاکہ خوب چوریاں، بدمعاشیاں کریں [4] یہ پانچ کی تعداد حصر کے لیے نہیں بلکہ اہتمام کے لیے ہے یعنی یہ پانچ حق بہت شاندار اور ضروری ہیں کیونکہ یہ تقریباً سارے فرض کفایہ یا کبھی فرض عین ہیں لہٰذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں زیادہ حقوق بیان ہوئے۔ خیال رہے کہ یہ اسلامی حقوق ہیں مسلمان فاسق ہو یا متقی سب کے ساتھ یہ برتاؤ کیے جائیں کافروں یا بے دینوں کے لیے یہ حق نہیں [5] بیمار کی عیادت اور خدمت یوں ہی جنازے کے ساتھ جانا عام حالات میں سنت ہے لیکن جب کوئی یہ کام نہ کرے تو فرض ہے کبھی فرض کفایہ کبھی فرض عین، یوں ہی دعوت میں شرکت کرنے کے لیے یا اس کا انتظام ہو کام کرنے کے لیے سنت ہے کبھی فرض لیکن اگر وہاں دستر خوان پر ناجائز کام ہوں جیسے شراب کا دور یا ناچ گانا تو شرکت ناجائز [6] چھینکنے والا الحمد للہ کہے تو سننے والے سب یا ایک جواب یوں دیں یَرْحَمُکَ اللّٰہُ پھر چھینکنے والا کہے یَھْدِیْکُمُ اللّٰہُ وَیُصْلِحُ بَالَکُمْ اور اگر

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ سِتٌّ قِيْلَ مَا هُنَّ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اِذَا لَقِيْتَهٗ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ وَاِذَا دَعَاكَ فَاَجِبْهُ وَاِذَا اسْتَنْصَحَكَ فَانْصَحْ لَهٗ وَاِذَا عَطَسَ فَحَمِدَ اللّٰهَ فَشَمِّتْهُ وَاِذَا مَرِضَ فَعُدْهُ وَاِذَا مَاتَ فَاتَّبِعْهُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔ وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ اَمَرَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسَبْعٍ وَنَهَانَا عَنْ سَبْعٍ اَمَرَنَا بِعِيَادَةِ الْمَرِيْضِ وَاتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ وَتَشْمِيْتِ الْعَاطِسِ وَرَدِّ السَّلَامِ وَاِجَابَةِ الدَّاعِيْ وَاِبْرَارِ الْقَسَمِ وَنَصْرِ الْمَظْلُوْمِ وَ

مسلمان کے مسلمان پر چھ حق ہیں پوچھا گیا یا رسول اللہ وہ کیا فرمایا جب تم اس سے ملو تو اسے سلام کرو اور جب تمہیں بلائے تو قبول کرو اور جب تم سے خیرخواہی چاہے تو کرو اور جب چھینکے اللہ کی حمد کرے تو اس کا جواب دو جب بیمار ہو تو مزاج پرسی کرو جب مر جائے تو ساتھ جاؤ (مسلم) روایت ہے حضرت براء ابن عازب سے فرماتے ہیں کہ ہم کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سات چیزوں کا حکم دیا اور سات سے منع کیا ہمیں مریض کی عیادت جنازوں کے ساتھ جانے چھینک والے کا جواب دینے سلام کا جواب دینے دعوت قبول کرنے قسم والے کو بری کرنے مظلوم کی مدد کرنے کا حکم دیا اور سونے کی انگوٹھی

حمد نہ کرے یا اسے زکام ہے کہ بار بار چھینکتا ہے تو ہر بار جواب ضروری نہیں سلام کرنا سنت ہے اور جواب دینا فرض مگر ثواب سلام کا زیادہ ہے یہاں سنتوں میں سے ہے جس کا ثواب فرض سے زیادہ ہے (شامی، مرقاۃ وغیرہ) اس کے مسائل ان شاء اللہ کتاب الادب میں آئیں گے۔

۱؎ تین وقت سلام کرنا سنت ہے گھر میں آنے کی اجازت چاہتے وقت، ملاقات کے وقت، رخصت کے وقت یہاں دوسرے سلام کا ذکر ہے، اس سے معلوم ہوا کہ آنے والا بیٹھے ہوئے کو سلام کرے، اور جب راستہ میں چلتے ہوئے کسی سے ملاقات ہو تو پیچھے سے ملنے والا آگے والے کو سلام کرے اور اگر دونوں سامنے سے آ رہے ہیں تو چھوٹا بڑے کو تھوڑے زیادہ کو سلام کریں اور اگر ان میں یہ کوئی فرق نہ ہو تو ہر ایک چاہیے سلام کرے اور جماعت میں سے ایک کا سلام یا جواب سب کی طرف سے ہوگا ۲؎ مدد کے لیے یا کھانے یا انعام دعوت میں انتظام کے لیے تو ضرور جاؤ، ہاں اگر مجبوری یا معذوری ہو تو نہ جاؤ ۳؎ یعنی تم سے کوئی مشورہ کرے تو اچھا مشورہ دو اگر شرعی مسئلہ پوچھے تو صحیح بتاؤ یہ لفظ نصح سے بنا بمعنی خلوص، کہا جاتا ہے عَسَلٌ نَاصِحٌ شہد خالص ہے یعنی خالص اچھی رائے دو جس میں برائی کا شائبہ نہ ہو ۴؎ اگر چھینک بیماری سے نہ ہو تو صفائی دماغ کا ذریعہ ہے، آدم علیہ السلام کو پیدا ہوتے ہی سب سے پہلے چھینک آئی اسی شکریہ میں اس پر حمد کرنی چاہیے، بعض جگہ مشہور ہے کہ جمعہ کے دن بیمار پرسی نہ کی جائے، نماز جنازہ کے لیے جانا بھی سنت ہے اور دفن کے لیے بھی ۵؎ یعنی اگر کوئی شخص آئندہ کے متعلق کسی ایسے کام کی قسم کھائے جو تم کر سکتے ہو تو ضرور کر دو تاکہ اس کی قسم پوری ہو جائے اور کفارہ واجب نہ ہو، مثلاً کوئی کہے کہ خدا کی قسم جب تک تم فلاں کام نہ کرو میں تمہیں چھوڑوں گا نہیں، یا خدا کی قسم کل تم میرے پاس ضرور آؤ گے یا اگر تم فلاں کام نہ کرو تو میری بیوی کو طلاق، ان سب صورتوں میں تم وہ کام ضرور کر دو بشرطیکہ وہ کام ناجائز نہ ہو ۶؎ لمعات و مرقات میں ہے کہ مظلوم مسلمان ہو یا کافر ذمی یا مستامن حتی المقدور اس کی ضرور مدد کی جائے۔

نَهَانَا عَنْ خَاتَمِ الذَّهَبِ وَعَنِ الْحَرِيْرِ وَالْاِسْتَبْرَقِ وَالدِّيْبَاجِ وَالْمِيْثَرَةِ الْحَمْرَاءِ وَالْقَسِّيِّ وَاٰنِيَةِ الْفِضَّةِ وَفِيْ رِوَايَةٍ وَعَنِ الشُّرْبِ فِي الْفِضَّةِ فَاِنَّهٗ مَنْ شَرِبَ فِيْهَا فِي الدُّنْيَا لَمْ يَشْرَبْ فِيْهَا فِي الْاٰخِرَةِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْمُسْلِمَ اِذَا عَادَ اَخَاهُ الْمُسْلِمَ لَمْ يَزَلْ فِيْ خُرْفَةِ الْجَنَّةِ حَتّٰى يَرْجِعَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَقُوْلُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَا ابْنَ اٰدَمَ مَرِضْتُ لَمْ تَعُدْنِيْ قَالَ يَا رَبِّ كَيْفَ اَعُوْدُكَ وَاَنْتَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ قَالَ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ عَبْدِيْ فُلَانًا مَرِضَ فَلَمْ

باریک و موٹے ریشم و دیباج پہننے ۱ سرخ گدے ۲ اور قسی پہننے ۳ چاندی کے برتن کے استعمال سے منع فرمایا اور ایک روایت میں ہے کہ چاندی میں پینے سے منع فرمایا کہ جو دنیا میں اس میں پئے گا وہ آخرت میں اس سے نہ پی سکے گا ۴ (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ثوبان سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مسلمان جب اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کرتا ہے۔ تو جنت کے باغ میں رہتا ہے حتی کہ لوٹ آئے ۵ (مسلم) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالے قیامت کے دن فرمائے گا ۶ اے انسان میں بیمار ہوا تو نے میری بیمار پرسی نہ کی بندہ کہے گا الٰہی میں تیری عیادت کیسے کرتا تو تو جہانوں کا رب ہے فرمائے گا کیا تجھے خبر نہیں کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہوا تو تو نے اس کی

۱ حریر سے مراد باریک ریشم ہے اور استبرق سے موٹا ریشم، دیباج وہ ہے جس کا بانا ریشم ہو اور تانا سوت وغیرہ کا یا وہ جس میں ریشم زیادہ ہو اور دوسری چیز کم، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تفصیل اس لیے بیان فرمائی یعنی کسی طرح کا ریشم مرد نہ پہنیں۔ ۲ گھوڑے کی کاٹھی پر گدا یا نرم و موٹا کپڑا جو ڈالا جاتا ہے، یہ اگر ریشم کا ہو تو حرام ہے اور اگر کسی اور کپڑے کا ہو، مگر ہو سرخ تو مکروہ کیونکہ یہ متکبرین کی علامت ہے، خود کا بھی یہی حکم ہے ۳ مصر کے علاقہ میں ایک بستی قسی تھی وہاں کے بنے ہوئے کپڑے کو قسی کہتے تھے، جیسے ہمارے ہاں بھاگلپوری، قسی اکثر کتان اور ریشم سے بنتا تھا۔ مگر ریشم غالب ہوتا تھا اس لیے اس سے منع فرمایا گیا، مقصد یہ ہے کہ تمام کپڑے جن میں ریشم غالب ہو پہننا حرام ہے شراب کو پانی کہہ دینے سے حرمت ختم نہیں ہوجاتی ۴ یعنی وہ جنت نہ پائے گا کیونکہ تمام جنتی چاندی کے برتنوں میں پئیں گے رب تعالٰی فرماتا ہے قَوَارِيْرَا مِنْ فِضَّةٍ مطلب یہ ہے کہ اپنے عذاب اور دوزخ میں رہنے کی مدت تک جنت میں جانے اور وہاں کے برتنوں کے استعمال سے محروم رہے گا، بعض شارحین فرماتے ہیں کہ جنت میں بھی دوسرے برتن دیئے جائیں گے۔ خیال رہے کہ سونا چاندی پہننے کی حرمت صرف مردوں کے لیے ہے عورتوں کے لیے یہ سب جائز ہے لیکن چاندی سونے کے برتنوں میں کھانا پینا عورت مرد سب کو حرام ہے کہ شیرخوار بچوں کو بھی نہیں پلا سکتے ہیں اور نہ ان سے چھوٹے بچوں کو بھی اور خود بچے کو بھی یعنی

تَعُدْهُ أَمَا عَلِمْتَ أَنَّكَ لَوْ عُدْتَهُ لَوَجَدْتَنِي عِنْدَهُ يَا ابْنَ آدَمَ اسْتَطْعَمْتُكَ فَلَمْ تُطْعِمْنِي قَالَ يَا رَبِّ كَيْفَ أُطْعِمُكَ وَأَنْتَ رَبُّ الْعٰلَمِينَ قَالَ أَمَا عَلِمْتَ أَنَّهُ اسْتَطْعَمَكَ عَبْدِي فُلَانٌ فَلَمْ تُطْعِمْهُ أَمَا عَلِمْتَ أَنَّكَ لَوْ أَطْعَمْتَهُ لَوَجَدْتَ ذٰلِكَ عِنْدِي يَا ابْنَ آدَمَ اسْتَسْقَيْتُكَ فَلَمْ تَسْقِنِي قَالَ يَا رَبِّ كَيْفَ أَسْقِيكَ وَأَنْتَ رَبُّ الْعٰلَمِينَ قَالَ اسْتَسْقَاكَ عَبْدِي فُلَانٌ لَمْ تَسْقِهِ أَمَا إِنَّكَ لَوْ سَقَيْتَهُ وَجَدْتَ ذٰلِكَ عِنْدِي رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلٰى أَعْرَابِيٍّ يَعُودُهُ وَكَانَ إِذَا دَخَلَ عَلٰى مَرِيضٍ يَعُودُهُ قَالَ لَا بَأْسَ طَهُورٌ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ فَقَالَ لَهُ لَا بَأْسَ طَهُورٌ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ قَالَ

بیمار پرسی نہ کی کیا تجھے خبر نہیں کہ اگر تو اس کی عیادت کرتا تو مجھے اس کے پاس پاتا اے ابن آدم میں نے تجھ سے کھانا مانگا تو نے مجھے نہ کھلایا عرض کرے گا الٰہی تجھے میں کیسے کھلاتا تو تو جہانوں کا رب ہے فرمائے گا کیا تجھے علم نہیں کہ تجھ سے میرے فلاں بندے نے کھانا مانگا تو نے اسے نہ کھلایا کیا تجھے پتہ نہیں کہ اگر تو اسے کھلاتا تو میرے پاس پاتا اے ابن آدم میں نے تجھ سے پانی مانگا تو تو نے مجھے نہ پلایا عرض کرے گا مولا میں تجھے کیسے پلاتا تو تو جہانوں کا رب ہے فرمائے گا تجھ سے میرے فلاں بندے نے پانی مانگا تو نے اسے نہ پلایا اگر تو اسے پلاتا تو آج میرے پاس وہ پاتا (مسلم) روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک بدوی کے پاس بیمار پرسی کے لیے تشریف لے گئے اور جب بھی آپ کسی بیمار کی عیادت فرماتے تو کہتے کوئی ڈر نہیں یہ صفائی ہے اگر اللہ نے چاہا تو اس سے بھی فرمایا کوئی ڈر نہیں ان شاء اللہ صفائی ہے وہ بولا

چونکہ بیمار پرسی کا ثواب جنت ہے اس لیے جو بیمار پرسی کرنے گیا گویا جنت ہی میں پہنچ گیا جیسے کہا جاتا ہے کہ جو ریل میں بیٹھ گیا گویا منزل پر پہنچ گیا ۱؎ اس میں اشارۃً یہ فرمایا گیا کہ بندہ مومن بیماری کی حالت میں رب تعالیٰ سے اتنا قریب ہوتا ہے کہ اس کے پاس آنا گویا رب کے پاس ہی آنا ہے اور اس کی خدمت گویا رب کی اطاعت ہے بشرطیکہ صابر و شاکر ہو کیونکہ بیمار مومن کا دل ٹوٹا ہوتا ہے اور ٹوٹے دل ہی کاشانۂ یار ہیں حدیث قدسی ہے أَنَا عِنْدَ الْمُنْكَسِرَةِ قُلُوبُهُمْ لِأَجْلِي میں ٹوٹے دل والوں کے پاس ہوں، اس ترتیب سے معلوم ہوتا ہے کہ بیمار پرسی بھوکے کو کھلانے سے افضل ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ذکر پہلے کیا ۲؎ یعنی اس کھلانے کا ثواب یہاں پاتا۔ خیال رہے کہ بیمار پرسی کے بارے میں فرمایا کہ تو بیمار کے پاس مجھے پاتا اور بھوکوں کو کھانا کھلانے کے بارے میں فرمایا کہ تو اس کا ثواب یہاں پاتا، معلوم ہوا کہ بیمار پرسی بہت اعلیٰ عبادت ہے ۳؎ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فقراء و مساکین اللہ کی رحمت ہیں ان کے پاس جانے ان کی خدمت کرنے سے رب مل جاتا ہے تو اولیاء اللہ کا کیا پوچھنا ان کی صحبت سے خدا ملتا ہے مولانا فرماتے ہیں شعر ہر کہ خواہد ہم نشینی با خدا او نشیند صحبتے با اولیاء، قرآن کریم فرماتا ہے وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا الآیہ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيمًا صوفیاء فرماتے ہیں اس کے معنی یہ ہیں کہ اگر گنہگار تمہارے پاس آجائے وہ خدا کو پا لے گا، مولانا کے شعر کا ماخذ یہ آیت اور یہ حدیث ہے ۴؎ یعنی گناہوں سے صفائی ہے اور بہت سی بیماریوں سے بچاؤ کیونکہ بعض چھوٹی بیماریاں بڑی بیماریوں سے انسان کو محفوظ کر دیتی ہیں۔ ایک زکام بہت سی بیماریوں کو روک دیتا ہے، خارش والے کو کبھی کوڑھ نہیں ہوتی، اس حدیث سے

كَلَّا بَلْ حُمّٰى تَفُوْرُ عَلٰى شَيْخٍ كَبِيْرٍ تُزِيْرُهُ الْقُبُوْرَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَعَمْ إِذًا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اشْتَكٰى مِنَّا إِنْسَانٌ مَسَحَهُ بِيَمِيْنِهِ ثُمَّ قَالَ أَذْهِبِ الْبَاسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ أَنْتَ الشَّافِيْ لَا شِفَاءَ إِلَّا شِفَاؤُكَ شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْهَا قَالَتْ كَانَ إِذَا اشْتَكَى الْإِنْسَانُ الشَّيْءَ مِنْهُ أَوْ كَانَتْ بِهِ قَرْحَةٌ أَوْ جُرْحٌ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِإِصْبَعِهِ بِسْمِ اللّٰهِ تُرْبَةُ أَرْضِنَا بِرِيْقَةِ بَعْضِنَا لِيُشْفٰى سَقِيْمُنَا بِإِذْنِ رَبِّنَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

ہرگز نہیں یہ تو بہت بوڑھے پر بخار جوش مار رہا ہے اسے قبر میں پہنچا دے گا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو ایسے ہی سہی[1] (بخاری) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ہم سے کوئی آدمی بیمار ہوتا تو اس پر اپنا ہاتھ مبارک پھیرتے پھر فرماتے اے لوگوں کے رب بیماری دور کر دے اسے شفا دے تو شافی ہے[2] تیری شفا کے سوا شفا نہیں ہے وہ شفا دے جو بیماری نہ چھوڑے[3] (مسلم، بخاری) روایت ہے انہی سے فرماتی ہیں کہ جب کسی شخص کو کچھ دکھتا یا اسے پھوڑا پھنسی اور زخم ہوتا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی انگلی کے ساتھ یوں فرماتے بسم اللہ ہماری زمین کی مٹی ہمارے بعض کا تھوک کہ ہمارے بیمار کو ہمارے رب کے حکم سے شفا دیتا ہے[4] (مسلم، بخاری) روایت ہے انہی سے فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کریمانہ معلوم ہوئے کہ ہر غریب و امیر کے گھر بیمار پرسی کے واسطے تشریف لے جاتے۔ سبحان اللہ کیسا پاکیزہ کلام ہے کہ ایک جملہ میں جسمانی شفا اور روحانی صفائیوں کا ذکر فرما دیا۔

[1] یعنی اگر تو خدا کی رحمت سے مایوس ہے تو پھر تو جان یہ ارشاد اظہار ناراضی کے لیے ہے۔ معلوم ہوا کہ بیماری میں رب سے مایوس نہیں ہونا چاہیے، صابر و شاکر رہنا ضروری ہے، یہ صاحب بدوی تھے جو ان آداب سے بے خبر تھے [2] اس سے معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ کا ایسا نام لینا جو قرآن میں نہ ہو جائز ہے بشرطیکہ اس کے معنی خراب نہ ہوں اس کی اصل قرآن مجید میں موجود ہو شافی قرآن کے اسمائے الٰہیہ میں سے نہیں مگر اس کی اصل موجود ہے فَهُوَ يَشْفِيْنِ [3] أَنْتَ الشَّافِيْ کی تفسیر ہے اس سے معلوم ہوا کہ ہمیشہ کامل ثبوت کی دعا مانگو یعنی وہ شفا دے جو بیماری اور کمزوری سب کچھ دور کر دے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بیمار پر ہاتھ پھیرنا بھی سنت ہے تاکہ کلام کی برکت کے ساتھ ہاتھ کی برکت بھی مریض کو پہنچے یہ حدیث صوفیاء کے اس عمل کی اصل ہے [4] یعنی اولاً آپ مرض کی جگہ انگلی رکھتے پھر انگلی پر کچھ لعاب شریف لگا کر مٹی لگاتے پھر اس کا لیپ مرض کی جگہ کر دیتے اور پڑھتے جاتے کہ بفضلہ تعالیٰ ہمارا لعاب اور مدینہ کی مٹی شفا ہے۔ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ بیماری پر ٹوٹکے اور منتر جائز ہیں بشرطیکہ اس کے الفاظ کفریہ نہ ہوں اور کوئی کام حرام نہ ہو۔ اس کی اصل یہ حدیث بھی ہے اور وہ بھی کہ نظر بد میں نظر والے کے ہاتھ پاؤں کو دھلا کر بیمار پر چھینٹا مارو، شامی نے نظر اور جادو دفع کرنے کے بہت ٹوٹکے بیان فرمائے ہیں، دوسرے یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا لعاب شریف شفا ہے، بعض صوفیاء دم کرتے وقت کچھ لعاب بھی ڈال دیتے ہیں

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اشْتَكٰى نَفَثَ عَلٰى نَفْسِهٖ بِالْمُعَوِّذَاتِ وَمَسَحَ عَنْهُ بِيَدِهٖ فَلَمَّا اشْتَكٰى وَجْعَهُ الَّذِىْ تُوُفِّىَ فِيْهِ كُنْتُ اَنْفُثُ عَلَيْهِ بِالْمُعَوِّذَاتِ الَّتِىْ كَانَ يَنْفُثُ وَاَمْسَحُ بِيَدِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِىْ رِوَايَةٍ قَالَتْ كَانَ اِذَا مَرِضَ اَحَدٌ مِّنْ اَهْلِ بَيْتِهٖ نَفَثَ عَلَيْهِ بِالْمُعَوِّذَاتِ ۔ وَعَنْ عُثْمٰنَ ابْنِ اَبِى الْعَاصِ اَنَّهٗ شَكٰى اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجْعًا يَّجِدُهٗ فِىْ جَسَدِهٖ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَعْ يَدَكَ عَلَى الَّذِىْ يَاْلَمُ مِنْ جَسَدِكَ وَقُلْ بِسْمِ اللّٰهِ ثَلٰثًا وَّقُلْ سَبْعَ مَرَّاتٍ اَعُوْذُ بِعِزَّةِ اللّٰهِ وَقُدْرَتِهٖ مِنْ شَرِّ مَا اَجِدُ وَاُحَاذِرُ قَالَ فَفَعَلْتُ فَاَذْهَبَ اللّٰهُ مَا كَانَ بِىْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔

علیہ وسلم جب بیمار ہوتے تو اپنے پر معوذات کی آیات دم کرتے اور اپنا ہاتھ وہاں پھیرتے تھے ۱؎ تو جب حضور کو وہ بیماری ہوئی جس میں حضور کی وفات ہوئی تو میں آپ پر وہ دعائیں دم کرتی جو آپ دم کرتے تھے اور آپ کا ہاتھ پھیرتی (مسلم بخاری) ۲؎ مسلم کی روایت میں ہے فرماتی ہیں کہ جب حضور کے گھر والوں میں سے کوئی بیمار ہوتا تو آپ اس پر اعوذ والی آیات دم کرتے ۳؎ روایت ہے حضرت عثمان ابن ابی العاص سے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں درد کی شکایت کی جو ان کے جسم میں تھا ۴؎ تو ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے جسم کی جگہ پر اپنا ہاتھ رکھو تین بار بسم اللہ اور سات بار یہ دعا پڑھو میں اللہ کی عزت اور اللہ کی قدرت کی پناہ لیتا ہوں اس کے شر سے جو اب میں پاتا ہوں اور جس سے اندیشہ کرتا ہوں فرماتے ہیں کہ میں نے یہ کیا تو اللہ نے میری بیماری دور کردی ۶؎ (مسلم) ۵؎

اس کی اصل یہ حدیث ہے تیسرے یہ کہ مدینہ پاک کی مٹی شفاء ہے وہاں کی خاک کو خاک شفاء کہا جاتا ہے اس کی اصل یہ حدیث ہے جو موطا میں فرمایا کہ وطن کی خاک بھی شفاء ہوتی ہے اگر کوئی مسافر اپنے وطن کی مٹی پردیس لے جائے کہ وہاں سے تھوڑی پینے کے پانی میں ڈال دیا کرے تو ان شاء اللہ وہاں کا پانی نقصان نہ دے گا۔

۱؎ معوذ نفث کی طرف ہے یعنی وہ آیات پڑھ کر اپنے ہاتھ پر دم کرتے پھر ہاتھ شریف بیمار جگہ پر پھیر لیتے تاکہ آیت قرآنی کا دم شریف اور ہاتھ کی برکتیں جمع ہو جائیں، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دم درود بیمار جگہ پر ہاتھ پھیرنا سب ثابت ہوا ۲؎ یعنی مرض وفات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو دم و دعائیں ساری چھوڑ دی تھیں کیونکہ آپ جانتے تھے یہ بیماری آخری ہے اس سے شفا نہیں وفات، مگر ام المؤمنین یہ دعائیں شفاء کے لیے آیتیں پڑھتیں اور برکت کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر دم کرتیں ۳؎ جیسے فلق اور ناس وغیرہ یہاں ہاتھ پھیرنے کا ذکر نہیں کیونکہ آپ کبھی فقط دم کرتے تھے کبھی ہاتھ بھی پھیرتے تھے۔

۴؎ اس سے معلوم ہوا کہ بیماری، ناداری اور تمام مصائب کی شکایات حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کرسکتے ہیں ہم گنہگاروں کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے فریاد کرنا اسی حدیث سے ماخوذ ہے، اس میں رب سے ناراضی نہیں بلکہ اپنے شہنشاہ سے فریاد ہے اور دفیعہ کے لیے عرض معروض ہے جیسے مظلوم حاکم سے اور بیمار حکیم سے اپنی شکایات پیش کرتے ہیں ۵؎ خیال رہے کہ ان صحابی نے تھوڑی

وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ جِبْرِيلَ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ اشْتَكَيْتَ فَقَالَ نَعَمْ قَالَ بِسْمِ اللهِ أَرْقِيكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يُؤْذِيكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ نَفْسٍ أَوْ عَيْنِ حَاسِدٍ اللهُ يَشْفِيكَ بِسْمِ اللهِ أَرْقِيكَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ يُعَوِّذُ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ أُعِيذُكُمَا بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَهَامَّةٍ وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَامَّةٍ وَيَقُولُ إِنَّ أَبَاكُمَا كَانَ يُعَوِّذُ بِهِمَا إِسْمٰعِيلَ وَإِسْحٰقَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَفِي أَكْثَرِ نُسَخِ الْمَصَابِيحِ بِهِمَا عَلَى لَفْظِ

روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے کہ جبریل امین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے عرض کیا اے محمد مصطفیٰ کیا آپ بیمار ہیں ۱ فرمایا ہاں فرمایا میں آپ پر اللہ کے نام سے افسوں کرتا ہوں موذی چیز سے ہر نفس کی شرارت سے حسد والی آنکھ سے اللہ تمہیں شفا دے اللہ کے نام سے افسوں کرتا ہوں ۲ (مسلم) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسن و حسین پر یوں تعویذ کرتے تھے کہ میں تمہیں اللہ کے پورے کلمات کی پناہ میں دیتا ہوں ۳ ہر شیطان و زہریلے جانور سے اور ہر بیمار کرنے والی نظر سے ۴ اور فرماتے کہ تمہارے والد اسی دعا سے حضرت اسمٰعیل و اسحاق کو تعویذ کرتے تھے ۵ (بخاری) اور مصابیح کے اکثر نسخوں میں تثنیہ کے لفظ سے

یہ دعا مانگی بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کر دعا کی مشائخ کرام سے جو وظیفوں اور دعاؤں کی اجازت لی جاتی ہے اس کی اصل یہ حدیث ہے، اجازت سے عمل کی تاثیر بڑھ جاتی ہے۔ دعائیں کارتوس ہیں اور بزرگوں کی زبان اور اجازت رائفل بغیر رائفل شیر مارنے والا کارتوس مرغی کو نہیں مار سکتا۔

۱ حضرت جبریل خود نہ آئے تھے بلکہ رب نے بھیجا تھا یہ مزاج پرسی رب کی طرف سے تھی، قرآن کریم فرماتا ہے وَمَا نَتَنَزَّلُ إِلَّا بِأَمْرِ رَبِّكَ اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوبیت کا پتہ لگا کہ رب ان کی مزاج پرسی کرے اور رب ہی جبریل کو بھیج کر ان پر دم کرائے۔ شعر: سر بالیں انہیں رحمت کی ادا لائی ہے حال بگڑا ہے تو بیمار کی بن آئی ہے ۲ یہاں افسوں جادو کے معنی میں نہیں کہ فرشتے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اس سے پاک ہے بلکہ دم جائز منتر یا اسلامی ٹوٹکا مراد ہیں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حسد و نظر بد بھی بری آفتیں ہیں ان سے محفوظ رہے ۳ کلمات اللہ سے مراد سارے اسماء الٰہیہ ہیں، چونکہ وہ ہر نقص اور خرابی سے پاک ہیں اس لیے انہیں تامات کہا گیا جیسے اللہ کی پناہ لینا ضروری ہے ایسے ہی اس کے ناموں کی پناہ بھی ضروری ہے، صوفیا کی اصطلاح میں عیسیٰ علیہ السلام کلمۃ اللہ ہیں، موسیٰ علیہ السلام کلیم اللہ ہیں اور حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کلمات اللہ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پناہ رب ہی کی پناہ ہے صحابہ کرام تو بیماریوں میں آپ کے بال اور لباس سے شفا حاصل کرتے تھے۔

۴ معلوم ہوا کہ جن اور نظر بد سے بھی انسان بیمار ہو جاتا ہے جن کا اثر قرآن حکیم سے ثابت ہے ۵ اس میں اشارہ ہے کہ جیسے حضرت اسمٰعیل و اسحاق ذریت ابراہیمی کا معدن اور کان ہیں یوں ہی حضرت حسن و حسین نسل مصطفیٰ کی اصل ہیں (مرقات)۔

التثنية. وعن ابي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من يرد الله به خيرا يصب منه رواه البخاري. وعنه وعن ابي سعيد عن النبي صلى الله عليه وسلم قال ما يصيب المسلم من نصب ولا وصب ولا هم ولا حزن ولا اذى ولا غم حتى الشوكة يشاكها الا كفر الله بها خطاياه متفق عليه. وعن عبد الله بن مسعود قال دخلت على النبي صلى الله عليه وسلم وهو يوعك فمسسته بيدي فقلت يا رسول الله انك لتوعك وعكا شديدا فقال النبي صلى الله عليه وسلم اجل اني اوعك كما يوعك رجلان منكم قال فقلت ذلك لان لك اجرين فقال اجل ثم قال ما من مسلم يصيبه اذى من

روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ جس کا بھلا چاہتا ہے اس کو مصیبت دیتا ہے لہ (بخاری) روایت ہے انہی سے اور حضرت ابوسعید سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں کہ مسلمان کو تکلیف، بیماری، غم، رنج، ایذا اور غم حتی کہ کانٹا جو اسے لگے نہیں پہنچتا مگر اللہ اس کی برکت سے خطائیں مٹا دیتا ہے ٹہ (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا جبکہ آپ کو بخار چڑھا تھا میں نے اپنے ہاتھ سے جسم اطہر چھوا تو عرض کیا یارسول اللہ حضور کو بخار بہت ہی سخت آتا ہے سہ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں مجھ کو تمہارے دو شخصوں کے برابر بخار ہوا کرتا ہے فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یہ اس لیے ہوگا کہ حضور کو ثواب بھی دوگنا ہے سکہ فرمایا ہاں پھر فرمایا کوئی مسلمان ایسا نہیں جسے کوئی تکلیف

لہ تاکہ وہ مصیبت زدہ بندہ اس پر صبر کرے اور اس کے درجے بڑھیں، انسان صبر سے وہاں پہنچتا ہے جہاں دیگر عبادات سے نہیں پہنچ سکتا۔ خیال رہے کہ یُصِبْ ص کے کسرہ سے بھی ہو سکتا ہے اور فتح سے بھی، یعنی اس کی جان، مال اور اولاد میں سے کچھ لے لیتا ہے یا اسے لیا جاتا ہے۔ ٹہ اذی اور غم ہم معنی ہیں، کبھی ان دونوں میں یہ فرق کیا جاتا ہے کہ اذی وہ ہے جو کسی کی طرف سے انسان کو پہنچے، اور غم میں یہ قید نہیں۔ نیز حزن معمولی غم کو بھی کہتے ہیں اور غم سخت کو یعنی وہ غم جو انسان کو قریباً بے ہوش کر دے۔ بعض نے فرمایا کہ آنے والے خطرے پر تکلیف کا نام ہم ہے اور گزشتہ پر غم و حزن۔ خلاصۂ حدیث یہ ہے کہ مسلمان کی تھوڑی تکلیف بھی اس کے گناہوں کا کفارہ ہے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ اگر کسی کو عبادتوں میں لذت نہ آئے، اس پر اسے غم ہو یہ بھی گناہوں کی معافی کا باعث ہے۔ عبادات کی لذت پانے والا لذت کے لیے بھی عبادت کرتا ہے مگر اس سے محروم خالص اللہ کے لیے۔ سہ وَعْکٌ وعک سے بنا بمعنی بخار کی گرمی اور تکلیف۔ اس جملہ سے معلوم ہوا کہ غلام آقا کی مزاج پرسی بھی کرے اور اس کے جسم کو ہاتھ بھی لگائے۔ خیال رہے کہ بخار مرض انبیاء ہے۔ بخار سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات بخار ہی سے ہوئی۔

سکہ یہ ہے صحابہ کا ادب و احترام یعنی یارسول اللہ یہ تو وہم بھی نہیں کیا جا سکتا کہ آپ کی بیماری خطاؤں کی معافی کے لیے ہو آپ کو گناہ و خطا سے نسبت ہی کیا۔ آپ کی بیماری صرف بلندی درجات کے لیے ہو سکتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جن چیزوں سے ہم

مَرَضٍ فَمَا سِوَاهُ اِلَّا حَطَّ اللّٰهُ تَعَالٰى بِهٖ سَيِّئَاتِهٖ كَمَا تَحُطُّ الشَّجَرَةُ وَرَقَهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَ
عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا رَأَيْتُ اَحَدًا الْوَجَعُ عَلَيْهِ اَشَدُّ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْهَا قَالَتْ مَاتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ حَاقِنَتِيْ وَذَاقِنَتِيْ فَلَا
اَكْرَهُ شِدَّةَ الْمَوْتِ لِاَحَدٍ اَبَدًا بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَعَنْ كَعْبِ بْنِ
مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْمُؤْمِنِ كَمَثَلِ الْخَامَةِ مِنَ الزَّرْعِ
تُفَيِّئُهَا الرِّيَاحُ تَصْرَعُهَا مَرَّةً وَتَعْدِلُهَا اُخْرٰى حَتّٰى يَاْتِيَ اَجَلُهٗ وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ كَمَثَلِ الْاَرْزَةِ

بیماری وغیرہ پہنچے مگر اللہ تعالیٰ اس کے گناہ یوں جھاڑ دیتا ہے جیسے درخت اپنے پتوں کو ۱؎ (مسلم، بخاری) روایت ہے
حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں میں نے ایسا کوئی نہ دیکھا جسے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ سخت بیماری ہوتی ہو ۲؎ (مسلم،
بخاری) روایت ہے انہی سے فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سینے اور گلے کے درمیان وفات پائی ۳؎ تو میں
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کے لیے سختی موت کو کبھی ناپسند نہیں کرتی ۴؎ (بخاری) روایت ہے حضرت کعب ابن مالک
سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مومن کی مثال کچی کھیتی کی سی ہے جسے ہوائیں جھلاتی ہیں کبھی گرا دیتی ہیں
کبھی سیدھا کرتی ہیں یہاں تک کہ اس کی موت آجاتی ہے اور منافق کی مثال مضبوط صنوبر کی سی ہے۔

گنہگاروں کے گناہ معاف ہوتے ہیں اور نیک کاروں کے درجے بڑھتے ہیں۔ ۱؎ مسلمان سے مراد گنہگار مسلمان ہے بے گناہ
مسلمان جیسے ابوبکر صدیق وغیرہم اور ناسمجھ بچے اس حکم سے علیحدہ ہیں ان کے درجے بلند ہوں گے۔ اس جملہ سے معلوم ہوا کہ لفظ مسلم
اور مومن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم داخل نہیں ہوا کرتے یہ الفاظ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لیے ہیں حضور صلی اللہ
علیہ وسلم تو عین ایمان ہیں، ہم نے اپنی تفسیر نعیمی پہلے پارے میں ثابت کیا ہے کہ قرآن کریم میں یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا سے امت سے
خطاب ہوتا ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم داخل نہیں۔ ۲؎ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر بیماری، درد، بخار وغیرہ دوسروں کی بیماری
سے زیادہ سخت ہوتی تھیں، چنانچہ بخاری نے ادب میں اور ابن ماجہ و حاکم و بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابی سعید سے نقل
کیا کہ میں نے ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بخار میں دیکھا کمبل شریف کے اوپر سے بخار کی تپش محسوس ہوتی تھی میں نے عرض کیا کہ
یا رسول اللہ اتنا تیز بخار، تو فرمایا انبیاء کو ایسا ہی تیز بخار ہوتا ہے۔ ۳؎ اس طرح کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم شریف آپ کے جسم پر تھا
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیٹھ آپ کے سینہ پر اور سر مبارک گلے کے پاس، سبحان اللہ، غار ثور میں صدیق اکبر کو یہ شرف حاصل
ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک آپ کے زانو پر تھا اور بوقت وفات اس طیبہ، طاہرہ، عفیفہ صدیقہ کو یہ عزت ملی، قرآن
کی رحل بھی عزت والی ہے ان حضرات کے جسم قرآن والے کی رحل ہیں ان کی عزتیں قیامت میں دیکھنا۔
۴؎ یعنی پہلے میرا یہ خیال تھا کہ نزع کی تکلیف گناہوں کی زیادتی سے ہوتی ہے اور موت کی آسانی رب کی نعمت ہے مگر جب سے میں نے حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کی شدت نزع دیکھی تب سے یہ دونوں خیال جاتے رہے۔ خیال کرو کہ اللہ تعالٰی نے بیماریوں اور وفات کی تکلیفوں کو حضور

الْمُجْذِيَةِ الَّتِي لَا يُصِيبُهَا شَيْءٌ حَتَّى يَكُونَ انْجِعَافُهَا مَرَّةً وَاحِدَةً مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْمُؤْمِنِ كَمَثَلِ الزَّرْعِ لَا تَزَالُ الرِّيحُ تُمِيلُهُ وَلَا يَزَالُ الْمُؤْمِنُ يُصِيبُهُ الْبَلَاءُ وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ كَمَثَلِ الْأَرْزَةِ لَا تَهْتَزُّ حَتَّى تَسْتَحْصِدَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ دَخَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُمِّ السَّائِبِ فَقَالَ مَا لَكِ تُزَفْزِفِينَ قَالَتِ الْحُمَّى لَا بَارَكَ اللهُ فِيهَا فَقَالَ لَا تَسُبِّي الْحُمَّى فَإِنَّهَا تُذْهِبُ خَطَايَا بَنِي آدَمَ كَمَا يُذْهِبُ الْكِيرُ خَبَثَ الْحَدِيدِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ قَالَ

جیسے کوئی آفت نہیں پہنچتی حتیٰ کہ یکبارگی اس کا اکھڑنا ہوتا ہے (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مومن کی مثال کھیتی کی سی ہے جسے ہوائیں ہلاتی رہتی ہیں اور مومن کو مصیبتیں پہنچتی رہتی ہیں اور منافق کی مثال درخت صنوبر کی سی ہے جو کٹنے تک جنبش نہیں کرتا (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام السائب کے پاس تشریف لائے تو فرمایا کہ تمہیں کیا ہوا کہ کانپ رہی ہو بولیں بخار ہے اس کا ستیاناس ہو فرمایا بخار کو برا نہ کہو وہ تو انسان کی خطائیں ایسے دور کرتا ہے جیسے بھٹی لوہے کے میل کو (مسلم) روایت ہے حضرت ابوموسیٰ سے فرماتے ہیں فرمایا

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس لیے زیادہ کیا کہ قیامت تک آپ کے مصیبت زدہ امتی آپ کے ان حالات سن کر تسلی پائیں مبارک ہیں وہ رسول جن کی بیماری بھی تبلیغ اور امت کے لیے ذریعۂ رحمت ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔

۱؎ یعنی مسلمان کی زندگی بیماریوں مصائب و تکالیف میں گھر کر ہوتی ہے، جن پر وہ صبر کرکے گناہوں سے پاک و صاف ہوتا رہتا ہے، منافق و کافر کی زندگی آرام و آسائش سے گزرتی ہے جس سے اس کی غفلتیں بڑھ جاتی ہیں، پھر یکبارگی ہی موت آتی ہے، یہ قاعدہ اکثریہ ہے کلیہ نہیں، بعض کافر اکثر بیمار رہتے ہیں اور بعض مومن کم بیمار ہوتے ہیں مگر بعض نافرمان بیمار ہوکر اور زیادہ غافل بلکہ بے ادب ہوجاتے ہیں رب کو گالیاں دیتے ہیں، اور بعض مومن تندرستی میں ایک سانس ذکر الٰہی کے بغیر نہیں لیتے، مگر ایسا بہت کم ہے لہذا اس حدیث پر کوئی اعتراض نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان بالکل برحق ہے ۲؎ اس میں اشارۃً فرمایا گیا کہ مومن خوشی سے مرتا ہے اور منافق جبراً دیا جاتا ہے، موت ایک پل ہے جو دوست کو دوست تک پہنچاتی ہے اور پھانسی کے مجرم کو پھانسی تک مومن کی دنیوی تکلیفیں آخرت کی راحت کا سبب ہیں، منافق کی دنیوی راحتیں آخرت کی مصیبتوں کا ذریعہ یہ بھی قاعدہ اکثریہ ہے ورنہ مومن دنیا میں کتنا ہی آرام سے رہے انشاء اللہ آخرت کے دائمی عذاب سے بچے گا، کافر دنیا میں کتنی ہی مصیبت سے رہے مگر آخرت میں نجات نہیں پاسکتا، روح البیان میں ہے کہ کسی خوشحال مصیبت زدہ کافر نے کسی عیش والے مومن سے کہا کہ تمہارے نبی نے فرمایا ہے دنیا مومن کی جیل ہے اور کافر کی جنت مگر یہاں تم جنت میں ہو اور میں جیل میں انہوں نے فوراً جواب دیا کہ تو آخرت کی مصیبتوں کو دیکھ کر دنیا کی ان تکالیف کو جنت سمجھے گا اور ہم وہاں کی راحتوں کو دیکھ کر یہاں کے عیش کو جیل سمجھتے ہیں اور

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم إذا مرض العبد أو سافر كتب له بمثل ما كان يعمل مقيما صحيحا رواه البخاري وعن أنس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الطاعون شهادة كل مسلم متفق عليه وعن أبي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الشهداء خمسة المطعون والمبطون والغريق وصاحب الهدم والشهيد في سبيل الله

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب بندہ بیمار یا مسافر ہوتا ہے تو اس کے وہی عمل لکھے جاتے ہیں جو وہ مقیم اور تندرستی میں کرتا تھا (بخاری) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ طاعون ہر مسلمان کی شہادت ہے (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہید پانچ ہیں طاعون والا، پیٹ کی بیماری والا، ڈوبا ہوا، دب کر مرنے والا اور اللہ کی راہ کا شہید

سمجھیں گے نیز بہت سے بعض بیماریوں میں دل نہیں لگاتے جیل اگرچہ اسے کلاس پر ترجیح ہے اور تم یہاں سے جا نہیں سکتے، بارے نبی کی حدیث بالکل صحیح ہے صلی اللہ علیہ وسلم ۔ سکہ اور بیماریاں ایک یا دو عضو کو ہوتی ہیں مگر بخار سر سے پاؤں تک ہر رگ میں اثر کرتا ہے، لہذا یہ سارے جسم کی خطاؤں یا اور گناہوں کو معاف کرائے گا، امام سیوطی نے ایک کتاب لکھی کشف الغمی فی اخبار الحمی، اس میں یہ روایت حسن مرفوعاً نقل کیا کہ ایک رات کا بخار تمام خطائیں معاف کرا دیتا ہے، حضرت ابوالدرداء فرماتے ہیں کہ مومن کا ایک رات کا بخار ایک سال کا کفارہ ہے، حضرت ابوامامہ فرماتے ہیں کہ بخار جہنم کی بھٹی ہے اللہ تعالیٰ نے اس کی وجہ سے مومن کو جہنم سے بچاتا ہے، حضرت ابی ابن کعب نے دعا مانگی تھی کہ خدایا مجھے ایسا بخار نصیب کر جو تیری راہ میں چلنے تیرے گھر آنے اور تیرے نبی کی مسجد تک پہنچنے سے نہ روکے، چنانچہ آپ کو ہمیشہ ہلکا بخار رہتا تھا اور اسی حال میں مسجد وغیرہ جایا کرتے تھے (مرقاۃ) امام اہل سنت اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی فرماتے ہیں کہ الحمدللہ مجھے ہمیشہ ہلکا بخار رہتا ہے، مگر اس حالت میں اعلیٰ حضرت نے دین کی وہ خدمتیں کیں کہ سبحان اللہ

؎ یعنی اگر بیماری یا سفر کی وجہ سے وہ تہجد وغیرہ نوافل نہ پڑھ سکے یا جماعت میں حاضر نہ ہو سکے تو اس کو ان کا ثواب مل جائے گا بشرطیکہ تندرستی میں ان چیزوں کا پابند ہو، حدیث کا مطلب یہ نہیں ہے کہ بیماری یا سفر میں جو فرائض معاف ہو جاتے ہیں وہ ادا کرنے سے جو پڑے تھے اور اگر رہ گئے ہوں تو ان کی قضا واجب ہو، ؎ عربی میں طعن کہتے ہیں نیزہ مارنا، چونکہ اس بیماری میں مریض کو پھوڑے یا زخم سے ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے اسے کوئی نیزہ مار رہا ہے، یہ بیماری چوہوں سے ہوتی ہے اس لیے اسے طاعون کہا جاتا ہے یہ مشہور وبائی بیماری ہے (از لمعات) چونکہ درحقیقت اس مرض میں جنات نیزہ مارتے ہیں اس لیے اس میں شہادت کا ثواب ہے احمد نے حضرت ابوموسیٰ سے مرفوعاً روایت کیا کہ میری امت کی فنا طعن اور طاعون سے ہوگی (مرقاۃ) ؎ شہید کے معنی ہیں گواہ یا حاضر چونکہ قیامت میں شہید سرکار کی گواہ ہوگا، نیز وہ اپنے خون سے توحید و رسالت کی گواہی دیتا ہے اور مرتے ہی بارگاہ الٰہی میں حاضر ہوتا ہے اور اس کی جان کنی پر رحمت کے فرشتے حاضر ہوتے ہیں، اس وجہ سے اسے شہید کہتے ہیں، شہید حقیقی وہ ہے جو ظلماً قتل ہو اور شہید

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الطَّاعُوْنِ فَأَخْبَرَنِيْ أَنَّهُ عَذَابٌ يَبْعَثُهُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ يَّشَاءُ وَأَنَّ اللّٰهَ جَعَلَهُ رَحْمَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ لَيْسَ مِنْ أَحَدٍ يَقَعُ الطَّاعُوْنُ فَيَمْكُثُ فِيْ بَلَدِهِ صَابِرًا مُحْتَسِبًا يَعْلَمُ أَنَّهُ لَا يُصِيْبُهُ إِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَهُ إِلَّا كَانَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِ شَهِيْدٍ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ، وَعَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الطَّاعُوْنُ رِجْزٌ عَلٰى طَائِفَةٍ مِّنْ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ أَوْ عَلٰى مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ فَإِذَا سَمِعْتُمْ بِهِ بِأَرْضٍ فَلَا تَقْدَمُوْا عَلَيْهِ وَإِذَا وَقَعَ بِأَرْضٍ وَأَنْتُمْ بِهَا فَلَا تَخْرُجُوْا فِرَارًا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ قَالَ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَ

(مسلم بخاری) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے طاعون کے متعلق پوچھا تو حضور نے مجھے بتایا کہ وہ ایک عذاب ہے اللہ جس پر چاہے بھیجے ۲ اللہ نے اسے مسلمانوں کیلئے رحمت بنا دیا ایسا کوئی نہیں کہ جس کے شہر میں طاعون پھیلے وہ وہاں صبر کرکے اجر کیلئے ٹھہرے یہ جانتے ہوئے کہ اسے وہی پہنچے گا جو اللہ نے اس کے لیے لکھ دیا مگر اسے شہید کا سا ثواب ہوگا ۳ (بخاری) روایت ہے حضرت اسامہ ابن زید سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طاعون ایک عذاب تھا جو بنی اسرائیل کے ایک ٹولے پر یا تم سے پہلے والوں پر بھیجا گیا ۴ تو جب تم اسے کسی زمین میں سنو تو وہاں نہ جاؤ اور جب وہاں پھیلے جہاں تم ہو تو وہاں سے نہ بھاگو ۵ (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ رب تعالیٰ فرماتا ہے

حکمی وہ جنہیں شہادت کا ثواب دے دیا جائے، شہید حکمی قریبًا ۴۰ ہیں جن میں سے یہاں پانچ کا ذکر ہے جو طاعون کی بیماری میں صابر ہوکر مرے وہ شہید ہے جو پیٹ کی بیماری دست وغیرہ میں مرے، اتفاقیہ ڈوب جائے، اونچے سے گر جائے یا عمارت میں دب جائے یہ سب حکمی شہید ہیں، دیدہ دانستہ دریا میں ڈوبنے والے یا اوپر سے کودنے والے حرام موت مرینگے شہید نہ ہوں گے اس جگہ مرقاۃ نے شہادت کی بہت سی قسمیں بیان فرمائیں۔

۲ یعنی طاعون کفار پر عذاب ہے جو کافر اس میں مرے گا وہ عذاب کی موت مرے گا ۳ یعنی یہ صابر خواہ طاعون میں فوت ہوجائے یا نہیں جب بھی مرے گا اسے درجہ شہادت ملے گا گویا طاعون میں صبر شہادت کے اجر کا باعث ہے جیسے کہ روایات میں ہے کہ جو تاجر باہر سے غلہ لاکر فروخت کیا کرے تاکہ شہر کا قحط دور ہو جب مرے گا جیسے مرے گا شہید ہوگا یونہی طالب علم اور مؤذن ۴ یہودی بنی اسرائیل سے تھے جن سے کہا گیا تھا کہ تم توبہ کے لیے بیت المقدس میں سجدہ کرتے ہوئے جاؤ اور وہ گھسٹتے ہوئے گئے تھے انہیں پر طاعون بھیجا گیا جس سے ایک ساعت میں چوبیس ہزار ہلاک ہوگئے رب تعالیٰ فرماتا ہے فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِجْزًا مِّنَ السَّمَاءِ اس سے معلوم ہوا کہ محبوبوں کے شہروں کی بے ادبی کرنے پر عذاب الٰہی آجاتا ہے ۵ کیونکہ یہ ایک بلا ہے اور بلا میں خود جانا نہیں چاہیے اور جب آجائے تو گھبرانا نہیں چاہیے۔ خیال رہے کہ بلا سے فرار نہیں ہوسکتا بلکہ استغفار ہوسکتا ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی

تعالیٰ اذا ابتلیت عبدی بحبیبتیه ثم صبر عوضته منهما الجنة یرید عینیه رواه البخاری
الفصل الثانی ◌ عن علی قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول ما من
مسلم یعود مسلما غدوة الا صلی علیه سبعون الف ملک حتی یمسی وان عاده عشیة
الا صلی علیه سبعون الف ملک حتی یصبح وکان له خریف فی الجنة رواه الترمذی و
ابوداؤد ◌ وعن زید بن ارقم قال عادنی النبی صلی الله علیه وسلم من وجع کان بعینی
رواه احمد وابوداؤد ◌ وعن انس قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من توضا
فاحسن الوضوء وعاد اخاه المسلم محتسبا بوعد من جهنم مسیرة ستین خریفا

جب میں اپنے کسی بندے کو اس کی دو پیاری چیزوں یعنی آنکھوں میں مبتلا کردوں[1] پھر وہ صبر کر جائے تو میں ان کے عوض اسے جنت دوں گا (بخاری) دوسری فصل روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ ایسا کوئی مسلمان نہیں جو کسی مسلمان کی صبح کے وقت بیمار پرسی کرے مگر ستر ہزار فرشتے اسے شام تک دعائیں دیتے ہیں اور اگر شام کو بیمار پرسی کرے تو صبح تک ستر ہزار فرشتے دعائیں دیتے ہیں اور اس کے لیے جنت میں باغ ہوگا[2] (ترمذی، ابو داؤد) روایت ہے حضرت زید ابن ارقم سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میری آنکھ کے درد میں بیمار پرسی کی[3] (احمد ابو داؤد) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اچھی طرح وضو کرے اور طلب ثواب کے لیے اپنے مسلمان بھائی کی بیمار پرسی کرے[4] تو

ستر سال کے فاصلہ پر دوزخ سے دور رکھا جائے گا

طاعون کی جگہ سے کسی ضرورت کے لیے باہر جانے میں مضائقہ نہیں بھاگنے کی نیت سے نکلنا گناہ ہے۔

[1] اس طرح کہ اسے اندھا کردوں یا اس کی بینائی ایک دم کمزور کردوں، بعض روایتوں میں ایک آنکھ کا بھی ذکر ہے ایسے شخص کو چاہیے کہ اس مصیبت پر ان انبیاء و اولیاء کے حالات میں غور کرے جو نابینا ہو کر صابر و شاکر رہے، سیدنا عبداللہ ابن عباس آخر نابینا ہوگئے تو یہ پڑھا کرتے تھے شعر ان یاخذ اللہ من عینی نورهما ۞ ففی لسانی و قلبی منهما نور۔ یعنی اگر میری آنکھ کی روشنی جاتی رہی تو کیا ہوا میری زبان اور دل میں تو ہدایت کا نور ہے [2] صبح سے مراد دوپہر تک کا عرصہ کہا جاتا ہے اور زوال سے شروع رات تک شام، خریف چنے ہوئے پھلوں کو بھی کہتے ہیں اور باغ کو بھی یہاں دوسرے معنے مراد ہیں یعنی بیمار پرسی معمولی سی نیکی معلوم ہوتی ہے مگر یہ لاتعداد فرشتوں کی دعا ملنے کا ذریعہ ہے اور جنت ملنے کا سبب بشرطیکہ صرف رضائے الٰہی کے لیے ہو [3] اس سے معلوم ہوا کہ معمولی بیماریوں میں بھی بیمار پرسی کرنا سنت ہے جیسے آنکھ یا کان یا داڑھ کا درد کہ یہ اگرچہ خطرناک [illegible] فقہاء نے فرمایا کہ ان بیماریوں میں عیادت سنت نہیں اس کا مطلب ہے سنت موکدہ نہیں مرقاۃ نے فرمایا کہ جس بیماری کی وجہ سے بیمار باہر چل پھر سکے اس میں عیادت کرے [4] یہ حدیث صحیح الاسناد ہے بیہقی و طبرانی میں ہے کہ بعض آنکھ و

رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ. وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَعُودُ مُسْلِمًا فَيَقُولُ سَبْعَ مَرَّاتٍ أَسْأَلُ اللَّهَ الْعَظِيمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ أَنْ يَشْفِيَكَ إِلَّا شُفِيَ إِلَّا أَنْ يَكُونَ قَدْ حَضَرَ أَجَلُهُ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ. وَعَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُعَلِّمُهُمْ مِنَ الْحُمَّى وَمِنَ الْأَوْجَاعِ كُلِّهَا أَنْ يَقُولَ بِسْمِ اللَّهِ الْكَبِيرِ أَعُوذُ بِاللَّهِ الْعَظِيمِ مِنْ شَرِّ كُلِّ عِرْقٍ نَعَّارٍ وَمِنْ شَرِّ حَرِّ النَّارِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا يُعْرَفُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ إِسْمَعِيلَ وَهُوَ يُضَعَّفُ فِي

روایت ابوداؤد ہے روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا نہیں ہوتا کہ کوئی مسلمان کسی مسلمان کی بیمار پرسی کرے تو سات بار کہدے کہ میں عظمت والے اور عرش عظیم کے رب اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ تجھے شفا دے مگر اسے شفا ہوگی لیکن یہ کہ اس کی موت ہی آگئی ہو (ابوداؤد، ترمذی) اور روایت ہے انہی سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں بخار اور تمام دردوں کی یہ دعا سکھاتے تھے کہ کہیں کبریائی والے اللہ کے نام سے میں ہر جوش سے بھری رگ اور آگ کی تپش کی شرارت سے عظمت والے رب کی پناہ مانگتا ہوں (ترمذی) اور فرمایا کہ یہ حدیث غریب ہے صرف ابراہیم ابن اسمٰعیل کی حدیث سے پہچانی گئی ہے۔ اور وہ حدیث میں ضعیف مانے جاتے

والے کے ورد بھی عیادت نہیں وہ حضور غیر فرض بلکہ ابن کثیر کا قول ہے جیسا کہ بیہقی نے بسند صحیح روایت کیا (اشعہ) ۳ یعنی باوضو بیمار پرسی کی جائے کیونکہ عیادت معمولی عبادت ہے اور عیادت باوضو بہتر ہے نیز عیادت میں دعا اور مریض پر کچھ پڑھ کر دم کرنا ہوتا ہے اور باوضو دعا و دم بہتر ہے بعض لوگ باوضو قرآن خوانی فاتحہ و ایصال ثواب کراتے ہیں بلکہ گیارھویں شریف کا کھانا باوضو پکاتے اور کھلاتے ہیں یہ حدیث ان کی اصل ہے

۴ یعنی عیادت کی برکت سے وہ دوزخ سے اتنا دور ہے کہ اگر وہاں سے چلے تو ستر سال میں دوزخ کے کنارہ پہنچے خیال رہے کہ خریف موسم خزاں کو کہتے ہیں جیسے ربیع موسم بہار کو کہا جاتا ہے، مگر یہاں اس سے سال مراد ہے جزء بول کر کل مراد لیا، سنہ ہجری خلافت فاروقی سے شروع ہوا پہلے کسی واقعہ سے سالوں کا حساب لگاتے تھے جیسے فیل کا سال، فتح کا سال وغیرہ۔

۱ اکثر دعاؤں میں آخری تعداد تین بار ہوتی ہے یہاں سات بار ہے تاکہ بیمار کے ساتوں اعضاء سے بیماری دور ہو نیز بیماری کا دفعیہ اہم ہے اس لیے تعداد بجائے تین کے سات کردی گئی (لمعات) ۲ یہ حکم تبلیغی ہے یعنی اکثر شفاء ہوگی یا مطلب یہ ہے کہ اگر اس عمل کے تمام شرائط جمع ہوں تو بفضلہ تعالیٰ ضرور شفاء ہوگی اگر کسی شفاء نہ ہو تو سمجھو کہ ہماری طرف سے کوئی کوتاہی ہے اللہ رسول سچے ہیں ۔ اس سے معلوم ہوا کہ موت کا علاج نہیں مرقاۃ میں ہے کہ اگر قریب المرگ پر یہ دعا پڑھی جائے تو ان شاء اللہ اس کی جان کنی آسانی ہوگی اور ایمان پر خاتمہ نصیب ہوگا غرضکہ دعا رائیگاں نہ جائے گی شفائے ظاہر نہ ہو تو شفائے باطن ہوگی

۳ چونکہ بخار میں آگ کی سی تپش ہوتی ہے اور اکثر درد رگ کے جوش اور خون کے دباؤ سے ہوتے ہیں اس لیے خصوصیت سے ان دونوں کی شر سے پناہ مانگی یہاں شر سے مراد تکلیف ہے، رحمت کا مقابل، یہ شر خیر کے مقابل نہیں، مومن کی بیماری

الحدیث: وعن ابی الدرداء قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من اشتکی منکم شیئا او اشتکاہ اخ لہ فلیقل ربنا اللہ الذی فی السماء تقدس اسمک امرک فی السماء والارض کما رحمتک فی السماء فاجعل رحمتک فی الارض اغفر لنا حوبنا وخطایانا انت رب الطیبین انزل رحمۃ من رحمتک وشفاء من شفائک علی ھذا الوجع فیبرأ رواہ ابوداؤد۔ وعن عبداللہ بن عمرو قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا جاء الرجل یعود مریضا فلیقل اللھم اشف عبدک ینکأ لک عدوا او یمشی لک الی جنازۃ رواہ ابوداؤد۔ وعن علی بن زید عن امیۃ انھا سألت

روایت ہے حضرت ابوالدرداء سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ تم میں سے جو کچھ بیمار ہو یا اس کا بھائی بیماری کی شکایت کرے تو کہے ہمارا رب وہ اللہ ہے جو آسمان میں ہے تیرا نام پاک ہے تیرا حکم آسمان و زمین میں ہے جیسے تیری رحمت آسمان میں ہے یونہی اپنی رحمت زمین میں کر دے ہمارے گناہ و خطائیں بخش دے تو پاکوں کا رب ہے ہم پر اپنی رحمتوں سے کوئی رحمت اتار اور اپنی شفا میں سے شفا اس درد پر اتار تو وہ اچھا ہو جائے گا (ابوداؤد) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کوئی شخص کسی بیمار کی عیادت کو جائے تو یوں کہے الہی اپنے بندے کو شفا دے وہ تیری راہ میں تیرے دشمن کو زخمی کرے گا یا کسی جنازے میں جائے گا (ابوداؤد) روایت ہے حضرت علی ابن زید سے وہ امیہ سے راوی کہ انہوں نے

بفضلہ تعالیٰ خیر حق ہے یعنی باعث ثواب لہٰذا حدیث پر اعتراض نہیں۔ ۱؎ چنانچہ امام قرطبی نے فرمایا کہ وہ متروک الحدیث ہیں مگر حاکم و بیہقی نے یہ حدیث بروایت صحیح نقل کی بہرحال ترمذی کو ضعیف ہو کر ملی مگر ان محدثین کو صحیح ملی اگر ضعیف بھی ہوتی تو فضائل اعمال میں قبول تھی۔ ۲؎ یعنی اللہ کی بادشاہت و حکومت آسمان میں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ آسمان یا زمین میں ہونے سے پاک ہے آسمان وہ جگہ ہے جہاں کسی کی ظاہری حکومت بھی نہیں نیز وہاں سارے معصوم ہی رہتے ہیں اسی لیے اکثر رب تعالیٰ کو آسمان کی طرف نسبت کرتے ہیں۔ ۳؎ یعنی صدقہ ان فرشتوں کا جنہیں تو نے بیماری آزاری سے محفوظ رکھا ہے اس بیمار کو شفا دے اس سے معلوم ہوا کہ نیک مخلوق کے حوالہ سے دعا کرنا سنت سے ثابت ہے۔ ۴؎ اللہ کی ربوبیت عامہ ساری مخلوق کے لیے ہے مگر ربوبیت خاصہ صرف پاک لوگوں کے لیے یعنے جسمانی روزی سب کو دیتا ہے، کھانا پینا وغیرہ، روحانی روزی مغفرت عرفان و ایمان صرف پاکوں کو، یہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت کا حال ہے کہ آپ رحمۃ للعلمین بھی ہیں اور بالمؤمنین رؤف رحیم بھی، لہٰذا حدیث واضح ہے۔ ۵؎ یعنے اے مولیٰ اگر تو نے اسے شفا دے دی تو ممکن ہے کہ کبھی تلوار یا قلم یا زبان سے کفار کا جسم یا دل زخمی کرے یا کسی مسلمان بھائی کو اس نے نفع پہنچادے کہ بعد موت اس کے جنازے میں شرکت کرے معلوم ہوا کہ آئندہ یا گذشتہ نیک اعمال کی برکت سے دعا کرنا سنت ہے اور جب اللہ کسی بیمار کو شفا دے تو اس کے شکریہ میں

عائشة عن قول الله عز وجل إن تبدوا ما في أنفسكم أو تخفوه يحاسبكم به الله وعن
قوله من يعمل سوءا يجز به فقالت ما سألني عنها أحد منذ سألت رسول
الله صلى الله عليه وسلم فقال هذه معاتبة الله العبد بما يصيبه من الحمى
والنكبة حتى البضاعة يضعها في يد قميصه فيفقدها فيفزع لها حتى إن العبد
ليخرج من ذنوبه كما يخرج التبر الأحمر من الكير رواه الترمذي وعن أبي موسى
أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لا يصيب عبدا نكبة فما فوقها أو دونها إلا بذنب

حضرت عائشہ سے رب کے اس فرمان کے بارے میں پوچھا کہ خواہ تم اپنے دل کی باتیں ظاہر کرو یا چھپاؤ اللہ تم سے اس کا حساب لے گا اور اس کے فرمان کے بارے میں جو کوئی گناہ کرے گا اس کا بدلہ دیا جائے گا[1] آپ بولیں کہ جب میں نے اس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا ہے کسی نے یہ نہ پوچھا[2] حضور نے فرمایا کہ یہ اللہ کا بندوں پر عتاب ہے کہ انہیں بخار یا مصیبت پہنچا دیتا ہے حتی کہ وہ مال جو قمیص کی آستین میں رکھے پھر اسے گم پائے تو اس سے گھبرا جائے یہاں تک کہ بندہ اپنے گناہوں سے ایسا نکل جاتا ہے جیسے پیلا سونا بھٹی سے نکل کر[3] (ترمذی) روایت ہے حضرت ابو موسیٰ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بندے کو مصیبت یا اس سے کم و بیش تکلیف گناہ کے بغیر نہیں پہنچتی[4]

نیکی کی ... کو ... یعنی مال دینا ایسا ہی ثواب ہے جیسا مسلمان کو راحت پہنچانا۔ [5] آپ کا نام علی ابن زید ابن عبدالرحمٰن ابن جدعان ہے قریشی ہیں تیمی ہیں تابعین بصرہ سے ہیں اپنے تابعین میں سے ایک بی بی ہیں جو حضرت عائشہ سے روایت کرتی ہیں علی ابن زید کی والدہ ہیں جنہوں نے علی کی ماں کہا مجازاً کہا۔

[1] سوال کا مقصد یہ ہے کہ یہ آیات بظاہر معافی کی آیات کے بھی خلاف ہیں اور اس کے بھی کہ اللہ تعالیٰ طاقت سے زیادہ کی تکلیف نہیں دیتا جب ہر خطا کی سزا ہے اور دل کے خیال تک کا حساب ہے تو معافی کیسی

[2] یعنی تمہارا سوال بہت ہی اچھا ہے اور تم سے پہلے کسی کو یہ سوال نہ سوجھا اچھا ہوا تم نے پوچھ لیا ورنہ آیت کی تفسیر میرے ساتھ ہی جاتی [3] خلاصہ جواب یہ ہے کہ تم سمجھی ہو ہر ظاہر و باطن خطا کا عذاب قیامت میں ہوگا اور کسی خطا کی معافی نہ ہوگی یہ صحیح نہیں بلکہ دنیا میں مومن کو معمولی سی تکلیف پہنچ جاتی ہے وہ اس کی خطا کا عوض بن جاتی ہے اللہ تعالیٰ اس کا حساب و عتاب یہاں ہی پورا کر دیتا ہے لہذا آیات معافی میں آخرت کی معافی مراد ہے اور عذاب کی نفی ہے اور یہاں دنیا کی تکالیف مراد اور عتاب کا ثبوت ہے لہذا آیات میں تعارض نہیں خیال رہے کہ عذاب دشمن کو دیا جاتا ہے اور عتاب دوست پر ہوتا ہے جو غلطی سے جرم کر بیٹھے نیز یہاں گناہوں سے مراد حقوق اللہ کے گناہ صغیرہ ہیں ورنہ شرعی حقوق یوں ہی بندوں کے حقوق بیماری وغیرہ سے معاف نہیں ہوتے، حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ مقروض یا بے نماز جب کبھی بیماری سے ... گزشتہ قرضے ہی معاف ہو گئے اور نہ پڑھی ہوئی نمازیں بھی لہذا حکم ...

[4] حدیث بخاری اس پر اعتراض نہیں کر سکتے کہ یہاں بندوں سے مراد ہم جیسے گنہگار بندے ہیں کہ ہم کو جو تکلیف پہنچتی ہے وہ ہمارے گناہوں کی ...

وَمَا يَعْفُوا اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَكْثَرُ وَقَرَأَ وَمَا أَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَ يَعْفُوا عَنْ كَثِيرٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ۔ وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا كَانَ عَلٰى طَرِيقَةٍ حَسَنَةٍ مِنَ الْعِبَادَةِ ثُمَّ مَرِضَ قِيلَ لِلْمَلَكِ الْمُوَكَّلِ بِهِ اكْتُبْ لَهُ مِثْلَ عَمَلِهِ إِذَا كَانَ طَلِيقًا حَتّٰى أُطْلِقَهُ أَوْ أَكْفِتَهُ إِلَيَّ ۔ وَعَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا ابْتُلِيَ الْمُسْلِمُ بِبَلَاءٍ فِي جَسَدِهِ قِيلَ لِلْمَلَكِ اكْتُبْ لَهُ صَالِحَ عَمَلِهِ الَّذِي كَانَ يَعْمَلُ فَإِنْ شَفَاهُ غَسَلَهُ وَطَهَّرَهُ وَإِنْ قَبَضَهُ غَفَرَ لَهُ وَرَحِمَهُ

اور جو کچھ رب معاف کر دیتا ہے وہ بہت ہے اور آیت پڑھی کہ جو مصیبت تمہیں پہنچتی وہ تمہارے ہاتھوں کی کمائی سے تھی۔ رب تو بہت معافی دیتا ہے (ترمذی) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب بندہ عبادت کے اچھے طریقہ پر ہوتا ہے پھر بیمار ہو جاتا ہے تو اس پر مقرر شدہ فرشتے سے کہا جاتا ہے تو اس کے تندرستی کے زمانہ کے برابر اعمال لکھ یہاں تک کہ میں اسے شفا دے دوں یا اپنے پاس بلا لوں روایت ہے حضرت انس سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مسلمان کسی جسمانی بیماری میں مبتلا ہوتا ہے تو فرشتے سے کہا جاتا ہے کہ تو اس کی وہ نیکیاں لکھ جو پہلے کرتا تھا پھر اگر رب اسے شفا دیتا ہے تو اسے دھو دیتا ہے اور پاک کر دیتا ہے اور اگر اسے وفات دیتا ہے تو اسے

وجہ یہ ہے اس قاعدے سے بے گناہ جیسے انبیاء اور بعض محفوظ اولیاء علیحدہ ہیں جن حضرات سے کبھی گناہ کیا ہی نہیں اور تکلیف و بیماری انہیں بھی آتی ہے ان بزرگوں کے متعلق گزشتہ احادیث تھیں کہ ان لوگوں کے درجے بڑھانے کے لیے بیماریاں آتی ہیں لہٰذا تو یہ حدیث گزشتہ احادیث کے خلاف نہیں، اور نہ اس سے آریوں کا آواگون کا مسئلہ ثابت ہو سکتا ہے کہ ان لوگوں نے پچھلی جون گناہ کیے تھے جن کی سزا اب مل رہی ہے اور نہ یہ حدیث عصمت انبیاء کے خلاف ہے کہ اگر نبی بے گناہ ہوتے تو انہیں بیماری و مصیبت کیوں آتی۔ غرضکہ اس حدیث کو نہ سمجھنے والوں نے بہت سے غلط مسائل اس سے نکال لیے بعض مفسرین نے فرمایا کہ آیت مَا اَصَابَکُمْ مِّنْ مُّصِیْبَۃٍ میں ایک خاص مصیبت مراد ہے یعنی غزوہ احد میں جو تمہیں مصیبت اور شکست پہنچی وہ تمہاری اپنی غلطی سے تھی کہ تم نے درہ خالی چھوڑ دیا جس سے کفار لوٹ کر آ پہنچے اس صورت میں آیت بالکل واضح ہے۔

۲؎ یعنی رب تعالیٰ تمہاری بہت خطاؤں سے درگزر فرما دیتا ہے بعض پر معمولی پکڑ کرتا ہے وہ بھی تمہیں آگاہ کرنے اور آئندہ احتیاط رکھنے کے لیے اس پکڑ میں بھی اس کا کرم ہے۔ ۳؎ یعنی تندرستی میں عبادت کرتا ہے، رب سے غافل نہیں ہوتا پھر بیمار پڑ جاتا ہے۔

۴؎ اس کی شرح پہلے ہو چکی کہ اس عبادت سے مراد نفلی عبادت مسجد میں حاضری وغیرہ ہے، کہ اگر بندہ بیماری میں یہ نہ کر سکے تو اسے برابر ان کا ثواب پہنچتا رہتا ہے۔ اس سے اشارۃً معلوم ہو رہا ہے کہ اگر بندہ سخت بیماری یا غشی کی وجہ سے فرض نماز نہ پڑھ سکا پھر بغیر صحت ہوئے اسی حالت میں اسے موت آگئی تو ان شاء اللہ پکڑ نہ ہوگی۔ اس کی تحقیق کتب فقہ میں ہے۔

۵؎ سبحان اللہ کیسا مبارک فرمان ہے کہ بیمار کو تندرستی کی نیکیوں کا ثواب ملتا رہتا ہے، مگر تندرستی کے گناہوں کا عذاب نہیں ہوتا یعنی

رَوَاهُمَا فِي شَرْحِ السُّنَّةِ، وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَتِيكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ الشَّهَادَةُ سَبْعٌ سِوَى الْقَتْلِ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ الْمَطْعُونُ شَهِيدٌ وَالْغَرِيقُ شَهِيدٌ وَصَاحِبُ
ذَاتِ الْجَنْبِ شَهِيدٌ وَالْمَبْطُونُ شَهِيدٌ وَصَاحِبُ الْحَرِيقِ شَهِيدٌ وَالَّذِي يَمُوتُ تَحْتَ
الْهَدْمِ شَهِيدٌ وَالْمَرْأَةُ تَمُوتُ بِجُمْعٍ شَهِيدٌ رَوَاهُ مَالِكٌ وَأَبُو دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ، وَعَنْ سَعْدٍ
قَالَ سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ النَّاسِ أَشَدُّ بَلَاءً قَالَ الْأَنْبِيَاءُ ثُمَّ الْأَمْثَلُ فَالْأَمْثَلُ
يُبْتَلَى الرَّجُلُ عَلَى حَسَبِ دِينِهِ فَإِنْ كَانَ فِي دِينِهِ صُلْبًا اشْتَدَّ بَلَاؤُهُ وَإِنْ كَانَ فِي

بخش دیتا ہے اور رحم کرتا ہے [۱] یہ دونوں حدیثیں شرح سنہ میں ہیں روایت ہے حضرت جابر ابن عتیک سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی راہ میں مارے جانے کے سوا سات شہادتیں اور ہیں [۲] طاعون والا شہید ہے ڈوبا ہوا شہید ہے ذات الجنب کی بیماری والا شہید ہے پیٹ کی بیماری والا شہید ہے [۳] آگ والا شہید ہے اور دب کر مرنے والا شہید ہے عورت ولادت میں مرجائے تو شہید ہے [۴] (مالک، ابوداؤد، نسائی) روایت ہے حضرت سعد سے فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ لوگوں میں سخت مصیبت والے کون ہیں فرمایا انبیاء پھر ترتیب وار افضل لوگ [۵] انسان اپنے دینداری کے مطابق مبتلا ہوتا ہے اگر اس کے دین میں سختی ہے تو اس کی بلائیں بھی سخت ہوں گی [۶] اور اگر اس کے

اگرچہ بدمعاش بیماری کی وجہ سے چوری، بدمعاشی نہ کرسکے تو اس کے نامۂ اعمال میں چوری وغیرہ لکھی نہ جائے گی، بلکہ ممکن ہے کہ توبہ کی توفیق مل جائے جس سے ان گناہوں کی معافی ہوجائے اس سے یہاں صالح عمل ارشاد ہوا یہ سب اس لیے ہے کہ ہم اس کے حبیب کی امت ہیں۔

[۱] یہ حدیث گزشتہ شرح کی تائید کر رہی ہے کہ مومن کی بیماری میں گناہوں کی تو بخشش ہوجاتی ہے مگر بدستور نیکیاں لکھی جاتی رہتی ہیں، گویا بیماری روحانی غسل ہے یا بیچے دل کا صابن [۲] جن میں شہادت فی سبیل اللہ کا ثواب ملتا ہے جنہیں شہادت حکمی کہتے ہیں کہ ان لوگوں کا حشر شہداء کے ساتھ ہوگا مگر ان شہداء پر شرعی احکام جاری نہیں ہوتے۔

[۳] یعنی جو طاعون میں صابر ہو کر مرے اور پیٹ کے درد یا دست یا استسقاء وغیرہ بیماری سے مرے یا ذات الجنب کی بیماری سے مرے جس میں پسلیوں پر پھنسیاں نمودار ہوتی ہیں پسلیوں میں درد اور بخار ہوتا ہے اکثر کھانسی بھی اٹھتی ہے، یہ سب لوگ حکماً شہید ہیں، یہ سب کرم ہے رب کا ان لوگوں کو رب شہادت عطا فرماتا ہے [۴] اس طرح کہ حاملہ فوت ہوجائے یا ولادت کی حالت میں بچہ نہ نکلنے کی وجہ سے مرے یا ولادت کے بعد چالیس دن کے اندر فوت ہو بہرحال وہ حکماً شہید ہے، بعض نے فرمایا کہ اس سے مراد کنواری عورت ہے جو بغیر شادی فوت ہوجائے [۵] بزرگوں کی سخت آزمائش کی چند وجہ ہیں، ایک یہ کہ انہیں آزمائشوں میں ایسی لذت آتی ہے، جیسی دوسروں کو نعمتوں میں، دوسرے یہ کہ ان کی یہ تکالیف ان کی بندگی کی دلیل ہیں اگر وہ بیمار نہ ہوں تو معتقدین انہیں خدا سمجھ لیں۔ قبطیوں نے فرعون کو خدا سمجھا، کیونکہ وہ کبھی بیمار نہ پڑا۔ تیسرے یہ کہ ان کی مصیبتوں کی وجہ سے دوسروں پر مصیبت آسان ہوجاتی ہے، کربلا کے واقعہ سے لوگوں کو بہت صبر و سکون نصیب ہوتا ہے [۶] کیونکہ جیسے طالب علموں کا امتحان بھی بڑا ہوتا ہے، اور بعد امتحان انہیں عہدہ

دِيْنِهٖ رِقَّةٌ وَهُوِّنَ عَلَيْهِ فَمَا زَالَ كَذٰلِكَ حَتّٰى يَمْشِيَ عَلَى الْاَرْضِ مَالَهٗ ذَنْبٌ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ ۔ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا اَغْبِطُ اَحَدًا بِهَوْنِ مَوْتٍ بَعْدَ الَّذِيْ رَاَيْتُ مِنْ شِدَّةِ مَوْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ ۔ وَعَنْهَا قَالَتْ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ بِالْمَوْتِ وَعِنْدَهٗ قَدَحٌ فِيْهِ مَاءٌ وَهُوَ يُدْخِلُ يَدَهٗ فِي الْقَدَحِ ثُمَّ يَمْسَحُ وَجْهَهٗ ثُمَّ يَقُوْلُ اللّٰهُمَّ اَعِنِّيْ عَلٰى مُنْكَرَاتِ الْمَوْتِ اَوْ سَكَرَاتِ الْمَوْتِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ

دین میں نرمی ہے تو اس پر آسانی کی جانے گی ایسا ہی ہوتا رہے گا حتی کہ وہ زمین پر بے گناہ ہو کر چلے گا (ترمذی، ابن ماجہ، دارمی، ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شدت موت دیکھنے کے بعد کسی کی آسانی موت پر رشک نہیں کرتی ۲؎ (ترمذی، نسائی) روایت ہے انہی سے فرماتی ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو وفات کی حالت میں دیکھا آپ کے پاس پانی کا پیالہ تھا آپ پیالے میں ہاتھ ڈالتے ۳؎ پھر چہرہ انور پر پھیرتے تھے اور عرض کرتے الٰہی موت کی سختیوں یا شوریوں پر میری مدد فرما ۴؎

(ترمذی)

بھی بڑا عذاب ہے اور چھوٹے طالب علموں کا امتحان چھوٹا شعر پڑھوں کو دکھ بہت ہے اور چھوٹوں سے دکھ دور ہو تاکہ سب تیار رہے رہیں گھن چاندا اور سونا ہ ۲؎ دوسرے کی بھلائی اپنے لیے بھی چاہنا غبطہ یا رشک کہلاتا ہے اور کسی کی نعمت پر جلنا اور اس کا زوال چاہنا حسد یا جلن کہا جاتا ہے۔ رشک کبھی اچھا ہوتا ہے کبھی برا، مگر حسد ہمیشہ برا ہی ہوتا ہے، حدیث کا مطلب یہ ہے کہ پہلے میں کسی کی جانکنی آسان دیکھتی تو رشک کرتی اور چاہتی تھی کہ میری موت بھی ایسی ہی آسان ہو، سمجھتی تھی کہ آسانی نزع مرنے والے کی نیکی و مقبولیت کی علامت ہے، مگر جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی شدت نزع دیکھی تو یہ خیال و رشک دونوں جاتے رہے سمجھ گئی کہ سختی جانکنی ایسی چیز ہے بری نہیں۔ ۳؎ غشی یا تپش دور کرنے کے لیے یہ عمل فرماتے تھے۔ کیونکہ بوقت موت بہت گرمی محسوس ہوتی ہے۔ اسی لیے اکثر اس وقت میت کو پسینہ آجاتا ہے، اور پیاس کا غلبہ ہوتا ہے۔ اسی لیے اس وقت منہ میں پانی ٹپکانے کا حکم ہے اگرچہ سردی کا موسم ہو۔ ۴؎ بعض شارحین نے فرمایا کہ منکرات سے مراد وسوسے اور برے خیالات ہیں، جن سے میت کا دھیان رب سے ہٹ جائے اور سکرات سکرۃ کی جمع ہے بمعنی غشی رب تعالٰی فرماتا ہے "وَتَرَى النَّاسَ سُكَارٰى" یہاں وہ تکلیف مراد ہے جو عقل زائل کر دے یعنی سخت تکلیف اور یہ دعا امت کی تعلیم کے لیے ہے کہ اس وقت یہ دعا کیا کریں مطلب یہ ہے کہ مجھے ان تکالیف کو برداشت کرنے کی طاقت دے یا انہیں کم فرما دے۔ یہاں شیخ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سلطنت الٰہیہ کے متولی اور منتظم ہیں کون و مکان کے سارے احکام آپ کو سپرد ہیں، تمام جہان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دائرہ حکومت میں ہے، ایسی ذمہ دار ہستی حبیب احکم الحاکمین کی بارگاہ میں جاتے تو اسے ہیبت زیادہ ہوتی ہے اس وقت حضور

وَابْنُ مَاجَةَ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَرَادَ اللّٰهُ تَعَالٰى بِعَبْدِهِ الْخَيْرَ عَجَّلَ لَهُ الْعُقُوْبَةَ فِى الدُّنْيَا وَاِذَا اَرَادَ اللّٰهُ بِعَبْدِهِ الشَّرَّ اَمْسَكَ عَنْهُ بِذَنْبِهِ حَتّٰى يُوَافِيَهُ بِهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ رَوَاهُ التِّرْمِذِىُّ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ عِظَمَ الْجَزَاءِ مَعَ عِظَمِ الْبَلَاءِ وَاِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ اِذَا اَحَبَّ قَوْمًا اِبْتَلَاهُمْ فَمَنْ رَضِىَ فَلَهُ الرِّضَا وَمَنْ سَخِطَ فَلَهُ السَّخَطُ رَوَاهُ التِّرْمِذِىُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَزَالُ الْبَلَاءُ بِالْمُؤْمِنِ وَ

ابن ماجہ روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کی بھلائی چاہتا ہے تو اسے فوری طور پر دنیا میں سزا[1] دے دیتا ہے اور جب کسی بندے کی برائی چاہتا ہے تو اس کی سزا مع گناہوں کے محفوظ رکھتا ہے حتی کہ اسے قیامت کے دن پوری پوری دے گا (ترمذی) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بڑا ثواب بڑی بلا کے ساتھ ہے اور اللہ تعالیٰ جب کسی قوم سے محبت کرتا ہے تو انہیں مبتلا کر دیتا ہے جو راضی ہوا اس کے لیے رضا ہے اور جو ناراض ہوا اس کے لیے ناراضی ہے[2] (ترمذی، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ مومن اور مومنہ کو اس کی جان و مال و اولاد کے

صلے اللہ علیہ وسلم پر ہیبت الٰہی کا غلبہ تھا اس کی کیفیت تھی (اشعۃ اللمعات) اسی شدت کی اور بہت وجہ بیان کی گئی ہیں مگر حق یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات ہمارے عقل و قیاس سے ورا ہیں۔

[1] یعنی گناہوں پر دنیا میں پکڑ ہو جانا اللہ کی رحمت کی علامت ہے اور باوجود سرکشی و زیادتی گناہ کے ہر طرح کا عیش ملنا غضب الٰہی کی نشانی ہے کہ اس کا منشاء یہ ہے کہ تمام گناہوں کی سزا آخرت میں دی جائے۔ اللہ کی پناہ۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ کسی مومن صالح کو بلاؤں میں گرفتار دیکھ کر یہ نہ سمجھو کہ یہ برا آدمی ہے، نیکوں پر بڑی مصیبتیں بڑے درجات ملنے کا ذریعہ ہیں حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ اگر کافر بدکار پر بھی بلا آجائے تو اس کا درجہ بڑھ جائیگا، یہ سب کچھ مومن کے لیے ہے، مردے کو بہترین دوائیں دینا بیکار ہے، جڑ کٹے درخت کی شاخوں کو پانی دینا بے سود۔ اگر کافر عمر بھر مصیبت میں رہے جب بھی دوزخی ہے اور اگر مومن صالح عمر بھر آرام میں رہے جب بھی جنتی ہاں تکلیف والے مومن کے درجے زیادہ ہوں گے بشرطیکہ صابر اور شاکر رہے۔

[2] خیال رہے کہ رضا یا ناراضی دل کا کام ہے، لہٰذا تکلیف میں ہائے واویلا کرنا اس کے دفع کی کوشش کرنا یا مریض و مظلوم کا حکیم و حاکم کے پاس جانا ناراضی کی علامت نہیں، ناراضی یہ ہے کہ دل سے سمجھے کہ رب نے مجھ پر ظلم کیا میں اس بلا کا مستحق نہ تھا جناب صوفیاء فرماتے ہیں کہ بندے کی رضا رب کی رضا کے بعد ہے پہلے اللہ بندے سے راضی ہوتا ہے تو بندہ رب سے راضی ہو کر اچھے اعمال کی توفیق پاتا ہے، پہلے وہ ہمیں یاد کرتا ہے تو بعد میں ہم اسے یاد کرتے ہیں پھر ہماری یاد کے بعد رب ہمیں یاد کرتا ہے فَاذْكُرُوْنِىْ اَذْكُرْكُمْ یہ نکتہ بہت باریک ہے مولانا فرماتے ہیں شعر: گفت اللہ گفتنت لبیک ماست ٭ ایں گداز و سوز و درد از پیک ماست ٭

الْمُؤْمِنَةِ فِي نَفْسِهِ وَمَالِهِ وَوَلَدِهِ حَتّٰى يَلْقَى اللّٰهَ تَعَالٰى وَمَا عَلَيْهِ مِنْ خَطِيْئَةٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ
وَرَوٰى مَالِكٌ نَحْوَهُ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ، وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ خَالِدٍ
السُّلَمِيِّ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا سَبَقَتْ لَهُ
مِنَ اللّٰهِ مَنْزِلَةٌ لَمْ يَبْلُغْهَا بِعَمَلِهِ ابْتَلَاهُ اللّٰهُ فِيْ جَسَدِهِ اَوْ فِيْ مَالِهِ اَوْ فِيْ وَلَدِهِ ثُمَّ صَبَّرَهُ
عَلٰى ذٰلِكَ حَتّٰى يُبْلِغَهُ الْمَنْزِلَةَ الَّتِيْ سَبَقَتْ لَهُ مِنَ اللّٰهِ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوُدَ، وَعَنْ عَبْدِ
اللّٰهِ بْنِ شِخِّيْرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُثِّلَ ابْنُ اٰدَمَ وَاِلٰى جَنْبِهِ تِسْعُوْنَ

مصیبتیں پہنچتی رہتی ہیں، حتی کہ وہ رب سے اس طرح ملتا ہے کہ اس کے ذمہ کوئی گناہ نہیں ہوتا (ترمذی)، مالک نے اس کی مثل، ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے[۱] روایت ہے حضرت محمد ابن خالد سلمی سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے[۲] راوی فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب کسی بندہ کے لیے کوئی درجہ رب کی طرف سے مقدر ہو چکا ہو جہاں تک یہ اپنے عمل سے نہیں پہنچ سکتا تو اللہ اسے اس کے جسم یا مال یا اولاد کی آفت میں مبتلا کر دیتا ہے پھر اسے اس پر صبر بخش دیتا ہے حتی کہ اس درجہ تک پہنچ جاتا ہے جو رب کی طرف سے اس کے لیے مقدر ہو چکا تھا[۳] (احمد، ابوداؤد) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن شخیر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے انسان اس طرح بنایا گیا ہے کہ اس کے آس پاس ۹۹ بلائیں ہیں[۴]

۱ یعنی جیسے نمازی پاک و صاف ہو کر مسجد میں جاتا ہے ایسے ہی مومن بلاؤں کے پانی کے ذریعہ گناہوں کی نجاستوں سے صاف ہو کر مسجد قدس میں حاضری دے کر نماز قرب ادا کرتا ہے اس کی شرح پہلے ہو چکی کہ یہ قانون ہم جیسے گنہگاروں کے لیے ہے انبیاء و اولیاء جو گناہ سے محفوظ ہیں ان کی مصیبتوں کی اور وجہ ہے، نیز قانون اور ہے قدرت کچھ اور، بہرحال یہ حدیث قابل اعتراض نہیں۔ ۲ یعنی محمد ابن خالد کے دادا جو صحابی ہیں عرصہ تک صحبت پاک میں رہے ان کا نام شریف لجلاج ابن حکیم ہے۔

۳ اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے۔ ایک یہ کہ مصیبت پر صبر اللہ کی توفیق سے ملتا ہے نہ کہ اپنی ہمت و جرأت سے، اور صبر اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے، دوسرے یہ کہ درجات اعمال سے ملتے ہیں بخشش رب کے کرم سے علماء فرماتے ہیں کہ جنت کا داخلہ اللہ کے فضل سے ہوگا مگر وہاں کے درجات مومن کے اعمال سے، مگر کبھی دوسرے کے عمل بھی کام آجاتے ہیں صابر مومن کی چھوٹی اولاد اپنے ماں باپ کے ساتھ ہی رہے گی اگرچہ کچھ عمل نہ کر سکی کیونکہ ماں باپ کے عمل سے، رب فرماتا ہے وَاَتْبَعْنٰهُمْ ذُرِّيَّتَهُمْ ان شاء اللہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے اعمال میں امام حسین کے صبر میں ہم گنہگاروں کا حصہ ہے، سخی کے مال میں فقیروں کا حصہ، اچھی سرکاروں کے اعمال میں ہم بدکاروں کا حصہ، رب فرماتا ہے وَفِيْ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُوْمِ۔ تیسرے یہ کہ انسانوں کے درجات وغیرہ پہلے سے ہی مقرر ہو چکے ہیں جہاں لامحالہ پہنچتا ہے۔ قیامت کے دن اس کا ظہور ہوگا۔

۴ منیہ لغت میں مقرر چیز کو کہتے ہیں اصطلاح میں موت کو منیہ کہا جاتا ہے کہ اس کا وقت مقرر ہے، پھر بلاؤں اور آفتوں کو منیہ کہا جانے لگا کہ یہ اسباب موت ہیں، مرض یا آزمائش ہے بعض نسخوں میں یعنی انسان آفتوں میں گھرا ہوا پیدا ہوا ہے، کیونکہ اس کا نفس امارہ بہت

مَنِيَّةً إِنْ أَخْطَأَتْهُ الْمَنَايَا وَقَعَ فِي الْهَرَمِ حَتَّى يَمُوتَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ ۝ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوَدُّ أَهْلُ الْعَافِيَةِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ حِينَ يُعْطَى أَهْلُ الْبَلَاءِ الثَّوَابَ لَوْ أَنَّ جُلُودَهُمْ كَانَتْ قُرِضَتْ فِي الدُّنْيَا بِالْمَقَارِيضِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ ۝ وَعَنْ عَامِرٍ الرَّامِ قَالَ ذَكَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْأَسْقَامَ فَقَالَ إِنَّ الْمُؤْمِنَ إِذَا أَصَابَهُ السَّقَمُ ثُمَّ عَافَاهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ مِنْهُ كَانَ كَفَّارَةً لِمَا مَضَى مِنْ ذُنُوبِهِ وَمَوْعِظَةً لَهُ فِيمَا يَسْتَقْبِلُ وَإِنَّ الْمُنَافِقَ إِذَا مَرِضَ ثُمَّ أُعْفِيَ كَانَ كَالْبَعِيرِ عَقَلَهُ أَهْلُهُ ثُمَّ أَرْسَلُوهُ فَلَمْ يَدْرِ لِمَ عَقَلُوهُ وَلِمَ أَرْسَلُوهُ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ

اگر ان سب بلاؤں سے بچ گیا تو بڑھاپے میں پڑے گا حتی کہ مر جائے [۱] (ترمذی) اور فرمایا کہ یہ حدیث غریب ہے۔ روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قیامت کے دن جب بلا والوں کو ثواب دیا جائے گا تو آرام والے تمنا کریں گے کہ کاش ان کی کھالیں دنیا میں قینچیوں سے کاٹی گئی ہوتیں [۲] (ترمذی) اور فرمایا کہ یہ حدیث غریب ہے۔ روایت ہے حضرت عامر رام [۳] سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیماریوں کا ذکر فرمایا تو فرمایا کہ مومن کو جب بیماری پہنچتی ہے پھر اللہ اسے آرام دے دیتا ہے تو یہ گزشتہ گناہوں کا کفارہ ہو جاتی ہے اور آئندہ کے لیے نصیحت [۴] اور منافق جب بیمار ہوتا ہے پھر آرام دیا جاتا ہے تو اس اونٹ کی طرح ہوتا ہے جیسے اس کے مالکوں نے باندھ دیا پھر کھول دیا۔ وہ نہیں جانتا کہ اسے کیوں باندھا اور کیوں کھولا [۵] تو ایک شخص بولا یا رسول اللہ

سرکش ہے یا آفتوں سے ٹھکانا پڑ رہتا ہے آرام پا کر دنیا کی انتہائی تک کر بیٹھتا ہے یا شکر حد رہے، یعنی انسان کی مثال اس کی سی ہے جو ۹۹ آفتوں میں ہر طرف سے گھیرا ہو، ۹۹ سے عدد خاص مراد نہیں بلکہ کثرت بیان فرمانا مقصود ہے۔

[۱] یعنی انسان کے لیے اسباب موت بے شمار ہیں، ہر گھڑی موت پیچھے پڑی ہے لیکن اگر بحکم پروردگار ان سب سے بچ گیا تو آخر بڑھاپا تو آئے گا ہی جس کے بعد موت یقینی ہے، لہٰذا حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ تقدیر میں تو آفتیں تھیں مگر انسان اپنے کمال سے بچ رہتا ہے کیونکہ تدبیر سے تقدیر نہیں بدلتی [۲] یعنی تمنا و آرزو کریں گے کہ ہم پر دنیا میں ایسی بیماریاں آتی ہوتیں جن میں آپریشن کے ذریعہ ہماری کھالیں کاٹی جاتیں تاکہ ہم کو بھی وہ ثواب آج ملتا جو دوسرے بیماروں اور آفت زدوں کو مل رہا ہے۔

[۳] آپ صحابی ہیں نام عامر ہے تیر اندازی کرتے تھے اس لیے رام لقب ہوا آپ سے صرف یہی ایک حدیث مروی ہے [۴] بلند قبول کیونکہ مومن بیماری میں اپنے گناہوں سے توبہ کرتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ یہ بیماری میرے کسی گناہ کی وجہ سے آئی اور شاید یہ آخری بیماری ہو جس کے بعد موت ہی آجائے اس لیے اسے شفاء کے ساتھ مغفرت بھی نصیب ہوتی ہے [۵] بلکہ منافق غافل یہی سمجھتا ہے کہ فلاں وجہ سے میں بیمار ہوا تھا اور فلاں دوا سے مجھے آرام ملا، اسباب میں ایسا پھنسا رہتا ہے کہ مسبب اسباب پر نظر ہی نہیں جاتی نہ توبہ کرتا ہے نہ اپنے گناہوں میں غور۔

اللہ وما الاسقام واللہ ما مرضت قط فقال قم عنا فلست منا رواہ ابوداؤد وعن
ابی سعید قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا دخلتم علی المریض فنفسوا لہ
فی اجلہ فان ذلک لا یرد شیئا ویطیب بنفسہ رواہ الترمذی وابن ماجۃ وقال الترمذی
ھذا حدیث غریب وعن سلیمان بن صرد قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
من قتلہ بطنہ لم یعذب فی قبرہ رواہ احمد والترمذی وقال ھذا حدیث غریب
الفصل الثالث عن انس قال کان غلام یھودی یخدم النبی صلی اللہ علیہ

بیمار ہاں کیا ہیں قسم رب کی میں تو کبھی بیمار ہوا ہی نہیں تو فرمایا ہمارے پاس سے ہٹ جاؤ تم ہم میں سے نہیں ۱ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابوسعید سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تم کسی مریض کے پاس جاؤ تو کچھ درازی حیات کی باتیں کرکے اس کا غم دور کرو ۲ کیونکہ گفتگو تقدیر کو رد نہ کرے گی اور اس کا دل خوش ہو جائے گا ۳ (ترمذی، ابن ماجہ) ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے روایت ہے حضرت سلیمان ابن صرد سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جسے اس کے پیٹ نے مار ڈالا ۴ اسے عذاب قبر نہ ہوگا (احمد، ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔ تیسری فصل روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ ایک یہودی لڑکا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرتا

۱ یہ شخص منافق تھا جس کا کفر پر مرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں تھا اس لیے اس سختی سے اسے یہ جواب دیا بعض روایات میں ہے کہ اس موقعہ پر یہ بھی فرمایا کہ جو دوزخی کو دیکھنا چاہے وہ اسے دیکھ لے (مرقاۃ) ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سراپا اخلاق ہیں محض بیمار نہ ہونے پر ایسی سختی نہ فرماتے۔ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو رب نے لوگوں کے اچھے برے انجام کی خبر دی ہے حالانکہ یہ علوم خمسہ سے ہیں دوسرے یہ کہ کفار پر سختی کرنا بھی اخلاق ہے رب فرماتا ہے اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ سانپ کا سر کچلنا ہی اخلاق حسنہ ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کفار پر نرمی برتی ہے جن کے ایمان کی امید تھی آج کل لوگوں نے اخلاق کے معنی غلط سمجھے ہیں۔ ۲ نَفِّسُوْا تَنْفِیْس سے بنا بمعنی تفریح یعنی غم دور کرنا بیمار کو ڈراؤ نہیں کہ تو بچے گا نہیں مرض بہت سخت ہے۔ بلکہ کہو ان شاء اللہ شفا ہوگی۔ گھبراؤ نہیں بعض حبیب مریض کے آخر دم تک ہمت بندھانے والی باتیں کرتے ہیں اسے مایوس نہیں ہونے دیتے ان کا ماخذ یہ حدیث ہے اس کا نام دھوکا دہی نہیں بلکہ اسے تسکین کہتے ہیں مایوس بیمار کی ہمت ٹوٹ جاتی ہے جس سے وہ اور زیادہ نڈھال ہو کر بہت تکلیف اٹھاتا ہے۔

۳ یعنی تمہارے ڈھارس بندھانے سے اس کی ہمت بڑھ جائے گی مرقاۃ نے فرمایا کہ موت کے وقت میت کو وضو مسواک کرا دینا خوشبو لگا دینا مستحب ہے اس سے جانکنی آسان ہوتی ہے بلکہ اگر ممکن ہو تو اس وقت اسے غسل کرادو عمدہ کپڑے پہنا دو اگر ہو سکے وہ دو رکعت نفل نماز وداع کی نیت سے پڑھے یہ باتیں حضرت سلمان فارسی، حضرت خبیب اور حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء سے منقول ہیں کہ انہوں نے بوقت وفات یہ اعمال کیے یہ سب یُطَیِّبُ بِنَفْسِہٖ میں داخل ہیں کہ اس سے میت کو خوشی حاصل ہوتی ہے۔ ۴ یعنی پیٹ کی بیماری سے مرنے والا

وَسَلَّمَ فَمَرِضَ فَأَتَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُوْدُهٗ فَقَعَدَ عِنْدَ رَأْسِهٖ فَقَالَ لَهٗ أَسْلِمْ فَنَظَرَ إِلٰى أَبِيْهِ وَهُوَ عِنْدَهٗ فَقَالَ أَطِعْ أَبَا الْقَاسِمِ فَأَسْلَمَ فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَقُوْلُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ أَنْقَذَهٗ مِنَ النَّارِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ عَادَ مَرِيْضًا نَادٰى مُنَادٍ مِّنَ السَّمَآءِ طِبْتَ وَطَابَ مَمْشَاكَ وَتَبَوَّأْتَ مِنَ الْجَنَّةِ مَنْزِلًا رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ إِنَّ عَلِيًّا خَرَجَ

تھا لہ وہ بیمار ہو گیا تو اس کی بیمار پرسی کے لیئے نبی صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے اس کے سر کے پاس تشریف فرما ہوئے اور فرمایا اسلام لے آ لہ اس نے اپنے باپ کی طرف دیکھا جو اس کے پاس تھا تو باپ بولا بیٹا حضور ابوالقاسم کی بات مان لو پس وہ اسلام لے آیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرماتے ہوئے واپس ہوئے کہ خدا کا شکر ہے جس نے اسے آگ سے بچا لیا (بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بیمار کی بیمار پرسی کرے جاتے تو آسمان سے پکارنے والا پکارتا ہے تو اچھا تیرا چلنا اچھا تو نے جنت میں گھر لے لیا (ابن ماجہ) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ حضرت علی مرتضی
نبی کریم صلے اللہ علیہ

عذاب قبر سے محفوظ ہے کیونکہ اسے دنیا میں اس مرض کی وجہ سے بہت تکلیف پہنچ چکی یہ تکلیف قبر کا وغیرہ بن گئی۔

لہ اس یہودی بچہ کا نام عبدالقدوس تھا جو اپنی خوشی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا، معلوم ہوا کہ کفار کے بچے اگر خوشی سے ہماری صحبت یا خدمت اختیار کریں تو انہیں روکنا نہ چاہیئے بسا اوقات اس سے انہیں ایمان نصیب ہو جاتا ہے۔

لہ اس سے معلوم ہوا کہ کافر و فاسق کی بیمار پرسی جائز ہے اور بیمار پرسی کے وقت بیمار کے سرہانے بیٹھنا سنت ہے اور کافر بچے کو بھی ایمان کی تلقین کرنا درست ہے اور کافر بچے کا ایمان قبول ہے جبکہ وہ سمجھدار ہو اور یہ کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم اپنے خدام کو بھولتے نہیں، مرتے وقت بھی ان کی امداد کرتے ہیں اس حدیث سے ہم گنہگاروں کو امید ہے حق ہے کہ انشاء اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو مرتے وقت نہ بھولیں گے اس وقت ہماری دستگیری فرمائیں گے اعلٰحضرت فرماتے ہیں کہ اب بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خاص خدام کو ان کے مرتے وقت کلمہ پڑھانے تشریف لاتے ہیں ایسے لوگ دیکھے گئے جنہوں نے مرتے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی خبر حاضرین کو دی خود بستر مرگ پر اٹھ کھڑے ہوئے حاضرین سے کہا تعظیم کرو حضور صلی اللہ علیہ وسلم آ گئے سہ یعنی بچہ نے باپ کے خوف سے خود کلمہ نہ پڑھ دیا بلکہ اجازت چاہنے کیلئے اس کی طرف دیکھا رب کی شان اس نے اجازت دیدی۔

سہ معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت رائیگاں نہیں جاتی دیکھو اس بچہ نے اس خدمت پاک کی برکت سے مرتے وقت ایمان پالیا رب تعالٰی فقیر کی یہ دینی خدمات قبول فرمائے اور اس بچہ کی طفیل سے مجھے بھی مرتے وقت کلمہ نصیب کرے آمین، مرتے وقت کا ایمان بھی قبول ہے غرغرہ سے پہلے اور بچے کا ایمان بھی معتبر، خیال رہے کہ مشرکین و کفار کے وہ نا سمجھ بچے جنہیں برے بھلے کی تمیز نہ ہو اسی حال میں مر جائیں وہ جنتی ہیں کہ رب بغیر قصور کسی کو عذاب نہیں دیتا لیکن باشعور بچے جنتی نہیں چونکہ یہ بچہ سمجھدار تھا اگر بغیر ایمان مرجاتا تو دوزخ میں جاتا، لہذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان بالکل درست ہے کہ ایمان کی وجہ سے اللہ نے اُسے بالکل دوزخ سے بچا لیا، کفار کے بچوں کی پوری بحث ہماری تفسیر نعیمی

مِنْ عِنْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ وَجَعِهِ الَّذِيْ تُوُفِّيَ فِيْهِ فَقَالَ النَّاسُ يَا اَبَا الْحَسَنِ كَيْفَ اَصْبَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ قَالَ اَصْبَحَ بِحَمْدِ اللّٰهِ بَارِئًا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ؁

وَعَنْ عَطَاءِ بْنِ اَبِيْ رَبَاحٍ قَالَ قَالَ لِيْ اِبْنُ عَبَّاسٍ اَلَا اُرِيْكَ اِمْرَأَةً مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ قُلْتُ بَلٰى قَالَ هٰذِهِ الْمَرْأَةُ السَّوْدَاءُ اَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ اُصْرَعُ وَاِنِّيْ اَتَكَشَّفُ فَادْعُ اللّٰهَ فَقَالَ اِنْ شِئْتِ صَبَرْتِ وَلَكِ الْجَنَّةُ وَاِنْ شِئْتِ دَعَوْتُ اللّٰهَ اَنْ يُعَافِيَكِ فَقَالَتْ اَصْبِرُ فَقَالَتْ اِنِّيْ اَتَكَشَّفُ فَادْعُ اللّٰهَ اَنْ لَّا اَتَكَشَّفَ فَدَعَا لَهَا

وسلم کے پاس سے گئے آپ کی اس بیماری میں جس میں وفات ہوئی لوگوں نے کہا اے ابوالحسن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کیسی کی فرمایا الحمدللہ صحت میں صبح کی ۱ (بخاری) روایت ہے حضرت عطا ابن ابی رباح سے ۲ فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضرت ابن عباس نے فرمایا کیا میں تمہیں جنتی عورت دکھاؤں میں نے کہا ہاں ضرور فرمایا یہ کالی عورت ۳ یہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی تھی اور عرض کیا حضور یا رسول اللہ میں مرگی میں گر جاتی ہوں اور کھل جاتی ہوں میرے لیئے اللہ سے دعا کیجئے حضور نے فرمایا اگر تو چاہے تو صبر کر جنت تیرے لیئے ہے ۴ اگر تو چاہے تو میں اللہ سے دعا کر دوں کہ تجھے آرام دے ۵ وہ بولیں میں صبر کروں گی پھر بولیں کہ میں کھل جاتی ہوں اللہ سے یہ دعا کر دیں کہ میں کھلا نہ کروں حضور نے اس کے لیئے دعا کی ۶
(مسلم بخاری)

العرفان میں دیکھو شہ پکارنے والا فرشتہ ہوتا ہے اور یہ کلام یا دعا ہے یا خبر یعنی خدا کرے تو اور تیرا چلنا اچھا ہو اور تو جنت میں مکان پالے یا تو اچھا ہے اور تو نے گویا جنت میں مکان بنا لیا، مگر یہ بشارتیں اس کیلئے ہیں جو محض رضائے الٰہی کیلئے بیمار پرسی کرے۔

۱ یعنی آپ کے مرض میں کوئی ہلکا پن نہ تھا مگر جناب علی نے یہ فرمایا، مطلب یہ ہے کہ خدا کے فضل سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب پاک تندرست ہے یا انشاء اللہ آپ قریب صحت ہیں، اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ بیمار کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ بیمار کا حال آنے والے سے پوچھ لیا جائے، دوسرے یہ کہ اگر بیمار کا حال خراب بھی ہو تب بھی الفاظ اچھے بولے جائیں کہ اس میں فال بھی نیک ہے اور رحمت الٰہی کی امید بھی ۲ آپ تابعین میں سے جلیل الشان فقیہ و عالم ہیں، امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ میں نے ان جیسا فاضل نہ دیکھا سیاہ رنگ تھے پہلے ایک آنکھ بیکار تھی بعد میں نابینا ہو گئے تھے پاؤں سے بھی معذور تھے آپ کے فوت ہونے کے دن امام اوزاعی نے فرمایا کہ آج زمین بہترین مومن سے خالی ہو گئی (اشعہ) ۳ اس مبارک عورت کا نام سعیرہ یا سقیرہ ہے بی بی خدیجہ کی کنگھی چوٹی کی خدمت انجام دیتی تھیں (لمعات و مرقات) ۴ یعنی گر کر مجھے تن بدن کا ہوش نہیں رہتا، دوپٹہ وغیرہ اتر جاتا ہے خوف کرتی ہوں کہ کبھی بیہوشی میں ستر نہ کھل جائے ۵ اس میں اشارہ معلوم ہوا کہ کبھی بیماری کی دوا اور مصائب میں دعا نہ کرنا ثواب اور صبر میں شامل ہے اس کا نام خودکشی نہیں خصوصاً جب پتہ لگ جائے کہ یہ مصیبت رب کی طرف سے امتحان ہے تو ابراہیم علیہ السلام نے نمرود کی آگ میں جاتے وقت اور حضرت حسین نے میدان کربلا میں دفعیہ کی دعا نہ کی اور نہ عام حالات میں دوا بھی سنت ہے، اور دعا بھی حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اکثر دعا کی ہے اور صدیق اکبر نے مرض وفات میں دوا بھی خیال رہے کہ مرض برت رکھ کر جان دے دینا خودکشی

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ قَالَ اِنَّ رَجُلًا جَاءَهُ الْمَوْتُ فِيْ زَمَنِ رَسُوْلِ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَجُلٌ هَنِيْئًا لَهُ مَاتَ وَلَمْ يُبْتَلَ بِمَرَضٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيْحَكَ وَمَا يُدْرِيْكَ لَوْ اَنَّ اللّٰهَ ابْتَلَاهُ بِمَرَضٍ فَكَفَّرَ عَنْهُ مِنْ سَيِّاٰتِهٖ رَوَاهُ مَالِكٌ
مُرْسَلًا ۔ وَعَنْ شَدَّادِ بْنِ اَوْسٍ وَالصُّنَابِحِيِّ اَنَّهُمَا دَخَلَا عَلٰى رَجُلٍ مَرِيْضٍ يَعُوْدَانِهٖ فَقَالَا لَهٗ
كَيْفَ اَصْبَحْتَ قَالَ اَصْبَحْتُ بِنِعْمَةٍ قَالَ شَدَّادٌ اَبْشِرْ بِكَفَّارَاتِ السَّيِّاٰتِ وَحَطِّ الْخَطَايَا فَاِنِّيْ
سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يَقُوْلُ اِذَا اَنَا ابْتَلَيْتُ عَبْدًا

روایت ہے حضرت یحییٰ ابن سعید سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک شخص کو موت آئی تو دوسرا آدمی بولا اسے مبارک ہو کہ بیماری میں مبتلا ہوئے بغیر فوت ہو گیا ۱ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم پر افسوس ہے تمہیں کیا خبر کہ اگر اللہ اسے کسی بیماری میں مبتلا کرتا تو اس کے گناہ مٹا دیتا ۲ (مالک مرسلاً) روایت ہے حضرت شداد ابن اوس اور صنابحی سے ۳ کہ وہ دونوں ایک مریض کی بیمار پرسی کے لیے گئے انہوں نے اس سے کہا کہ تم نے صبح کیسی کی وہ بولے اللہ کی نعمت میں صبح کی ۴ تو شداد نے فرمایا کہ تم گناہوں کے مٹنے اور خطاؤں کے جھڑنے کی خوشخبری لو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اللہ تعالٰے فرماتا ہے جب میں اپنے بندوں میں سے کسی مومن بندے کو مبتلا کروں اور

ہے اور مشرکوں کی پیروی کیونکہ کھانا اور پانی دوا نہیں بلکہ زندگی کا مدار ہے ۔ شہ اگرچہ آرام کھونے پر بھی تو جنتی تو ہوگی، کیونکہ تو مومنہ اور صحابیہ ہے مگر صبر پر جنت کے اعلیٰ مقام کی مستحق ہوگی اسی لیے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے یہاں جنت کی نفی نہ کی ۔ شہ چنانچہ اس دعا کے بعد وہ بی بی کبھی مرگی میں کھلی نہیں رب نے ان پر فرشتہ مقرر کر دیا ہو گا جو ان کے پردے کی حفاظت کرے ۔

۱؎ یہ قائل سمجھے تھے کہ بیماریاں رب کی پکڑ ہیں اور تندرست رہنا اس کی رحمت، یہ صاحب اچانک فوت ہو گئے تھے اس لیے بطور مبارکباد یہ عرض کیا، اسی خیال پر حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ناراضی کا اظہار کیا ۔ ۲؎ یعنی مومن کی بیماری خصوصاً بیماری موت بھی اللہ کی رحمت ہے کہ اس کی برکت سے اللہ گناہ معاف کرتا ہے نیز بندہ توبہ وغیرہ کر کے پاک و صاف ہو جاتا ہے لہذا بیمار ہو کر مرنا بہتر اگرچہ مومن کے لیے ناگہانی موت بھی رحمت ہے جیسا کہ آگے آ رہا ہے لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں ۔

۳؎ شداد ابن اوس خود بھی صحابی ہیں اور والد بھی صحابی، حضرت حسان ابن ثابت کے بھتیجے ہیں ۔ انہیں اللہ نے علم و حکمت دونوں عطا فرمائیں اور صنابحی کا نام عبداللہ ہے قبیلہ مراد سے صنابح ابن زاہر کے خاندان سے ہیں تابعی ہیں بعض نے فرمایا کہ عبداللہ صنابحی صحابی ہیں اور ابو عبداللہ صنابحی تابعی ہیں، یہاں غالباً تابعی مراد ہیں ۴؎ سبحان اللہ کیا پیارا کلمہ ہے یعنی بیمار ہوں مگر رب سے غافل نہیں مصیبت میں گرفتار ہوں معصیت سے آزاد ۔ اللہ کے پیارے معصیت پر مصیبت کو ترجیح دیتے ہیں ۔ یوسف علیہ السلام نے جیل جانا منظور کیا زلیخا کی بات نہ مانی، رب فرماتا ہے قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ الآیہ اس میں قیامت تک بیماروں کو تعلیم ہے کہ بیماری میں بجائے ناشکری کرنے کے اس قسم کے کلمات کہا کریں ۔ رب کی بھیجی بیماری بھی نعمت ہے ۔

مِنْ عِبَادِيْ مُؤْمِنًا فَحَمِدَنِيْ عَلٰى مَا ابْتَلَيْتُهٗ فَاِنَّهٗ يَقُوْمُ مِنْ مَضْجَعِهٖ ذٰلِكَ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ اُمُّهٗ مِنَ الْخَطَايَا وَيَقُوْلُ الرَّبُّ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى اَنَا قَيَّدْتُّ عَبْدِيْ وَابْتَلَيْتُهٗ فَاَجْرُوْا لَهٗ مَا كُنْتُمْ تُجْرُوْنَ لَهٗ وَهُوَ صَحِيْحٌ رَوَاهُ اَحْمَدُ. وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَثُرَتْ ذُنُوْبُ الْعَبْدِ وَلَمْ يَكُنْ لَهٗ مَا يُكَفِّرُهَا مِنَ الْعَمَلِ ابْتَلَاهُ اللّٰهُ بِالْحُزْنِ لِيُكَفِّرَهَا عَنْهُ رَوَاهُ اَحْمَدُ. وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ عَادَ مَرِيْضًا لَمْ يَزَلْ يَخُوْضُ الرَّحْمَةَ حَتّٰى يَجْلِسَ فَاِذَا جَلَسَ اغْتَمَسَ فِيْهَا رَوَاهُ مَالِكٌ وَاَحْمَدُ. وَعَنْ ثَوْبَانَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اَصَابَ اَحَدَكُمُ الْحُمّٰى فَاِنَّ الْحُمّٰى قِطْعَةٌ مِّنْ

(۱۰۰) اس ابتلا کرنے پر میری حمد کرے تو وہ اپنے اس بستر سے گناہوں سے یوں پاک اٹھے گا جیسے آج اسے ماں نے جنا اور رب تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے اپنے بندے کو قید کیا مبتلا کیا تو اس کے لیے وہ ثواب جاری کرو جو تم اس کی تندرستی میں جاری کرتے تھے (احمد) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب بندے کے گناہ زیادہ ہو جاتے ہیں اور اس کے پاس گناہ مٹانے والا عمل نہیں ہوتا تو اللہ اسے غم میں مبتلا کر دیتا ہے تاکہ اس کے گناہ مٹا دے (احمد) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو کسی مریض کی بیمار پرسی کرے تو وہ رحمت میں غوطے لگاتا ہے حتی کہ بیٹھ جائے جب بیٹھ جاتا ہے تو رحمت میں ڈوب جاتا ہے (مالک، احمد) روایت ہے حضرت ثوبان سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی کو بخار آئے ۱؎ تو بخار آگ کا ٹکڑا ہے۔

۱؎ کیونکہ اس کے لیے کئی کفارے جمع ہو گئے، بیماری، اس پر صبر، پھر رب کا شکر، پھر گزشتہ گناہوں سے توبہ، پھر موت کی تیاری، دنیا سے نفرت، قبر اور وہاں کی وحشت کا خوف، یہ ساری چیزیں گناہوں کے مستقل کفارے ہیں جو بفضلہ تعالیٰ مومن بیمار کو حاصل ہوتے ہیں۔ خیال رہے کہ یہاں گناہوں کے مٹنے سے مراد صغیرہ گناہوں کی معافی ہے، حقوق شریعت کے ہوں یا بندوں کے وہ بغیر ادا کئے معاف نہیں ہوتے، بیمار کو چاہیے کہ قرض، مظالم وغیرہ جلدی ادا کرے کیونکہ بیماری موت کا پیغام ہوتی ہے لہٰذا گھر پہنچنے سے پہلے اس کو صاف کر لو۔ ۲؎ یعنی جتنی نیکیاں یہ بندہ تندرستی میں کرتا تھا اور اب بیماری میں نہ کر سکا اس کے نامہ اعمال میں وہ ساری نیکیاں لکھے جاؤ گویا رب کی طرف سے کمزور بندے کی پنشن ہوتی ہے۔ ۳؎ غم کی وجہ سے، طبرانی اور حاکم کی روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ غمگین دل کو پسند کرتا ہے اسی لیے صوفیا فرماتے ہیں کہ رنج و غم میں درود شریف زیادہ پڑھو کیونکہ اکثر رنج و غم گناہوں کی وجہ سے آتے ہیں اور درود شریف کی برکت سے گناہ مٹتے ہیں، جب گناہ گئے تو ان کا سامان یعنی رنج و غم بھی گیا۔ ۴؎ یعنی گھر سے نکلنے سے بیمار کے پاس پہنچنے تک دریائے رحمت میں غوطے لگاتا جاتا ہے۔ ۵؎ اشعہ نے کہا ہے رحمت ہر طرف سے گھیر لیتی ہے اور ہر گناہ سے پاک کر دیتی ہے۔ ۶؎ یہ خطاب اہل عرب کو ہے جنہیں اکثر صفراوی بخار آتے تھے جن میں غسل مفید ہوتا ہے، ہم لوگ اس پر بغیر حاذق حکیم کے مشورے کے عمل نہ کریں کیونکہ ہمیں اکثر وہ بخار ہوتے ہیں جن میں غسل نقصان دہ ہے اس سے نمونیہ کا خطرہ ہوتا ہے

النَّارِ فَلْيُطْفِئْهَا عَنْهُ بِالْمَاءِ فَلْيَسْتَنْقِعْ فِيْ نَهْرٍ جَارٍ وَلْيَسْتَقْبِلْ جِرْيَتَهٗ فَيَقُوْلُ بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ اشْفِ عَبْدَكَ وَصَدِّقْ رَسُوْلَكَ بَعْدَ صَلٰوةِ الصُّبْحِ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَلْيَغْمِسْ فِيْهِ ثَلٰثَ غَمَسَاتٍ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ فَاِنْ لَّمْ يَبْرَاْ فِيْ ثَلٰثٍ فَخَمْسٌ فَاِنْ لَّمْ يَبْرَاْ فِيْ خَمْسٍ فَسَبْعٌ فَاِنْ لَّمْ يَبْرَاْ فِيْ سَبْعٍ فَتِسْعٌ فَاِنَّهَا لَا تَكَادُ تُجَاوِزُ تِسْعًا بِاِذْنِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ ۔ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ ذُكِرَتِ الْحُمّٰى عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَبَّهَا رَجُلٌ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَسُبَّهَا فَاِنَّهَا تَنْفِي الذُّنُوْبَ كَمَا تَنْفِي النَّارُ خَبَثَ الْحَدِيْدِ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ ۔ وَعَنْهُ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَادَ مَرِيْضًا فَقَالَ اَبْشِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَقُوْلُ هِيَ نَارِيْ اُسَلِّطُهَا عَلٰى عَبْدِيَ الْمُؤْمِنِ فِي الدُّنْيَا لِتَكُوْنَ حَظَّهٗ مِنَ النَّارِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَابْنُ مَاجَةَ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ

اسے پانی سے بجھائے کہ جاری نہر میں غوطہ لگائے اس کے بہاؤ کی طرف منہ کرے پھر کہے بسم اللہ الٰہی اپنے بندے کو شفا دے اور اپنے رسول کو سچا کر دے یہ فجر کی نماز کے بعد سورج نکلنے سے پہلے کرے تین دن تک تین غوطے لگایا کرے اگر اس میں اچھا نہ ہو تو پانچ دن اگر اس میں بھی اچھا نہ ہو تو سات دن اگر اس میں بھی اچھا نہ ہو تو نو دن بحکم الٰہی یہ بخار نو دن سے آگے نہیں بڑھے گا (ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بخار کا ذکر ہوا تو اسے ایک شخص نے گالی دی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے گالی نہ دو یہ تو گناہوں کو ایسے دور کرتا ہے جیسے بھٹی لوہے کے میل کو (ابن ماجہ) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مریض کی عیادت کی تو فرمایا تجھے بشارت ہو کہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے بخار میری آگ ہے جسے میں اپنے مومن بندے پر دنیا میں اس لیے مسلط کرتا ہوں کہ قیامت کے دن ان کی آگ کا حصہ (بدلہ) ہو جائے (احمد، ابن ماجہ، بیہقی، شعب الایمان)

ہاں کبھی ہم کو بھی بخار میں غسل مفید ہوتا ہے۔ حتی کہ ڈاکٹر مریض کے سر پر برف بندھواتے ہیں ۲؎ یہ صفراوی بخار کے لیے یہ عمل اکسیر ہے جیسا کہ بعض حکیم عمل کرتے ہیں خیال رہے کہ یہ عمل تیز گرمی میں صفراوی بخار میں طبیب کی رائے سے کیا جائے۔ مرقات نے فرمایا کہ ایک شخص نے ترجمہ حدیث دیکھ کر اپنے پر اسے آزمایا نمونیہ ہو گیا بمشکل بچا تو وہ حدیث کا ہی منکر ہو گیا حالانکہ اس کی اپنی جہالت تھی ۳؎ اس کی شرح گزر چکی کہ دوسری بیماریاں مخصوص اعضاء کے گناہ دور کرتی ہیں مگر بخار سارے جسم کے گناہ کیونکہ یہ رگ رگ میں چڑھتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ رب کی بھیجی بیماریوں کو برا کہنا سخت جرم ہے ۴؎ رحمت و مہربانی کی آگ۔ اسی لیے اس آگ کو اپنی طرف منسوب فرمایا اور اس کے لیے مومن کو خاص کیا یعنی آگ تو گناہ جلا دے وہ رحمت ہی ہے۔ عشق و محبت کی خوف خدا کی آگ بھی آگ ہے جو ماسوی اللہ کو پھونک رہی ہے ۵؎ چنانچہ ابن ابی دنیا ابن جریر ابن منذر ابن ابی حاتم اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت مجاہد سے آیت کریمہ وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا

وعن انس ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ان الرب سبحانه وتعالى
يقول وعزتي وجلالي لا اخرج احدا من الدنيا اريد اغفر له حتى استوفي كل خطيئة
في عنقه بسقم في بدنه واقتار في رزقه رواه رزين. وعن شقيق قال مرض عبد الله
ابن مسعود فعدناه فجعل يبكي فعوتب فقال اني لا ابكي لاجل المرض لاني سمعت رسول
الله صلى الله عليه وسلم يقول المرض كفارة وانما ابكي انه اصابني على حال فترة ولم
يصبني في حال اجتهاد لانه يكتب للعبد من الاجر اذا مرض ما كان يكتب له قبل
ان يمرض فمنعه منه المرض رواه رزين. وعن انس قال كان النبي صلى الله عليه
وسلم لا يعود مريضا الا بعد ثلث رواه ابن ماجة والبيهقي في شعب الايمان. وعن عمر بن

روایت ہے حضرت انس سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رب تعالیٰ فرماتا ہے مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم جسے بخشنا چاہوں گا تو
اسے دنیا سے نہ نکالوں گا حتی کہ اس کی گردن سے سارے گناہ جسمانی بیماری اور رزق میں تنگی کے ذریعہ نکال دوں گا (رزین) روایت ہے
حضرت شقیق سے فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود بیمار ہوئے ہم نے بیمار پرسی کی تو رونے لگے کچھ لوگوں نے ملامت کی تو فرمایا کہ میں بیماری کی
وجہ سے نہیں روتا کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ بیماری کفارہ ہے میں تو اس پر روتا ہوں کہ مجھے بڑھاپے کے
ضعف میں بیماری آئی قوت کے زمانہ میں نہ آئی کیونکہ بندہ جب بیمار پڑ جاتا ہے تو اس کے اعمال ویسے ہی لکھے جاتے ہیں جو وہ بیماری سے پہلے کرتا
تھا جس سے بیماری نے اسے روک دیا (رزین) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیمار
کی عیادت نہ کرتے مگر تین دن کے بعد (ابن ماجہ بیہقی نے شعب الایمان) روایت ہے حضرت عمر ابن

وَارِدُھَا تفسیروں میں نقل کی کہ بخار مومن کے لیے جہنم کی آگ کا حصہ ہے۔ امام حسن سے مرفوعاً نقل ہے کہ ہر آدمی کے نصیب میں آگ
کا حصہ ہے مگر مومن کی آگ بخار ہے جو کھال جلا دیتا ہے اور دل محفوظ رکھتا ہے۔ مومن سے مراد مومن کامل ہے ورنہ بعض گنہگار مسلمان
بھی کچھ روز کے لیے جہنم میں جائیں گے۔ ۲؎ یعنی اس کے جو گناہ ذمہ میں باقی رہ گئے ہیں جن سے اس نے توبہ نہیں کی نہ کوئی اور کفارہ
ادا کیا وہ اس ذریعہ سے معاف کروں گا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کبھی فقیری امیری سے بہتر ہوتی ہے۔ حدیث پاک میں ہے کہ فقیر امیروں سے
پانچ سو برس پہلے جنت میں جائیں گے مگر جب ہی کہ مومن بیماری اور فقر پر صبر کرے اور اپنے کو گناہوں سے بچاتے رہے۔
۳؎ آپ مشہور تابعی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا مگر دیدار نہ کر سکے حضرت ابن مسعود کے خاص ساتھیوں میں سے ہیں۔
۴؎ عیادت کرنے والا سمجھا کہ آپ بیماری سے تنگ آکر رو رہے ہیں یہ بزرگوں کی شان کے خلاف ہے ۵؎ صغیرہ گناہوں کا
میں تو اسے مبارک جانتا کہ اس کی آمد پر خوش ہوتا ہوں ۶؎ چونکہ میں بڑھاپے کی وجہ سے تندرستی میں زیادہ نفلی عبادتیں نہیں کر سکتا
اس لیے اب بیماری میں بھی کم نوافل کا ہی ثواب ملے گا۔ خیال رہے کہ حضرت ابن مسعود کی عمر ستر سال سے زیادہ ہوئی ہے ۷؎ میں

الخطاب قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا دخلت على مريض فمره يدعو لك فان دعاءه كدعاء الملائكة رواه ابن ماجه وعن ابن عباس قال من السنة تخفيف الجلوس وقلة الصخب في العيادة عند المريض قال فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم لما كثر لغطهم واختلافهم قوموا عني رواه رزين وعن انس

خطاب سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم کسی بیمار کے پاس جاؤ تو اسے اپنے لیے دعا کے لیے کہو کہ اس کی دعا فرشتوں کی دعا کی طرح ہے ۱ (ابن ماجہ) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ بیمار کے پاس کم بیٹھنا اور کم شور کرنا سنت ہے ۲ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس صحابہ کی آوازیں اور اختلاف بڑھ گیا تو فرمایا ہمارے پاس سے اٹھ جاؤ ۳

(رزین)

روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں

فرمایا رسول

عیادت سے ۳ کیونکہ تین دن سے پہلے طبیعت خود مرض کو دفع کرتی ہے اسی لیے عام بیماریوں میں پہلے دن ہی علاج نہیں کرتے تین دن بعد شروع کرتے ہیں۔ لمعات میں ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے اور مرقات میں ہے کہ حدیث بہت ضعیف ہے کیونکہ یہ مسلمہ ابن علی سے مروی ہے اور وہ محدثین کے نزدیک متروک ہیں۔ ابو حاتم نے فرمایا کہ یہ روایت باطل ہے، حق یہ ہے کہ بیمار پرسی پہلے دن ہی کرنی چاہیے کیونکہ حدیث میں ہے عُوْدُوا الْمَرِيْضَ بغیر کسی قید کے مطلقاً عیادت کا ذکر ہے۔ امام سیوطی نے جامع صغیر میں فرمایا کہ حضرت انس کی یہ حدیث اگرچہ ضعیف ہے مگر دیگر روایات سے اسے قوت پہنچ گئی ہے۔ لہذا اس کے معنی یا تو یہ ہیں کہ آپ کبھی تیسرے دن بیمار پرسی کرتے تھے اس سے پہلے لوگوں سے اس بیمار کے حالات پوچھتے رہتے تھے یا یہ مطلب ہے کہ عموماً تین دن تک بیمار مرض ظاہر ہی نہ کرتے تھے، یا یہ مطلب کہ بیمار پرسی میں تین دن تک کی تاخیر جائز ہے اس سے پہلے عیادت کرنا مستحب، یہ عمل بیان جواز کے لیے ہے اور وہ فرمان استحباب کے لیے، یا یہ مطلب ہے کہ معمولی بیماریوں میں تین دن کے بعد بیمار پرسی کرتے تھے اور سنت یہی ہے۔ ۲ کیونکہ بیمار بیماری کی وجہ سے گناہوں سے صاف ہو چکا ہے نیز وہ اس حالت میں ہر وقت اللہ کو یاد کرتا ہے لہذا وہ فرشتوں کی طرح ہے نیز وہ بیماری میں بے قرار بے چین ہے اور اللہ تعالیٰ بے چینوں کی جلد سنتا ہے جیسا کہ رب تعالیٰ فرماتا ہے اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ بیمار یا قریب المرگ سے دعا مانگو ایسے بے چینوں سے دعا کراؤ خصوصاً بیماری سے بے چین مجبور یا مرض سے، یہ حدیث ان کی اصل ہے ۲ کیونکہ تمہاری وجہ سے اس کی تیماردار عورتیں پردے میں رہیں گی اور دوسروں سے وہ بے تکلف بات چیت نہ کر سکے گا نیز تمہارے شور سے اسے تکلیف ہوگی اس لیے اس کے پاس کم بیٹھو، یہ ان لوگوں کے لیے ہے جو محض بیمار پرسی کے لیے جائیں تیمارداری کے لیے نہیں ۳ یہ واقعہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف سے چار دن پہلے یعنی جمعرات کے دن صحابہ کرام دولت خانہ میں حاضر تھے فرمایا قلم دوات لاؤ میں تمہیں کچھ لکھ دوں کہ تم میرے بعد بہک نہ سکو بعض صحابہ نے سمجھا کہ یہ حکم ہے اس کی اطاعت واجب ہے اور بعض نے خیال کیا کہ یہ مشورہ ہے حضور کا

قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم العيادة فواق ناقة وفي رواية سعيد بن المسيب مرسلا افضل العيادة سرعة القيام رواه البيهقي في شعب الايمان ۔ وعن ابن عباس ان النبي صلى الله عليه وسلم عاد رجلا فقال له ما تشتهي قال اشتهي خبز بر قال النبي صلى الله عليه وسلم من كان عنده خبز بر فليبعث الى اخيه ثم قال النبي صلى الله عليه وسلم اذا

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بیمار پرسی اونٹنی دوہنے کے وقفہ کے بقدر ہے ۔ اور سعید ابن مسیب کی مرسل روایت میں ہے کہ بہترین عیادت جلد اٹھ جانا ہے (شعب الایمان بیہقی) روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کی عیادت کی تو فرمایا کیا چیز دل چاہتا ہے وہ بولا گیہوں کی روٹی تو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے پاس گیہوں کی روٹی ہو وہ اپنے اس بھائی کو بھیج دے پھر نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب

جملہ تبلیغی احکام سارے پہنچا چکے امت پر شفقت کے لیے فرمایا ہے کہ مرض کی شدت زیادہ ہے اب آپ کو لکھنے کی تکلیف نہ دی جائے اس اختلاف رائے کی بنا پر مجبوری آوازیں اونچی ہو گئیں تب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہاں سے چلے جاؤ اس کی پوری تحقیق انشاء اللہ آگے ہوگی بعض لوگ کہتے ہیں کہ سرکار حضرت علی مرتضیٰ کے لیے خلافت لکھنا چاہتے تھے عمر فاروق نے تحریر نہ ہونے دی نیز صحابہ کرام بارگاہ نبوی میں آوازیں اونچی کر کے اس سے نعوذ باللہ وہ مرتد بھی ہو گئے اور ان کے اعمال بھی ضبط ہو گئے رب تعالیٰ فرماتا ہے لا ترفعوا اصواتكم فوق صوت النبي الآیۃ ان تحبط اعمالکم مگر یہ دونوں باتیں غلط ہیں اس سے کہ خود جناب علی مرتضیٰ نے ابو بکر صدیق کی بیعت کرتے وقت سب کے سامنے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکر صدیق سے راضی تھے کہ بیمار ہوتے انہیں امامت کے مصلے پر کھڑا کیا نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کے بارے حق چھپایا اور بیان بعض کے کہنے پر آپ کیسے خاموش رہ سکتے تھے نیز اس واقعہ کے چار دن بعد وفات شریف ہوئی اس دوران میں تحریر کیوں نہ فرمادی نیز حضرت حسین نے ناجائز خلیفہ یزید کی بیعت نہ کی سر دے دیا تو حضرت علی مرتضیٰ ناجائز خلیفہ کی بیعت کیسے کر سکتے تھے حالانکہ ابو سفیان نے علی مرتضیٰ سے اس وقت عرض کیا تھا کہ اگر آپ چاہیں تو ابو بکر کے مقابلے میں آپ کے لیے میں لشکر سے جنگل بھر دوں تو جناب علی نے انہیں ڈانٹ دیا (از مرقات وغیرہ) دوسرا اعتراض اس لیے غلط ہے کہ اونچی آواز میں حضرت علی وغیرہم بھی آ جائیں گے کیونکہ یہ شور تو سب کی گفتگو سے ہوا نیز رب تعالیٰ نے ان حضرات پر عتاب نہ فرمایا نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بلند آواز ہونا منع ہے صحابہ کرام تلبیہ یا تکبیر تشریق میں اذان و اقامت میں اونچی آوازیں کرتے تھے دوران وعظ میں نعرہ تکبیر لگاتے تھے بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر اپنی آوازیں اونچی کرنا جس سے سرکار کی آواز دب جائے یہ ممنوع ہے یہاں سب کی آوازیں مل گئیں کثرت کی وجہ سے آوازیں مل کر شور کی شکل اختیار کر گئی ہیں۔

ملے عرب کے چرواہے اونٹنی دوہنے کے دوران تھوڑا وقفہ کرکے اس کے بچے کو تھنوں پر چھوڑتے تھے تاکہ اونٹنی باقی دودھ بھی اتار دے اس وقفہ کو فواق کہتے ہیں عیادت بھی مختصر ہونی چاہیے تھا یعنی بیمار کی عیادت میں بہت کم بیٹھو اس کی وجہ پہلے عرض کی جا چکی ملے یہ تمام اس صورت میں ہے جب بیمار کو اس کے بیٹھنے سے تکلیف ہو یہاں مرقات نے بہت عجیب حکایتیں بیان کیں ان میں سے ایک یہ کہ کوئی شخص کسی بیمار کے

اشتهى مريض احدكم شيئا فليطعمه رواه ابن ماجة. وعن عبد الله بن عمرو قال
توفي رجل بالمدينة ممن ولد بها فصلى عليه النبي صلى الله عليه وسلم فقال يا ليته
مات بغير مولده قالوا ولم ذاك يا رسول الله قال ان الرجل اذا مات بغير مولده قيس
له من مولده الى منقطع اثره في الجنة رواه النسائي وابن ماجة. وعن ابن عباس قال
قال رسول الله صلى الله عليه وسلم موت غربة شهادة رواه ابن ماجة. وعن ابي هريرة
قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من مات مريضا مات شهيدا او وقي فتنة القبر و
غدي وريح عليه برزقه من الجنة رواه ابن ماجة والبيهقي في شعب الايمان. وعن

تمہارا بیمار کچھ چاہے تو اسے کھلادو (ابن ماجہ) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں ایک
وہ شخص فوت ہوگیا جو وہاں ہی پیدا ہوا تھا اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی تو فرمایا کاش یہ پیدائش کی زمین کے سوا
کہیں اور فوت ہوتا لوگوں نے کہا یارسول اللہ یہ کیوں فرمایا کہ جب غیر ولادت گاہ میں مرتا ہے تو اس کی ولادت گاہ سے آخری
نقش قدم تک اس کے لیے جنت میں جگہ ناپی جاتی ہے (نسائی، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے کہ سفر کی موت شہادت ہے (ابن ماجہ) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے کہ جو بیمار ہوکر مرا وہ شہید ہوکر مرا اور عذاب قبر سے بچایا گیا اور صبح و شام اس پر جنت کا رزق پیش ہوتا ہے گا۔
(ابن ماجہ، بیہقی، شعب الایمان) روایت ہے حضرت

کے پاس بسنت ور میٹھا پیرا لو کہ تمہیں تکلیف کیا ہے بیمار نے کہا تمہارے بیٹھنے کی ۳؎ اللہ اکبر صحابہ کرام کے فقر و قناعت پر غور کرو کہ نہ بیمار کے گھر گیہوں کی روٹی ہے نہ خود سرکار کے ہاں، اسی لیے اعلان کرنا پڑا کہ اگر کسی کے ہاں گیہوں کی روٹی کا ٹکڑا ہو تو ان کے لیے بھیجو اور آج ان کے طفیل ان کے نام لیوا نعمتیں کھا رہے ہیں شعر بوریا ممنون خواب راحتش + تاج کسریٰ زیر پائے امتش +

۱؎ سبحان اللہ کیا حکیمانہ حکم ہے بیمار کا دل جس چیز کی سچی خواہش کرے اسی میں اس کی شفا ہوتی ہے بشرطیکہ خواہش سچی ہو، جھوٹی خواہش نقصان دہ ہے، سچی اور جھوٹی خواہش کا فرق طبیب کرسکتا ہے بعض علماء نے فرمایا کہ یہاں نا امید بیمار مراد ہے یعنی جب بیمار کی زندگی کی امید ختم ہوجائے تو اسے پرہیز نہ کراؤ جو مانگے دے دو تاکہ دنیا سے ترستا ہوا نہ جائے ۲؎ پیدائش کی قید مدنی اور غیر مدنی میں فرق کرنے کے لیے ہے یعنی مسافرت کی موت [illegible] تمام علماء اس پر متفق ہیں کہ مدینہ منورہ کی موت مکہ معظمہ میں موت سے بھی افضل ہے ۳؎ یعنی اس کی قبر اتنی کشادہ کی جاتی ہے جیسے ولادت گاہ سے موت کی جگہ تک کا فاصلہ اور اس سارے میدان میں جنت کا باغ ہوتا ہے یعنی یہاں قبر کا ذکر ہے ورنہ جنت میں معمولی جنتی کی ملکیت ساری روئے زمین سے زیادہ ہوگی، (مرقاۃ ولمعات) یا مطلب یہ ہے کہ اسے جنت میں اس عمل کے عوض ایک مکان اتنا وسیع دیا جائے گا اگرچہ اور بھی زمین اس کی ملک ہوگی ۴؎ صوفیاء فرماتے ہیں کہ سفر دو قسم کا ہے جسمانی اور روحانی جیسا کہ حدیث پاک میں ارشاد ہوا کہ تم دنیا میں مسافروں کی طرح رہو خلاصہ

العرباض بن سارية ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال يختصم الشهداء والمتوفون على فرشهم الى ربنا عز وجل في الذين يتوفون من الطاعون فيقول الشهداء اخواننا قتلوا كما قتلنا ويقول المتوفون اخواننا ماتوا على فرشهم كما متنا فيقول ربنا انظروا الى جراحهم فان اشبهت جراحهم جراح المقتولين فانهم منهم ومعهم فاذا جراحهم قد اشبهت جراحهم رواه احمد والنسائي وعن جابر ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال الفار من الطاعون كالفار من الزحف والصابر فيه له اجر شهيد رواه احمد

عرباض ابن ساریہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شہید اور اپنے بستروں پر مرنے والے اللہ عزوجل کی بارگاہ میں ان کے متعلق جھگڑتے ہیں جو طاعون میں فوت ہوئے۱ شہید تو کہتے ہیں کہ یہ ہمارے بھائی ہیں ہماری طرح یہ بھی قتل ہوئے اور بستر پر مرنے والے کہتے ہیں کہ یہ ہمارے بھائی ہیں جو اپنے بستروں پر ہماری طرح فوت ہوئے رب فرماتا ہے کہ ان کے زخم دیکھو اگر ان کے زخم مقتولوں کی طرح ہوں تو یہ ان ہی سے ہیں ان ہی کے ساتھ ہیں دیکھا تو ان کے زخم شہیدوں کے زخموں کے مشابہ ہیں۲ (احمد، نسائی) روایت ہے حضرت جابر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا طاعون سے بھاگنے والا جہاد سے بھاگنے کی طرح ہے اور طاعون میں صابر کو شہید کا ثواب ہے۳ (احمد)

یہ ہے کہ جو پردیس میں مرا وہ شہید اور جو دیس میں بھی پردیسی کی طرح رہا وہ بھی شہید معلوم ہوا (لمعات)۔ ۳؎ بعض علماء نے فرمایا کہ یہاں مریض سے پیٹ کا بیمار مراد ہے جیسا کہ دوسری روایتوں میں گزر چکا، بعض نے فرمایا کہ اصل میں یہاں مرابطا تھا راوی نے غلطی سے مریضا کہہ دیا یعنی جو بیماری جہاد کرتا فوت ہو وہ شہید ہے، بعض نے فرمایا یہاں غریبا تھا، مگر حق یہ ہے کہ یہاں مریضا ہی ہے اور حدیث اپنے عموم پر ہے رب رحیم ہے تو ہم کیوں قیدیں لگائیں، جو مسلمان کسی بیماری میں مرے ان شاء اللہ وہ ان رحمتوں کا مستحق ہوگا، صبح شام کے رزق سے مراد دائمی رزق ہے یعنی اسے ہمیشہ جنت سے روزی ملے گی۔

۱؎ مومن کے مرنے پر اس سے ملاقات کرنے گزشتہ مومنین کی روحیں آتی ہیں اور جس قسم کا یہ شخص ہوتا ہے اسی جماعت کے لوگ اسے اپنے ساتھ لے جاتے ہیں ولی کی روح کو اولیاء شہید کی روح کو شہداء غرضکہ تا قیامت بلکہ بعد قیامت جنت میں بھی ہر روح اپنے ہم جنسوں کے ساتھ رہے گی۔ ۲؎ طاعون میں بغل یا جنگاسے پھنسیاں نکلتی ہیں جو پھوٹ کر زخم بن جاتی ہیں ان میں ایسی تکلیف ہوتی ہے جیسے کوئی برچھیاں مار رہا ہے بلکہ جنات برچھیاں مارتے بھی ہیں اسی لیے اس کو طاعون کہتے ہیں بعد موت ان کے یہ زخم شہداء کے زخموں کی طرح قرار دیئے جائیں گے اور ان لوگوں کو شہیدوں کے ساتھ رکھا جائے گا، اس حدیث سے اشارۃً معلوم ہوا کہ موت کے بعد بھی تاقیامت جسم کے نشان اس کے ساتھ کہاں تک رہیں گے ۳؎ یعنی اگر کوئی طاعون سے بھاگتا ہوا طاعون سے مرے تو اسے کوئی ثواب نہیں جیسے بزدل مجاہد بھاگتا ہوا مارا جائے تو اس کو شہید کا ثواب نہیں، اور اگر طاعون میں صبر کرنے والا کسی اور بیماری سے بھی مرے تو شہید کا ثواب پائے گا۔

بَابُ تَمَنِّي الْمَوْتِ وَذِكْرِهٖ

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ ○ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَتَمَنّٰى اَحَدُكُمُ الْمَوْتَ اِمَّا مُحْسِنًا فَلَعَلَّهٗ اَنْ يَّزْدَادَ خَيْرًا وَاِمَّا مُسِيْئًا فَلَعَلَّهٗ اَنْ يَّسْتَعْتِبَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَتَمَنّٰى اَحَدُكُمُ الْمَوْتَ وَلَا يَدْعُ بِهٖ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَهٗ اِنَّهٗ اِذَا مَاتَ اِنْقَطَعَ اَمَلُهٗ وَاِنَّهٗ لَا يَزِيْدُ الْمُؤْمِنَ عُمُرُهٗ اِلَّا خَيْرًا رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَتَمَنَّيَنَّ اَحَدُكُمُ الْمَوْتَ مِنْ ضُرٍّ اَصَابَهٗ فَاِنْ كَانَ لَا بُدَّ فَاعِلًا فَلْيَقُلِ اللّٰهُمَّ اَحْيِنِيْ مَا كَانَتِ الْحَيٰوةُ خَيْرًا لِّيْ وَتَوَفَّنِيْ اِذَا كَانَتِ الْوَفَاةُ خَيْرًا لِّيْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحَبَّ

باب موت کی آرزو اور اس کا ذکر

پہلی فصل - روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے کوئی موت کی آرزو نہ کرے نیک کار تو اس لیے کہ شاید وہ نیکیاں بڑھائے اور بدکار اس لیے کہ شاید وہ توبہ کرے۱ (بخاری) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے کوئی موت کی آرزو کرے نہ اس کے آنے سے پہلے اس کی دعا کرے۲ کیونکہ جب وہ مر جائے گا تو اس کی امید ختم ہو جائے گی اور مومن کی عمر بھلائی ہی بڑھاتی ہے۳ (مسلم) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے کوئی آئی ہوئی مصیبت کی وجہ سے موت کی تمنا نہ کرے پھر اگر کرنا ہی چاہے تو یوں کہے الٰہی جب تک میرے لیے زندگی بہتر ہو تو مجھے زندہ رکھ اور جب میرے لیے موت بہتر ہو تو مجھے موت دے دے۴ (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت عبادہ ابن صامت سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ

جو اللہ سے ملنا چاہے

۱ موت کی آرزو اچھی بھی ہے اور بری بھی، اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار کے لیے یا دنیاوی فتنوں سے بچنے کے لیے موت کی تمنا کرتا ہے تو اچھا ہے اور اگر دنیوی تکالیف سے گھبرا کر تمنائے موت کرے تو برا ہے موت کی یاد بہترین عبادت ہے [illegible] [illegible] [illegible]

لِقَاءَ اللّٰهِ أَحَبَّ اللّٰهُ لِقَاءَهُ وَمَنْ كَرِهَ لِقَاءَ اللّٰهِ كَرِهَ اللّٰهُ لِقَاءَهُ فَقَالَتْ عَائِشَةُ أَوْ بَعْضُ أَزْوَاجِهِ إِنَّا لَنَكْرَهُ الْمَوْتَ قَالَ لَيْسَ ذٰلِكَ وَلٰكِنَّ الْمُؤْمِنَ إِذَا حَضَرَهُ الْمَوْتُ بُشِّرَ بِرِضْوَانِ اللّٰهِ وَكَرَامَتِهِ فَلَيْسَ شَيْءٌ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا أَمَامَهُ فَأَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰهِ وَأَحَبَّ اللّٰهُ لِقَاءَهُ وَإِنَّ الْكَافِرَ إِذَا حُضِرَ بُشِّرَ بِعَذَابِ اللّٰهِ وَعُقُوبَتِهِ فَلَيْسَ شَيْءٌ أَكْرَهَ إِلَيْهِ مِمَّا أَمَامَهُ فَكَرِهَ لِقَاءَ اللّٰهِ وَكَرِهَ اللّٰهُ لِقَاءَهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِي رِوَايَةِ عَائِشَةَ وَالْمَوْتُ قَبْلَ لِقَاءِ اللّٰهِ

وَعَنْ أَبِي قَتَادَةَ أَنَّهُ كَانَ يُحَدِّثُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرَّ عَلَيْهِ بِجَنَازَةٍ فَقَالَ مُسْتَرِيحٌ أَوْ مُسْتَرَاحٌ مِنْهُ فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَا الْمُسْتَرِيحُ وَالْمُسْتَرَاحُ مِنْهُ فَقَالَ الْعَبْدُ

چاہتا ہے اللہ اس سے ملنا چاہتا ہے اور جو اللہ سے ملنا نہیں چاہتا اللہ اس سے ملنے کو ناپسند کرتا ہے تب حضرت عائشہ یا حضور کی بعض بیویوں نے کہا کہ ہم تو موت سے گھبراتی ہیں تو فرمایا یہ مطلب نہیں لیکن جب مومن کو موت آتی ہے تو اسے اللہ کی رضا اور اس کے اکرام کی بشارت دی جاتی ہے تب اسے کوئی چیز آگے کی چیزوں سے پیاری نہیں ہوتی اس پر وہ اللہ سے ملنا چاہتا ہے اللہ اس سے ملنا چاہتا ہے اور کافر کو جب موت حاضر ہوتی ہے تو اسے اللہ کے عذاب و سزا کی خبر دی جاتی ہے تب اسے آگے سے زیادہ کوئی شے ناپسند نہیں ہوتی لہذا وہ اللہ سے ملنا ناپسند کرتا ہے اور اللہ اس سے ملنا ناپسند کرتا ہے (مسلم، بخاری) اور حضرت عائشہ کی روایت میں ہے کہ موت اللہ کے ملنے سے پہلے ہے روایت ہے حضرت ابو قتادہ سے وہ بیان کیا کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک جنازہ گزرا تو آپ نے فرمایا کہ یا اس سے راحت حاصل کی گئی یا راحت پا گیا لوگ بولے یا رسول اللہ راحت پانے والے اور اس سے چھوٹ جانے سے کیا مطلب فرمایا کہ بندہ مومن

حفصہ نے عرض کیا کہ یہ کیسے ہو سکے گا تو آپ نے فرمایا ان شاء اللہ ایسے ہی ہوگا چنانچہ مسجد نبوی محراب النبی نماز کی حالت میں مصلےٰ مصطفےٰ پر آپ کو ابو لؤلؤ فیروز مجوسی نے شہید کیا، دعا کیا تھی کمان سے نکلا ہوا تیر تھا کہ جو کہا تھا وہی ہوا کیوں نہ ہو رب کی یہ مانتے ہیں رب ان کی مانتا ہے۔ ۳؎ یہاں اللہ کو ملنے سے مراد موت ہے کیونکہ موت ہی خدا سے ملنے کا ذریعہ ہے یعنی بندے سے موت مانگنا منع مگر اسے پسند کرنا اچھا پسند کرنے کے یہ معنی ہیں کہ دنیا میں دل نہ لگائے اور آخرت کی تیاری کرے ایسے بندے کو رب پسند کرتا ہے اس کی زندگی بھی خدا کو پیاری ہے اور موت بھی۔ ہر ایک کی زندگی موت خدا کے ارادے سے ہی ہے مگر اس کی زندگی اور موت رب کے ارادے سے بھی ہے اور اس کی رضا سے بھی، ارادے اور رضا میں بڑا فرق ہے ۴؎ جان کنی کی شدت اور اس کی سختیوں کی وجہ سے نہ اس لیے کہ دنیا ہمیں پیاری ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج خصوصاً حضرت عائشہ صدیقہ نے دنیا کی لذتیں دیکھی ہی کہاں، فقر و فاقہ میں تمام سادہ زندگی گزاری حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک پائی میراث دی اٹھارہ سال کی عمر شریف میں بیوگی کی چادر اوڑھی اور ۴۸ سال کی عمر شریف بیوگی میں گزاری رضی اللہ عنہا ۵؎ یہ تمام مومنوں کا حال ہے خواص کو جان کنی کے وقت جمال مصطفےٰ دکھا دیا جاتا ہے ان کی اس وقت کی خوشی بیان سے باہر ہے پھر انہیں جانکنی قطعاً محسوس نہیں ہوتی روح خود بخود شوق میں جسم سے نکل آتی ہے جیسا کہ بارہا دیکھا گیا ۶؎ چنانچہ کافر کو موت کے وقت تین مصیبتیں جمع ہو جاتی ہیں دنیا چھوٹنے کا غم آئندہ مصیبتوں کا خوف جان نکلنے کی شدت غرضیکہ مومن کی موت

الْمُؤْمِنُ يَسْتَرِيحُ مِنْ نَصَبِ الدُّنْيَا وَأَذَاهَا إِلَى رَحْمَةِ اللّٰهِ وَالْعَبْدُ الْفَاجِرُ يَسْتَرِيحُ مِنْهُ الْعِبَادُ وَالْبِلَادُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَابُّ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۞ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ أَخَذَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَنْكِبِي فَقَالَ كُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيبٌ أَوْ عَابِرُ سَبِيلٍ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَقُولُ إِذَا أَمْسَيْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الصَّبَاحَ وَإِذَا أَصْبَحْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الْمَسَاءَ وَخُذْ مِنْ صِحَّتِكَ لِمَرَضِكَ وَمِنْ حَيَاتِكَ لِمَوْتِكَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۞ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ مَوْتِهِ بِثَلَاثَةِ أَيَّامٍ يَقُولُ لَا يَمُوتَنَّ أَحَدُكُمْ إِلَّا وَهُوَ يُحْسِنُ الظَّنَّ بِاللّٰهِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۞ اَلْفَصْلُ الثَّانِي ۞ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ

دنیا کی تکلیف اور ایذاؤں سے چھوٹ کر اللہ کی رحمت کی طرف جاتا ہے اور بدکار بندے سے لوگ، شہر، درخت اور جانور سب ہی راحت پاتے ہیں ۲ (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا کندھا پکڑ کر فرمایا کہ دنیا میں یوں رہو گویا تم مسافر ہو یا راستہ چلتے ۳ حضرت ابن عمر فرماتے تھے کہ جب تم شام پاؤ تو صبح کے منتظر نہ رہو اور جب صبح پاؤ تو شام کی امید نہ رکھو اور اپنی تندرستی سے بیماری کیلئے اور زندگی سے موت کیلئے کچھ توشہ لے لو ۴ (بخاری) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی وفات سے تین دن پہلے یہ فرماتے سنا کہ تم میں سے کوئی نہ مرے مگر اس طرح کہ اللہ سے اچھی امید رکھتا ہو ۵ (مسلم) فصل دوسری۔

مفید ہے اور کافر کی موت مصیبت اسی لیے اولیاء اللہ کی موت کو عرس کہا جاتا ہے یعنی شادی ۲ یعنی موت پہلے ہے رب سے ملنا بعد میں لہٰذا اس وقت کی پسند و ناپسند ملاقات رب سے پہلے ہی کی پسندیدگی و ناپسندیدگی ہے ۳ یعنی عاقل بالغ میت ان دو قسموں سے خالی نہیں یا وہ مر کر دنیا سے راحت پاتا ہے کہ یہاں کے تشریعی و تکوینی احکام سے چھوٹ جاتا ہے یا دنیا اس سے راحت پاتی ہے ۴

۱ حضرت ابوالدرداء فرماتے ہیں کہ میں موت پسند کرتا ہوں اپنے رب سے ملاقات کے لیے، بیماری پسند کرتا ہوں خطائیں مٹانے کے لیے اور فقیری پسند کرتا ہوں تواضع اور انکسار پیدا کرنے کے لیے ۵ یعنی بدکار زندہ خواہ کافر ہو یا فاسق یا مسلمان اس کی بدکاری کی وجہ سے بارشیں نہیں آتیں یا سیلاب آتے ہیں زمین میں خرابیاں فساد ہوتے ہیں جس سے سارے جانوروں درختوں وغیرہ کو تکلیف ہوتی ہے اسی لیے اولیاء صالح کی موت پر آسمان اور زمین روتے ہیں رب فرماتا ہے فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ اور فاجر کے مرنے پر یہ سب خوش ہوتے ہیں کیونکہ اس کی بدعملیوں سے سب مصیبت میں تھے رب فرماتا ہے ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ یہ حدیث ان آیتوں کی تفسیر ہے ۶ یعنی جیسے مسافر کی منزل اور وہاں کی زیب و زینت سے دل نہیں لگاتا کیونکہ اسے آگے جانا ہوتا ہے ایسے ہی تم یہاں کے مکان اور سامان سے دل نہ لگاؤ ورنہ مرتے وقت ان کے چھوٹنے سے بہت تکلیف ہو گی صوفیاء فرماتے ہیں کہ حُبُّ الْوَطَنِ مِنَ الْإِيمَانِ میں وطن کی محبت ایمان کا رکن ہے وہاں وطن سے مراد جنت ہے یعنی اصل وطن یا مدینہ منورہ کہ وہ مومن کا روحانی وطن ہے ۷ حضرت ابن عمر یہ اپنے نفس سے خطاب کرتے تھے کہ زندگی کی لمبی امیدیں نہ باندھو ہر نماز آخری نماز سمجھ کر پڑھو تندرستی اور زندگی کو غنیمت جانو جس قدر ہو سکے اس میں نیکیاں کما لو ورنہ بیماری میں اور موت کے بعد کچھ نہ کر سکو گے شعر کہ جوانی میں عبادت کاہلی اچھی نہیں ۔ جب بڑھاپا آ گیا پھر بات بن پڑتی نہیں

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنْ شِئْتُمْ اَنْبَأْتُكُمْ مَا اَوَّلُ مَا يَقُوْلُ اللّٰهُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ
يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَمَا اَوَّلُ مَا يَقُوْلُوْنَ لَهٗ قُلْنَا نَعَمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ هَلْ
اَحْبَبْتُمْ لِقَائِيْ فَيَقُوْلُوْنَ نَعَمْ يَا رَبَّنَا فَيَقُوْلُ لِمَ فَيَقُوْلُوْنَ رَجَوْنَا عَفْوَكَ وَمَغْفِرَتَكَ فَيَقُوْلُ قَدْ
وَجَبَتْ لَكُمْ مَغْفِرَتِيْ رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ وَاَبُوْ نُعَيْمٍ فِي الْحِلْيَةِ ۔ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكْثِرُوْا ذِكْرَ هَاذِمِ اللَّذَّاتِ الْمَوْتِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ
وَابْنُ مَاجَةَ ۔ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ذَاتَ يَوْمٍ

روایت ہے حضرت معاذ ابن جبل سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اگر تم چاہو تو میں تمہیں بتادوں کہ قیامت میں اللہ مسلمانوں سے پہلے کیا فرمائے گا اور مسلمان پہلے کیا عرض کریں گے ۱؎ ہم نے کہا حضور ضرور فرمایا جائے۔ فرمایا اللہ تعالٰی مسلمانوں سے فرمائے گا کیا تم مجھ سے ملنا چاہتے تھے عرض کریں گے ہاں یا رب فرمائے گا کیوں عرض کریں گے کہ ہم تیری معافی اور مغفرت کی آس لگائے تھے ۲؎ تب فرمائے گا کہ تمہارے لیے میری بخشش واجب ہوگئی ۳؎ (شرح سنہ وابونعیم حلیہ)
روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دنیاوی لذتیں ختم کرنے والی موت کا ذکر بہت کیا کرو ۴؎ (ترمذی، نسائی، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن

ہے بڑھاپا بھی غنیمت جب جوانی ہو چکی ۔ یہ بڑھاپا بھی نہ ہوگا موت جس دم آگئی ۔ ۵؎ صوفیا فرماتے ہیں نیک بختی کی نشانی یہ ہے کہ بندے پر زندگی میں خوف خدا غالب ہو اور مرتے وقت امید، نیک کار نیکیاں قبول ہونے کی امیدیں رکھیں اور بدکار معافی کی، امید کی حقیقت یہ ہے کہ انسان نیکیاں کرے اور اس کے فضل کا امیدوار رہے بدکاری کے ساتھ امید رکھنا دھوکا ہے امید نہیں، اس حدیث کی بنا پر بعض بزرگوں نے کہا کہ خوف کی عبادت سے امید کی عبادت بہتر ہے ۔ ۱؎ اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم بھی ثابت ہوا اور امت پر رحمت بھی، امتحان کے پرچے چھپائے جاتے ہیں اگر امتحان سے پہلے پرچہ ظاہر ہو جائے تو رد کر دیا جاتا ہے مگر اس پیارے نبی نے امتحان قبر کے پرچے بھی ظاہر کر دیئے اور حشر کے دن رب سے ہم کلامی کا پرچہ بھی ظاہر فرما دیا، مطلب یہ ہے کہ قبر میں منکر نکیر تم سے فلاں فلاں سوال کریں گے تم یہ جواب دے دینا اور حشر میں رب تم سے یہ فرمائے گا تم یہ جواب دینا یہ گفتگو صورۃً خبر ہے معنًی امر، یہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم کہ قبر و حشر کے پرچوں سے خبردار ہیں اور یہ ہے سرکار کی رحمت اپنی امت کے ایسے غمخوار ہیں ۲؎ ملنے سے مراد آخرت کی حاضری ہے یا دیدار الٰہی، امیدوار مجرم حاکم سے ملنا چاہتا ہے اور ناامید بھاگنا چاہتا ہے ۳؎ یہ حدیث اس حدیث کی شرح ہے کہ میں اپنے بندے کے گمانوں کے پاس ہوتا ہوں، خیال رہے کہ بندے کا رب کی لقاء چاہنا اس کی علامت ہے کہ رب بھی اس سے ملنا چاہتا ہے بندہ لینے پر حریص ہے رب دینے کا عادی ۔ ۴؎ ہر شخص کی موت اس کی دنیاوی لذتیں کھانے پینے سونے وغیرہ کے مزے فنا کر دیتی ہے ہاں مومن مردے کو زندوں کے ذکر اور تلاوت قرآن سے لذت آتی ہے نیز زیارت قبر کرنے والے سے انس ہوتا ہے برزخی لذتیں پاتا ہے جو یہاں کی لذتوں سے کہیں اعلٰی ہیں۔ لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ مردے کو تلاوت و ایصال ثواب وغیرہ سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا کیونکہ یہاں لذتوں سے جسمانی لذتیں مراد ہیں نہ کہ روحانی اور یہ حدیث دوسری احادیث کے خلاف نہیں علماء فرماتے

صُحَابِهٖ اِسْتَحْيُوْا مِنَ اللّٰهِ حَقَّ الْحَيَاءِ قَالُوْا اِنَّا نَسْتَحْيِيْ مِنَ اللّٰهِ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ قَالَ لَيْسَ ذٰلِكَ وَلٰكِنْ مَنِ اسْتَحْيٰى مِنَ اللّٰهِ حَقَّ الْحَيَاءِ فَلْيَحْفَظِ الرَّاْسَ وَمَا وَعٰى وَلْيَحْفَظِ الْبَطْنَ وَمَا حَوٰى وَلْيَذْكُرِ الْمَوْتَ وَالْبِلٰى وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ تَرَكَ زِيْنَةَ الدُّنْيَا فَمَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ فَقَدِ اسْتَحْيٰى مِنَ اللّٰهِ حَقَّ الْحَيَاءِ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُحْفَةُ الْمُؤْمِنِ الْمَوْتُ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ وَعَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُؤْمِنُ

اپنے صحابہ سے فرمایا اللہ سے پوری حیا کرو، انہوں نے عرض کیا یا نبی اللہ خدا کا شکر ہے کہ ہم اللہ سے غیرت کرتے ہیں ۱؎ فرمایا یہ نہیں ہے لیکن جو اللہ سے پوری غیرت کرے تو وہ سر اور اس میں محفوظ چیزوں اور پیٹ اور اس کے اندر کی چیزوں کی حفاظت کرے اور موت اور گل جانے کو یاد رکھے ۲؎ جو آخرت چاہتا ہے وہ دنیا کی زینت چھوڑ دیتا ہے ۳؎ جس نے یہ کیا اس نے اللہ سے پوری غیرت کی (احمد، ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔ روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان کا تحفہ موت ہے ۴؎ (بیہقی، شعب الایمان) روایت ہے حضرت بریدہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مومن

ہیں اور جو روزانہ موت کو یاد کر لیا کرے اس کے لیے درجہ شہادت ہے۔ ۱؎ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس کلام میں خطاب صحابہ کرام سے ہے مگر مقصود ساری امت کو سنانا ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ صحابہ کرام کو رب سے غیرت نہ تھی، رب تعالٰی اپنے حبیب سے فرماتا ہے یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اتَّقِ اللّٰهَ ۔ نیز صحابہ کرام کا یہ جواب ریاء کے لیے ہے نہ شیخی کے لیے بلکہ توفیق الٰہی کے شکریہ کے طور پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنا حال کہنا ریا نہیں ۲؎ یعنی صرف ظاہری نیکیاں کر لینا اور زبان سے حیا کا اقرار کرنا پوری حیا نہیں بلکہ ظاہری اور باطنی اعضاء کو گناہوں سے بچانا حیا ہے چنانچہ سر کو غیر خدا کے سجدے سے بچائے، اندرون دماغ کو ریا اور تکبر سے بچائے، زبان آنکھ اور کان کو ناجائز بولنے دیکھنے سننے سے بچائے، یہ سر کی حفاظت ہوئی، پیٹ کو حرام کھانوں سے، شرمگاہ کو زنا سے، دل کو بری خواہشوں سے محفوظ رکھے، یہ پیٹ کی حفاظت ہے، حق یہ ہے کہ یہ نعمتیں رب کی عطاء اور جناب مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم کی سخا سے نصیب ہو سکتی ہیں ۳؎ یعنی دنیا کی حرام زینتوں سے بچنا ہے اور حلال زینتوں میں پھنسنا نہیں، خیال رہے کہ دنیا کی زینت وہ ہے جو دنیا کے لیے کی جائے لہذا عید کے دن اچھا لباس، جمعہ کا غسل و خوشبو، سرمہ وغیرہ، روضۂ اقدس کی حاضری پر لباس فاخرہ پہننا سب دینی زینتیں ہیں، دنیا کی زینت اور ہے دنیا میں زینت کچھ اور، پہلی بری ہے دوسری اچھی، دوسری کو رب نے زینۃ اللہ فرمایا کہ فرماتا ہے قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِیْنَةَ اللّٰهِ الَّتِیْۤ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ اور فرماتا ہے خُذُوْا زِیْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ ۔

۴؎ یعنی موت مسلمان کو رب کا تحفہ ہے کیونکہ یہ رب سے ملنے اور جنت میں پہنچنے کا ذریعہ ہے اگرچہ یہی موت کافر کے لیے مصیبت ہے کیونکہ مسلمان کا محبوب رب ہے اور کافر کی محبوب دنیا، موت مومن کو محبوب سے ملاتی اور کافر کو اس کے محبوب سے جدا کرتی ہے۔

يموت بعرق الجبين رواه الترمذي والنسائي وابن ماجة ۔ وعن عبيد الله بن خالد قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم موت الفجاءة أخذة الأسف رواه أبوداود وزاد البيهقي في شعب الإيمان ورزين في كتابه أخذة الأسف للكافر ورحمة للمؤمن ۔ وعن أنس قال دخل النبي صلى الله عليه وسلم على شاب وهو في الموت فقال كيف تجدك قال أرجو الله يا رسول الله وإني أخاف ذنوبي فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يجتمعان في قلب عبد في مثل هذا الموطن إلا أعطاه الله ما يرجو وآمنه مما يخاف رواه الترمذي وابن ماجة وقال الترمذي هذا حديث غريب ۔ اَلْفَصْلُ

پیشانی کے پسینہ سے مرتا ہے۱ (ترمذی، نسائی، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت عبیداللہ ابن خالد سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ناگہانی موت غضب کی پکڑ ہے۲ (ابوداؤد) اور بیہقی نے شعب الایمان میں اور رزین نے اپنی کتاب میں یہ بڑھایا کہ کافر کے لیے غضب کی پکڑ ہے اور مومن کے لیے رحمت، روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک جوان کے پاس اس کی موت کی حالت میں تشریف لے گئے تو فرمایا کہ تو اپنے کو کیسا پاتا ہے۳ اس نے عرض کیا یارسول اللہ میں اللہ سے امید کر رہا ہوں اور اپنے گناہوں سے ڈر رہا ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو چیزیں بندے کے دل میں اس جیسی حالت میں جمع نہیں ہوتیں مگر اللہ اسے اس کی امید دیتا ہے اور ڈر والی چیز سے امن دیتا ہے۴ (ترمذی، ابن ماجہ) اور ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب ہے فصل

۱ اس حدیث کی بہت شرحیں ہیں ظاہری شرح یہ ہے کہ مرتے وقت اس کی پیشانی پر پسینہ آجاتا ہے اگرچہ سردی کا موسم ہو گویا یہ پسینہ اچھے خاتمے کی علامت ہے یعنی اسے جانکنی کی شدت زیادہ ہوتی ہے تاکہ سارے گناہ معاف ہوجائیں، اور درجے بلند ہوجائیں۔ بعض نے اس کا مطلب یہ بیان کیا کہ مومن مرتے وقت تک نیکیوں میں محنت کرتا ہے وغیرہ (لمعات)۔
۲ یعنی ہارٹ فیل کی موت غضب رب کی علامت ہے، کیونکہ اس میں بندے کو توبہ نیک عمل اچھی وصیت کا موقعہ نہیں ملتا مگر یہ کافر کے لیے ہے مومن کے لیے یہ بھی نعمت ہے جیسا کہ آئندہ آرہا ہے کیونکہ مومن کسی وقت رب سے غافل رہتا ہی نہیں، دیکھو حضرت سلیمان و یعقوب علیہم السلام کی وفات اچانک ہی ہوئی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اچانک موت مومن کے لیے راحت ہے اور کافر کے لیے پکڑ (لمعات و مرقات) کہ مومن اس موت میں بیماریوں کی مصیبت سے بچ جاتا ہے ۳ یعنی تیرے دل کا کیا حال ہے خوش ہے یا غمگین، مطمئن ہے یا پریشان، اس میں ہے کہ پاس ہیں، اسے ڈر ہے یا امید خیال رہے کہ امت کی وفات کے وقت اب بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے ہیں اسے کلمہ سکھاتے ہیں جیسا کہ بارہا دیکھا گیا ہے ۴ یعنی بوقت موت مومن کا حال ڈوبتے ہوئے کی طرح چاہیے جیسے ایک موج نیچے کرتی ہے دوسری اوپر، گناہوں میں غور کر کے غیرت میں ڈوب جائے رب کی رحمت میں سوچ کر تر جائے یہ کہ رب پکڑتا نہیں معافی دے دیتا ہے خیال رہے کہ قرب یا قرب مکان ہے یا زمان جیسے مقتل حسین یعنی امام حسین کی شہادت کی جگہ

الثالث وعن جابر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تمنوا الموت فإن هول المطلع شديد وإن من السعادة أن يطول عمر العبد ويرزقه الله عز وجل الإنابة رواه أحمد. وعن أبي أمامة قال جلسنا إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فذكرنا ورققنا فبكى سعد بن أبي وقاص فأكثر البكاء فقال يا ليتني مت فقال النبي صلى الله عليه وسلم يا سعد أعندي تتمنى الموت فردد ذلك ثلاث مرات ثم قال يا سعد إن كنت خلقت للجنة فما طال عمرك وحسن من عملك فهو خير لك رواه أحمد. وعن حارثة بن مضرب قال

تیسری روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ موت کی آرزو نہ کرو کیونکہ اس جھانکنے کی دہشت سخت ہے اور یہ نیک بختی سے ہے کہ بندے کی عمر دراز ہو اور اللہ اسے رجوع الی اللہ نصیب کرے (احمد) روایت ہے حضرت ابو امامہ سے فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے حضور نے ہمیں نصیحت فرمائی اور ہمارے دل نرم کر دیئے حضرت سعد ابن ابی وقاص روئے اور بہت روئے کہنے لگے کاش میں مر جاتا تب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے سعد کیا میرے روبرو موت کی آرزو کرتے ہو یہ تین بار فرمایا پھر فرمایا اے سعد اگر تم جنت کے لیئے پیدا کیئے گئے ہو تو جس قدر تمہاری عمر دراز ہو اور تمہارے عمل اچھے ہوں تمہارے واسطے بہتر ہے (احمد) روایت ہے حضرت حارثہ ابن مضرب سے فرماتے ہیں

یا وقت لفظ مثل زائد ہے یا مبالغہ کے لیئے ۔ ۱؎ مُطَّلَع اِطِّلاع کا ظرف مکان ہے یعنی خبر پانے کی جگہ اونچا ٹیلہ یا پہاڑ کی چوٹی جہاں دشواری سے پہنچیں مگر وہاں پر سارے میدان کو دیکھ لیں چونکہ موت کے وقت انسان دنیا و آخرت دونوں کو دیکھتا ہے اور یہ گھبراہٹ کا وقت ہے اس لیئے اسے مطلع فرمایا گیا یعنی دنیوی تکالیف سے گھبرا کر موت نہ مانگو کیونکہ موت کی شدت ان تکالیف سے بہت زیادہ ہے کیا بارش سے بھاگ کر پرنالہ کے نیچے کھڑا ہونا چاہتے ہو ۲؎ لمبی عمر اگر گناہوں میں گذرے تو عذاب الٰہی ہے، جیسے شیطان کی عمر، اور اگر عبادتوں میں گذرے تو رحمت الٰہی ہے جیسے نوح علیہ السلام کی عمر، اللہ یہ دوسری عمر نصیب کرے ۳؎ صوفیاء فرماتے ہیں کہ حلق کی بات کان میں پہنچتی ہے اور دماغ کی بات دماغ میں، مگر جو بات دل سے نکلتی ہے وہ دل ہی پر پڑتی ہے، نہ معلوم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کیسے پیارے تھے جنہوں نے صحابہ کے ایمان تازے دماغ روشن اور دل نرم کر دیئے، اس کلام پاک میں یہ تاثیر قیامت تک رہے گی جیسا تجربہ اب بھی ہو رہا ہے ۴؎ یعنی کیا میری زندگی میں اور میرے پاس رہ کر موت مانگتے ہو تمہیں اس وقت میری صحبتیں اور زیارتیں نصیب ہیں جو موت سے جاتی رہیں گی، اگرچہ تمہیں بعد موت بڑے درجے ملیں گے مگر وہ سارے درجے اس ایک نظر پر قربان جو تمہیں اب میسر ہے کسی فقیر سے پوچھا گیا کہ مومن کی زندگی بہتر ہے یا موت اس نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں مومن کی حیات بہتر تھی اور سرکار کی وفات کے بعد اب موت بہتر ہے کہ اس زمانہ میں زندگی میں دیدار تھا اور اب بعد موت ہی ہوگا (لمعات، اشعہ)۔
جان تو جاتے ہی جائے گی قیامت یہ ہے ۔ کہ یہاں مرنے پر ٹھہرا ہے نظارہ تیرا ۵؎ یعنی اگر دوزخ کے لیئے پیدا کیئے گئے ہو تو موت مانگنے میں کوئی فائدہ نہیں اور اگر جنت کے لیئے تمہاری پیدائش ہوئی تو موت مانگنا تمہارے لیے مضر کیونکہ لمبی عمر میں زیادہ نیکیاں

دَخَلْتُ عَلٰى خَبَّابٍ وَقَدِ اكْتَوٰى سَبْعًا فَقَالَ لَوْلَا اَنِّىْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا يَتَمَنَّ اَحَدُكُمُ الْمَوْتَ لَتَمَنَّيْتُهٗ وَلَقَدْ رَأَيْتُنِيْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَمْلِكُ دِرْهَمًا وَاِنَّ فِيْ جَانِبِ بَيْتِيَ الْاٰنَ لَاَرْبَعِيْنَ اَلْفَ دِرْهَمٍ قَالَ ثُمَّ اُتِيَ بِكَفَنِهٖ فَلَمَّا رَاٰهُ بَكٰى وَقَالَ لٰكِنْ حَمْزَةُ لَمْ يُوْجَدْ لَهٗ كَفَنٌ اِلَّا بُرْدَةٌ مَلْحَاءُ اِذَا جُعِلَتْ عَلٰى رَاْسِهٖ قَلَصَتْ عَنْ قَدَمَيْهِ وَاِذَا جُعِلَتْ عَلٰى قَدَمَيْهِ قَلَصَتْ عَنْ رَاْسِهٖ حَتّٰى مُدَّتْ عَلٰى رَاْسِهٖ ۵

کہ میں حضرت خباب کے پاس گیا انہیں سات داغ دیئے گئے تھے فرمایا اگر میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے نہ سنا ہوتا کہ تم میں سے کوئی موت کی تمنا نہ کرے تو میں اس کی تمنا کرتا۔ میں نے اپنے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس حال میں دیکھا ہے کہ میں ایک درہم کا مالک نہ تھا اور آج میرے گھر کے کونے میں چالیس ہزار درہم ہیں پھر ان کا کفن لایا گیا اسے دیکھا تو رو پڑے اور بولے کہ جناب حمزہ کو کفن بھی نہ ملا سوا اس دھاری دار چادر کے جو اگر ان کے سر پر ڈالی جاتی تو قدموں سے کھل جاتی اور قدموں پر ڈالی جاتی تو سر سے کھل جاتی حتی کہ ان کے سر پر چادر ڈالی گئی اور قدموں پر گھاس ۵؎

کرو گے جس سے جنت میں تمہارے درجے بڑھیں گے۔ خیال رہے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا اگر فرمانا بے علمی کی بنا پر نہیں حضرت سعد عشرہ مبشرہ میں سے ہیں جن کے قطعی جنتی ہونے کی خبر خود سرکار دے چکے ہیں، ان کا جنتی ہونا ایسا ہی قطعی و یقینی ہے، جیسا اللہ کا ایک ہونا یہ اِنْ علت بیان کرنے کے لیے ہے جیسے رب تعالٰے فرماتا ہے "وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ" نہ صحابہ کا ایمان مشکوک نہ خدا اُن کے ایمان سے بے خبر، معنے یہ ہیں کہ چونکہ تم جنت کے لیے پیدا کیے جا چکے ہو، لہذا تمہاری درازیٔ عمر بہتر (از مرقات) ۲؎ حارثہ عبدی ہیں کوفی ہیں مشہور تابعی ہیں حضرت علی، ابن مسعود وغیرہم سے ملاقات ہے، اور حضرت خباب ابن ارت تمیمی ہیں، مشہور صحابی ہیں ۶ھ میں ہی ایمان لائے، کافروں کے ہاتھوں بہت ایذاء پائی، بدر اور تمام غزوات میں شریک رہے، ۳۷ھ میں وفات ہوئی حضرت علی مرتضٰے نے نماز جنازہ پڑھائی، کوفہ میں مدفون ہیں، ایک بار حضرت علی آپ کی قبر پر گئے، تو فرمایا اے خباب اللہ تم پر رحم فرمائے تم رغبت سے ایمان لائے، خوشی سے مہاجر ہے، غازی بن کر جیئے، بیماری میں بہت مبتلا رہے اللہ تمہارا اجر ضائع نہ کرے گا ۳؎ یعنی میں اتنا سخت بیمار ہوں کہ جسم زخموں سے چھلنی ہے سات جگہ گرم لوہے سے داغا جا چکا ہوں لہذا مجھے موت کو دل چاہتا ہے، مگر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا فرمان مانع ہے، خیال رہے کہ داغ زخم کا آخری علاج ہے، جب کوئی دوا کارگر نہ ہو تو گرم لوہے سے داغ دیتے ہیں ۴؎ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اکثر صحابہ فقر و فاقہ میں تھے خلافت فاروقی و عثمانی میں صحابہ پر دنیا خدا کے فضل سے پھٹ پڑی تب ان کی مالداری حساب سے وراء ہو گئی کیونکہ سارے ممالک انہی خلافتوں میں فتح ہوئے آپ اسی جانب اشارہ فرما رہے ہیں یعنی مجھے یہ خوف ہے کہ یہ مالداری ہمارے اعمال کا بدلہ نہ ہو گئی ہو۔

۵؎ کیونکہ کفن بہت قیمتی اور نفیس تھا اسے دیکھ کر آپ کو حضرت حمزہ کی بیکسی کی شہادت یاد آگئی ۶؎ یعنی مرد کے لیے کفن سنت تین کپڑے ہیں اور کفن ضرورت صرف ایک مگر حضرت حمزہ جو سید الشہداء اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے جان نثار چچا ہیں مجھ سے افضل تھے انہیں کفن ضرورت

جُعِلَ عَلٰى قَدَمَيْهِ الْاِذْخِرُ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ اِلَّا اَنَّهُ لَمْ يَذْكُرْ ثُمَّ اُدْرِجَ فِيْ كَفَنِهٖ اِلٰى اٰخِرِهٖ

بَابُ مَا يُقَالُ عِنْدَ مَنْ حَضَرَهُ الْمَوْتُ

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ وَاَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقِّنُوْا مَوْتَاكُمْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا حَضَرْتُمُ الْمَرِيْضَ اَوِ الْمَيِّتَ فَقُوْلُوْا خَيْرًا فَاِنَّ الْمَلٰٓئِكَةَ يُؤَمِّنُوْنَ عَلٰى مَا

(احمد، ترمذی) لیکن ترمذی نے کفن لپیٹنے سے آخر تک واقعہ بیان نہ کیا۔

جس کو موت آرہی ہو اس کے پاس کیا کہا جائے ۱

پہلی فصل، روایت ہے حضرت ابوسعید و ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مردوں کو لا الہ الا اللہ سکھاؤ ۲ (مسلم) روایت ہے حضرت ام سلمہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تم بیمار یا میت کے پاس جاؤ تو اچھی بات بولو کیونکہ فرشتے تمہارے کہے پر آمین

بھی نہ ملا بستر ہوتا کہ میں بھی انہیں کی طرح دفن ہوتا۔ اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ فقیر صابر غنی شاکر سے افضل ہے، کیونکہ آپ اس غنا پر افسوس کر رہے ہیں اور اس فقیری کی تمنا۔ ۱ یعنی علامات موت جب نمودار ہوں اس وقت جو مر چکا ہو اس کے پاس کیا دعائیں کی جائیں اور کیا الفاظ ادا کیے جائیں نیز حضرت کے لئے یہی موت آرہی ہو یا موت آگئی ہو۔ خیال رہے کہ بیمار کی کنپٹی دھنس جانا، ناک ٹیڑھی پڑ جانا، پاؤں بے جان ہو جانا کہ اگر کھڑے کیے جائیں تو گر جائیں، جلد گر جائیں، خصیوں کی کھال دراز ہو جانا، فوطے سکڑ جانا علامات موت ہیں ۲ یہ حکم استحبابی ہے یہی جمہور علماء کا مذہب ہے۔ بعض مالکیوں کے ہاں واجب ہے۔ موتٰی کے حقیقی معنی ہیں جو مر چکا ہو، مجازاً قریب الموت کو موتٰی کہہ دیتے ہیں یعنی جو مر رہا ہو اسے کلمہ اس طرح سکھاؤ کہ اس کے پاس بلند آواز سے کلمہ پڑھو اسے حکم نہ دو کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ جس کا آخری کلام لا الہ الا اللہ ہو وہ جنتی ہے۔ خیال رہے کہ اگر کسی کو وقت موت کلمہ نصیب نہ ہو بلکہ بیہوشی یا شدید وغیرہ تو وہ ایمان پر ہی مرا کہ زندگی میں مومن تھا انشاء اللہ اب بھی مومن ہے بلکہ اگر نزع کی غشی میں اس کے منہ سے کلمہ کفر نکل جائے تب بھی وہ مومن ہی ہو گا اس کا کفن دفن نماز سب کچھ ہو گی کیونکہ غشی کی حالت کا ارتداد معتبر نہیں (از شامی) اس سے معلوم ہوا کہ مرتے وقت کلمہ پڑھانا اس حدیث مذکورہ پر عمل کے لیے ہے نہ کہ اسے مسلمان بنانے کیلئے، مسلمان تو وہ پہلے ہی تھا یا مطلب یہ ہے کہ میت کو بعد دفن کلمہ کی تلقین کرو کہ قبر پر کلمہ پڑھو یا قبر کے سرہانے اذان کہو کیونکہ یہ وقت امتحان قبر کا ہے اذان میں نکیرین کے سوالات کے جوابات کی تلقین بھی ہے اور اس سے میت کے دل کو تسکین بھی ہو گی اور شیاطین کا دفعیہ بھی ہو گا اور اگر قبر میں آگ ہے تو اس کی برکت سے بجھے گی۔ اسی لیے پیدائش کے وقت بچہ کے کان میں، دل کی گھبراہٹ، آگ لگنے، جنات کے غلبہ وغیرہ پر اذان سنت ہے یہ دوسرے معنی زیادہ قوی ہیں شامی نے یہی معنی اختیار کیے کیونکہ حقیقتاً موتٰی تو وہی ہے جو مر چکا ہو مگر زیادہ قوی یہ ہے کہ عموم مجاز کے طریقہ پر دونوں معنی ہی مراد لیے جائیں یعنی جو مر رہا ہو اور جو مر چکا ہو دونوں کو تلقین کرو۔ ہمارے ہاں بعد دفن قبر پر اذان دی جاتی ہے اس کا ماخذ یہ حدیث بھی ہے اس مسئلے کی پوری تحقیق ہماری کتاب جاء الحق حصہ اول میں دیکھو ۳ غالباً یہ شک راوی کو ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مریض فرمایا یا میت، مریض سے مراد قریب الموت ہے اور خیر سے مراد دعائے شفاء۔

تَقُوْلُوْنَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مُسْلِمٍ تُصِيْبُهُ مُصِيْبَةٌ فَيَقُوْلُ مَا أَمَرَهُ اللّٰهُ بِهِ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ اللّٰهُمَّ أْجُرْنِيْ فِيْ مُصِيْبَتِيْ وَاخْلُفْ لِيْ خَيْرًا مِّنْهَا إِلَّا أَخْلَفَ اللّٰهُ لَهُ خَيْرًا مِّنْهَا فَلَمَّا مَاتَ أَبُوْ سَلَمَةَ قُلْتُ أَيُّ الْمُسْلِمِيْنَ خَيْرٌ مِّنْ أَبِيْ سَلَمَةَ أَوَّلُ بَيْتٍ هَاجَرَ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ إِنِّيْ قُلْتُهَا فَأَخْلَفَ اللّٰهُ لِيْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْهَا قَالَتْ دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى أَبِيْ سَلَمَةَ وَقَدْ شَقَّ بَصَرُهُ فَأَغْمَضَهُ ثُمَّ قَالَ إِنَّ الرُّوْحَ إِذَا قُبِضَ تَبِعَهُ الْبَصَرُ فَضَجَّ

کہتے ہیں (مسلم) روایت ہے انہی سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ایسا کوئی مسلمان نہیں جسے کوئی مصیبت پہنچے تو وہ وہی کہے جس کا اللہ نے حکم دیا کہ ہم اللہ کے ہیں اور اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں الٰہی مجھے میری مصیبت میں اجر دے اور اس کا بہتر بدل عطا کر مگر اللہ اسے بہتر عوض دیتا ہے چنانچہ جب ابو سلمہ فوت ہوئے تو میں بولی کہ ابو سلمہ سے بہتر کون مسلمان ہوگا۔ وہ تو پہلے گھر والے ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کی پھر میں نے یہ دعا کہہ ہی لی چنانچہ اللہ نے مجھے ان کے عوض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عطا فرمائے (مسلم) روایت ہے انہی سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابو سلمہ پر تشریف لائے ان کی آنکھیں کھلی رہ گئی تھیں انہیں بند کر دیا، پھر فرمایا کہ روح جب قبض کر لی جاتی ہے تو نظر اس کے پیچھے جاتی ہے

دعائے مغفرت ہے اور اس سے معلوم ہوا کہ ایسی حالت میں حاضرین دنیوی کلام نہ کریں۔ آخر وقت تک دعائے شفا کر سکتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے وصیت کی تھی کہ میری جانکنی کے وقت اس کمرے میں ناپاک انسان، کتا، جاندار کا فوٹو یعنی نوٹ روپیہ پیسہ وغیرہ کچھ نہ ہو۔

[1] یعنی ملک الموت اور ان کے ساتھی ہر اس بات پر آمین کہہ دیتے ہیں جو تمہارے منہ سے نکلتی ہے۔ [2] یہ عمل بڑا مجرب ہے، فوت شدہ میت اور گمشدہ چیز سب پر پڑھا جاتا ہے لیکن جس کی چیز کے ملنے کی امید ہو اس پر راجعون تک پڑھے، اور جس سے مایوسی ہو چکی ہو اس پر پورا پڑھے۔ مگر ضروری یہ ہے کہ زبان پر یہ الفاظ ہوں اور دل میں صبر (از مرقات)۔ [3] ابو سلمہ حضرت ام سلمہ کے پہلے خاوند تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی تھے اور پھوپھی کے بیٹے بھی، آپ نے مع گھر بار پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کی، پھر مدینہ پاک کی جانب مع گھر بار ہجرت کرنے میں آپ اول ہیں اسی لیے آپ نے اَوَّلُ بَیْتٍ۔ فرمایا ام سلمہ کی نگاہ میں ان خصوصیات کے لحاظ سے ابو سلمہ جزوی طور پر سب سے بہتر تھے اس لیے آپ نے یہ خیال کیا لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں ہو سکتا کہ خلفائے راشدین تو ابو سلمہ سے افضل تھے۔ [4] یعنی ایمان کہتا تھا کہ اس دعا کی برکت سے مجھے ان سے بہتر خاوند ملے گا مگر عقل دیکھ کر کہتی تھی ناممکن ہے، میں نے عقل کی نہ مانی، ایمان کی مانی اور دعا پڑھ لی۔ اس کی برکت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئی جن پر لاکھوں ابو سلمہ قربان۔ [5] یعنی روح کے ساتھ نور نگاہ بھی نکل جاتا ہے، اس لیے کبھی مرنے والے کی آنکھیں کھلی رہ جاتی ہیں، آنکھیں کھلا رہنے سے فائدہ کچھ ہوتا نہیں البتہ شکل ڈراؤنی ہو جاتی ہے اس لیے آنکھیں فوراً بند کردو اگر منہ کھلا رہ گیا ہو تو اسے بھی بند کر دیا جائے اور جبڑے

نَاسٌ مِّنْ اَهْلِهٖ فَقَالَ لَا تَدْعُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ اِلَّا بِخَيْرٍ فَاِنَّ الْمَلٰٓئِكَةَ يُؤَمِّنُوْنَ عَلٰى مَا تَقُوْلُوْنَ ثُمَّ قَالَ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِاَبِيْ سَلَمَةَ وَارْفَعْ دَرَجَتَهٗ فِي الْمَهْدِيِّيْنَ وَاخْلُفْهُ فِيْ عَقِبِهٖ فِي الْغَابِرِيْنَ وَاغْفِرْ لَنَا وَلَهٗ يَا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ وَافْسَحْ لَهٗ فِيْ قَبْرِهٖ وَنَوِّرْ لَهٗ فِيْهِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ٭ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ تُوُفِّيَ سُجِّيَ بِبُرْدٍ حِبَرَةٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ٭

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ ٭ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ اٰخِرُ كَلَامِهٖ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ ٭ وَعَنْ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِقْرَءُوْا سُوْرَةَ يٰسٓ عَلٰى مَوْتَاكُمْ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْ دَاوٗدَ وَابْنُ

ان کے گھر کے لوگوں نے شور و بکا کی تو حضور نے فرمایا اپنے متعلق خیر ہی کی دعا کرو کیونکہ فرشتے تمہارے کہے پر آمین کہتے ہیں ۱؎ پھر فرمایا الٰہی ابو سلمہ کو بخش دے اور ہدایت والوں میں ان کا درجہ بلند کر ان کے پسماندگان میں ان کا تو خلیفہ ہو اور اے رب العالمین ہماری اور ان کی مغفرت فرما اور ان کی قبر میں روشنی اور وسعت دے ۲؎ (مسلم) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو آپ کو دھاری دار چادر اڑھائی گئی ۳؎ (مسلم، بخاری) دوسری فصل روایت ہے حضرت معاذ ابن جبل سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کا آخری کلام لا الٰہ الا اللہ ہوگا وہ جنت میں جائے گا ۴؎ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت معقل ابن یسار سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اپنے مرنے والوں پر سورۂ یٰسین پڑھا کرو ۵؎ (احمد، ابوداؤد)

یا منہ پیٹے جائیں وغیرہ۔ اس سے معلوم ہوا کہ میت پر چلا کر آواز سے رونا اور ایسی باتیں منہ سے نکالنا حرام ہیں، بال نوچنا اور کہنا کہ اس کا برا ہے بلکہ کبھی کفر جیسے ہائے بیاڑ گر گیا ہائے کمر ٹوٹ گئی، ہائے موت نے یا اللہ نے ظلم کر دیا اَلْعِیَاذُ بِاللّٰہ یا اللہ ہمیں بھی موت دے دے وغیرہ۔ ۲؎ سبحان اللہ کیا پاکیزہ اور جامع دعا ہے میت کے پسماندگان اپنے اور سارے مسلمانوں کے لیے ہر طرح کی دعا مانگ لی گئی ۳؎ یعنی اس چادر میں کفن دیا گیا، حبرہ یمن کا ایک شہر ہے جہاں کی چادریں منقش اور بہترین ہوتی تھیں، اس سے معلوم ہوا کہ میت کو حتی الامکان بہتر کفن دیا جائے بلکہ زندگی میں جو کپڑا اسے پسند تھا اسی کا کفن دینا بہتر، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ دھاری نہایت پسند تھی ۴؎ یعنی اگرچہ عمر بھر کلمہ پڑھتا رہا لیکن مرتے وقت کلمہ ضرور پڑھنا چاہیے کہ اس کی برکت سے بخشش ہوگی، مرنے والے کو کلمہ پڑھانا اس حدیث پر عمل ہے، روایت میں تو یہی آیا ہے کہ کلمہ پڑھ کر مرے، یہ حدیث کتاب الایمان کی اس حدیث کی طرح ہے کہ جس نے لا الٰہ الا اللہ کہہ لیا جنتی ہو گیا، اسی معنی پر حدیث میں کسی تاویل کی ضرورت نہیں، بعض روایات میں ہے کہ جس کا اول کلام لا الٰہ الا اللہ ہو اس کے گناہوں کی معافی ہوگی، لہٰذا کوشش کرنی چاہیے کہ بچے کی زبان کلمہ پر کھلے، اس سے مراد یا قریب مرگ ہے ۵؎ اس میں مدت دراز اشکالات ہیں یہ دونوں حدیث دو معنی کئے گئے ایک یہ کہ جس کی جان نکل رہی ہو وہاں بیٹھ کر یٰسین پڑھو تاکہ جان کنی آسان ہو یا بعد دفن قبر پر پڑھو، نیز کچھ روز تک میت کے گھر یٰسین پڑھتے رہو (اشعۃ اللمعات) قرآن کی ہر سورۃ میں کوئی خاص فائدہ ہوتا ہے سورۂ یٰسین میں حل مشکلات کی تاثیر ہے

ماجه، وعن عائشة قالت إن رسول الله صلى الله عليه وسلم قبّل عثمان بن مظعون وهو ميت وهو يبكي حتى سال دموع النبي صلى الله عليه وسلم على وجه عثمان رواه الترمذي وأبو داود، وعنها قالت إن أبا بكر قبّل النبي صلى الله عليه وسلم وهو ميت رواه الترمذي وابن ماجة، وعن حصين بن وحوح أن طلحة بن البراء مرض فأتاه النبي صلى الله عليه وسلم يعوده فقال إني لا أرى طلحة إلا قد حدث به الموت فآذنوني به وعجلوا فإنه لا ينبغي لجيفة مسلم أن تحبس بين ظهراني أهله رواه أبو داود، الفصل الثالث، عن عبد

ابن ماجہ) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان ابن مظعون کی میت کو چوما حالانکہ حضور رو رہے تھے حتی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آنسو عثمان کے چہرے پر بہنے لگے [1] (ترمذی، ابوداؤد) روایت ہے انہی سے فرماتی ہیں کہ ابوبکر صدیق نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بوسہ دیا حالانکہ حضور وفات یافتہ تھے [2] (ترمذی، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت حصین ابن وحوح سے [3] کہ طلحہ ابن براء بیمار ہو گئے تو ان کے پاس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عیادت کیلئے تشریف لائے پھر فرمایا میرا گمان ہے کہ طلحہ کی وفات آ رہی ہے مجھے اس کی خبر دینا اور جلدی کرنا کیونکہ مسلمان میت کا اپنے گھر والوں میں رکا رہنا مناسب نہیں [4] (ابوداؤد) تیسری فصل، روایت ہے حضرت

۱؎ حضرت عثمان ابن مظعون پہلے مہاجر ہیں جو مدینہ پاک میں فوت ہوئے اور جنت البقیع میں دفن ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست اقدس سے ان کی قبر کے سرہانے پتھر گاڑا آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی ہیں صاحب ہجرتین ہیں اسلام سے پہلے بھی کبھی شراب نہ پی، بڑے عابد اور تہجد گزار صحابی تھے ہجرت کے تیس ماہ بعد شعبان کے مہینہ میں وفات پائی حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا انہیں چومنا غسل دینے سے پہلے تھا اس سے معلوم ہوا کہ میت غسل سے پہلے بھی پاک ہوتی ہے اس کا غسل جنابت کا سا غسل ہے۔ لمعات میں اسی جگہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان کا عظیم الشان مقبرہ بنایا گیا۔ ۲؎ اس سے معلوم ہوا کہ میت کو تعظیماً اور شفقۃً چومنا جائز ہے، ہاں مرد اپنی بیوی کو اس کے فوت ہونے کے بعد اور بیوی کا مرد کو نہیں چوم سکتی، ابن ابی شیبہ میں ہے کہ حضرت ابن عمر اپنا منہ آپ کی پیشانی پر رکھ کر رونے لگے چومتے تھے اور کہتے تھے تم پر میرے ماں باپ فدا آپ زندگی میں بھی اچھے اور بعد وفات بھی ۳؎ حصین ابن وحوح صحابی ہیں انصاری ہیں آپ سے صرف یہی ایک حدیث مروی ہے۔ ۴؎ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ میت کے لیے اعلان عام کرنا بھی جائز ہے اور خاص بزرگ والی قرابت کو خبر کرنا بھی تاکہ وہ نماز اور دفن میں شرکت کرلیں، دوسرے یہ کہ حتی الامکان دفن میں جلدی کی جائے، بلا ضرورت دیر لگانا جیسا کہ ہمارے پنجاب میں رواج ہے سخت ناجائز ہے کہ اس میں میت کے پھول جانے پھٹنے اور اس کی بے حرمتی کا اندیشہ ہے، مگر اس حکم سے انبیاء کرام مستثنیٰ ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دفن شریف وفات سے تین دن بعد ہوا جب مسئلہ خلافت پہلے طے کی گئی تاکہ زمین خلیفۃ اللہ سے خالی نہ رہے بلکہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا دفن وفات سے چھ ماہ یا ایک سال بعد ہوا (قرآن شریف) خیال رہے کہ یہاں جیفہ بمعنی مردہ ہے نہ کہ مردار

اللہ بن جعفر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لقنوا موتاكم لا اله الا الله الحليم الكريم سبحان الله رب العرش العظيم الحمد لله رب العلمين قالوا يا رسول الله كيف للاحياء قال اجود واجود رواه ابن ماجة وعن ابي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الميت تحضره الملائكة فاذا كان الرجل صالحا قال اخرجي ايتها النفس الطيبة كانت في الجسد الطيب اخرجي حميدة وابشري بروح وريحان ورب غير غضبان فلا تزال يقال لها ذلك حتى تخرج ثم يعرج بها الى السماء فيفتح لها فيقال من هذا فيقولون فلان فيقال مرحبا بالنفس الطيبة كانت في الجسد الطيب ادخلي حميدة وابشري بروح

عبداللہ ابن جعفر سے ۱؎ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اپنے مردوں کو یہ تلقین کرو اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں علم والا ہے کرم والا ہے پاک ہے عرش عظیم کا رب ہے ساری حمد اللہ رب العلمین کی ہے ۲؎ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ زندوں کے لیے کیسا ہے فرمایا بہت اچھی اچھی ۳؎ (ابن ماجہ) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میت کے پاس فرشتے آتے ہیں تو اگر آدمی نیک ہوتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں اے پاک روح نکل جو پاک جسم میں تھی تو نکل قابل تعریف ہو کر اور راحت اور پاک رزق اور راضی رب کی بشارت حاصل کر اس سے یہ کہتے ہی رہتے ہیں حتی کہ نکل آتی ہے ۴؎ پھر اس کو آسمان کی طرف چڑھایا جاتا ہے اس کے لیے آسمان کھولا جاتا ہے کہا جاتا ہے یہ کون ہے فرشتے کہتے ہیں فلاں ہے تو کہا جاتا ہے کہ خوش آمدید پاک روح جو پاک جسم میں تھی داخل ہو قابل تعریف ہو کر اور خوش ہو راحت پاک رزق

جیسے قرآن کریم میں ہے كَيْفَ يُوَارِي سَوْءَةَ أَخِيهِ لہٰذا اس لفظ سے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ مردہ نجس ہوتا ہے۔

۱؎ آپ عبداللہ ابن جعفر ابن ابی طالب قرشی ہاشمی علی مرتضیٰ کے بھائی ہیں حبشہ میں پیدا ہوئے اسلام میں سب سے پہلے آپ کی پیدائش ہوئی بہت سخی خوش خلق اور حلیم تھے، آپ کا لقب بحر الجود تھا۔ والدہ کا نام اسماء بنت عمیس ہے ۹۰ سال عمر ہوئی سنہ ۸۰ھ میں مدینہ طیبہ میں وفات پائی۔

۲؎ اس کی شرح پہلے گزر چکی کہ جو مر رہا ہو اس کے پاس بھی یہ پڑھو اور مر چکنے کے بعد قبر پر بھی ۳؎ یعنی زندے بھی بطور وظیفہ پڑھا کریں بہت ثواب پائیں گے ۴؎ یعنی ملک الموت اور ان کے ساتھی مومن کے پاس رحمت کے فرشتے استقبال کے لیے اور کافر کے پاس عذاب کے فرشتے گرفتاری کے لیے ان کے علاوہ ہوتے ہیں ۵؎ نفس اور روح میں فرق اعتباری ہے، اکثر شر کو نفس کہتے ہیں إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ اور خیر کو روح قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي یہاں طیبہ کی صفت سے نفس میں خوبی کے معنی پیدا ہوگئے (مرقات)۔ ظاہر یہ ہے کہ نفس طیب سے اچھے عقائد کی طرف اور جسم طیب سے اچھے اعمال کی طرف اشارہ ہے یعنی جو عقائد میں اچھے اور اعمال میں صالح تھے معلوم ہوا کہ مومن صالح کی روح کھینچ کر نکالنے کی ضرورت نہیں پڑتی وہ بشارتیں سن کر خود بخود ہی خوش ہو کر نکل آتی ہے ۔ع۔ یار خنداں رود بجانب یار۔

وَرَيْحَانٍ وَرَبٍّ غَيْرِ غَضْبَانَ فَلَا تَزَالُ يُقَالُ لَهَا ذٰلِكَ حَتّٰى تَنْتَهِيَ إِلَى السَّمَآءِ الَّتِيْ فِيْهَا اللّٰهُ
فَإِذَا كَانَ الرَّجُلُ السُّوْءُ قَالَ اُخْرُجِيْ أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْخَبِيْثَةُ كَانَتْ فِي الْجَسَدِ الْخَبِيْثِ اُخْرُجِيْ
ذَمِيْمَةً وَّاَبْشِرِيْ بِحَمِيْمٍ وَّغَسَّاقٍ وَّاٰخَرَ مِنْ شَكْلِهٖ أَزْوَاجٌ فَمَا تَزَالُ يُقَالُ لَهَا ذٰلِكَ حَتّٰى تَخْرُجَ
ثُمَّ يُعْرَجُ بِهَا إِلَى السَّمَآءِ فَيُفْتَحُ لَهَا فَيُقَالُ مَنْ هٰذَا فَيُقَالُ فُلَانٌ فَيُقَالُ لَا مَرْحَبًا بِالنَّفْسِ الْخَبِيْثَةِ
كَانَتْ فِي الْجَسَدِ الْخَبِيْثِ اِرْجِعِيْ ذَمِيْمَةً فَإِنَّهَا لَا تُفْتَحُ لَكِ أَبْوَابُ السَّمَآءِ فَتُرْسَلُ مِنَ السَّمَآءِ
ثُمَّ تَصِيْرُ إِلَى الْقَبْرِ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ. وَعَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا خَرَجَتْ
رُوْحُ الْمُؤْمِنِ تَلَقَّاهَا مَلَكَانِ يُصْعِدَانِهَا قَالَ حَمَّادٌ فَذَكَرَ مِنْ طِيْبِ رِيْحِهَا وَذَكَرَ الْمِسْكَ

اور راضی رب کی بشارت لے اس سے یہ کہتے رہتے ہیں حتی کہ اس آسمان تک پہنچتی ہے جس میں اللہ کی تجلی ہے۱ اور جب آدمی برا ہوتا ہے۲ تو کہتے ہیں کہ اے خبیث جان نکل جو خبیث جسم میں تھی۳ نکل قابل ملامت ہو کر اور کھولتے پانی پیپ اور اسی شکل کے دوسرے عذابوں کی بشارت لے۴ اس سے یہ کہتے رہتے ہیں حتی کہ نکل آتی ہے پھر اسے آسمان کی طرف چڑھایا جاتا ہے تو اس کیلئے آسمان کھلوایا جاتا ہے پوچھا جاتا ہے یہ کون ہے کہا جاتا ہے فلاں تو کہا جاتا ہے اس کے لیے مرحبا نہیں اے خبیث جان ہے جو خبیث جسم میں تھی ملامت کی ہوئی لوٹ جا کیونکہ تیرے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھل سکتے۵ پھر اسے آسمان سے پھینکا جاتا ہے حتی کہ قبر تک جاتی ہے۶ (ابن ماجہ) انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مسلمان کی روح نکلتی ہے تو اسے دو فرشتے ملتے ہیں جو اسے چڑھا لے جاتے ہیں۷ حماد نے کہا حضور نے اس کی عمدہ خوشبو کا اور مشک کا ذکر فرمایا ہے

۱ یعنی ہر آسمان پر اس کا استقبال ہوتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ آسمانی فرشتے ہر انسان کا نام اور اس کے اعمال جانتے ہیں ورنہ انہیں محض نام بتانا بالکل بیکار ہوتا۔ آسمان میں اللہ کے ہونے سے مراد اس کی تجلی اس کے انوار وغیرہ کا ہونا ہے ورنہ رب تعالیٰ آسمان یا زمین میں ہونے سے پاک ہے مکان جسم یا جسمانیات کے لیے ہوتا ہے غالبًا اس آسمان سے عرش اعظم مراد ہے کہ وہ بھی ایک آسمان ہی ہے۔

۲ برے سے مراد کافر ہے جیسا کہ آگے مضمون سے ظاہر ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا قاعدہ ہے کہ مومن متقی اور کافر کے حالات بیان فرماتے ہیں اور مومن فاسق کا پردہ رکھتے ہیں کرم نوازی سے ۳ یعنی تیرے عقائد بھی برے تھے اعمال بھی گندے خیال رہے کہ کافر لاکھ اچھے اعمال صدقہ و خیرات بھی کرے جب بھی اس کا جسم گندا ہی ہے کہ سمندر میں نہانے سے بھی گندا ہی ہوتا ہے نیز نیک اعمال درستی عقیدہ کے بغیر قبول نہیں ۴ اس عذاب کو بشارت فرمانا طنز و طعن کے طور پر ہے رب فرماتا ہے فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ خیال رہے کہ کافر کو یہ عذاب بعد قیامت دوزخ میں پہنچ کر ہوں گے اب دوزخ کی گرمی تپش دھواں برزخ میں بھی پہنچتا رہے گا ۵ یعنی روح لے جانے والے فرشتے آسمان کے دروازے کافر کی روح کے لیے کھلواتے ہیں مگر وہاں کے دربان کھولتے نہیں یہ کھلوانا بھی اسے ذلیل کرنے کو ہے ورنہ فرشتے جانتے ہیں کہ اس کے لیے دروازے کھلتے نہیں ۶ یہاں قبر سے مراد مقام سجین ہے جو ساتوں زمینوں کے نیچے ہے جہاں یہ روح قید کردی جاتی ہے اس قید کے باوجود اس کا تعلق اپنے جسم کے اجزائے اصلیہ سے رہتا ہے لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ بعض کفار جلا دیئے جاتے

قَالَ وَيَقُولُ أَهْلُ السَّمَاءِ رُوحٌ طَيِّبَةٌ جَاءَتْ مِنْ قِبَلِ الْأَرْضِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكِ وَعَلَى جَسَدٍ كُنْتِ تَعْمُرِينَهُ فَيُنْطَلَقُ بِهِ إِلَى رَبِّهِ ثُمَّ انْطَلِقُوا بِهِ إِلَى آخِرِ الْأَجَلِ قَالَ وَإِنَّ الْكَافِرَ إِذَا خَرَجَتْ رُوحُهُ قَالَ حَمَّادٌ وَذَكَرَ مِنْ نَتْنِهَا وَذَكَرَ لَعْنًا وَيَقُولُ أَهْلُ السَّمَاءِ رُوحٌ خَبِيثَةٌ جَاءَتْ مِنْ قِبَلِ الْأَرْضِ فَيُقَالُ انْطَلِقُوا بِهِ إِلَى آخِرِ الْأَجَلِ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ فَرَدَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَيْطَةً كَانَتْ عَلَيْهِ عَلَى أَنْفِهِ هٰكَذَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا حُضِرَ الْمُؤْمِنُ أَتَتْ مَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ بِحَرِيرَةٍ بَيْضَاءَ فَيَقُولُونَ اُخْرُجِي

فرمایا کہ آسمان والے کہتے ہیں پاک روح زمین کی طرف سے آئی اللہ تجھ پر اور اس جسم پر رحمتیں کرے جسے تو آباد کرتی تھی ۱؎ پھر اسے رب کے پاس لے جاتے ہیں رب فرماتا ہے کہ اسے آخر وقت تک کے لیے لے جاؤ ۲؎ فرمایا کہ جب کافر کی روح نکلتی ہے حماد فرماتے ہیں کہ حضور نے اس کی بدبو اور لعنت کا ذکر فرمایا آسمان والے کہتے ہیں خبیث روح ہے جو زمین کی طرف سے آئی تو کہا جاتا ہے اسے میعاد تک کے لیے لے جاؤ ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر چادر تھی اسے حضور نے اس طرح اپنی ناک سے لگایا تھا ۳؎ (مسلم) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مومن کی موت آتی ہے تو رحمت کے فرشتے سفید ریشم لے کر آتے ہیں تو کہتے ہیں نکل تو راضی تجھ سے رب راضی

یہاں ان کی خبر کہاں لکھا غائب ہے دو فرشتے اس کے اعمال لکھنے والے ہیں روح ان کے ہاتھوں میں ہوتی ہے باقی کچھ اور فرشتے ان کے ساتھ ہوتے ہیں لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں جہاں بہت سے فرشتوں کے لے جانے کا ذکر ہے شہ یعنی اس روح کی خوشبو کو مشک اعلیٰ سے تشبیہ دی جا سکتی فرشتوں کو اور باقی دوسرے فرشتوں کو محسوس ہوتی ہے کبھی حاضرین انسانوں نے بھی اس کا احساس کیا کہ جان نکلتے وقت اعلیٰ درجہ کی مشک آئی اس سے معلوم ہوا کہ مومن کی روح نکلتی ہے کبھی اچانک غیبی خوشبو محسوس ہوتی ہے بزرگ فرماتے ہیں کہ اس وقت کسی پاک روح کا وہاں سے گزر ہوتا ہے ایسے موقعہ پر درود شریف پڑھنا چاہیے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ انور کے پاس باب جبریل سے متصل بہت دفعہ خوشبو محسوس کی گئی ہے۔

۲؎ غیر نبی پر درود مستقلاً پڑھنا بے ادبی ہے یعنی ہم کسی کو صلی اللہ علیہ وسلم نہیں کہہ سکتے فرشتوں کا یہ درود اس روح پر پڑھنا ان کی خصوصیت ہے جیسے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم صدقہ لانے والے کو فرماتے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی فُلَانٍ یا جا رہے احکام الٰہیہ ان سے کہا حکم پھر اور ۳؎ یعنی قیامت تک اسے جیدر خانے میں رکھو برزخ موت اور قیامت کے درمیانی وقت کا نام ہے اس وقت میں روحیں مختلف جگہ رہتی ہیں کوئی روح جنت میں اعلیٰ علیین میں کوئی چاہ زمزم میں کوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب حضوری میں یہاں کی یہ عبارت ان سب کو شامل ہے مگر روح جہاں بھی ہو جسم اور قبر سے تعلق ضرور رکھتی ہے اسی لیے قبر پر جا کر سلام و فاتحہ پڑھتے ہیں ۴؎ یعنی حضرت ابوہریرہ نے اپنی چادر ناک پر لگا کر فرمایا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرماتے ہوئے یوں چادر کی تھی، مرقات نے فرمایا کہ اس وقت سرکار کی ناک نے کسی کافر روح کی بدبو محسوس فرمائی تھی آپ کا یہ عمل اس بنا پر تھا کبھی بزرگوں سے ہوا کی دور کی چیز محسوس کر لیتے ہیں یعقوب علیہ السلام

رَاضِیَۃً مَّرْضِیًّا عَنْکِ اِلٰی رَوْحِ اللّٰہِ وَرَیْحَانٍ وَّرَبٍّ غَیْرِ غَضْبَانَ فَتَخْرُجُ کَاَطْیَبِ رِیْحِ الْمِسْکِ حَتّٰی اِنَّہٗ لَیُنَاوِلُہٗ بَعْضُہُمْ بَعْضًا حَتّٰی یَاْتُوْا بِہٖ اَبْوَابَ السَّمَآءِ فَیَقُوْلُوْنَ مَا اَطْیَبَ ہٰذِہِ الرِّیْحَ الَّتِیْ جَآءَتْکُمْ مِّنَ الْاَرْضِ فَیَاْتُوْنَ بِہٖ اَرْوَاحَ الْمُؤْمِنِیْنَ فَلَہُمْ اَشَدُّ فَرَحًا بِہٖ مِنْ اَحَدِکُمْ بِغَائِبِہٖ یَقْدَمُ عَلَیْہِ فَیَسْاَلُوْنَہٗ مَاذَا فَعَلَ فُلَانٌ مَاذَا فَعَلَ فُلَانٌ فَیَقُوْلُوْنَ دَعُوْہُ فَاِنَّہٗ کَانَ فِیْ غَمِّ الدُّنْیَا فَیَقُوْلُ قَدْ مَاتَ اَمَا اَتَاکُمْ فَیَقُوْلُوْنَ قَدْ ذُہِبَ بِہٖ اِلٰی اُمِّہِ الْہَاوِیَۃِ وَاِنَّ الْکَافِرَ اِذَا

اللہ کی طرف سے راحت روحانی رزق اور راضی رب کی طرف چل تو وہ بہترین مشک کی خوشبو کی طرح نکلتی ہے حتی کہ بعض فرشتے بعض کو دیتے ہیں حتی کہ اسے آسمان کے دروازوں تک لاتے ہیں تو آسمان والے کہتے ہیں یہ کیا اچھی خوشبو ہے جو زمین سے تمہیں آئی پھر اسے مومنوں کی روحوں کے پاس لاتے ہیں تو انہیں اس کی وجہ سے زیادہ خوش ہوتے ہیں جیسے تم میں سے کوئی گمشدہ آدمی کے آجانے سے خوش ہوتے ہیں تو اس سے پوچھتے ہیں کہ فلاں کیا کرتا ہے فلاں کیا کرتا ہے پھر کہتے ہیں اسے چھوڑو یہ دنیا کے غم میں تھا یہ کہتا ہے کہ وہ مر گیا کیا تمہارے پاس نہ آیا وہ کہتے ہیں کہ اسے اس کی ماں ہاویہ میں پہنچا دیا گیا ہے اور کافر کی موت جب آتی ہے تو اس کے

نے کنعان بیٹھے ہوئے مصر سے روانہ ہونے والی قمیص یوسفی کی خوشبو محسوس کرکے فرمایا اِنِّیْ لَاَجِدُ رِیْحَ یُوْسُفَ بعض شارحین نے فرمایا کہ یہ عمل شریف بطور تمثیل کے ہے یعنی اگر تو بلبلا ہوتا تو ایسے ہی مشک رنگ چلی تو جیسی ہوتی ہے ۲؎ روح کو لپیٹنے کے لیے جنت کا لباس پہنچ ہی ہے یعنی مومن کے جسم کا کفن یہاں کا کپڑا ہوتا ہے اور روح کا کفن جنت کا۔

۳؎ یعنی اس کے جسم سے نکلتے وقت بہترین مشک کی خوشبو نکلتی ہے جسے فرشتے محسوس کرکے خوش ہوتے ہیں۔ خیال رہے کہ مومن کی روح ہر وقت خوشبودار ہے مگر اس خوشبو کے ظہور کا وقت یہ ہے۔ اصحمہ نجاشی کی قبر سے بہت روز تک مشک کی تیز خوشبو نکلتی رہی جیسا کہ مشکوٰۃ شریف میں آئے گا۔ حضرت سلیمان جزولی صاحب دلائل الخیرات کی قبر سے بھی بہت روز تک خوشبو مہکی، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم و لباس پسینہ کی خوشبوؤں سے گلیاں مہک جاتی تھیں، یہ اسی روحانی خوشبو کا ظہور تھا ۴؎ یعنی جیسے جسم میت کو قبرستان لے جاتے ہوئے لوگ کندھے بدلتے ہیں ایسے ہی اس روح کو آسمان پر لے جاتے ہوئے فرشتے ہاتھ بدلتے ہیں مگر تھک کر نہیں بلکہ اظہار عزت کے لیے ۵؎ یعنی اس روح کو مسلمان روحوں کے ٹھکانوں پر پہنچاتے ہیں اعلیٰ علیین جنت، دروازہ جنت اور عرش اعظم کے نیچے جہاں کے یہ لائق ہو اور مومنین کی روحیں اس کے مرنے کے وقت وہاں موجود تھیں بعض بزرگوں نے ... فوت شدہ اہل قرابت کے آنے کی خبر ہی ہے یہ پہنچانا ان کے ساتھ رکھنے کے لیے ہوتا ہے اسی لیے انہیں خوشی ہوتی ہے ۶؎ یعنی یہ مومن روحیں اس نئی جانے والی روح کو گھیر کر اپنے زندہ دوستوں کے حالات پوچھتی ہیں پھر انہیں میں سے بعض روحیں پوچھنے والوں سے کہتی ہیں کہ سوال و جواب ختم کرو اسے آرام کرنے دو یہ ابھی دنیوی تکالیف اور شدت نزع سے چھوٹ کر آیا ہے۔ خیال رہے کہ روحوں کا یہ سوال اشتیاق کی وجہ سے ہوتا ہے ورنہ مومن روحیں اپنے زندوں کے حالات سے خبردار رہتی ہیں رب تعالٰی فرماتا ہے وَیَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِیْنَ لَمْ یَلْحَقُوْا بِہِمْ ... قبر کے آخر میں ان شاء اللہ آئے گا کہ مومن روحیں ہر جمعرات کو اپنے گھر آکر زندوں سے ایصال ثواب کی درخواست کرتی ہیں نیز زیارت قبور

احتضر أتته ملائكة العذاب بمسح فيقولون اخرجي ساخطة مسخوطا عليك إلى عذاب الله عز وجل فتخرج كأنتن ريح جيفة حتى يأتون به إلى باب الأرض فيقول ما أنتن هذه الريح حتى يأتون به أرواح الكفار رواه أحمد والنسائي وعن البراء بن عازب قال خرجنا مع النبي صلى الله عليه وسلم في جنازة رجل من الأنصار فانتهينا إلى القبر ولما يلحد فجلس رسول الله صلى الله عليه وسلم وجلسنا حوله كأن على رؤوسنا الطير وفي يده عود ينكت به في الأرض فرفع رأسه فقال استعيذوا بالله من عذاب القبر مرتين أو ثلاثا ثم قال إن العبد المؤمن إذا كان في انقطاع من الدنيا وإقبال من الآخرة نزل إليه ملائكة من السماء بيض الوجوه كأن وجوههم

پاس عذاب کے فرشتے ٹاٹ لے کر آتے ہیں ۱ کہتے ہیں نکل تو رب سے ناراض تجھ پر رب ناراض اللہ کے عذاب کی طرف چل تو وہ مردار کی سخت بدبو کی طرح نکلتی ہے حتیٰ کہ اسے زمین کے دروازے تک لاتے ہیں ۲ تو وہ کہتے ہیں کہ کیسی سخت بدبو ہے یہاں تک کہ اسے کفار کی روحوں میں پہنچا دیتے ہیں ۳ (احمد و نسائی) روایت ہے حضرت براء ابن عازب سے فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک انصاری کے جنازے میں نکلے ہم قبر پر پہنچے قبر ابھی تیار نہ تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے ہم آپ کے آس پاس ایسے بیٹھ گئے گویا ہمارے سروں پر پرندے ہیں ۴ حضور کے ہاتھ میں چھڑی تھی جس سے آپ زمین کرید رہے تھے ۵ پھر اپنا سر اٹھایا اور دو یا تین بار فرمایا کہ عذاب قبر سے اللہ کی پناہ مانگو ۶ پھر فرمایا کہ بندہ مومن جب دنیا سے روانہ ہو کر آخرت کی طرف جانے لگتا ہے تو اس پر آسمان سے سفید چہرے والے فرشتے اترتے ہیں گویا ان کے چہرے سورج ہیں ۷ جن کے ساتھ جنت کے

کرنے والوں کو پہچانتی ہیں اور قبرستان گزرنے والے سے دعا کر درخواست کرتی ہیں۔ ۵ یعنی ان روحوں میں سے کوئی کسی کے بارے میں سوال کرتی ہے تو یہ جانے والی روح کہتی ہے کہ وہ تو مر چکا تمہارے پاس پہنچا نہیں تو اسی پر پوچھنے والی جماعت کی طرف سے جواب ملتا ہے کہ وہ کافر ہو کر ہاویہ میں گیا ہمارے پاس کیسے آتا اس جواب سے بھی معلوم ہوا کہ یہ روحیں دنیا والوں کے حالات اور ان کے اچھے برے خاتمہ سے خبردار ہیں۔ خیال رہے کہ یہاں ام بمعنی اصل اور ٹھکانہ ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ یعنی وہ اپنے ٹھکانے ہاویہ میں گیا۔ ۱ دوزخ کا ٹاٹ لاتے ہیں تاکہ اس میں اس روح کو لپیٹیں یہ اس کا کفن ہے ۲ اس عبارت میں سارا تشبیہ ہے یعنی زمین آسمان کے دروازے پر پہلا آسمان جیسے صلاۃ الارض کہا جاتا ہے یا زمین سے مراد اس کا سافل طبقہ ہے جس کے نیچے سجین ہے کفار کا ٹھکانہ اور یہ معنی زیادہ قوی ہیں جس کی تائید اگلے مضمون سے ہو رہی ہے ۳ سجین میں جہاں پہلے ہی طرح طرح کے قیدی ہیں کوئی کسی سے پوچھ گچھ نہیں کرتا ہر ایک اپنے حال میں گرفتار ہے ۴ نہایت بے حس و حرکت جیسے نگاہیں کے مجسمے جیسے پرندوں کا شکاری جال لگا کر شکار کے انتظار میں بے حس و حرکت بیٹھتا ہے صحابہ کرام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں ہمیشہ ایسے ہی بیٹھا کرتے تھے خصوصًا آپ کے کلام فرمانے کے وقت (لمعات) ۵ یعنی کسی فکر میں تھے جس کے باعث بے اختیار چھڑی سے زمین پر ہاتھ لگا رہے تھے جیسا کہ سوچتے وقت انسان کیا کرتا ہے ۶ یا قرب موت کے ... یعنی جو یہ ہے یا اس مرنے والے کا نور ہدایت ان کے

الشمس معهم كفن من أكفان الجنة وحنوط من حنوط الجنة حتى يجلسوا منه مد البصر ثم يجيء ملك الموت عليه السلام حتى يجلس عند رأسه فيقول أيتها النفس الطيبة اخرجي إلى مغفرة من الله ورضوان قال فتخرج تسيل كما تسيل القطرة من السقاء فيأخذها فإذا أخذها لم يدعوها في يده طرفة عين حتى يأخذوها فيجعلوها في ذلك الكفن وفي ذلك الحنوط ويخرج منها كأطيب نفحة مسك وجدت على وجه الأرض قال فيصعدون بها فلا يمرون يعني بها على ملإ من الملائكة إلا قالوا ما هذا الروح الطيب فيقولون فلان بن فلان بأحسن أسمائه التي كانوا يسمونه بها في الدنيا حتى ينتهوا بها إلى السماء الدنيا فيستفتحون له فيفتح لهم فيشيعه من كل سماء مقربوها إلى السماء التي تليها حتى ينتهى به إلى السماء

کفنوں میں سے کفن اور وہاں کی خوشبو ہوگی ہے جتنی کہ میت کی تاحد نگاہ بیٹھ جاتے ہیں پھر ملک الموت علیہ السلام آتے ہیں اس کے سر کے پاس بیٹھ کر کہتے ہیں [1] اے پاک روح اللہ کی بخشش اور رضا کی طرف چل تو وہ نکلتی ہے ایسی بہتی ہوئی جیسے مشک سے قطرہ [2] ملک الموت اسے لے لیتے ہیں جب لیتے ہیں تو فرشتے ان کے ہاتھ میں پل بھر نہیں چھوڑتے حتی کہ اسے لے لیتے ہیں اس کو کفن و خوشبو میں اور اس میت سے ایسی نفیس خوشبو نکلتی ہے جیسے روئے زمین پر بہترین مشک سے [3] فرمایا اسے لے کر چڑھتے ہیں تو فرشتوں کی کسی جماعت پر نہیں گزرتے مگر وہ کہتے ہیں کہ یہ کیا ہی نفیس خوشبو ہے یہ کہتے ہیں کہ یہ فلاں ابن فلاں ہے اسکا وہ اچھا نام لے کر جو دنیا میں لیا جاتا تھا حتی کہ اسے لے کر دنیاوی آسمان پر پہنچتے ہیں تو اسکے لیے کھلواتے ہیں تو کھول دیا جاتا ہے اسے ہر آسمان کے فرشتے دوسرے آسمان پر پہنچاتے ہیں حتی کہ ساتویں آسمان تک

چہروں پر چمکتا ہے اور سورج سے کہیں زیادہ قوی ہیں۔

[1] خود ملک الموت بھی اور ان کے ساتھ دوسرے فرشتے بھی لہذا یہ حدیث گزشتہ حدیث کے خلاف نہیں کہ لینے والے اور فرشتے ہیں سبحان اللہ کیا نظارہ ہے کہ انسان اس وقت سورۂ یٰسین اور کلمہ شریف پڑھتے ہیں اور فرشتوں کی طرف سے یہ آوازیں آ رہی ہیں گویا میت دولہا ہے جسے انسانوں کی جماعت وداع کر رہی ہے اور فرشتوں کی جماعت استقبال [2] اہل سنت کے نزدیک روح ایک لطیف جسم ہے جو بدن میں ایسے سرایت کئے ہوئے ہے جیسے گلاب کے پھول میں پانی، صوفیاء کے نزدیک ریاضت، مجاہدہ سے بدن ضعیف ہوتا ہے مگر روح قوی جس سے روح بآسانی نکل جاتی ہے جیسے کمزور پنجرے سے قوی جانور، ان دونوں قولوں کا ماخذ یہ حدیث ہے خیال رہے کہ سکرات موت روح نکلنے سے پہلے ہوتی ہے مومن کو سکرات تو ہوتی ہے مگر روح کا نکلنا آسانی سے ہوتا ہے نیز روح کا آسانی سے نکلنا جسم کی تڑپ کے خلاف نہیں جسم روح کا عاشق ہے اس کے نکلنے پر تڑپتا ہے لہذا یہ حدیث بالکل صحیح ہے کسی تاویل کی ضرورت نہیں [3] یعنی مومن کی خوشبو جنت کی ان خوشبوؤں پر غالب آ جاتی ہے کیونکہ وہ خوشبو ایمان کی ہے عرفان کی ہے جناب مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق کی ہے آمین

السَّابِعَةِ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ اُكْتُبُوْا كِتَابَ عَبْدِيْ فِيْ عِلِّيِّيْنَ وَاَعِيْدُوْهُ اِلَى الْاَرْضِ فَاِنِّيْ مِنْهَا
خَلَقْتُهُمْ وَفِيْهَا اُعِيْدُهُمْ وَمِنْهَا اُخْرِجُهُمْ تَارَةً اُخْرٰى قَالَ فَتُعَادُ رُوْحُهٗ فِيْ جَسَدِهٖ فَيَاْتِيْهِ مَلَكَانِ
فَيُجْلِسَانِهٖ فَيَقُوْلَانِ لَهٗ مَنْ رَّبُّكَ فَيَقُوْلُ رَبِّيَ اللّٰهُ فَيَقُوْلَانِ لَهٗ مَا دِيْنُكَ فَيَقُوْلُ دِيْنِيَ الْاِسْلَامُ
فَيَقُوْلَانِ لَهٗ مَا هٰذَا الرَّجُلُ الَّذِيْ بُعِثَ فِيْكُمْ فَيَقُوْلُ هُوَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَيَقُوْلَانِ لَهٗ وَمَا عِلْمُكَ فَيَقُوْلُ قَرَأْتُ كِتَابَ اللّٰهِ فَاٰمَنْتُ بِهٖ وَصَدَّقْتُ فَيُنَادِيْ مُنَادٍ مِّنَ السَّمَآءِ
صَدَقَ عَبْدِيْ فَاَفْرِشُوْهُ مِنَ الْجَنَّةِ وَاَلْبِسُوْهُ مِنَ الْجَنَّةِ وَافْتَحُوْا لَهٗ بَابًا اِلَى الْجَنَّةِ قَالَ فَيَاْتِيْهِ

پہنچا دیتے ہیں[1] تو رب فرماتا ہے کہ میرے بندے کی کتاب علیین میں لکھو[2] اور اسے زمین کی طرف کردو کیونکہ میں نے انہیں زمین سے پیدا کیا وہاں ہی لوٹاؤں گا وہاں ہی سے دوبارہ نکالوں گا فرمایا تب اس کی روح جسم میں واپس کی جاتی ہے[3] پھر اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اسے بٹھاتے ہیں اور اس سے کہتے ہیں کہ رب تیرا کون وہ کہتا ہے رب میرا اللہ ہے وہ کہتے ہیں دین تیرا کیا وہ کہتا ہے دین میرا اسلام کہتے ہیں یہ صاحب کون ہیں جو تم میں بھیجے گئے وہ کہتا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں وہ کہتے ہیں تجھے کیسے معلوم ہوا یہ کہتا ہے میں نے اللہ کی کتاب پڑھی اس پر ایمان لایا اس کی تصدیق کی[4] تو آسمان سے پکارنے والا پکارتا ہے کہ میرا بندہ سچا ہے[5] اس کے لیے جنت کا فرش بچھاؤ جنتی لباس پہناؤ اور جنت کی طرف دروازہ کھول دو فرمایا تب اس تک

کی خوشبو اس کے مقابل نہیں ہو سکتی اسی لیے فرشتے اس خوشبو سے مست ہو کر وہ گفتگو کر رہے ہیں جو آگے مذکور ہے ورنہ وہ حضرات تو ہمیشہ جنت کی خوشبو میں رہتے ہیں۔ [2] اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ نیک اولاد اللہ کی رحمت ہے دیکھو اس نیک کی برکت سے اس کے باپ کا نام بھی فرشتے احترام سے لیتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ اس روح کے ساتھ دو قسم کے فرشتے ہوتے ہیں ایک ڈیوٹی والے جن کے واسطے سے وہاں پہنچتا ہے دوسرے استقبال اور سرکاری کرنے والے فرشتے جو احترام کے لیے اس کے ساتھ بہت دور تک جاتے ہیں [3] ساتویں آسمان سے مراد جنت ہے یا سدرہ یا عرش الٰہی کیونکہ یہ تینوں وہاں سے قریب ہیں علیین ایک دفتر ہے جس میں نیکوں کے نام اور نامہ اعمال لکھے جاتے ہیں یعنی اس بندے کی عمر بھر کے اعمال اس رجسٹر میں نقل کرو اس کا نام بھی اس فہرست میں لکھو ورنہ یہ تو پہلے کتاب الاعمال میں لکھا گیا ساتوں آسمان پر جانا آنا اور ساری گفتگو پلک جھپکتے ہو جاتی ہے کیونکہ روح کی رفتار بجلی سے لاکھوں گنا تیز ہے۔ بعض کہتے ہیں مرنے والے کی روح ساتوں آسمان پھاڑ کر عرش اعظم کے نیچے سجدہ کر کے جسم میں لوٹ آتی ہے اور اس میں ایک سیکنڈ نہیں لگتا (مرقات) اپنے نور نظر اور قوت خیال کی رفتار دیکھو [4] ظاہر یہ ہے کہ جسم کے سارے اجزاء میں روح داخل ہوتی ہے اور مردہ زندہ ہوتا ہے بعض لوگوں نے کہا کہ صرف سینہ تک جاتی ہے مگر اس کا کوئی ثبوت نہیں لیکن یہ زندگی ہمیں محسوس نہیں ہوتی ہے اگر مردہ ہمارے سامنے پڑا ہے تو اس پر یہ ساری واردات گزر جاتی ہے ہمیں خبر نہیں ہوتی [5] اس کی کچھ شرح باب عذاب قبر میں گزر چکی بعض روایتوں میں مَنْ نَبِيُّكَ بھی ہے یہاں مَا هٰذَا الرَّجُلُ ہے آیا گر ذرا فرق نہیں کسی سے وہ سوال ہوتا ہے کس سے یہ رجل سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صفات ہیں یعنی ان صاحب کے صفات بتاؤ [6] ظاہر یہ ہے کہ پکارنے والا کوئی فرشتہ ہوتا ہے جو رب کا کلام نقل کرتا ہے۔

مِنْ رَوْحِهَا وَطِيبِهَا فَيُفْسَحُ لَهُ فِي قَبْرِهِ مَدَّ بَصَرِهِ قَالَ وَيَاتِيهِ رَجُلٌ حَسَنُ الْوَجْهِ حَسَنُ الثِّيَابِ طَيِّبُ الرِّيحِ فَيَقُولُ اَبْشِرْ بِالَّذِي يَسُرُّكَ هٰذَا يَوْمُكَ الَّذِي كُنْتَ تُوعَدُ فَيَقُولُ لَهُ مَنْ اَنْتَ فَوَجْهُكَ الْوَجْهُ يَجِيءُ بِالْخَيْرِ فَيَقُولُ اَنَا عَمَلُكَ الصَّالِحُ فَيَقُولُ رَبِّ اَقِمِ السَّاعَةَ رَبِّ اَقِمِ السَّاعَةَ حَتّٰى اَرْجِعَ اِلٰى اَهْلِي وَمَالِي قَالَ وَاِنَّ الْعَبْدَ الْكَافِرَ اِذَا كَانَ فِي انْقِطَاعٍ مِنَ الدُّنْيَا وَاِقْبَالٍ مِنَ الْاٰخِرَةِ نَزَلَ اِلَيْهِ مِنَ السَّمَاءِ مَلَائِكَةٌ سُودُ الْوُجُوهِ مَعَهُمُ الْمُسُوحُ فَيَجْلِسُونَ مِنْهُ

جنت کی ہوا اور خوشبو آتی ہے اور اس کی قبر میں تا حد نگاہ فراخی کی جاتی ہے[1] فرمایا اس کے پاس ایک خوبصورت اچھے کپڑوں اچھی خوشبو والا شخص آتا ہے کہتا ہے اس سے خوش ہو جو تجھے مسرور کرے گی یہ تیرا وہ دن ہے جس کا تجھ سے وعدہ کیا جاتا تھا یہ کہتا ہے تو کون ہے تیرا چہرہ بھلائی لاتا ہے[2] وہ کہتا ہے میں تیرا نیک عمل ہوں[3] تب بندہ کہتا ہے یارب قیامت قائم کر یارب قیامت قائم کر تاکہ میں اپنے گھر بار اور مال میں پہنچوں[4] فرمایا کہ بندہ کافر جب دنیا کے خاتمے اور آخرت کی آمد میں ہوتا ہے تو اس کی طرف آسمان سے سیاہ چہرے والے فرشتے اترتے ہیں جن کے ساتھ ٹاٹ ہوتے ہیں[5] تا حد نگاہ بیٹھ

[1] یعنے پوری کامیابی کے بعد جنت میں نہیں پہنچا بلکہ جنت کو دیکھتا ہے وہاں کی خوشبوئیں ٹھنڈی ہوائیں محسوس کرتا ہے مگر شہداء کی روحیں جنت میں پہنچ جاتی ہیں بعد قیامت وہاں جسموں کا داخلہ ہوگا مرقات نے یہاں فرمایا کہ قبر کی فراخی بصارت کی حد تک ہوگی اور وہاں بصارت بقدر بصیرت ہوگی یعنے وہاں بصارتیں مختلف ہوں گی لہذا قبروں کی فراخیاں بھی مختلف ہوں گی۔ [2] یوم سے مراد وقت ہے یعنے تیری تمام غم و تکلیف کا خاتمہ ہو چکا اب وہ وقت آگیا کہ تجھے ہر طرف سے خوشی ہی خوشی رہے اسی وقت کا تجھ سے علماء و مشائخ قرآن کریم اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وعدہ کیا تھا جس وعدہ کی بنا پر تو نے ایمان و تقوی اختیار کیا تھا خیال رہے کہ اس وقت کی کبھی انتہا نہیں ابدالآباد تک رہے گی۔ [3] یعنے تو کون حبیب ہے کہ غریب کو عجیب بشارت دیتا ہے اور میرا وہاں مونس ہے جہاں دنیا والے مجھے چھوڑ گئے تیری تو صورت ہی ایسی پیاری ہے جس کو دیکھ کر غم غلط ہو جاتے ہیں اور خوشی نصیب ہوتی ہے اچھے چہرے سے مراد خوشی یا بشارت ہے۔

[4] عمل دنیا میں ایک حالت و کیفیت ہے مگر قبر و حشر میں جسمانی شکل میں نمودار ہوں گے اب بھی خواب میں اعمال جسمانی شکل میں نظر آتے ہیں یوسف علیہ السلام نے خشک بالیوں دبلی گایوں کی تعبیر قحط سالی سے دی اور ہری بالیوں کی تعبیر فراخ سالی سے اسی طرح خواب میں علم دودھ کی شکل میں عمل سفید و جاری پانی کی شکل میں دیکھے جاتے ہیں۔ [5] اس میں تین احتمال ہیں ایک یہ کہ اس سے مراد ہو میرا دنیاوی مال دوسرے یہ کہ اس سے مراد ہو میرا انجام مال نتیجہ کو کہتے ہیں تیسرے یہ کہ مال سے مراد ہو اخروی عمل یعنے وہ ثواب جو میرے لیے اہل سے مراد جنتی بیبیاں یعنی قیامت جلد قائم کر تاکہ اپنے ثواب اور جنت کے گھر بار میں واپس جاؤں چونکہ انسان جنت ہی سے آیا ہے اس لیے وہاں جانے کو لوٹنا فرمایا گیا اس فرمان سے بعض لوگ سمجھے کہ دنیا میں اعمال کے لیے آنا مراد ہے مگر یہ غلط ہے کیونکہ قیامت قائم ہونے پر نہ عمل کا وقت ہوگا نہ ان گھروں میں آنا۔ [6] ظاہر یہ ہے کہ ان فرشتوں کے اپنے چہرے کالے نہیں ہوتے بلکہ یہ کافر کے کفر اور بد عمل کا رنگ ہے جو ان چہروں میں نظر آتا ہے جیسے کالے آدمی کی سیاہی آئینہ میں اور ہوسکتا ہے کہ ان کا اپنا رنگ ہو کیونکہ وہ غضب الٰہی کے مظہر ہیں مگر یہ سیاہی ان

مَدَّ الْبَصَرِ ثُمَّ يَجِيءُ مَلَكُ الْمَوْتِ حَتّٰى يَجْلِسَ عِنْدَ رَأْسِهٖ فَيَقُوْلُ اَيَّتُهَا النَّفْسُ الْخَبِيْثَةُ اُخْرُجِيْ اِلٰى سَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ قَالَ فَتَفَرَّقُ فِيْ جَسَدِهٖ فَيَنْتَزِعُهَا كَمَا يُنْتَزَعُ السَّفُّوْدُ مِنَ الصُّوْفِ الْمَبْلُوْلِ فَيَاْخُذُهَا فَاِذَا اَخَذَهَا لَمْ يَدَعُوْهَا فِيْ يَدِهٖ طَرْفَةَ عَيْنٍ حَتّٰى يَجْعَلُوْهَا فِيْ تِلْكَ الْمُسُوْحِ وَيَخْرُجُ مِنْهَا كَاَنْتَنِ رِيْحِ جِيْفَةٍ وُّجِدَتْ عَلٰى وَجْهِ الْاَرْضِ فَيَصْعَدُوْنَ بِهَا فَلَا يَمُرُّوْنَ بِهَا عَلٰى مَلَاٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ اِلَّا قَالُوْا مَا هٰذَا الرُّوْحُ الْخَبِيْثُ فَيَقُوْلُوْنَ فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ بِاَقْبَحِ اَسْمَآئِهِ الَّتِيْ كَانَ يُسَمّٰى بِهَا فِي الدُّنْيَا حَتّٰى يُنْتَهٰى بِهٖ اِلَى السَّمَآءِ الدُّنْيَا فَيُسْتَفْتَحُ لَهٗ فَلَا يُفْتَحُ لَهٗ ثُمَّ قَرَاَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ اكْتُبُوْا كِتَابَهٗ فِيْ سِجِّيْنٍ فِي الْاَرْضِ السُّفْلٰى فَتُطْرَحُ رُوْحُهٗ

جاتے ہیں پھر ملک الموت آتے ہیں اس کے سر کے پاس بیٹھتے ہیں کہتے ہیں کہ اے خبیث جان رب کی ناراضی کی طرف نکل فرمایا کہ اس کے جسم میں جان پھرتی ہے وہ اسے ایسا کھینچتے ہیں جیسے گرم سیخ بھیگی اون سے کھینچی جاتی ہے [1] پھر اسے لیتے ہیں جب لیتے ہیں تو دوسرے فرشتے وہ جان ملک الموت کے ہاتھ میں پلک جھپکنے تک نہیں چھوڑتے حتی کہ اسے ان ٹاٹوں میں ڈال لیتے ہیں اور اس روح سے زمین کے بدترین مردار کی سی بدبو نکلتی ہے اسے لے کر چڑھ جاتے ہیں [2] فرشتوں کی جس جماعت پر بھی گذرتے ہیں وہ بھی کہتے ہیں کہ یہ کون خبیث جان ہے وہ اس کے دنیاوی بدترین ناموں سے جس سے موسوم کیا جاتا تھا نام لے کر کہتے ہیں کہ فلاں بن فلاں ہے یہاں تک کہ اسے لے کر آسمان دنیا تک آتے ہیں تو کھلوایا جاتا ہے تو اس کے لیے کھولا نہیں جاتا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی ان کے لیے آسمان کے دروازے نہ کھلیں اور نہ وہ جنت میں جائیں حتی کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل ہو جائے [3] پھر رب تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس کی کتاب نچلی زمین کے سجین میں لکھو پھر اس کی جان پھینک دی جاتی ہے

فرشتوں کی نورانیت کے خلاف نہیں دیکھو آنکھوں کی پتلی کالی ہے مگر نور ہے ٹاٹ سے دوزخ کا سخت اور کھردرا ٹاٹ مراد ہے جیسا پہلے کہا جا چکا۔ [1] ظاہر یہ ہے کہ نفس سے مراد روح ہے روح اگرچہ نورانی ہے مگر بدعقیدگی اور بدعملیوں کی وجہ سے اسے خبیث کہا گیا جیسے پانی کی طبیعت ٹھنڈی ہے مگر آگ پر رکھے جانے سے آگ کا سا کام کرتا ہے روح اگرچہ سارے جسم میں پھیلی ہوتی ہے مگر اس فرمان کو سن کر اجزاء کی طرف بھاگتی ہے جیسے چھپتے ہوئے سے تعبیر فرمایا گیا اس تشبیہ میں بتایا گیا کہ کافر کی جان بڑی مصیبت سے نکلتی ہے اگرچہ وہ بظاہر فیل ہی سے مرے جتنے کہ اس کے ساتھ رگیں تک کھنچتی آتی ہیں جیسے گرم سیخ کے ساتھ بھیگی اون لپٹ جاتی ہے

[2] اگرچہ فرشتے جانتے ہیں کہ اس کے لیے آسمان نہ کھلے گا لیکن اسے رسوا کرنے سارے فرشتوں میں اس کا اعمال بد دکھانے اور خود اس پر اس کی مردودیت ظاہر کرنے اور آسمان سے زمین پر پھینکنے کے لیے لے جاتے ہیں [3] اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آسمان اور زمین کے درمیان بے شمار فرشتے ہیں جن کی گنتی … اور مختلف قسم کے ہیں یہ روح گذرتی ہے اور علامتیں سنتی ہے یا اترنے چڑھنے والے فرشتے انہیں نام بتاتے ہیں یا وہ خود ہی سوال کر کے جواب دیتے ہیں کیونکہ وہ ہر لوگ کے ناموں اور کاموں سے خبردار ہیں اس تعلیق سے معلوم ہوا کہ

طُرِحَ طَرْحًا ثُمَّ قَرَأَ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَأَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ فَتُعَادُ رُوْحُهٗ فِيْ جَسَدِهٖ وَيَأْتِيْهِ مَلَكَانِ فَيُجْلِسَانِهٖ فَيَقُوْلَانِ لَهٗ مَنْ رَّبُّكَ فَيَقُوْلُ هَاهْ هَاهْ لَا اَدْرِيْ فَيَقُوْلَانِ لَهٗ مَا دِيْنُكَ فَيَقُوْلُ هَاهْ هَاهْ لَا اَدْرِيْ فَيَقُوْلَانِ لَهٗ مَا هٰذَا الرَّجُلُ الَّذِيْ بُعِثَ فِيْكُمْ فَيَقُوْلُ هَاهْ هَاهْ لَا اَدْرِيْ فَيُنَادِيْ مُنَادٍ مِّنَ السَّمَآءِ اَنْ كَذَبَ فَاَفْرِشُوْهُ مِنَ النَّارِ وَافْتَحُوْا لَهٗ بَابًا اِلَى النَّارِ فَيَأْتِيْهِ مِنْ حَرِّهَا وَسَمُوْمِهَا وَيُضَيَّقُ عَلَيْهِ قَبْرُهٗ حَتّٰى تَخْتَلِفَ فِيْهِ اَضْلَاعُهٗ وَيَأْتِيْهِ رَجُلٌ قَبِيْحُ الْوَجْهِ قَبِيْحُ الثِّيَابِ مُنْتِنُ الرِّيْحِ فَيَقُوْلُ اَبْشِرْ

پھر حضور نے یہ تلاوت کی کہ جس نے اللہ سے شرک کیا گویا وہ آسمان سے گر گیا جسے پرندے اچک لیں یا اسے دور جگہ میں ہوا پھینکتی ہے ۱ پھر روح جسم میں لوٹائی جاتی ہے اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اسے بٹھاتے ہیں کہتے ہیں تیرا رب کون ہے وہ کہتا ہے ہائے ہائے میں نہیں جانتا پھر کہتے ہیں تیرا دین کیا ہے وہ کہتا ہے میں نہیں جانتا پھر کہتے ہیں یہ کون صاحب ہیں جو تم میں بھیجے گئے وہ کہتا ہے ہائے ہائے میں نہیں جانتا ۲ تب آسمان سے پکارنے والا پکارتا ہے یہ جھوٹا ہے ۳ اس کے لیے آگ کا بستر بچھاؤ اور آگ کی طرف دروازہ کھولو تب اس تک دوزخ کی گرمی اور وہاں کی لو آتی ہے اس پر قبر اتنی تنگ کی جاتی ہے کہ اس کی پسلیاں ادھر ادھر ہو جاتی ہیں ۴ اس کے پاس ایک بدشکل برے لباس والا بدبودار آدمی آتا ہے کہتا ہے اس کی خبر سے

کہ کفار کا جنت میں جانا ناممکن بالذات ہے کیونکہ اگر اونٹ بڑا ہے اور سوئی کا ناکہ چھوٹا تو اونٹ کا ناکے میں سمانا بالذات محال ہے کہ یہ اجتماع ضدین کی فرد ہے بعض لوگوں نے یہ نکتہ نہ سمجھا جبھی تو کہہ دیا کہ رب اونٹ کو چھوٹا کر دینے یا ناکہ کو بڑا کر دینے پر قادر ہے لہذا کفار کا جنت میں جانا ممکن ہے خیال رہے کہ فاسق مومنوں کے لیے جو وعیدیں آئی ہیں ان سب کے خلاف ہو سکتا ہے مگر کفار کی اس وعید کے خلاف کبھی نہیں ہو سکتا کیونکہ رب نے ان ساری وعیدوں کو اپنے ارادے پر موقوف رکھا ہے کہ فرمایا اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ۔ لہذا یہ حدیث مسئلہ خلف وعید کے خلاف نہیں اس کی پوری تحقیق ہماری کتاب تفسیر نعیمی پارہ جلد اول میں دیکھو۔

۱ سجین وہ دفتر ہے جس میں کفار کے نام درج ہیں اور ان کے مرنے کے بعد عمر بھر کے نامہ اعمال بھی اس میں درج کر دیئے جاتے ہیں یہ ساتویں زمین کے نیچے ہے جیسے علیین ساتوں آسمانوں سے اوپر یہ سجن سے مشتق ہے بمعنی قید خانہ کیونکہ اس میں قیدیوں کے نام و کام درج ہوتے ہیں اس آیت میں کفار کی زندگی کے حالات مذکور ہیں مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ان کے بعد موت کے اس حال پر بھی منطبق فرمایا یعنی کفار اوپر سے گرے اور شیاطین نے ان کی تکا بوٹی کر لی ۲ اس کی شرح باب عذاب قبر میں گزر گئی وہاں عرض کیا گیا تھا کہ کافر کو ارشاد ان کی بھول جاتا ہے وہ یہ نہیں کہتا کہ میں عیسائی یا یہودی یا کافر تھا نیز ابوجہل وغیرہ نے عمر بھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا مگر نہ پہچان سکے لیکن قیامت تک کے مسلمان جنہوں نے کبھی حضور علیہ السلام کی زیارت نہ کی وہ فوراً پہچان لیں گے کیونکہ وہاں کی پہچان کا تعلق ایمان سے ہے نہ کہ جسمانی سے ۳ اس جواب میں جھوٹا ہے کہ میں نہیں جانتا تھا یہ دنیا میں رب کو جانتا تھا نبی کو پہچانتا تھا جب ہی تو رب کا شریک ٹھہراتا تھا اور نبی کا انکار کرتا تھا یا یہ مطلب ہے کہ وہ کہتا ہے میں یہ باتیں جاننے کے قابل نہ تھا جھوٹا ہے

بِالَّذِیْ یَسُوْءُكَ هٰذَا یَوْمُكَ الَّذِیْ كُنْتَ تُوْعَدُ فَیَقُوْلُ مَنْ اَنْتَ فَوَجْهُكَ الْوَجْهُ یَجِیْءُ بِالشَّرِّ فَیَقُوْلُ اَنَا عَمَلُكَ الْخَبِیْثُ فَیَقُوْلُ رَبِّ لَا تُقِمِ السَّاعَةَ وَفِیْ رِوَایَةٍ نَحْوُهٗ وَزَادَ فِیْهِ اِذَا خَرَجَ رُوْحُهٗ صَلّٰی عَلَیْهِ كُلُّ مَلَكٍ بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَكُلُّ مَلَكٍ فِی السَّمَآءِ وَفُتِحَتْ لَهٗ اَبْوَابُ السَّمَآءِ لَیْسَ مِنْ اَهْلِ بَابٍ اِلَّا وَهُمْ یَدْعُوْنَ اللّٰهَ اَنْ یُّعْرَجَ بِرُوْحِهٖ مِنْ قِبَلِهِمْ وَتُنْزَعُ نَفْسُهٗ یَعْنِی الْكَافِرَ مَعَ الْعُرُوْقِ فَیَلْعَنُهٗ كُلُّ مَلَكٍ بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَكُلُّ مَلَكٍ فِی السَّمَآءِ وَتُغْلَقُ اَبْوَابُ السَّمَآءِ لَیْسَ مِنْ اَهْلِ بَابٍ اِلَّا وَهُمْ یَدْعُوْنَ اللّٰهَ اَنْ لَّا یُعْرَجَ رُوْحُهٗ مِنْ قِبَلِهِمْ

جو تجھے غمگین کرے گی یہ وہ دن ہے جس کا تجھ سے وعدہ تھا مردہ کہتا ہے کہ تو ہے کون کہ تیرا چہرہ وہ ہے جو شر لاتا ہے وہ کہتا ہے میں تیرے برے عمل ہوں تب یہ کہتا ہے الٰہی قیامت نہ قائم کرنا اور ایک روایت میں اس کی مثل ہے اس میں اتنی زیادتی ہے کہ جب مومن کی جان نکلتی ہے تو آسمان و زمین کے درمیان کے سارے فرشتے اس پر دعا کرتے ہیں اور اس کے لیے آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں ہر دروازے والے یہی دعا کرتے ہیں کہ اس کی روح ان کی طرف سے چڑھے اور کافر کی جان اس کی رگوں کے ساتھ نکالی جاتی ہے اس پر آسمان زمین کے درمیان والے فرشتے اور آسمان کے سارے فرشتے لعنت کرتے ہیں۔ آسمان کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں ہر دروازے والے یہی دعا کرتے ہیں کہ الٰہی اس کی روح ان کی طرف سے نہ چڑھے

یہ عاقل بالغ تھا تاکہ یہ تنگی قبر خدا کا عذاب ہے صرف کافر کے لیے ہے بعض گنہگار مسلمانوں بلکہ نیک کاروں کو بھی تنگی قبر ہوتی ہے مگر وہ خدا کی رحمت ہے جیسے ماں پیار سے بچے کو دبا لیتی ہے جس سے بچہ گھبرا جاتا ہے، یہ پوری بحث عذاب قبر میں گزر چکی۔

۳ تاکہ میری بد حالی نہ کھلے اور مجھے جہنم میں دبانا پڑے جس کا عذاب یہاں سے سخت ہے، اس سے معلوم ہوا کہ مردہ کافر قیامت اور وہاں کے حالات کو جانتا ہے بعض علماء فرماتے ہیں کہ ان لوگوں کو موت کی خبریں پہنچتی ہیں ان کے لیے جواب قبر میں ہے اس سے معلوم ہوا کہ مومن کے مرنے اور اس کے اچھے خاتمہ کو سارے فرشتے دیکھتے اور جانتے ہیں خواہ آسمانی فرشتے ہوں یا درمیانی، لہٰذا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو سارے مخلوق میں بڑے عالم ہیں بھی ہر شخص کی موت اور اس کے خاتمہ سے خبردار ہیں اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم قیامت میں مومنوں کے ایمان بلکہ ان کے مراتب ایمان کی بھی گواہی دیں گے اور مومنوں کی شفاعت کریں گے اگر آپ کو لوگوں کے ایمان و کفر کی ہی خبر نہ ہو تو یہ کام کیسے کر سکتے ہیں، خیال رہے کہ ہر روح کے لیے آسمان سے جانے کا دروازہ مقرر ہے جس کی فرشتوں کو بھی خبر ہے نمازیوں کے لیے الگ دروازہ ہے حاجیوں کے لیے الگ نمازیوں کے لیے الگ صحابیوں کے لیے الگ مگر ہر دروازہ کے فرشتوں کا یہ دعا کرنا اظہار اشتیاق کے لیے ہے نہ کہ بے خبری کی وجہ سے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ ابن ابی کو اس کے مرنے کے بعد اپنی قمیص پہنائی نماز جنازہ پڑھائی اگرچہ جانتے تھے کہ یہ جہنمی ہے،

۴ یعنی کھلوانے پر کھولے نہیں جاتے جیسا کہ اوپر گزر چکا ورنہ آسمان کے دروازے ہر وقت بند ہی رہتے ہیں ضرورۃً کھلتے ہیں، خیال رہے کہ آسمانوں میں بے شمار دروازے ہیں بعض سے رزق اترتے ہیں بعض سے عذاب بعض سے فرشتے، بعض سے مرنے والوں کی روحیں اندر جاتی ہیں، ایک دروازہ وہ بھی ہے جو خاص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج میں جانے کے لیے تھا وہ پہلے نہ کسی کے لیے کھلا تھا نہ پھر

رواہ احمد۔ وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ كَعْبٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ لَمَّا حَضَرَتْ كَعْبًا الْوَفَاةُ أَتَتْهُ أُمُّ بِشْرٍ بِنْتُ الْبَرَاءِ بْنِ مَعْرُورٍ فَقَالَتْ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ إِنْ لَقِيتَ فُلَانًا فَاقْرَأْ عَلَيْهِ مِنِّي السَّلَامَ فَقَالَ غَفَرَ اللّٰهُ لَكِ يَا أُمَّ بِشْرٍ نَحْنُ أَشْغَلُ مِنْ ذٰلِكَ فَقَالَتْ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَمَا سَمِعْتَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ أَرْوَاحَ الْمُؤْمِنِينَ فِي طَيْرٍ خُضْرٍ تَعْلُقُ بِشَجَرِ الْجَنَّةِ قَالَ بَلٰى قَالَتْ فَهُوَ ذَاكَ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي كِتَابِ الْبَعْثِ وَالنُّشُورِ۔ وَعَنْهُ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ كَانَ يُحَدِّثُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّمَا نَسَمَةُ الْمُؤْمِنِ طَيْرٌ تَعْلُقُ فِي شَجَرِ الْجَنَّةِ حَتّٰى يُرْجِعَهُ اللّٰهُ فِي جَسَدِهِ يَوْمَ يَبْعَثُهُ رَوَاهُ مَالِكٌ وَالنَّسَائِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي كِتَابِ الْبَعْثِ

(احمد) روایت ہے حضرت عبدالرحمان ابن کعب سے وہ اپنے والد سے راوی فرماتے ہیں کہ جب حضرت کعب کی موت آئی تو ان کے پاس ام بشر بنت ابن معرور آئیں بولیں اے ابو عبدالرحمان اگر تم فلاں سے ملو تو انہیں میرا سلام پہنچا دینا وہ بولے ام بشر اللہ تمہیں بخشے ہم تو ان چیزوں سے زیادہ مشغول ہوں گے وہ بولیں اے ابو عبدالرحمن کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے نہیں سنا کہ مسلمانوں کی روحیں سبز پرندوں میں جنت کے درخت سے لٹکی جاتی ہیں فرمایا ہاں بولیں یہ وہی ہے (ابن ماجہ، بیہقی کتاب البعث والنشور) روایت ہے انہی سے وہ اپنے والد سے راوی وہ بیان کرتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن کی روح پرندہ ہے جو جنت کے درخت میں لٹکایا جاتا ہے حتی کہ اللہ جس دن اسے اٹھائے گا تو اس کے جسم میں لوٹا دے گا (مالک، نسائی، بیہقی کتاب البعث والنشور)

بعد میں کسی کے بیٹے کے، اسی لیے حدیث معراج میں ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جبریل امین گئے دروازہ کھلوایا تو وہاں سے پوچھا کہ تم کون ہو تمہارے ساتھ کون ہے اگر یہ کوئی عام دروازہ ہوتا تو اس سوال کے کیا معنی تھے۔ ۱؎ عبدالرحمن انصاری ہیں تابعی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ پاک میں پیدا ہوئے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نہ کر سکے آپ کے والد کعب ابن مالک انصاری ہیں یہ وہی مشہور صحابی ہیں جن کی توبہ کا واقعہ سورۂ توبہ میں مذکور ہے ۲؎ ام بشر کی صحابیت میں اختلاف ہے البتہ ان کے والد براء ابن معرور مشہور صحابی ہیں جنہوں نے عقبہ ثانیہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی ۳؎ حق یہ ہے کہ فلاں سے مراد ان کے بیٹے بشر ہیں جو ان کی زندگی میں فوت ہو گئے تھے جن کا انہیں بہت صدمہ ہوا تھا مدینہ منورہ میں جو بھی فوت ہوتا اس کی معرفت اپنے بیٹے کو سلام کہلا کر بھیجتی تھیں اسی سلسلہ میں آپ کے پاس بھی آئیں ۴؎ ان کا مطلب یہ ہے کہ اگر تمہاری روح اسی جنت میں سے ہو جس میں بشر ہے تو تم ضرور ان کے پاس جاؤ گے اور ان کے ساتھ رہو گے ۵؎ یعنی بعد موت اپنی حالت میں گرفتار ہونا اور کسی کو کسی کی خبر نہ ہونا کفار کے لیے ہے تمہاری موت تو مشغولیتیں ختم ہونے اور اطمینان شروع ہونے کا وقت ہے بعض علماء فرماتے ہیں کہ تمام مسلمانوں کی روحیں جنت میں پہنچ جاتی ہیں اسی لیے اس طبقہ کا نام جنت الماویٰ ہے یعنی روحوں کی پناہ لینے کی جگہ ان کا ماخذ یہ حدیث ہے ان کے نزدیک شہداء کے لیے جنت کا خاص طبقہ ہے اس سے معلوم ہوا کہ روح کے لیے فنا نہیں جنتیں اور وہاں کی نعمتیں پیدا ہو چکی ہیں ۶؎ یعنی بعد موت مومن کی روح پرندے کی

وَالنُّشُوْرِ ٭ وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰى جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ وَهُوَ يَمُوْتُ فَقُلْتُ اقْرَأْ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السَّلَامَ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ ٭

بَابُ غُسْلِ الْمَيِّتِ وَتَكْفِيْنِهٖ

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ ٭ عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ دَخَلَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نُغَسِّلُ ابْنَتَهٗ فَقَالَ اغْسِلْنَهَا ثَلٰثًا اَوْ خَمْسًا اَوْ اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ اِنْ رَاَيْتُنَّ ذٰلِكَ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ وَّ

روایت ہے حضرت محمد ابن منکدر سے فرماتے ہیں کہ میں حضرت جابر ابن عبداللہ کے پاس گیا جبکہ وہ وفات پا رہے تھے میں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میرا سلام کہنا ۱؎ (ابن ماجہ)

میت کے غسل اور کفن کا باب ۲؎

پہلی فصل ٭ روایت ہے حضرت ام عطیہ سے ۱؎ فرماتی ہیں ہم پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے جب کہ ہم آپ کی صاحبزادی کو غسل دے رہے تھے ۲؎ تو فرمایا کہ انہیں تین بار یا پانچ بار اور اگر مناسب سمجھو تو اس سے زیادہ بار پانی اور بیری سے غسل دو ۳؎

شکل میں جنت کے درختوں میں رہتی ہے اور وہاں کے پھل کھاتی ہے فرق یہ ہے کہ روحیں ہر وقت کھاتی ہیں اور ان کی روحیں صبح و شام ظاہر یہ ہے کہ اس سے قائم مومن مراد ہیں روح کہیں بھی رہے مگر اس جسم سے تعلق رہتا ہے مرقاۃ نے اس جگہ فرمایا کہ مرنے کے بعد مومن کا جسم بھی روح کی طرح لطیف ہو جاتا ہے چنانچہ مومن بعد وفات جہاں چاہے عالم کی سیر کرتا ہے دیکھو معراج کی رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم روح کی طرح لطیف ہو چکا تھا اور اولیاء اللہ کے لیے تمام زمین سمیٹ دی گئی ہے وہ ایک وقت مختلف جگہوں میں موجود ہو سکتے ہیں ان کی یہ کرامت تو دنیاوی زندگی میں دیکھی گئی ہے پھر بعد الموت کا کیا پوچھنا بعض شارحین نے اس حدیث کا یہ مطلب بیان کیا کہ ہر نیک مومن کی روح پرندوں میں پہنچ جاتی ہے تو آریوں کا آواگون ثابت ہو گا مگر یہاں یہ بات ہے کہ روح خود اس شکل میں ہو جاتی ہے آواگون سے اسے کیا تعلق اس میں تو روح انسانی گھٹیا جانور میں پہنچ جاتی ہے کہ کسی کی روح بن جاتی ہے مومن کی روح کا پرندہ بن جانا ایسا ہی ہے جیسے فرشتوں کا شکل انسانی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونا ۱؎ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہماری قبروں میں تشریف لاتے تھے ان کے لیے یہ سوال ہو گا کہ قدر پر میرا سلام بھی عرض کر دینا اس سے معلوم ہوا کہ مومن صاحب کی ہر ایک جگہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض و معروض بھی کرتا ہے مشتاق تو اس کا ہو جاتا ہے یہ بھی مطلب ہو سکتا ہے کہ تم برزخ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہو گے مجھے بھی وہاں یاد کر لینا شعر

میں بھی ہوں سکتا سا کنان کوچہ جاناں سلام شوق پہنچے بیکسان دشت غربت کا

۲؎ تمام امت کا اس پر اتفاق ہے کہ مومن میت کا غسل فرض کفایہ ہے حق یہ ہے کہ یہ غسل نجاست نہیں بلکہ غسل جنابت کی طرح حدث سے غسل ہے یعنی مومن کی نیند و موت قدرتی ہے اسی لیے کہ میت جنبی ہے کیونکہ حضرت ابوہریرہ کی ایک روایت میں ہے کہ مومن کی زندگی اور موت میں نجس نہیں ہوتا ہاں کافر اور مرتد کی موت اسے نجس کر دیتی ہے مگر شہید کی موت اس میں حدث بھی پیدا نہیں کرتی کہ زندہ و حاضر شہید تو اللہ اور شہید کی میت غسل نہیں فرماتی کفن تین قسم کے ہیں کفن سنت مرد کے لیے تین کپڑے عورت کے لیے پانچ کفن کفایہ مرد کو دو کپڑے عورت کے تین کفن ضرورت، مرد و عورت دونوں کے لیے ایک کپڑا ۱؎ ان کا نام نسیبہ بنت کعب ہے انصاریہ ہیں حضور صلی اللہ

اجْعَلْنَ فِي الْآخِرَةِ كَافُورًا أَوْ شَيْئًا مِنْ كَافُورٍ فَإِذَا فَرَغْتُنَّ فَآذِنَّنِي فَلَمَّا فَرَغْنَا آذَنَّاهُ فَأَلْقَى إِلَيْنَا حَقْوَهُ فَقَالَ أَشْعِرْنَهَا إِيَّاهُ وَفِي رِوَايَةٍ اغْسِلْنَهَا وِتْرًا ثَلَاثًا أَوْ خَمْسًا أَوْ سَبْعًا وَابْدَأْنَ بِمَيَامِنِهَا وَمَوَاضِعِ الْوُضُوءِ مِنْهَا وَقَالَتْ فَضَفَرْنَا شَعْرَهَا ثَلَاثَةَ قُرُونٍ فَأَلْقَيْنَاهَا خَلْفَهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُفِّنَ فِي ثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ يَمَانِيَةٍ

آخر میں کافور یا فرمایا کچھ کافور ڈال دو ۱؎ جب فارغ ہو جاؤ تو مجھے اطلاع دو جب ہم فارغ ہو گئیں تو ہم نے آپ کو اطلاع دی آپ نے ہماری طرف اپنا تہبند شریف پھینکا اور فرمایا کہ اسے ان کے کفن کے نیچے رکھ دو ۲؎ اور ایک روایت میں ہے کہ انہیں طاق تین یا پانچ یا سات بار غسل دو اور داہنی طرف اور اعضاء وضو سے ابتداء کرو ۳؎ فرماتی ہیں کہ ہم نے ان کے بالوں کی تین چوٹیاں کیں جنہیں ان کے پیچھے ڈال دیا ۴؎ (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تین سوتی یمنی سفید کپڑوں میں

علیہ وسلم کے ساتھ غزووں میں شریک ہوتیں زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں ۲؎ یہ صاحبزادی حضرت زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زوجہ ابوالعاص ابن ربیع ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اولاد میں بڑی بیٹی ہیں ۸ھ میں وفات پائی۔ بعض نے فرمایا کہ ام کلثوم زوجہ حضرت عثمان غنی تھیں جن کی وفات ۹ھ میں ہوئی مگر قول اول قوی ہے ۳؎ اس طرح کہ بیری کے پتے پانی میں جوش دے لو کیونکہ بیری سے میل خوب کٹتا ہے جوئیں وغیرہ صاف ہو جاتی ہیں اور اس سے میت کا بدن جلد بگڑتا نہیں۔ تین بار غسل دینا سنت ہے سات بار تک جائز اور طاق ہو اس سے زیادہ مکروہ بیری کا استعمال بھی بار بار سنت ہے باقی میں جائز۔ خیال رہے کہ غسل میت میں کلی اور ناک میں پانی نہیں ۴؎ یعنی آخری بار جو پانی ڈالو اس میں کچھ کافور ملا لو کیونکہ یہ بہترین خوشبو ہے اس سے کیڑے مکوڑے جسم کے قریب نہیں آتے جمہور علماء یہی فرماتے ہیں کہ کافور آخری پانی میں ملایا جائے۔ بعض نے فرمایا کہ اسے خوشبوؤں میں شامل کیا جائے بہتر ہے۔ مگر درست پہلا ہے ۵؎ اسے کفن میں استعمال کیا جائے ۶؎ شعار وہ کپڑا کہلاتا ہے جو جسم سے ملا رہے شعر یعنی بالوں سے ملا ہوا شعار اور اوپر والے کپڑے یعنی میرا تہبند شریف ان کے جسم سے ملا ہوا رکھو اور کفن اوپر یہ تہبند کفن میں شمار نہ تھا بلکہ برکت اور قبر کی مشکلات حل کرنے کے لیے رکھا گیا اس سے تین مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ بزرگوں کے بال، ناخن، ان کے استعمالی کپڑے متبرک ہیں جن سے دنیا، قبر و آخرت کی مشکلات حل ہوتی ہیں۔ قرآن شریف میں ہے کہ یوسف علیہ السلام کی قمیص کی برکت سے یعقوب علیہ السلام کی نابینا آنکھیں روشن ہو گئیں احادیث میں ثابت ہے کہ حضرت امیر معاویہ، عمرو ابن عاص اور دیگر صحابہ کرام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ناخن، بال و تہبند شریف اپنے ساتھ قبر میں لے جانے کے لیے محفوظ رکھے۔ دوسرے یہ کہ بزرگوں کے تبرکات اور قرآنی آیات یا دعا کسی کپڑے یا کاغذ پر لکھ کر میت کے ساتھ قبر میں دفن کرنا جائز بلکہ سنت ہے۔ تیسرے یہ کہ ان چیزوں کے متعلق یہ خیال نہ کیا جائے کہ جب میت پھولے پھٹے گی قرآن کی بے حرمتی ہوگی دیکھو سورۂ فاتحہ لکھ کر دھو کر بیمار کو پلاتے ہیں یونہی آب زمزم برکت کے لیے پیتے ہیں حالانکہ پانی پیٹ میں پہنچ کر کیا بنتا ہے سب کو معلوم ہے کفنی الفی لکھنے اور تبرکات کفن میں رکھنے کی پوری بحث ہماری کتاب جاء الحق حصہ اول میں دیکھو ۳؎ یعنی پہلے میت کو وضو کراؤ پھر اس طرح غسل دو کہ اولاً داہنا حصہ دھو پھر بایاں۔ یہاں مرقاۃ نے فرمایا کہ اگر غسال انگلی پر کپڑا لپیٹ کر تر کرکے اس کے دانتوں اور نتھنوں پر پھیر دے تو مستحب ہے۔

۴؎ حضرت ام عطیہ کا یہ عمل اپنی رائے سے ہوگا کہ عموماً عورتیں بالوں کے تین حصے کرکے چوٹی بنتی ہیں جس سے وہ صاف رہتے ہیں بال،

بِيضٍ سَحُولِيَّةٍ مِنْ كُرْسُفٍ لَيْسَ فِيهَا قَمِيصٌ وَلَا عِمَامَةٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ❊ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَفَّنَ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ فَلْيُحَسِّنْ كَفَنَهُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ❊ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ إِنَّ رَجُلًا كَانَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَقَصَتْهُ نَاقَتُهُ وَهُوَ مُحْرِمٌ فَمَاتَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اغْسِلُوهُ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ وَكَفِّنُوهُ فِي ثَوْبَيْهِ وَلَا تَمَسُّوهُ بِطِيبٍ وَلَا تُخَمِّرُوا رَأْسَهُ فَإِنَّهُ يُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مُلَبِّيًا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَسَنَذْكُرُ حَدِيثَ خَبَّابٍ قُتِلَ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ فِي بَابِ جَامِعِ الْمَنَاقِبِ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى. اَلْفَصْلُ الثَّانِي عَنْ

کفن دیا گیا جن میں قمیص اور عمامہ نہ تھے [1] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی کو کفن دے تو اچھا دے [2] (مسلم) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عباس سے فرماتے ہیں ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا جسے بحالت احرام اس کی اونٹنی نے کچل دیا اور وہ فوت ہوگیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے پانی اور بیری سے غسل دو اور اس کے دو کپڑوں ہی میں کفن دو اور نہ اسے خوشبو لگاؤ نہ سر ڈھکو کہ قیامت کے دن لبیک کہتا اٹھے گا [3] (مسلم بخاری) اور ہم خباب کی حدیث کہ مصعب ابن عمیر قتل کیے گئے ان شاء اللہ تعالیٰ باب جامع المناقب میں ذکر کریں گے [4] دوسری فصل روایت ہے

پیٹھ کے پیچھے رہتے ہیں سنت یہ ہے کہ میت عورت کے بال دو حصے کیے جائیں ایک حصہ داہنی طرف سے دوسرا بائیں سے سینہ پر ڈال دیا جائے، سارے بالوں کا پیچھے رہنا مسنون نہیں۔

[1] یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سوتی یعنی سفید کپڑے کا کفن دیا گیا یہی سنت ہے اونی یا ریشمی کفن سنت کے خلاف ہے بلکہ مرد کے لیے ریشمی کفن حرام ہے یہاں قمیص سے سلی ہوئی قمیص مراد ہے جو زندگی میں پہنی جاتی ہے کفن کی قمیص مراد نہیں کیونکہ تو سنت سے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ غسل کے وقت قمیص اتار لی گئی تھی لہذا یہ حدیث حضرت جابر ابن سمرہ کی اس حدیث کے خلاف نہیں جس میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا قمیص ازار اور لفافہ کیونکہ وہاں کفن کی قمیص مراد ہے عمامہ کے متعلق بعض علماء نے اس کے معنی کیے ہیں کہ ان تین میں عمامہ نہ تھا بلکہ عمامہ ان کے علاوہ تھا اسی بنا پر مشائخ علماء صوفیاء کے کفن میں عمامہ دینا مستحب ہے واللہ اعلم۔

[2] یہاں اچھے سے مراد بہت قیمتی اور ریشمی قیمتی کفن نہیں بلکہ جیسے کپڑے پہننے والا مردہ تھا ایسے کپڑے میں کفن دیا جائے جو عید والوں میں نہ شادی والوں میں یعنی درمیانہ لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ کفن میں غلو نہ کرو۔ بعض روایات میں ہے کہ مردوں کو اچھا کفن دو کیونکہ وہ آپس میں ملتے ہیں تو اچھے کفن سے خوش ہوتے ہیں [3] احناف کے ہاں یہ حدیث اس میت کی خصوصیات میں سے ہے ہر محرم کا یہ حکم نہیں اب جو اپنے احرام میں فوت ہو جائے اسے دیگر مردوں کی طرح ہی کفن دے کر دفن کیا جائے گا اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ہی کا ذکر [illegible] کے ساتھ تعمیم نہ کیا کیونکہ کفن دفن کے احکام کی احادیث عام ہیں ان میں محرم اور غیر محرم کا فرق نہیں [4] یعنی وہ حدیث مصابیح میں یہاں تھی لیکن ہم نے اسے اس باب کے مناسب سمجھا لہذا

ابن عباس قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم البسوا من ثیابکم البیاض فانها من
خیر ثیابکم وکفنوا فیها موتاکم ومن خیر اکحالکم الاثمد فانه ینبت الشعر ویجلو البصر
رواه ابوداود والترمذی وروی ابن ماجة الی موتاکم، وعن علی قال قال رسول الله
صلی الله علیه وسلم لا تغالوا فی الکفن فانه یسلب سلبا سریعا رواه ابوداود، وعن ابی سعید
الخدری انه لما حضره الموت دعا بثیاب جدد فلبسها ثم قال سمعت رسول الله صلی الله علیه
وسلم یقول المیت یبعث فی ثیابه التی یموت فیها رواه ابوداود، وعن عبادة بن الصامت
عن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال خیر الکفن الحلة وخیر الاضحیة الکبش الاقرن

حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفید کپڑے پہنو کیونکہ یہ تمہارے تمام کپڑوں میں بہتر ہیں اور اسی میں اپنے مُردوں کو کفن دو[1] اور بہترین سرمہ اثمد ہے کہ وہ بال اگاتا ہے نگاہ تیز کرتا ہے[2] (ابوداؤد، ترمذی) ابن ماجہ نے موتاکم تک روایت کی ہے روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بہت بیش بہا کفن نہ دو کیونکہ یہ بہت جلد گل جائے گا[3] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے کہ آپ کو جب موت آئی تو آپ نے نئے کپڑے منگائے انہیں پہنا پھر فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ میت انہیں کپڑوں میں اٹھے گی جن میں مرے گی[4] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت عبادہ ابن صامت سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ فرمایا بہترین کفن یعنی جوڑا ہے[5] اور بہترین قربانی سینگ والا دنبہ ہے

[1] یہ حکم استحبابی ہے کہ زندوں اور مردوں کے لیے سفید کپڑا مستحب ہے ورنہ عورت میت کے لیے رنگین، ریشمی، اور مرد کے لیے ہر طرح کا کفن جائز ہے اگرچہ بہتر سفید اور سوتی ہے[2] یہاں سرمہ سے زندوں کا سرمہ مراد ہے کیونکہ مردے کو سرمہ لگانا سنت نہیں، خیر سرمہ سے مراد سادہ اصفہانی سرمہ ہے یعنی پتھر والا، حدیث شریف میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم روزانہ شب کو سوتے وقت ہر آنکھ میں تین تین سلائی لگاتے تھے اس سے پلک کے بال بڑھتے ہیں اور آنکھوں میں روشنی ہوتی ہے[3] یعنی نہایت قیمتی اور بھاری کفن نہ دو کہ یہ اسراف بیجا ہے اور بیکار بھی، اسی لیے فقہاء فرماتے ہیں کہ میت کو درمیانی کفن دیا جائے اس لباس جیسا جو وہ اپنے دوستوں سے ملنے جاتا تھا ہاں اچھا دیا جائے جیسا کہ ابھی حدیث میں گزر گیا[4] آپ نے اس حدیث کو ظاہری معنی پر محمول کیا جیسے کہ حضرت عدی ابن حاتم نے اَلْخَیْطُ الْاَبْیَضُ مِنَ الْخَیْطِ الْاَسْوَدِ میں سوتی دھاگہ سمجھا تھا حالانکہ وہاں صبح کے نور اور ظلمت مراد ہیں ایسے ہی اس حدیث میں کپڑوں سے مراد حال اور اعمال ہیں یعنی ایمان و کفر، تقویٰ اور فسق، جس حال میں مرے گا اسی میں قیامت کے دن اٹھے گا ورنہ قرآن و حدیث سے ثابت ہے کہ سب مردے اپنی قبروں سے ننگے، بے ختنہ اٹھیں گے رب فرماتا ہے کَمَا بَدَاْنَاۤ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِیْدُهٗ بعض علماء نے اس کی توجیہ یوں کی کہ میت قبروں سے کپڑوں میں اٹھے گی محشر میں ننگی پہنچے گی لیکن یہ معنی بہت ہی بعید ہیں (لمعات اشعۃ)[5] حلہ چادر اور تہبند کو کہتے ہیں دو کپڑوں پر بولا جاتا ہے چونکہ دوسری روایت میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تین یعنی اللہ قمیص میں کفن دیا گیا

رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَرَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ عَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ ۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَتْلٰى اُحُدٍ اَنْ يُّنْزَعَ عَنْهُمُ الْحَدِيْدُ وَالْجُلُوْدُ وَاَنْ يُّدْفَنُوْا بِدِمَائِهِمْ وَثِيَابِهِمْ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ ۔ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ ۔ عَنْ سَعْدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ اُتِيَ بِطَعَامٍ وَكَانَ صَائِمًا فَقَالَ قُتِلَ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ وَهُوَ خَيْرٌ مِّنِّيْ كُفِّنَ فِيْ بُرْدَةٍ اِنْ غُطِّيَ رَاْسُهٗ بَدَتْ رِجْلَاهُ وَاِنْ غُطِّيَ رِجْلَاهُ بَدَا رَاْسُهٗ وَاُرَاهُ قَالَ وَقُتِلَ حَمْزَةُ وَهُوَ خَيْرٌ مِّنِّيْ ثُمَّ بُسِطَ لَنَا مِنَ الدُّنْيَا مَا بُسِطَ اَوْ قَالَ اُعْطِيْنَا مِنَ الدُّنْيَا مَا اُعْطِيْنَا وَلَقَدْ خَشِيْنَا اَنْ تَكُوْنَ حَسَنَاتُنَا عُجِّلَتْ لَنَا ثُمَّ جَعَلَ يَبْكِيْ حَتّٰى تَرَكَ الطَّعَامَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ

(ابوداؤد) اور ترمذی اور ابن ماجہ نے ابوامامہ سے روایت کی۔ روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہدائے احد کے متعلق حکم دیا کہ ان سے لوہا اور پوستینیں اتار لی جائیں اور انہیں ان کے خونوں اور کپڑوں میں دفن کر دیئے جائیں ۱؎ (ابوداؤد، ابن ماجہ) تیسری فصل روایت ہے حضرت سعد ابن ابراہیم سے وہ اپنے والد سے راوی کہ عبدالرحمان بن عوف کے پاس کھانا لایا گیا ۲؎ وہ روزے دار تھے تو فرمایا کہ مصعب ابن عمیر جو مجھ سے بہتر تھے جب شہید ہوئے تو ایسی چادر میں کفن دیئے گئے کہ اگر ان کا سر ڈھکا جاتا تو پاؤں کھل جاتے اور اگر پاؤں ڈھکے جاتے تو سر کھل جاتا میرا خیال ہے آپ نے یہ بھی فرمایا کہ حضرت حمزہ جو مجھ سے بہتر تھے وہ بھی شہید ہوئے پھر ہم پر دنیا اتنی پھیلائی گئی جو پھیلائی گئی یا فرمایا ہمیں دنیا اتنی دی گئی جو دی گئی ہمیں خطرہ ہے کہ ہماری نیکیوں کا ثواب جلد دے دیا گیا ہو ۳؎ پھر رونے لگے حتی کہ کھانا چھوڑ دیا ۴؎ (بخاری)

اس میں مرد کے لیے تین کپڑے مسنون ہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کفن میں بھی تبرکات رکھنا بہتر ہے۔ ہمارے دادا پیر حضرت شاہ علی حسین صاحب کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ عرف اشرفی میاں نے اپنی موت و کفن کے لیے یعنی غلاف کعبہ شریف کا شہد آب زمزم اور خاک شفا محفوظ رکھی تھی اور فرمایا تھا کہ نزع کے وقت یہ شہد پانی اور خاک شفا لا کر میرے منہ میں ٹپکایا جائے اور اس غلاف میں مجھے کفن دیا جائے یہ اسی حدیث پر عمل تھا الحمد للہ کہ فقیر اس وقت حاضر تھا کہ حضرت کو غسل میں نے دیا۔

۱؎ شہید کا یہی حکم ہے کہ اس کے ہتھیار، خود، زرہ، پوستین وغیرہ اتار لی جاتی ہیں اور اسے یونہی پہنے ہوئے کپڑوں میں بغیر غسل مع خاک و خون دفن کیا جاتا ہے، ہاں کفن کی کمی پوری کر دی جاتی ہے، مثلاً شہید اگر صرف کرتہ پائجامہ پہنے ہوئے ہے تو اسے چادر اور دی جائے گی شہید کو غسل نہ دینے کی بہت سی احادیث ہیں جو بخاری اور دیگر صحاح وغیرہ کتب میں حضرت جابر وغیرہ سے منقول ہیں ۲؎ افطار کے لیے غالبًا روزہ نفل تھا کھانا بہترین اور پرتکلف تھا جیسا کہ اگلے مضمون سے معلوم ہو رہا ہے کہ آپ بہترین کھانا دیکھ کر حضرت مصعب و حمزہ کی موت بے کسی یاد کر کے رونے لگے ۳؎ آپ کا یہ فرمان عجز و انکساری کے لیے ہے ورنہ آپ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں اور حضرت مصعب و حمزہ ان میں سے نہیں تمام کا اس پر اتفاق ہے کہ عشرہ مبشرہ دیگر صحابہ سے افضل ہیں (لمعات)

۴؎ یہ خوف صحابہ کی صفت ہے کیونکہ ان بزرگوں کا سارا مال حلال و طیب تھا جو غنیمتوں اور تجارتوں سے حاصل ہوا، پھر ان مالوں سے

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ أَتَى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ أُبَيٍّ بَعْدَمَا أُدْخِلَ حُفْرَتَهٗ فَأَمَرَ بِهٖ فَأُخْرِجَ فَوَضَعَهٗ عَلٰى رُكْبَتَيْهِ فَنَفَثَ فِيْهِ مِنْ رِيْقِهٖ وَأَلْبَسَهٗ قَمِيْصَهٗ قَالَ وَكَانَ كَسَا عَبَّاسًا قَمِيْصًا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

بَابُ الْمَشْيِ بِالْجَنَازَةِ وَالصَّلٰوةِ عَلَيْهَا

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عبداللہ بن ابی کے پاس اس کے قبر میں رکھ دیئے جانے کے بعد تشریف لائے آپ نے حکم دیا وہ نکالا گیا اسے اپنے گھٹنوں پر رکھا اس میں اپنا لعاب شریف ڈالا اسے اپنی قمیص پہنائی راوی فرماتے ہیں کہ عبداللہ نے حضرت عباس کو قمیص پہنائی تھی (مسلم، بخاری)

جنازے کے ساتھ چلنے اور اس پر نماز پڑھنے کا باب

پہلی فصل روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جنازے

سے ان بزرگوں نے بڑی دینی خدمات کیں اس کے باوجود اتنا خوف خدا ہے۔ خیال رہے کہ حضرت مصعب ابن عمیر اسلام سے پہلے بڑے مالدار تھے بہت خوش پوش اور خوش مذاق تھے اسلام و ہجرت کے بعد یہ حال ہوا کہ حضرت گزیوں پر چڑے کا لباس پہنتے تھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار ان کو دیکھ کر رو دیئے کہ پہلے کیا حال تھا اور اب کیا حال ہے ۱؎ حالانکہ دن بھر کے روزے دار تھے آپ کی نظر اس آیت کریمہ پر بھی مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ ۲؎ اس سے معلوم ہوا کہ میت کو برکت کے لیے بزرگوں کا لعاب دہان، بزرگوں کا کپڑا دینا سنت ہے اگرچہ کافر و منافق اس سے فائدہ نہ حاصل کرسکیں کہ بادل تو ہر جگہ برابر پاک و گندی زمین پر برستا ہے آگے زمین کی تقدیر کہ بارش سے فائدہ اٹھائے یا نہ اٹھائے لہٰذا اس حدیث سے نہ تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عبداللہ بن ابی کے نفاق سے بے خبر تھے اور نہ یہ کہ آپ کو خبر نہ تھی کہ کافر کو یہ تبرکات مفید نہیں، بعض روایات میں ہے کہ عبداللہ ابن ابی منافق کا بیٹا عبداللہ سچا اور مخلص صحابی تھا اس کی دلجوئی کے لیے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ عمل کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس کرم خسروانہ کو دیکھ کر بہت سے منافق مخلص مومن بن گئے دیکھو ہماری کتاب جاء الحق ۳؎ اس جگہ مرقاۃ نے دو واقعہ بیان کیے ایک یہ کہ حضرت عباس جب جنگ بدر میں قید ہوکر آئے تو ننگے تھے عبداللہ ابن ابی منافق نے اپنی قمیص آپ کو پہنا دی کیونکہ آپ کے ٹھیک تھی کہ وہ بھی لمبا تھا اور آپ بھی دراز قامت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چاہا کہ اس منافق کا احسان میرے چچا پر نہ رہ جائے اس لیے اسے مرنے کے بعد اپنی قمیص دے دی دوسرے یہ کہ جب یہ منافق بیمار ہوا تو اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عبداللہ کو محبت یہود نے ہلاک کر دیا وہ بولا کہ یا رسول اللہ میں نے آپ کو طعنے دینے کے لیے نہیں بلایا ہے بلکہ دعا کے لیے بلایا ہے اور آپ سے عرض کیا کہ آپ میری نماز جنازہ پڑھائیں اور مجھے اپنی قمیص برکت کے لیے عطا کریں اس کی موت کے بعد اس کے بیٹے عبداللہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی موت کی خبر دی تب حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس عمل میں چچا کا بدلہ بھی تھا اور اس کے صحابی بیٹے کی دلداری کی بھی اور تبلیغ بھی چنانچہ اس واقعہ کو دیکھ کر ابن ابی کی قوم کے ایک ہزار آدمی مسلمان ہوئے، مرقات اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مردے کو قبر میں رکھنے کے بعد بھی ضرورۃً نکالا جاسکتا ہے۔ خیال رہے کہ اس واقعہ کے بعد یہ آیت کریمہ نازل ہوئی وَلَا تُصَلِّ عَلٰۤى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ تب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقین کی نماز جنازہ اور دعا سب چھوڑ دی ۴؎ جنازے کے ساتھ سواری پر جانا بھی جائز ہے

أَسْرِعُوا بِالْجَنَازَةِ فَإِنْ تَكُ صَالِحَةً فَخَيْرٌ تُقَدِّمُونَهَا إِلَيْهِ وَإِنْ تَكُ سِوَى ذَلِكَ فَشَرٌّ
تَضَعُونَهُ عَنْ رِقَابِكُمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ، وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ إِذَا وُضِعَتِ الْجَنَازَةُ فَاحْتَمَلَهَا الرِّجَالُ عَلَى أَعْنَاقِهِمْ فَإِنْ كَانَتْ صَالِحَةً قَالَتْ
قَدِّمُونِي وَإِنْ كَانَتْ غَيْرَ صَالِحَةٍ قَالَتْ لِأَهْلِهَا يَا وَيْلَهَا أَيْنَ تَذْهَبُونَ بِهَا يَسْمَعُ صَوْتَهَا
كُلُّ شَيْءٍ إِلَّا الْإِنْسَانَ وَلَوْ سَمِعَ الْإِنْسَانُ لَصَعِقَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ، وَعَنْهُ قَالَ قَالَ
رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَأَيْتُمُ الْجَنَازَةَ فَقُومُوا فَمَنْ تَبِعَهَا فَلَا

کو تیز لے جاؤ[1] کہ اگر وہ نیک ہے تو بھلائی ہے جس کی طرف تم اسے لے جارہے ہو اور اگر اس کے سوا کچھ اور ہے تو وہ ایک
بری چیز ہے جسے تم اپنی گردنوں سے اتار رہے ہو[2] (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ابو سعید سے فرماتے ہیں فرمایا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب جنازہ رکھا جاتا ہے پھر اسے لوگ اپنی گردنوں پر اٹھاتے ہیں تو اگر وہ نیک ہوتا
ہے تو کہتا ہے مجھے لے چلو[3] اور اگر بد ہو تو اپنے گھر والوں سے کہتا ہے ہائے اسے کہاں لے جاتے ہو اس کی
آواز انسان کے سوا ہر چیز سنتی ہے اگر انسان سنے تو بے ہوش ہو جائے[4] (بخاری) روایت ہے
انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم جنازہ دیکھو تو کھڑے ہو جاؤ[5] پھر جو اس کے ساتھ جائے وہ تم

اور پیدل بھی، سوار جنازے سے پیچھے ہی رہے، پیدل آگے پیچھے ہر طرف چل سکتا ہے مگر پیدل جانا اور پیچھے رہنا بہتر ہے، ضرورت کے وقت میت کو سواری پر لے جانا بھی جائز ہے جبکہ قبرستان بہت فاصلہ پر ہو جیسے کراچی یا بمبئی میں۔ سنت یہ ہے کہ چار آدمی اپنے کندھوں پر اٹھا کر اس طرح لے جائیں کہ میت کا سر آگے ہو پاؤں پیچھے، نماز جنازہ فرض کفایہ ہے اس نماز کی تین شرطیں ہیں میت کا مسلمان ہونا، پاک ہونا، نمازی کے آگے رکھا ہوا ہونا لہذا غسل سے پہلے یا غائب جنازہ پر یا سواری پر رکھے ہوئے یا نمازی کے پیچھے رکھے ہوئے پر نماز جنازہ جائز نہیں۔ [1] یعنی میت کو قبرستان تیز رفتاری سے پہنچاؤ تیزی سے مراد عام رفتار سے زیادہ اور دوڑنے سے کم ہے ہاں اگر میت کے پھول یا پھٹ جانے کا اندیشہ ہو تو دوڑتے ہوئے لے جائیں۔ [2] یعنی ہر نیک اور بد میت کو تیزی سے لے جانا چاہیے نیک کو اس لیے کہ اس کا ٹھکانا اس کے لیے بہتر ہے اسے جلدی پہنچاؤ، بد کو اس لیے کہ وہ رحمت سے دور ہے تم سے بھی جلدی دور ہو جائے، اس سے معلوم ہوا کہ برے آدمی کی صحبت سے بعد میں بھی بچنا چاہیے کہ اس کی زندگی میں رب تعالیٰ فرماتا ہے فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۔ [3] جنازے سے مراد میت ہے اور اس کے رکھے جانے سے مراد گھر سے باہر نکال کر لوگوں کے سامنے قبرستان لے جانے کے لیے رکھا جانا ہے، ظاہر یہ ہے کہ مردہ زبان قال سے یہ گفتگو کرتا ہے کیونکہ اسے نزع ہی میں اپنے آئندہ حال کا پتہ چل جاتا ہے اب اسے یہاں ٹھہرنا بار معلوم ہوتا ہے اس لیے کہتا ہے جلدی پہنچاؤ اس سے معلوم ہوا کہ اس حالت میں مردے کے جسم میں جان پڑ چکی ہوتی ہے اور بعد موت مردہ بولتا بھی ہے سنتا بھی ہے جیسا کہ باب عذاب قبر میں گزر چکا کہ مردہ چلنے والوں کے جوتوں کی آہٹ سنتا ہے، احمد، طبرانی، ابن ابی الدنیا، مروزی، اور ابن مندہ نے ابو سعید خدری سے روایت کی کہ میت اپنے غسل دینے والے اٹھانے والے، کفن پہنانے والے، قبر میں اتارنے والے سب کو پہچانتی ہے (مرقات) مرقات نے کہا اس عبارت سے معلوم ہوا کہ مردے کی یہ گفتگو زبان قال سے آواز کے ساتھ ہے

يَقْعُدُ حَتّٰى تُوضَعَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ مَرَّتْ جَنَازَةٌ فَقَامَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقُمْنَا مَعَهٗ فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّهَا يَهُوْدِيَّةٌ فَقَالَ اِنَّ الْمَوْتَ فَزَعٌ فَاِذَا رَاَيْتُمُ الْجَنَازَةَ فَقُوْمُوْا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ رَاَيْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ فَقُمْنَا وَقَعَدَ فَقَعَدْنَا يَعْنِيْ فِي الْجَنَازَةِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَفِيْ رِوَايَةِ مَالِكٍ وَاَبِيْ دَاوٗدَ قَامَ فِي الْجَنَازَةِ ثُمَّ قَعَدَ بَعْدُ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ اتَّبَعَ جَنَازَةَ مُسْلِمٍ اِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا وَّكَانَ مَعَهٗ حَتّٰى يُصَلّٰى عَلَيْهَا وَيُفْرَغَ مِنْ دَفْنِهَا فَاِنَّهٗ يَرْجِعُ مِنَ الْاَجْرِ

بیٹھتے حتی کہ رکھ دیا جائے (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں ایک جنازہ گزرا تو اس کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھ ہم بھی کھڑے ہو گئے ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ تو یہودیہ تھی فرمایا موت وحشت کی ہے تو جب تم جنازہ دیکھا کرو تو کھڑے ہو جایا کرو (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھڑے دیکھا تو ہم بھی کھڑے ہوتے پھر آپ بیٹھنے لگے تو ہم بھی بیٹھنے لگے یعنی جنازے میں (مسلم) اور مالک اور ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ آپ جنازے میں کھڑے ہوئے پھر بعد میں بیٹھنے لگے روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو مسلمان کے جنازے کے ساتھ ایمان کی نیت سے ثواب کے لئے جائے اور اس کے ساتھ رہے حتی کہ اس پر نماز پڑھ لے اور اس کے دفن سے فارغ ہو جائے تو وہ ثواب کے دو قیراط لے کر لوٹے گا

سبب جیسے جانور فرشتے تک چیز سب سنتے ہیں انسان کو اس لیے نہ سنائی گئی کہ اولاً تو اس میں اس آواز کی برداشت کی طاقت نہیں دوسرے اس پر ایمان بالغیب لازم ہے اگر وہ آواز سن لے تو ایمان بالغیب نہ رہے۔ ؎ اولاً میت کے لیے کھڑے ہو جانے کا حکم تھا یا تو میت کی تعظیم کے لیے یا ساتھ والے فرشتوں کی یا موت کی گھبراہٹ کے اظہار کے لیے، لیکن یہ حکم بعد میں منسوخ ہو گیا اس کی ناسخ حدیث آگے آ رہی ہے اکثر علماء فرماتے ہیں کہ جو میت کے ساتھ جانا چاہے اسے کھڑا ہونا مکروہ ہے (مرقات)

؎ لوگوں کی گردنوں سے زمین پر تاکہ اگر اس کی امداد کی ضرورت پڑے تو یہ آسانی امداد کر سکے یہ حکم اب بھی باقی ہے کہ میت کو کندھوں سے اتارنے سے پہلے بیٹھ جانا مکروہ ہے اور اگر یہ معنی ہیں کہ قبر میں رکھ دیا جائے تو یہ حدیث منسوخ ہے جس کا ناسخ آگے آ رہا ہے شروع اسلام میں دفن سے پہلے بیٹھنا مکروہ تھا اب جائز ہے ؎ گھبراہٹ اور خوف ظاہر کرنے کے لیے نہ کہ کافر میت کی تعظیم کے لیے اس وقت کھڑا ہونا خوف کی علامت ہے اور بیٹھا رہنا سختی دل اور غفلت کی نشانی مگر یہ حکم منسوخ ہے جیسا کہ آگے آ رہا ہے ؎ یہ حدیث گزشتہ احادیث کی ناسخ ہے یعنی پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم جنازہ دیکھ کر کھڑے ہو جاتے تھے ہم بھی اسی پر عامل رہتے بعد میں آپ نے یہ عمل چھوڑ دیا ہم نے بھی چھوڑ دیا لہذا اب کھڑا ہونا منسوخ ہے۔ خیال رہے کہ وہ قیام منسوخ ہوا ہے جو صرف گھبراہٹ کے اظہار یا ملائکہ موت کی تعظیم کے لیے ہو اور ساتھ جانے کا ارادہ نہ ہو، ساتھ جانے کے لیے اٹھنا اب بھی ضروری ہے ؎ ان دو قیدوں سے دو فائدے حاصل ہوئے ایک یہ کہ کافر کی میت کے ساتھ جانا ثواب کا باعث نہیں کیونکہ اعمال کا ثواب ایمان سے ہے دوسرے یہ کہ ریاکاری قومی نظریئے کسی مالدار کو خوش کرنے کے لیے ساتھ جانے پر بھی کوئی ثواب نہیں جیسا کہ آج کل دیکھا جاتا ہے کہ غریب کے جنازے پر اٹھانے والے بھی مشکل سے جمع ہوتے ہیں اور

بِقِيْرَاطَيْنِ كُلُّ قِيْرَاطٍ مِثْلُ اُحُدٍ وَمَنْ صَلّٰى عَلَيْهَا ثُمَّ رَجَعَ قَبْلَ اَنْ تُدْفَنَ فَاِنَّهٗ يَرْجِعُ بِقِيْرَاطٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَى لِلنَّاسِ النَّجَاشِيَّ الْيَوْمَ الَّذِيْ مَاتَ فِيْهِ وَخَرَجَ بِهِمْ اِلَى الْمُصَلّٰى فَصَفَّ بِهِمْ وَكَبَّرَ اَرْبَعَ تَكْبِيْرَاتٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ اَبِيْ لَيْلٰى قَالَ كَانَ زَيْدُ بْنُ اَرْقَمَ يُكَبِّرُ عَلٰى جَنَائِزِنَا اَرْبَعًا وَاَنَّهٗ كَبَّرَ عَلٰى جَنَازَةٍ خَمْسًا فَسَاَلْنَاهُ

وہ دو قیراط لے کر لوٹے گا ہر قیراط احد کے برابر اور جو اس پر نماز پڑھ کر دفن سے پہلے لوٹ جائے وہ ایک قیراط لے کر لوٹے گا (مسلم، بخاری) روایت ہے انہی سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو نجاشی کی موت کی خبر دی اسی دن جس میں نجاشی نے وفات پائی اور حضور صحابہ کو لے کر عیدگاہ تشریف لے گئے ان کی صفیں بنائیں اور چار تکبیریں کہیں (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت عبدالرحمن ابن ابی لیلیٰ سے فرماتے ہیں کہ زید ابن ارقم ہمارے جنازوں میں چار تکبیریں کہتے تھے انہوں نے ایک جنازہ پر پانچ کہیں تو ہم نے ان سے پوچھا

امیر کے جنازے پر اکثر خوشامدیوں کا ہجوم ہوتا ہے جو بغیر نماز جانے جیسے ہی بے وضو ہی ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔

۱؎ عرب دینار کے بیسویں حصے کو قیراط کہا جاتا ہے مگر شام والے چالیسواں حصہ کو بعض اور علاقوں میں دینار کے چھٹے حصے کو قیراط کہتے ہیں یہاں تجربۃً صرف حصہ مراد ہے ذکر دینار کا حصہ جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے یعنی صرف نماز جنازہ میں شرکت کرنے والا آدھا ثواب پاتا ہے اور دفن میں بھی شرکت کرنے والا دگنا۔ ۲؎ نجاشی بادشاہ حبشہ کا لقب تھا ان کا نام اصحمہ تھا پہلے عیسائی تھے بعد میں مسلمان ہوئے اور حبشہ میں مہاجرین صحابہ کو امن بخشا، ان کی خدمتیں بھی کیں ان کا انتقال رجب ۹ھ میں ہوا اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ دور و نزدیک غائب حاضر سب کو دیکھتی ہے کہ حبشہ اور مدینہ منورہ میں ایک مہینہ کا فاصلہ ہے (مرقات)

۳؎ اس سے معلوم ہوا کہ پنجگانہ جماعت کی مسجد میں نماز جنازہ منع ہے جب میت مسجد میں ہو یا نہ ہو اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نماز مسجد نبوی شریف میں نہ پڑھی بلکہ انہیں باہر لے گئے۔ اس حدیث کی بنا پر بعض لوگ نماز جنازہ غائبانہ کے قائل ہیں مگر ان کی یہ دلیل کمزور ہے اس لیے کہ نماز غائبانہ صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے پڑھی کسی صحابی نے کبھی نہ پڑھی چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت جو صحابہ غزوات یا مکہ مکرمہ وغیرہ میں تھے انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز غائبانہ نہ پڑھی نیز حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہی نماز غائبانہ پڑھی بارہا صحابہ کی شہادتوں یا وفات کی خبریں آتی تھیں آپ نماز نہ پڑھتے تھے جن روایات میں ہے کہ آپ نے معاویہ ابن معاویہ مزنی، زید ابن حارثہ، جعفر ابن ابی طالب پر جو غزوہ موتہ میں شہید ہوئے تھے نماز غائبانہ پڑھی ہے ان کی اسنادوں میں محدثین کو کلام ہے کیونکہ ان اسنادوں میں علاء ابن زید یا بقیہ ابن ولید وغیرہم راوی ہیں جو بالاتفاق ضعیف ہیں اور اگر یہ احادیث صحیح بھی ہوں تو ان نمازوں کی وجہ یہ ہے کہ جبریل امین نے ان میتوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لاکر حاضر کردیا تھا چنانچہ حضرت ابن عباس کے الفاظ یہ ہیں كُشِفَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ النَّجَاشِيِّ حَتّٰى رَاٰهُ وَصَلّٰى عَلَيْهِ۔ لہذا یہ نماز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہی ہے کیونکہ میت کا امام کے آگے ہونا کافی ہے مقتدی دیکھیں یا نہ دیکھیں، ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو ہر صحابی کا جنازہ پڑھاتے تھے حتی کہ جو رات میں دفن کر دیئے جاتے ان کی قبر پر جاکر جنازہ پڑھاتے اور فرماتے کہ مجھے ہر ایک کی موت کی خبر دیا کرو میری نماز ان کے لیے رحمت ہے، مگر سوائے

فَقَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكَبِّرُهَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ طَلْحَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ ابْنِ عَبَّاسٍ عَلٰى جَنَازَةٍ فَقَرَأَ فَاتِحَةَ الْكِتَابِ فَقَالَ لِتَعْلَمُوْا اَنَّهَا سُنَّةٌ

تو فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پانچ کہتے تھے[1] (مسلم)۔ روایت ہے حضرت طلحہ ابن عبداللہ ابن عوف سے فرماتے ہیں کہ میں نے عبداللہ ابن عباس کے پیچھے ایک جنازے پر نماز پڑھی تو آپ نے سورۂ فاتحہ پڑھی پھر فرمایا تم جان لو کہ یہ بھی ایک طریقہ ہے[2] (بخاری)۔

اس ایک کے اور کسی غائب صحابی پر نماز غائبانہ نہ پڑھی لہٰذا اس حدیث سے نماز غائبانہ کا جواز ثابت کرنا سخت غلطی ہے مذہب حنفی نہایت قوی ہے کہ جنازے کی نماز حاضر میت پر ہو سکتی ہے نہ کہ غائب پر۔

[1] چاروں اماموں کا اس پر اتفاق ہے کہ نماز جنازہ میں چار تکبیریں ہیں جن پر بے شمار احادیث صحیحہ وارد ہیں اس حدیث سے بھی معلوم ہو رہا ہے کہ صحابہ کا عمل چار تکبیروں پر ہی تھا۔ کیونکہ خود زید ابن ارقم چار ہی کہتے تھے اور جس نماز میں انہوں نے پانچ کہیں تو صحابہ نے ان سے پوچھ گچھ شروع کر دی، شارحین فرماتے ہیں کہ حضرت زید ابن ارقم بھول کر پانچ کہہ گئے تھے جب صحابہ نے ان پر اعتراض کیا تو انہوں نے فرمایا کہ نماز درست ہو گئی۔ کیونکہ پانچ تکبیروں پر بھی حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا عمل رہا ہے۔ اس صورت میں حدیث بالکل واضح ہے ہم بھی کہتے ہیں کہ اگر کوئی بھولے سے پانچ تکبیریں کہہ جائے تو نماز فاسد نہ ہو گی۔ خیال رہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے پانچ چھ تکبیریں بھی ثابت ہیں مگر وہ سب منسوخ ہیں چنانچہ موطا امام محمد میں ایک حدیث ہے جس میں ہے کہ عہد فاروقی تک صحابہ نماز جنازہ میں کبھی تکبیریں چار کہتے کبھی پانچ کبھی چھ حضرت عمر فاروق نے سب کو جمع کرکے فرمایا کہ اگر تم میں ہی اختلاف رہے گا تو قیامت تک سارے مسلمانوں میں اختلاف رہے گا، تحقیق کرو کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے آخری جنازوں میں تکبیریں کتنی کہیں، تحقیق سے ثابت ہوا کہ آپ نے چار تکبیریں کہیں اسی پر صحابہ کا اجماع ہوا چنانچہ حضرت عمر نے صدیق اکبر پر، حضرت صہیب نے عمر فاروق پر، حضرت حسن ابن علی نے جناب علی مرتضیٰ پر، امام حسین نے حضرت حسن پر چار تکبیریں ہی کہیں بلکہ فرشتوں نے آدم علیہ السلام کا جنازہ پڑھا تو آپ پر چار تکبیریں ہی کہیں اس کی پوری تحقیق کے لیے فتح القدیر، لمعات و مرقات میں دیکھو۔

[2] آپ مشہور تابعی ہیں، حضرت عبدالرحمن ابن عوف کے بھتیجے ہیں۔ اس حدیث کی بنا پر بعض لوگ کہتے ہیں کہ نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھنی چاہیے نماز پنجگانہ کی طرح اس میں بھی سورہ فاتحہ پڑھنا واجب ہے مگر اس حدیث سے یہ مسئلہ ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا چند وجوہ سے ایک یہ کہ اس سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت عبداللہ ابن عباس نے نماز جنازہ کے اندر سورہ فاتحہ پڑھی بلکہ نماز جنازہ کے بعد میت کو ایصال ثواب کے لیے سورۂ فاتحہ پڑھی کیونکہ یہاں صَلَّیْتُ کے بعد فَقَرَءَ ہے ف تعقیب سے معلوم ہو رہا ہے کہ یہ قرأت نماز کے بعد تھی جیسے فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا دوسرے یہ کہ اگر مان لیا جائے کہ آپ نے نماز کے اندر ہی پڑھی تو یہ پتہ نہیں چلتا کہ کس تکبیر کے بعد پڑھی، تیسرے یہ کہ اگر کوئی تکبیر ہی اپنی طرف سے مقرر کرو تو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ بہ نیت ثنا پڑھی یا بہ نیت دعا و یا بہ نیت تلاوت چوتھے یہ کہ آپ کے سورۂ فاتحہ پڑھنے پر سارے حاضرین صحابہ کو سخت تعجب ہوا تب آپ نے معذرت کے طور پر کہا کہ میں نے اس لیے عمل کیا تاکہ تم جان لو کہ یہ نیت بے معلوم ہوا کہ صحابہ اس کو سنت نہیں جانتے تھے اور نہ پڑھتے تھے تبھی تو آپ کو معذرت کرنی پڑی کہ جائز

رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ‏؏ وَعَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى جَنَازَةٍ فَحَفِظْتُ مِنْ دُعَائِهٖ وَهُوَ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهٗ وَارْحَمْهُ وَعَافِهٖ وَاعْفُ عَنْهُ وَاَكْرِمْ نُزُلَهٗ وَوَسِّعْ مُدْخَلَهٗ وَاغْسِلْهُ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ وَنَقِّهٖ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا نَقَّيْتَ الثَّوْبَ الْاَبْيَضَ مِنَ الدَّنَسِ وَاَبْدِلْهُ دَارًا خَيْرًا مِّنْ دَارِهٖ وَاَهْلًا خَيْرًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَزَوْجًا خَيْرًا مِّنْ زَوْجِهٖ وَاَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ وَاَعِذْهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ عَذَابِ النَّارِ وَفِيْ رِوَايَةٍ وَقِهٖ فِتْنَةَ الْقَبْرِ وَعَذَابَ النَّارِ قَالَ حَتّٰى تَمَنَّيْتُ اَنْ اَكُوْنَ اَنَا ذٰلِكَ الْمَيِّتَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ‏؏ وَعَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ

روایت ہے حضرت عوف ابن مالک سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جنازہ پر نماز پڑھی تو میں نے آپ کی دعا حفظ کرلی آپ فرماتے تھے الٰہی اسے بخش دے اور اس پر رحم کر اسے عافیت دے اسے معاف کر اس کی مہمانی اچھی فرما اس کی قبر فراخ کر اور اسے پانی برف اور اولے سے دھو دے[1] اور اسے خطاؤں سے ایسا صاف کردے جیسے تو سفید کپڑا میل سے صاف کرتا ہے[2] اور اسے اس کے گھر سے اچھا گھر اور اس کے گھر والوں سے اچھے گھر والے اور اس کی بیوی سے بہتر بیوی عطا فرما[3] اور اسے جنت میں داخل کر اور قبر اور آگ کے عذاب سے بچالے اور ایک روایت میں ہے اسے قبر کے فتنہ اور آگ کے عذاب سے بچالے فرماتے ہیں حتی کہ میں نے آرزو کی کہ یہ میت میں ہوتا[4] (مسلم) اور روایت ہے حضرت ابو سلمہ ابن عبدالرحمن سے کہ جب

پر کہ آپ نے یہ نہ فرمایا کہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے بلکہ سنت لغوی فرمایا یعنی یہ بھی ایک طریقہ ہے لہٰذا بجائے ثناء اور دعا کے یہ پڑھ لی جائے احناف بھی کہتے ہیں کہ بہ نیت ثناء و دعا الحمد پڑھنا جائز ہے بہ نیت تلاوت منع کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہیں ثابت نہیں ہوا کہ آپ نے جنازہ میں سورۂ فاتحہ پڑھی ہو سوائے اس کے کہ صحابہ کرام بھی جنازہ میں فاتحہ کی تلاوت نہ کرتے تھے چنانچہ مؤطا میں امام مالک عن نافع ہے کہ سیدنا عبداللہ ابن عمر نماز جنازہ میں تلاوت قطعًا نہیں کرتے تھے اسی مؤطا امام مالک میں ہے کہ کسی نے حضرت ابوہریرہ سے پوچھا کہ نماز جنازہ کیسے پڑھی جائے تو آپ نے فرمایا کہ جب جنازہ رکھا جائے تو پہلے تکبیر کہو اور خدا کی حمد کرو پھر درود شریف پڑھو پھر یہ دعا پڑھو اَللّٰهُمَّ عَبْدُكَ الخ بہرحال اس حدیث سے نماز جنازہ میں تلاوت فاتحہ پر دلیل پکڑنا باطل ہے مذہب احناف نہایت قوی ہے عینی شرح بخاری میں اسی جگہ ہے کہ حضرت عمر و علی و ابن عمر و ابوہریرہ صحابہ اور عطاء و طاؤس، سعید ابن مسیب، ابن سیرین، سعید ابن جبیر، شعبی اور مجاہد وغیرہ تابعین جنازہ میں فاتحہ کو منع کرتے تھے۔

[1] یہاں رب کی رحمت کو پانی برف اور اولے کہا گیا کیونکہ ٹھنڈے پانی سے نہانے میں دل کو خوشی دماغ کو فرحت جسم کی صفائی اور ان سب کو حاصل ہوتی ہے یعنی مولیٰ اسے دوزخ کی آگ میں تپا کر صاف نہ کر بلکہ معافی اور رحمت کے ٹھنڈے پانی سے۔

[2] سفید کپڑے کی صفائی دور سے محسوس ہوتی ہے اسی لیے سفید کپڑے کی تشبیہ دی گئی۔ [3] قیامت کے بعد اسے جنت میں گھر دے غلمان خدام دے اور حوریں اور دنیا کی بیوی جو وہاں حوروں سے بھی خوبصورت ہوگی اور جس میں دنیا کی سی تنک مزاجی کوئی خرابی نہ ہوگی وہ اسے نصیب کر لہٰذا اس دعا پر اعتراض نہیں کہ جنت میں دنیا کی عورتیں حوروں سے بھی اچھی ہوں گی پھر یہ الفاظ کیوں ارشاد فرمائے گئے۔ [4] تاکہ مجھے

عَائِشَةَ لَمَّا تُوُفِّيَ سَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ قَالَتْ أَدْخِلُوا بِهِ الْمَسْجِدَ حَتّٰى أُصَلِّيَ عَلَيْهِ فَأُنْكِرَ ذٰلِكَ عَلَيْهَا فَقَالَتْ وَاللّٰهِ لَقَدْ صَلّٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى ابْنَيْ بَيْضَاءَ فِي الْمَسْجِدِ سُهَيْلٍ وَأَخِيهِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ صَلَّيْتُ وَرَاءَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى امْرَأَةٍ مَاتَتْ فِي نِفَاسِهَا فَقَامَ وَسْطَهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنِ ابْنِ

سعد ابن ابی وقاص کی وفات ہوئی [1] تو حضرت عائشہ نے فرمایا انہیں مسجد میں لے آؤ تاکہ میں بھی ان پر نماز پڑھ سکوں [2] ان کا آپ پر اعتراض کیا گیا [3] تو آپ نے فرمایا اللہ کی قسم بیضا کے دو بیٹوں سہیل اور انکے بھائی پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں نماز پڑھی تھی [4] (مسلم) روایت ہے حضرت سمرہ ابن جندب سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ایک عورت پر نماز پڑھی جو اپنے نفاس میں فوت ہوئی تھی تو آپ اس کے درمیان کھڑے ہوئے [5] (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ابن عباس سے

[1] حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری دو عالم غیب ہو تیں معلوم ہوا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا اتنی آواز سے پڑھی جو قریب کے مقتدیوں نے سن لی [1] آپ کی وفات اپنے محل میں ہوئی جو مدینہ منورہ سے دس میل دور مقام عقیق میں تھا لوگ آپ کی میت اپنی گردنوں پر اٹھا کر مدینہ منورہ میں لائے تاکہ بقیع میں دفن کیا جائے یہ واقعہ امیر معاویہ کے زمانہ میں ہوا [2] یعنی ان کے جنازہ کی جماعت مسجد نبوی میں کراؤ تاکہ اپنے حجرے سے میں بھی اقتداء کرلوں اور نماز میں شریک ہو جاؤں [3] تمام صحابہ نے کہا کہ نماز جنازہ مسجد میں جائز نہیں، معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کے زمانہ میں کسی مسجد نہ کہ مسجد نبوی میں بھی نماز جنازہ نہ پڑھی جاتی تھی بلکہ وہ حضرات اس کو ناجائز جانتے تھے ورنہ انکار کیوں کرتے [4] ان لڑکوں کا نام سہیل اور سہل ہے ان کی ماں کا نام دعد بنت جحدم لقب بیضا ہے ان کے والد کا نام عمرو ابن وہب یا وہب ابن ربیعہ ہے جو مشہور بدری صحابی ہیں ان بچوں کا ان والد کے استقبال سے ۹ھ میں ہوا یہ بچے اپنی ماں کی نسبت سے مشہور ہیں، خیال رہے کہ مسجد میں نماز جنازہ احناف کے نزدیک مطلقاً مکروہ ہے میت مسجد میں ہو یا نہ ہو اس لیے کہ ابو داؤد وابن ماجہ میں بروایت حضرت ابوہریرہ ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو میت پر مسجد میں نماز پڑھے اس کو کوئی ثواب نہیں اور ایک روایت میں ہے فَلَا شَيْءَ لَهُ یعنی وہ کچھ نہیں، امام شافعی کے ہاں بلا کراہت جائز ہے اس حدیث کی وجہ سے ان کی دلیل صرف یہی حدیث ہے مگر ان کا یہ استدلال بہت کمزور ہے چند وجہ سے ایک یہ کہ تمام صحابہ کا حضرت عائشہ صدیقہ کے اس فرمان پر انکار کرنا اس بات کی قطعی دلیل ہے کہ وہ حضرات مسجد میں نماز جنازہ ناجائز جانتے تھے اور ان کے زمانہ میں اس کا رواج بالکل نہ تھا دوسرے یہ کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی صرف یہی جنازہ مسجد میں پڑھا اس کے سوا کوئی مسجد میں نہ پڑھا اگر مسجد میں جنازہ جائز ہوتا تو آپ سارے جنازے وہاں پڑھا کرتے تیسرے یہ کہ یہ جنازہ بھی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے بارش یا اپنے اعتکاف کی مجبوری کی وجہ سے پڑھا بحالت مجبوری احناف بھی اسے جائز کہتے ہیں چوتھے یہ کہ یہاں مسجد سے خارج مسجد مراد ہے اتنے احتمالات کے ہوتے ہوئے اس حدیث سے استدلال کرنا یقیناً ضعیف ہے (لمعات) [5] درمیان سے مراد کمر یا سینہ ہے دوسرے معنے زیادہ ظاہر ہیں خیال رہے کہ احناف کے نزدیک امام میت کے سینے کے مقابل کھڑا ہو میت مرد ہو یا عورت کیونکہ سینہ میں دل ہے اور دل میں ایمان اس لیے کہ امام محمد وزفر رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ ابو غالب فرماتے ہیں میں نے

عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِقَبْرٍ دُفِنَ لَيْلًا فَقَالَ مَتٰى دُفِنَ هٰذَا قَالُوا الْبَارِحَةَ قَالَ أَفَلَا آذَنْتُمُوْنِيْ قَالُوا دَفَنَّاهُ فِيْ ظُلْمَةِ اللَّيْلِ فَكَرِهْنَا أَنْ نُوْقِظَكَ فَقَامَ فَصَفَفْنَا خَلْفَهٗ فَصَلّٰى عَلَيْهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ امْرَأَةً سَوْدَاءَ كَانَتْ تَقُمُّ الْمَسْجِدَ أَوْ شَابٌّ فَفَقَدَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَ عَنْهَا أَوْ عَنْهُ فَقَالُوْا مَاتَ قَالَ أَفَلَا كُنْتُمْ آذَنْتُمُوْنِيْ قَالَ فَكَأَنَّهُمْ صَغَّرُوْا أَمْرَهَا أَوْ أَمْرَهٗ فَقَالَ دُلُّوْنِيْ عَلٰى قَبْرِهٖ فَدَلُّوْهُ فَصَلّٰى

کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی قبر پر گزرے جو رات میں دفن کیا گیا تھا فرمایا یہ کب دفن کیا گیا انہوں نے عرض کیا آج رات فرمایا تم نے مجھے اطلاع کیوں نہیں دی انہوں نے عرض کیا ہم نے اسے رات کے اندھیرے میں دفن کیا یہ ناپسند کیا کہ آپ کو جگائیں تو آپ کھڑے ہوئے ہم نے آپ کے پیچھے صفیں بنائیں آپ نے اس پر نماز پڑھی (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ ایک حبشی عورت یا مرد مسجد میں جھاڑو دیتے تھے اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے گم پایا تو اس عورت یا مرد کے متعلق پوچھا لوگوں نے عرض کیا کہ وہ فوت ہو گیا فرمایا تم نے مجھے اطلاع کیوں نہ دی تھی راوی کہتے ہیں کہ شاید انہوں نے اس کا معاملہ حقیر جانا فرمایا مجھے اس کی قبر بتاؤ لوگوں نے بتائی آپ نے اس قبر پر نماز پڑھی

حضرت انس کے پیچھے ایک جنازہ پڑھا تو آپ میت کے سینہ کے مقابل کھڑے ہوئے تھے امام شافعی کے ہاں مرد کے سر کے مقابل کھڑا ہو اور عورت کے سینہ کے مقابل ان کی دلیل یہ ہے مگر یہ استدلال کمزور ہے کیونکہ یہاں وسط سے مراد درمیان ہی ہے جو فرمایا سینہ کو اعضاء کے لحاظ سے سینہ ہی اوسط ہے کیونکہ سینہ کے اوپر ہاتھ اور سر ہے اور اس کے نیچے پیٹ اور پاؤں نیز ہو سکتا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سینہ کے مقابل کھڑے ہوں کمر کی طرف مائل، راوی نے اسے مقابل کمر سمجھ لیا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس میت پر نعش ولد ہو تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں سے آڑ بننے کے لیے کمر کے مقابل کھڑے ہو گئے ہوں تاکہ میت کا پردہ رہے ان احتمالات کے ہوتے ہوئے ان کا استدلال نہایت کمزور ہے (از مرقات و لمعات) اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ رات میں دفن جائز ہے دوسرے یہ کہ دفن میں جلدی کی جائے کہ اگر رات میں دفن ممکن ہو تو بلا وجہ دن ہونے کا انتظار نہ کیا جائے دیکھو صحابہ کرام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے انتظار میں بھی میت کو نہ رکھا بلکہ خود ہی اس پر نماز پڑھ کر دفن کر دیا تیسرے یہ کہ قبر پر نماز جائز ہے جب غالب یہ ہو کہ ابھی میت محفوظ ہو گی پھٹی نہ ہو گی چوتھے یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سارے مسلمانوں کے ولی ہیں رب فرماتا ہے اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ لہٰذا ولی کے علاوہ اور لوگ نماز پڑھ لیں تو ولی کو دوبارہ جنازہ پڑھنے کا حق ہے دیکھو صحابہ نے اس میت پر نماز پڑھ لی تھی مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ پڑھی صحابہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع ہو کر جب ام سعد کا انتقال ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے باہر تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہینہ کے بعد ان کی قبر پر نماز پڑھی (مرقات) مرقات نے فرمایا کہ اس قبر والے کا مبارک نام طلحہ ابن براء ابن عمیر بلوی ہے جو انصار کے حلیف تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جنازہ میں یہ دعا پڑھی کہ الٰہی تو ان سے راضی اور یہ تجھ سے راضی ہو سبحان اللہ اس خوش نصیبی کی کیا بات ہے ہم سب پر ہے کوئی ایسا نہیں ہو سکتا تم ایسے رحمۃ للعالمین ہو مرقات نے فرمایا کہ جواب عرض کرنے والے ابوبکر صدیق تھے اور اس شخص کا نام اسود رضی

عَلَيْهَا ثُمَّ قَالَ إِنَّ هٰذِهِ الْقُبُوْرَ مَمْلُوْءَةٌ ظُلْمَةً عَلٰى أَهْلِهَا وَإِنَّ اللّٰهَ يُنَوِّرُهَا لَهُمْ بِصَلٰوتِيْ عَلَيْهِمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَلَفْظُهٗ لِمُسْلِمٍ ٭ وَعَنْ كُرَيْبٍ مَوْلٰى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهٗ مَاتَ لَهُ ابْنٌ بِقُدَيْدٍ أَوْ بِعُسْفَانَ فَقَالَ يَا كُرَيْبُ انْظُرْ مَا اجْتَمَعَ لَهٗ مِنَ النَّاسِ قَالَ فَخَرَجْتُ فَإِذَا نَاسٌ قَدِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ فَأَخْبَرْتُهٗ فَقَالَ تَقُوْلُ هُمْ أَرْبَعُوْنَ قَالَ نَعَمْ قَالَ أَخْرِجُوْهُ فَإِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا مِنْ رَجُلٍ مُسْلِمٍ يَمُوْتُ فَيَقُوْمُ عَلٰى جَنَازَتِهٖ أَرْبَعُوْنَ رَجُلًا لَا يُشْرِكُوْنَ بِاللّٰهِ شَيْئًا إِلَّا شَفَّعَهُمُ اللّٰهُ فِيْهِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

پھر فرمایا کہ یہ قبریں اپنے میتوں پر تاریکی سے بھری ہیں اللہ میری نماز کی برکت سے انہیں نورانی کر دیتا ہے۔ ۱؎ (مسلم بخاری) الفاظ مسلم کے ہیں روایت ہے حضرت کریب ابن عباس کے مولیٰ سے ۲؎ وہ عبداللہ ابن عباس سے راوی کہ ان کا فرزند قدید یا عسفان میں وفات پا گیا ۳؎ تو آپ نے فرمایا کہ اے کریب دیکھو کتنے لوگ جمع ہو گئے فرماتے ہیں میں نکلا تو کچھ لوگ جمع ہو گئے تھے میں نے آپ کو خبر دی فرمایا کیا تم کہہ سکتے ہو کہ چالیس ہوں گے میں نے کہا ہاں۔ فرمایا میت کو لاؤ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ ایسا کوئی مسلمان نہیں جو مر جائے اس کے جنازے پہ چالیس آدمی کھڑے ہوں جو اللہ کا کوئی شریک نہ ٹھہراتے ہوں۔ اللہ ان کی سفارش اس میت کے بارے میں ضرور قبول فرماتا ہے ۴؎ (مسلم)

اللہ عنہم اجمعین ہوا۔ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ مسجد کی خدمت بیکار نہیں جاتی۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ جو خانۂ دل کی صفائی چاہتا ہے وہ خانۂ خدا کی صفائی کیا کرے۔ دوسرے یہ کہ اسلام میں کوئی حقیر نہیں لوگوں نے غریب جان کر اس کی موت کی خبر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دی مگر حق تعالیٰ نے ان کی قبر پر پہنچ کر اس کی خبر لی۔ امیر خسرو فرماتے ہیں شعر

کشتۂ عشقم مدد از لطف خود دریاب بہ، بر جنازہ گر نیائی بر مزارم خواہی آمد

تیسرے یہ کہ اہل قبور ساری قبریں اندھیری ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے پتہ لگا کہ آپ کی نماز اور آپ کی دعا بھی نور ہے جس کی قبر روشن ہوگی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے ہوگی۔ یہ احتمال روشنی قبر کا سبب ہے جیسے مسجد میں روشنی کرنا وغیرہ وہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے ہیں پہلے تھے بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی اپنی امت کے لیے تا قیامت باقی ہیں ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پردہ فرمانے کے بعد ساری قبریں اندھیری رہتیں۔ اشعۃ اللمعات نے یہاں فرمایا کہ یہاں صلوۃ بمعنی دعا ہے اسی لیے بعض لوگ ان احادیث کی بنا پر کہتے ہیں کہ نماز جنازہ کی تکرار ہو سکتی ہے مگر یہ غلط ہے ورنہ تا قیامت زائرین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ پر پہنچ کر آپ کی نماز جنازہ پڑھا کرتے۔ ولی کے نماز پڑھ لینے کے بعد اور کسی کو جنازہ پڑھنے کا حق نہیں دیکھو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر روز تک مسلسل نمازیں ہوتی رہیں مگر جب صدیق اکبر نے جو خلیفۃ المسلمین اور ولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے آپ پر نماز پڑھ لی پھر کسی نے نہ پڑھی۔

۲؎ کریب تابعی ہیں سیدنا ابن عباس کے آزاد کردہ غلام۔ ۳؎ قدید اور عسفان مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان مقامات ہیں۔ ۴؎ مرقات میں ہے کہ جہاں چالیس مسلمان جمع ہوں ان میں کوئی ولی ضرور ہوتا ہے جس کی دعا قبول ہوتی ہے اس کی برکت سے

وَعَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ مَيِّتٍ تُصَلِّيْ عَلَيْهِ اُمَّةٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ يَبْلُغُوْنَ مِائَةً كُلُّهُمْ يَشْفَعُوْنَ لَهٗ اِلَّا شُفِّعُوْا فِيْهِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ مَرُّوْا بِجَنَازَةٍ فَاَثْنَوْا عَلَيْهَا خَيْرًا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَبَتْ ثُمَّ مَرُّوْا بِاُخْرٰى فَاَثْنَوْا عَلَيْهَا شَرًّا فَقَالَ وَجَبَتْ فَقَالَ عُمَرُ مَا وَجَبَتْ فَقَالَ هٰذَا اَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِ خَيْرًا فَوَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ وَهٰذَا اَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِ شَرًّا فَوَجَبَتْ لَهُ النَّارُ اَنْتُمْ شُهَدَاءُ اللّٰهِ فِي الْاَرْضِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ

روایت ہے حضرت عائشہ سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ فرمایا ایسی کوئی میت نہیں جس پر مسلمانوں کی جماعت نماز پڑھے جو سو کو پہنچے وہ سب اس کی شفاعت کرتے ہیں مگر اس کے بارے میں ان کی شفاعت قبول ہوتی ہے [۱] (مسلم)

روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ لوگ جنازے پر گزرے جس کی لوگوں نے اچھی تعریف کی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا واجب ہوگئی پھر دوسرے جنازہ پر گزرے جس کی لوگوں نے برائی کی تو حضور نے فرمایا واجب ہوگئی حضرت عمر نے عرض کیا حضور کیا واجب ہوگئی فرمایا جس کی تم نے تعریف کی اس کے لیے جنت واجب ہوگئی اور جس کی تم نے برائی کی ہے اس کے لیے دوزخ واجب ہوگئی تم لوگ زمین میں اللہ کے گواہ ہو [۲] (مسلم، بخاری) اور ایک روایت میں ہے کہ

دوسروں کو بھی خیال رہے کہ یہ ذکر ولی تشریعی کا ہے، ولی تکوینی کی تعداد مقرر ہے کہ ہر زمانہ میں اتنے ابدال اتنے غوث اور ایک قطب عالم ہوں گے اور مسلمانوں سے مراد متقی مسلمان ہیں ورنہ میلاد اور تماشہ گاہوں میں سینکڑوں فساق ہوتے ہیں۔ یہ حدیث گزشتہ چالیس کی روایت کے خلاف نہیں ہو سکتا ہے کہ اولاً سو کی قید ہو پھر رب نے اپنی رحمت وسیع فرمادی ہو اور چالیس کی نماز پر بھی بخشش کا وعدہ فرمالیا ہو بعض روایات تو اور بھی امید افزا ہیں یہ سلسلہ یہ کہ اگر یہ پڑھنا فاتحہ قابل دین عقائد خلق اور مومن کی تعداد وغیرہ جانتا اس جگہ پر یہ ذکر یا اعتراض ہو سکتا ہے کہ سارے صحابہ عادل اور جنتی ہیں رب فرماتا ہے كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى پھر جنتی کیسے ہوگئی اور دوسرا اعتراض ہے کہ مردوں کو برا کہنا منع ہے پھر صحابہ نے اس دوسرے کو برا کیوں کہا جواب یہ کہ یہ جنازہ منافق اور فاسق کا تھا لہٰذا تمہارے منہ سے جس کے لیے جو نکلے اللہ کے ہاں وہی ہو جاتا ہے زبان خلق نقارہ خدا۔ اس کی تائید اس آیت سے ہے لِتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ [۳] اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ جسے عام مسلمان متقی طور پر ولی اللہ کہیں وہ واقعی ولی اللہ ہے رب تعالیٰ اولیاء اللہ کی علامت بیان فرماتا ہے لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ یعنی ان کے لیے دنیا میں بھی بشارتیں ہیں کہ عام مسلمان انہیں جنتی کہتے ہیں اور آخرت میں بھی کہ فرشتے انہیں جنتی کہیں گے لہٰذا حضور غوث پاک خواجہ اجمیری و داتا گنج بخش لاہوری مجدد الف ثانی نقشبندی اولیاء ہیں کہ انہیں مسلمان ولی کہتے ہیں ولایت کے ثبوت کے لیے قرآنی آیت کی ضرورت نہیں دوسرے یہ کہ جو کام مسلمان اچھا اور ثواب سمجھیں وہ واقعی اچھا ہے لہٰذا محفل میلاد شریف عرس بزرگان ختم خواجگان وغیرہ کار ثواب ہیں کہ انہیں عام مسلمین اولیاء و صالحین کار ثواب جانتے ہیں۔ خیال رہے کہ مسلمانوں کی گواہی سے مومنین صالحین کی گواہی مراد ہے جو محض للہ ہو اور سچے دل سے نکلتی ہے جس میں نفسانی بغض اور تکبر کو دخل نہیں جیسا کہ روافض صحابہ کو خوارج اہل بیت کو بعض بیدین علماء و صالحین کو برا کہتے ہیں وہ گواہی اس میں داخل نہیں خیال رہے کہ یہاں اَنْتُمْ میں صرف صحابہ سے خطاب نہیں بلکہ تا قیامت سارے نیک مومنوں سے جیسے لِتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ میں ہے یہ

الْمُؤْمِنُوْنَ شُهَدَاءُ اللّٰهِ فِي الْاَرْضِ. وَعَنْ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
اَيُّمَا مُسْلِمٍ شَهِدَ لَهُ اَرْبَعَةٌ بِخَيْرٍ اَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ قُلْنَا وَثَلٰثَةٌ قَالَ وَثَلٰثَةٌ قُلْنَا وَاثْنَانِ قَالَ وَاثْنَانِ
ثُمَّ لَمْ نَسْاَلْهُ عَنِ الْوَاحِدِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ. وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا
تَسُبُّوا الْاَمْوَاتَ فَاِنَّهُمْ قَدْ اَفْضَوْا اِلٰى مَا قَدَّمُوْا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ. وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَجْمَعُ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ مِنْ قَتْلٰى اُحُدٍ فِيْ ثَوْبٍ وَاحِدٍ ثُمَّ يَقُوْلُ اَيُّهُمْ اَكْثَرُ اَخْذًا
لِلْقُرْاٰنِ فَاِذَا اُشِيْرَ لَهُ اِلٰى اَحَدِهِمَا قَدَّمَهُ فِي اللَّحْدِ وَقَالَ اَنَا شَهِيْدٌ عَلٰى هٰؤُلَاءِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَاَمَرَ بِدَفْنِهِمْ

مومن زمین میں اللہ کے گواہ ہیں روایت ہے حضرت عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس مسلمان کی نیکی کی چار آدمی گواہی دیں گے اللہ اسے جنت میں داخل کرے گا ہم نے کہا اور تین، فرمایا اور تین بھی ہم نے کہا اور دو فرمایا اور دو بھی پھر ہم نے حضور سے ایک کے بارے میں نہ پوچھا (بخاری) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں کو برا نہ کہو وہ اپنے گزشتہ کیے تک پہنچ گئے (بخاری) روایت ہے حضرت جابر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہدائے احد میں سے ایک کپڑے میں دو کو جمع فرماتے تھے پھر فرماتے ان میں زیادہ قرآن کسے یاد ہے جب ایک کی طرف اشارہ کیا جاتا تو اسی کو قبر میں آگے رکھتے اور فرماتے کہ میں ان لوگوں پر قیامت میں گواہ ہوں گا اور انکو مع ان کے خونوں دفن

یعنی پہلے جملہ کی شرح ہے کہ وہاں انتم سے مراد صرف صحابہ نہ تھے بلکہ سارے مومنین ہیں یہ حدیث بہت ایمان افروز ہے کہ دو مسلمانوں کا بھی کسی کو اچھا کہنا اس کے جنتی ہونے کی علامت ہے رحمت والے نبی کی رحمت دیکھو کہ اس حدیث میں شر کا ذکر نہیں صرف خیر کا ذکر ہے یعنی ایک آدمیوں کے برا کہنے سے دوزخی نہ کہا جائے گا ہاں ان کے اچھا کہنے سے جنتی کہا جائے گا، مرقات نے فرمایا کہ شریعت میں گواہی کے نصاب دو ہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے وَاَشْهِدُوْا ذَوَيْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ تو جیسے دو گواہوں سے مقدمہ ثابت ہو جاتا ہے ایسے ہی دو کی گواہی سے جنتی ہونا ثابت ہو گا یہاں شیخ نے فرمایا کہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے نکلتا ہے وہی رب کے ہاں ہوتا ہے صحابہ کی عرض پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم گواہوں کی تعداد میں کمی کرتے گئے تو وہاں بھی کمی ہوتی گئی یعنی یہ نہ کہو کہ اب وہ دوزخی یا جنتی ہے اسی لیے علماء فرماتے ہیں کہ کفار کو بھی ان کے مرنے کے بعد کافر نہیں کہہ سکتے، ممکن ہے کہ وہ موت کے وقت مومن ہو گئے ہوں سوائے ابوجہل ابولہب وغیرہ کافروں کے جن کا کفر نص میں آ گیا [illegible] بلا ضرورت کے وقت برا کہنا عیب ہے [illegible] حدیث کی تحقیق کے لیے [illegible] کسی کو برا کہنا [illegible] اور کسی کے متعلق بے اعتبار منہ سے برائی نکل جانا [illegible] اَنْتُمْ شُهَدَاءُ اللّٰهِ کی حدیث کے خلاف نہیں [illegible] شہید [illegible] ایک چادر میں [illegible] کے اپنے کپڑے [illegible] لہذا اس سے لازم [illegible] اس وقت کپڑے کی بہت تنگی تھی [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ساری امت کے [illegible] گواہ ہیں لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں [illegible] الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ علم قرآن دنیا اور آخرت کی عزت کا ذریعہ ہے۔

بِدِمَائِهِمْ وَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِمْ وَلَمْ يُغَسَّلُوا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ. وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ أُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِفَرَسٍ مُعْرَوْرٍ فَرَكِبَهُ حِينَ انْصَرَفَ مِنْ جَنَازَةِ ابْنِ الدَّحْدَاحِ وَنَحْنُ نَمْشِي حَوْلَهُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ. اَلْفَصْلُ الثَّانِي. وَعَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کا حکم دیا اور نہ ان پر نماز پڑھی نہ ان کو غسل دیا گیا ۱؎ (بخاری) روایت ہے حضرت جابر ابن سمرہ سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ننگا گھوڑا لایا گیا جس وقت آپ ابن دحداح کے جنازے سے واپس ہوئے اور ہم آپ کے ارد گرد پیدل تھے ۲؎ (مسلم) دوسری فصل روایت ہے حضرت مغیرہ ابن شعبہ سے ۳؎ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

۱؎ اس پر تمام علماء متفق ہیں کہ شہید کو بغیر غسل خون سمیت دفن کیا جائے بدلے غسل دیا جائے مگر اس میں اختلاف ہے کہ اس پر نماز ہوگی یا نہیں۔ ہمارے ہاں شہید کی نماز ہے جیسا کہ بے شمار احادیث میں بجز خاص شہدائے احد کے متعلق طحاوی وغیرہ میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دس دس شہیدوں کو جمع کرکے ان پر نماز پڑھتے تھے مگر حضرت حمزہ کی میت اسی طرح ہر نماز میں شامل تھی یعنے ہر دفعہ نو شہید نئے لائے جاتے تھے دسویں حمزہ ہوتے تھے یہ حدیث حضرت عبداللہ ابن عباس، عبداللہ ابن زبیر، ابو مالک غفاری وغیرہم صحابہ سے مروی ہے (طحاوی) بعض روایات میں ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہ پر ستر بار نماز جنازہ پڑھی، مشکوٰۃ شریف میں ایک حدیث آ رہی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شہدائے احد پر ان کی شہادت کے آٹھ سال بعد اپنی وفات سے قریب بھی نماز جنازہ پڑھی نیز نماز جنازہ گناہ معاف کرانے کے لیے نہیں ہوتی ورنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز جنازہ نہ پڑھی جاتی بلکہ شرافت انسانی کے اظہار کے لیے ہے جس کا شہید بھی بعد جہاد زیادہ مستحق ہے امام شافعی کے ہاں شہید پر نماز نہیں ان کی دلیل یہ حدیث ہے مگر ان کا یہ استدلال بہت کمزور ہے چند وجہ سے ایک یہ کہ یہ حدیث نفی کی ہے اور ہماری پیش کردہ احادیث میں ثبوت نماز ہے لہذا ترجیح ثبوت کو ہوگی دوسرے یہ کہ خود جابر کی اپنی یہ روایت بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شہدائے احد کا جنازہ پڑھا (التلخیص) تعارض کی وجہ سے یہ حدیث قابل عمل نہیں، تیسرے یہ کہ یہاں اس حدیث کے معنی یہ ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص احد کے دن ان شہداء کی نماز نہ پڑھی کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس دن خود زخمی تھے دانت مبارک شہید ہو چکا تھا سر مبارک میں خود ٹوٹ کر گھس گیا تھا بمشکل نماز ادا کی، چوتھے یہ کہ حضرت جابر اس دن سخت پریشان تھے کیونکہ ان کے والد اور ماموں شہید ہو چکے تھے ان کی میتوں کو منتقل کرکے مدینہ پاک لے گئے تھے اس پریشانی اور مشغولیت کی وجہ سے آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز پر مطلع نہ ہو سکے، پانچویں یہ کہ حاکم نے بروایت حضرت جابر سے شہدائے احد کی نماز جنازہ اور ہر بار میں حضرت حمزہ کا رکھا رہنا نقل کیا ان وجوہات کے باعث اس حدیث سے استدلال کمزور ہے اس کی پوری تحقیق اس مقام پر لمعات و اشعہ و مرقات میں دیکھو۔ ۲؎ اس حدیث میں بعض لوگوں نے ابوالدحداح نقل کیا ہے مگر غلط ہے کیونکہ ابوالدحداح کا انتقال امیر معاویہ کے زمانہ میں ہوا ان ثابت ابن دحداح نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں وفات پائی، بعض شارحین نے کہا کہ ان کی کنیت بھی ابوالدحداح تھی۔ خیال رہے کہ میت کے ساتھ جاتے وقت گھوڑے پر سوار ہونے میں اختلاف ہے مگر واپسی میں بالاتفاق سوار ہونا جائز ہے ۳؎ آپ قبیلہ بنی ثقیف سے ہیں خندق کے سال ایمان لائے، امیر معاویہ کی

قَالَ الرَّاكِبُ يَسِيْرُ خَلْفَ الْجَنَازَةِ وَالْمَاشِيْ يَمْشِيْ خَلْفَهَا وَاَمَامَهَا وَعَنْ يَمِيْنِهَا وَعَنْ يَسَارِهَا قَرِيْبًا مِّنْهَا وَالسِّقْطُ يُصَلّٰى عَلَيْهِ وَيُدْعٰى لِوَالِدَيْهِ بِالْمَغْفِرَةِ وَالرَّحْمَةِ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَفِيْ رِوَايَةِ اَحْمَدَ وَالتِّرْمِذِيِّ وَالنَّسَائِيِّ وَابْنِ مَاجَةَ قَالَ الرَّاكِبُ خَلْفَ الْجَنَازَةِ وَالْمَاشِيْ حَيْثُ شَاءَ مِنْهَا وَالطِّفْلُ يُصَلّٰى عَلَيْهِ وَفِي الْمَصَابِيْحِ عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ زِيَادٍ وَعَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبَا بَكْرٍ وَّعُمَرَ يَمْشُوْنَ اَمَامَ الْجَنَازَةِ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاؤدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ وَاَهْلُ الْحَدِيْثِ كَاَنَّهُمْ يَرَوْنَهُ مُرْسَلًا

فرمایا سوار جنازے کے پیچھے ہی چلے ۲؎ اور پیدل اس کے آگے پیچھے، دائیں، بائیں اس کے قریب چلے ۳؎ اور گرے بچے پر نماز پڑھی جائے گی جس میں اس کے ماں باپ کے لیے بخشش اور رحمت کی دعا کی جائے گی (ابوداؤد) اور احمد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ کی روایت میں ہے کہ سوار جنازے کے پیچھے چلے اور پیدل جدھر چاہے اور بچے پر نماز پڑھی جائے اور مصابیح میں مغیرہ بن زیاد سے ہے۔ روایت ہے حضرت زہری سے وہ سالم سے وہ اپنے والد سے راوی ۱؎ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو جنازے سے آگے چلتے دیکھا ۲؎ (احمد، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ) ترمذی نے کہا کہ محدثین اسے مرسل سمجھتے ہیں ۳؎

طرف سے کوفہ کے گورنر رہے ستر سال عمر پائی ۵۰ھ میں کوفہ میں وفات پائی آپ سے بہت احادیث مروی ہیں ۲؎ یعنی پیدل جنازے میں شرکت کرنے والا اور سوار ہو سکتا ہے جنازے پیدل جانا افضل ہے مگر سوار میت کے آگے نہ چلے اور پیدل جانے والے کو بھی پیچھے چلنا افضل ہے لیکن آگے چلنا بھی جائز آج کل میت کے آگے نعت خوانی ہوتی جاتی ہے اور نعت خواں میت کے آگے چلتے ہیں یہ جائز ہے میت سے قریب رہنا اس لیے افضل ہے کہ بوقت ضرورت مدد کرنے میں بھی آسانی رہے گی اور عبرت زیادہ ہوگی ۳؎ جبکہ زندہ پیدا ہو اور جیسا کہ حضرت جابر کی روایت آگے آرہی ہے اس کی زندگی رونے یا حرکت سے معلوم ہو اگر مردہ بچہ پیدا ہوا ہے تو اس کی نماز جنازہ نہیں امام احمد کے نزدیک اگر چار ماہ یا زیادہ کا بچہ ساقط ہوا ہے تو اگرچہ مردہ پیدا ہوا اس پر نماز جنازہ ہے وہ اسی حدیث کے اطلاق سے دلیل پکڑتے ہیں ہماری دلیل اشتہ آرہی ہے وہ حدیث اس حدیث کی شرح ہے اور یہ حدیث بظاہر ان کے بھی خلاف ہے کہ اس میں چار ماہ کی قید نہیں لہٰذا اس فرمان کو چار مہینے کے بچے پر محمول کیا جائے تو بھی تم ہیں اس کے ماں باپ کیلئے مغفرت اور تمام کیلئے بچے کے شفیع ہونے کی دعا کی جاتی ہے پہلے دعا گذر چکی ہے بہت جامع ہے جس میں بچے کے والدین اور تمام مسلمانوں کیلئے دعا ہے ۱؎ آپ کے والد سیدنا عبداللہ ابن عمر یعنی سالم سیدنا فاروق اعظم کے پوتے ہیں ثقہ تابعی ہیں ۲؎ یعنی جنازے کے پیچھے چلنا افضل ہے کہ جنازے پر نظر رہے عبرت نیز بوقت ضرورت مدد کرنے میں آسانی ہو جیسا کہ اگلی حدیث سے معلوم ہو رہا ہے اس جگہ مرقات نے فرمایا کہ جنازے کیساتھ بلند آواز سے ذکر مکروہ ہے آہستہ ذکر کریں، فقیر کہتا ہے کہ اس زمانہ میں ذکر بالجہر نعت خوانی وغیرہ بہتر ہے ورنہ لوگ دنیاوی باتیں، ہنسی مذاق وغیرہ کرتے جاتے ہیں اس کی بحث ہماری کتاب جاء الحق حصہ اول میں دیکھو ۳؎ یعنے سالم حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہیں ان کی

وعن عبد الله بن مسعود قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الجنازة متبوعة ولا تتبع ليس معها من تقدمها رواه الترمذي وابو داود وابن ماجة وقال الترمذي وابو ماجد الراوي رجل مجهول ۔ وعن ابي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من تبع جنازة وحملها ثلث مرار فقد قضى ما عليه من حقها رواه الترمذي وقال هذا حديث غريب وقد روي في شرح السنة ان النبي صلى الله عليه وسلم حمل جنازة سعد بن معاذ بين العمودين ۔ وعن ثوبان قال خرجنا مع النبي صلى الله عليه وسلم في جنازة فراى ناسا ركبانا

روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جنازے کے پیچھے رہا جاتا ہے اسے پیچھے نہیں رکھا جاتا اور جو اس کے آگے رہے وہ اس کے ساتھ ہی نہیں (ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ) ترمذی نے فرمایا ابو ماجد راوی مجہول آدمی ہیں۔ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو جنازے کے پیچھے گیا اور اسے تین بار کندھا دیا اس نے میت کا حق ادا کر دیا جو اس پر تھا (ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے اور شرح سنت میں روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد ابن معاذ کا جنازہ دو لکڑیوں کے درمیان اٹھایا۔ روایت ہے حضرت ثوبان سے فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جنازہ میں گئے تو آپ نے کچھ لوگوں کو سوار دیکھا

روایت میں عبداللہ ابن مسعود نہیں، ابن مالک نے فرمایا کہ اس کی اسناد قوی نہیں مگر یہ حدیث امام اعظم کی دلیل ہے کہ جنازے سے پیچھے رہنا بہتر ہے گزشتہ حدیث بیان جواز کے لیے تھی نیز وہ حضور کا عمل تھا اور یہ قولی حکم ہے لہذا اس حدیث کو ترجیح ہے۔ مگر ابو ماجد کا مجہول ہونا امام ابوحنیفہ کو کچھ مضر نہیں کیونکہ یہ امام اعظم کے بعد اس اسناد میں شامل ہوئے امام اعظم کو یہ حدیث صحیح اسناد سے ملی تھی امام ترمذی کو مجہول راوی کے ذریعہ ملی۔ جنازے کے پیچھے چلنے کی بہت احادیث ہیں چنانچہ ابن ابی شیبہ نے عبدالرحمن ابن ابزیٰ سے روایت کی کہ میں ایک جنازے میں تھا دیکھا کہ حضرت ابوبکر و عمر تو جنازے سے آگے چل رہے تھے اور حضرت علی پیچھے، میں نے حضرت علی سے پوچھا کہ آپ پیچھے کیوں چل رہے ہیں فرمایا کہ وہ دونوں بزرگ جانتے ہیں کہ پیچھے چلنا افضل ہے جیسے جماعت کی نماز تنہا نماز سے افضل لیکن یہ آسانی اور لوگوں کو سہولت پہنچانے کے لیے وہ حضرات آگے چل رہے ہیں غرضکہ پیچھے چلنے کی بہت سی احادیث ایسی ہی ملی ہیں۔ یعنی میت کے ساتھ جانا حق اسلامی ہے یہ پورا پورا جب ادا ہوگا جب اسے کندھا بھی دے اس طرح کہ ایک بار پہلا کندھا پھر کچھ آرام سے پھر ترتیب سے چاروں کندھے پھر کچھ آرام سے پھر چاروں کندھے دے، اس سے زیادہ دے تو اس کی خوشی، آئندہ ہم عرض کریں گے کہ مسنون کندھا کس طرح ہے۔ سے کندھے پر میت کو رکھا تو اس طرح کہ جنازے کی آگے والی ڈنڈی پر ایک آدمی تھا اور پچھلی والی پر دو، امام شافعی کے ہاں اٹھاتے وقت یہی طریقہ بہتر ہے

ہمارے ہاں اٹھاتے وقت بھی چاروں طرف سے افضل اور لے جاتے وقت بھی سب کے ہاں چاروں کا افضل ہے اس کی بہت

سی روایات موجود ہیں وہاں جگہ میں تنگی ہوگی اس لیے ایسا کیا گیا اب بھی دروازہ تنگ

ہونے پر دو آدمی ہی جنازہ نکالتے ہیں ۔

فقال الا تستحیون ان ملائکۃ اللہ علی اقدامھم وانتم علی ظھور الدواب رواہ الترمذی وابن ماجۃ وروی ابوداؤد نحوہ قال الترمذی وقد روی عن ثوبان موقوفا ۔ وعن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قرأ علی الجنازۃ بفاتحۃ الکتاب رواہ الترمذی وابوداؤد وابن ماجۃ وعن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا صلیتم علی المیت فاخلصوا لہ الدعاء رواہ ابوداؤد وابن ماجۃ ۔ وعنہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا صلی علی الجنازۃ قال اللھم اغفر لحینا ومیتنا وشاھدنا وغائبنا وصغیرنا وکبیرنا

تو فرمایا کیا حیا نہیں کرتے کہ اللہ کے فرشتے پیدل ہیں اور تم گھوڑوں کی پشتوں پر ۱؎ (ترمذی، ابن ماجہ) اور ابوداؤد نے اس کی مثل ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حضرت ثوبان سے موقوفاً بھی منقول ہے ۲؎ روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنازے پر سورۂ فاتحہ پڑھی (ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ) ۳؎ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میت پر نماز پڑھو تو اس کے لیے خلوص دل سے دعا کرو ۴؎ (ابوداؤد، ابن ماجہ) ۵؎ روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب جنازے پر نماز پڑھتے تو کہتے الٰہی ہمارے زندوں، مردوں، حاضر، غائب، چھوٹوں

۱؎ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جنازے کے ساتھ پیدل چلنا چاہیے سواری پر نہ جائے۔ یہ حدیث معذور کے لیے نہیں لہذا احادیث میں تعارض نہیں لنگڑا بیمار سوار ہو کر جا سکتا ہے۔ خیال رہے کہ یہاں فرشتوں سے مراد وہ رحمت یا عذاب کے فرشتے ہیں جو مومن یا کافر میت کے ساتھ ہوتے ہیں ورنہ کاتبین اور محافظین فرشتے ہر انسان کے ساتھ رہتے ہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ ہر وقت عالم غیب پر رہتی ہے جن چیزوں کو دوسرے نہیں دیکھ سکتے انہیں بھی ملاحظہ فرماتے ہیں دیکھو صحابہ فرشتوں کو نہیں دیکھ رہے تھے مگر ان کو ادب کا حکم دیا گیا لہذا ذکر خیر اور میلاد کی مجلسوں میں کھڑا ہونا بہتر ہے۔ بعض بزرگوں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان موقعوں پر تشریف لاتے دیکھا ہے۔ ۲؎ حضرت ثوبان نے یہ لوگوں سے خود کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت نہ کی۔ ۳؎ اس مسئلہ کی پوری تحقیق پہلے ہو چکی کہ یہ حدیث مجمل ہے اس میں یہ ذکر نہیں کہ نماز کے اندر پڑھی یا بعد نماز ایصال ثواب کے لیے اور اگر اندر پڑھی تو کس تکبیر کے بعد پڑھی اور تلاوت کی حیثیت سے پڑھی یا دعا کے لیے۔ اتنے احتمالات کے ہوتے حدیث پر عمل ناممکن ہے۔ نیز یہ حدیث مرفوع سخت ضعیف ہے چنانچہ ترمذی نے فرمایا کہ اس کی اسناد قوی نہیں وجہ یہ ہے کہ اس میں ابراہیم ابن عثمان واسطی ہے جو ضعیف اور منکر الحدیث ہے۔ حق یہ ہے کہ اس کے بارے میں حدیث مرفوع صحیح آئی ہی نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جنازہ میں سورۂ فاتحہ پڑھنا کہیں ثابت نہیں۔ ابوداؤد نے یہ حدیث مرفوعاً نقل نہیں کی بلکہ عبداللہ ابن عباس کا اپنا قول نقل کیا لہذا صاحب مشکوٰۃ رحمۃ اللہ علیہ کا اس حدیث مرفوع کو ابوداؤد کی طرف نسبت کرنا صحیح نہیں (مرقات) ۴؎ اس حدیث کے دو معنی ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ نماز جنازہ میں خالص دعا کرو تلاوت قرآن، ذکر و حمد و ثناء، درود و دعا کے مقدمات میں سے ہے اس صورت میں یہ حدیث امام اعظم کی دلیل ہے کہ نماز جنازہ میں تلاوت قرآن ناجائز ہے۔ دوسرے یہ کہ جب تم نماز جنازہ پڑھو تو میت

فرشتوں کا ادب

وذکرنا وانثانا اللّٰھم من احییتہ منا فاحیہ على الاسلام ومن توفیتہ منا فتوفہ على الایمان اللّٰھم لا تحرمنا اجرہ ولا تفتنا بعدہ رواہ ابوداؤد والترمذی وابن ماجۃ ورواہ النسائی عن ابراھیم الاشھلی عن ابیہ وانتھت روایتہ عند قولہ وانثانا وفی روایۃ ابی داؤد واحیہ على الایمان وتوفہ على الاسلام وفی آخرہ ولا تضلنا بعدہ۔ وعن واثلۃ ابن الاسقع قال صلى بنا رسول اللّٰہ صلى اللّٰہ علیہ وسلم على رجل من المسلمین فسمعتہ یقول اللّٰھم ان فلان بن فلان فی ذمتک وحبل جوارک فقہ من فتنۃ القبر وعذاب النار وانت اھل الوفاء والحق اللّٰھم اغفر لہ وارحمہ انک انت الغفور الرحیم رواہ ابوداؤد

اور مردوں اور عورتوں کو بخش دے الٰہی تو ہم میں سے جسے زندہ رکھے تو اسلام پر زندہ رکھ اور ہم میں سے جسے موت دے تو اسے ایمان پر موت دے الٰہی ہمیں اس کے ثواب سے محروم نہ کر اور اس کے بعد ہمیں فتنہ میں نہ ڈال (احمد، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ) اور نسائی نے ابراہیم اشہلی سے انہوں نے اپنے والد سے روایت کی وانثانا پر ختم ہوگئی اور ابوداؤد کی ایک روایت میں ہے کہ اسے ایمان پر زندہ رکھ اور اسلام پر موت دے اور اس کے آخر میں ہے کہ اس کے بعد ہمیں گمراہ نہ کرنا روایت ہے حضرت واثلہ ابن اسقع سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مسلمان آدمی پر نماز پڑھائی، میں نے آپ کو یہ کہتے سنا کہ الٰہی فلاں کا بیٹا فلاں تیرے ذمہ اور تیرے قرب کے عہد میں ہے تو اسے قبر کے فتنہ اور آگ کے عذاب سے بچالے تو وفا اور حق والا ہے۔ الٰہی اسے بخش دے اور اس پر رحم کر بے شک تو بخشنے والا مہربان ہے۔

۱؎ یعنی خلوص دل سے دعا مانگو اس سے معلوم ہوا کہ دعا بعد نماز جنازہ کا ثبوت ہوگا خیال رہے کہ دعا بعد نماز جنازہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہے اور سنت صحابہ بھی چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شاہ حبشہ نجاشی کی نماز جنازہ پڑھی اور بعد میں دعا مانگی حضرت عبداللہ ابن سلام ایک جنازہ پر پہنچے نماز ہو چکی تھی تو آپ نے حاضرین سے فرمایا کہ نماز تو پڑھ چکے میرے ساتھ مل کر دعا تو مانگو اس کی تحقیق ہماری کتاب جاء الحق حصہ اول میں دیکھو۔ ہمارے اس بار دعا سے شاید اس کی صورت یہ ہے کہ سلام کے بعد یونہی کھڑے کھڑے دعا مانگی جائے جس سے آنے والے کو نماز کا دھوکا ہو بلکہ صفیں توڑ کر دعا مانگی جائے جس سے بار بار نماز دہرانے کا وہم نہ ہو۔ ۲؎ اس کا مقصد دعا کو عام کرنا ہے یعنی صرف میت کے لیے دعا نہ کرے بلکہ سارے زندوں مردوں کے لیے دعا کرے کہ اس سے معلوم ہوا کہ گذشتہ حدیث شریف میں جو آیا تھا کہ اَخْلِصُوْا لَهُ الدُّعَاءَ اس کے معنی یہ نہیں تھے کہ صرف میت ہی کو دعا کرے اور کو شامل نہ کرے جیسا کہ بعض شارحین نے سمجھا بلکہ اس کے معنی وہ ہیں جو ہم نے وہاں عرض کر دیئے۔ ۳؎ یعنی ایمان کے ثواب سے محروم نہ کر اور ایمان کے بعد ہمیں فتنہ میں نہ ڈال یا میت پر صبر کے اجر سے محروم نہ کر اور توفیق دے کہ ہم بے صبری کر کے فتنہ میں نہ پڑ جائیں چونکہ اسلام میں عقیدہ، کلمہ شہادت، اعمال سب شامل ہیں اس لیے زندگی اسلام پر مانگی گئی اور ایمان صرف عقائد کا نام ہے اس لیے موت ایمان پر مانگی کیونکہ اس وقت اعمال نہیں ہو سکتے۔ ۴؎ یہاں اسلام اور ایمان ہم معنی ہیں یعنی دین حق صرف عبادت کا فرق ہے اس میں خطرہ نہیں

وابن ماجه. وعن ابن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذكروا محاسن موتاكم وكفوا عن مساويهم رواه ابو داود والترمذي. وعن نافع ابي غالب قال صليت مع انس بن مالك على جنازة رجل فقام حيال راسه ثم جاؤا بجنازة امراة من قريش فقالوا يا ابا حمزة صل عليها فقام حيال وسط السرير فقال له العلاء بن زياد هكذا رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم قام على الجنازة مقامك منها ومن الرجل مقامك منه قال نعم رواه الترمذي وابن ماجه وفي رواية ابي داود نحوه مع زيادة وفيه فقام عند

(ابوداؤد، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مُردوں کی خوبیاں بیان کرو اور ان کی برائیوں سے باز رہو ملہ (ابوداؤد، ترمذی) روایت ہے حضرت نافع ابی غالب سے ملہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس ابن مالک کے ساتھ ایک مرد کے جنازے پر نماز پڑھی ملہ تو آپ اس کے سر کے مقابل کھڑے پھر لوگ ایک قریشی عورت کا جنازہ لائے بولے اے ابو حمزہ اس پر نماز پڑھیے تو آپ درمیان تخت کے مقابل کھڑے ہوئے تو ان سے علاء ابن زیاد نے عرض کیا کہ کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جنازہ پر ایسے ہی کھڑے ہوتے دیکھا جیسے آپ مرد اور عورت کے جنازے پر کھڑے ہوئے فرمایا ہاں ملہ (ترمذی، ابن ماجہ) اور ابوداؤد کی روایت میں اس کی مثل ہے کچھ زیادتی کے ساتھ اور اس میں یہ بھی ہے

اور میت کے لیے دعا ہے یہ بھی جائز ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے گذشتہ عام عادی پڑھی اور اس کے بعد یہ بھی قریب ... سے عذاب یا قرآن شریف سے پڑھا ایمان یعنی بندہ مومن ہے قرآن کا ماننے والا رب تعالیٰ فرماتا ہے وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا اور قبر وہاں کے امتحان کی ناکامی ہے اور آگ کا عذاب دوزخ کا عذاب ہے خواہ قبر میں ہو یا دوزخ میں خیال رہے کہ یہ دعا مستحب ہے ملہ یعنی مسلمانوں کی بعد موت اچھائیاں بھی بیان کیا کرو کہ نیکیوں کے ذکر سے رحمت اترتی ہے ان کی برائیاں بیان کرنے سے باز رہو کیونکہ مردے کی غیبت زندہ کی غیبت سے سخت تر ہے کہ زندہ سے معافی مانگی جاسکتی ہے مردے سے نہیں، اسی لیے علماء فرماتے ہیں کہ اگر غسال مردے پر کوئی نیک علامت دیکھے خوشبو یا چہرے کا نور، تو لوگوں میں چرچا کرے، اور اگر بری علامت دیکھے جیسے بدبو یا چہرے کا بگڑ جانا تو اس کا کسی سے ذکر نہ کرے، ایسے ہی حکم ... کسی کی مرنا ہے، نہ معلوم ہمارا کیا حال ہو، ہاں بے دینوں کی برائی ضرور کرے تاکہ لوگ بے دینی سے بچیں، اس کی شرح پہلے گذر چکی ہے ... کہ ان کی برائی ... ظاہر کرنا ... ملہ آپ تابعی ہیں ... آپ کی کنیت ابو غالب ... مشہور تابعی نہیں یعنی عبداللہ ابن عمر کے غلام ملہ یہ مرد سیدنا عبداللہ ابن عمر تھے جن کی نماز سیدنا انس نے پڑھائی تھی ... اس حدیث پر امام شافعی کا عمل ہے ان کے ہاں امام مرد کے سر کے مقابل اور عورت کی کمر کے مقابل کھڑا ہو اور امام مالک کے ہاں مرد کی کمر کے مقابل کھڑا ہو اور عورت کے کندھے کے مقابل ہاں سے ... مرد ہو یا عورت سب کے سینہ کے مقابل کھڑا ہو ... اس کی پوری تحقیق ... اور مذہب حنفی کی ترجیح ابھی اسی باب میں گذر چکی کہ یہ حدیث امام اعظم کی روایت کے خلاف ہے ابو غالب فرماتے ہیں کہ میں نے

عجيزة المرأة. الفصل الثالث عن عبد الرحمن بن أبي ليلى قال كان سهل بن حنيف وقيس بن سعد قاعدين بالقادسية فمر عليهما بجنازة فقاما فقيل لهما إنها من أهل الأرض أي من أهل الذمة فقالا إن رسول الله صلى الله عليه وسلم مرت به جنازة فقام فقيل له إنها جنازة يهودي فقال أليست نفسا متفق عليه. وعن عبادة بن الصامت قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا اتبع جنازة لم يقعد حتى توضع في اللحد فعرض له حبر من اليهود فقال له إنا هكذا نصنع يا محمد قال فجلس رسول الله صلى الله عليه وسلم وقال خالفوهم رواه الترمذي وأبو داود وابن ماجة وقال الترمذي هذا

جبکہ آپ عورت کے سرین کے مقابل کھڑے ہوگئے تیسری فصل روایت ہے حضرت عبدالرحمن ابن ابی لیلیٰ سے فرماتے ہیں کہ حضرت سہل ابن حنیف اور قیس ابن سعد قادسیہ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ان پر جنازہ گزرا تو دونوں صاحب کھڑے ہوگئے ان سے کہا گیا کہ یہ جنازہ زمین والے یعنی ذمی کافر کا ہے تو انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک جنازہ گزرا آپ کھڑے ہوگئے عرض کیا گیا کہ یہ تو یہودی کا جنازہ ہے فرمایا کیا یہ جان نہیں ہے (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت عبادہ ابن صامت سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی جنازے کے ساتھ جاتے تو نہ بیٹھتے حتی کہ میت قبر میں رکھ دی جاتی آپ کے سامنے ایک یہودی پادری آیا عرض کیا کہ اے محمد ہم بھی ایسا ہی کرتے ہیں فرمایا کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے اور فرمایا کہ ان کی مخالفت کرو (ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ) اور ترمذی نے کہا کہ

حضرت انس نے پیچھے نماز پڑھی آپ میت کے سینہ کے مقابل کھڑے ہوئے تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میت اور پیچھے والے مقتدیوں کے درمیان آڑ بن جائیں اور میت کو پردہ ہے کیونکہ میت نعش میں ہے اگرچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس جگہ کھڑا ہونا خصوصی واقعہ ہے مگر وہ بھی ایک مدرک ہو رہی ہے ایک مشہور بستی ہے ملک عراق میں خلافت فاروقی میں شہادت پائی فاروق اعظم سے چھ سال پہلے پیدا ہوئے کوفہ میں قیام رہا ایک سو بیس انصار صحابہ سے ملاقات ہے کہ قادسیہ کوفہ سے پندرہ میل فاصلہ پر مشہور مقام ہے جو خلافت فاروقی میں فتح ہوا یعنی مگر اللہ ظاہر یہ ہے کہ یعنی کافر کی روح کا کوئی احترام نہیں اس کے لیے تو آسمان کے دروازے نہیں کھلتے تو آپ کافر کے جسم کی تعظیم کیوں کرتے ہیں اور اس کے لیے کیوں کھڑے ہوتے ہیں خیال رہے کہ اس زمانہ میں اہل ذمہ اہل ارض ہی تھے یعنی زمین بونے جوتنے والا یا کاشتکار زمین میں کام کرنے والا اس وقت بہترین پیشہ جہاد تھا یا تجارت رب تعالیٰ فرماتا ہے وَلٰكِنَّهٗۤ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ یعنی انسانی جان ہے جس کی موت سے عبرت پکڑنا چاہیے لہذا قیام اس کی تعظیم کے لیے نہیں بلکہ اظہار عبرت کے لیے ہے خیال رہے کہ میت کے لیے کھڑا ہونا منسوخ ہے ان بزرگوں کو قیام کی خبر نہ پہنچی ہوگی اس لیے کھڑے ہوئے اس سے معلوم ہوا کہ کفار کی مشابہت سے بچنا چاہیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ بیٹھنا کھڑا رہنا صرف اس لیے چھوڑا کہ یہود کا شعار تھا خیال رہے کہ مشابہت اور چیز ہے موافقت کچھ اور چیز حدیث شریف میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اہل کتاب کی موافقت

حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَبِشْرُ بْنُ رَافِعٍ الرَّاوِي لَيْسَ بِالْقَوِيِّ. وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى
اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَنَا بِالْقِيَامِ فِي الْجَنَازَةِ ثُمَّ جَلَسَ بَعْدَ ذٰلِكَ وَأَمَرَنَا بِالْجُلُوْسِ رَوَاهُ أَحْمَدُ. وَعَنْ
مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ قَالَ إِنَّ جَنَازَةً مَرَّتْ بِالْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ وَابْنِ عَبَّاسٍ فَقَامَ الْحَسَنُ وَلَمْ يَقُمْ
ابْنُ عَبَّاسٍ فَقَالَ الْحَسَنُ أَلَيْسَ قَدْ قَامَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِجَنَازَةِ يَهُوْدِيٍّ قَالَ
نَعَمْ ثُمَّ جَلَسَ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ. وَعَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ كَانَ
جَالِسًا فَمُرَّ عَلَيْهِ بِجَنَازَةٍ فَقَامَ النَّاسُ حَتّٰى جَاوَزَتِ الْجَنَازَةُ فَقَالَ الْحَسَنُ إِنَّمَا مُرَّ بِجَنَازَةِ يَهُوْدِيٍّ
وَكَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى طَرِيْقِهَا جَالِسًا فَكَرِهَ أَنْ تَعْلُوَ رَأْسَهٗ جَنَازَةُ يَهُوْدِيٍّ
فَقَامَ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ. وَعَنْ أَبِيْ مُوْسٰى أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا مَرَّتْ

یہ حدیث غریب ہے اور بشر ابن رافع راوی قوی نہیں ہے روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم
کو جنازے کے لیے کھڑے ہونے کا حکم دیا تھا اس کے بعد پھر آپ بیٹھنے لگے اور ہمیں بھی بیٹھ رہنے کا حکم دیا (احمد) روایت
ہے حضرت محمد ابن سیرین سے فرماتے ہیں کہ ایک جنازہ حضرت حسن ابن علی اور ابن عباس پر گزرا تو حسن کھڑے ہو گئے ابن عباس نہ
کھڑے ہوئے امام حسن نے فرمایا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہودی کے جنازے کے لیے نہ کھڑے ہوئے فرمایا ہاں پھر بیٹھنے
لگے تھے (نسائی) روایت ہے حضرت جعفر ابن محمد سے وہ اپنے والد سے راوی کہ حضرت حسن ابن علی بیٹھے تھے کہ آپ
پر جنازہ گزرا تو لوگ کھڑے ہو گئے حتی کہ جنازہ آگے بڑھ گیا تب حضرت حسن نے فرمایا کہ ایک یہودی کا جنازہ گزر رہا تھا جس
راستہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے تھے آپ نے یہ ناپسند کیا کہ یہودی کا جنازہ آپ کے سر سے اونچا ہو اس لیے
کھڑے ہو گئے تھے (نسائی) روایت ہے حضرت ابوموسیٰ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

پسند فرماتے تھے مشرکین مکہ کے مقابلے میں تھا اور موافقت کے طور پر تھا کہ شباہت کے جیسے مشرکین بالوں میں کنگھی کرتے تھے اہل
کتاب کرتے تھے تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے کنگھی کرنا پسند فرمایا لہٰذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ حکم اسلامی کے مقابلہ میں یہود و نصاریٰ کی
بیت کرنا جرم ہے اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو اپنی وضع قطع صورت سیرت عیسائیوں کی سی رکھتے ہیں دوسرے یعنی جنازے کے احترام
یا ہیبت کے لیے یعنی کھڑا ہونا اولاً اسلام میں واجب تھا اب یہ وجوب منسوخ ہو گیا اور استحباب بھی باقی ہے پہلا امر وجوبی ہے دوسرا اباحت کا بعض علماء
اس قیام کو مکروہ فرماتے ہیں یعنی تنزیہی یعنی کھڑا ہونا باعث ثواب نہیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل میں مگر یہ تائید کا ہے لہٰذا اکثر ہے
حضرت ابن عباس نے امام حسن پر اعتراض نہ کیا معلوم ہوا قیام بھی جائز ہے آپ کا نام جعفر لقب امام صادق ہے والد کا نام محمد لقب امام باقر کے والد کا نام
علی اوسط لقب امام زین العابدین ہے حادثہ کربلا سے حضرت امام زین العابدین ہی بچ کر آئے تھے حسینی سادات آپ ہی کی نسل پاک سے ہیں امام حسین کے
بیٹے تھے یعنی جنازہ سے علیحدہ تھا آپ نہ کھڑے ہوئے کیونکہ آپ اس قیام کے نسخ سے واقف ہو چکے تھے لہٰذا یہ روایت گزشتہ کے خلاف نہیں

بِكَ جَنَازَةُ يَهُودِيٍّ أَوْ نَصْرَانِيٍّ أَوْ مُسْلِمٍ فَقُومُوا لَهَا فَلَسْتُمْ لَهَا تَقُومُونَ إِنَّمَا تَقُومُونَ لِمَنْ مَعَهَا مِنَ الْمَلَائِكَةِ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَعَنْ أَنَسٍ أَنَّ جَنَازَةً مَرَّتْ بِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ فَقِيلَ إِنَّهَا جَنَازَةُ يَهُودِيٍّ فَقَالَ إِنَّمَا قُمْتُ لِلْمَلَائِكَةِ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَعَنْ مَالِكِ بْنِ هُبَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَمُوتُ فَيُصَلِّي عَلَيْهِ ثَلَاثَةُ صُفُوفٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ إِلَّا أَوْجَبَ فَكَانَ مَالِكٌ إِذَا اسْتَقَلَّ أَهْلَ الْجَنَازَةِ جَزَّأَهُمْ ثَلَاثَةَ صُفُوفٍ لِهَذَا الْحَدِيثِ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَفِي رِوَايَةِ التِّرْمِذِيِّ قَالَ كَانَ مَالِكُ بْنُ هُبَيْرَةَ

جب یہودی یا عیسائی یا مسلمان کا جنازہ تم پر گزرے تو تم کھڑے ہو جاؤ تم اس کے لیے نہیں کھڑے ہوتے بلکہ اس کے ساتھ والے فرشتوں کے لیے کھڑے ہوتے ہو ۱؎ (احمد) روایت ہے حضرت انس سے کہ ایک جنازہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر گزرا آپ کھڑے ہوگئے عرض کیا گیا کہ یہ تو یہودی کا جنازہ ہے فرمایا کہ ہم فرشتوں کے لیے کھڑے ہوئے ۲؎ (نسائی) روایت ہے حضرت مالک ابن ہبیرہ سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ایسا کوئی مسلمان نہیں جو مرے تو اس پر مسلمانوں کی تین صفیں نماز پڑھیں مگر اللہ واجب کر دیتا ہے ۳؎ مالک جب جنازے والوں کو تھوڑا دیکھتے تو انہیں اسی حدیث کی وجہ سے تین صفوں میں بانٹ دیتے ۴؎ (ابوداؤد) ترمذی کی روایت میں یوں ہے کہ مالک ابن ہبیرہ

۱؎ یعنے وہاں سے اٹھ گئے تو آپ کا یہ قیام تعظیماً نہ تھا بلکہ تو جنازہ یہود کے لیے تھا خیال رہے کہ قیام جنازہ کی بہت سی وجہیں آئی ہیں فرشتوں کی تعظیم میت مومن کا احترام موت کی ہیبت وغیرہ ان میں سے ایک وجہ یہ بھی ہے ہوسکتا ہے کہ مختلف موقعوں پر مختلف وجہیں ہوں ان کی نیت سے کھڑا ہونا اب بھی بہتر ہے بشرطیکہ جنازہ کافر کا ہو اور مسلمان اس کے علاوہ رستہ پر بیٹھا ہو یہ حدیث منقطع ہے کیونکہ امام محمد باقر نے امام حسن سے ملاقات نہیں کی لہذا درمیان میں کوئی راوی چھوٹ گیا۔

۲؎ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عمل یا حکم فرمانا احترام کے لیے ہے یا ظاہر خطاب ان سے ہے اور درحقیقت ساری امت سے جیسے یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ یہ اور اس قسم کی ساری احادیث منسوخ ہیں مگر وجوب منسوخ ہے جواز باقی ہے اور کافر کے جنازے کے لیے کھڑا ہونا اس شرط سے ہے کہ تمہاری نیت اگرچہ فرشتوں کی تعظیم ہوگی مگر دیکھنے والے اسے کافر کی تعظیم سمجھیں گے

۳؎ یعنے ان عذاب کے فرشتوں کے لیے جو اس کافر کی گرفتاری کے لیے پکڑنے والے ابلیس کی طرح اس کے ساتھ ہیں [illegible] فرشتے [illegible] بڑے ہیں اس لیے ان کی تعظیم کی گئی اگرچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سارے فرشتوں سے افضل ہیں مگر ان کا ادب اور تعظیم کرانے کے لیے آپ نے عمل کیا تاکہ معلوم ہو کہ قیام تعظیمی اچھی چیز ہے ۴؎ [illegible] بخشش کی [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ [illegible] رحمت [illegible] [illegible] حدیث [illegible] تین صفیں [illegible] افضل

إِذَا صَلَّى عَلَى جَنَازَةٍ فَتَقَالَّ النَّاسَ عَلَيْهَا جَزَّأَهُمْ ثَلَاثَةَ أَجْزَاءٍ ثُمَّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّى عَلَيْهِ ثَلَاثَةُ صُفُوفٍ أَوْجَبَ وَرَوَى ابْنُ مَاجَةَ نَحْوَهُ، وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الصَّلٰوةِ عَلَى الْجَنَازَةِ اللّٰهُمَّ أَنْتَ رَبُّهَا وَأَنْتَ خَلَقْتَهَا وَأَنْتَ هَدَيْتَهَا إِلَى الْإِسْلَامِ وَأَنْتَ قَبَضْتَ رُوحَهَا وَأَنْتَ أَعْلَمُ بِسِرِّهَا وَعَلَانِيَتِهَا جِئْنَا شُفَعَاءَ فَاغْفِرْ لَهُ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ، وَعَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ صَلَّيْتُ وَرَاءَ أَبِي هُرَيْرَةَ عَلَى صَبِيٍّ لَمْ يَعْمَلْ خَطِيئَةً قَطُّ فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ اللّٰهُمَّ أَعِذْهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ رَوَاهُ مَالِكٌ، وَعَنِ الْبُخَارِيِّ تَعْلِيقًا قَالَ يَقْرَأُ الْحَسَنُ عَلَى الطِّفْلِ فَاتِحَةَ الْكِتَابِ وَيَقُولُ اللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا سَلَفًا وَفَرَطًا وَذُخْرًا

جب جنازے پر نماز پڑھتے جس پر لوگوں کو کم دیکھتے تو ان کے تین حصے کر دیتے پھر فرماتے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس پر تین صفیں نماز پڑھیں واجب ہو گئی۱ اور ابن ماجہ نے اس کی مثل روایت کی روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز جنازہ کے بارہ میں راوی الٰہی تو اس کا رب ہے تو نے ہی اسے پیدا کیا تو نے ہی اسے اسلام کی ہدایت دی۔ تو نے ہی اس کی روح قبض کی۔ تو ہی اس کے کھلے چھپے کو جانتا ہے۔ ہم شفیع ہو کر آئے ہیں اسے بخش دے (ابوداؤد) روایت ہے حضرت سعید ابن مسیب سے فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوہریرہ کی اقتداء میں اس بچے پر نماز پڑھی جس نے کبھی کوئی خطا نہ کی تھی لیکن میں نے آپ کو فرماتے سنا کہ الٰہی اسے عذاب قبر سے بچا (مالک) روایت ہے بخاری سے تعلیقاً فرماتے ہیں کہ حضرت حسن بچہ پر سورۂ فاتحہ پڑھتے تھے اور کہتے تھے الٰہی تو اسے ہمارے لیے گزشتہ اور پیش رو اور ذخیرہ

۱ـــہ مگر نماز جنازہ میں صف آخری بہ نسبت پہلی صف کے بہتر ہے۔ فرمایا کہ بعد نماز جنازہ دعا مانگے کیونکہ اس میں شفاعت کا اشتباہ ہے اس کا مطلب ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ اسی طرح تین صفیں بنانے کا حکم ہے کہ آنے والے کی شمولیت ہو جائے جیسے نفل کے بعد صفیں توڑ کر تین بنانے کا حکم ہے کہ بات کا ذکر ... وہ تو سنت ہے ایسے جنازہ کی نماز پڑھا کر لوگوں کو یہ حدیث سنا دیتے تھے معلوم ہوا کہ نماز جنازہ سے پہلے یا بعد جنازے کے متعلق ... ممنوع نہیں ... روح قبض کرنا ملک الموت کا کام ہے مگر چونکہ وہ سب کچھ رب کے حکم سے کرتے ہیں اس لیے فعل کو رب کی طرف نسبت کیا گیا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اسلام اور ایمان کے توسل سے دعا کرنا جائز ہے ۵ـــہ یہاں عذاب قبر سے مراد قبر کی تنگی اور وہاں کی وحشت ہے کہ بچے کو بھی ہو جاتی ہے جیسا پہلے عرض کیا جا چکا، حساب قبر اور پوچھ گچھ کا عذاب بچے کو نہیں ہوتا رب تعالیٰ کسی کو بے گناہ سزا نہیں دیتا ۶ـــہ امام بخاری ترجمۂ باب میں بھی کبھی بلا اسناد کوئی حدیث بیان کر جاتے ہیں اسے تعلیق کہا جاتا ہے امام بخاری کی تعلیقات بالاتفاق قبول ہیں کہ ان کا اسناد چھوڑنا صحت حدیث کی دلیل ہے دوسرے محدثین کا یہ درجہ نہیں ۷ـــہ حسن سے مراد خواجہ حسن بصری ہیں آپ نماز سے پہلے یا نماز کے بعد ایصال ثواب کی نیت سے الحمد شریف پڑھتے تھے یا نماز کے اندر پہلی تکبیر کے بعد بہ نیت ثنا یا تیسری کے بعد بہ نیت دعا اگر بہ نیت

وَعَنْ جَابِرٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الطِّفْلُ لَا يُصَلّٰى عَلَيْهِ وَلَا يَرِثُ وَلَا يُوْرَثُ حَتّٰى يَسْتَهِلَّ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ إِلَّا أَنَّهُ لَمْ يَذْكُرْ وَلَا يُوْرَثُ، وَعَنْ أَبِيْ مَسْعُوْدٍ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَقُوْمَ الْإِمَامُ فَوْقَ شَيْءٍ وَالنَّاسُ خَلْفَهٗ يَعْنِيْ أَسْفَلَ مِنْهُ رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ فِي الْمُجْتَبٰى فِيْ كِتَابِ الْجَنَائِزِ۔

بَابُ دَفْنِ الْمَيِّتِ

الْفَصْلُ الْأَوَّلُ

عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِيْ وَقَّاصٍ أَنَّ سَعْدَ بْنَ أَبِيْ وَقَّاصٍ

روایت ہے حضرت جابر سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بچہ پر نہ نماز پڑھی جائے نہ وہ وارث ہو اور نہ مورث حتی کہ چیخے (ترمذی، ابن ماجہ) مگر ابن ماجہ نے مورث نہ ہونے کا ذکر نہیں کیا اور روایت ہے حضرت ابو مسعود انصاری سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ امام کسی چیز پر کھڑا ہو اور لوگ اس کے پیچھے یعنی اس سے نیچے ہوں (دار قطنی کتاب الجنائز کے مجتبیٰ میں)

میت کے دفن کا باب

پہلی فصل روایت ہے حضرت عامر ابن ابی سعد ابن ابی وقاص سے کہ سعد ابن ابی وقاص نے

ولادت کی چیخ سے مراد زندگی کا اظہار ہے ... یہ حدیث حنفیوں کے خلاف ہے اور حنفیوں کے مقابلہ میں ... اور شافعیوں کو علاوہ ... جو بچہ زندہ پیدا ہو کر مر جائے اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے اس روایت سے معلوم ہوا کہ بچے کے جنازے میں اس کی مغفرت کی دعا کی جائے کیونکہ وہ بے گناہ ہے بلکہ اس کو سامنے رکھ کر اپنے لیے دعا کی جائے کہ خدایا اسے ہمارا شفیع بنا ... حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ ... اس سے معلوم ہوا کہ نماز جنازہ میت کے گناہ معاف کرانے کے لیے نہیں ہوتی بلکہ حق اسلام ہے ... شہید پر جنازہ پڑھا جاتا ہے ... اس کی حرکت معلوم ہو جائے تب اس کی نماز ... اس پر میراث کے احکام بھی جاری ہوں گے ... اس حدیث کو ... اس حدیث کو ابن حبان نے ... یہ امام کا اونچا ہونا نماز جنازہ کا ہے ... حدیث باب ... معلوم ہوا کہ اگر جنازہ سواری پر یا لوگوں کے ہاتھوں میں ہو تو نماز جنازہ جائز نہیں کیونکہ میت مثل امام کے ہوتی ہے ... معلوم ہوا کہ بعد نماز جنازہ میت پر دعا ... بیٹھ کر ... دفن کے معنی ہیں چھپانا اب میت کو قبر میں رکھ کر مٹی ڈال دینے کا نام دفن ہے، اسی لیے گڑھے ... مال کو دفینہ کہتے ہیں سب سے پہلے ہابیل کو دفن کیا گیا، قبر دو طرح کی ہوتی ہے ایک لحد یعنی بغلی یا پنجابی میں ... دوسری شق ...

قَالَ فِي مَرَضِهِ الَّذِي هَلَكَ فِيهِ الْحَدُوا لِي لَحْدًا وَانْصِبُوا عَلَيَّ اللَّبِنَ نَصْبًا كَمَا صُنِعَ بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ جُعِلَ فِي قَبْرِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَطِيفَةٌ حَمْرَاءُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔ وَعَنْ سُفْيَانَ التَّمَّارِ أَنَّهُ رَأَى قَبْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسَنَّمًا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۔ وَعَنْ أَبِي الْهَيَّاجِ الْأَسَدِيِّ قَالَ قَالَ لِي عَلِيٌّ أَلَا أَبْعَثُكَ عَلَى مَا بَعَثَنِي عَلَيْهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ لَا تَدَعَ تِمْثَالًا إِلَّا

اپنے مرض وفات میں فرمایا میرے لیے بغلی قبر کھودنا اور مجھ پر کچی اینٹیں یونہی کھڑی کرنا جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کی گئیں ۱ (مسلم) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور میں سرخ کمبل ڈالا گیا ۲ (مسلم) روایت ہے حضرت سفیان تمار سے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کوہان نما دیکھی ۳ (بخاری) روایت ہے حضرت ابی ہیاج اسدی سے ۴ فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضرت علی نے فرمایا کیا میں تمہیں اس کام پر نہ بھیجوں جس پر مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا تھا کہ کوئی

صندوق یا انجانی مٹی پر دونوں قسم کی قبریں جائز ہیں لیکن اگر زمین مضبوط ہو تو لحد افضل ہے، دونوں کے تفصیلی احکام فقہ کی کتابوں میں دیکھو۔

۱ بغلی قبر یہ ہے کہ اولاً زمین سیدھی کھودی جائے پھر قبلہ کی جانب میت کے جسم کے مطابق گڑھا کیا جائے اور یہ دروازہ سا بچ گیا سے بڑی اینٹوں یا پتھروں سے بند کر دیا جائے یہاں پکی اینٹ یا لکڑی لگانا مکروہ ہے کہ ان میں آگ کا اثر ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور میں تو کچی اینٹیں لگائی گئیں کیونکہ مدینہ منورہ کی اینٹ بہت بڑی ہوتی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور زمین سے ایک بالشت اونچی کی گئی ہے ۲ اس طرح کہ حضرت شقران غلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا اب میں یہ کمبل کسے اوڑھتے ہوئے دیکھوں لہذا یہ قبر انور میں رکھ گئے اور بستر کی طرح اسے تہ کر کے بچھا دیا۔ سرخ سے مراد سرخ دھاری والا ہے نہ کہ خالص سرخ۔ خیال رہے کہ یہ عمل شریف تمام صحابہ کی موجودگی میں ہوا اور کسی نے اس پر انکار نہ کیا لہذا یہ فعل شریف بالکل جائز ہوا۔ علماء فرماتے ہیں کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے ہے کسی اور کے لیے قبر میں کچھ بچھانا جائز نہیں کیونکہ زمین حضور کا جسم کھا سکتی ہے نہ ان کا کفن و بستر لہذا اس میں مال کی بربادی نہیں۔ دیکھو سلیمان علیہ السلام بعد وفات ایک سال یا چند مہینے عصا کے سہارے کھڑے رہے دیمک نے آپ کی لاٹھی کھائی قدم نہ کھایا اور آپ کا لباس وہ ہی رہا ۳ ڈھلوان یعنی اونٹ کے کوہان کی طرح اٹھی ہوئی اس حدیث کی بنا پر امام ابو حنیفہ، مالک و احمد فرماتے ہیں کہ قبر ڈھلوان بنانا بہتر ہے امام شافعی کے ہاں چوکھونٹی بنانا بہتر، یہ حدیث ان تینوں اماموں کی دلیل ہے۔ غالب یہ ہے کہ سفیان تمار نے شروع زمانہ میں قبر انور کی زیارت کی ہوگی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف پہلے ہی سے ایسی تھی کیونکہ عہد صحابہ میں حجرہ شریف کھلتا تھا اور قبر انور کی زیارت عموماً ہوتی تھی بعض لوگوں نے کہا کہ پہلے قبر شریف چوکھونٹی تھی پھر ڈھلوان بنائی گئی مگر اس کا کوئی ثبوت نہیں تمام پچھلے والوں نے یہی کہا کہ قبر ڈھلوان ہی تھی ۴ آپ کا نام حیان ابن حصین ہے کنیت ابو الہیاج ہے قبیلہ بنی اسد سے ہیں حضرت عمار ابن

طَمَسْتَهُ وَلَا قَبْرًا مُشْرِفًا إِلَّا سَوَّيْتَهُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ. وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُجَصَّصَ الْقَبْرُ وَأَنْ يُبْنٰى عَلَيْهِ وَأَنْ يُقْعَدَ عَلَيْهِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

تصویر نہ دیکھو مگر مٹا دو۔ اور نہ اونچی قبر دیکھو مگر زمین کے برابر کر دو (مسلم) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ قبریں چونا گچ کیا جائے اور یہ کہ اس پر کچھ بنایا جائے اور یہ کہ اس پر بیٹھا جائے (مسلم)۔

یاسر کے کاتب تھے تابعی ہیں اور منصور ابن حیان مشہور تابعی کے والد ہیں یعنی جس کام کے لیے مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا تھا اسی کام کے لیے میں تمہیں بھیجتا ہوں تصویروں اور مجسموں کو مٹانا اور اونچی قبروں کو گرا کر زمین کے ہموار کر دینا۔ خیال رہے کہ یہاں قبروں سے یہود و نصاریٰ کی قبریں مراد ہیں نہ کہ مسلمانوں کی چند وجہ سے ایک یہ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ پاک میں صحابہ کرام کی قبریں اونچی کیسے بن گئیں جنہیں ہٹانے کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو بھیجا کیونکہ ان بزرگوں کا کفن دفن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں اور آپ کی اجازت سے ہوتا تھا دوسرے یہ کہ قبر کو توڑنا بتا رہا ہے کہ بہ نسبت مسلمانوں کی قبروں پر نہ تھیں تیسرے اسلامی قبریں بہت اونچی بھی ہوتی ہیں اور ان پر میت کا مجسمہ یا فوٹو بھی ہوتا ہے چوتھے یہ کہ مسلمان کی قبر زمین کے برابر نہیں کی جا سکتی بلکہ وہ ایک بالشت یا ایک ہاتھ اونچی رکھی جائے گی اور یہاں برابر کر دینے کا حکم ہے۔ پانچویں یہ کہ اس کی تائید بخاری شریف کی اس حدیث سے ہو رہی ہے جو مسجد نبوی کی تعمیر کے باب میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کی قبریں اکھیڑنے کا حکم دیا تو اکھیڑ دی گئیں اسی کام کے لیے علی مرتضیٰ مامور ہوئے تھے۔ چھٹے یہ کہ فتح الباری شرح بخاری میں اس حدیث پر عنوان قائم کیا کہ کیا مشرکین جاہلیت کی قبریں اکھیڑی جا سکتی ہیں یعنی انبیاء کے علاوہ دوسروں اور ان کے متبعین کی نہیں کیونکہ ان کی قبریں اکھیڑنے میں ان کی توہین ہے۔ پھر اسی فتح الباری میں حدیث بیان فرمایا حدیث سے معلوم ہوا کہ مقبرہ میں تصرف جائز ہے اور کفار کی قبریں اکھیڑ دینا جائز ہیں بشرطیکہ وہ قبریں حرمت والی نہ ہوں۔ ساتویں یہ کہ مسلمان کی اونچی قبر بنانا ناجائز ہے لیکن اگر بن گئی ہے تو اسے گرانا حرام کیونکہ اس میں صاحب قبر کی اہانت ہے جب مسلمان کی قبر سے تکیہ لگانا اس پر چلنا پھرنا منع ہے تو اس پر پھاوڑے چلانا کب جائز ہو گا جیسے چھپے ہوئے قرآن شریف دریا میں بہا دینا منع لیکن اگر چھپ چکے ہوں تو انہیں پھاڑ دینا حرام ہے۔ آٹھویں یہ کہ بخاری کتاب الجنائز باب الجرید علی القبر میں تعلیقاً ہے حضرت خارجہ فرماتے ہیں کہ ہم زمانہ عثمانی میں جوان تھے اور ہم میں بڑا بہادر وہ تھا جو عثمان ابن مظعون کی قبر کو پھلانگ جاتا۔ معلوم ہوا کہ وہ قبر اتنی اونچی بنائی گئی تھی جسے پھلانگنا دشوار تھا اور یہ قبر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بنائی تھی اور یہ کہ ابھی مشکوٰۃ شریف میں حدیث آئے گی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان ابن مظعون کی قبر کے سرہانے کی طرف ایک پتھر لگایا جس کی شرح حضرت خارجہ کی حدیث نے کر دی کہ وہ اتنا اونچا تھا جسے پھلانگنا دشوار تھا بہرحال اگر یہاں مسلمانوں کی قبریں مراد ہوں تو یہ حدیث بہت احادیث کے خلاف ہو گی اور اس میں ایسی مشکلات پیدا ہوں گی جو حل نہ ہو سکیں گی افسوس کہ نجدیوں نے اس حدیث کو آڑ بنا کر حرمین طیبین میں صحابہ کبار و اہل بیت اطہار کی قبروں کو توڑ گرا دیا مگر اسی علاقہ میں امریکی تیل کمپنی جس کا ٹھیکہ نجدیوں نے امریکہ کو دیا ہے ان کے قریب شرفا انگریزوں کی بڑی بڑی اور اونچی عمارتیں بنگلے ہیں یعنی جن کے لیے حدیث تھی ان پر عمل نہ کیا گیا

وَعَنْ اَبِيْ مَرْثَدِ الْغَنَوِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَجْلِسُوْا عَلَى الْقُبُوْرِ وَلَا تُصَلُّوْا اِلَيْهَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

روایت ہے حضرت مرثد غنوی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قبروں پر نہ بیٹھو اور نہ ان کی طرف نماز پڑھو (مسلم) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

مسلمانوں کی قبر پر سوتے کیا یہ خیال ہے کہ قبر میں چند چیزیں ہیں ایک اس کا اندرونی حصہ جو میت کے جسم سے ملا ہوتا ہے اسے پختہ کرنا وہاں لکڑی یا پکی اینٹ لگانا مطلقاً منع ہے خواہ ولی کی قبر ہو یا عام مسلمان کی کیونکہ میت مٹی ہی میں رہنا چاہیے ہاں اگر کسی وقت مجبوراً میت کو تابوت یا صندوق میں دفن کرنا پڑے تب بھی اس کے اندرونی حصے میں مٹی سے لیپ کر دی جائے، دوسرا قبر کا بیرونی حصہ جو لوگوں کو نظر آتا ہے اس کا پختہ کرنا عوام کی قبروں میں منع اور علماء و مشائخ کی قبور کا جائز کیونکہ عوام کے لیے یہ بیکار ہے اور خاص قبروں کی حرمت و تعظیم کا باعث، اسی پر ہمیشہ مسلمانوں کا عمل رہا اور ہے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان ابن مظعون کی قبر کے سرہانے پتھر لگایا جیسے کہ قبر کے اسباب میں آچکا پختہ ہو اور تعمیر قبر کا جو مطلقاً جائز ہے فتاوی میں قبر سے مراد قبر کا اندرونی حصہ ہے اسی لیے تجصیص کو منع فرمایا گیا یا عام قبر یہ مراد ہیں بھی ہے مشائخ اور علماء کی قبریں جس میں یہ بھی اسی باب میں آئیگا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم و صدیق و فاروق کی قبور پر عہد صحابہ میں سرخ بجری کی بچھاوٹ کی تھی بالکل عام مزار کی طرح تھی اس طرح کہ قبر پر دیوار بنا لی جائے کہ قبر دیوار میں آجائے یہ حرام ہے کہ اس میں قبر کی توہین ہے اسی لیے یہاں فرمایا گیا، اس طرح کہ قبر کے آس پاس عمارت یا قبہ بنایا جائے یہ عام کی قبروں پر بنانا جائز ہے کیونکہ بے فائدہ ہے علماء و مشائخ کی قبروں پر جہاں زائرین کا ہجوم رہتا ہے جائز ہے تاکہ لوگ اس کے سایہ میں آسانی سے تلاوت کر سکیں چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور پر عمارت اول ہی سے تھی اور جب ولید ابن عبدالملک کے زمانہ میں اس کی دیوار گر گئی تو صحابہ نے بنائی پھر حضرت عمر نے حضرت زینب بنت جحش کی قبر پر حضرت عائشہ نے اپنے بھائی عبدالرحمن کی قبر پر محمد ابن حنفیہ نے حضرت عبداللہ ابن عباس کی قبر پر قبے بنائے دیکھو جلاء القلوب و کتاب منتقی شرح موطا، مرقات نے اسی مقام پر اور شامی نے دفن میت کی بحث میں فرمایا کہ مشہور علماء و مشائخ کی قبروں پر قبے بنانا جائز ہیں۔ یعنی قبر پر چڑھ کر بیٹھ جانے یہ حرام ہے کیونکہ اس میں قبر کی توہین ہے لیکن قبر کے پاس تلاوت قرآن کے لیے بیٹھنا یا وہاں کا انتظام کرنے کے لیے مجاور بن کر بیٹھنا بالکل جائز ہے چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کی مجاورہ تھیں حضرت عمر دیوار آپ سے پیچھے ہو کر قبر انور کی زیارت کرتے تھے اسی مشکوٰۃ کے اگلے باب میں بخاری کی روایت سے آرہا ہے کہ حضرت حسن ابن علی کی قبر پر ان کی بیوی فاطمہ نے قبہ بنایا اور وہاں ایک سال تک مجاورہ بن کر بیٹھی رہیں اب بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ پر بہت مجاور رہتے ہیں جنہیں اغوات کہتے ہیں جن کا ایک سردار ہوتا ہے جسے شیخ الاغوات کہا جاتا ہے فقیر نے دوسرے حج میں شیخ الاغوات خلیل عبدالسلام صاحب کی مدرسی کی اور تیسرے حج میں شیخ الاغوات خواجہ ایاس کی ملاقات ہوئی کہ نجدی حکومت بھی نہ ہٹا سکی، مرقات نے فرمایا کہ یہاں بیٹھنے سے استنجے کے لیے بیٹھنا مراد ہے یعنی قبر پر پیشاب پاخانہ نہ کرو۔ اس طرح کہ قبر نمازی کے سامنے بغیر آڑ کے ہو یہ حرام ہے اور اگر قبر آڑ میں ہو یا آگے یا پیچھے یا داہنے بائیں ہو مگر نمازی اور

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَأَنْ يَجْلِسَ أَحَدُكُمْ عَلَى جَمْرَةٍ فَتُحْرِقَ ثِيَابَهُ فَتَخْلُصَ إِلَى جِلْدِهِ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَجْلِسَ عَلَى قَبْرٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔ الْفَصْلُ الثَّانِي ۔ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ كَانَ بِالْمَدِينَةِ رَجُلَانِ أَحَدُهُمَا يَلْحَدُ وَالْآخَرُ لَا يَلْحَدُ فَقَالُوا أَيُّهُمَا جَاءَ أَوَّلًا عَمِلَ عَمَلَهُ فَجَاءَ الَّذِي يَلْحَدُ فَلَحَدَ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَوَاهُ فِي شَرْحِ السُّنَّةِ ۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّحْدُ لَنَا وَالشَّقُّ لِغَيْرِنَا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَرَوَاهُ أَحْمَدُ عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ ۔ وَعَنْ هِشَامِ بْنِ عَامِرٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کہ تم میں سے کسی کا چنگاری پر بیٹھنا کہ جو کپڑے کو جلا کر اس کی کھال تک پہنچ جائے قبر پر بیٹھنے سے بہتر ہے[۱] (مسلم)
دوسری فصل: روایت ہے حضرت عروہ ابن زبیر سے فرماتے ہیں کہ مدینہ میں دو شخص تھے ایک بغلی کھودتا تھا دوسرا نہیں[۲] صحابہ نے کہا ان میں جو پہلے آئے وہ اپنا کام کرے تو بغلی کھودنے والا ہی آیا جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بغلی قبر کھودی[۳] (شرح سنہ) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بغلی قبر ہمارے لیے ہے اور صندوقی ہمارے غیروں کے لیے[۴] (ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ) احمد نے جریر ابن عبداللہ سے روایت کی۔ روایت ہے حضرت ہشام ابن عامر سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

اس کے درمیان دیوار وغیرہ کی آڑ ہو تو بلا کراہت نماز جائز ہے۔ بزرگوں کے مزار کے پاس برکت کے لیے مسجد بنانا اور ان مسجدوں میں برکت کے لیے نمازیں پڑھنا سنت انبیاء و سنت صحابہ ہے چنانچہ رب تعالٰی اصحاب کہف کے بارے میں فرماتا ہے لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَسْجِدًا یعنی مسلمانوں نے مشورہ کیا کہ ہم ان کے غار پر مسجد بنائیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور کے اردگرد مسجد نبوی کا واقع ہے جہاں سجدے کرتے [illegible] ہے [illegible] ہر بزرگ کے مزار کے پاس مسجد بنائی جاتی ہیں۔

[۱] یعنی مسلمان کی قبر پر بیٹھنا اس سے بدتر ہے [illegible] کپڑے اور جسم جل جائیں [illegible] اس حدیث [illegible] کی تفسیر کر دی کہ یہاں قبر پر بیٹھنے سے مراد قبر پر سوار ہو کر بیٹھنا ہے[۲] یعنی بغلی نہ کھودتے تھے بلکہ صندوقی کھودنا جانتے تھے۔ خیال رہے کہ لحد کھودنے والے حضرت ابو طلحہ انصاری تھے اور صندوقی کھودنے والے حضرت ابو عبیدہ ابن جراح تھے [illegible] [۳] [illegible] اس سے معلوم ہوا [illegible] [illegible] حضرت [illegible] [۴] [illegible] اس لیے ہمارے لیے بغلی قبر بہتر ہے جیسے اہل کتاب صندوقی [illegible] [illegible] بعض امتیوں کی قبریں صندوقی بھی ہوں [illegible] امتوں کے لیے شق بھی ہے

قَالَ يَوْمَ أُحُدٍ احْفِرُوْا وَأَوْسِعُوْا وَأَعْمِقُوْا وَأَحْسِنُوْا وَادْفِنُوا الْاِثْنَيْنِ وَالثَّلٰثَةَ فِيْ قَبْرٍ وَّاحِدٍ وَقَدِّمُوْا أَكْثَرَهُمْ قُرْاٰنًا رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَأَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ وَرَوٰى ابْنُ مَاجَةَ إِلٰى قَوْلِهٖ وَأَحْسِنُوْا ۔ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ أُحُدٍ جَاءَتْ عَمَّتِيْ بِأَبِيْ لِتَدْفِنَهٗ فِيْ مَقَابِرِنَا فَنَادٰى مُنَادِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُدُّوا الْقَتْلٰى إِلٰى مَضَاجِعِهِمْ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَأَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَلَفْظُهٗ لِلتِّرْمِذِيِّ ۔ وَعَنْ

نے احد کے دن فرمایا کہ چوڑی گہری اور اچھی قبر کھودو اور ایک قبر میں دو دو تین تین دفن کرو جن میں زیادہ قرآن والوں کو آگے رکھو (احمد، ترمذی، ابوداؤد، نسائی) اور ابن ماجہ نے اچھی بناؤ تک روایت کی ۔ روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں جب احد کا دن ہوا تو میری پھوپھی میرے باپ کو لائیں تاکہ انہیں اپنے قبرستان میں دفن کریں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایلچی نے اعلان کیا کہ شہداء کو ان کے قتل گاہوں کی طرف واپس کردو (احمد، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، دارمی) اور لفظ ترمذی کے ہیں

یا یہ مطلب ہے کہ ہم مدینہ والوں کی قبریں لحد ہونی چاہئیں کیونکہ یہاں کی مٹی پختہ ہے دوسرے لوگوں کے لیے جہاں کی مٹی نرم ہو صندوقی زیادہ مناسب ہے۔ ۲؎ اس سے معلوم ہوا کہ مردے کے لیے قبر خوب چوڑی ہو جس میں جسم پھنسے نہیں اور گہری ہو۔ گہرائی مردے کے قد کے برابر یا کمر سے اوپر سینے کے برابر ہو اور قبر کو اندر سے خوب صاف کر دیا جائے اس میں کوئی کنکر کانٹا وغیرہ نہ ہو احسنوا میں اس جانب اشارہ ہے۔ بعض عشاق فرماتے ہیں کہ قبر اتنی گہری ہونی چاہیے کہ مردہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کھڑا ہوسکے۔ ۳؎ یہ حکم اس لیے تھا کہ کپڑا بہت کم تھا ایک ایک چادر میں دو دو تین تین شہید دفن کیے گئے۔ ۴؎ اس سے معلوم ہوا کہ میت کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا منع ہے نقل میت کا مسئلہ بڑے معرکہ کا ہے بعض علماء فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ ممانعت صرف شہدائے احد کے لیے تھی تاکہ تمام شہداء ایک جگہ رہیں زائرین کو ان کی زیارت میں آسانی ہو اور وہ شہداء بھی اس میدان پاک کی برکت سے فائدہ حاصل کریں کیونکہ احد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا محبوب پہاڑ ہے اور محبوب کے پاس دفن ہونا بھی اچھا خیال رہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے چھ مہینے کے بعد اپنے والد کی نعش مبارک وہاں سے منتقل کی اور جنت البقیع میں دفن کی یہ کام کسی ضرورت کی وجہ سے ہوا اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت منع نہ فرمایا، نقل میت کے متعلق تحقیق یہ ہے کہ بعد دفن قبر کھول کر نعش منتقل کرنا یا اتنی دور میت کو لے جانا کہ وہاں تک پہنچتے ہوئے میت کے بگڑ جانے کا خطرہ ہو منع ہے لیکن اگر یہ دو وجہ نہ ہوں تو کسی فائدہ کے لیے میت کو منتقل کرنا جائز ہے چنانچہ حضرت سعد ابن ابی وقاص کا جنازہ ان کے محل عقیق سے مدینہ پاک لایا گیا اور دفن میت کے بعد قبر کھولنا سخت منع ہے اسی لیے بعض علماء کرام فرماتے ہیں کہ اگر زمین غیر میں دفن ہو گئے تو انہیں وہیں رکھا جائے مگر جب یہ شخص وہاں دفن ہو گیا ہو تو اسے نہیں نکال سکتے ہاں حضرت دانیال علیہ السلام کے ہاتھوں کو شام کی طرف منتقل کیا گیا یہاں دیوبندیوں میں رواج تھا ہمارے اہل سنت الحمد للہ واقف ہو گئے کہ مردے کو دفن کرتے ہیں سخت ناجائز ہے بلا کر ... ایک ہی قبر

ابن عباس قال سُلَّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قبل رأسه رواه الشافعی
وعنه أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم دخل قبرًا لیلًا فأسرج له بسراج فأخذ من قبل

روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سر کی طرف سے قبر میں اتارا گیا ۱؎ (شافعی) روایت ہے انہی سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت قبر میں تشریف لے گئے تو آپ کے لیے چراغ جلایا گیا ۲؎ حضور نے میت

وہ یہ کہ مردہ کسی غیر کی زمین میں بغیر مالک کی اجازت دفن کر دیا گیا ہو تو مالک مردے کو نکلوا کر اپنی زمین خالی کرا سکتا ہے وہ جو فقہاء فرماتے ہیں کہ جب میت گل جائے تو قبر پر کھیتی باڑی بھی کر سکتے ہیں اس سے یہی مراد ہے ورنہ قبر وقف ہوتی ہے اس پر کھیتی کیسی۔

۱؎ سَلّ سلول سے بنا بمعنی کھینچنا، سونتنا اسی لیے ننگی تلوار کو سیف مسلول کہتے ہیں، حدیث کا مطلب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم اطہر قبر انور کی طرف سرکایا گیا پھر ادھر سے قبر انور میں داخل کیا گیا، حضرت امام شافعی کا یہ طریقہ دفن سنت ہے ہمارے ہاں میت کو قبر کے قبلہ کی جانب رکھ کر ادھر سے اتارا جائے گا امام شافعی کی دلیل یہ حدیث ہے مگر اس سے یہ استدلال درست نہیں چند وجہ سے ایک یہ کہ یہ حدیث مطلقاً صحیح نہیں کیونکہ امام شافعی نے اس کی اسناد یوں بیان فرمائی الشافعی عن الثقة عنده عن عمر بن عطاء عن عکرمة عن ابن عباس ظاہر ہے کہ ثقة عنده ضعف کی طرف اشارہ ہے کہ اس میں راوی کا نام نہیں، صرف یہ ہے کہ میں نے ایک معتبر آدمی سے سنا لہذا یہ مجہول ہوا، دوسرے یہ کہ دوسری صحیح روایات اس کے خلاف ہیں چنانچہ ابوداؤد نے مراسیل میں، حماد ابن سلیمان ابراہیم نخعی سے اور ابن ماجہ نے ابوسعید خدری سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جانب قبلہ سے قبر انور میں داخل کیا گیا، سر کی جانب سے نہ کیا گیا، لہذا احادیث متعارض ہیں متعارض سے استدلال درست نہیں، تیسرے یہ کہ صحابہ کرام میت کو جانب قبلہ سے قبر میں داخل کرتے تھے چنانچہ ابن ابی شیبہ نے روایت کی کہ حضرت علی نے یزید ابن مکفف پر نماز جنازہ پڑھائی اور انہیں جانب قبلہ سے قبر میں اتارا، نیز انہی نے حضرت محمد ابن حنفیہ سے روایت کی کہ انہوں نے حضرت ابن عباس کا جنازہ پڑھایا تو انہیں جانب قبلہ سے قبر میں اتارا، چوتھے یہ کہ آگے اسی مشکوٰۃ شریف میں آرہا ہے کہ حضور انور نے میت کو قبر میں قبلہ کی طرف سے اتارا، پانچویں یہ کہ ان باتوں سے اگر یہ مان لیا جائے کہ حضور انور کو جانب سر سے اتارا گیا تو اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ آپ کو حجرے میں دفن کیا گیا تھا جانب قبلہ دیوار حائل تھی ادھر جگہ نہ تھی اسی مجبوری کی وجہ سے آپ کو پہلے پائنتی کی طرف رکھا گیا تو یہ عمل مجبورًا تھا اور جو حدیثیں ہم نے پیش کیں وہ بغیر مجبوری کی حالت میں ہیں (مرقاۃ، اشعہ وغیرہ)

۲؎ یعنی رات میں میت کو دفن کیا تو میت کے لیے یا حضور کے لیے چراغ کی روشنی کی گئی اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ قبر پر آگ لے جانا منع ہے مگر چراغ لے جانا جائز کیونکہ روشنی کے لیے ہے نہ کہ مشرکین سے مشابہت کے لیے مشرکین میت کے ساتھ آگ لے جاتے ہیں آگ کی پوجا کرکے یا میت کو جلانے کے لیے لہذا بزرگوں کے مزار کے پاس لوبان یا اگربتی جلانا جائز ہے کہ تربت کو زینت ہو اور زائرین کو راحت، اسی لیے میت کے کفن کو دھونی دینا سنت ہے جسے فقہاء استحسان کرتے ہیں، دوسرے یہ کہ ضرورت کے وقت قبر پر چراغ جلانا جائز ہے لہذا جن بزرگوں کے مزار پر دن رات زائرین کا ہجوم اور تلاوت قرآن کا دور رہتا ہے وہاں ضروریات کو روشنی کی جائے اس کا ماخذ یہ حدیث ہے

الْقِبْلَةِ وَقَالَ رَحِمَكَ اللّٰهُ إِنْ كُنْتَ لَأَوَّاهًا تَلَّاءً لِلْقُرْاٰنِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ فِي شَرْحِ السُّنَّةِ إِسْنَادُهُ ضَعِيْفٌ ۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا أُدْخِلَ الْمَيِّتُ الْقَبْرَ قَالَ بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ وَعَلٰى سُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَرَوَى أَبُوْدَاوٗدَ الثَّانِيَةَ ۔ وَعَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيْهِ مُرْسَلًا أَنَّ

کو قبلہ کی طرف سے لیا ۱؎ اور فرمایا اللہ تم پر رحم کرے تم بہت زاری کرنے اور تلاوت قرآن کرنے والے تھے ۲؎ (ترمذی) اور شرح سنہ نے فرمایا اس کی اسناد ضعیف ہے ۳؎ روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب میت کو قبر میں اتارتے تو فرماتے اللہ کے نام سے اور اللہ کی مدد سے رسول اللہ کے دین پر اور ایک روایت میں ہے رسول اللہ کی سنت پر ۱؎ (احمد، ترمذی، ابن ماجہ) اور ابوداؤد نے دوسری روایت کی ۲؎ روایت ہے حضرت جعفر ابن محمد سے وہ اپنے باپ سے مرسلاً راوی ۱؎ کہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ انور پر ہمیشہ سے اور اب نجدیوں کے زمانہ میں بہت زیادہ بجلی کی روشنی ہوتی ہے خاص گنبد شریف پر بیسیوں قمقمے نصب ہیں ان احادیث میں قبر پر چراغ جلانے سے ممانعت ہے وہاں بلا ضرورت چراغ رکھنا مراد ہے کہ اس میں اسراف ہے۔ خیال رہے کہ بزرگوں کا احترام ظاہر کرنے کے لیے بھی روشنی کر سکتے ہیں جیسے کعبہ معظمہ کے احترام کے لیے اس پر غلاف رہتا ہے اور دروازہ کعبہ پر بڑی قیمتی شمع کافوری جلائی جاتی ہے رمضان میں مسجدوں کو چراغاں بھی یہیں سے ہے۔ ۲؎ یعنی میت کو قبر کے قبلہ کی جانب سے لیا یہی امام اعظم کا قول ہے اور یہ حدیث ان کی دلیل ہے اس کی پوری بحث ابھی اگلی حدیث میں ہم کر چکے ہیں ۳؎ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میت سے خطاب کرتے ہوئے دفن کیا اس سے معلوم ہوا کہ مومن کی بعد وفات تعریف کرنا چاہیئے، نیز مردے سنتے ہیں زندہ انہیں سلام بھی کریں بلکہ انہیں خطاب کر کے بات چیت بھی، مردوں کا سننا اور ان سے بات چیت کرنا صریح آیتوں اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے اس کی پوری بحث ہماری کتاب علم القرآن میں دیکھو، قرآن پاک میں جو ہے کہ آپ اندھوں کو ہدایت نہیں کر سکتے اور مردوں کو نہیں سنا سکتے وہاں دل کے اندھے اور مردے مراد ہیں یعنی کفار اسی لیے وہاں مردوں کا مقابلہ مومن سے کیا گیا کہ فرمایا گیا اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا خیال رہے کہ یہ میت سیدنا عبداللہ ذوالبجادین ہیں (مرقاۃ) ۴؎ مگر ترمذی نے اس حدیث کو حسن فرمایا کیونکہ اس کی اسناد میں منہال ابن خلیفہ ہیں جنہیں ابن معین نے ضعیف کہا مگر دوسرے محدثین نے ثقہ کہا ان کی وجہ سے یہ حدیث حسن ہوئی تعجب ہے کہ شوافع ترمذی کے حسن کہنے کا ذکر نہیں کرتے اور شرح سنہ کے ضعیف کہنے کو بیان کرتے ہیں، نیز حیرت ہے کہ اس حدیث کو حسن ہونے کے باوجود قبول نہیں کرتے اور پچھلی حدیث جو ابھی گزری جو بالاتفاق ضعیف ہے اس پر عمل کرتے ہیں، امام محمد فرماتے ہیں کہ یہ حدیث بہت سی اسنادوں سے حضرت ابن مسعود سے مروی ہے آپ فرماتے ہیں میں گویا دیکھ رہا ہوں کہ غزوہ تبوک میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صدیق و فاروق عبداللہ ذی البجادین کے دفن کا انتظام فرما رہے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم انہیں جانب قبلہ سے قبر میں اتار رہے ہیں اور یہ فرما رہے ہیں اور بعد دفن فرمایا الٰہی میں اس سے راضی ہوں تو بھی اس سے راضی ہو جا حتی کہ ہم نے تمنا کی کہ ہم یہ میت ہوتے (مرقاۃ) ۱؎ یعنی اتارتے وقت یہ کلمات کہتے جاتے تھے، خیال رہے کہ

النبی صلی اللہ علیہ وسلم حثی علی المیت ثلث حثیات بیدیہ جمیعا وانہ رش علی قبر ابنہ ابراھیم ووضع علیہ حصباء رواہ فی شرح السنۃ وروی الشافعی من قولہ رش ۔ وعن جابر قال نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یجصص القبور وان یکتب علیھا وان توطأ رواہ الترمذی ۔ وعنہ قال رش قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم وکان الذی رش الماء علی قبرہ بلال بن رباح بقربۃ بدأ من قبل رأسہ حتی انتھی الی رجلیہ رواہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میت پر اپنے دونوں ہاتھوں سے تین لپ ڈالے ۱؎ اور اپنے فرزند ابراہیم کی قبر پر چھڑکاؤ کیا۔ اور اس پر کنکر بچھائے ۲؎ (شرح سنہ) اور شافعی نے رش سے ۔ روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کو پختہ کرنے ۳؎ ان پر لکھنے ۴؎ اور ان پر چلنے سے منع کیا ۵؎ (ترمذی) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر پانی چھڑکا گیا۔ چھڑکنے والے حضرت بلال ابن رباح تھے جنہوں نے مشکیزے سے آپ کی قبر پر چھڑکا سرہانے سے شروع کیا حتی کہ پاؤں تک پہنچ گئے ۶؎

مرقات نے یہ تفصیل فرمائی کہ چند ڈھیلے کی ہی قبر میں ڈالنا ہے مگر یہ کلمات دفن کے وقت ہمیشہ فرماتے ہیں اللہ اور عمل کے معنی ہیں بالواسطہ یا بلاواسطہ قبر میں کھدا نہ ہو۔ ۲؎ امام جعفر صادق کے والد کا نام محمد باقر ہے، چونکہ انہوں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا نہیں، اور یہاں صحابہ کا نام لیا نہیں۔ اس لیے یہ حدیث مرسل ہے غالبًا وہ صحابی حضرت جابر ہوں گے کیونکہ امام باقر اکثر ان سے روایتیں لیتے ہیں۔ ۳؎ مٹی کے امام احمد کی روایت میں ہے کہ آپ پہلے لپ پر پڑھتے مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ اور دوسرے پر پڑھتے وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ اور تیسرے پر پڑھتے وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرٰى چنانچہ میت کو تین لپ مٹی دینا بھی سنت ہے اور یہ پڑھنا بھی ۴؎ علماء فرماتے ہیں کہ بعد دفن قبر پر ٹھنڈا اور پاک پانی چھڑکے نیک فال لیتے کہ اللہ میت کو پاک اور قبر کو ٹھنڈا رکھے۔ ۵؎ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قبر کو بالکل کچا رکھنا ضروری نہیں، اس پر بجری کنکریٹ ڈال سکتے ہیں، ہاں عام قبروں کو چونا گچ سے پختہ نہ کیا جائے۔ ۶؎ اس کی تفصیل بحث پہلے ہو چکی کہ قبر کا اندرونی حصہ پختہ نہ کیا جائے اور بیرونی حصہ پر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے پتھر لگایا ہے جیسا کہ آگے آرہا ہے اور بجری بچھائی ہے جیسا کہ ابھی گزر گیا ۷؎ عام قبروں پر جہاں اندیشہ ہو کہ اللہ کا نام یا قرآن کی آیت لکھنا منع ہے کہ اس میں بے ادبی کا قوی احتمال ہے لوگ بیٹھ گزر جاتے ہیں وہاں جانور بھی گزرتے ہیں، خواص کے مزارات جہاں ان بے ادبیوں کا احتمال نہ ہو وہاں جائز ہے، مرقات میں ہے کہ بعض علماء فرماتے ہیں قبر پر میت کا نام اور تاریخ وفات لکھنا سنت ہے اور لکھنے کی ممانعت کی حدیث منسوخ ہے جیسا کہ حاکم نے فرمایا، یہ تمام گفتگو قبر کے تعویذ پر لکھنے میں ہے، اگر قبر کے سرہانے پتھر لگا دیا جائے اس پر کچھ لکھا جائے تو بلا کراہت جائز ہے ۸؎ اسی لیے فقہاء نے فرمایا کہ قبرستان میں جو قبروں سے نئے راستے بنائے جاتے ہیں ان میں نہ چلے ننگے پاؤں نہ جوتے پہن کر اس میں مسلمان کی قبر کی توہین ہے ۹؎ معلوم ہوا کہ بعد دفن قبر پر چھڑکاؤ کرنا سنت ہے گرچہ بارش کی وجہ سے

البیہقی فی دلائل النبوۃ. وعن المطلب بن ابی وداعۃ قال لما مات عثمٰن بن مظعون اخرج بجنازتہ فدفن امر النبی صلی اللہ علیہ وسلم رجلا ان یاتیہ بحجر فلم یستطع حملہا فقام الیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وحسر عن ذراعیہ قال المطلب قال الذی یخبرنی عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کانی انظر الی بیاض ذراعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حین حسر عنہما ثم حملہا فوضعہا عند راسہ وقال اعلم بہا قبر اخی وادفن الیہ من مات من اہلی رواہ ابوداؤد. وعن القاسم بن محمد قال دخلت علی عائشۃ فقلت یا اماہ اکشفی لی عن قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم وصاحبیہ فکشفت لی عن ثلثۃ

بیہقی نے دلائل النبوۃ میں روایت کی۔ روایت ہے حضرت مطلب ابن ابی وداعہ سے ۱؎ فرماتے ہیں حضرت عثمان ابن مظعون فوت ہوئے ان کا جنازہ لا کر دفن کیا گیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو پتھر لانے کا حکم فرمایا وہ اسے اٹھا نہ سکا ۲؎ تب خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ادھر تشریف لے گئے اپنی آستینیں چڑھائیں مطلب کہتے ہیں کہ جس نے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس واقعہ کی خبر دی وہ کہتے تھے گویا میں اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کہنیاں دیکھ رہا ہوں جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کھولا پھر پتھر اٹھایا اسے قبر کے سرہانے رکھ دیا ۳؎ اور فرمایا کہ میں اس سے اپنے بھائی کی قبر کا نشان لگاتا ہوں اور یہیں ان کے پاس اپنے فوت ہونے والے گھر والوں کو دفن کروں گا ۴؎ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت قاسم ابن محمد سے ۵؎ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ کے پاس گیا اور عرض کیا کہ اے والدہ ماجدہ مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھیوں کی قبر کھول کر دکھائیے ۶؎ تو آپ نے میرے سامنے تین قبریں کھولیں

کھلی ہی کیوں نہ ہو، بعض نے فرمایا خشک مٹی کا چبوترہ ۔ ۱؎ آپ قرشی ہیں، فتح مکہ کے دن اسلام لائے، ابوداؤد میں مطلب ابن عبداللہ ہی لفظ ہے، وہ مخزومی ہیں تابعی ہیں ۲؎ کیونکہ پتھر بہت بڑا تھا اور بھاری تھا اور جو کام دوسروں سے نہ ہو سکتا تھا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کرتے تھے ۳؎ یا تو قبر سے علیحدہ سرہانے کے پاس کھڑا کر دیا یا خود قبر کے سرہانے گاڑ دیا، دوسرا احتمال قوی ہے کیونکہ بخاری شریف کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت خارجہ کہتے ہیں کہ ہم میں بڑا بہادر وہ تھا جو قبر عثمان کو پھلانگ جاتا یعنی قبر بہت اونچی تھی اس سے معلوم ہوا کہ قبر کو پتھر سے پختہ کر سکتے ہیں اور پکی اینٹ جو نے آگ وغیرہ سے بچے ۴؎ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن مظعون کو اپنا بھائی یا تو اس لیے فرمایا کہ وہ قرشی ہیں اور قریشی بھائی ہیں کیونکہ آپ ابن مظعون ابن حبیب ابن وہب ہیں قرشی جمحی ہیں یا اس لیے کہ آپ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی ہیں، حضور انور نے ان کے بعد اپنے فرزند ابراہیم کو وہاں ہی دفن کیا پھر صاحبزادی زینب کو ۵؎ آپ صدیق اکبر کے پوتے ہیں یعنی محمد ابن ابوبکر صدیق کے بیٹے ۶؎ حجرہ شریف بند رہتا تھا جس میں مزار پر انوار ہے اس کی چابی حضرت عائشہ صدیقہ کے پاس رہتی تھی جسے زیارت کرنا ہوتی وہ آپ سے حجرہ کھلوا کر زیارت کرتا تھا اس سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کی قبر پر مجاور کا رہنا وہاں قبر کا انتظام کرنا چابی اپنے پاس رکھنا سب سنت صحابہ ہے یہ حدیث بہت سے مسائل کا ماخذ ہے۔

قبورٍ لا مشرفةٍ ولا لاطئةٍ مبطوحةٍ ببطحاءِ العرصةِ الحمراءِ رواه ابوداؤد ٭ وعن البراء بن عازب قال خرجنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم في جنازة رجل من الانصار فانتهينا الى القبر ولما يلحد بعد فجلس النبي صلى الله عليه وسلم مستقبل القبلة وجلسنا معه رواه ابوداؤد والنسائي وابن ماجة وزاد في اٰخره كأن على رؤسنا الطير ٭ وعن عائشة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال كسر عظم الميت ككسره حيا رواه مالك وابوداؤد وابن ماجة ٭ الفصل الثالث ٭ عن انس قال شهدنا بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم تدفن ورسول الله صلى الله عليه وسلم جالس على القبر فرأيت عينيه تدمعان فقال هل فيكم من احد لم يقارف الليلة فقال ابو طلحة انا قال فانزل في قبرها فنزل

جو نہ بہت اونچی تھیں نہ زمین کے برابر جن پر میدان کی سرخ بجری بچھی تھی لہ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت براء ابن عازب سے فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک انصاری کے جنازہ میں گئے قبر پر پہنچے تو ابھی تیار نہ ہوئی تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رو بقبلہ بیٹھے اور ہم آپ کے ساتھ بیٹھے (ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ) ابن ماجہ نے آخر میں یہ بڑھایا کہ گویا ہمارے سروں پر پرندے تھے لہ روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میت کی ہڈی توڑنا زندہ کی ہڈیاں توڑنے کی طرح ہے لہ (مالک، ابوداؤد، ابن ماجہ) تیسری فصل لہ روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دختر کے جنازے پر حاضر ہوئے جب وہ دفن کی جا رہی تھیں لہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبر پر بیٹھے تھے میں نے آپ کی آنکھوں کو دیکھا کہ آنسو جاری تھیں حضور نے فرمایا کیا تم میں کوئی ایسا بھی ہے جس نے آج رات صحبت نہ کی ہو شہ ابوطلحہ بولے کہ میں فرمایا تم قبر میں اترو وہ ان کی قبر میں اترے

لہ اس سے معلوم ہوا کہ اول ہی سے آپ کی قبر شریف کوہان کی نہیں بلکہ اوپر سے برابر بجری بچھی ہوئی تھی تمام دیکھنے والوں نے سرخ بجری کی روایت کی۔ لہ اس سے معلوم ہوا کہ دفن میت سے پہلے بیٹھنا جائز ہے قبلہ رو بیٹھنا مستحب ہے کیونکہ جو صحابہ آپ کے آس پاس بیٹھے تھے وہ قبلہ رو تھے ہاں اس وقت دنیاوی باتیں کرنا یا کھیل کود میں مشغول ہونا منع ہے یا ذکر اللہ کریں یا خاموش رہ کر موت سے عبرت پکڑیں اسی خاموشی کو ظاہر کرنے کے لیے فرمایا ہے کہ گویا ہم پر پرندے کے شکاری کی طرح خاموش بیٹھے ہیں کہ ذرا حرکت سے پرندے اڑ جاتے ہیں لہ یعنے جیسے وہ حرام ہے ایسے ہی یہ حرام ہے ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن مسعود سے روایت کی کہ مومن کو بعد موت ایذا دینا ایسا ہی ہے جیسے اُسے زندگی میں ستانا ایسا مرقات میں ہے کہ جن چیزوں سے زندگی میں راحت پاتا تھا انہی چیزوں سے بعد موت بھی راحت پاتا ہے لہٰذا اس کا دعا کرنا خوشبودار چیزیں رکھنا وغیرہ بہتر ہے اس سے معلوم ہوا کہ مسلمان مردے کا پوسٹ مارٹم کرنا یا مردہ عورت کا پیٹ چاک کر کے اس کا بچہ نکالنا اس کے بعد سے اس کو دینا حرام ہے یونہی دفن کرنا سخت ممنوع ہے ضروریات شرعیہ اس سے مستثنیٰ ہیں شہ یہ صاحبزادی حضرت ام کلثوم بنت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا جو حضرت عثمان کی زوجہ تھیں شہ یقارف مقارفۃ سے بنا جس کے معنے ہیں گناہ یا قریب جانا رب تعالیٰ فرماتا ہے ولا تقربوا

فِي قَبْرِهَا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ❊ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ لِابْنِهِ وَهُوَ فِي سِيَاقِ الْمَوْتِ إِذَا أَنَا مِتُّ فَلَا تَصْحَبْنِي نَائِحَةٌ وَلَا نَارٌ فَإِذَا دَفَنْتُمُونِي فَشُنُّوا عَلَيَّ التُّرَابَ شَنًّا ثُمَّ أَقِيمُوا حَوْلَ قَبْرِي قَدْرَ مَا يُنْحَرُ جَزُورٌ وَيُقْسَمُ لَحْمُهَا حَتَّى أَسْتَأْنِسَ بِكُمْ وَأَعْلَمَ مَاذَا أُرَاجِعُ بِهِ رُسُلَ رَبِّي رَوَاهُ مُسْلِمٌ ❊ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِذَا مَاتَ أَحَدُكُمْ فَلَا تَحْبِسُوهُ وَأَسْرِعُوا بِهِ إِلَى قَبْرِهِ وَلْيُقْرَأْ عِنْدَ رَأْسِهِ فَاتِحَةُ الْبَقَرَةِ وَ

له (بخاری) روایت ہے حضرت عمرو ابن عاص سے کہ انہوں نے اپنے فرزند سے بحالت موت فرمایا جب میں مرجاؤں تو میرے ساتھ نہ کوئی نوحہ والی جائے نہ آگ ۲ جب تم مجھے دفن کرو تو مجھ پر مٹی ڈالنا پھر میری قبر کے اردگرد اس قدر ٹھہرنا جتنی دیر اونٹ ذبح کرکے اس کا گوشت بانٹ دیا جائے تاکہ تم سے مجھے انس ہو اور جان لوں کہ میں رب کے فرشتوں کو کیا جواب دوں ۳ (مسلم) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا جب کوئی مرجائے تو اسے روک نہ رکھو۔ اسے اس کی قبر تک جلدی پہنچاؤ ۴ اس کے سر کے پاس سورہ بقر کا شروع اور

تو یعنی بہانہ التزام کہتے ہیں بعض شارحین نے اس کے یہ معنی کیے ہیں کہ آج رات گناہ نہ کیا ہو مگر یہ غلط ہے کیا سارے صحابہ راتیں گناہوں میں گزارتے تھے یہاں یہ معنی جاری ہے، واقعہ یہ ہوا تھا کہ ام کلثوم بہت عرصہ سے بیمار تھیں حضرت عثمان کو یہ خبر نہ تھی کہ آج ان کی آخری رات ہے اتفاقاً اس رات اپنی لونڈی سے صحبت کر بیٹھے یہ بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ناگوار گزری اشارۃً اس طرح تنبیہ فرمائی گویا یہ محبوبانہ شکوہ کیا کہ میری بیٹی اتنی بیمار اور تم نے صبر نہ کیا، اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر شخص کے ظاہری و باطنی احوال سے خبردار ہیں دیکھو عثمان غنی کا یہ کام حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر روشن تھا یا قبر کو اندر سے صاف کرتے تھے تب تو یہ حدیث بالکل ظاہر ہے اس پر کوئی اعتراض نہیں یا میت کو قبر میں رکھتے تھے تب اس سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ بوقت ضرورت اجنبی شخص بھی میت عورت کو کفن کے اوپر سے ہاتھ لگا سکتا ہے شاید حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی عذر ہوگا جس کی وجہ سے آپ خود قبر میں نہ اترے ورنہ عورت میت کو بیٹا، والد، بھائی خاوند قبر میں اتارے، عثمان غنی سے یہ خدمت نہ لینا اظہار عتاب کے لیے تھا یا انہیں بھی کوئی عذر ہوگا (لمعات) ۲ زمانہ جاہلیت میں دستور تھا کہ جنازے کے ساتھ پیٹنے والی عورتیں بھی جاتی تھیں اور آگ بھی کیونکہ وہ آگ کا احترام کرتے تھے اس لیے آپ نے اپنے بیٹے عبداللہ کو یہ وصیت کی اور یہ وصیت دوسروں کو سنانے کے لیے تھی ورنہ ان کے بیٹے عبداللہ خود صحابی ہیں وہ کیسے یہ کام کرسکتے تھے سبحان اللہ کیسے پاک لوگ ہیں کہ وفات کے وقت بھی تبلیغ کرتے ہیں ۳ اس وصیت سے تین مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ دفن کے وقت قبر پر مٹی آہستگی سے ڈالی جائے کیونکہ شن آہستہ مٹی ڈالنے کو کہتے ہیں گرانا یا چھڑکنا دوسرے یہ کہ بعد دفن قبر کے آس پاس حلقہ باندھ کر کھڑے ہونا سنت ہے تیسرے یہ کہ میت حاضرین کو جانتا پہچانتا ہے ان کی موجودگی سے اس کو دہشت قبر سے تسلی ہوتی ہے اس سے اصل ثابت ہے لہٰذا میت کو بعد دفن تلقین کرنا یعنی لا الٰہ الا اللہ کی تلقین کرانا سوالات نکیرین کے جوابات بتانا سنت سے ثابت ہے کہ آپ کی وصیت کا منشاء یہ ہے کہ بعد دفن قبر پر تکبیر اذان کہی جائے کہ ذکر اللہ کرنا یا کہنا ان کی مدد کرنا ہے سے بھی

عِنْدَ رِجْلَیْهِ بِخَاتِمَةِ الْبَقَرَةِ رَوَاهُ الْبَیْهَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ وَقَالَ وَالصَّحِیْحُ اَنَّهٗ مَوْقُوْفٌ عَلَیْهِ وَعَنْ اِبْنِ اَبِیْ مُلَیْکَةَ قَالَ لَمَّا تُوُفِّیَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِیْ بَکْرٍ بِالْحُبْشِیِّ وَهُوَ مَوْضِعٌ فَحُمِلَ اِلٰی مَکَّةَ فَدُفِنَ بِهَا فَلَمَّا قَدِمَتْ عَائِشَةُ اَتَتْ قَبْرَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ بَکْرٍ فَقَالَتْ وَکُنَّا کَنَدْمَانَیْ جَذِیْمَةَ حِقْبَةً مِّنَ الدَّهْرِ حَتّٰی قِیْلَ لَنْ یَّتَصَدَّعَا فَلَمَّا تَفَرَّقْنَا

پیروں کے پاس بقرہ کا آخر پڑھو ۔ (بیہقی شعب الایمان) اور فرمایا صحیح یہ ہے کہ یہ حدیث ان پر موقوف ہے ۔ روایت ہے حضرت ابن ابی ملیکہ سے فرماتے ہیں جب عبدالرحمن ابن ابی بکر نے مقام حبشی میں وفات پائی تو وہ مکہ لاکر دفن کیے گئے جب حضرت عائشہ آئیں تو عبدالرحمن ابن ابی بکر کی قبر پر تشریف لے گئیں اور یہ شعر پڑھے کہ ہم ایک زمانہ تک جذیمہ کے دو ہمدموں کی طرح رہے حتی کہ کہا گیا کہ یہ دونوں کبھی جدا نہ ہوں گے مگر جب بچھڑے تو گویا ہم

اُنس حاصل ہو اور تمہارے ذکر سے نکیرین کو جواب دینے میں آسانی ہو ۔ ۲؎ یعنی بلا ضرورت اس کے دفن میں دیر نہ لگاؤ کہ اس سے تمہیں بھی تکلیف ہے اور میت کے پہنچنے میں بھی دیر ہے، یہ حکم نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور سلاطین اسلام کے سوا ہے ان کا دفن خلیفہ کے منتخب ہونے کے بعد ہوگا اسی لیے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو وفات سے تیسرے روز دفن کیا، یوں ہی روکنا ضروری ہے جیسے سلیمان علیہ السلام کا دفن وفات سے سال بھر ہونے کے بعد ہوا ۔ ۳؎ یعنی بعد دفن قبر کے سرہانے الٓمّ سے مفلحون تک اور قبر کی پائنتی آمن الرسول سے آخر تک پڑھو جیسے نزع کے وقت سورۂ یٰسین پڑھنے سے جانکنی آسان ہوتی ہے ایسے ہی بعد دفن ان کے پڑھنے سے قبر کی منزل حل ہوتی ہے، یہ حدیث اس کی اصل ہے کہ امام احمد ابن حنبل فرماتے ہیں جب کسی قبرستان جاؤ تو آیۃ الکرسی، قل ہو اللہ احد تین بار اور سورۂ فاتحہ پڑھ کر قبر والوں کو ثواب بخشو اور جب انصار میں کوئی فوت ہوتا تو وہ حضرات دور تک قبر پر آتے جاتے رہتے، قرآن پڑھتے رہتے ۔ ابن عدی میں حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو قبرستان جائے اور وہاں الہٰکم التکاثر، قل ہو اللہ احد اور الحمد پڑھے پھر یہ کہے کہ الٰہی میں نے جو کچھ پڑھا اس کا ثواب ان قبر والے مومنوں کو بخشا تو وہ تمام مومن قیامت میں اس کی شفاعت کریں گے، نووی نے شرح مہذب میں فرمایا کہ زیارت قبور کرنے والے کو چاہیے کہ کچھ قرآن پڑھے پھر ان کے لیے دعا کرے، دوسری جگہ فرمایا کہ قبر کے پاس بیٹھ کر قرآن شریف پڑھنا بہت افضل ہے، اس جگہ مرقات نے ایصال ثواب کے بہت دلائل دیئے ہیں اور آیت کریمہ لیس للانسان الا ما سعٰی کو منسوخ فرمایا اور محکم ہونے کی صورت میں اس کی بہت توجیہیں فرمائیں، شوق ہو تو اس جگہ مرقات اور کتاب جاء الحق حصہ اول اور تفسیر نعیمی پارہ سوم کا ضرور مطالعہ کرو ۔ ۱؎ ابن ابی ملیکہ تابعی ہیں، سیدنا عبداللہ ابن زبیر کے زمانہ میں قاضی مکہ تھے اور حضرت عبدالرحمن عائشہ صدیقہ کے بھائی ہیں جن کا انتقال مقام حبشی میں ہوا جو مکہ مکرمہ سے ایک منزل دور ہے تبرک کے لیے مکہ معظمہ لاکر دفن کیے گئے ۔ خیال رہے کہ عبدالرحمن حضرت عائشہ کے حقیقی بھائی ہیں جن کی ماں ام رومان ہیں ۔ ۲؎ یعنی جب آپ حج کو مکہ معظمہ آئیں تو راستہ میں ان کی قبر نظر پڑی اتر گئیں اور زیارت قبر کی اور تمیم ابن نویرہ کے مرثیہ کے یہ دو شعر پڑھے جو اس نے اپنے بھائی مالک ابن نویرہ کے قتل ہونے کے بعد کہے تھے، مالک عہد صدیقی میں حضرت خالد کے ہاتھوں مارا گیا کیونکہ اس نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی توہین کی تھی ۔

كَأَنِّي وَمَالِكًا لِطُوْلِ اجْتِمَاعٍ لَمْ نَبِتْ مَعًا ثُمَّ قَالَتْ وَاللهِ لَوْ حَضَرْتُكَ مَا دُفِنْتَ اِلَّا حَيْثُ مُتَّ وَلَوْ شَهِدْتُكَ مَا زُرْتُكَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَعَنْ اَبِي رَافِعٍ قَالَ سَلَّ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَعْدًا وَرَشَّ عَلٰى قَبْرِهِ مَاءً رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَعَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى عَلٰى جَنَازَةٍ ثُمَّ اَتَى الْقَبْرَ فَحَثٰى عَلَيْهِ مِنْ قِبَلِ رَاْسِهِ ثَلٰثًا رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ قَالَ رَاٰنِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَّكِئًا عَلٰى قَبْرٍ فَقَالَ لَا تُؤْذِ صَاحِبَ هٰذَا الْقَبْرِ لَا تُؤْذِهِ رَوَاهُ اَحْمَدُ

بَابُ الْبُكَاءِ عَلَى الْمَيِّتِ

الْفَصْلُ الْاَوَّلُ عَنْ اَنَسٍ قَالَ دَخَلْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى

مالک اشارہ ہوا ساتھ رہنے کے باوجود گویا ایک رات بھی ساتھ نہ رہے تھے پھر بولیں رب کی قسم اگر میں موجود ہوتی تو تم وہیں دفن کیے جاتے جہاں تم فوت ہوئے اور اگر میں اس وقت ہوتی تو اب تمہاری زیارت نہ کرتی[۱] (ترمذی) روایت ہے حضرت ابو رافع سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد کو کھینچا اور ان کی قبر پر پانی چھڑکا[۲] (ابن ماجہ) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جنازے پر نماز پڑھی پھر قبر پر آئے تو اس پر سر کی طرف سے تین لپ مٹی ڈالی[۳] (ابن ماجہ) روایت ہے حضرت عمرو ابن حزم سے فرماتے ہیں کہ مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قبر پر تکیہ لگائے دیکھا تو فرمایا اس قبر والے کو تکلیف نہ دو اسے تکلیف نہ دو[۴] (احمد) میت پر رونے کا باب

پہلی فصل روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ابو سیف لوہار کے

۱؎ جذیمہ ابرش بادشاہ تھا اس کے دو وزیر دل کی آپس کی محبت اور ہمیشہ اکٹھا رہنے میں کہاوت بن چکی تھی ان وزیروں کے نام مالک و عقیل تھے جو چالیس سال تک جذیمہ کے ساتھ رہے انہیں نعمان نے قتل کیا ان کے قتل کا عجیب قصہ مقامات حریری کی شرح میں مذکور ہے یعنی ہم دراز مدت گزار کر ایسے ہو گئے جس کی حکایت رب تعالیٰ فرماتا ہے لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ۲؎ یعنی اگر میں تمہاری وفات کے وقت تمہارے ساتھ ہوتی تو تمہاری میت کو یہاں آنے نہ دیتی کیونکہ بلا وجہ میت کو منتقل کرنا ٹھیک نہیں اس کی بحث پہلے ہو چکی اور نہ اب یہاں تمہاری قبر کی زیارت کے لیے آتی کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو زیارت قبور سے منع فرمایا ہم ابھی عرض کر چکے کہ آپ زیارت قبر کے لیے گئی نہ تھیں بلکہ قبر راستہ میں پڑتی تھی تو آ گئیں زیارت قبر کی پوری بحث ان شاء اللہ زیارت قبور کے باب میں آئے گی ۳؎ یعنی ان کی میت قبر کی پائنتی رکھی اور سر کی طرف سے قبر میں اتارا گیا پانی ان کے لیے بہتر ہے کہ قبر پر چھڑکاؤ کر کے میت کو اتارا جائے اس کی تحقیق پہلے پوری کی جا چکی ہے ۴؎ چنانچہ سنت ہے کہ دفن کے وقت قبر پر ہر مسلمان تین لپ مٹی ڈالے اس کا ذکر بھی پہلے گزر گیا ۵؎ غالبًا آپ قبر سے تکیہ لگائے بیٹھے تھے جس سے سرکار نے منع فرمایا اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ مسلمان کی قبر بھی لائق تعظیم ہے جب اس سے تکیہ لگانا جائز نہیں تو وہاں اور بے ادبیاں کیسے جائز ہوں گی بلکہ بزرگوں کی قبر پر ہاتھ باندھ کر سر جھکا کر کھڑے ہونا چاہیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ پر نماز کی طرح ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو (کتب فقہ) دوسرے یہ کہ میت کو ہر کی خبر ہوتی ہے ان کی بے ادبی سے ناراض اور احترام سے خوش ہوتا ہے ۶؎ میت پر بے آواز سے یا صرف آنسوؤں سے رونا جائز ہے بلکہ ثواب ہے اور کچھ کر کے سے بعض فضائل بیان کرنا بھی درست ہے جیسے فاطمہ زہرا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر روتے ہوئے عرض کیا تھا یا ابتاہ آپ جنت میں چلے گئے اب

أَبِي سَيْفٍ الْقَيْنِ وَكَانَ ظِئْرًا لِإِبْرَاهِيمَ فَأَخَذَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِبْرَاهِيمَ فَقَبَّلَهُ وَشَمَّهُ ثُمَّ دَخَلْنَا عَلَيْهِ بَعْدَ ذَلِكَ وَإِبْرَاهِيمُ يَجُودُ بِنَفْسِهِ فَجَعَلَتْ عَيْنَا رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَذْرِفَانِ فَقَالَ لَهُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ وَأَنْتَ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَقَالَ يَا ابْنَ عَوْفٍ إِنَّهَا رَحْمَةٌ ثُمَّ أَتْبَعَهَا بِأُخْرَى فَقَالَ إِنَّ الْعَيْنَ تَدْمَعُ وَالْقَلْبَ يَحْزَنُ وَلَا نَقُولُ إِلَّا مَا يَرْضَى رَبُّنَا وَإِنَّا بِفِرَاقِكَ يَا إِبْرَاهِيمُ لَمَحْزُونُونَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ قَالَ أَرْسَلَتِ ابْنَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيْهِ إِنَّ ابْنًا لِي قُبِضَ فَأْتِنَا فَأَرْسَلَ يُقْرِئُ السَّلَامَ وَيَقُولُ إِنَّ لِلَّهِ مَا أَخَذَ وَلَهُ مَا أَعْطَى وَكُلٌّ عِنْدَهُ بِأَجَلٍ مُسَمًّى فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ فَأَرْسَلَتْ إِلَيْهِ تُقْسِمُ عَلَيْهِ لَيَأْتِيَنَّهَا فَقَامَ وَمَعَهُ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ

ہاں گئے [1] جو حضرت ابراہیم کی دودھ پلانے والی کے خاوند تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابراہیم کو لیا انہیں چوما اور سونگھا [2] پھر اس کے بعد ہم پھر وہاں گئے جبکہ حضرت ابراہیم جان دے رہے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں بہنے لگیں حضرت عبدالرحمان ابن عوف نے خدمت عالیہ میں عرض کیا یا رسول اللہ آپ بھی [3] تو فرمایا اے ابن عوف یہ تو رحمت ہے پھر دوبارہ آنسو بہائے فرمایا آنکھیں بہتی ہیں دل غمگین ہے مگر ہم وہ ہی کہیں گے جس سے ہمارا رب راضی ہو اے ابراہیم تمہاری جدائی سے ہم غمگین ہیں [4] (مسلم، بخاری) [5] روایت ہے حضرت اسامہ ابن زید سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دختر زینب نے حضور کو پیغام بھیجا کہ میرا بچہ فوت ہو گیا تشریف لائیے [6] حضور نے سلام اور پیغام بھیجا کہ اللہ ہی کا ہے جو دے یا لے اس کے ہاں ہر چیز کی مدت مقرر ہے صبر و طلب اجر کریں [7] انہوں نے پھر پیغام بھیجا آپ کو قسم دیتی تھیں کہ ضرور آئیں [8] آپ اٹھے آپ کے ساتھ سعد ابن عبادہ

دنیا کا چند روزہ گی مرضی تھا اس بچہ پر سینہ کوٹنا سینہ پر پھیرنا لگانا بال نوچنا اس کے جھوٹے اوصاف بیان کرنا ہائے میرے بہادر ہائے گھر کی رونق کے لئے کہنا یہ سب حرام ہے کہ یہ نوحہ میں داخل ہے۔ [1] آپ کا نام براء ابن اوس آپ کی بیوی ام سیف کا نام خولہ بنت منذر انصاریہ ہے جو حضرت ابراہیم کی دودھ پلانے والی تھیں انہی کے ہاں حضرت ابراہیم رکھے گئے تھے حضور انور کبھی کبھی دیکھنے جایا کرتے تھے حضرت ابراہیم نے سولہ مہینے کی عمر شریف میں وفات پائی۔ [2] معلوم ہوا کہ بچے کو گود میں لینا اسے چومنا سونگھنا سنت ہے رحمت کی علامت ہے۔ [3] یعنی آپ بھی بچوں کے فوت ہونے پر روتے ہیں ہم نے تو یہ سمجھا کہ رونا بے صبری کا ہوتا ہے کہ سب سے زیادہ کرام پاک ہیں تب یہ سوال کیا گیا اس سے معلوم ہوا کہ میت پر صرف آنسوؤں سے رونا بھی جائز ہے اور صبر شکر کے الفاظ کہنا بھی اور میت کو مخاطب کر کے کلام کرنا بھی جائز کہ بچہ تو ابھی یہ نہ کچھ سمجھتا ہو مگر بعد وفات سمجھنے بلکہ بولنے لگتا ہے، ابھی آگے آ رہا ہے کہ کچا بچہ قیامت میں ماں باپ کی شفاعت بھی کرے گا اور ان سے کلام بھی۔ [4] یعنی نزع کی حالت میں ہے گویا فوت ہی ہو گیا ہے۔ [5] یہ بچہ یا تو علی ابن ابی العاص تھے جو قریب بلوغ فوت ہوئے یا امامہ بنت ابی العاص یعنی لڑکی ہے جیسا کہ مسند امام احمد میں ہے خیال رہے کہ حضرت زینب ابوالعاص ابن ربیع کی بیوی تھیں۔ [6] یعنی

وَمُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ وَاُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ وَزَيْدُ ابْنُ ثَابِتٍ وَرِجَالٌ فَرُفِعَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّبِيُّ وَنَفْسُهٗ تَتَقَعْقَعُ فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ فَقَالَ سَعْدٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا هٰذَا فَقَالَ
هٰذِهٖ رَحْمَةٌ جَعَلَهَا اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِ عِبَادِهٖ وَاِنَّمَا يَرْحَمُ اللّٰهُ مِنْ عِبَادِهِ الرُّحَمَاءَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ
وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ اشْتَكٰى سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ شَكْوٰى لَهٗ فَاَتَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ يَعُوْدُهٗ مَعَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ وَسَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ فَلَمَّا
دَخَلَ عَلَيْهِ فَوَجَدَهٗ فِيْ غَاشِيَةٍ فَقَالَ قَدْ قَضٰى قَالُوْا لَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَبَكَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَلَمَّا رَاَى الْقَوْمُ بُكَاءَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَكَوْا فَقَالَ اَلَا تَسْمَعُوْنَ اَنَّ

اور معاذ ابن جبل ابی ابن کعب زید ابن ثابت کچھ اور لوگ تھے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بچہ پیش کیا گیا۔ جو دم توڑ رہا تھا۔ تب حضور کی آنکھیں بہنے لگیں۔ حضرت سعد نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ کیا ہے۔ فرمایا یہ رحمت ہے جو اللہ نے اپنے بندوں کے دل میں ڈالی ہے۔ اللہ اپنے بندوں میں سے رحم والوں پر ہی رحم کرتا ہے (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ حضرت سعد ابن عبادہ کچھ بیمار ہوئے تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم عبدالرحمان ابن عوف، سعد ابن ابی وقاص، اور ابن مسعود کے ساتھ ان کے پاس تشریف لے گئے جب وہاں پہنچے تو انہیں غشی میں پایا پوچھا کیا وفات ہو گئی لوگوں نے کہا نہیں یا رسول اللہ۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روئے جب قوم نے نبی کا رونا دیکھا۔ تو وہ بھی رونے لگے۔ حضور نے فرمایا کیا تم سنتے نہیں کہ اللہ تعالیٰ

[illegible] سے کم از کم [illegible] ضروری کام میں مشغول تھے اس سے معلوم ہوا کہ میت کی نزع کی حالت میں بھی پسماندگان کو تسلی دینا تعزیت کرنا جائز ہے [illegible] ضروری کام [illegible] تعزیت [illegible] آپ کی تشریف آوری سے تسلی ہو گی [illegible] کہ میت پر بالکل [illegible] سخت [illegible] پیدا ہو جاتا ہے [illegible] دل کی گرمی نکل جاتی ہے [illegible] اصل رونے سے ہرگز منع نہ کیا جائے [illegible] آنکھ دل کی علامت ہے جو بندہ دل پر رحم نہیں کرتا [illegible] کو بیماری کا [illegible] نہیں کیا بیماری [illegible] حضرت سعد اس بیماری میں [illegible] مقام تو [illegible] وفات نہ پائی [illegible] بعض لوگ کہتے ہیں کہ آپ کو [illegible] نے نقل کیا [illegible] خیال ہے کہ انبیاء و اولیاء کے حالات مختلف [illegible] ہیں کبھی اپنے سے بھی بے خبر ہو جاتے ہیں اس کو شیخ سعدی فرماتے ہیں۔ شعر

بگفت احوال ما برق جہان است ۔ دمے پیدا و دیگر دم نہان است
گہے بر طارم اعلیٰ نشینم ۔ گہے بر پشت پائے خود نہ بینم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب کی موت کے وقت اور جگہ سے خبردار ہیں کہ بدر میں ایک دن پہلے ہی ہر کافر کے قتل کی جگہ اور وقت بتا دیا کہ یہاں فلاں مرے گا اور آج یہ فرمانا ہے [illegible] نے فرمایا کہ [illegible] لوگ انہیں گھیرے ہوئے تھے یا [illegible] ہوئی تھی تو فرمایا کہ کیا یہ فوت ہو گئے ہیں جو تم نے چادر اوڑھا دی۔ تب تو مطلب بالکل ظاہر ہے۔

اللہ لا یعذب بدمع العین ولا بحزن القلب ولکن یعذب بھذا واشار الی لسانہ او یرحم وان المیت لیعذب ببکاء اھلہ علیہ۔ متفق علیہ۔ وعن عبد اللہ بن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس منا من ضرب الخدود وشق الجیوب ودعا بدعوی الجاھلیۃ۔ متفق علیہ۔ وعن ابی بردۃ قال اغمی علی ابی موسی فاقبلت امراتہ ام عبد اللہ تصیح برنۃ ثم افاق فقال الم تعلمی وکان یحدثھا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال انا بریء ممن حلق وصلق وخرق۔ متفق علیہ ولفظہ لمسلم۔ وعن ابی مالک الاشعری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اربع فی امتی من امر الجاھلیۃ لا یترکونھن الفخر فی الاحساب و

آنکھ کے آنسو اور دل کے غم سے عذاب نہیں دیتا لیکن اس کی وجہ سے عذاب دیتا ہے اور اپنی زبان کی طرف اشارہ کیا یا رحم کرتا ہے[1] اور میت کو گھر والوں کے رونے پر عذاب ہوتا ہے[2] (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ وہ ہم میں سے نہیں جو منہ پیٹے گریبان پھاڑے اور جاہلیت کی باتیں بکے[3] (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ابوبردہ سے[4] فرماتے ہیں کہ حضرت ابوموسیٰ بے ہوش ہوئے تو آپ کی بیوی ام عبداللہ چیخ کر روتی آئیں[5] پھر انہیں ہوش آیا تو فرمایا کیا تم جانتی نہیں[6] آپ انہیں حدیث سناتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اس سے بیزار ہوں جو سر منڈائے چیخے اور کپڑے پھاڑے[7] (مسلم، بخاری) الفاظ مسلم کے ہیں روایت ہے حضرت ابومالک اشعری سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری امت میں جاہلیت کی چار باتیں ہیں جنہیں وہ نہ چھوڑیں گے نسبی فخر، نسب میں

1؎ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ رونا ان کی موت کے خوف سے تھا کہ اللہ ان کی تکلیف دیکھ کر رحمت کی بنا پر رو رہے تھے یہ کلام ارشاد تھا کہ کسی کی بیماری یا موت پر بے صبری یا نوحہ نہ کرنا چاہیے مطلب یہ ہے کہ جو میت پر صبر کرتا ہے اللہ اس پر رحم کرتا ہے اور جو بکواس بکتا ہے وہ سزا پاتا ہے۔ 2؎ اس کی پوری شرح آگے آئے گی یہاں اتنا سمجھ لو کہ میت سے مراد قریب المرگ ہے جس کی جان نکل رہی ہو اور عذاب سے مراد تکلیف ہے یعنی اگر جان نکلتے وقت رونے والوں کا شور مچایا جائے تو اس شور سے مرنے والے کو تکلیف ہوتی ہے بلکہ بیمار کے پاس بھی شور نہ کیا جائے کہ اس سے بیمار کو تکلیف پہنچتی ہے لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ کسی کا گناہ میت پر کیوں پڑتا ہے۔ 3؎ یعنی میت وغیرہ پر منہ پیٹنا کپڑے پھاڑنا رب تعالیٰ کی شکایت بے صبری کی بکواس کرنا ہمارے طریقہ والوں کا کام نہیں یہ کام حرام ہیں ان کا کرنے والا سخت مجرم اس سے روافض عبرت پکڑیں جن کے ہاں محرم میں یہ کام حرام بھی جائز ہیں اس حدیث کی تائید قرآن کریم فرما رہا ہے۔ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُم مُّصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔ 4؎ آپ تابعی ہیں آپ کا نام عامر ابن عبداللہ ابن قیس ہے تابعین میں سے ہیں اور عبداللہ ابن قیس یعنی ابوموسیٰ اشعری کے فرزند ہیں حضرت علی کی طرف سے قاضی شریح کے بعد کوفہ کے قاضی رہے۔ 5؎ ... 6؎ ... کہ میں تمہیں ہمیشہ یہ حدیث سناتا رہا تم پھر بھی بھول گئیں اس سے معلوم ہوا کہ عرب میں بھی کسی

اَلطَّعْنُ فِی الْاَنْسَابِ وَالْاِسْتِسْقَاءُ بِالنُّجُوْمِ وَالنِّيَاحَةُ وَقَالَ النَّائِحَةُ اِذَا لَمْ تَتُبْ قَبْلَ مَوْتِهَا تُقَامُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَعَلَيْهَا سِرْبَالٌ مِّنْ قَطِرَانٍ وَّدِرْعٌ مِّنْ جَرَبٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ مَرَّ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِامْرَاَةٍ تَبْكِیْ عِنْدَ قَبْرٍ فَقَالَ اتَّقِی اللّٰهَ وَاصْبِرِیْ قَالَتْ اِلَيْكَ عَنِّیْ فَاِنَّكَ لَمْ تُصَبْ بِمُصِيْبَتِیْ وَلَمْ تَعْرِفْهُ فَقِيْلَ لَهَا اِنَّهُ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَتَتْ بَابَ

طعنے، اور تاروں سے بارش مانگنی اور نوحہ اور فرمایا اگر نوحہ والی موت سے پہلے توبہ نہ کرے تو قیامت میں اس طرح کھڑی ہوگی کہ اس پر رال کا لباس اور خارش کی قمیص ہوگی (مسلم) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک عورت پر گزرے جو قبر کے پاس رو رہی تھی فرمایا اللہ سے ڈر اور صبر کر۔ وہ بولی میرے پاس سے ہٹ جائیے آپ کو میری سی مصیبت نہیں پہنچی اس نے حضور کو پہچانا نہیں تھا تو اسے بتایا گیا یہ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم تھے تو وہ حضور کے آستانہ پر آئی۔ نہ کی

کی عورت پر سر منڈانے کا رواج تھا جیسے ہمارے ہاں ہندو سر داڑھی اور مونچھیں سب منڈا دیتے ہیں جسے بھدرا کہتے ہیں مگر مرد منڈاتے تھے عورتیں نہیں، یہ بھی بے حیائی کی علامت ہے خیال رہے کہ صحابہ کرام ایسی حالت میں تبلیغ اور اپنے بال بچوں کی اصلاح سے غافل نہیں رہتے تھے۔ اس میں بڑا تجربہ ہے جو بالکل سچ ہے، مسلمانوں میں اب تک موجود ہے۔ وہ عیوب جو دین میں کبھی حسب اور نسب ایک ہی معنی میں بولتے ہیں مگر کبھی یوں فرق کر دیتے ہیں کہ ماں کی طرف سے رشتوں کا نام حسب ہے اور باپ کی طرف کا نام نسب، کبھی اس طرح کہ باپ دادوں کے اوصاف شمار کرنا حسب کہلاتا ہے تو ہین و ذلت بتلانے پھرنا نسب، کفار کے مقابلے میں حسب و نسب پر فخر کرنا بھی عبادت ہے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ حنین میں کفار سے فرمایا۔ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ دیا نتے ہو میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں، مگر مسلمان کے کسی نسب کو ذلیل جاننا یا انہیں کمین کہنا حرام ہے مسلمان شریف ہیں اگرچہ سید حضرات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کی وجہ سے اشرف ہیں مگر انہیں بھی کسی مسلمان کو کمین کہنے کا کوئی حق نہیں، ہاں مسلمانوں کو ان کا احترام کرنا چاہیے۔ نسب انبیاء اللہ کی رحمت ہے اس کی پوری تحقیق ہماری کتاب الکلام المقبول فی شرافۃ نسب الرسول میں ملاحظہ کیجئے۔ تاروں سے اوقات معلوم کرنا راستوں دستوں کا پتہ لگانا جائز ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ مگر ان میں بارش وغیرہ کی تاثیر ماننا اور ان سے غیبی خبریں معلوم کرنا حرام ہے لہٰذا علم نجوم باطل ہے علم توقیت حق امر ہے۔ مرے کے سچے اوصاف بیان کرنا ندبہ کہلاتا ہے اور اس کے جھوٹے اوصاف بیان کر کے رونا نوحہ ہے ندبہ جائز ہے نوحہ حرام۔ حضرت فاطمہ زہراء نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ندبہ کیا تھا نوحہ نہیں۔ ؎ رال میں آگ بہت جلد لگتی ہے اور بعض گرم بھی ہوتی ہے اور جرب وہ کپڑا ہے جو سخت خارش میں پہنایا جاتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ نائحہ پر اس دن خارش کا عذاب مسلط ہوگا کیونکہ نوحہ سے لوگوں کے دل مجروح کرتی تھی تو قیامت کے دن اسے خارش سے زخمی کیا جائے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ نوحہ خواہ میت پر ہو یا قبر پر بہت حرام ہے چونکہ اکثر عورتیں ہی نوحہ کرتی ہیں اس لیے مؤنث نائحہ ؎ تانیث کا صیغہ فرمایا۔ ؎ یہ نہ پہچاننا بھی شدت غم سے ہو گا ورنہ اول مدینے میں آپ کو تو باہر کے اجنبی لوگ بھی پہچان لیتے تھے جس گلی سے گزرتے تو گھر والے خوشبو کی مہک سے پہچان جاتے۔ آپ کو نہ پہچاننا غم کی وجہ سے تھا یا حضور انور کو وہ جانتی نہ تھی

خیال رہے کہ جو کوئی اس سے کہا یہ لفظ گستاخی کے

النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ تَجِدْ عِنْدَهُ بَوَّابِيْنَ فَقَالَتْ لَمْ أَعْرِفْكَ فَقَالَ إِنَّمَا الصَّبْرُ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الْأُولٰى مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَمُوْتُ لِمُسْلِمٍ ثَلٰثَةٌ مِّنَ الْوَلَدِ فَيَلِجَ النَّارَ إِلَّا تَحِلَّةَ الْقَسَمِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِنِسْوَةٍ مِّنَ الْأَنْصَارِ لَا يَمُوْتُ لِإِحْدَاكُنَّ ثَلٰثَةٌ مِّنَ الْوَلَدِ فَتَحْتَسِبَهُ إِلَّا دَخَلَتِ الْجَنَّةَ فَقَالَتِ امْرَأَةٌ مِّنْهُنَّ أَوِ اثْنَانِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ أَوِ اثْنَانِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَهُمَا ثَلٰثَةً لَمْ يَبْلُغُوا الْحِنْثَ، وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ

اللہ علیہ وسلم وہاں کوئی دربان نہ پایا ۱؎ عرض کیا حضور میں نے آپ کو پہچانا نہیں فرمایا صبر شروع صدمے پر ہی ہوتا ہے ۲؎ (مسلم، بخاری) اور روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کوئی مسلمان نہیں جس کے تین بچے مرجائیں پھر وہ آگ میں جائے مگر قسم پوری کرنے کو ۳؎ (مسلم، بخاری) اور روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصاری عورتوں سے فرمایا کہ جس ماں کے تین بچے مرجائیں وہ صبر کرے وہ جنت میں ضرور جائے گی ان میں سے ایک بی بی بولیں یا رسول اللہ یا دو فرمایا دو ۴؎ (مسلم) اور مسلم بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ تین وہ بچے جو بلوغ کو نہ پہنچے ہوں ۵؎ روایت ہے انہی سے فرماتے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے مگر چونکہ وہ بی بی بے ہوشی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بغیر پہچانے کہا ہے اس لیے وہ اسلام سے خارج نہ ہوئی اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ اگر جانکنی کی حالت میں مرنے والے سے کوئی کفر کی بات سنی جائے تو اسے کافر نہ کہا جائے گا اس کی نماز جنازہ اور دفن ہوگا کیونکہ بے ہوشی کا کفر معتبر نہیں اس کا ماخذ یہ حدیث ہے ۔ مسئلہ آپ سے معافی مانگنے ۔ اس خیال میں تھی کہ شہنشاہ کونین کا آستانہ ہے دروازہ عالیہ پر بہت دربان ہوں گے نہ معلوم یہاں پہنچ سکوں یا نہیں اور حضرت تک پہنچ سکوں یا نہیں یا تو کیسی باہر کی تھی یا یہ خیال بھی اس کلام کی بے ہوشی میں تھا وہ شدید کی التجا تھی آستانہ پاک پر حاضر ہوئی ۲؎ یعنی صبر شروع صدمہ پر دل میں جوش ہوتا ہے اس وقت اس جوش کو روکنا رب کے بندوں کا کام ہے اس سے مراد کامل صبر ہے جس پر بہت ثواب ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بی بی کو نہ اپنی بے ادبی سے توبہ کرائی اور نہ گزشتہ رونے پیٹنے سے کیونکہ وہ معذور تھیں بلکہ آئندہ کے لیے نصیحت فرمادی قبر پہ جاکر رونا منع نہیں وہاں پیٹنا منع ہے ۳؎ قسم سے مراد رب کا وہ فرمان ہے وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا ہر ایک کو دوزخ میں وارد ہونا ہے کیونکہ پل صراط سے جاتے ہوئے جنت کے راستہ میں دوزخ پڑتی ہے یعنی ایسا صابر دوزخ سے گزرے گا تو ضرور مگر صرف اس قسم کو پورا کرنے نہ کہ عذاب پانے کے لیے ۴؎ ایسے موقعوں پر اکثر عورتوں سے خطاب ہوتا ہے کیونکہ ماں کو بچے سے محبت زیادہ ہوتی ہے اور صبر کم نیز ان میں رونے پیٹنے اور نوحہ کی عادت زیادہ ہے ۵؎ اس سوال و جواب سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی رحمتوں کے بااختیار تقسیم فرمانے والے ہیں اگر آپ فرما دیتے کہ نہیں تین پر ہی تو تین ہی پر یہ اجر ہوا کرتا جیسے باب حج میں حدیث آئے گی کہ اگر ہم فرما دیتے کہ ہر سال ہاں تو ہر سال ہی فرض ہو جاتا ۶؎ حنث کے معنی ہیں گناہ اسی لیے قسم توڑنے کو حنث کہتے ہیں کہ وہ گناہ

اللہ مالعبدی المؤمن عندی جزاء اذا قبضت صفیہ من اھل الدنیا ثم احتسبہ
الا الجنۃ رواہ البخاری ۔ الفصل الثانی ۔ عن ابی سعید الخدری قال لعن رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم النائحۃ والمستمعۃ رواہ ابوداؤد ۔ وعن سعد بن ابی وقاص قال
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عجب للمؤمن ان اصابہ خیر حمد اللہ وشکر وان
اصابتہ مصیبۃ حمد اللہ وصبر فالمؤمن یؤجر فی کل امرہ حتی فی اللقمۃ یرفعھا الی فی
امراتہ رواہ البیہقی فی شعب الایمان ۔ وعن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے کہ جب میں بندہ مومن کی دنیا کی پیاری چیز لے لوں پھر وہ صبر کرے تو اس کی جزا جنت کے سوا کچھ نہیں ۱؎ (بخاری) دوسری فصل روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوحہ کرنے والی اور سننے والی پر لعنت فرمائی ۲؎ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت سعد ابن ابی وقاص سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عجب ہے مومن کے لیے اگر اسے بھلائی پہنچے تو اللہ کی حمد اور شکر کرے اور اگر مصیبت پہنچے تو اللہ کی حمد اور صبر کرے کہ مومن کو ہر چیز میں ثواب ملتا ہے حتی کہ لقمہ میں بھی جو اپنی بیوی کے منہ تک پہنچاتا ہے ۳؎ (بیہقی شعب الایمان) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۱؎ چونکہ بالغ اولاد سے پیار انسان گناہ کے تابع ہوتا ہے اس لیے بلوغ کی قید ہے کیا ہی ظاہر ہے یہ خیال رہے کہ جوان اولاد کے مرنے اور صبر کرنے پر بھی بڑا اجر ہے مگر چھوٹے بچوں پر بھی صبر کرے تو بڑا اجر ہے اور ان کی شفاعت بھی کیونکہ ان کا غم سخت ہے خصوصًا شیر خوار بچے کی ماں کو جب اس کے پستان میں دودھ زور کرتا ہے اور پینے والا بچہ نہیں ہوتا لہٰذا یہ حدیث ہر پیاری چیز کو عام ہے ماں باپ بیوی اولاد دوست کہ فوت شدہ ہر ایک پر صبر کرے گا انشاء اللہ جنت پائے گا لہٰذا یہ حدیث بڑی بشارت کی ہے ۲؎ سننے والی سے وہ عورت مراد ہے جو نوحہ سے راضی ہو کر کان لگا کر سنے جیسے غیبت کرنا اور خوشی سے سننا دونوں گناہ ہیں ایسے ہی نوحہ کرنا اور سننا سب گناہ ہے خیال رہے کہ اپنے گناہوں پر نوحہ کرنا بھی عبادت ہے حضرت نوح علیہ السلام خوف خدا میں اتنا روتے تھے کہ آپ کا لقب ہی نوح ہو گیا ورنہ آپ کا نام یشکر ہے اس نوحہ کی حقیقت یہ ہے کہ انسان بالکل بے گناہ ہو پھر اپنے کو گناہگار کہے اور روئے یہ جھوٹ بھی عبادت ہے رب تعالٰی حضرت صدیق اکبر کو الاتقٰی فرماتا ہے اور انہیں اولو الفضل مگر وہ خود سرکار کو یہ کہہ کر روتے ہیں الہٰی میرا کیا بنے گا میرے پاس کوئی نیکی نہیں ۳؎ اس میں اشارۃً فرمایا گیا کہ ایمان نعمت اس کا صبر ہے اور نعمت پر شکر ہے رب فرماتا ہے لکل صبار شکور شکر کو صبر پر اس لیے مقدم کیا کہ خدا کی طرف سے نعمتیں زیادہ ہیں تکلیفیں کم لہٰذا شکر کے موقع بہت ہیں صبر کے کم صبر شکر سے افضل ہے علماء فرماتے ہیں کہ صبر تین قسم کا ہے نیکی پر صبر گناہ سے صبر اور مصیبت میں صبر یعنی اسے کھلا کر جب کہ ادائے سنت کی نیت سے ہو اس سے معلوم ہوا کہ نیت خیر سے مباح کام ثواب بن جاتے ہیں اور عادات عبادات ہو جاتی ہیں عالم کا سونا بھی عبادت ہے ۴؎ یہاں مرقات نے فرمایا اس کی اسناد میں مروان ابن سالم ہے یہ ثقہ کیسے ہو سکتا ہے حالانکہ [illegible] ضعیف ہے لیکن فضائل

مَا مِنْ مُؤْمِنٍ اِلَّا وَلَهٗ بَابَانِ بَابٌ يَصْعَدُ مِنْهُ عَمَلُهٗ وَبَابٌ يَنْزِلُ مِنْهُ رِزْقُهٗ فَاِذَا مَاتَ بَكَيَا عَلَيْهِ فَذٰلِكَ قَوْلُهٗ تَعَالٰى فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ۞ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ لَهٗ فَرَطَانِ مِنْ اُمَّتِيْ اَدْخَلَهُ اللّٰهُ بِهِمَا الْجَنَّةَ فَقَالَتْ عَائِشَةُ فَمَنْ كَانَ لَهٗ فَرَطٌ مِنْ اُمَّتِكَ قَالَ وَمَنْ كَانَ لَهٗ فَرَطٌ يَا مُوَفَّقَةُ فَقَالَتْ فَمَنْ لَمْ يَكُنْ لَهٗ فَرَطٌ مِنْ اُمَّتِكَ قَالَ فَاَنَا فَرَطُ اُمَّتِيْ لَنْ يُصَابُوْا بِمِثْلِيْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ ۞ وَعَنْ اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

نے ہر مومن کے دو دروازے ہیں ایک دروازہ وہ جس سے اس کے عمل چڑھتے ہیں اور دوسرا وہ جس سے اس کی روزی اترتی ہے جب مومن مر جاتا ہے تو یہ دونوں اس پر روتے ہیں یہ ہی مطلب ہے رب کے فرمان کا کہ کفار پر آسمان و زمین نہیں روتے (ترمذی) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میری امت میں سے جس کے دو فرط ہوں گے اللہ تعالیٰ انکی برکت سے جنت میں داخل کرے گا تو حضرت عائشہ نے عرض کیا کہ جس امتی کا ایک ہی فرط ہو فرمایا اے توفیق والی وہ بھی جس کا ایک ہی فرط ہو۔ وہ بولیں جس امتی کا کوئی فرط نہ ہو فرمایا اپنی امت کا فرط میں ہوں انہیں میری جیسی مصیبت نہ پہنچے گی (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے ۞ روایت ہے حضرت ابو موسیٰ اشعری سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

میں ہے اس لیے قابل رد نہیں (مرقات) لیے دیکھا گیا ہے کہ مسلم بخاری کی بعض اسنادوں میں کہیں کہیں رافضی اور خارجی بھی آگئے ہیں اور مرقات نے اس احادیث ملائکہ کہ آسمان میں کتنے دروازے ہیں سب کے سارے انسان ہیں ہر ایک کے لیے دو دروازے ہیں روزی آنے کا اور نیک اعمال جانے کا مگر کافر کا اعمال والا دروازہ بند ہوتا ہے کہ اس کی کوئی نیکی قبول نہیں اور مومن کی نیکیاں اس دروازے سے جاتی ہیں اور علیین میں لکھی جاتی ہیں مومن کے مرنے پر یہ دروازے روتے ہیں اور کافر کے مرنے پر خوش ہوتے ہیں یہ حدیث بالکل اپنے ظاہر پر ہے کسی تاویل کی ضرورت نہیں ہر چیز میں احساس ہے فوت شدہ چھوٹے بچے کو فرط اسی لیے فرمایا کہ وہ اپنے ماں باپ کو جنت پہنچانے کا انتظام کرے گا اس کے اجر کا باعث بنتا ہے فرط کے معنے پہلے پہنچ کر انتظام کرنے والا ہے جو منزل پر قافلہ سے آگے پہنچے اور تمام چیزوں کا انتظام کرے۔ اس حدیث کے معنے نہیں کہ ایسے صحابہ کا فرط میں نہیں صرف بچے ہی فرط ہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ ایسے صحابہ کا فرط بچے بھی ہیں اور دوسروں کا فرط میں ہوں سبحان اللہ کیسی پیاری حدیث ہے کہ یعنی میری امت کے لیے جیسی مصیبت اور تکلیف کا باعث میری وفات ہے ایسی کوئی مصیبت نہیں اور یہ حقیقت بھی ہے جن لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات دیکھی ان پر جو مصیبت پڑی وہ تو وہی بیان کر سکتے ہیں آج بھی جس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم یاد آتے ہیں تو عاشقوں کے کلیجے پھٹ جاتے ہیں مدینہ منورہ سے چلتے وقت زائرین کا جو حال ہوتا ہے وہ دیکھنے کے قابل ہے مدینہ کے در و دیوار کو حسرت سے دیکھتے ہیں۔ ہم نے مسجد نبوی شریف کی چوکھٹ سے لپٹ کر لوگوں کو روتے دیکھا ہے شعر بدن سے جان نکلتی ہے آہ سینہ سے ۞ تیرے غلام نکلتے ہیں جب مدینہ سے ۞ فقیر نے بھی تیسرے حج پر رخصت کے وقت مدینہ کے در و دیوار سے عرض کیا تھا۔ شعر جا رہا ہے اب ہمارا قافلہ اے در و دیوار شہر مصطفیٰ ۞ یاد تیری جس گھڑی بھی آئے گی ۞ بے یقین دل کو بہت تڑپا جائے گی ۞

وسلم إذا مات ولد العبد قال الله تعالى لملائكته قبضتم ولد عبدي فيقولون نعم فيقول قبضتم ثمرة فؤاده فيقولون نعم فيقول ماذا قال عبدي فيقولون حمدك واسترجع فيقول الله ابنوا لعبدي بيتا في الجنة وسموه بيت الحمد رواه أحمد والترمذي. وعن عبد الله بن مسعود قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من عزى مصابا فله مثل أجره رواه الترمذي وابن ماجة وقال الترمذي هذا حديث غريب لا نعرفه مرفوعا إلا من حديث علي بن عاصم الراوي وقال رواه بعضهم عن محمد بن سوقة بهذا الإسناد موقوفا. وعن أبي برزة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من عزى ثكلى كسي بردا في الجنة رواه الترمذي وقال هذا حديث غريب. وعن عبد الله بن جعفر قال لما

ترجمہ: جب کسی بندے کا بچہ مرتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتا ہے کیا تم نے میرے بندے کے بچہ کو وفات دے دی وہ کہتے ہیں ہاں تو فرماتا ہے تم نے اس کے دل کا پھل توڑ لیا تو عرض کرتے ہیں ہاں فرماتا ہے میرے بندے نے کیا کہا عرض کرتے ہیں تیری حمد کی اور اناللہ پڑھی رب فرماتا ہے میرے بندے کے لیے جنت میں گھر بناؤ اور گھر کا نام بیت الحمد رکھو (احمد، ترمذی) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کسی مصیبت زدہ کو تسلی دے اس جیسا ثواب ملے گا (ترمذی، ابن ماجہ) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے جسے ہم صرف علی ابن عاصم راوی کی حدیث ہی سے مرفوعاً پہچانتے ہیں اور بعض محدثین نے یہ حدیث اسی اسناد سے محمد ابن سوقہ سے موقوفاً روایت کی۔ روایت ہے حضرت ابی برزہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فوت شدہ بچہ کی ماں کو تسلی دے اسے جنت میں عمدہ چادر اوڑھائی جائے گی (ترمذی) اور فرمایا کہ یہ حدیث غریب ہے۔ روایت ہے حضرت عبداللہ ابن جعفر سے

ف: یہ حدیث بالکل حق اور صحیح ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ساری امت کے لیے یہ حیثیت عظمیٰ ہے یہ قصیدہ ... فقیر کی کتاب دیوان سالک میں دیکھئے۔ یہ سوال و جواب ان فرشتوں سے ہے جو میت کی روح بارگاہ الٰہی میں لے جاتے ہیں اس سے مقصود انہیں توجہ بنانا اور رب تعالیٰ علیم و خبیر ہے۔ خیال رہے کہ جنت میں بعض محل رب کی طرف سے پہلے ہی بن چکے اور بعض انسان کے اعمال سے بنتے ہیں یہاں اس دوسرے محل کا ذکر ہے جیسے یہاں مکانوں کے نام کام سے ہوتے تھے ویسے ہی وہاں آتی محلات کے نام اعمال سے ہیں۔ کیونکہ بھلائی کی خبر کرنے والے کو بھی بھلائی کا ثواب ہے تعزیت کے ایسے پیارے الفاظ ہونے چاہئیں جس سے مصیبت زدہ کی تسلی ہو جائے، یہ الفاظ بھی کتب فقہ میں منقول ہیں فقیر کا تجربہ ہے کہ اس موقعہ پر غمزدوں کو واقعات کربلا یاد دلائے جائیں اور کہا جائے کہ ہم لوگ تو کھا پی کر مرتے ہیں وہ شاہزادے تو تین دن کے روزہ دار شہید کیے گئے تو بہت تسلی ہوتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ تعزیت ہر ایک کی ہے مگر بچے کی فوتیدگی پر ماں کو تسلی دینا بہت ثواب ہے چادر سے مراد جنت کا نہایت اعلیٰ اور وسیع جوڑا ہے جو اس بخشی کو تعزیت کے عوض دیا جائے گا جو تمام جوڑوں سے ممتاز ہوگا۔

جَاءَ نَعْيُ جَعْفَرٍ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِصْنَعُوْا لِاٰلِ جَعْفَرٍ طَعَامًا فَقَدْ اَتَاهُمْ مَا يُشْغِلُهُمْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ ۔ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ ۔ عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ نِيْحَ عَلَيْهِ فَاِنَّهٗ يُعَذَّبُ بِمَا نِيْحَ عَلَيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّهَا قَالَتْ سَمِعْتُ عَائِشَةَ وَذُكِرَ لَهَا اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ يَقُوْلُ اِنَّ الْمَيِّتَ لَيُعَذَّبُ بِبُكَاءِ الْحَيِّ عَلَيْهِ تَقُوْلُ يَغْفِرُ اللّٰهُ لِاَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَمَا اِنَّهٗ لَمْ يَكْذِبْ وَلٰكِنَّهٗ نَسِيَ اَوْ اَخْطَاَ اِنَّمَا مَرَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى

فرماتے ہیں کہ جب حضرت جعفر کی موت کی خبر آئی ۱؎ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جعفر کے گھر والوں کیلئے کھانا پکاؤ کیونکہ ان کے پاس وہ خبر آئی ہے جو کھانے سے باز رکھے گی ۲؎ (ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ) تیسری فصل روایت ہے حضرت مغیرہ ابن شعبہ سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جس پر نوحہ کیا جائے اسے قیامت کے دن نوحہ کی وجہ سے عذاب ہوگا ۳؎ (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت عمرہ بنت عبدالرحمن رضی اللہ عنہا سے کہ میں نے حضرت عائشہ کو سنا حتی کہ ذکر کیا گیا کہ عبداللہ ابن عمر فرماتے ہیں کہ زندوں کے رونے کی وجہ سے میت کو عذاب ہوتا ہے فرماتی تھیں اللہ ابو عبدالرحمن کو بخشے انہوں نے جھوٹ نہ بولا لیکن وہ بھول گئے یا خطا کر گئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم

۱؎ حضرت جعفر ابو طالب کے فرزند علی مرتضیٰ کے بھائی ہیں آپ کی شہادت ۸ھ غزوہ موتہ میں ہوئی موتہ تبوک کے پاس ایک جگہ ہے ۲؎ آپ نے کھانا پکانے کا حکم اپنے اہل بیت کو دیا اس کھانے کو جو اہل میت کے لیے پکایا جائے عربی میں مجوزہ کہتے ہیں اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ کھانا بھیجنا سنت ہے بلکہ چاہیے کہ خود کھانا پکانے والا میت کے گھر کھانا لے جائے اور خود بھی ان کے ہمراہ ہی کھائے انہیں ساتھ کھلانے پر مجبور کرے صرف پہلے دن کھانا بھیجا جائے کیونکہ دن فوت ہوا یا فوت کی خبر آئی بعد میں دیکھتے تیسرے دن کا جو رواج ہے بے اصل ہے ۳؎ یعنی جعفر کے گھر والے ان کے غم کی وجہ سے کھانا پکا نہ سکیں گے اگر کوئی کھانا نہ دے گیا تو وہ بھوکے رہیں گے اس سے معلوم ہوا کہ پکا کھانا بھیجنا سنت ہے تب جو غم کی وجہ سے پکا نہ سکیں یا باہر کے مہمان جو شریک دفن کے لیے آگئے ہیں، عام برادری والوں کی دعوت اس وقت ممنوع ہے حضرت جریر ابن عبداللہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ صحابہ میت کے ہاں دعوت کو نوحہ شمار کرتے تھے اسی کو فقہاء منع فرماتے ہیں یعنی تین دن تک تمام محلہ و برادری والوں اور میت والوں کے لیے کھانا بھیجنا اور پھر تیسرے دن خود میت کے ہاں برادری کی روٹی ہونا دھوم دھام سے آتے کھاتے یہ دعوت کام ممنوع ہیں خصوصاً جب کہ میت کے یتیم بچے بھی ہوں اور میت کے ترکہ سے یہ رسم کیا جائے تو اس کا کھانا اور کھلانا سخت حرام ہے کہ یتیم کا مال کھانا حرام ہے بعض جگہ اہل میت کی رسمی دعوت ممنوع ہے اور پکا کر بھیجنا مستحب ہے اس کی تحقیق ہماری کتاب اسلامی زندگی میں ملاحظہ کیجیے ۳؎ یعنی میت پر نوحہ کرنا چونکہ کی وجہ سے قیامت میں میت کو بھی عذاب ہوگا جیسے خود نوحہ کرنے والوں کو ہوگا یہ اس صورت میں ہے جبکہ میت نوحہ اور پیٹنے کی وصیت کر گیا ہو یا اس کا عادی ہو جیسے زمانہ جاہلیت میں مرنے والے وصیت کرتے تھے کہ ہم پر ایسا ایسا نوحہ کرنا تا دیر

يَهُوْدِيَّةٍ يُبْكٰى عَلَيْهَا فَقَالَ اِنَّهُمْ لَيَبْكُوْنَ عَلَيْهَا وَاِنَّهَا لَتُعَذَّبُ فِيْ قَبْرِهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ قَالَ تُوُفِّيَتْ بِنْتٌ لِعُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ بِمَكَّةَ فَجِئْنَا لِنَشْهَدَهَا وَحَضَرَهَا ابْنُ عُمَرَ وَابْنُ عَبَّاسٍ فَاِنِّيْ لَجَالِسٌ بَيْنَهُمَا فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ لِعَمْرِو بْنِ عُثْمَانَ وَهُوَ مُوَاجِهُهُ اَلَا تَنْهٰى عَنِ الْبُكَاءِ فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْمَيِّتَ لَيُعَذَّبُ بِبُكَاءِ اَهْلِهِ عَلَيْهِ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَدْ كَانَ عُمَرُ يَقُوْلُ بَعْضَ ذٰلِكَ ثُمَّ حَدَّثَ فَقَالَ صَدَرْتُ مَعَ عُمَرَ مِنْ مَكَّةَ حَتّٰى اِذَا كُنَّا بِالْبَيْدَاءِ فَاِذَا هُوَ بِرَكْبٍ تَحْتَ ظِلِّ سَمُرَةٍ فَقَالَ اذْهَبْ فَانْظُرْ

ایک یہودیہ پر گزرے جس پر رویا جارہا تھا تو فرمایا یہ اس پر رو رہے ہیں اور اسے قبر میں عذاب ہو رہا ہے (مسلم، بخاری)۔
روایت ہے حضرت عبداللہ ابن ابی ملیکہ سے فرماتے ہیں کہ عثمان ابن عفان کی بیٹی مکہ میں فوت ہوئیں تو ہم جنازہ میں شرکت کے لئے گئے وہاں ابن عمر اور ابن عباس بھی تھے میں ان دونوں بزرگوں کے درمیان بیٹھا تھا تو عبداللہ ابن عمر نے عمرو ابن عثمان سے جو ان کے سامنے تھے فرمایا کہ تم رونے سے منع کیوں نہیں کرتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میت کو اس کے گھر والوں کے اس پر رونے کی وجہ سے عذاب ہوتا ہے تو حضرت ابن عباس بولے کہ حضرت عمر بھی ایسا ہی کہتے تھے پھر آپ نے قصہ سنایا فرمایا کہ میں حضرت عمر کے ساتھ مکہ سے لوٹا حتی کہ جب ہم مقام بیدا میں پہنچے تو ایک قافلہ درخت کے سایہ کے نیچے ایک قافلہ نظر پڑا آپ نے فرمایا جاؤ دیکھو

نوحہ پر بھی عذاب ہوتا تھا لہذا اس حدیث سے یہ لازم نہیں کہ امام حسین اور دیگر شہداء کربلا کو بھی عذاب ہو کیونکہ روافض کثرت سے نوحہ و ماتم کیا کرتے ہیں کیونکہ ان حضرات نے اس کی وصیت نہ کی نہ اس سے راضی ہوئے ۵؎ یعنی یا تو وہ حدیث کے خاص موقعہ کو بھول گئے یا اس حدیث کو عام سمجھ کر غلطی کر گئے کسی چیز کو بالکل بھول جانا نسیان ہے اور اس کے وصف کو بھول کر اس میں فرق کر دینا خطا ہے۔ ۶؎ یعنی اس مرنے والی یہودیہ کو اس کے کفر کی وجہ سے یا اپنے گھر والوں کے رونے کی وجہ سے عذاب قبر ہو رہا ہے حضرت ام المؤمنین کے فرمان کا منشا یہ ہے کہ نوحہ سے مسلمان میت کو عذاب نہیں ہوتا بلکہ کفار کو ہوتا ہے حضرت ابن عمر نے اسی کو عام سمجھ لیا یا یہ مطلب ہے کہ وہاں عذاب تو کفر کی وجہ سے ہو رہا تھا حضرت ابن عمر رونے کی وجہ سے سمجھ گئے لہذا ان سے بھول ہوگئی یا غلط خیال رہے کہ یہ حضرت ام المؤمنین کا اجتہاد ہے ورنہ نوحہ کے عذاب کے متعلق عام حدیثیں بھی آئی ہیں جو آپ تک نہ پہنچیں اس مسئلہ کے متعلق تحقیق پہلے ہو چکی ہے ہم عرض کر چکے کہ اگر میت اس رونے پیٹنے کی وصیت کر گیا ہو تو عذاب پائے گا یا یہ مطلب ہے کہ مرنے والے کو مرتے وقت یا مرنے کے بعد اس شور و پکار سے تکلیف ہوتی ہے جیسے اسے تلاوت قرآن وغیرہ سے راحت حاصل ہوتی ہے کیونکہ میت کا تعلق روح وغیرہ کی چیزوں سے ہوتا ہے لوگوں کی چیخ و پکار سے راحت ہوتی ہے اسی لیے قبر پر پھول اگر بتی لگانے سے میت کو راحت ہوتی ہے اس کے لیے مرقات یہی مقام دیکھو ہم اپنا بحث میں عرض کر چکے ہیں کہ حضرت عثمان غنی نے اپنا ایک گھر مکہ معظمہ میں رکھا تھا جہاں ایک بیوی صاحبہ رہتی تھیں غالبًا یہ ان کی بیٹی تھیں ۲؎ یعنی میں ان دونوں سے بہت قریب تھا لہذا میں نے جو کچھ ان سے سنا وہ ٹھیک سنا کیونکہ ان سے نزدیک تھا لہذا اس رونے سے تمہاری ہمشیرہ کی میت کو عذاب ہوگا یہ خیال رہے کہ حضرت ابن عمر نے رونے اور نوحہ میں فرق نہ کیا حضرت عمر کے لیے مکہ مکرمہ

مَنْ هٰؤُلَاءِ الرَّكْبُ فَنَظَرْتُ فَإِذَا هُوَ صُهَيْبٌ قَالَ فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ ادْعُهُ فَرَجَعْتُ إِلَى صُهَيْبٍ فَقُلْتُ ارْتَحِلْ فَالْحَقْ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ فَلَمَّا أَنْ أُصِيبَ عُمَرُ دَخَلَ صُهَيْبٌ يَبْكِي يَقُولُ وَا أَخَاهُ وَا صَاحِبَاهُ فَقَالَ عُمَرُ يَا صُهَيْبُ أَتَبْكِي عَلَيَّ وَقَدْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْمَيِّتَ لَيُعَذَّبُ بِبَعْضِ بُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَلَمَّا مَاتَ عُمَرُ ذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِعَائِشَةَ فَقَالَتْ يَرْحَمُ اللّٰهُ عُمَرَ لَا وَاللّٰهِ مَا حَدَّثَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْمَيِّتَ لَيُعَذَّبُ بِبُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ وَلٰكِنْ إِنَّ اللّٰهَ يَزِيدُ الْكَافِرَ عَذَابًا بِبُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ وَقَالَتْ عَائِشَةُ حَسْبُكُمُ الْقُرْاٰنُ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرٰى قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ عِنْدَ ذٰلِكَ وَاللّٰهُ أَضْحَكَ وَأَبْكٰى قَالَ ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ فَمَا قَالَ ابْنُ عُمَرَ شَيْئًا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا جَاءَ النَّبِيَّ

یہ سوار کون ہیں میں نے دیکھا تو حضرت صہیب تھے فرماتے ہیں کہ میں نے آپ کو خبر دی فرمایا انہیں بلا لو تو میں حضرت صہیب کے پاس لوٹ گیا۔ میں نے کہا چلو امیر المؤمنین کے ساتھ مل جاؤ پھر جب حضرت عمر زخمی کیے گئے تو حضرت صہیب روتے ہوئے آئے کہتے تھے ہائے میرے بھائی ہائے میرے ساتھی جناب عمر نے فرمایا اے صہیب کیا تم مجھ پر روتے ہو حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میت کو اس کے گھر والوں کے رونے کی وجہ سے عذاب دیا جاتا ہے ۳ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ جب عمر فاروق نے وفات پائی تو میں نے حضرت عائشہ سے اس کا ذکر کیا آپ بولیں اللہ عمر پر رحم کرے رب کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ میت کو اس کے گھر والوں کے رونے سے عذاب دیا جاتا ہے لیکن اللہ کافر کا عذاب اس کے اہل کے رونے سے بڑھا دیتا ہے ۴ حضرت عائشہ نے فرمایا تمہیں قرآن کافی ہے کہ کوئی بوجھ والی دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گی ۵ اس وقت حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ اللہ ہی ہنساتا رلاتا ہے ۶ تو ابن ابی ملیکہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر نے کچھ نہ فرمایا ۷ (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ جب نبی کریم صلی

گئے یعنی واپسی کی یہ آپ کے ہمراہ تھا جس مقام پر اترے وہ بیداء الظہیرہ سے متصل ہے پہنچے تو یہ واقعہ ہوا جلدی آکر ہم سب ساتھ ساتھ ہیں حضرت عمر کو جناب صہیب سے بہت محبت تھی ۲ یعنی زخمی کیے گئے جس سے آپ کی شہادت واقع ہوئی آپ کو ابولؤلؤ [illegible] غلام نے بحالت نماز فجر ابولؤلؤ مجوسی نے خنجر سے زخمی کیا اسی حال میں آپ گھر لائے گئے تب یہ واقعہ پیش آیا ۳ یعنی میں قریب الموت ہوں تم مجھ پر رو رہے ہو حالانکہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث سنی ہے تم رو کر اس کی تشریح میں ... یہ حضرت عمر کا اپنا قول تھا اور حدیث پاک میں بعد وفات رونے سے منع فرمایا گیا ہے حضرت صہیب کا یہ رونا نوحہ کی طرح تھا جس میں میت کے اوصاف بیان کیے جائیں جو اس میں نہ ہوں [illegible] کے الفاظ بولے جائیں بھائی ساتھی یہ الفاظ نوحہ کے ہو سکتے ہیں [illegible] حضرت صہیب نے یہ اعتراض نہیں کیا کہ آپ نے نوحہ کیوں کیا حضرت فاطمہ زہرا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر اس قسم کے بہت سے الفاظ فرمائے تھے وہ سب درست تھے ۴ یعنی اگر پہلے عرض کر چکے کہ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہ فرمایا بلکہ یہ ہے کہ [illegible] کا یہ فرمانا اسی لیے ہے کہ آپ کو یہ حدیث نہیں پہنچی تھی یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ کیسے فرما سکتے ہیں جو قرآن کی آیت کے خلاف ہے مگر حق

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَتْلُ ابْنِ حَارِثَۃَ وَجَعْفَرٍ وَابْنِ رَوَاحَۃَ جَلَسَ یُعْرَفُ فِیْہِ الْحُزْنُ وَاَنَا اَنْظُرُ مِنْ صَائِرِ الْبَابِ تَعْنِیْ شَقَّ الْبَابِ فَاَتَاہُ رَجُلٌ فَقَالَ اِنَّ نِسَآءَ جَعْفَرٍ وَذَکَرَ بُکَآءَھُنَّ فَاَمَرَہٗ اَنْ یَّنْھَاھُنَّ فَذَھَبَ ثُمَّ اَتَاہُ الثَّانِیَۃَ لَمْ یُطِعْنَہٗ فَقَالَ اِنْھَھُنَّ فَاَتَاہُ الثَّالِثَۃَ قَالَ وَاللّٰہِ غَلَبْنَنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فَزَعَمَتْ اَنَّہٗ قَالَ فَاحْثُ فِیْ اَفْوَاھِھِنَّ التُّرَابَ فَقُلْتُ اَرْغَمَ اللّٰہُ اَنْفَکَ لَمْ تَفْعَلْ مَا اَمَرَکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَلَمْ تَتْرُکْ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنَ الْعَنَآءِ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ وَعَنْ اُمِّ سَلَمَۃَ قَالَتْ لَمَّا مَاتَ اَبُوْ سَلَمَۃَ قُلْتُ غَرِیْبٌ وَفِیْ اَرْضِ

اللہ علیہ وسلم کو ابن حارثہ جعفر اور ابن رواحہ کی شہادت کی خبر ملی تو آپ بیٹھے کہ آپ میں رنج و غم محسوس ہوتا تھا میں دروازے کے جھری یعنی دروازے کے شگاف سے دیکھ رہی تھی کہ آپ کے پاس ایک شخص آیا بولا کہ جعفر کی عورتیں اور ان کے بہت رونے کا ذکر کیا آپ نے حکم دیا کہ انہیں منع کرے تو وہ گیا پھر دوبارہ آیا کہ انہوں نے اس کی بات نہ مانی فرمایا انہیں منع کرو وہ تیسری بار آیا بولا یا رسول اللہ رب کی قسم وہ ہم پر غالب آگئیں مجھے خیال ہے کہ آپ نے فرمایا تو ان کے منہ میں خاک ڈالو تو میں بولی خدا تیری ناک رگڑ دے تو وہ تو کر نہیں سکتا جس کا تجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا مگر تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رنج دیئے بغیر چھوڑا (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ام سلمہ سے فرماتی ہیں کہ جب ابو سلمہ فوت ہوئے تو میں بولی کہ مسافر تھے جو زمین

ہے کہ آیت میں عذاب اخروی کی نفی ہے اور حدیث شریف میں پریشانی دل کا ذکر ہے لہذا حدیث قرآن کریم کے خلاف نہیں تھے حضرت ابن عباس نے اس آیت سے حضرت عائشہ صدیقہ کی تائید کی یعنی آیت سے معلوم ہوا کہ ہنسانا رلانا رب کا کام ہے کہ آنسو دل کا صدمہ بندے کے قبضے میں نہیں تو اس پر عذاب کیسے ہو سکتا ہے کیونکہ گناہ اختیاری گناہ پر ہوتا ہے آنسو گناہ نہیں نہ اختیاری ہیں نیز رب نے بعض صورتوں میں رونے کی اجازت دی ہے تو یہ رونا گناہ کیسے ہوگا بہرحال آیت سے مسئلہ عائشہ صدیقہ کی تائید مقصود ہے شاید حضرت ابن عمر نے حضرت ابن عباس کی روایت کے تردید نا سکوت کر دیا معلوم ہوتا ہے کہ اپنے اجتہاد پر قائم رہے مگر حضرت ابن عباس کی مخالفت نہ کی اس سے معلوم ہوا کہ مجتہد دوسرے مجتہد کی خطا پکڑ سکتا ہے یہ بھی معلوم ہوا کہ مجتہد پر دوسرے مجتہد کی ہر دلیل مان لینا بھی ضروری نہیں اور جواب دینا بھی لازم نہیں، اس سے اجتہاد و تقلید کے بہت مسائل حل ہو سکتے ہیں۔

۱؎ آپ اس موقع پر مسجد نبوی میں بیٹھے تھے چہرے پر ملال و غم کے آثار نمایاں تھے اس سے معلوم ہوا کہ تعزیت کے لیے بیٹھنا سنت ہے اور مسجد میں بیٹھنا بھی جائز ہے تعزیت کی مدت تین دن ہے کسی کی موت ہو جانے پر میت والے تیجہ تک چٹائی بچھا کر بیٹھتے ہیں لوگ تعزیت اور فاتحہ پڑھنے جاتے ہیں اس کی اصل یہ حدیث ہے۔ ۲؎ چیخ کر رونے سے منع کرے نہ کہ آنسو بہانے سے مگر ابتداءً تھا سمجھ کر اس رونے میں نوحہ پیدا ہو جانے کا اندیشہ ہے اس لیے اس سے انہیں روکے ان بیبیاں نوحہ کرتی تھیں لہذا کوئی اعتراض نہیں ۳؎ یعنی اگر تو کر سکتا ہے تو ان کے منہ میں خاک ڈال کر روک [illegible] یہ یا یہ مطلب ہے کہ خاک ڈال، خاموش ہو جا آپ کا کام کر [illegible] ظاہر یہ مطلب یہ ہے کہ زور سے رونا گناہ کیونکر ہے نہیں صرف گناہ صغیرہ ہے [illegible] منع کرنے کو انہوں نے سنا بھی [illegible] لہذا جانے دے

غَرِيبَةٌ لَأَبْكِيَنَّهُ بُكَاءً يُتَحَدَّثُ عَنْهُ فَكُنْتُ قَدْ تَهَيَّأْتُ لِلْبُكَاءِ عَلَيْهِ إِذْ أَقْبَلَتِ امْرَأَةٌ تُرِيدُ
أَنْ تُسْعِدَنِي فَاسْتَقْبَلَهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَتُرِيدِينَ أَنْ تُدْخِلِي
الشَّيْطَانَ بَيْتًا أَخْرَجَهُ اللّٰهُ مِنْهُ مَرَّتَيْنِ وَكَفَفْتُ عَنِ الْبُكَاءِ فَلَمْ أَبْكِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنِ
النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ قَالَ أُغْمِيَ عَلَى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ رَوَاحَةَ فَجَعَلَتْ أُخْتُهُ عَمْرَةُ تَبْكِي وَاجَبَلَاهُ وَاكَذَا
وَاكَذَا تُعَدِّدُ عَلَيْهِ فَقَالَ حِينَ أَفَاقَ مَا قُلْتِ شَيْئًا إِلَّا قِيلَ لِي أَنْتَ كَذٰلِكَ زَادَ فِي رِوَايَةٍ فَلَمَّا
مَاتَ لَمْ تَبْكِ عَلَيْهِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَعَنْ أَبِي مُوسٰى قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

میں فوت ہوئے تو ان پر ایسا روؤں گی کہ اس کا چرچا ہو جائے ۵ میں ان پر رونے کی تیاری کر رہی تھی کہ ایک عورت میری
امداد کے ارادے سے آئی ۶ اس کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو فرمایا کیا تم چاہتی ہو کہ شیطان کو اس گھر
میں داخل کرو جہاں سے اللہ نے اسے دو مرتبہ نکالا ۷ میں رونے سے باز رہی پھر نہ روئی ۸ (مسلم) روایت ہے حضرت
نعمان ابن بشیر سے فرماتے ہیں کہ عبداللہ ابن رواحہ پر غشی چھا گئی تو ان کی بہن عمرہ رونے لگیں کہ ہائے جیسے پہاڑ ہائے جیسے ایسے ہائے
جیسے ایسے ان کی خوبیاں گنتی تھیں پھر جب انہیں افاقہ ہوا تو فرمایا کہ تم نے جو کچھ کہا مجھ سے کہا گیا کیا تم ایسے ہو ایک روایت میں
زیادہ کیا تو جب وہ فوت ہوئے تو ان کی بہن ان پر نہ روئیں (بخاری) روایت ہے حضرت ابوموسیٰ سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ

خاک ڈال دو کیونکہ ایسے شخص تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے ظاہری معنے پر عمل نہ کر سکے گا وہاں بیان ان کے منہ میں خاک نہ ڈال
سکے گا مگر تم نے اپنی بیویوں کی اس بار شکایت کر کے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو صدمہ پہنچایا علیہ السلام ہوا کہ ایسے صدمہ غم کے
کے وقت عورتوں کی پریشانی بڑھ جانا چاہیے ممکن ہو تو ان کا انتظام کر دے یا خاموش ہو جائے مجھے ہر شکایت نہ پہنچایا کرے
۵ اسلام سے پہلے عرب میں میت پر بہت رونے پیٹنے کا عام رواج تھا اس پر فخر کیا جاتا تھا کہ فلاں میت پر بہت رویا پیٹا گیا
اسی عادت کے مطابق آپ نے یہ ارادہ کیا ابو سلمہ کا انتقال مدینہ منورہ میں ہوا آپ کا کوئی عزیز قریب وہاں نہ تھا سفر کی موت بہت حسرت کی
سمجھی جاتی ہے کہ مسافر کی قبر پر کوئی نوحہ بھی نہ پڑھے گا اس لیے آپ کو بہت صدمہ ہوا ۶ اس زمانہ میں نوحہ اور پیٹنے کا بھی قرض ہوتا تھا کہ
ایک عورت دوسرے کے ہاں موت میں پیٹنے آتی تھی تو یہ اس کے ہاں موت کے وقت پیٹنے ضرور جاتی تھی جیسے آج بیاہ شادی میں نیوتہ
قرض مانا جاتا ہے ایسے ہی وہاں نوحہ اور رونا پیٹنا بھی قرض ہوتا تھا وہ بیوی شاید نئی مسلمان تھی حضرت ام سلمہ کی معروف تھی ۷ دو یا تو
دو مرتبہ سے مراد ہے بار بار جیسے رب تعالیٰ فرماتا ہے فَارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ یا دوسری مرتبہ بھی مراد ہے ایک بار حضرت ابوسلمہ کے
اسلام لاتے وقت اور دوسری بار آپ کے ہجرت کرتے وقت یا ایک بار سے مراد ہے حبشہ کی طرف ہجرت کرنا اور دوسری سے مراد مدینہ
پاک کی طرف ہجرت کیونکہ حضرت ابوسلمہ صاحب ہجرتین ہیں شیطان کے نکلنے سے اس کے اثر کا دور کرنا مراد ہے ورنہ خود شیطان تو کمینہ کی
طرح ہر جگہ پہنچا ہوا رہتا ہے یعنی اس گھر سے بار بار شیطان نکالا تھا اب اس میں شیطان کا کام کر کے اس کو نہ بلاؤ [illegible] اس سے
معلوم ہوا کہ گناہ ہر جگہ برا ہے مگر بزرگوں کے مکان اور مقدس جگہوں میں زیادہ برا ہے [illegible] بیٹھنے سے بچے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا مِنْ مَيِّتٍ يَمُوْتُ فَيَقُوْمُ بَاكِيْهِمْ فَيَقُوْلُ وَاجَبَلَاهُ وَاسَيِّدَاهُ وَنَحْوَ ذٰلِكَ اِلَّا وَكَّلَ اللّٰهُ بِهٖ مَلَكَيْنِ يَلْهَزَانِهٖ وَيَقُوْلَانِ اَهٰكَذَا كُنْتَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ حَسَنٌ ۔ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ مَاتَ مَيِّتٌ مِّنْ اٰلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاجْتَمَعَ النِّسَاءُ يَبْكِيْنَ عَلَيْهِ فَقَامَ عُمَرُ يَنْهَاهُنَّ وَيَطْرُدُهُنَّ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعْهُنَّ يَا عُمَرُ فَاِنَّ الْعَيْنَ دَامِعَةٌ وَالْقَلْبَ مُصَابٌ وَالْعَهْدَ قَرِيْبٌ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالنَّسَائِيُّ

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَاتَتْ زَيْنَبُ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَكَتِ النِّسَاءُ فَجَعَلَ عُمَرُ يَضْرِبُهُنَّ بِسَوْطِهٖ فَاَخَّرَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهٖ

علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ ایسی کوئی میت نہیں جو مر جائے تو اس کے رونے والا اٹھ کر کہے اے پہاڑ۔ ہائے میرے سردار وغیرہ مگر اللہ اس پر دو فرشتے مقرر کر دیتا ہے جو اسے جھنجھوڑتے ہیں کہتے ہیں تو کیا ایسا ہی تھا ۱ (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث غریب حسن ہے۔ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ آل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے کوئی میت فوت ہوئی تو عورتیں جمع ہو کر اس پر رونے لگیں حضرت عمر کھڑے ہو کر انہیں منع کرنے اور ڈانٹنے لگے۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمر انہیں چھوڑ دو کیونکہ آنکھیں بہتی ہیں۔ دل مصیبت زدہ ہے اور واقعہ غم تازہ ہے ۲ (احمد نسائی) روایت ہے حضرت ابن عمر سے۔ فرماتے ہیں کہ جب زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوئیں عورتیں روئیں تو جناب عمر انہیں کوڑے سے مارنے لگے ۳ انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے

رکہ یہاں رونے سے مراد پیٹنا اور نوحہ ہے نہ کہ آنسوؤں سے رونا۔ یعنی تم یہ کہتے تھے [illegible] سے یہ پوچھتا تھا خیال رہے کہ یہاں فرشتے کا یہ پوچھنا آپ پر عتاب کے لیے نہیں بلکہ آپ تو نوحہ سے راضی تھے ہی نہیں اور نہ آپ نے اس کا حکم دیا تھا [illegible] بلکہ آپ [illegible] سوال سنانا ہے جس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کی تصدیق ہو اور [illegible] تبلیغ کر دو اس سے باز رہو چنانچہ پھر آپ کی [illegible] کی وفات پر کسی نے نوحہ نہیں کیا۔

۱ یلہزان لہز سے بنا [illegible] یہاں جھنجھوڑنا مراد ہے [illegible] زندگی میں نوحہ سے راضی ہو یا مرتے وقت اس کی وصیت کر گیا ہو۔ اس عذاب کے متعلق علماء کے دس قول ہیں مگر قوی قول وہ ہے جو فقیر نے عرض کیا کہ اگر میت نوحہ سے راضی ہو یا اس کی وصیت کر گیا ہو تو اسے نوحہ پر سزا ملتی ہے ورنہ نہیں اس کا ذکر پہلے ہو چکا ۲ یہ میت حضرت زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھیں جیسا کہ اگلی حدیث میں آ رہا ہے حضرت عمر فاروق سمجھے تھے کہ میت پر رونا مطلقاً حرام ہے اس وقت تک آپ کو نوحہ اور رونے میں فرق معلوم نہ تھا اس لیے آپ نے یہ سختی فرمائی آپ نے اہل قرابت کو رونے سے منع کیا [illegible] کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس فرمان شریف میں فرق کر کے دکھلا دیا کہ نوحہ منع ہے اور رونا جائز [illegible] غم تازہ ہے اور دل [illegible] ۳ [illegible]

وَقَالَ مَهْلًا يَا عُمَرُ ثُمَّ قَالَ إِيَّاكُنَّ وَنَعِيقَ الشَّيْطَانِ ثُمَّ قَالَ إِنَّهُ مَهْمَا كَانَ مِنَ الْعَيْنِ وَمِنَ الْقَلْبِ فَمِنَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَمِنَ الرَّحْمَةِ وَمَا كَانَ مِنَ الْيَدِ وَمِنَ اللِّسَانِ فَمِنَ الشَّيْطَانِ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَعَنِ الْبُخَارِيِّ تَعْلِيقًا قَالَ لَمَّا مَاتَ الْحَسَنُ ابْنُ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ ضَرَبَتِ امْرَأَتُهُ الْقُبَّةَ عَلَى قَبْرِهِ سَنَةً ثُمَّ رُفِعَتْ فَسَمِعَتْ صَائِحًا يَقُولُ أَلَا هَلْ وَجَدُوا مَا فَقَدُوا فَأَجَابَهُ آخَرُ بَلْ يَئِسُوا فَانْقَلَبُوا وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ وَأَبِي بَرْزَةَ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي جَنَازَةٍ فَرَأَى قَوْمًا قَدْ طَرَحُوا أَرْدِيَتَهُمْ يَمْشُونَ فِي قُمُصٍ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ

ہٹا دیا فرمایا اے عمر چھوڑ دو بھی پھر فرمایا شیطانی آواز سے پرہیز کرنا پھر فرمایا جو کچھ آنکھ اور دل سے ہو تو وہ اللہ کی طرف سے ہے اور رحمت سے ہے اور جو ہاتھ اور زبان سے ہو وہ شیطان کی طرف سے ہے (احمد) اور روایت ہے بخاری سے تعلیقاً فرماتے ہیں کہ جب حضرت حسن ابن حسن ابن علی[۱] فوت ہوئے تو ان کی بیوی نے ان کی قبر پر ایک سال تک قبہ ڈالے رکھا[۲] پھر اٹھا لیا تو کسی پکارنے والے کو سنا جو کہتا تھا کیا انہوں نے جو کھویا تھا وہ پالیا دوسرے نے جواب دیا بلکہ مایوس ہو کر چل دیئے[۳] اور روایت ہے حضرت عمران ابن حصین و ابی برزہ سے فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جنازہ میں گئے تو آپ نے ایک قوم کو دیکھا جو اپنی چادریں پھینک گئے تھے اور قمیصوں میں چلتے تھے[۴] نبی صلی اللہ علیہ

منہ مارنا چاہتے تھے جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے روک دیا اس ارادہ کی وجہ وہ ہی ہے جو ابھی عرض کی گئی کہ آپ مطلقاً رونے کو بھی نوحہ سمجھتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر طاقت ہو تو برائی کو ہاتھ سے روکے ورنہ زبان سے اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو دل سے برا جانے۔ یعنی دل کا رنج اور آنکھ کے آنسو چونکہ انسان کے اختیار میں نہیں ہیں بندہ مجبور ہے دل میں رقت اور رحمت کا نتیجہ ہیں اور زبان سے بکواس اور ہاتھ سے ماتم شیطانی عمل ہے بندہ اپنے اختیار اور شیطان کے بہکانے سے کرتا ہے خیال رہے کہ ہر اچھے برے کام کا خالق رب ہی ہے مگر نسبت میں ادب چاہیے اچھے کام کو رب کی طرف منسوب کرو اور برے کو شیطان کی جانب یا اپنی طرف نسبت دو اس حدیث میں اسی جانب اشارہ ہے۔ ۲ آپ کا لقب حسین مثنیٰ ہے امام حسن کے فرزند ہیں علم و تقویٰ کے مجموعے ہیں مرقات نے فرمایا کہ یہ قبہ احباب کے جمع ہونے اور ان کی قبر پر تلاوت قرآن و فاتحہ پڑھنے کے لیے تھا خیمہ یا بالاخانہ تھا کیونکہ اہل بیت اطہار ایسا کام کبھی نہیں کرتے خصوصاً صحابہ کی موجودگی میں اشعۃ اللمعات نے فرمایا کہ خود آپ کی بیوی کا ایک سال تک اس قبہ میں حضرت حسن کی قبر پر بیٹھا رہنا ہو سکتا ہے کہ اس قبہ کے دو حصے ہوں ایک میں آپ رہتی ہوں اور دوسرے حصہ میں احباب جمع ہو کر قرآن پڑھتے ہوں اس حدیث سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ بزرگوں کے مزارات پر زائرین کی آسانی کے لیے قبہ عمارت بنانا جائز ہے دوسرے یہ کہ وہاں مجاور رہنا یا بیٹھنا درست ہے کیونکہ یہ کام اہل بیت نبوت نے صحابہ کرام کی موجودگی میں کیے کسی نے منع کیا انکار نہ فرمایا لہذا یہ سنت صحابہ و سنت اہل بیت ہے اس کی بحث پہلے ہو چکی ہے مسئلہ یہاں زیادہ [illegible] ۳ [illegible] بیان میں بتایا گیا کہ کسی کی موت پر بہت غم کرنا گھر چھوڑ کر جنگل میں بیٹھ جانا مردے کو واپس نہیں لاتا خیال رہے کہ یہ صدا ہم لوگوں کو سنانے کے لیے ہے ورنہ اہل بیت نبوت ہر عتاب کے لائق نہیں انہوں نے کوئی ناجائز کام نہ کیا تھا اسی لیے اس صدا

صلی اللہ علیہ وسلم أبفعل الجاهلية تأخذون أو بصنيع الجاهلية تشبهون لقد هممت أن أدعو عليكم دعوة ترجعون في غير صوركم قال فأخذوا أرديتهم ولم يعودوا لذلك رواه ابن ماجة • وعن ابن عمر قال نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم أن تتبع جنازة معها رانة رواه أحمد وابن ماجة • وعن أبي هريرة أن رجلا قال له مات ابن لي فوجدت عليه هل سمعت من خليلك صلوات الله عليه شيئا يطيب بأنفسنا عن موتانا قال نعم سمعته صلى الله عليه وسلم قال صغارهم دعاميص الجنة يلقى أحدهم أباه فيأخذ بنا

وسلم نے فرمایا کیا تم جاہلیت کا کام اختیار کرتے ہو یا جاہلیت کے عمل سے مشابہت کرتے ہو دل چاہتا ہے کہ تمہیں ایسی بددعا دوں کہ تم اپنی غیر صورتوں میں لوٹ جاؤ[۱] فرمایا کہ انہوں نے فوراً اپنی چادریں اٹھالیں اور پھر کبھی نہ کیا (ابن ماجہ) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جنازے کے ساتھ جانے سے منع فرمایا جس کے ساتھ نوحہ والی ہو[۲] (احمد ابن ماجہ) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ ایک شخص نے ان سے کہا کہ میرا بچہ فوت ہوگیا جس پر میں بہت غمگین ہوں کیا آپ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی ایسی بات سنی ہے جو اپنے مُردوں کے متعلق ہمارا دل خوش کردے[۳] فرمایا ہاں میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ مسلمانوں کے بچے جنت کے پھول ہیں کہ ان میں کوئی اپنے باپ سے

یہ ارشاد غصہ میں ہے ان کے اس فعل پر حرام ہونے کا فتوے نہیں ۱؎ زمانہ جاہلیت میں دستور تھا کہ جب میت کو دفن کرنے لے جاتے تو لے جانے والے اپنی چادریں راستے میں پھینک جاتے اور لوٹتے میں واپس اٹھاتے وہ اس میں اظہار غم سمجھتے تھے جیسے آج بعض جاہل مسلمان اظہار غم کے لیے کالے کپڑے پہنتے ہیں یا اپنے بازوؤں پر کالے کپڑے کی پٹیاں باندھتے ہیں کسی کی موت پر خصوصاً محرم میں سیاہ لباس اظہار غم سمجھتے ہیں یہ حرام ہے اور جاہلیت کے زمانہ کا فعل ہے، رنج و غم والے کو چاہیے نہ کالے پہنے نہ کپڑے پھاڑے۔

۲؎ یعنی تمہاری صورتیں مسخ ہو جائیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اس فعل کو کوئی زجر قرار دیا اور سخت بددعا کا ارادہ فرمایا جو مسلمان ایسا کرے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ناراض کرتا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا لینے کی کوشش کرتا ہے کیونکہ یہ فعل نبی غم سے نہ کہ حقیقی رنج و غم سے ۳؎ یعنی جس میت کے ساتھ رونے پیٹنے والی ہو وہاں نہ جائے جیسا کہ بعض جگہ رواج ہے کہ میت کے ساتھ قبرستان تک روتی پیٹتی عورتیں جاتی ہیں اگر یہ رونے والیاں میت سے دور ہوں تو عالم شیخ اور بزرگان دین تو اس میں شرکت نہ کریں عوام کر سکتے ہیں جیسے کہ دعوت ولیمہ میں اگر ڈھول باجا ہو تو وہاں کوئی نہ جائے اور اگر وہاں سے دور ہے تو مشائخ کرام و علمائے عظام جائیں تاکہ صاحب خانہ اس سے توبہ کرے عوام جا سکتے ہیں، لہٰذا یہ حدیث اس فقہی مسئلہ کے خلاف نہیں کہ نوحہ گری کی وجہ سے میت کے کفن دفن میں شرکت کو چھوڑ نہ کیونکہ وہ حکم عوام کے لیے ہے اور یہ حدیث خواص کے لیے یا وہ حکم وہاں ہے جب نوحہ گر الگ ہو اور یہ حکم وہاں ہے جہاں نوحہ گر بالکل میت سے متصل ہو وہ مسئلہ فقہی بھی درست ہے اور یہ حدیث بھی۔ ۴؎ یعنی ہم کو اپنے فرزندوں پر ثواب کے متعلق کوئی ایسی حدیث سنائیے جس سے ہمارے بے چین دل کو چین نصیب ہو اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام قرآن و حدیث سے اللہ کے ذکر کو دلی

حِيَتِهٖ ثَوْبِهٖ يُفَارِقُهٗ حَتّٰى يُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَاَحْمَدُ وَاللَّفْظُ لَهٗ ۞ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ جَاءَتِ امْرَاَةٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ذَهَبَ الرِّجَالُ بِحَدِيْثِكَ فَاجْعَلْ لَنَا مِنْ نَفْسِكَ يَوْمًا نَاْتِيْكَ فِيْهِ تُعَلِّمُنَا مِمَّا عَلَّمَكَ اللّٰهُ فَقَالَ اجْتَمِعْنَ فِيْ يَوْمِ كَذَا وَكَذَا فِيْ مَكَانِ كَذَا وَكَذَا فَاجْتَمَعْنَ فَاَتَاهُنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

ملے گا اس کے دامن کا پلو پکڑے گا اسے نہ چھوڑے گا حتی کہ اسے جنت میں داخل کرے گا ۲؎ (مسلم، احمد، لفظ احمد کے ہیں) ۞ روایت ہے حضرت ابو سعید سے فرماتے ہیں کہ ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر بولی یا رسول اللہ مرد آپ کی احادیث لے گئے ہمیں بھی اپنی ذات شریف سے ایک دن عطا کریں جس میں ہم آپ کے پاس آجایا کریں کہ آپ ہمیں ان میں سے کچھ سکھایا کریں جو اللہ نے آپ کو سکھایا ۳؎ تو فرمایا فلاں فلاں دن فلاں فلاں جگہ جمع ہو جایا کریں چنانچہ وہ جمع ہوگئیں ان کے پاس رسول اللہ صلی

شفیع کا باعث بچے تھے رب فرماتا ہے [illegible] اللہ کے ذکر سے جیسے بچے چلتے پاتے ہیں آج ہم رنج و غم دور کرنے کے لیے گانے بجانے کھیل تماشا استعمال کرتے ہیں غم کا علاج اللہ کا ذکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان سننا ہے کہ دعامیص دعموص کی جمع ہے جس کے معنے ہیں [illegible] کیونکہ وہ پانی میں بے تکلف گھس جاتا ہے اور اس میں پھرتا ہے چیزوں کو بچہ دعموص اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ بے تکلف ہوتا ہے ہر گھر میں پھرتا ہے کوئی پردہ و حجاب کرے نہ انہیں کوئی کسی جانے سے روک ٹوک یعنے مسلمانوں کے بچے جنت کے [illegible] وہاں ہر جگہ کی بے تکلف سیر کرتے ہیں۔

۲؎ یعنے بچہ جب باپ کو بغیر بخشوائے نہ چھوڑے گا تو ماں کا کیا پوچھنا ماں کا حق تو باپ سے زیادہ ہے۔ خیال رہے کہ قیامت میں ننگے سے ننگے اٹھیں گے محشر میں پہنچ کر انہیں لباس پہنا دیا جائے گا لہذا یہ حدیث بالکل ظاہر ہے کہ بچے ماں باپ کے دامن کا پلو پکڑ کر بخشوائے گا، اس پر یہ اعتراض نہیں کہ وہاں تو سب ننگے ہوں گے پھر دامن کا کونہ پکڑنے کے کیا معنی کیونکہ ننگے ہونے کا [illegible] وقت ہے۔ اور یہ دوسرا وقت ہے۔ ۳؎ یعنے مردوں نے آپ کا فیض صحبت بہت حاصل کیا ہر وقت آپ کی احادیث سنتے رہتے ہیں ہم کو حضور کی خدمت میں حاضری کا اتنا موقعہ نہیں ملتا ہمیں بھی ہفتہ میں ایک دن عطا فرمائیں کہ اس میں ہم کو وعظ فرمایا کریں۔ اس سے معلوم ہوا کہ تبلیغ وغیرہ کے لیے دن مقرر کرنا بالکل جائز بلکہ سنت ہے آج مدرسوں میں تعلیم، تعطیل، امتحان کے لیے دن مقرر ہوتے ہیں ان سب کا ماخذ یہ حدیث ہے اسی طرح میلاد شریف گیارھویں شریف عرس بزرگان کے لیے دن مقرر کرنا جائز ہے اور سب دینی کی تبلیغ ہے تبلیغ کے لیے تعلیم و درس ہے بھی معلوم ہوا کہ عورت اور لڑکی کو وعظ سننا چاہیے بشرطیکہ غیر محرم مرد نہیں پردہ میں رہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے [illegible] پردہ فرض نہ تھا حضرات کے لیے مثل والد کے ہیں پھر بھی حضور ان عورتوں سے حجاب فرماتے تھے [illegible] مسجد میں ہوا یا کسی اور جگہ کسی گھر میں اس سے معلوم ہوا کہ ہمیشہ استاد ہی شاگردوں کو اپنے گھر نہ بلائے بلکہ کبھی شاگردوں کے گھر جا کر بھی تعلیم دیا کرے۔ یا کسی تیسری جگہ کو مقرر کرے جو نہ استاد کا گھر ہو نہ شاگرد کا لہذا یہ حدیث موجودہ مدرسوں کی اصل ہے جہاں شاگرد و استاد جمع ہو کر علم سیکھیں سکھائیں۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ شاگرد استاد کے پاس جا کر سیکھے موسیٰ علیہ السلام خضر علیہ السلام کے پاس علم سیکھنے گئے تھے خضر علیہ السلام آپ کے پاس نہ آئے تھے۔

اللهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَّمَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَهُ اللهُ ثُمَّ قَالَ مَا مِنْكُنَّ امْرَأَةٌ تُقَدِّمُ بَيْنَ يَدَيْهَا مِنْ وَلَدِهَا ثَلٰثَةً اِلَّا كَانَ لَهَا حِجَابًا مِّنَ النَّارِ فَقَالَتِ امْرَأَةٌ مِّنْهُنَّ يَا رَسُوْلَ اللهِ اَوِ اثْنَيْنِ فَاَعَادَتْهَا مَرَّتَيْنِ ثُمَّ قَالَ وَاثْنَيْنِ وَاثْنَيْنِ وَاثْنَيْنِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۔ وَعَنْ مُّعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مُّسْلِمَيْنِ يُتَوَفّٰى لَهُمَا ثَلٰثَةٌ اِلَّا اَدْخَلَهُمَا اللهُ الْجَنَّةَ بِفَضْلِ رَحْمَتِهٖ اِيَّاهُمَا فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللهِ اَوِ اثْنَانِ قَالَ اَوِ اثْنَانِ قَالُوْا اَوْ وَاحِدٌ قَالَ اَوْ وَاحِدٌ ثُمَّ قَالَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ اِنَّ السِّقْطَ لَيَجُرُّ اُمَّهٗ بِسَرَرِهٖ اِلَى الْجَنَّةِ اِذَا احْتَسَبَتْهُ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَرَوَى ابْنُ مَاجَةَ مِنْ قَوْلِهٖ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ ۔ وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ

اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور انہیں سکھایا جو اللہ نے آپ کو سکھایا تھا[1] پھر فرمایا تم میں ایسی کوئی عورت نہیں جو اپنے تین بچے آگے بھیج دے[2] مگر وہ اس کے لیے آگ سے آڑ ہوں گے ان میں سے ایک عورت بولی یارسول اللہ یا دو اس نے دوبارہ یہ سوال دوہرایا تو آپ نے فرمایا اور دو اور دو اور دو[3] (بخاری) روایت ہے حضرت معاذ ابن جبل سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے دو مسلمان نہیں جن کے تین بچے فوت ہو جائیں مگر اللہ اپنے فضل سے انہیں جنت میں داخل فرماتا ہے[4] لوگ بولے یارسول اللہ یا دو فرمایا یا دو۔ لوگ بولے یا ایک فرمایا ایک[5] پھر فرمایا اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ کچا بچہ اپنی ماں کو اپنے نال سے جنت کی طرف کھینچے گا جب کہ وہ طالب ثواب ہو[6] (احمد) ابن ماجہ نے وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ سے روایت کی[7] روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے

۱؎ شاید یہ واقعہ ایک ہی بار ہوا اور ہوسکتا ہے کہ بار بار اس مدرسہ میں یہ اجتماع ہوا ہو [illegible] کیونکہ ثُمَّ [illegible] تفصیل سے جو آہستگی [illegible] چاہتا ہے۔ ۲؎ آگے بھیجنے سے مراد یہ ہے کہ ماں کی زندگی میں بچے فوت ہوں اور یہ ماں ان پر صبر کرے یہ مطلب نہیں کہ [illegible] ۳؎ [illegible] اور اثنین کی تکرار تاکید کے لیے ہے [illegible] معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رحمت الٰہی کے بااختیار قاسم ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک کُن کی کنجی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دو فرمایا کہ پہلے رب تعالٰی نے تین بچے فوت ہونے کے متعلق فرمایا تھا اب جبریل آئے کہ تو انہوں نے دربار رب سے پوچھا ہیں گے بلکہ خود ہی یہ جواب دے دیا۔ ۴؎ دو مسلمانوں سے مراد ماں باپ ہیں جن کے چھوٹے بچے فوت ہوں اور وہ صبر کریں ۵؎ اس ترتیب سے کمال و نقصان کی طرف اشارہ ہے یعنی اول نمبر والے کامل مستحق رحمت وہ ہیں جو تین بچوں پر صبر کریں پھر وہ بھی جو دو یا ایک پر صبر کریں کیونکہ ان بچے کے ساتھ حق ہیں (مرقات)۔ ۶؎ سَرَر عربی میں نال کو کہتے ہیں جو بچے کے ناف میں لمبا سا ہوتا ہے جسے دائی کاٹتی ہے اگرچہ وہ کاٹ کر پھینک دیا جاتا ہے مگر قیامت میں اس بچے کے ساتھ ہوگا کیونکہ رب تعالٰی اجزائے بدن کو دوبارہ جمع فرما دے گا ۷؎ [illegible] موجود ہوگی جیسا کہ حدیث پاک میں ہے اگرچہ یہ بچہ ماں باپ دونوں ہی کو جنت میں لے جائے گا مگر ماں کا ذکر خصوصیت سے اس لیے فرمایا کہ ماں کو صدمہ زیادہ ہوتا ہے اور صبر کم۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ قَدَّمَ ثَلٰثَۃً مِّنَ الْوَلَدِ لَمْ یَبْلُغُوا الْحِنْثَ کَانُوْا لَہٗ حِصْنًا حَصِیْنًا مِّنَ النَّارِ فَقَالَ اَبُوْذَرٍّ قَدَّمْتُ اثْنَیْنِ قَالَ وَاثْنَیْنِ قَالَ اُبَیُّ ابْنُ کَعْبٍ اَبُو الْمُنْذِرِ سَیِّدُ الْقُرَّاءِ قَدَّمْتُ وَاحِدًا قَالَ وَوَاحِدًا رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ ھٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ ○ وَعَنْ قُرَّۃَ الْمُزَنِیِّ اَنَّ رَجُلًا کَانَ یَاْتِی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَمَعَہُ ابْنٌ لَّہٗ فَقَالَ لَہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَتُحِبُّہٗ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَحَبَّکَ اللّٰہُ کَمَا اُحِبُّہٗ فَفَقَدَہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا فَعَلَ ابْنُ فُلَانٍ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَاتَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَمَا تُحِبُّ اَنْ لَّا تَاْتِیَ بَابًا مِّنْ اَبْوَابِ الْجَنَّۃِ اِلَّا وَجَدْتَّہٗ یَنْتَظِرُکَ

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو اپنے تین نابالغ بچے آگے بھیجے تو وہ اس کے لیے آگ سے مضبوط قلعہ ہوجائیں گے۱ حضرت ابوذر نے عرض کیا دو میں نے بھی بھیجے ہیں فرمایا دو بھی۔ قاریوں کے سردار ابوالمنذر ابی ابن کعب بولے کہ میں نے ایک بھیجا ہے فرمایا ایک بھی (ترمذی، ابن ماجہ) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے۲ روایت ہے حضرت قرہ مزنی سے کہ ایک شخص اپنے بچہ کو ساتھ لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا کرتا تھا اس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم اس سے محبت کرتے ہو وہ بولا یا رسول اللہ جتنی میں اس سے محبت کرتا ہوں اللہ آپ سے بھی اتنی محبت کرے۳ ایک دفعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے گم پایا تو پوچھا فلاں کا بیٹا کیا ہوا لوگوں نے کہا یا رسول اللہ وہ مرگیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تمہیں یہ پسند نہیں کہ تم جنت کے کسی دروازے پر نہ جاؤ مگر وہاں اسے اپنا انتظار کرتا پاؤ۴

۱؎ کہ جیسے مضبوط و محفوظ قلعہ میں پوشیدہ انسان تک باہر کی آفتیں سیلاب کا پانی نہیں پہنچ سکتے تو اسی طرح اس شخص تک دوزخ کی آگ وہاں کے سانپ بچھو دیگر عذاب ان بچوں کے سبب سے نہ پہنچ سکیں گے۔ ۲؎ حضرت ابی ابن کعب کی کنیت ابوالمنذر ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو سید القراء کا بھی خطاب دیا اور سید الانصار کا بھی اور حضرت عمر فاروق نے سید المسلمین کا خطاب دیا یہ خطاب آپ کے لیے موزوں ہے اسی آپ پر یہ خطاب ہے وہاں سے تمام خطاب ملتے ہیں کسی کو انہیں جواب دینا نہ آیا۔ ۳؎ آپ کی زیادتی محبت کا اس طرح ظاہر کیا اور سچی محبت رب تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کرتا ہے اتنی کوئی کسی سے نہیں کرسکتا نہ باپ اپنے بیٹے سے نہ بھائی اپنے بھائی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم محبوب اکبر ہیں بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروکار غلام بھی رب کے محبوب ہوجاتے ہیں فرماتا ہے فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ صحابی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو رب کا محبوب اکبر نہ جانتے تھے خیال رہے کہ یہاں تعلق محبت رحمت و کرم کا ہے محبت کیفیت کا نام ہے جو اولاد سے ملاقات کے باعث خوشی سے پیدا ہوتی ہے رب تعالیٰ اس محبت سے پاک ہے اس کی محبت رحمت و کرم ہے۔ ۴؎ ... اس شخص کو ہمیشہ پایا کہ اس غم کی وجہ سے حاضر بارگاہ نہ ہوسکے غالبًا یہ صاحب مدینہ شریف کے علاوہ کہیں اور رہتے تھے ... اس بچے کی وفات کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لے گئے ہوں گے ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے جنازے و دفن میں شرکت فرماتے۔ ۵؎ یعنے اس بچے کے بعد جب وہ شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے یا جب حضور

فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللّٰهِ لَهُ خَاصَّةً أَمْ لِكُلِّنَا قَالَ بَلْ لِكُلِّكُمْ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ السِّقْطَ لَيُرَاغِمُ رَبَّهُ إِذَا أَدْخَلَ أَبَوَيْهِ النَّارَ فَيُقَالُ أَيُّهَا السِّقْطُ الْمُرَاغِمُ رَبَّهُ أَدْخِلْ أَبَوَيْكَ الْجَنَّةَ فَيَجُرُّهُمَا بِسَرَرِهِ حَتّٰى يُدْخِلَهُمَا الْجَنَّةَ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَهْ وَعَنْ أَبِي أُمَامَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَقُولُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى ابْنَ آدَمَ إِنْ صَبَرْتَ وَاحْتَسَبْتَ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الْأُولٰى لَمْ أَرْضَ لَكَ ثَوَابًا دُونَ الْجَنَّةِ رَوَاهُ

ایک شخص نے کہا یارسول اللہ کیا یہ خاص اسی کیلئے ہے یا ہم سب کیلئے فرمایا بلکہ تم سب کے لیے (احمد) روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کچا بچہ اپنے رب سے جھگڑے گا جب رب اس کے ماں باپ کو آگ میں داخل کرے گا تو فرمایا جائے گا اے رب سے جھگڑنے والے کچے بچے اپنے ماں باپ کو جنت میں لے جا تب انہیں اپنے نال سے کھینچے گا حتی کہ انہیں جنت میں داخل کردیگا (ابن ماجہ) روایت ہے حضرت ابوامامہ سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں کہ رب تعالٰی فرماتا ہے اے ابن آدم اگر تو پہلے صدمہ پر صبر اور طلب اجر کرے تو میں تیرے لیے جنت کے سوا کسی ثواب سے راضی نہ ہوں گا

صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تعزیت کے لیے تشریف لے گئے تب اس شخص سے مخاطب ہو کر یہ فرمایا مطلب یہ ہے کہ تم جنتی ہو اور تمہارے جنت میں داخلے کی شان یہ ہوگی کہ تمہارا یہ بچہ تمہارے لیے جنت کا دروازہ جس سے تم جانے والے ہو گے کھلوائے ہوئے کھڑا ہوگا اور تمہارے استقبال کے لیے وہاں تمہیں موجود ملے گا قیامت میں وہ تمہاری شفاعت پہلے ہی کر چکا ہوگا لہذا اس حدیث میں اس بچہ کی شفاعت کا انکار نہیں اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر ایک کے انجام اور اس کے جنتی دوزخی ہونے بلکہ اس کے مرتبہ اور آئندہ پیش آنے والے حالات سے خبردار ہیں کہ کون کس حال میں کس دروازے سے جنت میں جائے گا یہ بھی معلوم ہوا کہ قیامت میں شفاعت کرنے والے بچوں کو یہ بھی پتہ ہوگا کہ ہمارے ماں باپ کب اور کس دروازے سے جنت میں جائیں گے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو شفاعت کبریٰ کے مالک ہیں آپ کو ہر ایک کے ہر حال کی خبر ہے یہاں مرقات نے فرمایا کہ یہ بچہ جنت کے ہر دروازے پر بیک وقت موجود ہوگا اور یہ اللہ کی قدرت سے متعدد اجسام ہے ایک روح کے چند جگہ متعدد جسم ہو سکتے ہیں یہ دشوار یا ناممکن بھی نہیں اجسام مثالی لاکھوں ہو سکتے ہیں آئینہ خانوں اور بجلی دیکھو یہ ایک شخص کے ہزاروں عکس بیک وقت متعدد جگہ اور آئینوں میں موجود ہو جاتے ہیں یہ فقط ایک مثال ہے۔ ؎ عربی میں سقط وہ بچہ کہلاتا ہے جو پیٹ سے پورا ہونے سے پہلے شکم مادر سے خارج ہو جائے یہاں جھگڑنے سے ناز محبت کا جھگڑا مراد ہے نہ کہ مقابلہ کا، بچے جب ماں باپ سے روٹھ جاتے ہیں تو ماں باپ انہیں مناتے ہیں یہ روٹھنا دشمنی کا نہیں ہے اور روٹھنا کمزوری کا بلکہ یہ محبت کے کرشمے ہیں یہ دنیا اس عالم کی مثال ہے جو حق ہے کہ حدیث بالکل اپنے ظاہری معنے پر ہے اس میں کسی تاویل یا توجیہ کی ضرورت نہیں بچوں کی شفاعت بھی حق اور ان کا ماں باپ کو نار میں لے جانا اور اس طرح انہیں جنت میں لے جانا بھی درست جیسے ہسپتال آنے والے کے گلے میں بازو ڈال کر اسے گھر میں لے جاتے ہیں۔ خیال رہے کہ اس بچہ کو جھگڑنے کو فرمانا انتہائی کرم کا اظہار ہے۔ ؎ اگرچہ صبر ہر وقت ہی اچھا ہے مگر پہلے صدمے پر بہت اچھا کیونکہ اس وقت نفس کو زیادہ صدمہ ہوتا ہے اس لیے اس کا ثواب بھی بڑا خیال رہے کہ بعض صبروں کو بعض اعمال کو ثواب جنت کے سوا کچھ دے دیا جاتا ہے جیسے دنیاوی راحتیں وغیرہ مگر مومن صابر کا ثواب جنت ہی ہے۔

ابن ماجہ۔ وَعَنِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ مُسْلِمٍ وَلَا مُسْلِمَةٍ يُصَابُ بِمُصِيبَةٍ فَيَذْكُرُهَا وَإِنْ طَالَ عَهْدُهَا فَيُحْدِثُ لِذٰلِكَ اسْتِرْجَاعًا إِلَّا جَدَّدَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى لَهُ عِنْدَ ذٰلِكَ فَأَعْطَاهُ مِثْلَ أَجْرِهَا يَوْمَ أُصِيبَ بِهَا رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا انْقَطَعَ شِسْعُ أَحَدِكُمْ فَلْيَسْتَرْجِعْ فَإِنَّهُ مِنَ الْمَصَائِبِ۔ وَعَنْ أُمِّ الدَّرْدَاءِ قَالَتْ سَمِعْتُ أَبَا الدَّرْدَاءِ يَقُولُ سَمِعْتُ أَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى قَالَ يَا عِيسٰى إِنِّي بَاعِثٌ مِنْ بَعْدِكَ أُمَّةً إِذَا أَصَابَهُمْ مَا يُحِبُّونَ حَمِدُوا اللّٰهَ وَإِنْ أَصَابَهُمْ مَا يَكْرَهُونَ

(ابن ماجہ) روایت ہے حضرت حسین ابن علی سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں کہ ایسا کوئی مسلمان مرد و عورت نہیں ہے کہ کوئی مصیبت پہنچی ہو اگرچہ پرانی ہو چکی ہو اسے یاد آجائے تو اناللہ پڑھے[1] مگر اللہ تعالیٰ اسے اس وقت نیا ثواب دیتا ہے ویسا ہی ثواب جو مصیبت پہنچنے کے دن دیا تھا[2] (احمد، بیہقی شعب الایمان) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کسی کا تسمہ ٹوٹ جائے تو اناللہ پڑھے کہ یہ بھی مصیبتوں سے ہے[3] روایت ہے حضرت ام الدرداء سے فرماتی ہیں میں نے ابوالدرداء کو فرماتے سنا کہ میں نے ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے عیسیٰ میں تمہارے بعد ایسی امت پیدا کرنے والا ہوں کہ جنہیں اگر پسندیدہ چیز پہنچے گی تو اللہ کی حمد کریں گے اور اگر ناپسند چیز پہنچے گی تو

۱؎ یاد آجانا اور ہے یاد کرنا یا رلانا کچھ اور پہلی چیز بے اختیار ہے اس پر ثواب ہے اسلام میں دو چیزیں معتبر ہیں یعنی اللہ کی نعمتوں کو یاد رکھنا اور شکر کرنا ثواب ہے مگر اس کی بھیجی مصیبتوں کو بھول جانا ثواب ہے کہ اسی لیے اسلام میں خوشی کی یادگار منانا سنت ہے مگر غم کی یادگار قائم کرنا حرام ربیع الاول میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت بھی ہے اور وفات بھی مگر اس مہینہ کو میلاد منایا جاتا ہے ذکر وفات سے بچتے ہیں اس مہینہ کو ماہ وفات کہنا منع ہے ایصال ثواب کے لیے کسی کی تاریخ وفات منانا جائز ہے [illegible] پہنچنے کے لیے اسی لیے فقہاء نے [illegible] محرم میں سید الشہداء امام حسین رضی اللہ عنہ کی یادگار قائم کر کے ایصال ثواب کرنے اور ان کا ذکر کرنا اور سننے کے لیے مجلس منعقد کرنا ثواب ہے اس زمانہ میں [illegible] بیٹھنے کی غرض سے تعزیت کی مجلس منعقد کرنا حرام ہے [illegible] لہذا اس حدیث سے شیعہ حضرات دلیل نہیں پکڑ سکتے ۲؎ کیونکہ اگرچہ مصیبت پرانی ہو چکی ہو مگر تکلیف تو تازہ کر دی جیسے پرانی نعمت کے شکر پر نیا ثواب ملتا ہے ایسے ہی پرانی مصیبت کے صبر پر نیا ثواب ملے گا ۳؎ یعنی اناللہ الخ پڑھنا کسی موت یا بڑی مصیبت پر ہی نہیں بلکہ ہر مصیبت و تکلیف پر پڑھنا چاہیے خواہ کتنی ہی معمولی ہو حدیث شریف میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چراغ گل ہو جانے پر بھی اناللہ الخ پڑھی۔

اِحْتَسِبُوْا وَصَبِرُوْا وَلَا حِلْمَ وَلَا عَقْلَ فَقَالَ يَا رَبِّ كَيْفَ يَكُوْنُ هٰذَا وَلَا حِلْمَ وَلَا عَقْلَ قَالَ اُعْطِيْهِمْ مِنْ حِلْمِيْ وَعِلْمِيْ رَوَاهُمَا الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ

بَابُ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ

طلب اجر و صبر کریں گے حالانکہ ان میں علم و حلم نہ ہوگا تب عرض کیا الٰہی ان میں یہ خوبی علم و عقل کے بغیر کیسے ہوگی۔ فرمایا میں انہیں اپنے علم و حلم سے دوں گا (بیہقی شعب الایمان)

قبروں کی زیارت کا باب

لے اس امت۔ یعنی امت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم ہے۔ خیال رہے کہ اللہ تعالٰے نے ہم لوگوں کو پچھلی امتوں کے اچھے برے سارے حالات سنائے مگر پچھلی امتوں کو ہمارے اچھوں کے اچھے حالات سنائے گئے تھے لیکن بروں کے برے حالات نہ بتائے گئے یہاں امت مرحومہ پر خاص کرم خداوندی ہے دیکھو اگرچہ اس امت میں شاکر ہے اور بے صبرے بھی ہیں مگر رب نے عیسٰی علیہ السلام کو صرف صابرین کے حال سنائے کہ یعنی وہ لوگ امی ہوں گے کتابوں کے ذریعہ بردباری اور عقل حاصل نہ کر سکے ہوں گے مگر قدرتی طور پر انہیں صبر و شکر نصیب ہوگا مرقاۃ نے یہاں فرمایا کہ اس جگہ کسبی علم و عقل کی نفی ہے نہ کہ وہبی کی کہ یعنی انہیں علم لدنی کی طرح علم و عقل بھی لدنی عطا فرمائی جائے گی الحمد للہ اس امت میں اولیاء علماء تاقیامت اس صفت کے موجود رہیں گے۔ علم و حلم کتاب پر موقوف نہیں صوفیاء فرماتے ہیں کہ کسبی علم و عقل فانی ہے وہبی علم و عقل باقی۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالٰی اپنے مقرب بندوں کو اپنے صفات عطا فرماتا ہے کہ اس جگہ چند مسائل یاد رکھو (۱) تمام امت کا اس پر اتفاق ہے کہ زیارت قبور سنت ہے کیونکہ اس سے زائر کو اپنی موت یاد آتی ہے جس سے دل میں زہد پیدا ہو کر آخرت کی طرف توجہ اور دنیا سے بے توجہی حاصل ہوتی ہے (۲) زیارت قبور میں زائر کو بھی فائدے ہیں اور میت کو بھی زائر کو ثواب آخرت کا یاد دنیا سے بے رغبتی حاصل ہوتی ہے اور میت کو زائر سے انس اور اس کے ایصال ثواب سے نفع میسر ہوتا ہے (۳) یہ کہ زائر قبر پر پہنچ کر پہلے صاحب قبر کو سلام کرے پھر قبر کی طرف منہ اور کعبہ کو پشت کر کے کھڑا ہو اور کچھ سورتیں پڑھ کر اس کا ثواب صاحب قبر کو پہنچائے (۴) یہ کہ ساری امت اس پر متفق ہے کہ انبیاء کرام خصوصًا حضرت سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر سے مدد لینا جائز ہے۔ غیر انبیاء کی قبروں کے متعلق بعض ظاہری علماء نے اختلاف کیا مگر محققین فقہاء اور تمام صوفیائے فرماتے ہیں کہ اولیاء و علماء کی قبور سے مدد لینا جائز ہے بلکہ اولیاء سے تا قیامت دینی و دنیاوی فیوض جاری رہیں گے۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ کاظم کی قبر قبولیت دعا کے لیے مجرب تریاق ہے۔ امام غزالی فرماتے ہیں کہ جن بزرگوں سے زندگی میں مدد مانگی جا سکتی ہے ان سے بعد وفات بھی مدد مانگی جا سکتی۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں نے چار شخصوں کو دیکھا جو زندگی کی طرح وفات کے بعد اپنی قبروں سے دنیا میں تصرف کرتے ہیں ان میں سے معروف کرخی اور حضرت محی الدین عبدالقادر جیلانی بغدادی ہیں سیدی احمد مرزوق فرماتے ہیں کہ زندے کی مدد سے مردے بزرگ کی مدد زیادہ قوی ہے۔ یہ تو قرآن و حدیث سے ثابت ہے کہ میت اپنے زائرین کو دیکھتی ہے ان کا کلام سنتی ہے ابن قیم نے کتاب الروح میں لکھا ہے کہ بعد وفات روح کی طاقت بڑھ جاتی ہے چنانچہ کبھی روحیں ایسے ایسے کام کر دیتی ہیں جو لاکھوں آدمی نہ کر سکیں چنانچہ ایک بار حضرت ابوبکر صدیق کی روح نے صدہا کافروں کو ایک آن میں تہ تیغ کر دیا اور روحیں جنت میں رہتے ہوئے مشرق و مغرب کو دیکھتی ہیں (۵) قبر کے سامنے جا کر نماز پڑھنا حرام ہاں بزرگوں کی قبروں کے پاس مسجد بنانا یا وہاں نمازیں پڑھنا برکت کے لیے جائز ہے (۶) بہتر ہے کہ قبر یعنی تعویذ قبر کو بوسہ نہ دے نہ وہاں ماتھا پیشانی خاک پر لگائے کہ جلسا یوں

الفصل الاول عن بريدة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم نهيتكم عن زيارة القبور فزوروها ونهيتكم عن لحوم الاضاحي فوق ثلث فامسكوا ما بدا لكم ونهيتكم عن

پہلی فصل روایت ہے حضرت بریدہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں نے تمہیں قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا اب زیارت کیا کرو اور میں نے تمہیں تین دن سے زیادہ قربانی کے گوشت سے منع کیا تھا اب جب تک چاہو رکھ لو اور میں نے تمہیں

کا طریقہ ہے ہاں آستانوں کی لوٹ بہتر ہے (۲) جمعہ کے اول دن میں زیارت قبور بہت بہتر ہے روایت میں ہے کہ اس دن میت کا علم اور ادراک قوی اور اللہ تعالیٰ زیادہ ہوتی ہے (۸) وفات کے بعد سات روز تک برابر صدقہ و خیرات کیا جائے اس پر تمام علماء متفق ہیں اور اس بارے میں صحیح احادیث بھی وارد ہیں (۹) بعض روایتوں میں ہے کہ ہر جمعہ کی شب میت کی روح اپنے گھروں میں آتی ہے اور دیکھتی ہے کہ گھر والے اس کے واسطے کچھ خیرات کرتے ہیں یا نہیں (از لمعات و اشعۃ اللمعات)

۱ آپ کا نام بریدہ ابن حصیب اسلمی ہے مشہور صحابی ہیں بدر سے پہلے ایمان لائے مگر بدر میں شریک نہ ہو سکے بیعت رضوان میں شریک ہوئے مدنی ہیں مگر بعد میں بصرہ قیام کیا آخر میں خراسان چلے گئے تھے پھر یزید ابن معاویہ کی طرف سے مرو میں غازی ہو کر گئے وہاں ۶۲ھ میں وفات پائی (اکمال و مرقاۃ) ۲ شروع اسلام میں زیارت قبور مسلمان مردوں عورتوں کو منع تھی کیونکہ لوگ نئے نئے اسلام لائے تھے اور اندیشہ تھا کہ بت پرستی کے عادی ہونے کی وجہ سے اب قبر پرستی شروع کر دیں جب ان میں اسلام راسخ ہو گیا تو یہ ممانعت منسوخ ہو گئی جیسے جب شراب حرام ہوئی تو شراب کے برتن استعمال کرنا بھی ممنوع ہو گیا تا کہ رنگ برتن دیکھ کر پھر شراب یاد نہ آئے جب لوگ شراب کے عادی نہ رہے تو برتنوں کے استعمال کی ممانعت منسوخ ہو گئی یہ امر استحبابی ہے حق یہ ہے کہ اس حکم میں عورتیں بھی شامل ہیں کہ انہیں بھی زیارت قبور کی اجازت دی گئی (لمعات، اشعہ، مرقات) لیکن اب عورتوں کو زیارت قبور سے روکا جائے یعنی گھر سے زیارت قبور کے لیے نہ نکلیں سوائے روضہ انور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا تو ضرور زیارت کر آئیں ہاں اگر کہیں جا رہی ہوں اور راستہ میں قبر واقع ہو تو زیارت کر لیں جیسا حضرت عائشہ صدیقہ نے حضرت عبدالرحمن کی قبر کی زیارت کی اور اگر کسی کے گھر میں ہی قبر واقع ہو تو زیارت کر سکتی ہیں جیسے حضرت عائشہ صدیقہ کے گھر میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف تھی جہاں آپ جاروب کش تھیں خیال رہے زوروا مطلق امر ہے لہذا مسلمانوں کو زیارت قبر کے لیے سفر بھی جائز ہے جب ہسپتالوں اور حکیموں کے پاس سفر کر کے جا سکتے ہیں تو مزارات اولیاء پر بھی سفر کر کے جا سکتے ہیں کہ وہاں کی قبور روحانی ہسپتال ہیں نیز اگر کسی قبر پر لوگ ناجائز حرکتیں کرتے ہوں تو اس سے زیارت قبر نہ چھوڑے بلکہ ان حرکتوں کو بند کرے کیونکہ زوروا مطلق ہے دیکھو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت سے پہلے بتوں کی وجہ سے کعبہ نہ چھوڑا بلکہ جب موقع ملا تو بت نکال دیئے آج بھی نکاح میں لوگ ناجائز حرکتیں کرتے ہیں مگر اس کی وجہ سے نکاح بند نہیں کیا جاتا بلکہ وہاں کی شرکت نکاح بھی سنت مطلقہ ہے اسی طرح زیارت قبور بھی مطلق تھا جو زیارت قبور دونوں کے لیے سفر بھی درست ماننا چاہئے اس کی وجہ سے ان میں شرکت ممنوع نہیں [illegible] باب زیارت قبور میں بہت تفصیل سے بیان فرمایا،

۳ شروع اسلام میں مسلمانوں پر غربت اور افلاس کا غلبہ تھا اس لیے قربانی کرنے والوں کو حکم تھا کہ قربانی کا گوشت تین دن کے اندر

النَّبِيذِ إِلَّا فِي سِقَاءٍ فَاشْرَبُوا فِي الْأَسْقِيَةِ كُلِّهَا وَلَا تَشْرَبُوا مُسْكِرًا رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ زَارَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْرَ أُمِّهِ فَبَكَى وَأَبْكَى مَنْ حَوْلَهُ فَقَالَ اسْتَأْذَنْتُ رَبِّي فِي أَنْ أَسْتَغْفِرَ لَهَا فَلَمْ يُؤْذَنْ لِي وَاسْتَأْذَنْتُهُ فِي أَنْ أَزُورَ قَبْرَهَا فَأُذِنَ لِي فَزُورُوا الْقُبُورَ فَإِنَّهَا

مشکیزوں کے سوا برتنوں میں نبیذ پینے سے منع کیا تھا اب تمام برتنوں میں پیا کرو ہاں نشہ کی چیز نہ پیا کرو (مسلم) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کی تو روئے اور اپنے اردگرد والوں کو رلا دیا پھر فرمایا کہ میں نے اپنے رب سے ان کے لیے دعائے مغفرت کرنے کی اجازت مانگی تو مجھے اس کی اجازت نہ ملی اور ان کی قبر شریف کی زیارت کی اجازت مانگی اس کی مجھے اجازت دے دی گئی

کہ کچھ کھالو باقی تو بار میں خیرات کردو پھر جب مسلمانوں کو رب نے مال عام دیا اور عام مسلمان قربانی کرنے لگے تو یہ حکم منسوخ ہوگیا اب چاہے سال بھر تک قربانی کا گوشت کھاؤ۔

۲؎ یعنی جب شراب حرام ہوئی تو اندیشہ تھا کہ مسلمان شراب کے برتن دیکھ کر پھر شراب نوشی شروع کردیں گے اس لیے ان کے برتنوں میں پانی، دودھ یا شراب زلال جسے نبیذ کہتے ہیں پینا حرام کردیا گیا پھر جب مسلمان شراب بھول گئے تب اس کے برتنوں کی اجازت دے دی گئی جیسا کہ ابھی عرض کیا گیا، اس حدیث میں تین چیزوں کی حرمت منسوخ کی گئی فتویٰ اس پر ہے کہ ہر پتلی نشہ والی چیز حرام ہے نشہ دے یا نہ دے اللہ بچائے، جوار، گیہوں، کھجور وغیرہ کی شراب ایک قطرہ پینا بھی حرام ہے، امام اعظم کا یہی آخری قول ہے جمی ہوئی نشہ آور چیزیں اگر نشہ دیں حرام یا انہیں طرب کے لیے کھانا حرام ہے ورنہ حلال، چنانچہ افیون، بھنگ اور چرس وغیرہ دواءً استعمال کرسکتے ہیں بشرطیکہ نشہ نہ دیں اس کی مکمل بحث ان شاءاللہ کتاب الاشربہ میں ہوگی۔ ۳؎ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ طیبہ طاہرہ آمنہ خاتون رضی اللہ عنہا کا مزار پرانوار مقام ابواء میں ہے جو کہ مکہ معظمہ و مدینہ منورہ کے درمیان بڑے راستہ پر واقع ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت پاک سے پہلے ہی وفات پاچکے تھے چھ سال تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی والدہ ماجدہ کی آغوش میں پرورش پاتے رہے حضرت آمنہ خاتون رضی اللہ عنہا ایک مرتبہ اپنے ننھیال مدینہ منورہ گئیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ساتھ تھے واپسی پر مقام ابواء میں بیمار ہوئیں اور وہاں ہی وفات پائیں وہاں ہی مدفون ہوئیں اس بیماری میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا سر دبا رہے تھے [illegible] آنسو چہرہ پر گرے تو آنکھ کھولی اور اپنے دوپٹے سے آپ کے آنسو پونچھ کر فرمایا میں دنیا سے جاؤں گی مگر [illegible] ایسا فرزند چھوڑ رہی ہوں حضرت زید مرتضیٰ فرماتے ہیں کہ اس وقت کا یہ قول نہایت درست ہے۔ ۴؎ یہ زیارت قبر انور کا واقعہ صلح حدیبیہ میں ہوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک ہزار صحابہ تھے (مرقات) آپ اپنی والدہ ماجدہ کے فراق میں روئے کہ آج وہ زندہ ہوتیں یہ شان دیکھ کر اپنا دل ٹھنڈا کرتیں صحابہ بھی آپ کے گریہ اور آپ کی والدہ کو یاد کرکے رونے لگے، خدا مجھ گنہگار کو حضرت آمنہ کے مزار شریف کی زیارت نصیب کرے تو ان کی قبر کی مٹی کو آنکھوں کا سرمہ بناؤں کیونکہ وہ میرے پیارے نبی مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ماں ہیں ان کے احسانات تمام جہان پر ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ ۵؎ اس جملہ کی وجہ سے بعض لوگوں نے سمجھا کہ حضرت آمنہ خاتون کافرہ تھیں اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے لیے دعائے مغفرت سے منع کردیا گیا، ان بیچاروں

تُذَكِّرُ الْمَوْتَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔ وَعَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَلِّمُهُمْ إِذَا خَرَجُوْا إِلَى الْمَقَابِرِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَلَاحِقُوْنَ نَسْأَلُ اللّٰهَ لَنَا وَلَكُمُ الْعَافِيَةَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔ اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقُبُوْرٍ بِالْمَدِيْنَةِ فَأَقْبَلَ عَلَيْهِمْ بِوَجْهِهٖ فَقَالَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا أَهْلَ الْقُبُوْرِ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ أَنْتُمْ سَلَفُنَا وَنَحْنُ بِالْأَثَرِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا

قبریں تمہیں موت یاد دلاتی ہیں (مسلم) روایت ہے حضرت بریدہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں سکھاتے تھے کہ جب وہ قبرستان جائیں تو کہیں اے مومنوں اور مسلمانوں کے گھر والو تم پر سلام ہو اور ان شاء اللہ ہم بھی تم سے ملنے والے ہیں ۱ ہم اللہ سے اپنے اور تمہارے لیے عافیت مانگتے ہیں ۲ (مسلم) دوسری فصل روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں کچھ قبروں پر گزرے تو ان کی طرف اپنا چہرہ پاک کیا ۳ پھر فرمایا اے قبر والو تم پر سلام ہو اللہ ہمیں اور تمہیں بخشے تم ہمارے اگلے ہو ہم تمہارے پیچھے ۴

قاری بھی بہ گئے۔ عام دیوبندی یہی کہتے ہیں مگر یہ محض غلط ہے اگر آپ کافرہ ہوتیں تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو زیارت قبر کی بھی اجازت نہ تھی رب فرماتا ہے۔ وَلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ زیارت قبر کی اجازت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مومنہ ہیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو دعائے مغفرت سے اس لیے منع کیا گیا کہ حضرت آمنہ بالکل بے گناہ ہیں انہوں نے احکام شرعیہ کا زمانہ پایا ہی نہیں پھر گناہ ان سے کیونکر سرزد ہوتے اور دعائے مغفرت گنہگار کی کی جاتی ہے دیکھو بچے کے جنازہ میں اس کے لیے دعائے مغفرت نہیں کرتے نتیجہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے دعائے مغفرت منع، حضرت آمنہ خاتون کا ایمان قرآن کریم کی صریح آیت سے ثابت ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی تھی۔ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ پھر فرمایا رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ خدایا میری اولاد میں ہمیشہ ایک مومن جماعت رہے اور اسی مومن جماعت میں نبی آخر الزماں کو بھیج، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ دعا یقیناً قبول ہوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام آباء و اجداد مومن ہیں اس کی تحقیق ہماری کتاب تفسیر نعیمی جلد اول میں ملاحظہ کرو۔

۱ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قبرستان میں جا کر پہلے سلام کرنا پھر یہ عرض کرنا سنت ہے اس کے بعد اہل قبور کو ایصال ثواب کیا جائے اس سے معلوم ہوا کہ مردے باہر والوں کو دیکھتے پہچانتے ہیں اور ان کا کلام سنتے ہیں ورنہ انہیں سلام جائز نہ ہوتا کیونکہ جو نہ سنتا ہو یا سلام کا جواب نہ دے سکتا ہو اسے سلام کرنا ناجائز نہیں دیکھو سونے والے اور نماز پڑھنے والے کو سلام نہیں کر سکتے ۲ یہ ان شاء اللہ برکت کے لیے ہے یا ایمان پر موت کے لیے یعنی اگر رب نے چاہا تو ہمارا خاتمہ بھی ایمان پر ہوگا اور ہم تم سے ملیں گے، کفار کے پاس نہ جائیں گے ورنہ موت تو یقیناً آنی ہے وہاں ان شاء اللہ کہنے کی ضرورت نہیں ۳ عام مسلمین کی قبروں پر یہ سلام یہ الفاظ کہے جائیں اولیاء اللہ کے مزارات پر یوں عرض کرے سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ اور شہداء کے مزارات پر یوں عرض کرے سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ ۴ یعنی اللہ ارادہ فرمائے یہاں دنیا سے رخصت ہو گئے ہو ہم تمہارے پیچھے ہیں اور قبرستان کا شرعی طریقہ یہی ہے کہ قبروں کی طرف منہ کرکے اور قبلہ کو

حدیث حسن غریب۔ الفصل الثالث۔ عن عائشة قالت كان رسول الله صلى الله عليه وسلم كلما كان ليلتها من رسول الله صلى الله عليه وسلم يخرج من آخر الليل الى البقيع فيقول السلام عليكم دار قوم مؤمنين وأتاكم ما توعدون غدا مؤجلون وإنا إن شاء الله بكم لاحقون اللهم اغفر لأهل بقيع الغرقد رواه مسلم۔ وعنها قالت كيف أقول يا رسول الله تعني في زيارة القبور قال قولي السلام على أهل الديار من المؤمنين والمسلمين ويرحم الله المستقدمين منا والمستأخرين وإنا إن شاء الله بكم للاحقون

(ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث حسن غریب ہے۔ تیسری فصل۔ روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ تھا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان کے ہاں شب کی باری ہوتی تو آپ آخر رات میں بقیع کی طرف نکل جاتے ۱؎ فرماتے اے مومن قوم کے گھر والو تم پر سلام تم سے جس چیز کا وعدہ تھا وہ تمہیں مل گئی کل کی تمہیں مہلت دی ہوئی ہے ۲؎ اور ان شاء اللہ ہم بھی تم سے ملنے والے ہیں ۳؎ خدایا بقیع غرقد والوں کو بخش دے ۴؎ (مسلم) روایت انہی سے عرض کیا یا رسول اللہ میں زیارت قبور میں کیا کہوں ۵؎ فرمایا یوں کہا کرو مومنوں مسلمانوں کے گھر والوں پر سلام ہو اللہ ہمارے اگلے پچھلوں پر رحم فرمائے اور ان شاء اللہ ہم بھی تم سے

کھڑے ہو کر کرے زیارت قبر کے وقت اسی طرح کھڑا ہونا چاہیے (مرقات) قبر کو چومنا ممنوع ہے (فتاویٰ عالمگیری) اور مرقات میں اسی جگہ ہے کہ والدین کی قبریں چومنا جائز ہے ۵؎ یعنی ہم سے آگے جو چلے گئے اور ان کے پیچھے ہم بھی آ رہے ہیں متقدمین کو سلف کہتے ہیں متاخرین کو خلف۔

۱؎ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہر رات آخری شب میں بقیع یعنی قبرستان مدینہ کی زیارت فرماتے تھے، اپنی باری کا ذکر اس لیے فرمایا کہ آپ کے علم میں یہی آیا اور یہاں بقیع درخت والے میدان کو کہتے ہیں غرقد ایک خاص درخت کا نام ہے چونکہ اس میدان میں پہلے غرقد کے درخت تھے اسی لیے اس جگہ کا نام بقیع الغرقد ہو گیا ۲؎ یعنی تمہارا وعدہ موت پہلے آ چکا تم کو موت آ چکی اجر کا ملنا قیامت میں ہوگا ہماری ابھی موت بھی باقی ہے اور اجر و ثواب بھی اس صورت میں یہ دو جملے ہیں اس لیے بعض نسخوں میں اجر و ثواب کا آنا ہے وعدہ تمہارا عنقریب یعنی کل قیامت میں تمہیں ملنے والا ہے، اس صورت میں یہ ایک جملہ ہے اور اتاکم ماضی بمعنی استقبال ہے ۳؎ یعنی دیار و مومنین کے یعنے وفات پاکر تم تک پہنچنے والے ہیں یہ مطلب نہیں کہ ہم بقیع ہی میں دفن ہوں گے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور بقیع میں نہیں لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں ۴؎ اس دعا کی وجہ سے بعض مومن بقیع میں دفن ہونے کی تمنا کرتے ہیں تاکہ اس عمومی دعا میں وہ بھی شامل ہو جائیں دعا یہ ہے کہ ان تمام بقیع والے مدفونوں کی مغفرت فرما رب تعالیٰ اس پاک سرزمین میں دفن ہونا نصیب کرے ۵؎ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کو زیارت قبور کی اجازت ہے وہ جو حدیث شریف میں ہے کہ زیارت قبور کرنے والی عورتوں پر لعنت کرے وہ منسوخ ہے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ کو زیارت قبور سے منع نہ فرمایا بلکہ انہیں اس کا طریقہ اور وہاں پڑھنے کی دعا بتائی بعض نے فرمایا کہ عام عورتوں کو زیارت قبور سے روکا جائے اس حدیث میں خاص عورتیں جنہیں اس کے

رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔ وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ النُّعْمَانِ يَرْفَعُ الْحَدِيثَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ زَارَ قَبْرَ أَبَوَيْهِ أَوْ أَحَدِهِمَا فِي كُلِّ جُمُعَةٍ غُفِرَ لَهُ وَكُتِبَ بَرًّا رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ مُرْسَلًا ۔ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ فَزُورُوهَا فَإِنَّهَا تُزَهِّدُ فِي الدُّنْيَا وَتُذَكِّرُ الْآخِرَةَ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ ۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَنَ زَوَّارَاتِ الْقُبُورِ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَقَالَ قَدْ رَأَى بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ أَنَّ هٰذَا كَانَ قَبْلَ أَنْ يُرَخِّصَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي زِيَارَةِ الْقُبُورِ فَلَمَّا رَخَّصَ دَخَلَ فِي رُخْصَتِهِ

جسے والے ہیں (مسلم) روایت ہے حضرت محمد ابن نعمان سے وہ اس حدیث کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مرفوعًا کرتے ہیں[1] فرمایا جو اپنے ماں باپ یا ان میں سے ایک کی قبر کی ہر جمعہ میں[2] زیارت کیا کرے تو اس کی بخشش ہو جائے گی اور وہ بھلائی کرنے میں لکھا جائے گا[3] (بیہقی شعب الایمان) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے تمہیں قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا اب ان کی زیارت کیا کرو کیونکہ یہ دنیا میں بے رغبتی اور آخرت کی یاد پیدا کرتی ہے[4] (ابن ماجہ) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کی زیارت کرنے والیوں پر لعنت کی[5] (احمد، ترمذی، ابن ماجہ) اور ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حسن صحیح ہے اور فرمایا کہ بعض اہل علم نے سمجھا کہ یہ حکم اس سے پہلے تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم زیارت قبور کی اجازت دیں پھر جب اجازت دے دی تو

احکام معلوم ہوں، زیارت قبور کریں۔ واللہ ورسولہ اعلم۔ اس کی تحقیق ابھی کچھ پہلے ہو چکی۔

[1] یعنی محمد ابن نعمان اگرچہ تابعی ہیں انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ پایا مگر انہوں نے صحابی کے ذریعہ یہ حدیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک مرفوع کی لہٰذا حدیث مرسل ہے۔ [2] یہاں جمعہ سے مراد یا تو جمعہ کا دن ہے یا پورا ہفتہ، بہتر ہے کہ ہر جمعہ کے دن والدین کی قبروں کی زیارت کیا کرے اگر وہاں حاضری میسر نہ ہو جیسے کہ یہ فقیر اب پاکستان میں ہے اور میرے والدین کی قبریں ہندوستان میں ہیں تو ہر جمعہ کو ان کے لیے ایصال ثواب کیا کرے۔ [3] یعنی ماں باپ کی قبروں کی زیارت کرنے والا گویا اب بھی ان کی خدمت کر رہا ہے جو ثواب ان کی زندگی میں ان کی خدمت کرنے کا ہے وہی ثواب ان کی وفات کے بعد ان کی قبروں کی زیارت کا ہے۔ علماء فرماتے ہیں کہ والدین کی وفات کے بعد تین کام کرو ایک یہ کہ ہر جمعہ کو ان کی قبروں کی زیارت کرو ان کے لیے دعا و ختم وغیرہ پڑھو دوسرے یہ کہ ان کے قرض ادا کرو ان کے وعدے پورے کرو تیسرے یہ کہ والد کے دوستوں اور والدہ کی سہیلیوں کو اپنا باپ و ماں سمجھو اور ان کی خدمت کرو اس کا ماخذ یہ حدیث بھی ہے۔ [4] یعنی ممانعت زیارت قبور منسوخ ہے اب اس کی اجازت ہے حق یہ ہے کہ اس اجازت میں عورتیں بھی داخل ہیں جیسا کہ ابھی عرض کیا گیا اب عورتوں کو اس سے روکنا دوسری وجہ سے ہے۔ زیارت قبور سے دل بیدار ہوتا ہے نفس مرتا ہے اور امراء و مالداروں کی ملاقاتوں سے دل غافل ہوتا ہے نفس موٹا ہوتا ہے۔ [5] یہ حدیث منسوخ ہے جس کی ناسخ حدیثیں پہلے گزر چکیں اور

الرِّجَالُ وَالنِّسَاءُ وَقَالَ بَعْضُهُمْ إِنَّمَا كُرِهَ زِيَارَةُ الْقُبُورِ لِلنِّسَاءِ لِقِلَّةِ صَبْرِهِنَّ وَكَثْرَةِ جَزَعِهِنَّ تَمَّ كَلَامُهُ. وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ أَدْخُلُ بَيْتِي الَّذِي فِيهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِنِّي وَاضِعٌ ثَوْبِي وَأَقُولُ إِنَّمَا هُوَ زَوْجِي وَأَبِي فَلَمَّا دُفِنَ عُمَرُ مَعَهُمْ فَوَاللهِ مَا دَخَلْتُهُ إِلَّا وَأَنَا مَشْدُودَةٌ عَلَيَّ ثِيَابِي حَيَاءً مِنْ عُمَرَ. رَوَاهُ أَحْمَدُ.

تو اس اجازت میں مرد عورتیں سب ہی آگئے بعض نے فرمایا عورتوں کے لیے زیارت قبور ان کے صبری کی اور بے صبری کی زیادتی کی وجہ سے مکروہ ہے (ختم شد)۔ روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ میں اپنے گھر میں جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدفون ہیں یوں ہی چادر اتارے چلی جاتی تھی [1] اور کہتی تھی ایک میرے شوہر ہیں اور ایک میرے والد۔ پھر جب حضرت عمر دفن ہوگئے تو رب کی قسم حضرت عمر سے شرم کے باعث بغیر کپڑا لپیٹے اس گھر میں نہ گئی [2] (احمد)

اگر اس کے معنی یہ ہوں کہ ان عورتوں پر لعنت ہے جو بیشتر ہر وقت بلا پردہ و بے حیائی سے قبرستان کی زیارت کیا کریں پھر یہ کسی کو یہ کہاں مطلع ہو تو حدیث محکم ہے جیسا کہ زوارات بصیغہ مبالغہ سے معلوم ہوتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ عورتوں کی زیارت قبور کے متعلق علماء کے تین قول ہیں ایک یہ کہ مطلقاً منع ہے، دوسرے یہ کہ مطلقاً جائز ہے، تیسرے یہ کہ عام عورتوں کو منع ہے کہ بے صبری کریں گی لیکن خاص عورتوں کو جائز ہے جو احکام شرعیہ سے واقف اور ان پر عامل ہوں مگر یہ اختلاف حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مطہرہ کے علاوہ دیگر قبور میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ کی حاضری ہر مسلمان مرد و عورت پر واجب ہے سب سے خدا فرماتا ہے وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ الخ۔

[1] یعنی جب تک میرے حجرے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق مدفون رہے تب تک میں سر کھولے یا ڈوپٹہ اتارے حجرے شریف میں چلی جاتی تھی کیونکہ خاوند سے حجاب ہوتا ہے نہ والد سے۔ [2] یعنی جب سے حضرت عمر میرے حجرے میں دفن ہو گئے تب سے میں بغیر چادر اوڑھے اور پردہ کا پورا اہتمام کئے بغیر حجرے شریف میں نہ گئی حضرت عمر سے شرم و حیا کرتی رہی۔ اس حدیث سے بہت مسائل معلوم ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ میت کا بعد وفات بھی احترام چاہیئے، فقہاء فرماتے ہیں کہ میت کا ایسا ہی احترام کرے جیسا کہ اس کی زندگی میں کرتا تھا۔ دوسرے یہ کہ بزرگوں کی قبروں کا بھی احترام اور ان سے بھی شرم و حیا چاہیئے۔ تیسرے یہ کہ میت قبر کے اندر سے باہر والوں کو دیکھتا اور پہچانتا ہے دیکھو حضرت عمر سے عائشہ صدیقہ ان کی وفات کے بعد شرم و حیا فرماتی ہیں اگر آپ باہر کی کوئی چیز نہ دیکھتے تو اس حیا فرمانے کے کیا معنی۔ چوتھے یہ کہ قبر کی مٹی تختے وغیرہ میت کی آنکھوں کے لیے حجاب نہیں بن سکتے مگر زائر کے جسم کا لباس ان کے لیے آڑ ہے لہٰذا میت کو زائر ننگا نہیں دکھائی دیتا ورنہ حضرت عائشہ صدیقہ کا چادر اوڑھ کر وہاں جانے کے کیا معنی۔ قبر تو نور و قدرت ہے لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ جب حضرت عمر قبر کے اندر سے زائر کو دیکھ سکتے ہیں تو زائر کے کپڑوں کے اندر کا جسم بھی انہیں نظر آتا ہے۔ پانچویں یہ کہ بزرگوں کی قبروں پر چادر وغیرہ کا رہنا درست ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی چادر [illegible] اگر عورتیں بھی چادر [illegible] ساتھ [illegible] زیارت کی اجازت ہے [illegible] سکتی ہے۔

کتابت: احمدین الرشید بن محمد ادریس	تم الربع الاول	[illegible] حضرت کیلیانوالہ ضلع گوجرانوالہ

فہرست مضامین مرآت شرح مشکوٰۃ جلد دوم

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
سترہ کا بیان	۲	حالات حضرت وائل ابن حجر	۱۸	جہر بسم اللہ کا احتمال منسوخ نہیں	۵۵
صحابہ کا حضور کا فضلہ تبرک کے لیے استعمال کرنا	〃	ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا	۱۹	آمین بالجہر کی توجیہ اور مسئلہ کی نفیس تحقیق	۵۶
حضرت ابو طیبہ نے حضور کی فصد کا خون پی لیا	〃	حالات سہل ابن سعد	〃	قرأت خلف الامام کی تفصیلی بحث	〃
ہمارے فضلہ اور حضور کے فضلہ میں فرق	〃	لمبا قیام افضل ہے یا زیادہ سجدے	۲۰	[illegible] کی ترتیب	۶۰
سترہ [illegible] منع ہے	〃	[illegible] کی حدیث [illegible]	〃	نماز میں دو سکتے	۶۱
سترہ کی قسمیں اور مقدار	۴	[illegible] کے حالات	۲۳	نفل نماز کی قرأت بہ جماعت بدعت یا غلط ہے	〃
اگر نمازی کے آگے گزرنے والے کو قتل کرے	〃	بے قرآن یاد شخص نماز میں کیا پڑھے	۲۵	[illegible]	۶۵
[illegible] یا دیت دے	۵	حالات امام زین العابدین	۲۶	حضرت [illegible] کے حالات	۶۶
نمازی کے آگے سے [illegible]	۷	رفع یدین ترک کرنے کی حدیث	۲۹	باب الرکوع	۶۸
سہل ابن ابی حثمہ کے حالات	〃	حضور سب سے پہلے [illegible]	〃	حضور [illegible]	〃
اگر کسی کا آگے سے گزرنا نماز نہیں توڑتا	۹	ہمارے اور حضور کی توبہ میں فرق	۳۳	[illegible]	۶۹
نماز پڑھنے کا طریقہ	۱۱	آہستہ آمین کہنا ایک قوی دلیل	۳۴	سب سے [illegible] فرشتے ہیں	۷۰
نماز میں الحمد پڑھنا فرض نہیں	۱۲	[illegible]	۳۶	حضور [illegible] سب کی بات سنتے ہیں	۷۳
تعدیل ارکان فرض نہیں	〃	سبحانک اللہم [illegible] قرأت کا باب	〃	[illegible]	〃
بسم اللہ ہر سورت کا جزو نہیں	۱۳	نماز میں فاتحہ واجب ہے فرض نہیں	۴۱	تہجد کی [illegible]	۷۶
[illegible]	۱۴	امام کی قرأت مقتدی کی قرأت ہے	۴۲	ملک و ملکوت میں فرق	〃
احوال ابو حمید ساعدی	۱۵	[illegible] کے معنی	〃	[illegible] کی شہادت کا سبب [illegible]	〃
کانوں تک ہاتھ اٹھانا	〃	بسم اللہ جزو سورت نہیں	۴۳	[illegible]	۷۸
رفع یدین کی مکمل بحث	۱۶	[illegible]	۴۴	سجدہ کا باب	۷۹
رفع یدین کی تمام حدیثیں یا ضعیف ہیں یا منسوخ	〃	نفل والے کے پیچھے فرض والے کی نماز ناجائز ہے	۴۸	سجدہ [illegible] میں فرق	۷۹
امام اعظم کا امام اوزاعی سے مناظرہ	〃	حضرت معاذ کے عمل کی نفیس توجیہ	۵۱	حضور کی [illegible]	۸۱
جلسہ استراحت کا بیان	۱۸	عبداللہ ابن سائب کے حالات	〃	[illegible] سر کا [illegible]	۸۳

ربیعہ ابن کعب کے حالات	۸۳	کیا حضور درود کا درود پڑھتے ہیں	۱۰۶	کر سکتے ہیں جلا دیتے ہیں	۱۳۲
حضور احکام شرعیہ کے مالک ہیں	۸۴	معلم محمد اور وسیلہ میں فرق	۱۰۷	حضور کی سلطنت ملک و ملکوت پر حاوی	۱۳۳
حضرت ربیعہ کو جنت بخشی	〃	باب التحیات میں دعا	۱۰۸	فرشتوں پر ہے	۱۳۴
سلاطین کا مسجد میں اپنے لیے جگہ مقرر کر لینا	۸۶	مسیح اور دجال کے معنی	〃	نماز میں نگاہ کے مقامات اور کعبہ میں	〃
التحیات کا باب	۸۸	کیا کافر کو سلطنت اور محبت میں ایمان	۱۱۰	نماز پڑھنے والا کعبہ کو دیکھے	۱۳۸
السلام علیک میں حضور کو سلام کی نیت کرے	〃	مستحب کام ہمیشہ کیا جائے [illegible]	۱۱۱	کوکھ پر ہاتھ رکھنا منع ہے	۱۴۰
التحیات کے کلمات شب معراج میں کے		باب نماز کے بعد ذکر اور وظیفہ	۱۱۲	سانپ مارنے کے احکام	〃
کلمات کا مجموعہ ہیں	۹۳	نماز کے بعد مصافحہ کا بہترین ثبوت	〃	حضور کا بجماعت نماز شروع فرما لینا	〃
السلام علیک میں نمازی حضور کو سلام کرے	〃	نماز کے بعد بلند آواز سے ذکر سنت ہے	〃	عوام اور خواص کی بھول میں فرق	۱۴۳
نماز میں حضور کو سلام و کلام بلکہ حضور کا کلام کرنا		بخل و شح سخاوت وجود میں فرق	۱۱۹	اولیاء اللہ [illegible] کی جماعت [illegible] ہیں	〃
نماز فاسد نہیں کرتا	۹۵	صحابہ غیر صحابہ سے افضل ہیں	۱۲۰	بھول کا باب بھول میں تحقیق ہے	۱۴۴
التحیات میں انگلی سے اشارہ	۹۶	حضور [illegible] وقت تلاوت قرآن [illegible]	۱۲۲	حضور کو نماز میں شیطانی شبہ نہیں ہوتا	〃
درود شریف پڑھنے کا باب	۹۷	تکبیر اولیٰ پانے کی صورت	۱۲۴	آخر رکعت [illegible] پڑتا ہے	۱۴۵
آل رسول اللہ کون ہیں [illegible]	۹۸	نص کے مقابل خواب یا کشف معتبر نہیں	۱۲۶	ابن سیرین کے حالات	۱۴۶
نماز کے علاوہ ناقص ہے		باب نماز میں کرنے کے کام جائز ہیں [illegible]	۱۲۸	بھول کے اقسام اور کئی بھول [illegible]	〃
حضور درود کے علاوہ ہر جگہ سے درود شریف		[illegible] کو شرعت سے پہلے [illegible] عذر ہے	۱۲۹	ضعیف [illegible]	۱۴۷
سنتے ہیں	۱۰۰	[illegible] کے احکام	۱۳۰	قرآنی سجدوں کا باب	۱۵۱
[illegible] ہونے کے معنی	۱۰۲	شاہ حبشہ اصحمہ نجاشی کے حالات	۱۳۱	[illegible] کی تعریف [illegible]	۱۵۱
[illegible] حضور کی خصوصیت ہے	۱۰۴	کوکھ پر ہاتھ رکھنا دوزخیوں کی نشانی ہے	۱۳۲	[illegible] شیطان [illegible]	۱۵۱
میری قبر کو [illegible] کے معانی	〃	[illegible] درست ہے	〃	نفیس تحقیق	
[illegible] عالم کی سیر کرتے ہیں		[illegible] حضرت علی [illegible]		امام [illegible] سجدے ہیں	۱۵۳
ان کے پیچھے کوئی چیز حجاب نہیں	۱۰۱	کیا فاطمہ زہرا [illegible] کے بعد	〃	[illegible]	۱۵۶
جو سوائے درود شریف کے دعا مانگے [illegible]		حضرت سلیمان نے جنات کی [illegible]		[illegible]	۱۵۷
مانگے گا [illegible]	۱۰۳	[illegible] قید [illegible]	۱۳۳	[illegible]	۱۵۸
نبی و رسول میں فرق آگے کے معانی	۱۰۵	جنات کو حضور کے غلام بھی دیکھتے [illegible]		نماز کی حفاظت کے ارکان کا باب	

مسئلہ نماز جمعہ کی سنتیں اور نفل نماز پانچ رکعتوں
میں منع ہے
سنت فجر کی قضا
مسئلہ فرض کے وقت مکروہ میں نفل نہ پڑھے جائیں
جمعہ کے دن بھی نفل دوپہری میں منع ہے
باب جماعت کی نماز کی تاکید
جماعت کے ثواب میں فرق جماعت یا امام
کی افضلیت کی وجہ سے
منافق جماعت چھوڑتے تھے
عورتوں کے مسجد میں آنے کا حکم
امام خاص اپنے لیے ہی دعا کرے
اس کے معنے
سنت زائدہ کی ... صاحب
وغیرہ کا قول
حضور کے قدم سے یثرب کو طیبہ بنایا
جو عشاء و فجر باجماعت پڑھے اسے تمام رات
عبادت کا ثواب ہے
باب صف سیدھی کرنا
قلب کا اثر عمل پر اور عمل کا قلب پر اثر ہے
جو صحابہ کو ... وہ خود ...
شکوہ مصطفیٰ کی طاقت
... پر درود میں فرق
امام و مقتدی کا حکم
حضرت عمار بن یاسر کے حالات
سہل ابن سعد کے حالات

حضور کا منبر کس نے بنایا
۱۵۸ امامت کا باب
۱۶۳ امام مقتدی اور صدیق اکبر کی امامت
۱۶۴ قرآنیہ حضرت کی کلام کیوں بنایا اور ...
۱۶۵ دو دفعہ کیوں نماز پڑھو اس کا مطلب
۱۶۷ کے حضور کا جانور پر پڑھا جائے
بچہ کی امامت مطلقاً ناجائز ہے
۱۶۸ امام کے مقتدیوں کا باب
۱۶۹ کسی کی خاطر رکوع دراز کرنا
۱۷۰ امام کی نماز فاسد ہونے سے مقتدی کی نماز
۱۷۲ بھی فاسد ہوگی عجیب مسئلہ
حضور کا ہاتھ سے ... کا زور ہے
حضور کی اقتدا میں صحابہ کی کیفیت
۱۷۵ باب مقتدی و منفرد کا حکم
۱۷۸ حضور میں بشریت بھی ہے ملکیت بھی
پیچھے کر کے نماز پڑھو کہ رسول کو دیکھیں
۱۷۹ حضور کا کون سا عمل ناسخ ہو سکتا ہے اور
۱۸۰ کون سا نہیں، عجیب قاعدہ
۱۸۳ حضور نے حضرت صدیق کو مصلیٰ پر پہنچا
۱۸۴ خلیفہ بنا دیا
۱۸۶ صحابہ کرام نماز میں ... ہر بار
۱۸۷ دل حضور کی طرف
۱۹۰ ستر ہزار ... بخشش ... حدیث ...
۱۹۲ ... ثابت ... جائز
۱۹۳ ... سے ... محفوظ ہیں

۱۹۳ حضور نے وفات کے دن فجر کی
۱۹۴ ایک رکعت حضرت صدیق کے پیچھے پڑھی ۲۱۵
۱۹۸ باب جو دوبارہ نماز پڑھے ۲۱۶
سنتوں کا باب ۲۲۱
۲۰۰ حضرت ام حبیبہ کے حالات //
// مغرب سے پہلے نفل مکروہ ہیں ۲۲۲
۲۰۱ مسجد میں سلطان یا حکام کے بیٹھنے کی
۲۰۳ جگہ مقرر کرنا جائز ہے ۲۲۳
// تہجد کا باب، تہجد کی رکعتیں ...
شب بیدار تہجد کیسے پڑھے ۲۲۴
۲۰۴ سنت فجر کے بعد کچھ لیٹنا بالکل سنت ہے
۲۰۵ نبی کی ... اور شیعوں کی ... فضل
۲۰۶ نہیں توڑتی ۲۲۶
// حضور زندگی میں ... ۲۲۷
۲۰۷ حضرت ابن مسعود کی ترتیب قرآن الگ تھی ۲۲۸
// شیعوں کا عقیدہ، تحریف ... میں
قرآن ... کے حصے
۲۰۸ حضور تہجد شب میں مدینہ میں گشت فرماتے
امت کے حالات کی تفتیش کے لیے ۲۳۲
۲۰۹ سورۃ ... کی نماز میں تکرار ۲۳۴
۲۱۰ تہجد کرتا ... کیلئے ۲۳۶
صادق و حق میں فرق ... کی خطائیں
بھی حق ہیں ۲۳۸
۲۱۱ تفسیت ... کی ترتیب ۲۳۹
۲۱۲ نماز تہجد کی ترتیب ۲۴۰

تہجد گذار کا صحیح ثبوت	۲۵۵-۲۵۲	کو شب قدر کیوں کہتے ہیں	۲۹۰	ہجرت میں حضور مدینہ منورہ کس دن پہنچے	″
سب سے قرض مانگنے کے معنے	۲۵۶	اصل تراویح سنت رسول ہے جماعت	″	اور پہلا جمعہ کہاں پڑھا	۳۱۸
حضور کی دعا لینا ہے تو تہجد پڑھو	۲۵۹	جماعت بیس رکعت سنت فاروقی	۲۹۱	اصحاب فیل کے حالات	۳۲۰
حافظ قرآن حافظ قرآن کون ہیں	۲۶۲	آٹھ رکعت تراویح پر گفتگو	۲۹۲	جمعہ کے فضائل اور یادگاریں قائم کرنا	۳۲۳
نماز تہجد سے روزی میں برکت	۲۶۳	بیس تراویح کا نفیس ثبوت	۲۹۳	اولیاء کے اعمال ماں باپ پر پیش ہوتے ہیں	″
باب عمل میں میانہ روی		پندرھویں شعبان کے فضائل	″	اولیاء کے اعمال حضور پر ان میں فرق	″
رات کے عمل دن میں ادا کر سکتا ہے	۲۶۵	چاشت کی نماز کا باب	۲۹۵	کیا حضرت الیاس کے رحم میں چار شہر تھے	″
لیٹ کر نماز کیسے پڑھے	″	نماز چاشت کا وقت مستحب	″	حیات انبیاء کی تحقیق	۲۹۷	۳۲۴
باب وتر کیاں ہوتے ہیں علماء کے پانچ	″	نفل پر ہمیشگی اچھی ہے بری نہیں	۲۹۹	جمعہ کو جمعہ کیوں کہتے ہیں	۳۲۶
اختلاف ہیں	۲۶۹	نوافل کا باب	۳۰۰	درود پیش کرنے والے فرشتے کی رفتار	″
قرآنی حروف کے لیے طہارت نہیں	۲۷۰	بس کام میں رہو گے اسی میں اٹھو گے	۳۰۱	اولیاء اللہ مرتے نہیں بلکہ منتقل ہوتے ہیں	۳۲۸
طلباء کے لیے تہجد سے رات کا مطالعہ	۲۷۳	جنت میں حضرت بلال کی آہٹ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سنی کے	۳۰۱-۳۰۴	حیات ذاتی کا نفیس تحقیق اور اعتراضات کے	″
کتب اور سبق یاد کرنا افضل ہے	″	باب سفر کی نماز سفر کے معنے	۳۰۵-۳۰۸	جوابات	″
وتر تین رکعت ایک سلام سے	۲۷۷	سفر میں قصر واجب ہے	۳۰۹	جمعہ کے دن مرنے کے فضائل و فوائد	۳۲۹
جس سے قرآن یاد ہو جائے کیا چیز ہے	۲۷۹	کتنے قیام پر اتمام کرے	۳۱۰	باب وجوب جمعہ	۳۳۰
اعمال کو واجب فرض سنت اور مستحب	″	سفر میں نفل کی بحث	۳۱۱	باب جمعہ کے دن صفائی اور جلد جانا	۳۳۲
کیسے قرار دیا گیا	۲۸۰	سفر میں جمع صلوٰتین	۳۱۴	اب حضور ترکی کو مسجد والے سے روکو	″
قنوت کا باب قنوت کے معنی	۲۸۳	جمع صلوٰتین کی بہت قوی دلیل اور ان کے	″	خطبہ کے احکام اور منبر کے نام ایک	″
سیر معونہ جنگ کے واقعات	۲۸۵	نفیس جوابات	۳۱۶	سے شروع ہوا	۳۳۳
وتر میں قنوت ہمیشہ پڑھی جاوے	۲۸۶	صرف عید مزدلفہ میں نماز وقت سے پڑھی	″	باب خطبہ نماز جمعہ جماعت کے سوا اور زبان	″
قیام رمضان کا باب	۲۸۷	حضرت عائشہ نے منیٰ میں اتمام کیوں کیا	۳۱۵	میں نہ پڑھو	۳۴۰
صحابہ کرام حضور کو نماز کے لیے جگاتے تھے	″	جمعہ کا باب	۳۱۶	نماز جمعہ بعد والی بھی پڑھو	″
اور تنہا اکیلے نماز پڑھتے تھے	۲۸۷	اسلام سے پہلے ہفتہ کے دنوں کے نام	۳۱۸	جمعہ کی پہلی اذان سنت عثمانی ہے	۳۴۲
حضور پر تراویح کیوں نہ فرض ہوئی	۲۹۰	جمعہ کے شرائط	″	خطبہ کی اذان خارج مسجد ہو	″
پندرھویں شعبان اور ستائیسویں رمضان	″		″	عمامہ کی مقدار اور رنگ	۳۴۳

مضمون	صفحہ
خطبہ جمعہ کے وقت کلام، سلام، نماز سب حرام ہے	۳۴۵
مکہ معظمہ کا منبر امیر معاویہ کی ایجاد ہے	"
حضور کے منبر کا بیان	"
ہر خطبہ کھڑے ہو کر پڑھنا سنت ہے خواہ	"
خطبہ جمعہ ہو یا خطبہ نکاح وغیرہ	۳۴۶
حضور نے پانچ سو جمعے پڑھے	"
حضرت عثمان و معاویہ جمعہ کا پہلا خطبہ بیٹھ کر پڑھتے تھے	۳۴۷
جمعہ کی التحیات مل جانے سے جمعہ مل جاتا ہے	۳۴۸
نماز خوف کا بیان	"
حضور نے کل چار بار نماز خوف پڑھی	"
غزوہ خندق میں نماز خوف کیوں نہ پڑھی	۳۵۰
غزوہ ذات الرقاع کی تاریخ و تحقیق	"
شروع اسلام میں ایک نماز سفر چھوڑ دی جاتی تھی	۳۵۳
نماز عیدین کا بیان	۳۵۵
عید کے معانی اور نماز عید کب سے شروع ہوئی	"
منبر عیدگاہ کا موجد کون ہے	۳۵۶
نئی نماز عورتوں کو مسجدوں اور عیدگاہ میں	"
نماز کے لیے جانے کا حکم	۳۵۷
عید کے دن بچیوں کا گانا بجانا	۳۵۹
نماز عید سے پہلے قربانی ہوتی نہیں	۳۶۰
عاشورہ کے دن خوشی کرنا خوارج کا طور	"
ماتم کرنا رافضیوں کا طریقہ ہے	۳۶۱
نماز عید کی تکبیروں کی تعداد اور ترکیب	۳۶۲
امام صاحب کے ہاں کتنی تکبیریں ہیں	۳۶۳
عید کے زمانہ میں لوگ گھروں بازاروں میں تکبیریں پڑھ کر	۳۶۴

مضمون	صفحہ
مسجد مکہ معظمہ میں نماز جنازہ بلا کراہت	۳۶۴
جائز ہے نماز عید بھی اور حضرت آدم کی نماز	"
کعبہ معظمہ کے سامنے ہوئی	"
عیدگاہ میں منبر بنوانے والا مروان تھا	۳۶۵
قربانی کا بیان	۳۶۶
قربانی اور ذبح کے خون کا فرق	"
پاکستان میں قربانی بند کرنے کی کوشش	"
بھارت کی طرف سے ہے	"
کھانا سامنے رکھ کر ثواب بخشنے کا اعتراض	۳۶۸
افضل قربانی کس جانور کی ہے	۳۶۹
ختم سوم اور دسواں کا فرق	"
حضور نے ساری امت کی طرف سے بھی قربانی کی	"
بقرعید کے اول دس دن بال و ناخن کی کٹائی	"
دس راتیں بہت افضل ہیں	۳۷۱
حضرت علی حضور کی طرف سے بھی قربانی کرتے	"
تھے	۳۷۲
قربانی بارہویں بقرعید تک ہے	۳۷۳
عقیقہ کا بیان	۳۷۷
حج وداع کے بعد کوئی حکم منسوخ نہ ہوا	۳۷۸
کسوف کی نماز کا بیان	۳۷۹
نماز گرہن کی ہر رکعت میں ایک رکوع اور دو	"
سجدے ہیں احناف کے دلائل	۳۸۰
حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم استغفار کثرت سے	"
جنت کا خوشہ توڑنا چاہا اس کے فوائد	۳۸۲
حضور کی نگاہ آئندہ واقعات کو دیکھ لیتی ہے	"

مضمون	صفحہ
اکثریں جنت میں عورتیں زیادہ ہوں گی	"
بحر کم	۳۸۲
زیادہ قلب ملاحدہ کی وجہ آنکھ اور	"
اکثریت ناشکری کی وجہ سے	۳۸۳
حضرت ابراہیم کی وفات ۱۰ ربیع الاول	"
کو ہوئی، اس دن سورج	"
گرہن لگا	۳۸۴
حضور کے زمانہ میں ایک بار ہی	"
سورج گرہن لگا اور ایک بار ہی	"
چاند گرہن لگا	۳۸۵
عہد عثمانی میں کابل فتح ہوا	"
عبدالرحمن ابن سمرہ فاتح تھے	"
صحابہ و اولیاء اللہ کی برکت سے	"
بلائیں دفع ہوتی ہیں، رب تعالیٰ	"
آتی ہے	۳۸۸
امام محمد باقر کے حالات	۳۸۹
حضور نے گرہن میں سجدے کر کے اپنی ساری	"
امت بخشوانا	۳۹۰
نماز استسقاء کا بیان	۳۹۱
نماز استسقاء کی ترکیب	۳۹۲
حضور کی چادر کی پیمائش	"
کس دعا میں کیسے ہاتھ پھیلائے	"
صحابہ کے ہاتھ چومنا	"
تعویذ دھو کر پلانا	"
نماز استسقاء کے لیے گھر سے کیسے جائے	۳۹۳

وسیلہ اولیاء کا ثبوت	۳۹۵	شہید کی معانی اور شہادت کی قسمیں	۴۱۳	مریض کی عیادت ... مجلس سے جانا [illegible]	[illegible]
قبر کی تشریف حضور کی بارگاہ میں	″	[illegible] کی تجارت، طالب علم، سفر کی	″	[illegible] اور موت کو یاد رکھنا	″
حضرت عباس کے وسیلہ سے دعا بارش	۳۹۷	موت شہادت ہے	۴۱۴	حب الوطن من الایمان کا مطلب	۴۳۸
اور حضرت عباس کے الفاظ	″	کسی بیماری میں کس طرح عبادت کرے، ختم	۴۱۵	دنیا کی زینت [illegible]	″
کیا حضور کے بعد آپ کا وسیلہ پکڑنا	″	[illegible] دکھانے کی اصل	″	[illegible] سے مراد	۴۴۰
درست نہیں	۳۹۸	نیک بیٹے دین اور نیک اعمال کی برکت	۴۱۶	[illegible] کے لیے رحمت ہے	۴۴۱
امیر معاویہ کا یزید ابن اسود کے توسل سے دعا	″	[illegible] آتی ہیں پاس	۴۱۹	[illegible] کے پاس کیا کہا جائے	۴۴۲
بیماروں کا بیان	″	[illegible] آتی ہیں پاس	۴۲۰	[illegible] موت [illegible] تبرک کے فائدہ	″
بیماری کفارہ ہیں، چار رحمت کی اور چار	″	[illegible] حضور کے [illegible]	۴۲۱	[illegible] ایمان سے جانا	″
عذاب کی	۴۰۰	آپ سلطنت [illegible] کے متعلق ہیں	″	[illegible] کے فوائد	۴۴۳
گرج و چمک کڑک کی حقیقت اور اس وقت	″	پہلے سب [illegible]	″	[illegible] کے حالات اور حضور کے بعد	″
کی دعائیں	۴۰۲	جنت کا [illegible] سے درجات اپنے	۴۲۳	ان کا عظیم الشان مقبرہ بنایا گیا	۴۴۷
بیماروں کا بیان عیادت کا ثواب	۴۰۳	[illegible] کے اعمال سے ہے	″	[illegible]	″
دعوت قبول کرنا سنت ہے کب منع	″	موت کے وقت [illegible]	″	عبداللہ ابن جعفر کے حالات	۴۴۸
[illegible] کے احکام	۴۰۴	آسان موت [illegible] ہے	۴۰۴	[illegible] خوشبو [illegible]	۴۴۹
بیمار پرسی [illegible] سنت ہے	۴۰۷	[illegible] حضور کی [illegible]	۴۲۶	[illegible] سے	″
حضور کا لعاب [illegible] کی	۴۰۸	[illegible]	″	خوشبو محسوس ہوتی	″
مٹی کی تاثیر اور حضور انور سے دکھ درد کا	″	[illegible] میں مدد کرتے ہیں	″	[illegible]	۴۵۱
وظیفوں دعاؤں میں [illegible] کی اصل حدیث	″	[illegible] سے [illegible] خودکشی ہے	[illegible]	[illegible]	″
سے ثابت ہے	۴۰۹	[illegible] کے بعد بیمار پرسی کرے	۴۳۳	[illegible]	۴۵۲
انبیاء کرام کو بہت تیز بخار ہوتا ہے	۴۱۱	حضور کے مرض وفات [illegible]	″	[illegible]	″
حضور کو شدت تکلیف ہوتی اور حضرت	″	اور صحابہ کا اختلاف اس کی وجہ	″	[illegible]	[illegible]
عائشہ کا [illegible]	″	حضور کی بارگاہ [illegible]	۴۳۳	[illegible]	″
دنیا مومن کی جیل اور کافر کی جنت [illegible] مقصد	۴۱۲	آپ کی [illegible] آواز [illegible]	″	[illegible]	[illegible]
بخار کے فضائل و فوائد	۴۱۳	[illegible] موت افضل ہے	[illegible]	[illegible] بے حساب [illegible]	[illegible]

ہر قسم کی شرکت کا دروازہ بند ہے	۴۵۸	علم ہیئت کے سیکھنے کا مقابل کفر ظاہر	۴۷۲	قبر پر قبہ بنانا اور وہاں مجاوروں کا عمل	۴۸۹
مدینہ منورہ میں سلام کی مہر کر آتی ہیں اور	۴۶۰	ایک لڑکے کے بعد قبر پر حضور نے نماز پڑھی	"	بغلی و صندوقی کون کی قبر بہتر ہے	۴۹۰
ایک دوسرے سے بہت بگڑ گئی ہیں	"	نماز جنازہ چند بار نہیں ہو سکتی	۴۷۳	میت کو منتقل کرنا، قبر کو کھودنا اور وہاں	"
حضور کی قبر پر سلام کرنا اور سلام کہلانا	"	ولی تو شرعی دیکھنی کا فرق	"	کھیتی کرنے کے احکام	۴۹۱
میت کے غسل و کفن کا بیان					
نبی کی میت، شہدا اور شہید کی میت غسل	"	چالیس مسلمانوں میں ایک ولی ہوتا ہے	"	میت کو قبلہ کی طرف سے قبر میں اتارو	۴۹۲
[illegible]	"	ولی کی پہچان مسلمانوں کی گواہی ہے	"	قبر پر چراغ، مسجد وغیرہ میں چراغ جلانے کا حکم	۴۹۳
	"	جو کام مسلمان اچھا کہیں وہ اچھا ہے	"	سماع موتیٰ	۴۷۴
بزرگوں کے تبرکات واقعی ہیں	۴۶۱	مسلمانوں کی گواہی خیر کا جنتی ہونے کی علامت ہے	۴۷۵	قبر پر میت کا نام اور تاریخ وفات لکھنا	۴۹۴
قبر میں تبرکات رکھنا	"	مرتدوں کو جنازہ کہو اس کا مطلب	"	سنت ہے	"
بزرگوں کو کفن میں عمامہ دینا	۴۶۲	شہید پر نماز پڑھی جائے	۴۷۶	قبرستان کے نئے راستے میں [illegible]	"
قبروں سے کیسے فیض لیں گے	۴۶۳	حضور نے حضرت حمزہ پر ستر بار نماز پڑھی	"	[illegible] ہے	"
میت کو بزرگوں کے تبرکات کا ثبوت	۴۶۵	جنازے کے ساتھ نعت خوانی جائز ہے	۴۷۷	بزرگوں کے مزار پر چادر ڈالنا جائز ہے	۴۹۵
عبداللہ ابن ابی کو حضور نے قبر سے	"	جنازے کے آگے چلنا بہتر نہیں	۴۷۸	[illegible]	"
نکال کر قمیص کیوں پہنائی	"	[illegible]	"	[illegible] ہے	"
جنازے کے ساتھ جانا اور نماز جنازہ	"	بزرگوں کا ادب کرو اگرچہ قبر میں ہوں	"	پوسٹ مارٹم کا حکم	۴۷۹ / ۴۹۶
مردہ غسال و کفن دینے والے	"	دعا بعد نماز جنازہ کا ثبوت	۴۸۰	بعد دفن قبر پر تکبیر کہنے کے کلمے اور اذان	"
قبر میں اتارنے والے کو پہچانتا ہے	۴۶۶	کفار سے مشابہت اور ان کی موافقت	"	ذکر اللہ کرنا، تلقین کرنا	۴۹۷
نجاشی کے حالات، حضور کا اس کی موت	"	نہیں کرنی	۴۸۳	قبرستان کی زیارت اور وہاں قرآن پڑھنے کا	"
کی خبر دینا					
نماز جنازہ غائبانہ کی نفیس تحقیق	۴۶۸	دفن میت کا بیان	۴۸۴	[illegible]	۴۹۸
جنازہ میں چار تکبیروں کی نفیس	"	حضور کی قبر میں نو اینٹیں لگیں اور ایک	"	قبر پر کسی کے پیر رکھنا اس کی بے حرمتی	۴۹۹
ثبوت		بالشت اونچی قبر رکھی گئی	"	حرام ہے	۴۸۶
		حضور کی قبر میں کمبل کس نے بچھایا	۴۶۹	میت پر رونے کا بیان	"
نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھنا سنت ہے	۴۷۰	[illegible]	۴۸۸	[illegible] نوحہ کا فرق	۵۰۳
اس کی نفیس تحقیق	"	مسلمانوں کی قبر پھاڑنا حرام ہے	"	علم نجوم و توقیت کے احکام	"
نماز جنازہ مسجد میں مکروہ ہے	۴۷۱	قبر پختہ کرنے کے احکام	۴۸۹	[illegible]	۵۰۵

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
میت کے گھر کھانا بھیجنا سنت ہے	"	ربیع الاول کو بعد وفات ذکر و فکر میں مشغول	"	حضور کا جناب حمزہ کے لیے دعائے مغفرت	"
اُن سے دعوت لینا حرام	۵۰۸	ذکر مصطفیٰ ثواب ہے مجلس غم منانا حرام	۵۲۰	سے کیوں منع فرمایا گیا	[illegible]
کیا عورتوں کے رونے سے مُردے کو	"	خوشی کی یادگاریں تمام کرو نہ کہ غم کی	۵۲۱	ماں باپ کی قبر چومنا جائز ہے	[illegible]
عذاب ہوتا ہے	۵۰۹	زیارت قبور کا بیان	"	شب جمعہ کے معنے دربارِ مدینہ	"
اہل بیت کا قبر پر خیمہ تاننا مجاور بن کر بیٹھنا	۵۱۴	قبروں سے فیض جاری ہے	"	زیارت کے فضائل و فوائد	"
نوحہ کے لیے کپڑے پہننا حرام	۵۱۵	ایک گھر روحیں آتی ہیں	"	ماں باپ کی وفات کے بعد ان سے	"
تعامل دینی مدرسوں کی اصل	۵۱۶	زیارت قبور کے لیے سفر جائز ہے	[illegible]	سلوک کیسے کرے	[illegible]
قیامت میں سارے اجزائے بدن جمع ہوں گے	۵۱۷	عورتوں کو زیارت قبر کے احکام	"	حضرت عائشہ قبر پر	[illegible]
[illegible]	۵۱۹	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

تمام کتب کے ملنے کا پتہ

مفتی احمد یار خان نعیمی کتب خانہ گجرات پاکستان

منتظم

صاحبزادہ اقتدار احمد خان ابن حکیم الامت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

مالک نعیمی کتب خانہ گجرات

[illegible]